تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ

تصنیف

شہید مولانا عبد المجتبیٰ رضوی علیہ الرحمہ

ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ الک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب	....	تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ
مؤلف	....	مولانا عبد المجتبیٰ رضوی
تصحیح	....	علامہ محمد ابرار احمد قادری
کمپوزنگ	....	کاشف حفیظ
صفحات	....	608
تعداد	....	600
اشاعت	....	مارچ 2018ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	/700 روپے

ضروری گزارش

اُن تمام احباب کا شکر گزار ہوں جو ہمارے ادارے کی کتب کو دل سے پسند کرتے ہیں۔ اس کتاب ''تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ'' کو نئی اور دیدہ زیب کمپوزنگ سے آراستہ کیا گیا ہے۔ اگر آپ کو اس میں کسی قسم کی کمی وبیشی و کمپوزنگ کی غلطی نظر آئے تو براہِ کرم ادارہ کو مطلع کریں تاکہ ان اغلاط کی اگلے ایڈیشن میں تصحیح ہو سکے۔ آپ تعاون فرما کر ادارہ کی مزید ترقی کا سبب بنیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس تعاون کو قبول فرمائے۔ آمین

شرفِ انتساب

تصوف و معرفت کے امام، عالمگیر رشد و ہدایت کے شہنشاہوں کا یہ اجمالی مقالہ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ کے نام سے بتوسل شیخ الاسلام والمسلمین، مجدد اعظم الشاہ امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز...... ان تمام مشائخ کرام کی بارگاہ میں نذر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جن کے فیضان طریقت و شریعت نے مسلمانان عالم اسلام کی رشد و ہدایت فرمائی ہے اور جن کا روحانی فیضان آج بھی زندہ و تابندہ ہے۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

طلبگار کرم
عبدالمجتبیٰ رضوی سندر پوری

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِيْ

يَا رَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا سَيِّدِيْ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

فہرست

نمبر شمار	ترتیب مضامین	صفحہ نمبر
۱	شرف انتساب	۳
۲	عرض حال	۹
۳	مختصر تعارف	۱۳
۴	دعائیہ کلمات	۱۵
۵	خط	۱۵
۶	تقدیم	۱۶
۷	مقدمہ	۱۷
۸	نور اول......رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم	۳۸
۹	نور دوم......امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ	۸۷
۱۰	نور سوم......سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ	۱۰۸
۱۱	نور چہارم...... سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ	۱۲۹
۱۲	نور پنجم...... سیّدنا امام باقر رضی اللہ عنہ	۱۴۵
۱۳	نور ششم...... سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۵۴
۱۴	نور ہفتم...... سیّدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ	۱۶۶
۱۵	نور ہشتم...... سیّدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ	۱۷۶
۱۶	نور نہم...... سیّدنا شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ	۱۸۹
۱۷	نور دہم...... شیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ	۱۹۶
۱۸	نور یازدہم...... شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ	۲۰۴

۱۹	نور دوازدہم...... شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ	۲۱۸
۲۰	نور سیزدہم...... شیخ عبد الواحد تمیمی رضی اللہ عنہ	۲۲۹
۲۱	نور چہاردہم...... شیخ محمد یوسف ابوالفرح طرطوسی رضی اللہ عنہ	۲۳۳
۲۲	نور پانزدہم...... شیخ ابوالحسن علی ہاشمی رضی اللہ عنہ	۲۳۶
۲۳	نور شانزدہم...... شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رضی اللہ عنہ	۲۴۲
۲۴	نور ہفتدہم...... سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ	۲۴۶
۲۵	نور ہشت دہم......سیّدنا عبد الرزاق رضی اللہ عنہ	۲۸۱
۲۶	نور نوازدہم...... سیّدنا ابوصالح عبد اللہ نصر رضی اللہ عنہ	۲۸۶
۲۷	نور بستم...... سیّدنا محی الدین ابونصر محمد رضی اللہ عنہ	۲۹۲
۲۸	نور بست ویکم...... سیّدنا علی رضی اللہ عنہ	۲۹۵
۲۹	نور بست ودوم...... حضرت سیّد موسیٰ بغدادی رضی اللہ عنہ	۲۹۸
۳۰	نور بست وسوم...... حضرت سیّد حسن بغدادی رضی اللہ عنہ	۳۰۰
۳۱	نور بست وچہارم......حضرت سیّد احمد الجیلانی رضی اللہ عنہ	۳۰۲
۳۲	نور بست وپنجم...... حضرت شیخ بہاء الدین شطاری رضی اللہ عنہ	۳۰۵
۳۳	نور بست وششم...... حضرت شیخ ابراہیم ایرجی رضی اللہ عنہ	۳۱۱
۳۴	نور بست وہفتم...... حضرت سیّد قاری محمد نظام الدین عرف شاہ بھیکا قدس سرہٗ	۳۱۵
۳۵	نور بست وہشتم...... قاضی ضیاء الدین عرف شیخ جیاء رضی اللہ عنہ	۳۳۱
۳۶	نور بست ونہم...... حضرت جمال الاولیاء رضی اللہ عنہ	۳۳۶
۳۷	نور سی...... حضرت میر سیّد محمد کالپوی رضی اللہ عنہ	۳۴۴
۳۸	نور سی ویکم...... حضرت میر سیّد احمد کالپوی رضی اللہ عنہ	۳۵۴
۳۹	نور سی ودوم...... حضرت میر سیّد فضل اللہ کالپوی رضی اللہ عنہ	۳۵۹
۴۰	نور سی وسوم...... حضرت سیّد شاہ برکت اللہ مارہروی رضی اللہ عنہ	۳۶۲
۴۱	نور سی وچہارم...... سیّد شاہ آل محمد ماہروی رضی اللہ عنہ	۳۷۹

۴۲	نورسی وپنجم...... حضرت سیّد شاہ حمزہ رضی اللہ عنہ	۳۸۴
۴۳	نورسی وششم...... حضرت سیّد شاہ آل احمد اچھے میاں رضی اللہ عنہ	۳۹۲
۴۴	نورسی وہفتم...... حضرت سیّد شاہ آل رسول رضی اللہ عنہ	۴۰۳
۴۵	نورسی وہشتم...... حضرت سیّد شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ عنہ	۴۱۳
۴۶	نورسی ونہم...... حضرت شاہ امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ	۴۲۹
۴۷	نورچہل...... حضرت حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا رضی اللہ عنہ	۵۲۶
۴۸	نورچہل ویکم...... حضرت مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا رضی اللہ عنہ	۵۲۸
۴۹	نورچہل ودوم...... مفسر اعظم ہند شاہ ابراہیم رضا رضی اللہ عنہ	۵۷۵

مندرجہ ذیل حالات حاشیہ میں ہیں

نمبر شمار	ترتیب مضامین	صفحہ نمبر
۱	حضرت امام احمد بن حنبل	۱۸۰
۲	حضرت ملا عبدالکریم	۳۲۹
۳	حضرت ملا شیخ وجیہہ الدین	۳۳۳
۴	حضرت شیخ طیب بنارسی	۳۴۲
۵	حضرت محمد افضل الٰہ آبادی	۳۵۲
۶	حضرت محمد یحییٰ عرف شاہ خوب اللہ الٰہ آبادی	۳۵۶
۷	حضرت محی الدین محمد عالم گیر اورنگ زیب	۳۷۴
۸	حضرت علاء الدین علی احمد صابر کلیری	۳۷۵
۹	حضرت محی الدین ابن عربی	۳۸۶
۱۰	شاہ عبدالمجید عین الحق بدایونی	۳۹۴
۱۱	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۳۹۴
۱۲	حضرت شاہ فضل رسول بدایونی	۳۹۲

۱۳	حضرت مخدوم شیخ العالم عبدالحق رودولوی	۴۰۴
۱۴	حضرت شیخ عبدالحسن شاذلی	۴۰۷
۱۵	حضرت شمس الدین محمد ابوالخیر جزری	۴۰۷
۱۶	حضرت مولانا شاہ علی حسین اشرفی	۴۱۰
۱۷	حضرت شاہ شرف الدین محمد بوصیری	۴۳۸
۱۸	حافظ ملت شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی	۴۳۸
۱۹	شمس العلماء شاہ شمس الدین احمد جعفر جونپوری	۴۳۸

عرضِ حال

لاتعداد حمد وثناء اس خالق کائنات کے لئے جس نے لفظ ''کن'' سے پورے عالم کو وجود بخشا اور لاکھوں درود وسلام ہو اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کو اپنے نور پاک سے پیدا فرما کر ساری مخلوقات کو ان کا مطیع وفرمانبردار بنایا اور مجھ سیہ کار بے بضاعت کو اپنے محبوبوں کے حالات بیان کرنے کی توفیق رفیق بخشی ،فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

وہی رب ہے جس نے تم کو ہمہ تن کرم بنایا ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا تجھے حمد ہے خدایا

امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کو تصوف ومعرفت کے ۱۳سلسلوں سے خلافت واجازت حاصل تھی ،آپ جس دور میں تشریف لائے وہ بڑا ہی پرفتن دور تھا۔تصوف ومعرفت پر ہر چہار جانب سے حملے ہور ہے تھے ،بدعت کا عام رواج ہو چلا تھا، شریعت کا کھلے طور پر مذاق اڑایا جا رہا تھا، ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ جبہ ودستار والے لگا رہے تھے۔دیابنہ ،وہابیہ اور قادیانیت کا خطرناک فتنہ مومن صادق کے ایمان کو کھوکھلا بنانے پر ہمہ تن مصروف تھا۔اس پرخطر ماحول میں حضرت مجدد الف ثانی فاروقی قدس سرہٗ کے بعد مسلمانان عالم کا مجدد اعظم بنا کر قدرت نے آپ کو بھیجا ساتھ ہی ایسے ایسے علوم سے نوازا کہ آج آپ کی بعض کتابوں کے علم کو سمجھنے والے دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔حیرت انگیز یادداشت علمِ سینہ کے ساتھ ساتھ علم ظاہر میں بھی کوئی آپ کا مثیل وثانی نہ تھا......آپ نے اپنے وقت میں عالم اسلام کی قیادت فرمائی ہے۔یہی وجہ ہے کہ سونے چاندی کے سکے کی جگہ جب نوٹ کا مسئلہ علماء مکہ کے درمیان عقدۂ لاینحل ہو گیا تو آپ ہی کی قیادت وعلم خداداد نے اس کا حل ''کفل الفقیہ الفاہم'' جیسی نابغۂ روزگار عربی تصنیف کی شکل میں دیا اور پورے علمائے عرب کو سکون وطمانیت سے ہمکنار فرمایا۔

فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے تصوف پر کام کیا ہے اس کا بیان حضرت علامہ خواجہ حسن نظامی دہلوی کی زبانی سنئے:

''انہوں نے (فاضل بریلوی) ان مسائل اختلافی پر معرکہ کی کتابیں لکھی ہیں جو سالہا سال سے فرقہ وہابیہ کے زیر تحریر وتقریر تھیں اور جن کے جوابات گروہ صوفیہ کی طرف سے کافی وشافی نہیں دیئے گئے تھے۔یہ کتابیں بہت زیادہ تعداد میں ہیں اور ایسی مدلل ہیں جن کو دیکھ کر لکھنے والے کے تبحر علمی کا جید سے جید مخالف کو اقرار کرنا پڑتا ہے''۔

آپ نے خانقاہوں اور صاحب خانقاہ کے تقدس کی خاطر پوری زندگی جہاد بالقلم فرما کر خانقاہی نظام کو درست کرنے کا انمول ضابطہ حیات عطا فرمایا اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ آج بیشتر خانقاہیں ہوا وہوس میں مبتلا اپنے محسن کے لائحہ عمل سے جداگانہ ہیں۔ورنہ اگر آج پوری خانقاہیں امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کو اپنا قائد اور محسن مان کر آپ کے بتائے ہوئے اصول

پر گامزن ہو جائیں تو آج بھی خانقاہیں رشد و ہدایت کا سرچشمہ بن سکتی ہیں۔تصوف کا اصلی رمز آپ کی ذات سے فروغ پایا اور آج اگر خانقاہیں محفوظ ہیں، مقابر ڈھائے نہیں گئے، آثار مقدسہ کی عظمت برقرار ہے تو یہ صدقہ ہے مجدد اعظم قدس سرہٗ کا' اس لئے آپ ہی کی ذات پر ہر باطل اور بدمذہب حملہ کر رہے ہیں۔

آپ کی بارگاہ کے عقیدت کیش نے جن سلاسل سے اجازت وخلافت طلب کی ہے آپ نے انہیں اسی سلسلے کی اجازت وخلافت سے نوازا ہے، چار مشہور سلسلے قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ ہوں یا دیگر سلاسل آپ سبھی سلاسل کے امین وفیض بخش عالم تھے۔ابھی حال ہی میں ادارہ قاری دہلی نے فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے ہاتھ کا قلمی خلافت نامہ شائع کیا ہے، فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے یہ چشتیہ سلسلے کا خلافت نامہ حضرت علامہ سیّد غلام علی بن حضرت مولانا سیّد نور محمد معینی قدس سرہٗ کو عطا فرمایا ہے جو ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور اس دستاویزی سند سے خانقاہ رضویہ اور اجمیر مقدسہ سے روحانی وعرفانی تعلقات کی بھرپور نشاندہی ہوتی ہے۔

سبب تالیف

۱۹۸۲ء کی بات ہے کہ راقم مسجد شیخ سلیم پھاٹک بنارس میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ امامت کے فرائض انجام دے رہا تھا محب مکرم و برادر طریقت جناب ماسٹر شمیم احمد صاحب رضوی بنارسی باتوں ہی باتوں میں کہنے لگے سلسلۃ الذہب شجرۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے جملہ مشائخ عظام کے حالات اگر یکجا ہو جائیں تو بہت اچھا اور بہتر ہو جس کی شدید ضرورت عرصے سے محسوس کی جارہی ہے۔

راقم نے اس کی ذمہ داری تو لے لی اور بفضلہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ تلاش وجستجو میں لگ گیا۔اس درمیان میں بہت سے حوادثات سے گزرا والد گرامی جناب شجاعت علی عرف سجاک رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پھر معاً چند ماہ کے بعد عزیزم شاہد رضا کے انتقال نے ذہن پر کافی اثر ڈالا۔اس کے علاوہ معاشی اعتبار سے بہت سی الجھنوں کا شکار ہوا مگر جو قدم اٹھ چکا تھا اس کو پیچھے کرنا اپنے مشائخ کرام سے منہ موڑنے کے مترادف سمجھ کر بڑھتا ہی رہا۔

اہل تحقیق اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ کتابوں کا لکھنا کتنا مشکل اور جان جوکھم میں ڈالنے سے کم نہیں اور وہ بھی کسی بزرگان دین کے حالات پر اور بھی مشکل راقم نے جب تلاش شروع کی تو بڑی دشواریاں سامنے آئیں جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس موضوع پر کوئی حالات یکجا نہیں بلکہ سینکڑوں کتابوں میں بکھرے ہوئے جستہ جستہ حالات ہیں جن کا تلاش کرنا اور پانا مزید مشکل اور چند مشائخ کے حالات تو صرف فیضان روحانی تک محدود ہیں۔

ان حالات میں کسی کتاب کا مکمل ہو جانا راقم اپنے مشائخ کرام کی عظیم کرامت ہی سمجھتا ہے، جبکہ نہ کوئی شریک سفر تن تنہا ایک غریب مدرس بالکل خود رفتہ ہو کر اس کام میں لگا رہا اور اپنی تنخواہوں سے جہاں تک زاد راہ ہوتا، سفر کرتا اور پھر اگلی تنخواہ کے انتظار میں اگلا سفر روکے رکھتا۔اس تہی دستی کے عالم میں الٰہ آباد کا متعدد بار سفر کیا جہاں جناب سیّد محمد اکمل اجملی مدظلہ العالی سے

ملاقات ہوئی موصوف بڑے علم دوست اور مخلص فرد ہیں چونکہ آپ کا خود بھی علمی وتحقیقی ذہن ہے اس لئے اپنی خانقاہ سے بہت سی پرانی قلمی نوادرات کی زیارت کرائی۔ مشائخ کالپی شریف کے متعدد قلمی رسائل کی زیارت کرائی اور خود بھی شریک کار رہ کر بہت سے ضروری مضامین کی نقل واملا کرائی۔ موصوف کا راقم پر بڑا احسان ہے۔ پھر مبارکپور کا متعدد بار سفر کیا۔ اعظم گڑھ دارالمصنفین، مظفر پور، بدایوں، بریلی شریف مارہرہ شریف کا بھی ایک طویل سفر کیا۔ رامپور میں رضا لائبریری اور صولت لائبریری میں چار پانچ روز تک چھان بین کی۔ بنارس کی ہر چھوٹی بڑی لائبریری کی تلاش، علمی حلقوں میں جو ذاتی کتب خانے تھے ان کی چھان بین کی۔ ہندوستان کی بیشتر لائبریریوں سے رابطہ قائم کیا، خانقاہوں میں سجادگان سے مراسلت کے ذریعے تلاش وجستجو کی صورت نکالی، پھر بغداد شریف میں خانقاہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سجادہ نشین حضرت شیخ یوسف عبداللہ سے رابطہ قائم کیا تو موصوف نے حالات کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا۔

پاکستان میں ماہر رضویات، محقق دوراں حضرت علامہ ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب پی ایچ ڈی مدظلہ العالی وعلامہ مولانا جلال الدین صاحب قادری سے رابطہ قائم کیا۔ دونوں حضرات نے بڑی دعائیں دیں اور موخر الذکر نے پاکستان کی مشہور لائبریریوں میں دورہ کیا اور حالات معلوم کرنے کی پوری کوشش کی موصوف نے اپنی کاوش وتلاش کے دوران جن کتابوں اور لائبریریوں سے کتابوں کو دیکھا اس کی پوری فہرست بھی راقم کے پاس ارسال فرمائی۔ یقیناً ان حضرات کی بڑی مہربانی اور راقم پر بہت بڑا احسان ہے۔ اس کے علاوہ دونوں جلیل القدر ہستیوں کے تقدیم ومقدمہ شامل کتاب ہیں جو اپنے موضوع کے اعتبار سے بڑے اہم ہیں۔ جن کے شکریئے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ دعا ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ ان حضرات پر اپنا خاص فضل فرمائے اور ان کی عمروں میں برکت عطا فرما کر تا دیر ہم اہل سنت وجماعت پر ان کے سایہ دینی وعلمی کو قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

راقم نے تلاش وجستجو کا کوئی ذریعہ نہیں چھوڑا اور ہر ممکن یہ کوشش رہی کہ پورے حالات پوری تلاش کے بعد ہی قلمبند کئے جائیں۔ یہاں تک کہ یہ مقالہ ایک مختصر حالات کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔

تکمیل کے بعد تصحیح کا کام بھی بڑا اہم تھا۔ ضخامت کے اعتبار سے کسی ایک فرد کا کام نہ تھا اس کام کو مندرجہ ذیل علماء کرام نے انجام۔

(۱) حضرت مولانا خادم رسول صاحب شیخ الحدیث جامعہ حمیدیہ رضویہ بلیہ مدنپورہ بنارس
(۲) حضرت مولانا مفتی محمد یامین صاحب دارالافتاء " " "
(۳) حضرت مولانا مفتی قاری محمد ظہیر صاحب شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہ بنارس
(۴) حضرت مولانا محمد خلیق احمد صاحب پرنسپل جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہ بنارس
(۵) حضرت مولانا محمد حسن صاحب شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ ریوڑی تالاب بنارس

(۶) حضرت مولانا احمد القادری صاحب صدر مدرس جامعہ مدینۃ العلوم جلالی پورہ بنارس

ان تمام علمائے کرام کا میں بے حد مشکور ہوں جنہوں نے اپنے قیمتی اوقات کو کام میں لگا کر ایک عظیم دینی خدمت انجام دی۔

حضرت مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی رکن المجمع الاسلامی مبارکپور نے راقم کی بڑی مدد فرمائی اور بہت سے مفید و کارآمد مشوروں نیز ضروری صحت سے آگاہ فرما کر کرم نوازی فرمائی اور حضرت مولانا مفتی محمد یامین صاحب قبلہ مرادآبادی کا بھی بے حد مشکور ہوں جنہوں نے اعلیٰ حضرت کے کلام "امداد کن" والی بحر میں اشعار قلمبند کیے جو شامل کتاب ہیں۔ حضرت علامہ سیّد اصغر امام صاحب قبلہ پرنسپل جامعہ فاروقیہ بنارس و مولانا عبدالہادی خاں صاحب رضوی جامعہ فاروقیہ بنارس نے اہم و مستند کتابیں عطا کیں اور ترجموں کی دشواریوں کو بھی حل فرمایا۔

جناب نصر اللہ خان صاحب مدنپورہ و جناب ماسٹر شمیم احمد صاحب رامپورہ بنارس کا بے حد احسان مند ہوں کہ موصوف نے بنارس کا چپہ چپہ چھان مارا اور کتابوں کی تلاش میں مثالی اقدام فرما کر بہت سی دشواریوں کو حل فرمایا اور بھی میرے بہت سے احباب و مخلصین ہیں جنہوں نے بڑی قربانیاں دی ہیں، ان کا بھی میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مقالے کی ترتیب تو ۱۹۸۴ء میں پورا کر چکا تھا اور خیال تھا کہ تدوین کے بعد اس کی طباعت کا مسئلہ بحسن و خوبی جلد ہی انجام پا جائے گا جیسی کہ امید تھی مگر طباعت کے سلسلے میں بڑا تلخ تجربہ ملا اور اس کی اشاعت کا مسئلہ مالی مشکلات کی وجہ سے التوا میں پڑا رہا۔ اس درمیان میں مزید نظر ثانی کا بہترین موقعہ ملا اور بہت سے ضروری مضامین کا اضافہ بھی کیا۔ مقالے میں صحت کا خاص خیال رکھا گیا۔ جن کتابوں سے مضامین لئے گئے ہیں ان کے حوالے حاشیہ میں دیئے گئے ہیں اور تمام حوالہ جات کا ایک اجمالی خاکہ ماخذ کتب میں دے دیا گیا ہے۔

چونکہ راقم کا یہ پہلا مقالہ ہے اور اپنی کم علمی و بے بضاعتی کا پورا احساس ہے اس لئے علماء کرام، دانشوران محققین کی بارگاہ میں مؤدبانہ التماس ہے کہ اگر کوئی نقص یا غلطی پائیں تو راقم کو ضرور آگاہ فرما کر احسان فرمائیں تاکہ اشاعت ثانی میں اس کی تلافی ہو سکے۔ کسی خامی کو لے کر نشانہ طعن و تشنیع نہ بنائیں بلکہ اپنے مشورے و تبصرے سے راقم کو آگاہ فرمائیں میں آپ کی رائے کا منتظر ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نازم بسر مایہ فضل خویش ‏ ‏ بدریوزہ آوردہ ام دست پیش

تو ئیزار بدی بینم در سخن ‏ ‏ بخلق جہاں آفریں کارکن

بندۂ گنہگار

عبدالمجتبیٰ رضوی سندرپوری

مکان نمبر سی، کے ۱۰/۶۶ بنیاباغ، بنارس ۲۲۱۰۰۱

مختصر تعارف مؤلف کتاب

نام کتاب: تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ
نام مؤلف: عبدالمجتبیٰ رضوی بن شجاعت علی رضوی عرف شیخ سجاک رحمۃ اللہ علیہ
تولد: ۲۰ فروری ۱۹۵۷ء۔
جامعہ فاروقیہ بنارس عربی فارسی بورڈ الہ آباد
تعلیم: مولوی، عالم، فاضل درس نظامیہ، مولوی، عالم، فاضل دینیات، منشی، کامل درس عالیہ علی گڑھ
ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل، ایم، اے اردو (سال اول)
فراغت: جامعہ فاروقیہ بنارس ۱۹۷۴ء
شیخ طریقت: تاجدار اہل سنت الشاہ مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا بریلوی قدس سرہ
اساتذہ: شمس العلماء حضرت مولانا شمس الدین احمد جعفری جون پوری
(۲) حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگل پوری
(۳) حضرت مولانا محدث ثناء اللہ صاحب میو
(۴) حضرت مولانا مفتی محمد اسلم صاحب مظفر پوری
(۵) حضرت مولانا مفتی عبیدالرحمٰن صاحب پورنوی
(۶) حضرت مولانا خادم رسول صاحب گیاوی
(۷) حضرت مولانا محمد طیب صاحب رشیدی پورنوی
(۸) حضرت مولانا عبدالرسول محمد باقر علی خاں گیاوی
(۹) حضرت مولانا نجم الدین صاحب گیاوی
(۱۰) حضرت مولانا صلاح الدین صاحب مظفر پوری
(۱۱) حضرت مولانا حکیم محمد لقمان صاحب بنارسی

(۱۲) حضرت مولانا عبدالحمید صاحب نوری

(۱۳) حضرت مولانا ظل الرحمٰن صاحب بھاگل پوری

(۱۴) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کٹہاری

(۱۵) حضرت محمد مسلم صاحب دربھنگوی

(۱۶) حضرت قاری محمد عثمان صاحب

(۱۷) قاری محمد ہارون صاحب مدنپورہ بنارس

مشغلہ: درس وتدریس نائب صدرالمدرسین مدرسہ مجیدیہ سرائے ہڑپا بنارس۔

تصنیف: نقش اول، تذکرہ مشائخ قادریہ، رضویہ (۲) کنز الایمان اردو تراجم کی جان (۳) موت کے بعد حصہ اول (۴) دیوبندی عقائد (ہندی)

دعائیہ کلمات

۹۲-۷۸۶

الحمد لله وکفی ثم الصلاۃ والسلام علی حبیبه المصطفی ورسوله المجتبی وعلی آله واصحابه ذوی الاجتباء والاقتداء یا رب الارض والسماء امّا بعد!

عزیزم ومحبہم مولانا عبدالمجتبیٰ صاحب قادری برکاتی رضوی اپنی تصنیف ''مشائخ قادریہ رضویہ'' ایسے وقت میرے پاس لائے کہ میں کچھ نہ کچھ علیل چل رہا ہوں۔ رات کا وقت لکھنے پڑھنے والا چشمہ بھی فی الوقت میرے پاس نہیں اس لئے بغیر کتاب مذکور کو بالاستیعاب دیکھے میں صرف اتنا ہی لکھ سکتا ہوں کہ مولانا موصوف کا ارادہ نیک ہے اللہ تعالیٰ اس کار خیر پر انہیں دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

سید حسن بقلم خود
سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ (ایٹہ)
شب پنجم ربیع النور ۱۴۰۸ھ

۹۲......۷۸۶

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم
واله وصحبه اجمعین

محب محترم مولانا عبدالمجتبیٰ صاحب رضوی اپنی تصنیف ''مشائخ قادریہ رضویہ'' میرے پاس لائے ہیں یہاں بنارس میں جامعہ حمیدیہ رضویہ واقع مدن پورہ بنارس کے جلسہ دستار فضیلت میں حاضر ہوا تھا اس لئے کتاب مذکور کو دیکھنے کا موقع نہ ملا۔ ایک آدھ جگہ سے دیکھا۔ کتاب کے نام سے واضح ہے کہ یہ تصنیف سوانح وحالات مشائخ قادریہ رضویہ پر مشتمل ہے۔ مولانا کے اس اقدام سے خوشی ہے۔ جزاه الله تعالٰی فی الدارین خیرًا وصلی الله تعالٰی علٰی سیّدنا محمدٍ وآلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ
قائم مقام مفتی اعظم ہند
رضا نگر سوداگران بریلی شریف
۱۴ شعبان ۱۴۰۷ھ

تقدیم

ماہر رضویات حضرت علامہ پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب قبلہ مدظلہ
پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ، سندھ پاکستان

امام احمد رضا کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، وہ اپنے دور کے عظیم مفسر تھے اور محدث بھی، فقیہہ بھی تھے، مفتی بھی، مفکر بھی تھے، مدبر بھی...... مصلح بھی تھے، مبلغ بھی...... بے مثال شاعر بھی تھے، ناثر بھی...... بے نظیر مصنف بھی تھے، مؤلف بھی...... باکمال محقق بھی تھے، مدقق بھی...... مختصر یہ کہ وہ علوم نقلیہ وفنون عقلیہ میں یگانہ روزگار تھے...... ہندوستان ان پر فخر کرے تو اس کو زیب دیتا ہے...... عالم اسلام ان کے حضور خراج عقیدت پیش کرے تو اس کو بجتا ہے۔

امام احمد رضا کے وصال کو نصف صدی گزر جانے کے بعد پاک وہند میں ان پر تحقیقی کام شروع ہوا جو گزشتہ تین عشروں میں اتنا آگے بڑھ چکا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اور جس سے چاہتا ہے کام لیتا ہے۔ ہر کام کا ایک وقت ہے۔ امام احمد رضا پر کام کا یہی وقت تھا۔ اس وقت عالمی سطح پر مختلف یونیورسٹیوں میں کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ مثلاً برکلے یونیورسٹی (امریکہ) کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) لائڈن یونیورسٹی (ہالینڈ) نیوکاسل یونیورسٹی اور لندن یونیورسٹی (انگلستان) کراچی یونیورسٹی (کراچی) پنجاب یونیورسٹی (لاہور) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (اسلام آباد) سندھ یونیورسٹی (جام شورو) پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) وغیرہ وغیرہ۔

امام احمد رضا کی شخصیت، علمیت اور افکار ونظریات پر متعدد تحقیقی مقالات لکھے گئے ہیں اور کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ مختلف بین الاقوامی کانفرنسوں میں پڑھے جانے والے مقالات میں ان کے ذکر اذکار ہوئے ہیں لیکن ان کی سوانح کا ایک پہلو ہنوز تشنہ تھا اس پر محبی مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی دام مجدہٗ نے نامساعد حالات کے باوجود بڑی ہمت واستقامت کے ساتھ کام کیا اور سلسلہ رضویہ کے مشائخ کے حالات کو ایک لڑی میں پرو کر یک جا کر دیا۔ یہ وابستگان دامن رضویت پر ان کا عظیم احسان ہے، سب کو ان کا ممنون ہونا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا پر خلوص سے کام کرنے والوں کی غیبی امداد ہوتی ہے۔ یہ راقم کا ذاتی تجربہ ہے اور یہ بارگاہ ایزدی میں امام احمد رضا کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوبوں کے دامن سے وابستہ رکھے۔ آمین! بے شک ان کے نشان قدم ہی صراط مستقیم ہیں۔

دربار شہنشہی سے خوش تر ۔۔۔ مردان خدا کا آستانہ

احقر: محمد مسعود احمد
پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ
(سندھ پاکستان، ۲۵؍رجب ۱۴۰۸ھ/۱۴؍مارچ ۱۹۸۸ء)

مقدمہ

از محقق دوراں، مؤرخ ملت حضرت علامہ مولانا محمد جلال الدین قادری مدظلہ العالی گورنمنٹ سکول کھاریاں گجرات پاکستان

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما

صدر اسلام میں جب کہ تصوف نے ابھی تک باقاعدہ شکل اختیار نہ کی، صوفیہ کاملین کے متعدد جن سلاسل طریقت نے مخلوق الٰہی کی راہنمائی فرمائی ان میں سے دس سلاسل نے خاص شہرت پائی۔ صوفیہ کے سلاسل کا یہ اختلاف معاملات، مجاہدات اور ریاضات کے انداز کا اختلاف تھا۔ اصول شرع اور عقائد اسلام میں سبھی متفق تھے۔

قدوۃ العارفین حضرت ابوالحسن سیّد علی بن عثمان الجلابی معروف بہ حضور داتا گنج بخش (م صفر ۴۵۶ھ) قدس اللہ سرہٗ اپنی کتاب مستطاب فیض انتساب کشف المحجوب میں مذکورہ سلاسل طریقت کا تفصیلی تذکرہ فرماتے ہیں۔ ذیل میں کشف المحجوب کے حوالہ سے ان سلاسل طیبہ کا ذکر اختصار سے کیا جاتا ہے۔

(۱) محاسبیہ، حضرت ابوعبداللہ الحارث بن الحاسبی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ آپ اپنے زمانہ میں باتفاق علماء مقبول النفس اور مقتول النفس تھے۔ اصول وفروع اور حقائق کے علوم کے عالم تھے۔ تجرید و توحید میں ان کا قول ظاہری و باطنی معاملات کی صحت کا ہے۔ (کشف المحجوب، طبع سمرقند ص ۲۱۷)

(۲) قصاریہ، حضرت ابوصالح بن احمدون بن عمارت القصار رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں۔ آپ علماء میں بزرگ اور اس طریق کے سردار تھے۔ آپ کا طریقہ ملامت کا اظہار تھا۔ معاملات میں آپ کا کلام حالی ہے۔

(کشف المحجوب، طبع سمرقند ص ۲۲۴))

(۳) طیفوریہ کی نسبت حضرت ابویزید طیفور بن عیسیٰ بن سروشان بسطامی کی طرف ہے۔ آپ صوفیہ کے سردار اور بزرگ تھے۔ آپ کا طریقہ غلبہ حال اور سکر تھا۔ (کشف المحجوب، طبع سمرقند ص ۲۲۷)

(۴) جنیدیہ کی نسبت حضرت ابوالقاسم جنید بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے۔ آپ کو اپنے زمانہ میں طاؤس العلماء سیّد الطائفہ اور صوفیہ کے ائمہ کے امام کہا جاتا تھا۔ آپ کا طریق، برخلاف طیفوریہ، صحو پر مبنی ہے۔

صحو عبارت از صحت حال ست باحق وسکر عبارت است از فرط شوق وغایت محبت۔

ترجمہ: حق تعالیٰ کے ساتھ صحت حال صحو کہلاتا ہے اور فرط شوق وغایت محبت، صحو ہے۔

(۵) نوریہ حضرت ابوالحسین احمد بن محمد نوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہیں۔ آپ صوفی علماء کے صدر اور نور سے

زیادہ مشہور رہے۔ گروہ صوفیہ میں آپ کے مناقب روشن ہیں اور دلائل مضبوط۔ (کشف المحجوب، طبع سمرقند ص ۲۳۳)

(۶) سہلیہ کی نسبت حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے۔ آپ صوفیہ کرام میں بہت عظیم المرتبت اور بزرگ تھے (جیسا کہ آپ کا ذکر گزرا) آپ اپنے زمانہ میں سلطان تصوف اور طریقت کے مشکل مسائل کو حل فرمانے والے تھے۔ (کشف المحجوب، طبع سمرقند ص ۲۴۰)

(۷) حکیمیہ حضرت ابوعبد بن علی الحکیم الترمذی کی طرف منسوب ہیں۔ آپ جملہ علوم ظاہری و باطنی میں امام زمانہ تھے۔ آپ کی بے شمار تصانیف ہیں۔ (کشف المحجوب، طبع سمرقند ص ۲۵۸)

(۸) خرازیہ کی نسبت حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔ تصوف میں آپ کی مشہور تصانیف تجرید اور مخلوق سے انقطاع میں آپ عظیم الشان بزرگ تھے۔ (کشف المحجوب، طبع سمرقند ص ۲۹۵)

(۹) خفیفہ حضرت ابوعبداللہ محمد بن خفیف شیرازی کی طرف منسوب ہے۔ گروہ صوفیہ کے آپ سردار و مقتداء ہیں۔ اپنے وقت میں عزیز اور علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ آپ کی بے شمار تصانیف مشہور و معروف ہیں۔ علم طریقت میں آپ کے فنون اور مناقب اتنے مشہور ہیں کہ ان تمام کا جمع کرنا مشکل ہے۔ (کشف المحجوب، طبع سمرقند ص ۳۰۰)

(۱۰) سیاریہ حضرت ابوالعباس سیاری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ آپ مرو کے امام تھے۔ تمام علوم میں عالم اور حضرت ابوبکر واسطی رضی اللہ عنہ کے پیرو تھے۔ (کشف المحجوب، طبع سمرقند ص ۳۰۴)

چوتھی صدی ہجری کے اواخر اور پانچویں صدی ہجری کے اوائل تک عالم اسلام میں ان مقبول طرق تصوف نے جو علمی وروحانی مقام پیدا کرلیا تھا وہ تاریخ اسلام کا زریں باب ہے۔ ان ارباب طریقت نے محراب و منبر کو عرفان الٰہیہ کا منبع بنا دیا' اسرار دینیہ اور حقائق حقہ کا بیان ان کی تبلیغ کا ذریعہ بنا۔

اس زمانہ میں اسلامی سلطنت کی سرحدیں چین، روس، افریقہ اور دیار مغرب تک پہنچ چکی تھیں۔ فاتحین اسلام نے اسلامی عظمت کے پرچم عالم اسلام میں لہرادیئے۔ بایں جاہ و حشمت یہ شاہان اسلام خود ارباب طریقت کے ایسے گرویدہ و شیفتہ تھے کہ صوفیہ کرام کی خانقاہوں پر عقیدت و محبت سے حاضر ہوتے، ان سے فیوض و برکات حاصل کرتے اور اپنی مشکلات ان سے حل کرواتے۔ اس دور میں صوفیہ کے اثر کی ہمہ گیر عظمت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ شاہی خاندان کی مستورات بھی ارباب طریقت سے بہرہ ور ہوتی تھیں۔

اس دور میں مذکورہ بالا دس سلاسل طریقت نے کافی شہرت حاصل کرلی تھی۔ علاوہ ازیں ان کی ذیلی شاخوں ملامتیہ، قلندریہ، رفاعیہ، جلالیہ، جمالیہ، زینیہ، روشنیہ، خلوتیہ، شاذلیہ، شطاریہ، بکریہ، خواطویہ، جوہریہ، دنائیہ، مکیہ، ہاشمیہ، عیینہ، قاسمیہ، کبرویہ وغیرہ سلاسل طریقت نے اطراف عالم میں رشد و ہدایت کے مراکز قائم کرلئے۔ تاہم ان تمام سلاسل طریقت نے رفتہ رفتہ ان چار مشہور سلاسل کی شکل اختیار کرلی جو آج قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے نام سے معروف ہیں۔ یا یوں کہہ لیجئے

کہ تمام سلاسل نے ان موخر الذکر سلاسل میں اپنا ادغام کرلیا اور ہر سلسلہ اب انہی کی طرف مائل ہے۔ جیسا کہ صدر اسلام میں ائمہ مجتہدین کی کثیر تعداد تھی۔ ان کے متبعین کی کثیر تعداد بھی موجود تھی مگر شدہ شدہ ائمہ مجتہدین کے صرف چار معروف سلاسل شریعت نے استقرار حاصل کرلیا۔ علماء نے لکھا ہے کہ اب ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرے اس کے بغیر گمراہی ہے۔ اسی طرح صوفیہ کا بھی اس زمانہ میں یہی قول راجح ہے کہ ان چاروں سلاسل طریقت میں سے کسی ایک کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔

سلسلہ قادریہ غوث الثقلین سیّد ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی (م ۵۶۱ھ) سلسلہ سہروردیہ (شیخ الشیوخ ابو حفص شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ) سلسلہ چشتیہ سلطان الہند خواجہ سیّد معین الدین سنجری اجمیری (م ۶۳۲ھ) اور سلسلہ نقشبندیہ شیخ المشائخ خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند (م ۷۹۱ھ) قدست اسرارہم کے اسمائے گرامی سے منسوب ہوا۔ تصوف کے ان چار موخر الذکر سلاسل میں سلسلہ طریقت سے قدیم ترین سلسلہ عالیہ قادریہ ہے۔ حضور غوث العالم قدس سرہٗ قدیم ترین سلاسل طریقت میں سے سلسلہ جنیدیہ کے فرد فرید ہیں جو سیّد الطائفہ طاؤس العلماء حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ اس سلسلہ کی نمایاں خصوصیت صحو ہے۔ جو ان کے عالی ظرف ہونے کی علامت ہے۔

سلسلہ سہروردیہ جس میں فخر الدین عراقی، مصلح الدین شیرازی، امیر حسینی ہروی اور بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہم نے ممتاز مقام حاصل کیا، نے بھی حضور سیّدنا غوث العالم سے اکتساب فیض کیا۔

سلسلہ چشتیہ کے بزرگ خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہٗ حضور غوث اعظم کے فیضان سے وافر حصہ لے کر برصغیر تشریف فرما ہوئے اور روحانی خانقاہ کا سلسلہ شروع کیا۔

سلسلہ نقشبند کے صوفیہ کرام نے بھی سلسلہ قادریہ سے اکتساب فیض کیا۔

حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات مجمع برکات قدسی صفات سے اولیاء کاملین متقدمین ومتاخرین نے اکتساب فیضان کیا اور اس امر کا اعتراف بھی کیا۔ بے شمار شواہد کتب ارباب طریقت میں موجود ہیں بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ جس کسی کو ظاہری یا باطنی فیض ملا ہے سیّدنا غوث اعظم کی وساطت سے ملا ہے خواہ اسے معلوم ہو یا نہ ہو۔ کوئی ولی آپ کی مہر وتصدیق کے بغیر منظور ومعتبر نہیں ہوسکتا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ تمام تصرفات کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں دے دی ہے جسے چاہیں کسی منصب ولایت پر مقرر فرمادیں اور جسے چاہیں معزول فرمادیں۔

بادشاہی وجہاں را قادری — غیر تو کس را نہ زیبد قادری
اللہ اللہ چہ عظیم وچہ رفیع القدر است — غوث اعظم کہ جہاں بندۂ فرمان ویست
ہر کہ در پیش تو اے شاہ جہاں بندہ نہ شد — خسر الدنیا والاخرۃ درشان ویست

زبدۃ الاصفیاء عمدۃ الاتقیاء حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی وسرہندی قدس سرہٗ حضور غوث اعظم کی عظمت رفیعہ اور

مناصب جلیلہ کو اپنے ایک مکتوب میں بیان فرماتے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر اس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے:

''وہ راستے جو اللہ کی طرف پہنچانے والے ہیں، دو ہیں۔ ایک وہ راہ ہے جو قرب نبوت سے تعلق رکھتی ہے (علی اربابہا الصلوٰۃ والسلام) اور اصل الاصل تک پہنچانے والی ہے۔ اس راہ سے واصل ہونے والے اصل میں تو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات ہیں اور ان کے صحابہ اور باقی امتوں میں سے جس کو بھی اس دولت سے نوازیں۔ اگرچہ وہ تھوڑے ہوتے ہیں، بلکہ بہت ہی تھوڑے اور اس راہ میں توسط وحیلولت نہیں جو بھی ان واصلین میں سے فیض حاصل کرتا ہے وہ بغیر کسی وسیلے کے اصل سے حاصل کرتا ہے اور کوئی بھی دوسرے کی راہ میں حائل نہیں ہوتا۔

اور ایک راہ وہ ہے جو قرب ولایت سے تعلق رکھتی ہے۔ اقطاب، اوتاد اور بدلاء ونجباء اور عام اولیاء اللہ اسی راہ سے واصل ہیں اور راہ سلوک اسی راہ سے عبارت ہے بلکہ جذبہ متعارفہ بھی اسی میں داخل ہے اور اسی راہ میں توسط وحیلولت ثابت ہے اور اس راہ کے واصلین کے پیشواؤں، سرداروں اور ان کے بزرگوں کے منبع فیض حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں اور یہ عظیم الشان ان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس راہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مبارک سر پر ہیں اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم ان مقامات میں ان کے شریک ہیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر (علی رضی اللہ عنہ) اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا وماویٰ تھے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جس کو بھی فیض وہدایت اس راہ سے پہنچی، ان کے ذریعہ سے پہنچی کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطے کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان ہی سے تعلق رکھتا ہے اور جب حضرت امیر کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب بالترتیب حضرات حسنین کے سپرد ہوا اور ان کے بعد وہی منصب ائمہ اثنا عشریہ میں سے ہر ایک کو ترتیب وار اور تفصیل سے مقرر ہوا اور ان بزرگوں کے زمانہ میں اور اسی طرح ان کے انتقال کے بعد جس کو بھی فیض وہدایت ملی ان بزرگوں کے ذریعے اور حیلولت سے ملی اگرچہ وہ اقطاب ونجبائے وقت ہی کیوں نہ ہوں اور سب کے ملجاء ماویٰ یہی بزرگ ہیں۔ کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کرنا لازمی ہے۔ یعنی اس کے بغیر چارہ نہیں۔ یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ تک پہنچی جب اس بزرگوار تک نوبت پہنچی تو منصب مذکور آپ کے سپرد ہوا اور ائمہ مذکورین اور حضرت شیخ کے درمیان کوئی بھی اس مرکز پر مشہور نہیں ہوا۔ اس راہ میں فیوض وبرکات کا وصول جس کو بھی ہوا خواہ وہ اقطاب ونجباء ہوں آپ کے واسطے ہی سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مرکز ان کے علاوہ اور کسی کو میسر نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے:

افلت شموس الاولین وشمسنا ابدا علی افق العلی لاتغرب

''پہلے لوگوں کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے کناروں پر رہے گا اور وہ کبھی غروب نہ ہوگا''۔

شمس سے مراد فیضان ہدایت وارشاد کا آفتاب ہے اور اس کے غروب ہونے کا مطلب فیضان مذکور کا عدم ہے اور جب شیخ کے وجود سے وہ معاملہ جو پہلے لوگوں سے تعلق رکھتا تھا، مقرر ہوا اور رشد وہدایت کے وصول کا واسطہ ہوئے جیسا ان سے پہلے

بزرگ تھے اور پھر یہ بھی ہے کہ جب تک فیض کے توسط کا معاملہ قائم ہے ان ہی کے وسیلہ سے ہے تو لازماً درست ہوا: افلت شموس الاولین وشمسنا .

سوال: یہ حکم مجدد الف ثانی سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ مجدد الف ثانی کے معنے کے بیان میں جلد ثانی کے ایک مکتوب میں درج ہوا ہے کہ جو کچھ بھی فیض کی قسم سے اس مدت میں امتوں کو پہنچتا ہے وہ اسی سے ہوتا ہے اگر چہ وہ اقطاب واوتاد ہوں یا نجباء وبدلاء وقت۔

جواب: میں کہتا ہوں کہ مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کے نائب مناب ہیں اور شیخ کی نیابت ہی سے یہ معاملہ اس سے (مجدد الف ثانی) سے وابستہ ہے جیسا کہ کہا ہے۔

نور القمر مستفاد من نور الشمس (چاند کا نور سورج کے نور سے مستفاد ہے)

لہٰذا کوئی استحالہ واشکال نہ رہا۔ (مکتوبات امام ربانی ترجمہ مولانا سید احمد نقشبندی)

مذکورہ حقیقت کو ذرا اختصار کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ مکاشفات غیبیہ میں بھی بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"باید دانست کہ واصلان ذات ازیں بزرگواراں کہ بہ افراد ملقب اند نیز اقل قلیل اند واکابر صحابہ وائمہ اثناعشر از اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بایں دولت فائض اند واز اکابر اولیاء اللہ قطب غوث الثقلین قطب ربانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی است قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس بایں دولت ممتاز اند ودریں مقام شان خاص دارند کہ اولیائے دیگر ازاں خصوصیت قلیل النصیب اند ہمیں امتیاز فضلے باعث علو شان ایشاں شدہ است فرمودہ اند قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله اگر چہ دیگراں راہم فضائل وکمالات بسیار است اما قرب ایشاں باں خصوصیت از ہمہ زیادہ تر است در عروج وباں کیفیت کسے بہ ایشان نمی رسد، باصحاب وائمہ اثناعشر دریں باب شارک اند۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم

(مکاشفات غیبیہ، طبع کراچی، ص ۴۰ بحوالہ افضلیت غوث اعظم از قلم حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی مرکزی مجلس رضا، لاہور۔)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ السامی اپنے روحانی مدارج اور مراتب عالیہ اور ان کی کیفیت حصول کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واز آنجا بمقامات اصل ترقی ارزانی فرمودہ باصل الاصول رسانید دریں عروج آخر کہ عروج درمقامات اصل ست مدد از روحانیت حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس وبقوت تصرف ازاں مقامات گزارندہ باصل الاصول گردانیدند۔ (رسالہ مبداء معاد، طبع (۱۳۷۶ھ) لاہور، ص ۵)

یاد رہے کہ اصل الاصل روحانیت کی دنیا میں وہ مقام ہے جو حضرت مجدد الف ثانی کی تصریح کے مطابق اقل قلیل حضرات

کونصیب ہوتا ہے اور یہ مقام قرب نبوت کی ہدیٰ سے حاصل ہوتا ہے۔

حضور غوث الثقلین قدس سرہٗ کے ارشاد قدمی هذه على رقبة كل ولى الله کی تشریح وتائید میں اکثر اولیاء کاملین نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ وہ حضرات جن کی افضلیت منصوص ہے یعنی حضرات صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے سوا سب زمانوں کے اولیاء کرام معاصرین اولین وآخرین سب کے سب آپ کے فیض یافتہ ہیں اور سب ہی آپ کے تابع ہیں مگر بعض حضرات نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے آپ کی افضلیت صرف آپ کے زمانہ کے اولیاء پر مانی ہے اور بعض حضرات نے معاصرین اور آخرین پر آپ کا تفوق تسلیم کیا ہے مگر اولین پر نہیں۔

رسالہ رموز خمریہ یعنی شرح قصیدہ غوثیہ تالیف حضرت عارف کامل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ کے شروع میں بطور پیش لفظ ناشر نے حضرت شاہ حبیب اللہ چشتی کے حوالہ سے حضور غوث اعظم کے کلام الہامی قدمی هٰذه علىٰ رقبة كل ولى الله کی بابت لکھا ہے:

حضرت شاہ حبیب اللہ چشتی کہ حال کمالات شاں از کتاب ماثر الکرام وغیرہ ظاہر است در مناقب الاولیاء فرمودہ

سوال: از کلام الہامی قدمی هذه على رقبة كل ولى الله مراد اولیاء ہمہ عصر اند یا اولیاء ہمعصر؟

جواب: مشہور آن است کہ مراد اولیاء ہم عصر اند، لما شیخ احمد صاحب نقشبندی گفتہ کہ ایں حکم مخصوص بہ اولیاء آں وقت است، اولیاء ماتقدم وماتاخر ازیں حکم خارج اند چنانچہ از کلام جناب شیخ حماد معلوم می شود کہ قدم او در وقت او بر گردن ہمہ اولیاء خواہد بود وہم چناں از کلام غوثے کہ در بغداد بود وایں فقیر (شاہ حبیب اللہ چشتی) می گوید ہر گاہ کہ غوث اعظم از حق سبحانہ بہ تکلم ایں کلام مامور گشت وتکلم نمود ازاں وقت ہر کہ داخل ولایت است مندرج است تحت ایں کلام چنانچہ عموم وکلیت آں کلام منادی است وازاں ہنگامی کہ امر الٰہی بر لفظ کلی صادر گشتہ وہیچ حکمے ناسخ آں بظہور نہ پیوستہ ہمیشہ وقت اوست تا کہ ولایت باقی است چنانچہ بحیرا راہب وغیرہ از علو شاں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خبر دادہ کہ در وقت او کفر ذلیل گردد وادیان دیگر نسخ پذیرد مراد ازاں یک وقت مخصوص نیست بلکہ از وقت نزول امر الٰہی تا قیامت وقت اوست وبالفرض اگر اولیاء آں عصر مراد داشتہ شود یقینی است کہ اولیاء آں عصر پیران اولیاء ماتاخر شدند ہر گاہ پیراں منقاد شدند وگردن نہادند بطریق اولیٰ وکلام شیخ حماد وغیرہ باوجود آنکہ دلالت بر نفی ما تقدم وماتاخر نمی کند ناسخ کلام الٰہی نمی تواند بود۔"

(رموز خمریہ شرح قصیدہ غوثیہ طبع صبح صادق سیتاپور (۱۳۰۶ھ) بحوالہ افضلیت غوث اعظم از حکیم محمد موسیٰ امرتسری)

حضرت شیخ آدم بنوری (م ۱۰۵۳ھ) قدس سرہٗ نے خلاصۃ المعارف ونکات الاسراء میں وہی کچھ فرمایا ہے جو ان کے شیخ ومرشد ارشد امام ربانی قدس سرہٗ السامی نے بیان فرمایا ہے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فاضل اجل حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ) نے اس حقیقت

کو یوں بیان فرمایا ہے:

''پس ثابت شد حکم کشفاً قطعاً بر ثبوت قدم مبارک بر فوق رقاب جمیع اولیائے کرام اولین و آخرین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم واز جمیع ماذکر دانستہ باشی''۔

سرخیل سلسلہ نقشبندیہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی (م ۸۹۸ھ) نے اس سلسلہ میں متعدد بزرگوں کے کشف نقل فرمائے ہیں۔ان میں ایک بزرگ کی کشفی شہادت ملاحظہ ہو۔

''شیخ ابوسعید قیلوی گفتہ کہ چوں شیخ عبدالقادر گفت قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بر دل وے تجلی کرد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بردست طائفہ از ملائکہ مقربین بحضر اولیاء متقدمین ومتاخرین کہ آنجا حاضر بودند، احیاء باجساد خود واموات بارواح خود خلعتے درو ے پوشانیدند وملائکہ ورجال غیب مجلس وے را ودرمیان گرفتہ بودند وصفہا ءدرہوا ایستادہ بودند، بروئے زمین ہیچ ولی نماند مگر کہ گردن خود راپست کرد وبعضے گفتہ اند کہ یک کس از عجم تواضع نہ کرد وحال وے از وے متواری شد''۔

اسی حقیقت کو حضرت شاہ ابوالمعالی قادری قدس سرہٗ نے اپنی فارسی کتاب تحفہ قادریہ میں بیان کیا ہے۔اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا محمد باقر نقشبندی مجددی ڈیٹریالوی ثم لاہوری نے سیرت الغوث کے نام سے کیا ہے۔

(سیرت الغوث طبع نول کشور لاہور (۱۳۲۳ھ) ص ۵۳)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نقشبندی (م ۱۱۷۶ھ) سلسلہ قادریہ اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو اپنے مخصوص انداز میں بیان کرتے ہیں۔

''در اولیاء امت واصحاب طرق اقوی کسیکہ بعد تمام راہ جذب بآں کدوجوہ باصل ایں نسبت میل کردہ است و درانجا بوجہ اتم قدم زدہ است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند ولہٰذا گفتہ اند کہ ایشان درقبر خود مثل احیاء تصرف می کنند''۔(لمعات (فارسی) از شاہ ولی اللہ ص ۶۱ بحوالہ افضلیت غوث اعظم از حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور)

اولیاء امت اور ارباب سلاسل میں سے راہ جذب کی تکمیل کے بعد جو اس نسبت (اویسیہ) کی طرف سب سے زیادہ مائل اور اس مرتبہ پر بدرجہ اتم فائز ہوئے ہیں وہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں۔اس لئے (مشائخ نے) کہا ہے کہ وہ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔

نیز شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تفہیمات میں لکھتے ہیں۔

"لقد فهم للطريقة قادرية والنقشبندية والجشتية خاصية على حدتها فالقادرية قريبة الاويسية والروحانية وان كان التعليم من الشيخ ظاهر ولها قدم فى الارتباط بالشيوخ وتوجه المشائخ الى الطالب ليست لغيرها وذالك ظاهر لان الشيخ عبدالقادر له شعبة من

السریان فی العالم وذالك انه لمامات صار بهیئة الملا الا علی والطبع فیه الوجود الساری فی العالم کله فحصل من هذا الوجه روح فی طریقة"

(تفہیمات الٰہیہ بحوالہ افضلیت غوث اعظم از حکیم محمد موسیٰ امرتسری لاہور)

سلسلہ قادریہ نقشبندیہ اور چشتیہ کی الگ الگ خاصیت سمجھی گئی ہے۔ سلسلہ قادریہ میں اگرچہ تعلیم بہ ظاہر شیخ ہی سے ہوتی ہے تاہم یہ سلسلہ طریقہ اویسیہ روحانیہ کا مظہر ہے۔ اس سلسلہ میں مشائخ کے ساتھ تعلق اور مشائخ کی توجہ طالب کی طرف اس قدر ہوتی ہے کہ دوسرے سلاسل میں نہیں پائی جاتی اور یہ امر ظاہر وعیاں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کو عالم میں اثر ونفوذ کا ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس لئے کہ انہیں وصال کے بعد ملا اعلیٰ کی ہیئت حاصل ہوگئی ہے اور ان میں وہ وجود منعکس ہوگیا ہے جو تمام عالم میں جاری وساری ہے۔ لہٰذا ان کے طریقے (سلسلہ قادریہ) میں ایک خاص روح اور زندگی پیدا ہوگئی ہے۔

"شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندی شکار پوری سلسلہ قادریہ اور قادریوں کے بارے میں نہایت مفید ہدایت لکھ گئے ہیں فرماتے ہیں:

"فضل طریقہ قادریہ بر جمیع طرق وفضل تابعان او بر تابعان جمیع طرق چہ فضل متبوع است وقد قال اللہ تعالیٰ کنتم خیر امة اخرجت للناس و ازیں جا ظاہر گردید کہ مرید طریقہ علیہ قادریہ را باوجود مرشد قادری نشاید کہ ارادہ استفادہ از طرق دیگر کند چہ اصحاب طرق دیگر بتوسط جناب ایشاں فتح باب می یابند اگرچہ اقطاب وقت ونجباء ساعت باشند پس اصحاب طرق دیگر اگر استفادہ از طریقہ علیہ قادریہ نمایند در حق ایشاں سبب مزید فیض خواہد بود"۔

(مکتوبات شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندی ص ۲۱۱/ بحوالہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری لاہور)

خلاصہ یہ کہ سلسلہ قادریہ کو سب سلسلوں پر فضیلت حاصل ہے اور اس سلسلے کے مریدین دیگر سلاسل کے مریدین پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ تابع کی فضیلت متبوع کے سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تم بہتر ہو ان سب امتوں میں سے جو لوگوں پر ظاہر ہوئیں) سلسلہ قادریہ کے مرید کے لئے نامناسب ہے کہ وہ کسی اور سلسلہ کے پیر سے روحانی استفادہ کرے۔ اس لئے کہ تمام سلاسل کے مشائخ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے فیض یاب ہوتے ہیں اور اول وآخران ہی کے طفیل ان پر در معرفت وا ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ اقطاب ونجباء وقت ہوں۔ ہاں دیگر سلاسل کے مریدین کا سلسلہ قادریہ کے مشائخ سے استفادہ ان کے لئے فیض کی زیادتی کا موجب ہوتا ہے۔

حضرت شاہ ابو المعالی قادری قدس سرہٗ تحفہ قادریہ میں اسی حقیقت کو اپنے انداز میں بیان کرتے ہیں۔

(اُردو ترجمہ): شیخ ابو البرکات موصلی سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا شیخ عدی بن مسافر سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ جو کوئی مشائخ کرام کے مریدوں سے مجھ سے خرقہ لینے کی آرزو کرے تو اس کو پہنا دوں مگر شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ

علیہ کے مریدوں کو نہیں پہنا سکتا کیونکہ وہ رحمت بے نہایت اور عنایت بے غایت کے دریا میں غرق ہیں ان کو کسی چیز کی ضرورت نہیں وہ کیوں کسی کی طرف التفات کریں کیونکہ کوئی سمندر کو چھوڑ کر حوض کی طرف نہیں آتا۔ مصرعہ

ہر کہ در جنت عدن است گلستان چہ کند

(سیرت الغوث از مولانا محمد باقر نقشبندی مجددی، لاہوری طبع باراول ۱۳۲۴ھ، ص ۳۵)

نائب غوث الوریٰ امام احمد رضا قادری بریلوی (م ۱۳۴۰ھ) نے مخدوم ومطاع عالم حضور غوث اعظم قدس سرہٗ کے منصب رفیع کو اپنی متعدد تصانیف میں بڑی شرح وبسط سے بیان کیا ہے۔ نظم کی صورت میں آپ کے چند کلمات پڑھئے اور عظمت قادریت کے جلوے ملاحظہ کیجئے

تنزیل مکمل ست عبدالقادر تکمیل منزل ست عبدالقادر
کس نیست جز او در دو کنار ایں سیر خود ختم وخود اولست عبدالقادر

....

نامدز سلف عدیل عبدالقادر ناید بخلف بدیل عبدالقادر
مثلش گراز اہل قرب جوئی گوئی عبدالقادر مثیل عبدالقادر

....

صدیق صفت حلیم عبدالقادر فاروق نمط حکیم عبدالقادر
مانند غنی کریم عبدالقادر در رنگ علی حلیم عبدالقادر

....

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا
مرغ سب بولتے ہیں اور بول کے چپ رہتے ہیں ہاں اصیل ایک نوا سنج رہے گا تیرا

....

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے سب ادب رکھتے ہیں دل میں ہمیشہ آقا تیرا
بقسم کہتے ہیں شاہاں حریفین وحریم کہ ہوا ہے نہ ولی ہو کوئی ہمتا تیرا

....

بخارا وعراق وچشت واجمیر تیری لو شمع ہر محفل ہے یا غوث

....

تیری جاگیر میں ہے شرق تا غرب قلمرو میں حرم تا حل ہے یا غوث

....

ملک کے کچھ بشر کے کچھ جن کے ہیں پیر   تو شیخ عالی وسافل ہے یا غوث

....

تیری عزت تیری رفعت تیرا فضل   بفضلہٖ افضل وفاضل ہے یا غوث

....

صحابیت ہوئی پھر تابعیت   بس آگے قادری منزل ہے یا غوث

....

ہزاروں تابعی سے تو فزوں ہاں   وہ طبقہ مجملاً فاضل ہے یا غوث

....

یہ چشتی، سہروردی، نقشبندی   ہر اک تیری طرف آئل ہے یا غوث
انہیں تو قادری بیعت ہے تجدید   وہاں خاطی جو متبدل ہے یا غوث

....

مشائخ میں کسی کو تجھ پہ تفضیل   بحکم اولیاء باطل ہے یا غوث

....

مزرع چشت وبخارا وعراق واجمیر   کونسی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
حکم نافذ ہے تیرا، خامہ تیرا، سیف تیری   دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا

....

تجھ سے اور دہر کے اقطاب سے نسبت کیسی   قطب خود کون ہے خادم تیرا چیلا تیرا
سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف   کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا

....

صف ہر شجرہ میں ہوتی ہے سلامی تیری   شاخیں جھک جھک کے بجالاتی ہیں مجرا تیرا
کس گلستاں کو نہیں فصل بہاری سے نیاز   کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا

....

نہیں کس چاند کی منزل میں تیرا جلوہ نور   نہیں کس آئینہ کے گھر میں اجالا تیرا

....

محبّ سنت جناب حاجی اسماعیل میاں صدیقی واڑی نے جنوبی افریقہ کے مقام بھوٹا بھوٹی برٹش باسوٹو لینڈ سے متعدد بار دارالافتاء بریلی میں سوالات روانہ کیے۔ جن کے جوابات امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ نے لکھ کر روانہ کیے۔ ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

''حضور پرنور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ حضور اقدس وانور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث کامل ونائب تام وآئینہ ذات ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی جمیع صفات جمال وکمال وافضال کے ان میں متجلی ہیں۔ جس طرح ذات عزت احدیث مع جملہ صفات ونعوت جلالت آئینہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں تجلی فرما ہے''۔

(السنیۃ الانیقۃ فی فتاوٰی افریقہ، مطبوعہ کان پور، ص ۱۰۱)

طلب وسیلہ سنت جمیلہ ہے۔ اس بارے میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''جناب مرزا مظہر جانجاناں صاحب (کہ وہابیہ کے امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کے نسبتاً وعلماً دادا طریقۃً پردادا، شاہ ولی اللہ صاحب ان کو قیم طریقہ احمدو داعی سنت نبویہ لکھتے ہیں اور کہتے ہیں ہند وعرب وولایت میں ایسا متبع کتاب وسنت نہیں بلکہ سلف میں بھی کم ہوئے) اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں: التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشان بسیار معلوم شد باہیچ کس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشد کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست''۔ (السنیۃ الانیقۃ فی فتاوٰی افریقہ، مطبوعہ کان پور، ص ۱۲۲)

قصیدہ غوثیہ کی فصاحت وبلاغت بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہٗ نے غوث اعظم کے مدارج علیہ کا ذکر یوں فرمایا:

''بالجملہ ہمارے حضور پرنور رضی اللہ عنہ امام الفریقین ونظام الطریقین وسردار اصحاب صحو وتمکین ووارث اکمل حضور سیّد المرسلین ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وبارک وسلم۔ ولہٰذا رب عزّ وجل نے حضور کو شطحیات سکر سے محفوظ رکھا اور حضور کے اقوال وافعال واحوال واعمال سب کو احیائے ملت واقتضائے سنت کا مرتبہ بخشا۔ نہیں کہتے جب تک کہلوائے نہ جائیں اور نہیں کرتے جب تک اذن نہ پائیں رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ وحشرنا ی زمرۃ من تبعہ وواٰلہ آمین۔ باایں ہمہ وتجلیات عظیمہ وواردات جسیمہ جن کا عشر عشیر اوروں کو بے خود وآشفتہ واز خود رفتہ کردے، جب بحمد اللہ یہاں کمال تمکین وغایت وقار وتسکین کے سوا کچھ اثر نہیں ڈالتیں''۔

(الزمزمۃ القمریہ فی الذب عن الخمریہ، مصنفہ امام احمد رضا مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، ص ۳۰)

امام الفریقین، موضح الطریقین، معلم الطرفین، غوث الثقلین کریم الجدین حسنی حسینی سیّد ہیں والد ماجد کی طرف سے شجرہ نسب یوں ہے:

''سید محی الدین عبدالقادر بن سیّد موسیٰ جنگی دوست بن سیّد عبداللہ بن سیّد یحییٰ بن سیّد محمد بن سیّد داؤد بن سیّد موسیٰ

ثانی بن سیّد عبداللہ بن سیّد موسیٰ جون سیّد عبداللہ محض بن سیّد امام حسن مثنیٰ بن سیّد امام حسن بن سیّدنا علی ابن ابی طالب

والدہ ماجدہ کی جہت سے شجرہ نسب یوں ہے:

''سیدمحی الدین عبدالقادر بن امۃ الجبار ام الخیر فاطمہ بنت سیّد ابوعبداللہ صومعی بن سیّد ابو جمال الدین محمد بن سیّد محمود بن سیّد ابوالعطا بن سیّد کمال الدین عیسیٰ بن سیّد ابوعلاء الدین محمد جواد بن سیّد علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن سیّد امام جعفر صادق بن سیّد امام محمد باقر بن سیّد امام زین العابدین بن سیّد الشہداء ابوعبداللہ امام حسین بن سیّدنا علی بن ابی طالب''۔ (محبوب الاتقیانی ذکر سلطان الاولیاء اردو ترجمہ نزہۃ الخاطر الفاطر مصنفہ ملا علی قاری، طبع لاہور۔ ص ۲)

صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابن ماجہ میں ایک حدیث کی سند یوں ہے:

حدثنا سهل بن ابی سهل ومحمدبن اسماعیل قالا ثنا عبدالسلام بن صالح ابو الصلت الهروی ثنا علی بن موسیٰ ارضی عن ابیه عن جعفر بن محمد عن ابیه عن علی بن الحسین عن ابیه عن علی ابن ابی طالب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ......حدیث بیان کرنے کے بعد حدیث کا ایک راوی اس حدیث کی سند کی ایک خوبی بیان کرتا ہے:

قالو ابو الصلت لو قری هذا الاسناد علی مجنون لبراء ۔

ابوالصلت نے بیان کیا کہ اگر اس سند کو مجنون پر پڑھ کر دم کیا جائے تو یقیناً اسے شفا مل جائے۔ حسن کا اتفاق ہے کہ یہ سند حدیث حضور غوث اعظم کا شجرہ نسب ہے۔ گویا یہ شجرہ طیبہ مریضوں کی شفا کا پیام ہے۔ اس شجرہ نسب کو سلسلۃ الذہب کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔

جس طرح حضور غوث الوریٰ کے آباؤ اجداد کا ایک ایک فرد شریعت وطریقت کا جامع اور عرفان الہیہ اور اسرار کونیہ میں یکتا تھا۔ اسی طرح آپ کی اولاد امجاد کا ایک ایک فرد شریعت وطریقت کا جامع اور عرفان الٰہیہ اور اسراء کونیہ مین مقتداء زمانہ ہے۔ آپ کی اولاد وامجاد، پوتوں، نواسوں نے فقہ، حدیث، تفسیر اور دیگر علوم دینیہ آپ سے حاصل کیا۔ یہ حضرات بزم علوم کے چراغ بنے، زینت افتاء اور محفل وعظ کی رونق ان سے قائم رہی۔ اسی طرح بزم عرفان میں قدوۃ الاصفیاء الکاملین تھے۔ عرفا نے ان سے اکتساب فیض کیا۔ خود غوث الوریٰ نے حدیث، فقہ، تفسیر اور دیگر علوم کے حصول میں اپنی عمر عزیز کا ایک وافر حصہ صرف فرمایا۔ خود ارشاد فرماتے ہیں:

درست العلم حتی صرت قطبا　ونلت السعد من مولی الموالی

حضرت شاہ ابوالمعالی قادری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''۵۲۸ھ سے ۵۶۱ھ تک تینتیس برس مسند تدریس اور افتاء کو زینت بخشی نیز علوم میں کلام کرتے تھے اور اپنے

مدرسہ میں تفسیر وحدیث و مذہب وخلاف واصول ونحو پڑھایا کرتے تھے اور نماز ظہر کے بعد خود قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ عراق اور اطراف سے فتاویٰ آپ کی خدمت میں آتے اور آپ پڑھتے ہی ان کا جواب لکھ دیتے۔ درستی اور سرعت جواب کو دیکھ کر علماء حیران ہوتے۔ امام شافعی اور امام حنبل کے مسلک پر فتویٰ دیتے''۔

(سیرت الغوث ص۸۶،۸۵)

بلکہ ملا علی قاری مکی قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ نزہۃ الخاطر الفاطر میں لکھا ہے کہ آپ اصل میں حنبلی المذہب تھے لیکن اپنے زمانہ میں چاروں مذہبوں میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

(محبوب الاتقیاء فی ذکر سلطان الاولیاء، اردو ترجمہ نزہۃ الخاطر الفاطر طبع لاہور (۱۹۳۱ء) بار دوم ص۲)

علماء کا ایک عظیم گروہ آپ سے شرف تلمذ رکھتا ہے۔ ملا علی قاری نے مزید لکھا ہے کہ آپ کے زمانے میں کوئی شخص بھی علو نسب اور شرف عبادت وعلم میں آپ کا ہمسر نہ تھا۔ (محبوب الاتقیاء فی ذکر سلطان الاولیاء، اردو ترجمہ نزہۃ الخاطر الفاطر طبع لاہور (۱۹۳۱ء) بار دوم ص ۳)

آپ کی بہت سی مصنفات آپ کے وفور علم وعرفان پر شاہد ہیں۔ آپ کی مجلس وعظ میں سینکڑوں علماء قلم دان لے کر حاضر رہتے تاکہ آپ کے ارشادات وافادات کو قلم بند کر لیں۔

ربیع الآخر ۵۶۱ھ میں حضور غوث اعظم قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ کی اولاد امجاد آپ کی مسند رشد وہدایت کی وارث بنی۔ بغداد، عراق اور عالم اسلام میں ان کی برکت سے شریعت وحقیقت کے گلستان میں بہار رہی تاآنکہ ۶۵۶ھ میں تاتار نے بغداد پر حملہ کیا۔ تاتار کا یہ حملہ عالم اسلام پر ایک ایسی بلا تھی جس سے بڑی مصیبت اسلام پر کبھی نہ آئی۔ علامہ سیوطی نے اس بارے میں اپنے تاثرات یوں بیان کئے ہیں:

وکانت بلیة لم یصب الاسلام بمثلها ۔ (تاریخ الخلفاء، تالیف علامہ سیوطی، طبع مجتبائی دلی (۱۹۱۰ء)

تاتار نے اسلام اور عالم اسلام کی غارت میں جو کچھ کیا اس کو علامہ مذکور نے بڑے موثر مگر مختصر انداز میں بیان کیا ہے:

قال الموفق عبداللطیف فی خبر التتار وهو حدیث یاکل الاحادیث وخبر بطوی الاخبار وتاریخ ینسی التواریخ ونازلة تصغر کل نازلة وقادحة تطبق الارض وتملوها بین الطول والارض .

موفق عبداللطیف نے خبر تاتار کے بارے میں بیان کیا کہ یہ ایک گفتگو ہے جس نے ہر قسم کی گفتگو کو مات کر دیا۔ یہ ایک ایسی خبر ہے جس نے ہر خبر کی بساط لپیٹ دی یہ ایک ایسی تاریخ ہے جس نے ہر تاریخ کو فراموش کر دیا۔ یہ ہر مصیبت سے بڑی مصیبت ہے۔ یہ ایک ایسی وبا ہے جس نے روئے زمین کو فساد سے بھر دیا''۔

تاتاریوں کی سفاکی اور اسلام دشمنی کے باعث ایران، عراق، عالم اسلام بالخصوص عروس البلاد بغداد جو مسلمانوں کے جاہ

وجلال اور علم وعرفان کا کعبہ تھا کی بربادی تاریخ عالم اسلام کا سب سے بڑا سانحہ ہے اس سانحہ کا المناک پہلو یہ بھی ہے کہ ہلاکو خان کو سلطنت عباسیہ پر حملہ کی دعوت محقق طوسی نے دی جو شیعہ عالم تھا اور عباسی خلیفہ کا معتمد وزیر...... چنانچہ قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین میں اس حادثہ فاجعہ کو محقق طوسی کے مفاخر میں شمار کیا ہے۔

محقق طوسی کی دعوت پر بغداد کے حملہ کا نتیجہ علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔حملہ کے بعد ہلاکو خان نے خلیفہ، امراء، وزراء، علماء صوفیہ کو ایک سازش کرکے جمع کیا پھر ہر ایک کو نہایت بے باکی سے ظلماً شہید کیا۔

فاستدعی الفقهاء واماثل يحضروا العقد فخرجوا من بغداد فضربت اعناقهم وصار كذلك يخرج طائفة بعد طائفة فتضرب اعناقهم حتى قتل جميع من هناك من العلماء والامراء والحجاب والكبار ثم مدالجسر وبذل السيف فى بغداد واستمر القتل فيها نحوا اربعين يوما فبلغ القتلى اكثر من الف الف نسمة ولم يسلم الامن اختفى فى بيرا وقناة

اس نے فقہاء اور علماء کو دعوت دی کہ وہ عقد (نکاح) کی محفل میں شامل ہوں۔ یہ حضرات بغداد سے (باہر محفل نکاح تک) باہر نکلے۔تب ان سب کی گردنیں اڑادی گئیں۔اسی طرح ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ آتا ہر ایک کو قتل کیا گیا۔جہاں بغداد میں جس قدر علماء امرادربان اور بڑے لوگ تھے سب قتل ہوگئے تقریباً چالیس دن تک قتل وغارت جاری رہی۔اس طرح دس لاکھ سے زیادہ جانیں ضائع گئیں۔صرف وہی بچا جو کنوئیں یا پردہ میں چھپا رہا۔خلیفہ کو پامال کرکے قتل کیا گیا۔

لاکھوں فضلاء، فقہاء، صوفیہ کی طرح جانوادہ حضور غوث اعظم، سلسلہ عالیہ، قادریہ کے عظیم مشائخ فقیہ ومحدث سیّد ابوالمحاسن فضل اللہ بن سیّد تاج الدین عبدالرزاق بن سیّد محی الدین عبدالقادر، سیّد ابونصر محمد بن سیّد عماد الدین ابوصالح نصر (قاضی القضاۃ) بن سیّد تاج الدین عبدالرزاق قدس اسرارہم بھی تاتاریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

(الف) سیرت الغوث، ص۹۳، (ب) محبوب الاتقیاء ص ۷۴)

یہ حضرات سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشائخ عظام میں سے ہیں۔

تاتار کے حملہ سے عالم اسلام شدید مصائب سے دوچار ہوگیا۔یہاں تک کہ ساڑھے تین برس تک خلافت عباسیہ کلیۃً سلسلہ منقطع رہا اس عرصہ میں مسلمان بغیر خلیفہ کے بے یارومددگار رہے۔

وكان مدة انقطاع الخلافة ثلث سنين ونصفا (تاریخ الخلفاء ص ۳۳۱)

سلطنت روحانی کے تاج دار سیّد محی الدین ابونصر قدس سرہٗ کی شہادت (۶۵۰ھ) کے بعد ان کے اخلاف سیّدنا علی اور سیّدنا موسیٰ بن سیّدنا علی قدس سرہٗ نے شجرۂ طیبہ کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ سلسلہ قادریہ کو اپنے جدامجد کی برکت سے عالم اسلام میں فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کیا۔یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ اسلام کو جتنا دبانے کی کوشش کی جائے اتنا ہی یہ نکھر کر سامنے آتا

ہے۔ بظاہر شاہی ساز وسامان سے عاری ان عظیم مقتدایان ملت اور سراجان طریقت نے دین کی بقاء اور استحکام اور علم وعرفان کی تقسیم میں جلیل القدر فضاہان اسلام سے بڑھ کر کام کیا یہی وہ حضرات قدسی صفات ہیں جو نائبان نبوت اور وارثان ولایت ہیں۔ان کے دم سے کائنات کی بہار رہی ہے اور رہے گی۔ **انشاء اللہ شکر اللہ علیهم و کثر فینا امثالهم ۔**

مشائخ سلسلہ قادریہ رضویہ میں سے سیّدنا موسیٰ کاظم (م ۵ رجب ۱۸۲ھ) سے لے کر سیّدنا سیّد احمد الجیلانی (م ۱۹ محرم ۸۵۲ھ) تک ماسوا سیّد علی رضا کے حضرات کی زندگیاں بغداد میں گزریں بعد وصال ان کے مزارات بغداد مقدس میں ہیں۔ تصوف نے جب سے باقاعدہ ایک فن کی شکل اختیار کی ہے۔سلسلہ قادریہ کے جتنے مشائخ عظام نویں صدی ہجری تک عروس البلاد میں جلوہ افروز رہے دوسرے سلاسل طریقت میں شاید ہی اس کی مثال مل سکے کہ اتنا طویل عرصہ کسی ایک شہر میں ان کا روحانی دارالخلافہ علی سبیل التواتر رہا ہو یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام خصوصاً متوسلین سلسلہ قادریہ کی نظروں میں بغداد مقدس کی ایک خاص عظمت ہمیشہ سے رہی ہے۔

شیخ بہاء الدین رضی اللہ عنہ (م ۹۲۱ھ) مدفون دولت آباد، ہند کے واسطے سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اشاعت برصغیر میں ہوئی۔ دہلی، کاکوری، لکھنو، کوڑا جہان آباد، کالپی، مارہرہ اور بریلی کے مقامات اس اعتبار سے بابرکت ہیں کہ ان میں مشائخ قادریہ رضویہ نے علم وعرفان کی بارشیں نازل فرمائیں۔مخلوق خدا کو واصل بخدا کیا۔ان حضرات میں ہر ایک بزرگ خواجہ مقتداء زمانہ تھا مگر جو عزت شہرت اور عزت ووجاہت نائب غوث الوریٰ امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ النوری کو عطا ہوئی وہ سب سے منفرد تھی جس طرح دیگر سلاسل کے مریدان باصفا بھی حضور غوث اعظم قدس سرہٗ سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں کچھ ایسا ہی امام احمد رضا قدس سرہٗ کے زمانہ میں تمام سلاسل کے مقتدایان عظام اور ان کے مریدان باصفا نائب غوث الوریٰ سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں۔ یہ امر اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ امام احمد رضا قادری برکاتی اپنے زمانہ میں نائب غوث الوریٰ تھے۔**الحمد لله علىٰ احسانه و كرمه وجوده ونواله ۔**

نائب غوث الوریٰ امام احمد رضا......کون؟ وہی جسے علمائے عرب وعجم نے بیک زبان شیخ الاسلام والمسلمین حجۃ اللہ علی العالمین، آیت من آیات اللہ، مجدد دین وملت، فرید دہر، وحید عصر، غوث زمان، قطب دوراں اور اس طرح کے بے شمار مدائح جلیلہ ومناقب جمیلہ کا حامل تسلیم کیا ہے۔آپ کی علمی وروحانی عظمت دیکھ کر کہنا پڑتا ہے: **كم ترك الاوّل للاخر** پچھلے تو کجا، اگلوں میں سے بھی کم حضرات کو یہ عظمت نصیب ہوئی۔سلاطین علم وعرفان نے انہیں اپنا تاجدار تسلیم کیا۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے دین کو ازسر نو رونق عطا فرما کر محی الدین کا لقب پایا۔آپ کی اولاد امجاد جو سلسلہ شریفہ قادریہ رضویہ کے امین ووارث بنے۔عالم اسلام کے سب سے بڑے فتنہ، حملہ تاتار میں بھی عظمت شریعت وطریقت کے محافظ وامین رہے......غوث الوریٰ کی برکت سے امام احمد رضا نے اپنے وقت کے فتنوں میں دین اسلام کی حفاظت فرمائی، فتنہ کا قلع قمع کیا۔ دین کو ازسرنو رونق بخشی۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے دور کا جائزہ لیں۔ برصغیر پر مسلمانوں کی ایک ہزار سالہ حکومت کا خاتمہ ہوا۔ غاصب انگریز خود دین اسلام کا دشمن تھا۔ اس نے اسلام کے خاتمہ کے لئے دشمنان اسلام کو ساتھ ملالیا۔ یہاں تک کہ بعض صاحبانِ جبہ ودستار مسلم نما مولویوں کو ترغیب سے اپنا ہم نوا بنالیا۔ اسلامی امتیازات اور روحانی اقدار کو کند چھری سے ذبح کرنے کی ناپاک کوششیں تیار ہوئیں۔ عظمت اسلام سے مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کی ہر ممکن کوششیں ہوئیں محاربہ عظیم (۱۸۵۷ء) میں علماء وصوفیہ کی جس کثیر تعداد کو تہ تیغ یا پابند سلاسل کیا گیا وہ کم المیہ نہیں۔ ہزاروں اساطین علم وعرفان نے جس کسمپرسی کے عالم میں جاں آفرینی کی وہ حملہ تاتار کی یاد تازہ کرنے کے لئے کافی ہے۔

متعدد اعتزالی، انحرافی تحریکوں نے فرقوں کا روپ دھارا اور برسات کے مینڈکوں کی طرح یہ گمراہ وبے دین فرقے پھیلے...... غرض ہر طرف ایک عجیب شور برپا تھا۔ مسلمان سیاسی، اقتصادی، علمی روحانی...... ہر اعتبار سے روبہ انحطاط تھے۔ ان کربناک، وحشت ناک اور المناک حالات میں مسلمانوں کے لئے روشنی کے عظیم مینار کا نام امام احمد رضا ہے۔ قدس اللہ اسرارنا بسرہ النوری۔

امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ نے خداداد عبقری صلاحیتوں سے ان حالات کا مقابلہ کیا۔ ہر سازش کو نہ صرف بے نقاب کیا بلکہ سازشیوں کا یہاں تک مقابلہ کیا کہ وہ اپنی موت آپ مرگئے یہ تمام سازشیں طشت از بام ہوگئیں۔

تجدید دین کی ذمہ داری ظاہر ہے کہ روحانی اقتدار میں رسوخ کے بغیر ادا ہونی محال ہے یہی وجہ ہے کہ عرب وعجم کے اکابر علماء وفضلاء جن کی عظمت خود آسمان عزت کا چراغ ہے، نے آپ کو جن جلیل مدائح سے یاد فرمایا ہے وہ اس امر پر شاہد وعادل ہیں۔ اس مقام پر ان عظیم المرتبت حضرت علماء وفضلاء امت کی چند تحریرات سے صرف ان مدائح کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں آپ کی روحانی عظمت کا تذکرہ ہے۔

فخر الاماثل، شیخ الخطباء، شیخ احمد ابوالخیر میرداد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے غوث اعظم کے نائب امام احمد رضا کے مناقب میں لکھا:

فهو كنز الدقائق المنتخب من خزائن الذخرة وشمس المعارف المشرقة فى الظهيرة، كشاف مشكلات العلوم فى الظاهر والباطن...... (حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین، مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور ص ۱۲۶)

زین المشائخ علامہ سیّد مرزوقی ابوحسین مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔ **وقد كنت سمعت بجميل ذكره وعظمية قدرة وتشرفت بسطا لعه بعض مصنفاته التى يضى الحق بها من نور مشكاته بحر معارف تتدفق منه السا كلل كالانهار...... الحافظ بتوفق الله تعالى على الاداب والسنن والواجبات والفرائض (۳۶)**

(حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین، مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور ص ۱۴۵، ۱۴۶)

زین العلم والعلماء مولانا علی بن حسین المالکی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل قصیدہ آپ کی تصنیف منیف المعتمد المستند کی شان میں لکھا۔ اس میں آپ کی بابت لکھا:

محی علوم الدین احمد سیرۃ عدل رضا فی کل نازلۃ عرت

مولی الفضائل احمد المدعو رضا خان البریلوی من بہ الخلق اھتدت (۳۷)

(حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین، مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور، ص ۱۶۶)

شیخ الدلائل صورۃ السعادۃ مولانا السید محمد سعید المدنی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

فاذا اظلم لیل الشبہ اطلع من سماء علمہ بدرًا فصارت بذلک محفوظۃ عن تغیر و التبدیل

(حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین، مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور ص ۲۲، ۲۱)

ضیاء الحرمین مولانا محمد بن احمد عمر المدنی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

المرشد المحقق الفھامۃ صاحب العوارف و المعارف و المنح الا لھیۃ اللطائف......

(حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین، مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور ص ۲۱۴)

امام الشافعیہ فخر السادات مولانا حسین بن صالح جمل اللیل نے بغیر سابقہ تعارف کے امام احمد رضا کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا:

انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین...... (۴۰) اور فرمایا: تیرا نام ضیاء الدین احمد ہے۔ (تذکرہ علماء ہند مرتبہ مولانا رحمٰن علی)

و حید العصر السید احمد الجزائری بن السید احمد المدنی، مفتی مکیہ، مکہ معظمہ نے لکھا:

......فرید الاوان و منبع العرفان و ملحظ انظار سیّد و لد عدنان......

(امام احمد رضا اور عالم اسلام، مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی (۱۴۰۳ھ) ص ۹۰)

استاذ المدرسین سیّد عمر بن مصطفیٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

العالم الفاضل العامل المشھور بمحاسن الاخلاق و القدم الراسخ المعارف

(امام احمد رضا اور عالم اسلام، مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی (۱۴۰۳ھ) ص ۹۸)

عمدۃ العلماء مصطفیٰ بن التازری التونسی المالکی مدرس حرم نبوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

العارف بربہ الدال علیہ فی کل زمان و مکان الشیخ سیدی احمد رضا خان......

(امام احمد رضا اور عالم اسلام، مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی (۱۴۰۳ھ) ص ۱۱۵)

قدرۃ الاصفیاء مولانا محمد الحکیم آفندی مدرس مدرسہ سیدی خلیل دمشق الشام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

تشھد لمؤلفھا بطول الباع وسعۃ الا طلاع و رسوخ القدم فی الصوم و المعارف النقلیہ و العقلیہ مع غیرۃ دینیہ و حمیتہ علی الشریعۃ المحمدیہ......

(امام احمد رضا اور عالم اسلام، مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی (۱۴۰۳ھ) ص ۱۳۲)

زینت المدرسین حضرت مولانا محمد سعید بن عبد القادر القادری النقشبندی الاستاذ الاول مدرسہ حضرت امام اعظم بغداد نے لکھا:

العاض بالنواجذ علی التمسک بالسنة المحمدیہ بہ نخبة اہل العلم والعرفان مولانا المولوی.

الشیخ احمد رضا خان (امام احمد رضا اور عالم اسلام، مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی (۱۴۰۳ھ) ص ۱۴۷)

فخر العلماء حضرت مولانا علی بن احمد الحھار مدرس حرم نبوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔

کیف لا وھی من اغاث اللہ المسلمین فی ھذا الزمان

کثیر علماء حرمین اور علماء اسلام نے نائب غوث الوریٰ امام احمد رضا خاں قادری کو چودھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے۔ برصغیر کے علماء وفضلاء کی کثیر تعداد نے بھی اس امر کی تائید وتوثیق فرمائی ہے۔ تجدید دین کا منصب علوم ظاہری میں رسوخ کے ساتھ اعلیٰ روحانی مناسب کا مقتضی ہے۔ بغیر اس کے تجدید دین کا فریضہ سرانجام نہیں پاتا۔ برصغیر اور عالم اسلام کے لئے بے شمار حضرات نے امام احمد رضا قدس سرہٗ سے استفتا کیے۔ ان میں آپ کے مریدین بھی شامل ہیں اور وہ بھی شامل ہیں جو آپ کے سلسلہ میں بیعت کر کے منسلک نہ ہوئے۔ ظاہر ہے کہ مریدین حضرات اپنے اپنے شیخ طریقت کو عمدہ سے عمدہ کلمات سے یاد کرتے ہیں۔ یہاں صرف ان حضرات کے کلمات والقابات کا ذکر دلچسپی کا باعث ہوگا جو آپ کے سلسلہ طریقت میں منسلک نہیں۔

مولوی سیّد محمد آصف کان پوری نے ۵ شعبان ۱۳۳۹ھ اور پھر ۴ رمضان ۱۳۲۹ھ کو امام احمد رضا سے استفتاء کئے اور آپ کو جن القابات سے یاد کیا ان میں چند ایک یہ ہیں۔

قبلہ کونین وکعبہ دارین محی الدین الملہ والدین (فتاویٰ رضویہ جلد ششم، مطبوعہ مبارک پور، ص ۱۴، ۱۸)

بلند شہر (بھارت) کے محترم عبدالشکور نے قصبہ کیسر کلاں سے ۵ شعبان ۱۳۳۷ھ کو ایک استفتاء میں آپ کے القاب میں لکھا طریقت شعار حقیقت آثار۔

مرزا محمد اسماعیل بیگ نے ۲۴ شعبان ۱۳۳۹ھ کو اپنے استفتاء میں آپ کو لکھا:

سرخیل کملائے دین، جنید عصر، شبلی دہر۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم، مطبوعہ مبارک پور، ص ۱۵۹)

مولانا قاضی غلام گیلانی نے شمس آباد ضلع کیمبل پور (پنجاب) سے ۱۸ رجب ۱۳۳۱ھ کو آپ کے بارے میں لکھا: حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ، الفاضل البریلوی، غوث الانام، مجمع العلم والحلم والاحترام امام العلماء ومقدام الفضلاء۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم، مطبوعہ مبارک پور، ص ۹۶)

اودھے پور، میواڑ، بڑا بازار سے چھپیا بخشا جی محمود نے ایک استفتاء کے سرعنوان آپ کے بارے میں لکھا۔

بعالی خدمت فیض درجت، غوث دوراں، قطب زمان، مجدد ہذا الاوان حضرت مولانا الحاج......

(فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم، مطبوعہ مبارک پور ص ۱۰۵)

بھرچنڈی (سندھ) سے مولانا عبدالقادری نے آپ سے استفتاء کرتے ہوئے سرعنوان لکھا:

غیاث الاسلام والمسلمین، مجدد مائۃ حاضرہ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر مطبوعہ بیل پور ضلع پیلی بھیت ص ۳۱۵)

مولانا سیّد غلام محمد نے پور بندر، کاٹھیاوار، میٹھی مسجد سے ایک استفتاء کے سرعنوان لکھا:

امام العلماء المحققین مقدام الفضلاء المدققین جامع شریعت وطریقت۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد دوم ص ۲۷ (مطبوعہ ڈجکوٹ روڈ، فیصل آباد)

علامہ سیّد محمد قائم رضوی قتیل داناپوری بہار بھارت نے حضرت امام احمد رضا کے بارے میں لکھا۔

حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قدس اللہ سرہٗ انوار طریقت سے بھی بھرپور ہیں اور آج تک آپ کا فیض جاری ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ آپ مجمع البحرین ہیں یعنی شریعت وطریقت کے سنگم ہیں۔ آپ کو بیعت میرے جد امجد سیّد السادات قطب العالم حضرت سیّد محمد کالپی قدس اللہ سرہ العزیز سے بواسطہ حضرت مارہرہ شریف حاصل تھی۔ آپ کے مریدین ومتوسلین کی تعداد اللہ ہی جانے۔ آپ کی تصانیف نظم ونثر سے صاف ہے کہ آپ مقام ''فنافی الرسول'' میں ہیں۔ میری کیا بساط کہ مناقب ومحامد لکھ سکوں۔ (انوار رضا، مطبوعہ لاہور (۱۳۹۷ھ) ص ۲۸۹)

بڑودہ گجرات سے مولانا محمد اسرار الحق دہلوی نے ۷ رجب المرجب ۱۳۱۷ھ ایک استفتاء کے سرعنوان امام احمد رضا کو خطاب کیا:

افضل العلماء، واکمل الکملاء، آیۃ من آیات اللہ، برکت من برکات اللہ، مجدد دین، نائب سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مولانا صاحب بریلوی معظمنا ومکرمنا ادامہ اللہ المنان علی رؤس اہل الایمان من الانس والجان۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اول مطبوعہ بیل پور، پیلی بھیت ص ۱۶۹)

صدر کراچی کی انجمن جمعیت الاحناف کے مولانا ابوالرجا غلام رسول نے ایک استفتاء کے سرعنوان لکھا:

مظہر اسرار مصطفوی، سلطان العلماء...... قدوۃ شیوخ الزماں...... امام الشریعت والطریقت۔

(فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۷۴۵)

نائب غوث الوریٰ امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کی سیرت وسوانح پر اگرچہ آپ کی شایان شان کام نہ ہوسکا۔ بہرحال کثیر مقالہ جات اور متعدد تصانیف آپ کی سیرت وسوانح پر شائع ہو چکی ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ آپ کی سیرت وسوانح اور آپ کے کام کے بارے میں بہت سے گوشے منور ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مصنفین ومؤلفین حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے کام میں برکت دے مگر حیرت ہوتی ہے کہ چودھویں صدی کے مجدد اعظم اور نائب غوث اعظم کی روحانیت اور طریقت وحقیقت میں آپ کے رسوخ پر ابھی بہت ہی کم لکھا گیا ہے۔ جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ انتہاء یہ ہے کہ علماء وفضلاء کے مقالہ جات کا مجموعہ ''انوار رضا'' کے نام سے ضخیم شکل میں لاہور سے شائع ہوا۔ اس سے قبل ماہنامہ المیز ان بمبئی کا ایک وقیع وضخیم نمبر امام احمد رضا کی سیرت وکردار پر شائع ہو چکا ہے۔ علماء وفضلاء اور طلباء نے اسے قبولیت کے ہاتھوں لیا ہے مگر سات سو سے زائد صفحات پر

مشتمل انوار رضا میں صرف چوبیس صفحات امام احمد رضا کی روحانیت اور تصوف کے بارے میں ہیں جو یقیناً انتہائی کم ہیں۔

امام احمد رضا سلسلہ قادریہ کی ایک اہم کڑی ہیں۔ آپ کے خلفاء و متوسلین نے نہ صرف برصغیر میں بلکہ اقصائے عالم میں علم وعرفان کی دنیا آباد کی۔ مسلم دنیا کی اکثر آبادی میں آپ کے انوار پھیلے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی صاحب عرفان آپ کی حقیقی روحانی عظمت کو واضح کرے اور اس سلسلہ میں آپ کے کام کو آگے بڑھائے۔ کرامات کا صدور برحق ہے۔ مگر صرف چند کرامات کا ذکر کرنا ہی کافی نہ ہوگا۔ تصوف کی زبان اور اصطلاح میں آپ کے منصب کو اجاگر کیا جائے تا کہ عامۃ الناس پر بھی واضح ہو کہ اس دور میں غوث اعظم کے نائب اعظم امام احمد رضا قادری بریلوی ہیں۔ قدس اللہ اسرارنا بسرہ النوری۔

زیر نظر کتاب کے مصنف حضرت غلام شاہ عبدالمجتبیٰ رضوی مدظلہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مشائخ قادریہ رضویہ کے تذکرہ کو مرتب فرما کر ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزا۔

یہ فقیر قادری غفرلہ الہادی اس کتاب کے چند صفحات پڑھ سکا ہے۔ اس دوران جو تاثرات مرتب ہوئے وہ ناظرین کی خدمت میں انتہائی اختصار سے پیش خدمت ہیں۔

تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ میں مشائخ کرام کے حالات، خاندانی کوائف، شجرہ نسب اور شجرہ طریقت کے علاوہ ان حضرات قدسی صفات کی علمی و روحانی مساعی جمیلہ کا تذکرہ بھی ہے۔ تذکرہ کے مطالعہ سے بے شمار علمی و روحانی تالیفات سے آگاہی ہوتی ہے۔

سلاطین علم اور سلاطین زمانہ کا آپس میں گہرا تعلق رہا ہے۔ اس تذکرہ سے عیاں ہوگا کہ سلاطین زمانہ اور عامۃ الناس کے اولیاء کاملین کے ساتھ ادب واحترام کے روابط کوئی نئی بات نہیں اور نہ ہی بدعت بلکہ یہ مسلمانوں کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے اور اولیاء کا محبوب و مقبول۔

متن تذکرہ اور اس کے جابجا مفید حواشی میں بے شماران اولیاء کرام اور علماء عظام کا تذکرہ بھی ملتا ہے جو سلسلہ قادریہ رضویہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ یہ امر حضرت مصنف مدظلہ کے وسعت قلب پر دال ہے۔

تذکرہ کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اولیاء کاملین علوم ظاہری کی تعلیم و تدریس میں کس درجہ انہماک سے مصروف و مشغول رہے۔ خانقاہوں کے زینت سجادہ حضرات اپنے وقتوں میں مدارس کے فخر المدرسین بھی تھے...... عمدۃ المؤلفین بھی تھے۔ قدوۃ المصنفین بھی اور زبدۃ العارفین بھی۔ بغیر حصول علم ظاہری روحانی مدارج نصیب نہیں ہوتے کہ ع

بے علم نتواں خدا را شناخت

یہ الگ بات ہے کہ جن محدودے چند اولیاء نے ظاہری علوم کا اکتساب باقاعدہ نہ فرمایا تاہم جب انہیں ولایت کے مقام پر سرفراز فرمایا گیا تو علوم ظاہری بھی لدنی طور پر عطا ہو گئے اور یہ حضرات ارشاد خداوندی: وعلمناہ من لدنا علما کے مظہر بن گئے۔ تذکرہ کے مطالعہ سے یہ تصور باطل مٹ جاتا ہے کہ علماء اور صوفیہ دو الگ اور بے تعلق جماعتیں ہیں۔ علماء ربانیین ہی

صوفیہ کاملین ہیں اور صوفیاء وعلماء میں کبھی بُعد نہ رہا ہے۔آپ پڑھیں گے کہ علم جدل، علم مناظرہ کے باقاعدہ مصنف حضرت علامہ مولانا عبدالرشید مصنف مناظرہ رشیدیہ ایک بلند مرتبت صوفی اور سلاسل طریقت میں مجاز وماذون تھے۔بے شمار علماء کو آپ نے خرقہ طریقت بھی عطا فرمایا۔یہی خلفاء آپ کے تلامذہ بھی تھے۔

آج کے اس مادی دور میں مکاتیب، مدارس، کلیات اور جامعات کی کثرت کے باوجود انسان کو انسان بننا میسر نہیں۔ مدارس کی تعلیمات نے انسان کو درندگی کی سرحدوں کے قریب کر دیا ہے۔ایک مسلمان اپنے بھائی کی عزت وآبرو ومال وجان کے درپے ہے۔محبت وایثار کے الفاظ صرف کتابوں میں ملتے ہیں۔عملی زندگی میں ان کا سراغ ناپید ہے یہ سب کچھ خانقاہی نظام سے نفرت کے باعث ہے۔یہ درست سہی کہ خانقاہی نظام میں وہ پہلی سی بات نہ رہی تاہم اس کے آثار تو موجود ہیں۔اس کی اصلاح ممکن ہے مگر عوام الناس کے لئے تو بہرنوع اس سے اکتساب ضروری ہے۔

خدا کرے یہ تذکرہ اللہ ورسول کے نزدیک مقبول ہو اور عامۃ المسلمین بالخصوص متوسلین سلسلہ قادریہ رضویہ کے لئے باعث خیر وبرکت ہو۔امین بحرمة سیّد المرسلین صلی اللہ علیه وآله وحجة وابنه الکریم غوث الثقلین وبارك وسلم......

فقیر قادری محمد جلال الدین عفی عنہ
کھاریاں ضلع گجرات
۲۲ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

نور اول

رحمت عالم

﴿صلی اللہ علیہ وسلم﴾

۲۰ اپریل ۵۷۱ء......۸ جون ۶۳۲ء
۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری

یا خدا بہر جناب مصطفیٰ امداد کن
یارسول اللہ از بہر خدا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم یا نور لک الحمد سرمد اصل علی نورک المنیر و اله ابدایا نور ویا نور النور ویا نورا قبل کل نور ویا نورا بعد کل نور ویا نور ویا نورا مع کل نور ویا نورا فی کل نور ویا نورا فوق کل نورلک النور وبک النور ومنک النور والیک النور وانت النور ونور النور ونور علی کل نور صل علی نورک الانور واله السرج الغرر وصحبه المصابیح الزهر صلاۃ تجعل لنا بها فی قلوبنا نورا وفی صدورنا نورا وفی عیوننا نورا وفی وجوهنا نورا وفی قبورنا نورا امین یا نور الحق المبین ۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا ۔۔۔ صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا ۔۔۔ مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا ۔۔۔ بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا
میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا ۔۔۔ نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا
شمع دل، مشکوۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا ۔۔۔ تیری صورت کے لئے آیا ہے سورۂ نور کا
میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا ۔۔۔ ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا
ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا ۔۔۔ تم کو دیکھا ہوگیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا ۔۔۔ تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا
انبیاء اجزاء ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا ۔۔۔ اس علاقہ سے ہے ان پر نام سچا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں ۔۔۔ کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
کٓ گیسو دہن یٰ ابرو آنکھیں عٓ صٓ ۔۔۔ کٓھیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرہ نور کا

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

اللھم صل وسلم وبارک علی سیّدنا ومولینا محمد معد نِ الجود والکرم واله الکرام اجمعین ۔

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یارسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

اسم مبارک

اسمائے مبارکہ آپ کے بہت ہیں آسمان پر احمد ومحمود ہے اور زمین پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) توریت میں احمد وحموک وقتال ہے اور انجیل میں حامد ہے نیز بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کی تعداد بھی ایک ہزار ہے۔ (زرقانی ج ۳ ص ۱۱۸)

کنیت

آپ کی مشہور کنیت ابوالقاسم ہے۔ نیز ابوابراہیم بھی آپ کی کنیت ہے۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو ان لفظوں سے یاد فرمایا: السلام علیك یا ابا ابراهیم یعنی اے ابراہیم کے والد آپ پر سلام ہو۔ (زرقانی ج ۳ ص ۱۵۱)

نسب شریف

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف والد ماجد کی طرف سے اس طرح ہے:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن معضر بن نزار بن معد بن عدنان

اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حضور کا شجرۂ نسب یہ ہے:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا نسب نامہ کلاب بن مرہ پر مل جاتا ہے اور آگے چل کر دونوں سلسلے ایک ہو جاتے ہیں۔ عدنان تک آپ کا سلسلہ نسب صحیح سندوں کے ساتھ باتفاق رائے مؤرخین ثابت ہے اور تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد پاک میں سے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۴)

نورِ مصطفیٰ کی پیدائش

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے اللہ وحدہ لاشریک کی ذات پاک ایک پوشیدہ خزانہ تھی جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس خزانے کو ظاہر کرے تو سارے جہان سے پہلے مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کو پیدا فرمایا اور آپ کے نور پاک سے لوح وقلم، عرش وکرسی، چاند وسورج، بہشت اور جو کچھ اس میں ہے سب کو پیدا فرمایا:

لولا محمد لماما خلقت ادم ولا الجنة ولا النار، ولا خلقت الورى لولاك لولاك لماما

خلقت الدنیا' اوّل ما خلق اللہ نوری و کل الخلائق من نوری و انا من نور اللہ۔

اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ جنت ودوزخ کو اگر آپ کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا یعنی سب سے پہلے رب تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور تمام کائنات میرے نور سے پیدا کئے گئے اور میں اللہ کے نور سے ہوں۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ رب تعالیٰ نے سب سے پہلے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کو پیدا فرمایا اور آپ کے نور پاک سے تمام کائنات کی تخلیق ہوئی۔

(روضۃ النعیم فی ذکر النبی الکریم از شاہ عبدالرحیم دہلوی سید المطابع ۱۲۹۰ھ)

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہاں کی جان ہے تو جہان ہے

نور پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام پاک پیشانیوں سے منتقل ہوتا ہوا (حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم واسماعیل علیہم السلام تک وہ نور پاک) پیشانی حضرت عبداللہ میں ظاہر ہوا اور حضرت عبداللہ سے وہ نور پاک آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم مبارک کو رونق افروز ہوا۔

بطن مادر کے معجزے

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ جب سے حضرت کا نور میرے شکم میں آیا چھ مہینے تک کوئی نشانی حمل کی ظاہر نہ ہوئی مگر شکم میں ایک روشنی معلوم ہوتی تھی پھر چھ مہینے کے بعد ایک فرشتہ خواب میں آیا اور فرمایا: آپ کے شکم مبارک میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد رکھنا اس لئے کہ توریت وانجیل میں ان کا نام احمد ہے اور ان کی پیدائش کے ساتھ ایک ایسی روشنی ظاہر ہوگی کہ شام اور بصرہ کے محلات تم کو خوب اچھی طرح نظر آئیں گے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: جب مجھ کو حضرت کے شکم میں ہونے کی امید ہوئی تو وہ پہلا مہینہ رجب کا تھا ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص نہایت روشنی اور خوشبو کے ساتھ میرے پاس آئے۔

میں نے کہا: تم کون ہو؟ جواب دیا کہ میں آدم ہوں، میں نے کہا آپ کیسے تشریف لائے؟ کہا تم کو خوشخبری سنانے آیا ہوں کہ اے آمنہ! تمہارے شکم میں سارے جہان کا سردار ہے۔ اسی طرح دوسرے مہینے میں حضرت شیث علیہ السلام' تیسرے مہینے میں حضرت ادریس علیہ السلام' چوتھے مہینے میں حضرت نوح علیہ السلام' پانچویں مہینے میں حضرت ہود علیہ السلام' چھٹے مہینے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام' ساتویں مہینے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام' آٹھویں مہینے میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور نویں مہینے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور سب نے خوشخبری سنائی۔ (روضۃ النعیم فی ذکر النبی الکریم از شاہ عبدالرحیم دہلوی سید المطابع ۱۲۹۰ھ)

ولادت باسعادت

چنانچہ جب پورے نو مہینے ہو چکے تو سرور کائنات محبوب کردگار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت، ہجرت مقدسہ سے ترپن برس پہلے ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۶۲۸ ست بیسا کھ سدی گیارہ سال سکندری ۸۸۲ کو صبح صادق کے وقت ہوئی۔

چنانچہ اہل مکہ کا بھی اسی پر عمل ہے کہ...... بارہویں تاریخ کاشانہ نبوت کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور وہاں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۴)

ایام شیر خوارگی

ولادت باسعادت کے بعد دستور مکہ کے مطابق آپ کو حضرت دائی حلیمہ سعدیہ کے ذمہ سونپ دیا گیا حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے پہلے آپ کو دودھ پلانے کا شرف حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا، حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا و حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حاصل کیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مکان میں لے گئیں تو اندھیری رات میں چراغ کی حاجت نہ ہوئی۔ ہمیشہ تمام مکان آپ کے چہرۂ انور کے نور سے روشن و تابناک رہتا تھا اور ہمیشہ حضرت داہنی پستان کا دودھ نوش فرماتے بائیں پستان میرے بیٹے کے لئے چھوڑ دیا کرتے اور وہ بھی ادب کی وجہ سے کبھی داہنی چھاتی پر ہاتھ نہ ڈالتا اور حضرت سے پہلے دودھ نہ پیتا۔

دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام　　　بھائیوں کے لئے ترک پستاں کرے

(اعلیٰ حضرت)

اور حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: کبھی حضور نے بچھونے پر پیشاب یا پاخانہ نہیں کیا۔ دن بھر میں ایک وقت مقرر تھا۔ جب وہ ساعت آتی پہلے سے اشارہ فرما کر حاجت ضروریہ سے فراغت پا جاتے۔ بستر ہمیشہ آپ کا پاک وصاف رہتا تھا اور جب میں ارادہ کرتی کہ آپ کا منہ دھلاؤں تو اسی وقت خود بخود غیب سے دھل جاتا تھا مجھ کو منہ پوچھنے اور نہلانے کی نوبت کبھی نہ آئی اور آپ ایک دن میں اتنا بڑھتے تھے کہ اور بچے ایک مہینے میں اور مہینے میں اس قدر بڑھتے تھے کہ اور بچے ایک سال میں جب دو مہینہ کے ہوئے بیٹھنے لگے تیسرے مہینے کھڑے ہونے لگے چوتھے مہینے ہاتھ دیوار پر رکھ کر چلنے لگے اور پانچویں مہینے اچھی طرح چلنے پھرنے اور بولنے لگے۔ پہلے پہل آدھی رات کو آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمہ نکلا: **اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ رب العلمین** پھر ہمیشہ میں سنا کرتی تھی آدھی رات کو یہ پڑھا کرتے تھے: **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قدوسا قدوسا نامت العیون والرحمن لاتاخذہ سنۃ ولا نوم** چھٹے مہینے دوڑنے لگے، ساتویں مہینے خوب دوڑنے کی طاقت ہوگئی، آٹھویں مہینے پیاری پیاری باتیں کرنے لگے نویں مہینے خوب صاف عقل مندی کی باتیں فرمانے لگے اور جب عمر شریف دس مہینے کی ہوئی کمان سے

تیر چلانے لگے اور جولڑ کے کھیلنے کو کہتے تو آپ فرماتے کہ ہم کو حق تعالیٰ نے کھیلنے کے لئے نہیں پیدا فرمایا اور ہر چیز داہنے ہاتھ میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھ کر لیا کرتے تھے۔(۱) حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ایک سال پورے سال بھر ملک میں بارش نہ ہوئی تو ہم لوگ حضرت کو لے کر جنگل میں گئے اور دعا مانگی:

''اے اللہ! اس صاحبزادے کے طفیل بارش کا نزول فرما''۔ (روضۃ النعیم فی ذکر النبی الکریم)

دعا کے بعد فوراً گھٹا چھائی اور ایسی موسلا دھار بارش ہونے لگی کہ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ مشک کا دہانہ کھل گیا ہے۔

الغرض! اسی طرح ہر دم اور ہر قدم پر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا برکات نبوت کا مشاہدہ کرتی رہیں یہاں تک کہ آپ کے شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔

شق صدر

ایک دن آپ چراگاہ میں تھے کہ فرشتے آئے اور آپ کا شکم مبارک چاک کیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صاحبزادے حضرت ضمیرہ اس واقعہ کو دیکھ کر دوڑتے ہوئے اپنے گھر آئے اور ان سے کہا: اماجان! بڑا غضب ہو گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تین آدمیوں نے جو بہت ہی نورانی شکل وصورت والے ہیں اور سفید لباس میں ملبوس ہیں چت لٹا کر ان کے شکم کو چیر ڈالا ہے اور میں اسی حال میں ان کو چھوڑ کر بھاگا ہوا آپ کو خبر کرنے آیا ہوں، یہ خبر سن کر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے شوہر دونوں گھبرائے ہوئے دوڑ کر جنگل کی اس چراگاہ میں پہنچے جہاں آپ بکریاں چرانے تشریف لے گئے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ نے وہاں جا کر دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں مگر خوف وہراس سے چہرہ زرد اور اداس ہے۔ حضرت حلیمہ نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں پوچھا کہ بیٹا کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: تین شخص نورانی شکل وصورت والے آئے تھے اور مجھ کو چت لٹا کر میرا شکم چاک کر کے اس میں سے کوئی چیز نکالی اور اس کو باہر پھینک دیا اور پھر کوئی چیز میرے شکم میں ڈال کر شگاف کو سی دیا لیکن مجھے ذرہ برابر بھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

اس واقعہ کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی بڑی سخت نگرانی فرمانے لگیں یہاں تک کہ جب مکمل پورے دو سال ہو چکے تو آپ کا دودھ چھڑا دیا گیا۔ آپ کی تندرستی اور نشو ونما کا حال دوسرے بچوں سے اتنا اچھا تھا کہ دو سال میں آپ خوب اچھے بڑے معلوم ہونے لگے۔ اب دستور کے مطابق رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لائیں اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حلیمہ سعدیہ کو بیشمار انعام واکرام سے نوازا۔ (مدارج النبوۃ ج۲ ص۱۲)

شق صدر کتنی بار ہوا؟

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ الم نشرح کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ چار مرتبہ آپ کا مقدس سینہ چاک کیا گیا اور اس میں نور وحکمت کا خزینہ بھرا گیا۔ پہلی مرتبہ جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تھے۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ رہیں جن میں بچے مبتلا ہو کر

کھیل کود اور شرارتوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ دوسری بار جب آپ کی عمر شریف دس سال کی ہوئی اس کی حکمت یہ ہے کہ آپ جوانی کے پرآشوب دور کے خطرات سے بے خوف ہو جائیں۔ تیسری بار غار حرا میں شق صدر ہوا اور آپ کے قلب مبارک میں نور و سکینہ بھر دیا گیا تاکہ آپ وحی الٰہی کے بار عظیم کو برداشت کر سکیں اور چوتھی مرتبہ شب معراج میں آپ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اور نور و حکمت کے خزانے سے معمور کیا گیا تاکہ آپ کے قلب مبارک میں اتنی وسعت اور صلاحیت پیدا ہو جائے کہ آپ دیدار الٰہی کی تجلیوں اور کلام ربانی کی ہیبت و عظمت کے متحمل ہو سکیں۔

حضرت آمنہ کا وصال

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف جب چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں آپ کے دادا کی ننھیال بنو عدی بن نجار میں رشتہ داروں کی ملاقات یا اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی باندی ام ایمن بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھیں، وہاں سے واپسی پر ابواء نامی گاؤں میں حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور وہیں مدفون ہوئیں۔ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضرت ام ایمن آپ کو مکہ مکرمہ لائیں اور آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے سپرد کیا۔ انہوں نے آغوش تربیت میں انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ آپ کی پرورش کی اور حضرت ام ایمن آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ جب آپ کی عمر شریف آٹھ برس کی ہوگئی تو آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کا بھی انتقال ہوگیا۔

(روضۃ النعیم فی ذکر النبی الکریم و سیرۃ المصطفیٰ ص ۸۶/۸۷)

ابو طالب کے پاس

حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کو آغوش تربیت میں لے لیا اور آپ کی نیک خصلتوں اور دل لبھا لینے والی بچپن کی پیاری پیاری اداؤں نے ابو طالب کو آپ کا ایسا گرویدہ بنا دیا کہ مکان کے اندر اور باہر ہر وقت آپ کو اپنے ساتھ ہی رکھتے اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے اور اپنے پاس ہی آپ کا بستر بچھاتے یہاں تک کہ ایک لمحہ بھی کبھی اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔

ابو طالب کا بیان ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت بھی کوئی جھوٹ بولے ہوں یا کبھی کسی کو دھوکہ دیا ہو یا کبھی کسی کو کوئی ایذا پہنچائی ہو یا بیہودہ لڑکوں کے پاس کھیلنے گئے ہوں یا کبھی کوئی خلاف تہذیب بات کی ہو۔ ہمیشہ انتہائی خوش اخلاق، نیک اطوار، نرم گفتار، بلند کردار اور اعلیٰ درجہ کے پارسا اور پرہیزگار رہے۔

(روضۃ النعیم فی ذکر النبی الکریم و سیرۃ المصطفیٰ ص ۸۶/۸۷)

سفر شام

جب حضور عالم غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بارہ برس کی ہوئی تو اس وقت ابو طالب نے تجارت کی غرض سے ملک

شام کا سفر کیا۔ابو طالب کو چونکہ سرکار سے بہت ہی والہانہ محبت تھی اس لئے وہ آپ کو بھی اس سفر میں اپنے ہمراہ لے گئے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دوران سفر قیام بصریٰ میں بحیریٰ راہب (عیسائیوں کے سادھو) کے پاس ہوا۔راہب نے توراۃ وانجیل میں بیان کی ہوئی نبی آخرالزماں کی نشانیوں سے آپ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور بہت ہی عقیدت واحترام کے ساتھ اس نے آپ کے قافلے والوں کی دعوت کی اور ابو طالب سے کہا: یہ سارے جہان کے سردار اور رب العالمین کا رسول ہے جن کو خدا نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔میں نے دیکھا ہے کہ شجر وحجر ان کو سجدہ کرتے ہیں اور ابر ان پر سایہ کرتا ہے اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے اس لئے تمہارے اور ان کے حق میں بہتر یہی ہوگا کہ اب تم ان کو لے کر آگے نہ جاؤ اور اپنا مال تجارت یہیں فروخت کر کے بہت جلد مکے چلے جاؤ کیونکہ ملک شام میں یہودی لوگ ان کے بہت بڑے دشمن ہیں وہاں پہنچتے ہی وہ لوگ ان کو شہید کر ڈالیں گے۔بحیریٰ راہب کے کہنے سے ابو طالب کو خطرہ محسوس ہونے لگا چنانچہ انہوں نے وہیں تجارت کا مال فروخت کر دیا اور بہت جلد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ واپس آگئے۔بحیری راہب نے چلتے وقت انتہائی عقیدت کے ساتھ آپ کو سفر کا توشہ بھی دیا۔(ترمذی ج۲ باب ماجاء فی بدء نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

جنگ فجار

اسلام سے پہلے عربوں میں لڑائیوں کا ایک طویل سلسلہ جاری تھا انہیں لڑائیوں میں سے ایک مشہور لڑائی جنگ فجار کے نام سے مشہور ہے عرب کے لوگ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ان چار مہینوں کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان مہینوں میں لڑائی کرنے کو گناہ جانتے تھے یہاں تک کہ عام طور پر ان مہینوں میں لوگ تلوار کو نیام میں رکھ دیتے اور نیزوں کی برچھیاں اتار لیتے تھے مگر اس کے باوجود کبھی کبھی ایسے ہنگامی حالات درپیش ہو جاتے کہ مجبوراً ان مہینوں میں بھی لڑائیاں کرنی پڑتیں تو ان لڑائیوں کو اہل عرب حروب فجار (گناہگاروں کی لڑائیاں) کہتے تھے۔

سب سے آخری جنگ فجار جو قریش اور قیس کے قبیلوں کے درمیان ہوئی۔اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بیس برس کی تھی۔چونکہ قریش اس جنگ میں حق پر تھے اس لئے ابو طالب وغیرہ کے ساتھ آپ نے بھی اس جنگ میں شرکت فرمائی مگر کسی پر ہتھیار نہیں اٹھایا صرف اتنا ہی کیا کہ اپنے چچاؤں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتے رہے اس لڑائی میں پہلے قیس پھر قریش غالب آئے اور آخر کار صلح پر اس لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔(سیرت ابن ہشام ج۲ ص۱۸۶)

حلف الفضول

جنگ فجار کے خاتمے کے بعد صلح پسند لوگوں نے محسوس کیا کہ آئے دن کی لڑائیوں سے عرب کے سینکڑوں گھرانے برباد ہو گئے۔ہر طرف بدامنی اور آئے دن کی لوٹ مار سے ملک کا امن وامان غارت ہو چکا ہے۔کوئی شخص اپنی جان ومال کو محفوظ نہیں سمجھتا اور نہ دن کو چین نہ رات کو آرام اس وحشت ناک صورتحال سے تنگ آکر ایک اصلاحی تحریک چلائی۔چنانچہ بنو ہاشم، بنو

زہرہ، بنواسد وغیرہ قبائل قریش کے بڑے بڑے سردار عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبدالمطلب نے یہ تجویز پیش کی کہ موجودہ حالات کو سدھارنے کے لئے کوئی معاہدہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ خاندان قریش کے سرداروں نے بقائے باہم کے اصول پر ایک معاہدہ کیا اور حلف اٹھا کر عہد کیا کہ ہم لوگ:

(۱) ملک سے بدامنی دور کریں گے (۲) مسافروں کی حفاظت کریں گے (۳) غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے (۴) مظلوم کی حمایت کریں گے (۵) کسی ظالم یا غاصب کو مکہ میں نہیں رہنے دیں گے۔

اس معاہدے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے اور آپ کو یہ معاہدہ اس قدر عزیز تھا کہ اعلان نبوت کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدہ سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس معاہدے کے بدلے کوئی مجھے سرخ اونٹ بھی دیتا تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی اور آج اسلام میں بھی کوئی مظلوم یَا اٰلَ حلف الفضول کہہ کر مجھے مدد کے لئے پکارے تو میں اس کی مدد کے لئے تیار ہوں۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۷)

شام کا دوسرا سفر

جب آپ کی عمر شریف تقریباً پچیس سال کی ہوئی تو آپ کی امانت وصداقت کا چرچا دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ کی ایک بہت ہی مالدار خاتون تھیں ان کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا ان کو ضرورت تھی کہ کوئی امانت دار آدمی مل جائے تو اس کے ساتھ اپنی تجارت کا مال واسباب ملک شام بھیجیں۔ چنانچہ ان کی نظر انتخاب نے اس کام کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا اور آپ کو کہلا بھیجا کہ آپ میرا تجارت کا مال لے کر ملک شام جائیں۔ جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں آپ کی امانت ودیانت داری کی بنا پر میں آپ کو اس کا دوگنا دوں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمائی اور تجارت کا مال واسباب لے کر ملک شام کو روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے معتمد غلام میسرہ کو بھی آپ کے ساتھ روانہ کر دیا تا کہ وہ آپ کی خدمت کرتا رہے۔ جب آپ ملک شام کے مشہور شہر بصرہ کے بازار میں پہنچے تو وہاں نسطورا راہب کی خانقاہ کے قریب میں ٹھہرے۔ نسطورا میسرہ کو بہت پہلے سے جانتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دیکھتے ہی نسطورا میسرہ کے پاس آیا اور دریافت کیا: یہ کون شخص ہیں جو اس درخت کے نیچے ٹھہرے ہیں؟

میسرہ نے جواب دیا کہ یہ مکہ کے رہنے والے ہیں اور خاندان بنو ہاشم کے چشم وچراغ ہیں ان کا نام نامی محمد اور لقب امین ہے۔ نسطورا نے کہا: سوائے نبی کے اس درخت کے نیچے آج تک کوئی نہیں ٹھہرا اس لئے مجھے یقین کامل ہے کہ نبی آخر الزماں یہی ہیں کیونکہ آخری نبی کی تمام نشانیاں جو میں نے توریت وانجیل میں پڑھی ہیں وہ سب میں ان میں دیکھ رہا ہوں۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب یہ اپنی نبوت کا اعلان کرتے تو میں ان کی بھرپور مدد کرتا اور پوری جاں نثاری کے ساتھ ان کی خدمت گزاری میں اپنی تمام عمر گزار دیتا۔ اے میسرہ! میں تم کو نصیحت اور وصیت کرتا ہوں کہ خبردار ایک لمحہ کے لئے بھی تم ان سے جدا نہ

ہونا اور انتہائی خلوص وعقیدت کے ساتھ ان کی خدمت کرتے رہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خاتم النبیین ہونے کا شرف عطا کیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بصرہ کے بازار میں بہت جلد تجارت کا مال فروخت کر کے مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔

واپسی پر جب آپ کا قافلہ شہر مکہ میں داخل ہونے لگا تو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بالا خانے پر بیٹھی ہوئی قافلہ کی آمد کا منظر دیکھ رہی تھیں جب ان کی نظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو انہیں ایسا نظر آیا کہ دو فرشتے آپ کے سر پر دھوپ میں سایہ کیے ہوئے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قلب پر اس نورانی منظر کا ایک خاص اثر ہوا اور فرط عقیدت سے انتہائی والہانہ محبت کے ساتھ یہ حسین جلوہ دیکھتی رہیں پھر اپنے غلام میسرہ سے آپ نے کئی دن کے بعد اس کا ذکر کیا تو میسرہ نے بتایا کہ میں تو پورے سفر میں یہی منظر دیکھتا رہا ہوں اور اس کے علاوہ میں نے بہت ہی عجیب وغریب باتوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ پھر میسرہ نے نسطورا راہب کی گفتگو اور اس کی عقیدت ومحبت کا تذکرہ بھی کیا یہ سن کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ سے بے پناہ قلبی تعلق اور بے حد عقیدت ومحبت ہوگئی اور یہاں تک ان کا دل جھک گیا کہ انہیں آپ سے نکاح کی رغبت ہوگئی۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۷)

نکاح شریف

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مال ودولت کے ساتھ انتہائی شریف اور عفت مآب خاتون تھیں اہل مکہ ان کی پاک دامنی اور پارسائی کی وجہ سے ان کو طاہرہ پاک باز کہا کرتے تھے ان کی عمر چالیس سال کی ہو چکی تھی۔ پہلے ان کا نکاح ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوا تھا اور ان سے دو لڑکے ہند بن ابو ہالہ اور ہالہ بن ابو ہالہ پیدا ہو چکے تھے۔ پھر ابو ہالہ کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دوسرا نکاح عتیق بن عابد مخزومی سے کیا ان سے بھی دو اولادیں ہوئیں ایک لڑکا عبداللہ بن عتیق اور ایک لڑکی ہند بنت عتیق حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوسرے شوہر کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ بڑے بڑے سرداران قریش ان کے ساتھ عقد نکاح کے خواہشمند تھے۔ لیکن حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سب کے پیغاموں کو ٹھکرا دیا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ اخلاق وعادات کو دیکھ کر اور آپ کے حیرت انگیز حالات کو سن کر خود بخود حضرت خدیجہ کے قلب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی رغبت پیدا ہوگئی اور نفیسہ بنت امیہ کے ذریعے خود ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ مشہور امام سیرت محمد بن اسحٰق نے لکھا ہے کہ اس رشتہ کو پسند کرنے کی جو وجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے وہ خود ان کے الفاظ میں یہ ہے:

انی قد رغبت فیك لحسن خلقك وصدق حدیثك

''میں نے آپ کے اچھے اخلاق اور آپ کی سچائی کی وجہ سے آپ کو پسند کیا''۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۰۰)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رشتہ کو اپنے چچا ابو طالب اور خاندان کے دوسرے بڑے بوڑھوں کے سامنے پیش فرمایا۔ سارے خاندان والوں نے نہایت خوشی خوشی اس رشتہ کو منظور کر لیا اور نکاح کی تاریخ مقرر ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوطالب وغیرہ اپنے چچا و خاندان کے دوسرے افراد اور شرفائے بنو ہاشم و سرداران مضر کے ساتھ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور نکاح ہوا اس نکاح کے وقت ابوطالب نے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا اس خطبے سے بہت اچھی طرح اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے آپ کے خاندانی بڑے بوڑھوں کا آپ کے متعلق کیسا خیال تھا اور آپ کے اخلاق و عادات نے ان لوگوں پر کیسا اثر ڈالا تھا۔ ابوطالب کے اس خطبہ کا ترجمہ یہ ہے:

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم لوگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں بنایا اور ہم کو معد اور مضر کے خاندان میں پیدا فرمایا اور اپنے گھر کعبہ کا نگہبان اور اپنے حرم کا منتظم بنایا اور ہم کو علم و حکمت والا گھر اور امن والا حرم عطا فرمایا اور ہم کو لوگوں پر حاکم بنایا! یہ میرے بھائی کے شہزادے محمد بن عبداللہ ہیں۔ یہ ایک ایسے جوان ہیں کہ قریش کے جس شخص کا بھی اس کے ساتھ موازنہ کیا جائے یہ اس سے ہر شان میں بڑھے ہوئے ہوں گے، ہاں! آپ کے پاس مال کم ہے لیکن مال تو ایک ڈھلتی ہوئی چھاؤں اور ادل بدل ہونے والی چیز ہے۔

امابعد! میرے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ شخص ہیں جن کے ساتھ میری قرابت اور قربت و محبت کو آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہم آپ کا خدیجہ بنت خویلد سے نکاح کرتے ہیں اور میرے مال میں سے بیس اونٹ مہر مقرر کیا جاتا ہے اور آپ کا مستقبل بہت ہی تابناک، عظیم الشان اور جلیل القدر ہے۔ (زرقانی علی المواہب ج اص ۲۰۱)

شادی کے وقت آپ کی عمر شریف ۲۵ برس دو ماہ دس روز کی تھی اور ام المومنین کا سن مبارک اس وقت ۴۰ برس کا تھا۔

(مدارج النبوۃ ج ۲)

غرض حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہو گیا اور حضور محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کا کاشانہ معیشت ازدواجی زندگی کے ساتھ آباد ہو گیا۔ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تقریباً پچیس برس تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہیں اور ان کی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرزند حضرت ابراہیم کے سوا باقی آپ کی تمام اولادیں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں اور آپ نے تمام عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگساری اور خدمت گزاری میں نثار کر دی۔

کاروباری مشاغل

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آبائی پیشہ تجارت تھا اور چونکہ آپ بچپن ہی میں ابوطالب کے ساتھ کئی بار تجارتی سفر فرما چکے تھے جس سے آپ کو تجارتی لین دین کا کافی تجربہ بھی حاصل ہو چکا تھا۔ اس لئے تعلیم امت کے لئے آپ نے تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا اور تجارت کی غرض سے شام و بصرہ اور یمن کا سفر فرمایا اور ایسی راست بازی اور امانت و دیانت کے ساتھ آپ نے تجارتی کاروبار کیا کہ آپ کے شرکاء کار اور تمام اہل بازار آپ کو امین کے لقب سے پکارنے لگے۔ ایک کامیاب تاجر کے

لئے امانت، سچائی، وعدہ کی پابندی، خوش اخلاقی تجارت کی جان ہے۔

ان خصوصیات میں مکہ کے امین تاجر نے جو تاریخی شاہکار پیش کیا ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں نادر روزگار ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نزول وحی اور اعلان نبوت سے پہلے میں نے آپ سے کچھ خرید وفروخت کا معاملہ کیا۔ کچھ رقم میں نے ادا کردی کچھ باقی رہ گئی تھی میں نے وعدہ کیا کہ میں ابھی ابھی آکر باقی رقم بھی ادا کردوں گا۔ اتفاق سے تین دن تک مجھے اپنا وعدہ یاد نہیں آیا۔ تیسرے دن جب میں اس جگہ پہنچا جہاں میں نے آنے کا وعدہ کیا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جگہ منتظر پایا مگر میری اس وعدہ خلافی سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشانی پر ذرا بل نہیں آیا۔ بس صرف اتنا ہی فرمایا: تم کہاں تھے؟ میں اس مقام پر تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۳۴)

اعلانِ نبوت کے بعد

پہلی وحی

ایک دن آپ غار حرا کے اندر عبادت میں مشغول تھے کہ اچانک غار میں آپ کے پاس ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جو ہمیشہ خدا کے رسولوں تک خدا کا پیغام پہنچاتے رہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: پڑھئے آپ نے فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ فرشتہ نے آپ کو پکڑا اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ آپ سے زوردار معانقہ کیا پھر چھوڑ کر کہا: پڑھئے۔ آپ نے پھر فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ تیسری مرتبہ پھر فرشتے نے آپ کو بہت زور کے ساتھ اپنے سینہ سے لگا کر چھوڑا اور کہا: **اقرا باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔**

یہی سب سے پہلی وحی تھی جو آپ پر نازل ہوئی۔ ان آیتوں کو یاد کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے مگر اس واقعہ سے جو بالکل ناگہانی طور پر آپ کو پیش آیا اس سے آپ کے قلب مبارک پر لرزہ طاری تھا آپ نے گھر والوں سے فرمایا: مجھے کملی اوڑھاؤ؟

مجھے کملی اڑھاؤ؟...... جب آپ کا لرزہ دور ہوا اور کچھ سکون ہوا تو آپ نے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے غار حرا میں ہونے والے واقعہ کو بیان کیا اور فرمایا: مجھے اپنی جان کا ڈر ہے...... یہ سن کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: نہیں ہرگز نہیں۔ آپ کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کبھی بھی آپ کو رسوا نہیں کرے گا آپ تو رشتہ داروں کے ساتھ بہترین سلوک کرتے ہیں۔ دوسروں کا بار خود اٹھاتے ہیں۔ خود کما کر مفلسوں اور محتاجوں کو عطا فرماتے ہیں، مسافروں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق وانصاف کی خاطر سب کی مصیبتوں اور مشکلات میں کام آتے ہیں...... اس کے بعد

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل ان لوگوں میں سے تھے جو موحد تھے اور اہل مکہ کے شرک و بت پرستی سے بیزار ہوکر نصرانی ہوگئے تھے اور انجیل کا عبرانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔ بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا: بھائی جان آپ اپنے بھتیجے کی بات سنئے؟ ورقہ بن نوفل نے کہا: بتایئے۔ آپ نے کیا دیکھا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا کا پورا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر ورقہ بن نوفل نے کہا: یہ تو وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا۔ پھر ورقہ کہنے لگے کہ کاش میں آپ کے اعلان نبوت کے زمانہ میں تندرست و جوان ہوتا! کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے باہر نکالے گی۔

یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے فرمایا: کیا مکہ والے مجھے مکہ سے نکال دیں گے؟...... تو ورقہ نے کہا: جی ہاں! جو شخص بھی آپ کی طرح نبوت لے کر آیا لوگ اس کے ساتھ دشمنی پر کمربستہ ہوگئے۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک وحی اترنے کا سلسلہ بند ہوگیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے انتظار میں مضطرب اور بے قرار رہنے لگے یہاں تک کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گھر سے باہر تشریف لے جارہے تھے کہ کسی نے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر آپ کو پکارا آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ وہی فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جو غار حرا میں آئے تھے آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھے ہیں اور یہ منظر دیکھ کر آپ کے قلب مبارک میں اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی اور آپ مکان پر آکر لیٹ گئے اور گھر والوں سے فرمایا: مجھے کمبل اوڑھا دو مجھے کمبل اوڑھا دو۔

چنانچہ آپ کمبل اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ ناگہاں آپ پر سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئی اور رب تعالیٰ کا فرمان اتر پڑا کہ:

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○

یعنی اے بالاپوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ، پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو"۔ (بخاری ج۱ص۳)

ان آیات کے نزول کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند قدوس نے دعوت اسلام کے منصب پر مامور فرمادیا اور آپ خداوند قدوس کے حکم کے مطابق دعوت حق اور تبلیغ اسلام کے لئے کمربستہ ہوگئے۔

دعوت اسلام کے تین دور

پہلا دور

تین برس تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی پوشیدہ طور پر اور نہایت رازداری کے ساتھ تبلیغ اسلام کا فرض ادا فرماتے رہے اور اس درمیان عورتوں میں سب سے پہلے حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت و تبلیغ سے حضرت عثمان، حضرت زبیر بن عوم، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی جلد ہی دامن اسلام میں آ گئے۔ پھر چند دنوں کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن الجراح و حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد و حضرت ارقم بن ارقم و حضرت عثمان بن مظعون اور ان کے دونوں بھائی حضرت قدامہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان کے علاوہ دیگر بیشتر لوگوں نے اسلام لانے کا شرف حاصل کیا۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۴۶)

دوسرا دور

تین سال کی اس خفیہ دعوت اسلام سے مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ شعراء کی آیت: وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل فرمائی اور خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے محبوب! آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو خدا سے ڈرائیے! تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر یا معشر قریش کہہ کر قبیلہ قریش کو پکارا جب تمام افراد قریش جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے میری قوم! اگر میں تم لوگوں سے یہ کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کا یقین کرو گے؟

تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا: ہاں! ہاں! یقیناً آپ کی بات کا یقین کر لیں گے کیونکہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا اور امین ہی پایا ہے۔ آپ نے فرمایا: قولوا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تفلحوا تو پھر میں یہ کہتا ہوں اور تم لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا رہا ہوں اگر تم لوگ ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب الٰہی اتر پڑے گا۔ یہ سن کر تمام قریش جن میں آپ کا چچا ابولہب بھی تھا سخت ناراض ہو کر سب کے سب چلے گئے اور حضور کی شان میں بکواس کرنے لگے۔

تیسرا دور

اب وہ وقت آ گیا کہ اعلان نبوت کے چوتھے سال سورۂ حجر کی آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی اور خالق کائنات نے یہ حکم فرمایا: اے محبوب! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان فرمائیے۔

چنانچہ اس کے بعد آپ علانیہ طور پر دین اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے اور شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے جس کی وجہ سے تمام قریش بلکہ تمام اہل مکہ بلکہ پورا عرب آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لئے تکلیف برداشت کرنے اور صبر و شکر کے ساتھ معاندین اسلام کا مقابلہ کرنے کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔

کفار کا وفد بارگاہ رسالت میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب رب کائنات کا حکم علی الاعلان دین اسلام کے بیان فرمانے کا آ گیا تو آپ بے شمار تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے دین حق کی تبلیغ فرمانے لگے جس کو دیکھ کر سرداران قریش سوچنے پر مجبور ہو گئے ایک مرتبہ حرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے یہ سوچنے لگے کہ آخر اتنی تکالیف اور سختیاں برداشت کرنے کے باوجود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی تبلیغ کیوں بند نہیں کرتے؟ آخر ان کا مقصد کیا ہے، ممکن ہے عزت و جاہ یا سرمایہ داری و دولت کے خواہاں ہوں؟ چنانچہ سبھوں نے عتبہ بن ربیعہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ تم کسی طرح ان کا دلی مقصد معلوم کرو۔ یہاں تک کہ عتبہ تنہائی میں آپ سے ملا اور کہنے لگا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آخر اس دعوت اسلام سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ کیا آپ مکہ کی سرداری چاہتے ہیں۔ یا عزت و دولت کے خواہاں ہیں۔ یا کسی بڑے گھرانے میں شادی کے خواہشمند ہیں؟ آپ کے دل میں جو تمنا ہو کھلے دل کے ساتھ کہہ دیجئے، میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ اگر آپ دعوت اسلام سے باز آ جائیں گے تو پورا مکہ آپ کے زیر فرمان ہو جائے گا اور آپ کی ہر خواہش و تمنا پوری کر دی جائے گی؟ عتبہ کی یہ ساحرانہ تقریر سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں جن کو سن کر عتبہ اس قدر متاثر ہوا کہ اس کے جسم کا رونگٹا اور بدن کا بال بال خوف ذوالجلال سے لرزنے اور کانپنے لگا اور اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک پر ہاتھ رکھ کر کہا: میں آپ کو رشتہ داری کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ بس کیجئے۔ میرا دل اس کلام کی عظمت سے پھٹا جاتا ہے۔ عتبہ بارگاہ رسالت سے واپس ہوا مگر اس کے دل کی دنیا ایک ایک عظیم انقلاب رونما ہو چکا تھا۔

عتبہ ایک بڑا ہی ساحر البیان خطیب اور انتہائی فصیح و بلیغ آدمی تھا، اس نے واپس لوٹ کر سرداران قریش سے کہہ دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کلام پیش کرتے ہیں وہ نہ جادو ہے، نہ کہانت، نہ شاعری بلکہ وہ کوئی اور ہی چیز ہے۔

لہٰذا میری رائے ہے کہ تم لوگ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اگر وہ کامیاب ہو کر سارے عرب پر غالب ہو گئے تو اس میں ہم قریشیوں ہی کی عزت بڑھے گی ورنہ سارا عرب ان کو خود ہی فنا کر دے گا۔ قریش کے سرکش کافروں نے عتبہ کا یہ مخلصانہ اور مدبرانہ مشورہ نہیں مانا بلکہ اپنی مخالفت اور ایذا رسانیوں میں اور زیادہ اضافہ کر دیا۔

(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۵۸ و سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۹۴)

قریش کا وفد ابو طالب کے پاس

پھر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ اسلام اور بت پرستی کے خلاف تقریروں کی شکایت لے کر کفار قریش کے چند معزز روساء ابو طالب کے پاس آئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام اور بت پرستی کے خلاف تقریروں کی شکایت کی۔ ابو طالب نے نہایت نرمی کے ساتھ ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا۔

لیکن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ کی تعمیل کرتے ہوئے علی الاعلان شرک و بت پرستی کی مذمت اور دعوت توحید کا وعظ فرماتے ہی رہے۔ جس کی وجہ سے قریش کا غصہ پھر بھڑک اٹھا چنانچہ تمام سرداران قریش ایک ساتھ مل کر ابو طالب کے پاس آئے اور یہ کہا: آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے، اس لئے یا تو آپ درمیان میں سے ہٹ جائیں اور اپنے بھتیجے کو ہمارے سپرد کر دیں یا پھر آپ بھی کھل کر ان کے ساتھ میدان میں نکل پڑیں تا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے؟

ابو طالب نے قریش کا تیور دیکھ کر سمجھ لیا کہ اب بہت ہی خطرناک اور نازک گھڑی آپڑی ہے اس لئے ابو طالب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی مخلصانہ اور مشفقانہ لہجے میں سمجھایا کہ میرے بھتیجے اپنے بوڑھے چچا پر رحم کرو اور بڑھاپے میں مجھ پر اتنا بوجھ مت ڈالو کہ میں اٹھا نہ سکوں، میری رائے یہ ہے کہ تم کچھ دنوں کے لئے دعوت اسلام موقوف کر دو؟

چچا کی گفتگو سن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چچا جان! خدا کی قسم! اگر قریش میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لا کر دیں تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا یا تو خدا اس کام کو پورا فرما دے گا یا خود دین اسلام پر نثار ہو جاؤں گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جذباتی تقریر سن کر ابو طالب کا دل پسیج گیا اور وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی ہاشمی رگوں کے خون کا قطرہ قطرہ بھتیجے کی محبت میں گرم ہو کر کھولنے لگا اور انتہائی جوش میں آکر کہہ دیا کہ جان عم! جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۶۶)

ہجرت حبشہ سن ۵ نبوی

کفار مکہ نے جب اپنے ظلم و ستم سے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ جا کر پناہ لینے کا حکم دیا۔ وہاں کا بادشاہ جس کا نام اصحمہ اور لقب نجاشی تھا۔ عیسائی دین کا پابند تھا مگر بہت ہی انصاف پسند اور رحم دل تھا۔ توریت اور انجیل وغیرہ آسمانی کتابوں کا بہت ہی ماہر عالم تھا، اعلان نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۷۰)

شعب ابی طالب

اعلان نبوت کے ساتویں سال ۷ نبوی میں کفار مکہ نے جب دیکھا کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے اور حضرت حمزہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے بہادران قریش بھی دامن اسلام میں آگئے تو غیظ و غضب میں یہ لوگ آپے سے باہر ہو گئے اور تمام سرداران قریش اور مکہ کے دوسرے کفار نے یہ سکیم بنائی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے اور ان لوگوں کو کسی تنگ و تاریک جگہ میں محصور کر کے ان کا دانہ پانی بند کر دیا جائے تاکہ یہ لوگ مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جائیں۔ چنانچہ اسی خوفناک تجویز کے مطابق قبائل قریش نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ جب تک بنی ہاشم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کے لئے ہمارے حوالہ نہ کر دیں اس وقت تک مقاطعہ جاری رکھا جائے جو معاہدہ لکھا گیا وہ اس طرح ہے:

(۱) کوئی شخص بنو ہاشم کے خاندان سے شادی بیاہ نہ کرے (۲) کوئی شخص ان لوگوں کے ہاتھ کسی قسم کے سامان کی خرید و فروخت نہ کرے (۳) کوئی شخص ان لوگوں سے میل جول، سلام و کلام اور ملاقات و بات چیت نہ کرے (۴) کوئی شخص ان لوگوں کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ جانے دے۔ منصور بن عکرمہ نے اس معاہدہ کو لکھا اور تمام سرداران قریش نے اس پر دستخط کر کے ان تجاویز کو کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا۔

ابو طالب مجبوراً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام خاندان والوں کو لے کر پہاڑ کی اس گھاٹی میں جس کا نام شعب ابی طالب ہے پناہ گزیں ہوئے اور قیدیوں کی زندگی بسر کرنے لگے یہ تین برس کا زمانہ اتنا سخت اور کٹھن گزرا کہ بنو ہاشم درختوں کے پتے اور سوکھے چمڑے چبا چبا کر کھاتے تھے اور ان کے بچے بھوک و پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر دن رات رویا کرتے تھے۔

سنگ دل اور ظالم کافروں نے ہر طرف پہرہ بٹھا دیا تھا کہ کہیں سے بھی گھاٹی کے اندر دانہ پانی نہ جانے پائے۔

(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۷۵)

مسلسل تین سال تک حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خاندان بنو ہاشم ان ہوشربا مصائب کو جھیلتے رہے یہاں تک کہ خود قریش کے کچھ رحم دل لوگوں کو بنو ہاشم کی ان مصیبتوں پر رحم آگیا اور ان لوگوں نے اس ظالمانہ معاہدہ کو توڑنے کی تحریک اٹھائی آخر کار وہ تحریک کامیاب ثابت ہوئی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق اس معاہدہ کو دیمک نے چاٹ لیا ہے صرف اسم ذات اللہ باقی ہے۔ اس کے بعد جب دستاویز کو کعبہ کے اندر سے نکالا گیا تو واقعی ایسا ہی ہوا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے نام کے پوری دستاویز کے حروف کو کیڑوں نے کھا لیا تھا۔ مطعم بن عدی نے سب کے سامنے اس دستاویز کو پھاڑ کر پھینک دیا اور پھر قریش کے چند بہادر باوجودیکہ یہ سب کے سب اس وقت کفر کی حالت میں تھے ہتھیار لے کر گھاٹی میں پہنچے اور خاندان بنو ہاشم کے ایک ایک آدمی کو وہاں سے نکال لائے، منصور بن عکرمہ جس نے ان تجاویز کو لکھا تھا اس پر یہ قہر الٰہی ٹوٹ پڑا کہ اس کا ہاتھ شل ہو کر سوکھ گیا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۶)

غم کا سال

وصال حضرت بی بی خدیجہ

۱۰ نبوی میں چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا جس کا اثر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر تازہ ہی تھا کہ ٹھیک صرف تین دن کے بعد ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی وصال ہو گیا مکہ میں ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ جس ہستی نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت میں اپنا تن من دھن سب قربان کیا وہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات گرامی وقار تھی جس وقت دنیا میں کوئی آپ کا مخلص، مشیر اور غمخوار نہیں تھا۔ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ ہی تھیں کہ ہر پریشانی کے موقع پر پوری جاں نثاری کے ساتھ آپ کی غمگساری اور دلداری کرتی رہتی تھیں۔ اس لئے ابو طالب اور حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں کی وفات سے آپ کے مددگار اور غمگسار دونوں ہی دنیا سے اٹھ گئے جس سے آپ کے قلب نازک پر اتنا عظیم صدمہ گزرا کہ آپ نے اس سال کا نام ہی ''عام الحزن'' (غم کا سال) رکھ دیا۔

حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رمضان ۱۰ نبوی میں وفات پائی۔ بوقت وفات پینسٹھ برس کی عمر تھی۔ مقام حجون قبرستان جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئیں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس ان کی قبر مقدس میں اترے اور اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کی لاش مبارکہ کو زمین کے سپرد فرمایا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۹۶)

مدینہ میں اسلام کی اشاعت

انصار اگرچہ بت پرست تھے مگر یہودیوں کے میل جول سے اتنا جانتے تھے کہ نبی آخر الزماں کا ظہور ہونے والا ہے اور مدینہ کے یہودی اکثر انصار کے دونوں قبیلوں اوس و خزرج کو دھمکیاں بھی دیا کرتے تھے کہ نبی آخر الزماں کے ظہور کے وقت ہم ان کے لشکر میں شامل ہو کر بت پرستوں کو دنیا سے نیست و نابود کر ڈالیں گے۔ اس لئے نبی آخر الزماں کی تشریف آوری کا یہود اور انصار دونوں کو انتظار تھا۔

۱۱ نبوی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معمول کے مطابق حج میں آنے والے قبائل کو دعوت اسلام دینے کے لئے منیٰ کے میدان میں تشریف لے گئے اور قرآن مجید کی آیتیں سنا سنا کر لوگوں کے سامنے اسلام کو پیش فرمانے لگے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں عقبہ (گھاٹی) کے پاس جہاں آج مسجد العقبہ ہے تشریف فرما تھے کہ قبیلہ خزرج کے چھ آدمی آپ کے پاس آگئے۔ آپ نے ان لوگوں سے ان کا نام و نسب پوچھا پھر قرآن کی چند آیتیں سنا کر ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جس سے یہ لوگ بے حد متاثر ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر کہنے لگے کہ یہودی جس نبی آخر الزماں کی خوشخبری دیتے رہے ہیں یقیناً وہ نبی یہی ہیں۔

لہٰذا ایسا نہ ہو کہ یہودی ہم سے پہلے اسلام کی دعوت قبول کر لیں یہ کہہ کر سب ایک ساتھ مسلمان ہو گئے اور مدینہ جا کر اپنے

اہل خاندان اور رشتہ داروں کو بھی اسلام کی دعوت دی جن چھ خوش نصیبوں نے پہلے اسلام قبول کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:
(۱) حضرت ابوالہیثم بن تلہان (۲) حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ (۳) حضرت عوف بن حارث (۴) حضرت رافع بن مالک (۵) حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ (۶) حضرت جابر بن عبداللہ بن ریاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔
(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۱)

بیعت عقبہ اولیٰ

دوسرے سال ۱۲ نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے بارہ اشخاص منی کی اس گھاٹی میں چھپ کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے تاریخ اسلام میں اسی بیعت کو بیعت عقبہ اولیٰ کہتے ہیں۔ ساتھ ہی ان لوگوں نے حضور مالک کل صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست بھی کی کہ احکام اسلام کی تعلیم کے لئے کوئی معلم بھی ان لوگوں کے ساتھ کردیا جائے۔ چنانچہ حضور معلم مکارم اخلاق حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ وہ مدینہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرے اور انصار کے ایک ایک گھر میں جا جا کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور روزانہ ایک دو نئے آدمی آغوش اسلام میں آنے لگے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ مدینہ سے قبا تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔ قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بہت ہی بہادر اور بااثر شخص تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جب ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے پہلے تو اسلام سے نفرت و بیزاری ظاہر کی مگر جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ان کو قرآن مجید پڑھ کر سنایا تو ایک دم ان کا دل پسیج گیا اور اس قدر متاثر ہوئے کہ سعادت ایمان سے سرفراز ہوگئے ان کے مسلمان ہوتے ہی ان کا قبیلہ اوس بھی دامن اسلام میں آگیا۔

اسی سال ماہ رجب کی ستائیسویں رات میں حضور اقدس سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت بیداری معراج جسمانی ہوئی اور اسی سفر معراج میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔ (ایضاً ج ۱ ص ۲۱۶)

بیعت عقبہ ثانیہ

۱۳ نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے تقریباً بہتر اشخاص نے منیٰ کی اس گھاٹی میں اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپ کر حضور عالم ماکان وما یکون کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ ہم لوگ آپ کی اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کردیں گے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مدینہ والوں سے کہا: دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان بنو ہاشم میں ہر طرح محترم اور باعزت ہیں، ہم لوگوں نے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے اب تم لوگ ان کو اپنے وطن میں لے جانے کے خواہشمند ہو تو سن لو! اگر مرتے دم تک تم لوگ ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ہے ورنہ ابھی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔

یہ سن کر براء بن عازب رضی اللہ عنہ طیش میں آکر کہنے لگے کہ ہم لوگ تلوار کی گود میں پلے ہیں۔ حضرت براء بن عازب

رضی اللہ عنہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ نے بات کاٹتے ہوئے یہ کہا: یارسول اللہ! ہم لوگوں کے یہودیوں سے پرانے تعلقات ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے مسلمان ہو جانے کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ہم لوگوں کو چھوڑ کر اپنے وطن مکہ چلے جائیں؟ یہ سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ تم لوگ اطمینان رکھو کہ تمہارا خون میرا خون ہے اور یقین کرو کہ میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست ہے۔

(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۱۶ وسیرۃ المصطفیٰ ص ۱۵۹ وسیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۴۴۲، ۴۴۱)

جب انصار یہ بیعت کر رہے تھے تو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے یا حضرت عباس بن نضلہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے بھائیو! تمہیں یہ بھی خبر ہے کہ تم لوگ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ خوب سمجھ لو کہ یہ عرب و عجم کے ساتھ اعلان جنگ ہے؟ انصار نے طیش میں آکر نہایت ہی پر جوش لہجے میں کہا: ہاں، ہاں ہم لوگ اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ بیعت ہو جانے کے بعد آپ نے اس جماعت میں بارہ آدمیوں کو نقیب (سردار) مقرر فرمایا ان میں نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین اشخاص قبیلہ اوس کے تھے۔ (ایضاً ج ۱ ص ۳۱۷)

ہجرت مدینہ

مدینہ منورہ میں جب اسلام اور مسلمانوں کو پناہ مل گئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو عام اجازت دے دی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی ان کے بعد یکے بعد دیگرے دوسرے لوگ بھی مدینہ روانہ ہونے لگے جب کفار قریش کو پتہ چلا تو انہوں نے روک ٹوک شروع کر دی مگر چھپ چھپا کر لوگوں نے ہجرت کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بہت سے صحابہ کرام مدینہ منورہ چلے گئے۔ صرف وہی حضرات مکہ میں رہ گئے جو یا تو کافروں کی قید میں تھے یا اپنی مفلسی کی وجہ سے مجبور تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ ابھی تک خدا کی طرف سے ہجرت کا حکم نہیں ملا تھا اس لئے آپ مکہ میں ہی مقیم رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی آپ نے روک لیا تھا۔ لہٰذا یہ دونوں شمع نبوت کے پروانے بھی آپ ہی کے ساتھ مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

کفار کی کانفرنس

جب مکہ کے کافروں نے یہ دیکھ لیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے مددگار مکہ کے باہر مدینہ میں بھی ہو گئے اور مدینہ جانے والے مسلمانوں کو انصار نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے تو کفار مکہ کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی مدینہ چلے جائیں اور وہاں سے اپنے حامیوں کی فوج لے کر مکہ پر چڑھائی کر دیں۔

چنانچہ اسی خطرہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے کفار مکہ نے اپنے دارالندوہ (پنچایت گھر) میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد کی اور یہ کفار مکہ کا ایسا زبردست اجتماع تھا کہ مکہ کا کوئی بھی ایسا دانشور اور بااثر شخص نہ تھا جو اس کانفرنس میں شریک نہ ہوا ہو۔ شیطان لعین بھی کمبل اوڑھے ایک بزرگ شیخ کی صورت میں آ گیا۔ قریش کے سرداروں نے نام و نسب پوچھا تو بولا کہ "میں شیخ نجدی ہوں" اس لئے میں اس کانفرنس میں آ گیا ہوں کہ میں بھی تمہارے معاملے میں اپنی رائے پیش کروں۔ یہ سن کر قریش کے سرداروں نے ابلیس لعین کو بھی اپنی کانفرنس میں شریک کرلیا اور کانفرنس کی کارروائی شروع ہوگئی۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ پیش ہوا تو بختری نے یہ رائے دی کہ ان کو کسی کوٹھری میں بند کر دیا جائے اور ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک سوراخ سے کھانا پانی دیا جائے۔

ابوالاسود ربیعہ بن عمرو عامری نے مشورہ دیا کہ ان کو مکہ سے نکال دیا جائے تا کہ یہ کسی دوسرے شہر میں جا کر رہیں اس طرح ہم کو ان کی تبلیغ سے نجات مل جائے گی۔

شیخ نجدی نے ان تمام مشوروں کو کاٹ دیا اور کہا: یہ تجاویز نہایت فرسودہ ہیں۔

ابوجہل بولا کہ صاحبو! میرے ذہن میں ایک رائے ہے جو اب تک کسی کو نہیں سوجھی، یہ سن کر سب کے کان کھڑے ہو گئے اور سب نے بڑے اشتیاق کے ساتھ پوچھا کہ کہئے وہ کیا ہے؟...... تو ابوجہل نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ کا ایک مشہور بہادر تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہو اور سب یک بارگی حملہ کر کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈالے اس تدبیر سے خون کرنے کا جرم تمام قبیلوں کے سر پر رہے گا ظاہر ہے کہ خاندان بنو ہاشم اس خون کا بدلہ لینے کی تمام قبیلوں سے طاقت نہیں رکھتے اس لئے یقیناً وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم لوگ مل جل کر آسانی کے ساتھ خون بہا کی رقم ادا کر دیں گے۔ ابوجہل کی یہ خونی تجویز سن کر شیخ نجدی (شیطان) مارے خوشی کے اچھل پڑا اور کہا: بیشک یہ تدبیر بالکل درست ہے اس کے سوا اور کوئی تجویز قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تمام شرکائے کانفرنس نے اتفاق رائے سے اس تجویز کو پاس کر دیا اور مجلس شوریٰ برخاست ہوگئی۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں اسی واقعہ کا ذکر اس طرح ہے۔

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ط وَیَمْکُرُوْنَ وَ یَمْکُرُ اللّٰہُ ط وَ اللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ o

"اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر دیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے"۔ (کنزالایمان ۹ ع ۱۷)

واقعہ ہجرت

جب کفار مکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر اتفاق کر کے کانفرنس ختم کر چکے اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام رب العالمین کا حکم لے کر نازل ہو گئے کہ اے محبوب! آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں اور

ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں چنانچہ عین دو پہر کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: سب گھر والوں کو ہٹا دو، کچھ مشورہ کرنا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ یہاں آپ کی اہلیہ حضرت عائشہ صدیقہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اس وقت حضرت عائشہ سے حضور کی شادی ہو چکی تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت عطا فرما دی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے بھی ہمراہی کا شرف عطا فرمائیے۔ آپ نے ان کی درخواست منظور فرمالی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چار مہینے سے دو اونٹنیاں ببول کی پتی کھلا کھلا کر تیار کی تھیں کہ ہجرت کے وقت یہ سواری کے کام آئیں گی۔ عرض کیا: یارسول اللہ! ان میں سے ایک اونٹنی آپ قبول فرمالیں آپ نے ارشاد فرمایا: قبول ہے مگر قیمتاً، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بادل ناخواستہ فرمان رسالت سے مجبور ہو کر قبول کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو اس وقت بہت کم عمر تھیں لیکن ان کی بڑی بہن حضرت بی بی اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سامان سفر درست کیا اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کافر کو جس کا نام عبداللہ بن اریقط تھا اور جو راستوں کا ماہر تھا راہنمائی کے لئے اجرت پر نوکر رکھا اور ان دونوں اونٹوں کو اس کے سپرد کر کے فرمایا: تین راتوں کے بعد وہ ان دونوں اونٹوں کو لے کر غار ثور کے پاس آجائے۔ یہ سارا انتظام کر لینے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان پر تشریف لائے۔ (بخاری شریف ج اص ۵۵۳)

کاشانہ نبوت کا محاصرہ

کفار مکہ نے اپنے پروگرام کے مطابق کاشانہ نبوت کو گھیر لیا اور انتظار کرنے لگے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سو جائیں تو ان پر قاتلانہ حملہ کیا جائے اس وقت گھر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ کفار مکہ اگرچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت پر کفار کو اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اپنے قیمتی مال و اسباب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امانت رکھتے تھے چنانچہ اس وقت بھی بہت سی امانتیں کاشانۂ نبوت میں تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو اور میرے چلے جانے کے بعد تم قریش کی تمام امانتیں ان کے مالکوں کو سونپ کر مدینہ چلے آنا......

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بستر نبوت پر جان ولایت کو سلا کر ایک مٹھی خاک ہاتھ میں لی اور سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیتوں کو تلاوت فرماتے ہوئے کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لائے اور محاصرہ کرنے والے کافروں کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے مجمع سے صاف نکل گئے۔ نہ کسی کو نظر آئے نہ کسی کو کچھ خبر ہوئی۔ ایک دوسرا شخص جو اس مجمع میں موجود نہ تھا اس نے ان لوگوں کو خبر دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں سے نکل گئے اور چلتے وقت تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں؟ چنانچہ ان کور بختوں نے اپنے سروں پر ہاتھ پھیرا تو واقعی ان کے سروں پر خاک اور دھول پڑی ہوئی تھی۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۵۷) حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کاشانہ نبوت سے نکل کر مقام خزورہ کے پاس کھڑے ہو گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ کعبہ شریف کو دیکھ کر فرمایا:

''اے شہر مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے پیارا ہے اگر قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا'' (مدارج النبوہ ج ۲ ص ۵۷)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اسی جگہ آ گئے اور اس خیال سے کہ کفار مکہ ہمارے قدموں کے نشان سے ہمارا راستہ پہچان کر ہمارا پیچھا نہ کریں۔ پھر یہ بھی دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے نازک زخمی ہو گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے کاندھوں پر سوار کرلیا اور اس طرح خاردار جھاڑیوں اور نوک دار پتھروں والی پہاڑیوں کو روندتے ہوئے اسی رات غار ثور جا پہنچے۔ (مدارج النبوہ ج ۲ ص ۵۸)

سو اونٹ کا انعام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو غار ثور میں تشریف فرما ہو گئے ادھر کاشانہ نبوت کا محاصرہ کرنے والے کفار مکہ جب صبح کو مکان میں داخل ہوئے تو بستر نبوت پر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تھے ظالموں نے تھوڑی دیر آپ سے پوچھ گچھ کر کے چھوڑ دیا پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش و جستجو میں مکہ اور اطراف و جوانب کا چپہ چپہ چھان مارا یہاں تک کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار ثور تک پہنچے مگر غار ثور کے منہ پر اس وقت خداوندی حفاظت کا پہرہ لگا ہوا تھا یعنی غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور کنارے پر کبوتری انڈے دے رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر کفار قریش آپس میں کہنے لگے کہ اگر اس غار میں کوئی انسان موجود ہوتا تو نہ مکڑی جالا تنتی نہ کبوتری یہاں انڈے دیتی۔ کفار کی آہٹ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھبراہٹ کا اظہار فرمایا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا مت گھبراؤ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اہل مکہ جب تھک ہار چکے تو اشتہار دے دیا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو ایک سو اونٹ انعام ملے گا۔ اس گرانقدر انعام کے لالچ میں بہت سے لالچی لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے اور کچھ لوگ تو منزلوں دور تک تعاقب میں گئے۔

اُمّ معبد کی بکری

دوسرے روز مقام قدید میں ام معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے مکان پر آپ کا گزر ہوا ام معبد ایک ضعیفہ عورت تھیں جو اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھی رہا کرتی تھیں اور مسافروں کو کھانا پانی دیا کرتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ کھانا خریدنے کا قصد کیا مگر اس کے پاس کوئی چیز موجود نہ تھی اس کے بعد ان کی بکری کی جانب آپ نے دیکھا جو نہایت ہی لاغر تھی۔ آپ نے فرمایا: کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ ام معبد نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: اگر تم اجازت دو تو میں اس کا دودھ دوہ لوں؟ انہوں نے اجازت دے دی اور آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھن کو ہاتھ لگایا تو اس کا تھن دودھ سے بھر گیا اور اتنا دودھ نکلا کہ سب

لوگ سیراب ہو گئے اور ام معبد کے تمام برتن دودھ سے بھر گئے یہ معجزہ دیکھ کر ام معبد اور ان کے خاوند دونوں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

ام معبد کی یہ بکری ۱۸ھ تک زندہ رہی اور برابر دودھ دیتی رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب عام الرماد کا سخت قحط پڑا کہ تمام جانوروں کے تھنوں کا دودھ خشک ہو گیا اس وقت بھی یہ بکری صبح و شام برابر دودھ دیتی رہی۔

(زرقانی علی المواہب ج۱ ص۲۴۶)

سراقہ کا گھوڑا

جب ام معبد کے گھر سے حضور ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم آگے کی جانب روانہ ہوئے تو مکہ کا ایک مشہور شہسوار سراقہ بن مالک بن جعشم تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب کرتا نظر آیا۔ قریب پہنچ کر حملہ کرنے کا ارادہ کیا معاً اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا مگر سو اونٹوں کا انعام کوئی معمولی چیز نہ تھی۔ انعام کے لالچ نے اسے دوبارہ ابھارا اور وہ حملہ کی نیت سے آگے بڑھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے پتھریلی زمین میں سراقہ کے گھوڑے کا پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ یہ معجزہ دیکھ کر خوف و دہشت سے کانپنے لگا اور امان امان پکارنے لگا۔ آپ نے دعا فرمادی تو زمین نے اس کے گھوڑے کو چھوڑ دیا اس کے بعد سراقہ نے عرض کیا: مجھ کو امن کا پروانہ لکھ دیجئے؟ چنانچہ آپ کے حکم سے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے امن کا پروانہ لکھ دیا۔ سراقہ امن کی تحریر لے کر واپس لوٹ گیا اور جو راستے میں ملتا اس کو یہ کہہ کر لوٹا دیتا کہ میں نے بڑی دور تک تلاش کیا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف نہیں ہیں۔ سراقہ اس وقت تو مسلمان نہیں ہوئے مگر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ اور جنگ طائف و حنین سے فارغ ہو کر جعرانہ میں پڑاؤ کیا تو سراقہ نے اسی پروانہ امن کو لے کر اپنے قبیلہ کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔

(دلائل النبوہ ج۲ ص۱۱۵ و مدارج النبوہ ج۲ ص۶۲)

شہنشاہِ رسالت مدینہ میں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر چونکہ مدینہ میں پہلے سے پہنچ چکی تھی اور عورتوں و بچوں تک کی زبانوں پر آپ کی تشریف آوری کا چرچا تھا اس لئے اہل مدینہ آپ کے دیدار کے لئے انتہائی مشتاق و بیقرار تھے۔ روزانہ صبح سے نکل نکل کر شہر کے باہر سراپا انتظار بن کر استقبال کے لئے تیار رہتے تھے اور جب دھوپ تیز ہو جاتی تو حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاتے۔ ایک دن معمول کے مطابق اہل مدینہ آپ کی راہ دیکھ کر واپس جا چکے تھے کہ ناگہاں ایک یہودی نے اپنے قلعہ سے دیکھا کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری مدینہ کے قریب آ پہنچی ہے تو اس نے باآواز بلند پکارا کہ اے مدینہ والو! تم جس کا روزانہ انتظار کرتے تھے وہ کاروان رحمت آ گیا۔ یہ سن کر تمام انصار بدن پر ہتھیار سجا کر اور وجد و شادمانی سے بیقرار ہو

کردونوں عالم کے تاجدار کا استقبال کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور نعرۂ تکبیر کی آوازں سے تمام شہر گونج اٹھا۔
(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۳)

مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر جہاں آج مسجد قبا بنی ہوئی ہے بارہ ربیع الاول کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے اور قبیلہ عمرو بن عوف کے خاندان میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف فرما ہوئے۔ اکثر صحابہ کرام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے وہ لوگ بھی اس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی حکم نبوی کے مطابق قریش کی امانتیں لوٹا کر تیسرے دن مکہ سے چل پڑے تھے۔ وہ بھی مدینہ آگئے اور اسی مکان میں قیام فرمایا اور حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان والے ان تمام مقدس مہمانوں کی مہمان نوازی میں دن رات مصروف رہنے لگے۔

مدنی زندگی

﴿ہجرت کا پہلا سال سن ۱ھ﴾

مسجد قبا

قبا میں سب سے پہلا کام ایک مسجد کی تعمیر تھی۔ اس مقصد کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کی ایک زمین کو پسند فرمایا جہاں خاندان عمرو بن عوف کی کھجوریں سکھائی جاتی تھیں۔ اسی جگہ آپ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی یہی وہ مسجد ہے جو آج بھی مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے اور جس کی شان میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○ (توبہ)

''یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔ وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جن کو پاکی پسند ہے اور اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے''۔

اس مبارک مسجد کی تعمیر میں صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہ نفس نفیس اپنے دست مبارک سے بڑے بڑے پتھروں کو اٹھاتے جس سے جسم مبارک خم ہو جاتا۔ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۸۰)

مسجد الجمعہ

چودہ یا چوبیس روز کے قیام میں مسجد قباء کی تعمیر فرما کر جمعہ کے دن آپ قباء سے شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں

قبیلہ بنی سالم کی مسجد میں پہلا جمعہ آپ نے پڑھا۔ یہی وہ مسجد ہے جو آج تک مسجد الجمعہ کے نام سے مشہور ہے۔ اہل شہر کو خبر ہوئی تو ہر طرف سے لوگ جذبات شوق میں مشتاقانہ استقبال کے لئے دوڑ پڑے۔ بنو النجار ہتھیار لگائے قباء سے شہر تک دورویہ صفیں باندھے مستانہ وار چل رہے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں تمام قبائل کی محبت کا شکریہ ادا کرتے اور سب کو خیر و برکت کی دعائیں دیتے ہوئے جا رہے تھے شہر قریب آ گیا تو اہل مدینہ کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین خواتین مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں اور یہ استقبالیہ اشعار پڑھنے لگیں کہ:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا مادعی للّٰہ داعی

ہم پر چاند طلوع ہو گیا وداع کی گھاٹیوں سے، ہم پر خدا کا شکر واجب ہے، جب تک کہ اللہ سے دعا مانگنے والے دعا مانگتے رہیں۔ (زرقانی المواہب ج ۱ ص ۳۵۹، ۳۶۰)

ابو ایوب انصاری کا مکان

تمام قبائل انصار جو راستہ میں تھے انتہائی جوش و مسرت کے ساتھ اونٹنی کی مہار تھام کر عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! آپ ہمارے گھر کو شرف نزول بخشیں۔ مگر آپ ان سب محبین سے یہی فرماتے کہ میری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو جس جگہ خدا کو منظور ہو گا اسی جگہ میری اونٹنی بیٹھ جائے گی۔ چنانچہ جس جگہ آج مسجد نبوی شریف ہے اس کے پاس حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان تھا اسی جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ آپ کی اجازت سے آپ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کے مکان پر قیام فرمایا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۲)

تعمیر مسجد نبوی

مدینہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں مسلمان باجماعت نماز پڑھ سکیں اس لئے مسجد کی تعمیر نہایت ضروری تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام گاہ کے قریب ہی بنو نجار کا ایک باغ تھا آپ نے مسجد تعمیر کرنے کے لئے اس باغ کو قیمت دے کر خریدنا چاہا۔ ان لوگوں نے یہ کہہ کر کہ یا رسول اللہ! ہم خدا ہی سے اس کی قیمت (اجر و ثواب) لیں گے۔ مفت میں یہ زمین مسجد کی تعمیر کے لئے پیش کر دی لیکن چونکہ یہ زمین اصل میں دو یتیموں کی تھی آپ نے ان دونوں یتیم بچوں کو طلب فرمایا۔ ان یتیم بچوں نے بھی زمین مسجد کے لئے نذر کرنی چاہی مگر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے آپ نے اس کی قیمت ادا فرما دی۔ (ایضاً ص ۶۸)

رخصتی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح تو ہجرت سے قبل ہی مکہ میں ہو چکا تھا مگر ان کی رخصتی ہجرت کے پہلے ہی سال مدینہ میں ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ دودھ سے لوگوں کی دعوت

ولیمہ فرمائی۔(ایضاص ۷۰)

اذان کی ابتدا

مسجد نبوی کی تعمیر ہوگئی مگرلوگوں کونمازوں کے وقت جمع کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا جس سے نماز با جماعت کا انتظام ہوتا۔ اس سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا۔بعض نے نمازوں کے وقت آگ جلانے اور ناقوس بجانے کا مشورہ دیا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ان طریقوں کو پسند نہیں فرمایا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش کی کہ ہر نماز کے وقت آدمی کو بھیج دیا جائے جو پوری مسلم آبادی میں نماز کا اعلان کردے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے کو پسند فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کوحکم فرمایا: وہ نمازوں کے وقت لوگوں کو پکار دیا کریں چنانچہ الصلوٰۃ جامعۃ کہہ کر پانچوں نمازوں کے وقت اعلان کرتے تھے۔اس درمیان میں ایک صحابی حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ اذان شرعی کے الفاظ کوئی سنا رہا ہے۔اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کوبھی اس قسم کے خواب نظر آئے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منجانب اللہ سمجھ کر قبول فرمالیا اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کوحکم دیا کہ تم بلال کو اذان کے کلمات سکھادو کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں۔چنانچہ اسی دن سے شرعی اذان کا طریقہ (جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا) شروع ہوگیا۔

(زرقانی علی المواھب ج اص ۳۷۶ و بخاری)

یہودیوں سے معاہدہ

مدینہ میں انصار کے علاوہ بہت سے یہودی بھی آباد تھے،ان یہودیوں کے تین قبیلے بنی قینقاع، بنونضیر و بنوقریظہ مدینے کے اطراف میں آباد تھے اور نہایت مضبوط محلات اور مستحکم قلعے بنا کر رہتے تھے۔ہجرت سے پہلے یہود وانصار میں ہمیشہ اختلاف رہتا تھا اور وہ اختلاف اب بھی موجود تھا انصار کے دونوں قبیلے اوس وخزرج بہت کمزور ہو چکے تھے کیونکہ مشہور لڑائی جنگ بعاث میں ان دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار اور نامور بہادر آپس میں لڑکر قتل ہو چکے تھے اور یہودی ہمیشہ اس قسم کی تدبیروں اور شرارتوں میں لگے رہتے تھے کہ انصار کے یہ دونوں قبائل ہمیشہ ٹکراتے رہیں اور کبھی بھی متحد نہ ہونے پائیں ان وجوہات کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور مسلمانوں کے آئندہ تعلقات کے بارے میں ایک معاہدہ کی ضرورت محسوس فرمائی تاکہ دونوں فریق امن وسکون کے ساتھ رہیں اور آپس میں کوئی تصادم اور ٹکراؤ نہ ہونے پائے۔چنانچہ آپ نے انصار اور یہود کو بلا کر معاہدہ کی ایک دستاویز لکھوائی جس پر دونوں فریقوں کے دستخط ہوگئے اس معاہدہ کی دفعات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا تھا اب بھی وہ قائم رہے گا (۲) یہودیوں کو مذہبی آزادی حاصل رہے گی ان کی مذہبی رسوم میں کوئی دخل اندازی نہیں کی جائے گی (۳) یہودی اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے (۴) یہودی اور

مسلمان کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا (۵) اگر مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق مل کر حملہ آور کا مقابلہ کریں گے (۶) کوئی فریق قریش اور ان کے مددگاروں کو پناہ نہیں دے گا (۷) کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا فریق بھی اس صلح میں شامل ہوگا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ رہے گی۔ (سیرت ابن ہشام ج ۲ص ۵۰۱،۵۰۲)

﴿ہجرت کا دوسرا سال ۲ھ﴾

پہلی ہجری کی طرح ۲ھ میں بھی بے شمار اہم واقعات وقوع پذیر ہوئے جن کی ہلکی سی جھلک بخوف طوالت آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ٥ اسی سال قبلہ کی تبدیلی ہوئی کہ سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس قبلہ رہا ٥ اسی سال ۱۲ صفر کو رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی اجازت دی ٥ اسی سال جہاد کی آیت نازل ہونے کے بعد سب سے پہلے جو ایک لشکر کفار کے مقابلے کے لئے روانہ فرمایا اس کا نام سریہ حمزہ رکھا ٥ اسی سال سریہ عبیدہ بن الحارث میں اسی مہاجرین کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن الحارث کو سفید جھنڈے کے ساتھ امیر بنا کر دابغ کی طرف روانہ کیا مگر تمام کفار ڈر کر بھاگ گئے ٥ اسی سال ذوالقعدہ میں سریہ سعد بن ابی وقاص رونما ہوا ٥ اسی سال غزوہ ابواء رونما ہوا یہ سب سے پہلا غزوہ ہے جس میں پہلی مرتبہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے ارادہ سے ماہ صفر ۲ھ میں مہاجرین کے ساتھ نکلے اور پندرہ روز کے بعد مدینہ واپس آئے۔ اسی سال ابولہب کی عبرتناک موت ہوئی ٥ اسی سال غزوۂ بنی قینقاع ہوا غزوۂ بواط، غزوۂ سفوان، غزوۂ ذی العشیرہ، سریہ عبداللہ بن جحش رونما ہوا ٥ اسی سال جنگ بدر ہوئی جس میں کل چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین اور آٹھ انصار۔ جس جنگ نے اسلام کی عظمت کو دنیا کے سامنے دن کے دوپہر کی طرح روشن کر دیا ٥ اسی سال روزہ، زکوٰۃ کی فرضیت کے احکام نازل ہوئے ٥ اسی سال عیدالفطر کی نماز جماعت کے ساتھ عیدگاہ میں ادا کی گئی ٥ اسی سال حضرت فاطمہ کی شادی ہوئی ٥ اسی سال صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم جاری ہوا ٥ اسی سال دس ذوالحجہ بقرعید کی نماز ادا فرمائی اور نماز کے بعد آپ نے دو مینڈھوں کی قربانی فرمائی ٥ اسی سال غزوہ سویق، غزوہ قرقرالکدر، غزوہ نجران وغیرہ واقع ہوئے۔

(زرقانی علی المواہب، مدارج النبوۃ ج ۲، بخاری وغیرہ)

﴿ہجرت کا تیسرا سال ۳ھ﴾

اس سال کا سب سے بڑا واقعہ جنگ احد ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴ شوال کو بعد نماز جمعہ مدینہ سے روانہ ہوئے اور اس جنگ میں حضرت حمزہ، حضرت حنظلہ، حضرت مصعب بن عمیر، زیاد بن مسکن رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شہید ہوئے۔ اس میں کل ستر صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا جن میں چار مہاجرین اور چھیاسٹھ انصار تھے اور تیس کفار بھی نہایت ذلت کے ساتھ جہنم رسید ہوئے ٥ اسی جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دندان مبارک شہید ہوئے اور نیچے کا مقدس ہونٹ زخمی ہوا ٥ اسی جنگ میں ہندہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبایا ٥ اسی سال غزوہ غطفان ربیع الاول میں واقع

ہوا○ اسی سال دعثور نامی کافر نے آپ پر تلوار کھینچ کر کہا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا○ اسی سال ١٥ رمضان کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی○ اسی سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا○ اسی سال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی○ اسی سال میراث کے احکام وقوانین نازل ہوئے○ اسی سال ہمیشہ کے لئے مشرکہ عورتوں کا نکاح مسلمانوں پر حرام کردیا گیا۔

(زرقانی علی المواہب، مدارج النبوہ، بخاری وغیرہ)

﴿ہجرت کا چوتھا سال ۴ھ﴾

اسی سال سریہ ابوسلمہ یکم محرم کو واقع ہوا مگر کفار خوف سے کافی مال واسباب چھوڑ کر بھاگ گئے○ اسی سال سریہ عبداللہ بن انیس اور حادثہ رجیع واقع ہوا○ اسی سال ماہ صفر میں بیر معونہ کا مشہور واقعہ پیش آیا○ اسی سال غزوۂ بنو نضیر صغریٰ رونما ہوا○ اسی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت عبداللہ بن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی○ اسی سال ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی○ اسی سال آپ نے ام المومنین حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد نکاح فرمایا○ اسی سال حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی فاطمہ بنت اسد کا وصال ہوا○ اسی سال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی○ اسی سال ایک یہودی نے ایک یہودیہ عورت کے ساتھ زنا کیا تو یہودیوں نے یہ مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا تو آپ نے توراۃ وقرآن دونوں کتابوں کے فرمان کے مطابق اس کو سنگسار کرنے کا فیصلہ فرمایا○ اسی سال طعمہ بن ابیرق نے جو مسلمان تھا چوری کی تو آپ نے قرآن کے حکم سے اس کا ہاتھ کٹوادیا۔

اور بعض مؤرخین کے نزدیک شراب کی حرمت کا حکم بھی اسی سال نازل ہو، اور بعض ٦ھ اور بعض کے نزدیک ٨ھ میں شراب حرام کی گئی۔ (ایضاً)

﴿ہجرت کا پانچواں سال ۵ھ﴾

○ اسی سال غزوۂ ذات الرقاع پیش ہوا جس غزوہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چار سو جاں نثاروں کے ساتھ گئے مگر کفار بھاگ گئے چند عورتیں ملیں جن کو گرفتار کرلیا گیا○ مشہور امام سیرت ابن اسحٰق کا قول ہے کہ سب سے پہلے اسی غزوہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الخوف پڑھی○ اس سال ربیع الاول شریف میں غزوۂ دومۃ الجندل واقع ہوا جس میں ایک ماہ تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر رہے○ اسی سال ٢ شعبان کو غزوۂ مریسیع ہوا جس میں ایک مسلمان شہید ہوئے، دس کفار مارے گئے اور سات سو سے زائد کفار گرفتار کئے گئے۔ دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت میں صحابہ کرام کو ہاتھ آئے○ اسی سال حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا○ اسی سال واقعہ افک ہوا اور سورۂ نور سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طہارت کا اعلان ہوا○ اسی سال آیت تیمم نازل ہوئی○ اسی

سال جنگ خندق واقع ہوئی جس میں صرف چھ مسلمان شہید ہوئے۔○اسی سال عمرو بن عبدود مارا گیا جو جنگ بدر میں زخمی ہو کر بھاگ نکلا تھا اور جو ایک ہزار سواروں کے برابر بہادر مانا جاتا تھا○اسی سال نوفل مارا گیا○اسی سال حضرت سعد ابنؓ معاذ جنگ خندق میں شہید ہوئے جن کی شہادت پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن معاذ کی شہادت سے عرش الٰہی ہل گیا○اسی سال خندق کی واپسی میں غزوہ بنی قریظہ واقع ہوا○اسی سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت بی بی زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا○اسی سال مسلمان عورتوں پر پردہ فرض ہوا○اسی سال حد قذف (کسی پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا) اور لعان وظہار کے احکام نازل ہوئے۔(ایضاً)

﴿ہجرت کا چھٹا سال ۶ھ﴾

○اسی سال واقعہ بیعت الرضوان اور صلح حدیبیہ واقع ہوا○اسی سال سرکار نے سلاطین عالم کے نام دعوت اسلام روانہ فرمائی○اسی سال سریہ نجد واقع ہوا○اسی سال ابورافع جو اسلام کا زبردست دشمن اور بارگاہ رسالت کا بدترین گستاخ اور بے ادب تھا قتل کر دیا گیا○اسی سال صلح حدیبیہ سے قبل چند چھوٹے چھوٹے لشکروں کو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اطراف میں روانہ فرمایا تاکہ وہ کفار کی مدافعت کرتے رہیں جن کے نام اس طرح ہیں سریہ قرطا، غزوہ بنی لحیان، سریہ الغمر، سریہ علی بجانب جموم، سریہ زید بجانب عیص، سریہ زید وادی القریٰ، سریہ علی بجانب بنی سعد، سریہ زید بجانب ام قرفہ، سریہ ابن رواحہ، سریہ ابن مسلمہ، سریہ زید بجانب طرف، سریہ عکل وعرینہ، سریہ ضمری○اسی سال قریش نے ابوسفیان کو مدینہ بھیجا کہ ہم صلح نامہ حدیبیہ میں اپنی شرائط سے دست بردار ہو گئے اور آپ ابوبصیر کو مدینہ بلالیں۔

(زرقانی علی المواہب، مدارج النبوہ، مسلم وبخاری وغیرہ)

﴿ہجرت کا ساتواں سال ۷ھ﴾

○اسی سال غزوہ ذات القرد غزوہ خیبر کے لئے روانہ ہونے سے تین روز قبل واقع ہوا○اسی سال غزوۂ خیبر محرم کے مہینے میں واقع ہوا جس میں قلعہ ناعم کے فتح کرنے میں پچاس مسلمان زخمی ہوئے مگر فتح حاصل ہوئی○اسی سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا○اسی سال سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب نے رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا کر دیا مگر خدا کے حکم سے بوٹی نے علی الاعلان آپ سے کہا: یارسول اللہ! مجھے تناول نہ فرمائیں۔اس لئے کہ مجھ میں زہر ملا دیا گیا ہے○اسی سال خیبر کے موقع پر مندرجہ ذیل فقہی مسائل کی حضور عالم ماکان ومایکون صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ فرمائی:

(۱) پنجہ دار پرندوں کو حرام فرمایا (۲) تمام درندہ جانوروں کی حرمت کا اعلان فرمایا (۳) گدھا اور خچر حرام کیا گیا (۴) عورتوں سے متعہ کرنا حرام کیا گیا (۵) چاندی سونے کی خرید وفروخت میں کمی بیشی کے ساتھ خریدنے اور بیچنے کو حرام فرمایا○اسی

سال وادی القریٰ کی جنگ واقع ہوئی ٥ فدک کی صلح اسی سال ہوئی ٥ اسی سال رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضا ادا فرمایا ٥ اسی سال عمرۃ القضا کے سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

(شمائل ترمذی و بخاری، زرقانی علی المواہب، مدارج النبوہ وغیرہ)

﴿ہجرت کا آٹھواں سال ۸ھ﴾

٥ اسی سال جنگ موتہ کا واقعہ ہوا جس میں صرف تین ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ لشکر کفار سے مقابلہ کیا اور حضور رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں صحابہ کرام کو جنگ کے حالات بتاتے رہے: دیکھو! اب جھنڈا زید نے لیا وہ شہید ہوگئے۔ پھر جعفر نے جھنڈا اٹھایا وہ بھی شہید ہوگئے، پھر عبداللہ بن رواحہ علمبردار بنے وہ بھی شہید ہوگئے۔ یہاں تک کہ جھنڈے کو خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار (خالد بن ولید) نے اپنے ہاتھوں میں لیا یہ خبریں حضور عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو سناتے رہے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے ٥ اسی سال جنگ موتہ اور فتح مکہ کے درمیان چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو کفار کی مدافعت کے لئے مختلف مقامات پر بھیجا جن کے نام یہ ہیں: ذات السلاسل، سریۃ الخبط، سریہ ابوقتادہ نجد، سریہ ابوقتادہ اضم، مگر ان میں سریۃ الخبط زیادہ مشہور ہے اس سفر میں صحابہ کرام لگ بھگ ایک ماہ مدینہ سے باہر رہے اور بھوک کی شدت سے درختوں کے پتے کھاتے تھے کہ اچانک سمندر سے ایک ایسی مچھلی باہر آئی جو ایک پہاڑ کی مانند تھی جس کو تین سو صحابہ کرام اٹھارہ دنوں تک کھاتے رہے اور واپسی پر اس کے گوشت کو کاٹ کاٹ کر مدینہ منورہ تک لائے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ غیب سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رزق کا سامان مہیا کیا تھا جس کو آپ نے تناول فرمایا ٥ اسی سال ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء میں مکہ فتح ہوا ٥ اسی سال حالت سفر میں روزہ رکھنا موقوف ہوا ٥ اسی سال حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اسلام میں داخل ہوئے ٥ اور اسی سال حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کیا ٥ اسی سال جنگ حنین واقع ہوئی ٥ اسی سال جنگ اوطاس اور طائف کا محاصرہ ہوا ٥ اسی سال طائف سے محاصرہ اٹھا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ تشریف لائے یہاں اموال غنیمت کا بہت بڑا ذخیرہ تھا چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار سے زائد بکریاں، کئی من چاندی اور چھ ہزار قیدی۔ ان تمام مالوں کو تقسیم فرمایا ٥ اسی سال حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم مبارک سے تولد ہوئے ٥ اسی سال حضرت زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی ٥ اسی سال مسجد نبوی میں منبر رکھا گیا۔

(بخاری شریف، زرقانی علی المواہب، مدارج النبوہ وغیرہ)

﴿ہجرت کا نواں سال ۹ھ﴾

٥ اسی سال آیۃ تخییر وایلا کا حکم آیا ٥ اسی سال زکوٰۃ و صدقات کی وصولی کے لئے عاملوں کو مختلف قبائل میں بھیجا گیا ٥ اسی سال عدی بن حاتم طائی اور اس کی بہن نے اسلام قبول کیا ٥ اسی سال جنگ تبوک رونما ہوا جس میں تیس ہزار صحابہ کرام شریک

ہوئے اور جن کی ہیبت سے رومیوں کے اندر سراسیمگی چھاگئی اور وہ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسی سال منافقوں کی بنائی ہوئی مسجد ضرار کو منہدم کرکے آگ لگانے کا حکم اترا ○ اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر حج بنائے گئے ○ اسی سال زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا ○ اسی سال غیر مسلموں سے جزیہ لینے کا حکم نازل ہوا ○ اسی سال سود کی حرمت نازل ہوئی ○ اسی سال شاہ حبش حضرت اصحمہ کا وصال ہوا ○ اسی سال منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی مرگیا ○ اسی سال مختلف وفود عرب نے آپ کی بارگاہ میں آکر اسلام قبول کیا۔ (مدارج النبوۃ)

﴿ہجرت کا دسواں سال ۱۰ھ﴾

○ اسی سال آپ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا ○ اسی سال حجۃ الوداع کے بعد میدان عرفات میں آپ نے ایک عظیم خطبہ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوکر فرمایا ○ اسی سال منیٰ میں بھی ایک طویل خطبہ آپ نے دیا جس میں عرفات کے خطبہ کی طرح بہت سے مسائل واحکام کا اعلان فرمایا ○ اسی سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کا خطبہ دیا۔ (ایضاً)

﴿ہجرت کا گیارہواں سال ۱۱ھ﴾

○ اسی سال جیش اسامہ (سریہ اسامہ) واقع ہوا۔ یہ سب سے آخری فوج ہے جس کے روانہ کرنے کا حکم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ۲۶ صفر ۱۱ھ دوشنبہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور دوسرے دن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: میں نے تم کو اس فوج کا امیر لشکر مقرر کیا، حضرت اسامہ اپنی فوج میں تشریف لے گئے اور ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو کوچ کرنے کا اعلان فرما دیا۔ فوج کی تیاری ہی کے وقت خبر ملی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نزع کی حالت میں ہیں یہ خبر سن کر حضرت اسامہ فوراً مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ سکرات کے عالم میں ہیں اور اسی دن دوپہر یا سہ پہر کے وقت آپ کا وصال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

○ اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر رونق افروز ہونے کے بعد لشکر اسامہ کو روانہ فرمایا یہ لشکر اسلام فتح یابی سے ہمکنار ہوکر بے شمار مال غنیمت لے کر چالیس دن کے بعد مدینہ منورہ واپس آیا۔

(زرقانی علی المواہب، مدارج النبوہ، بخاری وغیرہ)

اعجاز مصطفائی صلی اللہ علیہ وسلم

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے معجزات نبوت پر ایک ضخیم کتاب ''خصائص کبریٰ'' لکھی ہے جس میں

ایک ہزار معجزوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے حجۃ اللہ علی العالمین میں کثیر معجزات ذکر کئے ہیں۔ اسی طرح اور مؤرخوں نے بھی لکھا ہے چنانچہ تین ہزار معجزے مشہور کتابوں میں پائے جاتے ہیں اور ائمہ صادقین سے مروی ہے کہ تین لاکھ معجزے آپ سے صادر ہوئے۔ تبرکاً چند معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

شق القمر

صحیح بخاری و مسلم میں بصراحت تامہ یہ قصہ مذکور ہے کہ رات کے وقت کفار قریش نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نشانی طلب کی، جو آپ کی نبوت پر شاہد ہو آپ نے اس کو یہ معجزہ دکھایا کفار کے علاوہ جلیل القدر صحابہ کرام نے بھی بچشم خود دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور اس کا ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر اور دوسرا ٹکڑا دوسرے پہاڑ پر ہے۔ یہ وہ معجزہ ہے جو کسی دوسرے پیغمبر کے لئے وقوع میں نہیں آیا اور بطریق تواتر ثابت ہے۔

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

(اعلیٰ حضرت)

ردالشمس

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ایک دفعہ مقام صہباء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ادا فرما کر مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زانوئے اقدس پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمانے لگے کہ اسی درمیان میں وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ابھی نماز عصر ادا نہ فرمائی تھی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: نماز عصر نہیں پڑھی ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے عصر نہیں پڑھی۔ اس پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اللھم انہ کان فی طاعتک و طاعۃ رسولک فاردد علیہ الشمس** یعنی اے میرے پروردگار! یہ تیری طاعت اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا تو اس کے لئے آفتاب کو واپس لا۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں: میں نے آفتاب کو دیکھا کہ غروب ہو گیا تھا پھر میں نے دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد نکل آیا اور اس کی شعاع پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگی (۲) ردالشمس کی طرح حبس الشمس (یعنی سورج کا رک جانا) بھی آپ کے لئے وقوع میں آیا۔

(۲) شفاء شریف، مواہب لدنیہ، خصائص کبریٰ

مولیٰ نے واری تیری نیند پر نماز — اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں — اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

(اعلیٰ حضرت)

مردوں کو زندہ کرنا

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعوت اسلام دی اس نے جواب دیا کہ میں آپ پر ایمان اس وقت لاؤں گا جبکہ میری مردہ بیٹی زندہ کردی جائے؟ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا: مجھے اس کی قبر دکھا۔ اس نے آپ کو اپنی بیٹی کی قبر دکھائی تو آپ نے اس لڑکی کا نام لے کر پکا ا لڑکی نے قبر سے نکل کر کہا: لبیك وسعدیك میں آپ کی اطاعت اور آپ کے دین کی اطاعت کے لئے حاضر ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تو پسند کرتی ہے کہ دنیا میں پھر آجائے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! خدا کی قسم! میں نے اپنے رب کو اپنے والدین سے زیادہ بہتر پایا اور اپنے لئے آخرت کو دنیا سے اچھا پایا۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کریمین کو زندہ فرما کر اپنی رسالت کی گواہی دلوائی اور بھی بے شمار واقعات اس پر شاہد ہیں۔ (مواہب لدنیہ)

انگلیوں سے چشمے جاری ہونا

حضرت سالم بن الجعد حضرت جابر صحابی رسول سے روایت کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چھاگل تھی، جب آپ نے اس سے وضو فرمایا تو لوگ آپ کی طرف پانی کے لئے دوڑے آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا: حضور کے چھاگل کے پانی کے سوا ہمارے پاس نہ وضو کرنے کو پانی ہے اور نہ پینے کو، آپ نے اپنا دست مبارک چھاگل پر رکھا تو آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی نکلنے لگا ہم نے پانی لیا اور وضو کیا میں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ تم اس دن کتنے آدمی تھے؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم ڈیڑھ ہزار تھے۔ اگر ایک لاکھ کا مجمع بھی ہوتا تو بھی وہ پانی کفایت کرتا۔ (صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

(اعلیٰ حضرت)

طعام قلیل کو کثیر بنانا

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک سو تیس اشخاص تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس طعام ہے؟ تو ایک شخص کے پاس ایک صاع طعام نکلا وہ گوندھا گیا۔ پھر ایک مشرک دراز قد ژولیدہ مو بکریاں ہانکتا ہوا آیا۔ آپ نے اس سے ایک بکری خریدی اور اسے ذبح کیا گیا اور آپ کے حکم سے اس کا کلیجہ بھونا گیا۔ آپ نے اس کلیجہ کی ایک ایک بوٹی سب کو دی پھر گوشت دو پیالوں میں ڈال دیا گیا۔ سب نے سیر ہو کر کھایا اور دونوں پیالے بھرے کے بھرے بچ گئے۔ ہم نے بچے ہوئے کھانے کو اونٹ پر رکھ لیا۔ واضح رہے کہ اس واقعہ میں دو

معجزے ہیں ایک تکثیر کلیجہ دوسرے تکثیر صاع و گوشت۔

اسی طرح غزوۂ احزاب کے دن خندق کھودنے کے درمیان حضرت جابر کے گھر ایک صاع جو اور ایک بکری کے بچے کے پکے ہوئے کھانے کو ایک ہزار یا تین ہزار صحابہ کرام نے کھایا اور جتنا کھانا تھا اس میں کمی نہ ہوئی سب بدستور ویسے ہی رکھے معلوم ہوئے۔ اسی طرح غزوۂ تبوک کے دن تھوڑا سا توشہ ایک لاکھ لشکر اسلام نے کھایا اور بچ بھی گیا۔

(بخاری باب قبول الھدایہ من المشرکین ومسلم، مواہب لدنیہ)

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ میں چند کھجوریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان میں دعائے برکت فرمائیں۔ آپ نے دست مبارک میں کھجوریں لے کر دعائے برکت فرمائی اور فرمایا: لو! ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو جس وقت ان میں سے کچھ لینا چاہو تو ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا اور توشہ دان کو مت جھاڑنا۔ ہم نے ان میں سے راہ خدا میں دیا خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے رہے، وہ توشہ دان میری کمر سے جدا نہ ہوتا تھا، یہاں تک کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن آیا تو وہ بھیڑ میں گم ہو گیا کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس دن یہ شعر پڑھتے اور حزن وملال کا مجسمہ بن کر کہتے۔ (بخاری باب قضاء الوصیۃ ودیون المیت)

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِيَ هَمَّانِ بَيْنَهُمْ

آج کے دن لوگوں کو ایک غم ہے اور مجھے دو غم ہیں

هَمُّ الْجِرَابِ وَهَمُّ الشَّيْخِ عُثْمَانَ

ایک غم تو توشہ دان گم ہونے کا اور دوسرا عثمان کے شہید ہونے کا

بیماروں کو شفا

حضرت فدیک بن عمر السلامانی رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئی تھیں اور وہ کچھ نہ دیکھ سکتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دم فرما دیا وہ ایسے بینا ہو گئے کہ اسی برس کی عمر میں بھی سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے۔ امام رازی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاذ بن عفراء کی بیوی کو برص کی بیماری تھی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے اپنا عصائے مبارک ان کے بدن پر پھیر دیا، اسی وقت مرض جاتا رہا۔ (الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۲ ص ۷)

حضرت حبیب بن یساف ذکر کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا میری گردن پر ایک شدید ضرب تھا اور بازو کٹ کر لٹک گیا تھا۔ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اپنا لعاب دہن مبارک لگا دیا اور بازو کو اسی جگہ پر چسپاں کر دیا تو فوراً ٹھیک ہو گیا اور پھر میں نے اسے قتل کر دیا جس نے مجھے شدید ضرب لگائی تھی۔ (ایضاً)

مغیبات پر مطلع ہونا

سرِ غیب ہدایت پہ غیبی درود　　　عطر جیب نہایت پہ لاکھوں سلام
(اعلیٰ حضرت)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں آپ کا مغیبات پر مطلع ہونا اور غیوب ماضیہ اور مستقبلہ کی خبر دینا بھی ہے۔ علم غیب بالذات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جو کچھ اس قبیل سے حضور کی زبان مبارک سے ظاہر ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی وحی والہام سے ہوا جیسا کہ آیات ذیل سے ظاہر ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (بقرہ)

"اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان وگواہ"۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ط (آل عمران)

"یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر نہیں بتاتے ہیں"۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص (آل عمران)

"اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دیدے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے"

وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا o
(نساء)

"اور اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا o اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن)

"غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (ترجمہ رضویہ)

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ع

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا　　　جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود
(اعلیٰ حضرت)

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ما کان وما یکون عطا فرمایا ہے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں (وعظ کے لئے) کھڑے ہوئے اس وعظ میں آپ نے جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا، اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھلادیا جس نے بھلادیا۔ (الدولۃ المکیہ ص ۲۵۹)

صحیح بخاری کی حدیث امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا: ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے۔

ترمذی کی حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں نے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی تو مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔ (الدولۃ المکیہ ص ۲۶۱)

ترمذی کی حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب جان لیا اور دوسری روایت میں ہے جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے سب مجھے معلوم ہوگیا۔ (ترجمہ رضویہ ص ۲۶۱)

صحیحین میں سورج گرہن کی حدیث میں ہے جو کوئی چیز میرے دیکھنے میں نہ آتی تھی وہ سب میں نے اپنے مقام میں دیکھ لی۔ (الدولۃ المکیہ ص ۲۶۱)

تفصیل کے لئے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی کتاب الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ کا مطالعہ کریں۔

استغاثہ وتوسل

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بارگاہ الٰہی میں دعا کرنا مستحسن ہے اس کو مختلف الفاظ میں توسل واستغاثہ وتوجہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل واستغاثہ فعل انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام اور طریقہ سلف صالحین ہے اور یہ توسل حضور کی ولادت شریف سے پہلے، ولادت شریف کے بعد، عالم برزخ میں اور عرصات قیامت میں ثابت ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ''۔ (حاکم وطبرانی)

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا　　بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی
آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے　　پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

(اعلیٰ حضرت)

توسل قبل ولادت

حضرت آدم علیہ السلام جب عرش بریں سے فرش زمین پر تشریف لائے اور رب کے حضور معافی کے طلب گار ہوئے تو آخر میں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے یوں دعا کی:

یا رب اسئالك بحق محمد لما غفرت لی

اے میرے پروردگار! میں تجھ سے بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرتا ہوں کہ میری خطا معاف کردے۔
رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! تو نے محمد کو کس طرح پہچانا حالانکہ میں نے ابھی ان کو دنیا میں پیدا نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! جب تو نے مجھ کو پیدا فرمایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا اور عرش پر لکھا پایا: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کو ذکر کیا ہے جو تیرے نزدیک محبوب ترین خلق ہے۔ (تفسیر درمنثور للسیوطی)

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میری اصل
اس گل کی یاد میں یہ صدا بوالبشر کی ہے

اسی طرح بعثت سے پہلے یہود اپنے دشمنوں پر فتح پانے کے لئے دعا میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں وارد ہے: وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح کی دعائیں مانگتے تھے۔
حافظ ابونعیم نے دلائل میں عطار و ضحاک کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہود بنی قریظہ و بنی نضیر کافروں پر فتح کی دعا مانگا کرتے تھے اور دعا میں یوں کہا کرتے تھے:

اللهم انا نستغفرك بحق النبی الامی ان تنصرنا علیهم

اے میرے اللہ! ہم تجھ سے بحق نبی امی دعا مانگتے ہیں کہ تو ہم کو ان پر فتح دے۔ (تفسیر درمنثور للسیوطی)

توسل بعد ولادت

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حیات شریف میں دیگر حاجات کی طرح آپ سے طلب دعا، طلب شفاعت بروز قیامت یا طلب دعائے مغفرت بھی کیا کرتے تھے چند مثالیں یہ ہیں:
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ قیامت کے دن میری شفاعت فرما دیجئے؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: میں شفاعت کروں گا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں گا؟ فرمایا: پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کرنا' میں نے عرض کیا: اگر میں وہاں آپ کو نہ پاؤں؟ فرمایا: پھر میزان کے پاس تلاش کرنا میں نے عرض کیا: اگر میزان کے پاس آپ کو نہ پاؤں؟ فرمایا: تو پھر حوض کوثر کے پاس مجھے تلاش کرنا کیونکہ میں ان تین جگہوں کو نہ چھوڑوں گا۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی باب المومن والشفاعۃ)
حضرت اسود ابن قارب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان لاتے ہوئے عرض کرتے ہیں: اور آپ میرے شفیع بنیں جس دن اسود ابن قارب کو کوئی شفاعت کرنے والا ذرا بھی فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ (استیعاب لابن عبدالبر)
صحابی رسول حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک نابینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور

اس نے عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے بینائی بخشے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تو چاہے تو میں دعا کر دیتا ہوں اور اگر چاہے تو صبر کر، صبر تیرے واسطے اچھا ہے۔ اس نے عرض کیا: خدا سے دعا فرمائیے۔ آپ نے اس سے ارشاد فرمایا: اچھی طرح وضو کر کے یوں دعا کرنا:

''یا اللہ! میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی، نبی الرحمہ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ پیش کیا ہے۔ اپنی اس ضرورت میں تاکہ وہ پوری ہو'' یا اللہ! تو میرے حق میں حضور کی شفاعت قبول فرما۔ (ترمذی، نسائی)

توسل بعد وصال

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وصال شریف کے بعد بھی اپنے جملہ مصائب و حاجات میں آپ کو پکارا کرتے اور آپ سے استغاثہ کیا کرتے تھے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں:

مدینہ منورہ میں ایک سال سخت قحط پڑا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فریاد کی تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہو کر اس میں ایک روشن دان آسمان کی طرف کھول دو تاکہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا چنانچہ خوب بارش ہوئی اور گھاس اگی اور اونٹ ایسے فربہ ہو گئے کہ چربی سے پھٹنے لگے اس سال کو عام الفتق کہتے ہیں۔

(سنن دارمی باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن قرط صحابی کے ہاتھ اپنا خط حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے نام یرموک بھیجا اور سلامتی کی دعا کی۔ حضرت عبداللہ بن قرط جب مسجد سے نکلے تو خیال آیا کہ مجھ سے خطا ہوئی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف پر سلام عرض نہیں کیا۔ اس لئے وہ روضہ مبارک پر حاضر ہوئے وہاں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، امیر المومنین علی ابن ابی طالب و حضرت عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضر تھے۔ حضرت امام حسن حضرت علی کی گود میں اور امام حسین حضرت عباس کی گود میں تھے۔ حضرت عبداللہ بن قرط نے حضرت علی و حضرت عباس سے عرض کیا: کامیابی کے لئے دعا فرمائیں دونوں حضرات نے روضہ شریف پر ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی:

''یا اللہ! ہم اس نبی مصطفیٰ و رسول مجتبیٰ کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں کہ جن کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور ان کی معافی ہوگئی کہ تو عبداللہ پر اس کا راستہ آسان کر دے اور بعید کو نزدیک کر دے اور اپنے نبی کے اصحاب کی مدد فتح سے کر دے۔ بیشک تو دعا کا سننے والا ہے''۔

اس دعا کے بعد حضرت علی نے حضرت عبداللہ سے فرمایا کہ اب جایئے، اللہ تعالیٰ ان حضرت عمر و عباس و علی و حسن و حسین و ازواج رسول رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی دعا کو رد نہ کرے گا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس نبی کا وسیلہ پکڑا

ہے جو اکرم الخلق ہیں۔(فتوح الشام ج ۱ص ۱۵)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد آج تک یہ توسل واستغاثہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا امام الائمہ حضرت سیّدنا امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کوفی رضی اللہ عنہ اپنا حال یوں عرض کرتے ہیں:

''اے سیّد سادات! میں قصد کرکے آپ کے پاس آیا ہوں میں آپ کی خوشنودی کا امیدوار اور آپ کے سبزہ زار میں پناہ گزیں ہوں آپ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کبھی کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی میں آپ کے جود وکرم کا امیدوار ہوں آپ کے سوا خلقت میں ابوحنیفہ کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ (قصیدہ نعمانیہ)

ہم ہیں ان کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے
اس سے بڑھ کر تیری سمت اور وسیلہ کیا ہے

(اعلیٰ حضرت)

زیارت گنبد خضریٰ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت بالاجماع صفت جلیلہ اور فضیلت عظمیہ ہے اور زیارت کے متعلق بے شمار احادیث وارد ہیں جس میں سے صرف چند احادیث کا ذکر ملاحظہ ہو۔ جس کی طرف اشارہ امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

من زار تربتی وجبت له شفاعتی
ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

(اعلیٰ حضرت)

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی (۳) جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے واسطے میری شفاعت ثابت ہوگئی (۴) جو میری زیارت کو اس طرح آیا کہ میری زیارت کے سوا کوئی اور چیز اس کو نہ لائی تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا (۵) جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ مثل اس کے ہے جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی (۶) جس نے حج بیت اللہ کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ستم کیا (۷) جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں زیارت کی اور جو حرمین شریفین میں سے ایک میں مرگیا وہ قیامت کے دن امن والوں کے زمرہ میں اٹھایا جائے گا (۸) جس نے مکہ میں حج کیا پھر میری مسجد میں میری زیارت کی اس کے لئے دو مقبول حج لکھے گئے۔

(۳) دار قطنی وبیہقی (۴) بزار (۵) دار قطنی (۶) ایضاً (۷) کامل ابن عدی (۸) دار قطنی (۹) وفاء الوفاء

امت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا فرض ہے۔ آپ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اس کی تصدیق فرض ہے۔ ایمان بالرسل کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝

''اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول پر تو بیشک ہم نے کافروں کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہے آپ کے اوامر کی پیروی اور نواہی سے اجتناب لازم جیسا کہ قرآن کریم ناطق ہے۔

وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

''اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے''۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسنت کی اقتداء واتباع واجب ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

''اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝

''بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے''۔

مذکورہ بالا آیۃ سے ظاہر ہے کہ دین ودنیا کے ہر امر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو اپنی جانوں سے زیادہ پیارے ہیں۔ اگر حضور کسی امر کی طرف بلائیں اور ان کے نفوس کسی دوسرے امر کی طرف بلائیں تو حضور کی فرمانبرداری لازم ہے کیونکہ حضور جس امر کی طرف بلاتے ہیں اس میں ان کی نجات ہے اور ان کے نفوس جس امر کی طرف بلاتے ہیں اس میں ان کی تباہی ہے اس لئے اپنی جانیں حضور پر فدا کردیں اور جس چیز کی طرف آپ بلائیں اس کا اتباع کریں۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''جو شخص یہ نہ سمجھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی میری جان کے مالک ہیں اور یہ نہ سمجھا کہ تمام حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت (حکم وتصرف) نافذ ہے اس نے کسی حال میں آپ کی سنت کی حلاوت نہیں

چکھی کیونکہ آپ اولیٰ بالمومنین ہیں''۔

علاماتِ حبِ صادق

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے محبِ صادق میں علامات ذیل پائی جاتی ہیں اگر کوئی شخص حب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کرے اور اس میں یہ علامات نہ پائی جائیں تو وہ حب میں صادق و کامل نہیں۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و آثار کی اقتداء، آپ کی سنت پر عمل، آپ کے اوامر کا بجالانا اور نواہی سے اجتناب اور آپ کے آداب سے آراستہ ہونا۔

(۲) اپنے نبی کے ذکر کو کثرت سے کرنا، مثلاً درود شریف کثرت سے پڑھنا، حدیث شریف پڑھنا، میلاد شریف یا مجالس میلاد شریف میں شامل ہونا۔

(۳) اپنے نبی کی زیارت سے مشرف ہونے کا نہایت اشتیاق پیدا کرنا جیسا کہ حضرت بلال وابوموسیٰ وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تھا۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنا جیسا کہ صحابہ کا معمول تھا کہ آپ کی آواز پر آواز بلند نہ کرتے حضور سے پہلے کلام نہ کرتے اور مؤدب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس سے محبت رکھتے تھے (اہل بیت عظام، صحابہ کرام، مہاجرین وانصار) ان سے محبت رکھنا اور جو شخص ان بزرگوں سے عداوت رکھے اس سے عداوت رکھنا اور جو ان کو سب وشتم کرے اس کو برا جاننا جیسا کہ قرآن مجید کا حکم ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں''۔ (سورۂ مجادلہ ترجمہ رضویہ)

چند خصائص کبریٰ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات کی ایک ہلکی جھلک قلمبند کی جاتی ہے جس میں آپ کا کوئی شریک نہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا، تمام مخلوقات آپ کے لئے پیدا ہوئیں، آپ کا مقدس نام عرش وجنت اور حوران بہشتی کی پیشانیوں پر تحریر کیا گیا۔ تمام آسمانی کتابوں میں آپ کی بشارت دی گئی۔ آپ کی ولادت کے وقت تمام بت اوندھے ہوکر گر پڑے۔ آپ کا شق صدر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی کا شرف عطا کیا گیا۔ آپ کی سواری کے لئے براق

پیدا کیا گیا۔آپ پر نازل ہونے والی کتاب تبدیل وتحریف سے محفوظ کردی گئی۔آپ کو شفاعت کبریٰ کے اعزاز سے نوازا گیا آپ کو تمام خزائن الارض کی کنجیاں عطا کردی گئیں۔آپ کو آیۃ الکرسی عطا کی گئی۔آپ کو جوامع الکلم کے معجزہ سے سرفراز کیا گیا۔آپ کو رسالت عامہ کے شرف سے ممتاز کیا گیا۔آپ کی تصدیق کے لئے معجزہ شق القمر ظہور میں آیا۔آپ کے لئے اموال غنیمت کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا تمام زمین کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مسجد اور پاکی حاصل کرنے (تیمم) کا سامان بنادیا۔ آپ کے معجزات (قرآن مجید) قیامت تک باقی رہیں گے آپ کو قیامت کے دن لواء الحمد عطا کیا جائے گا اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو ان کا نام لے کر پکارا مگر آپ کو اچھے اچھے القاب سے پکارا آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی رسالت، آپ کی حیات، آپ کے شہر، آپ کے زمانے کی قسم یاد فرمائی۔قبر میں آپ کی ذات کے بارے میں منکر نکیر سوال کریں گے۔آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا حرام ٹھہرایا گیا۔ہر نمازی پر واجب کردیا گیا کہ بحالت نماز السلام علیك ایھا النبی کہہ کر آپ کو سلام کرے' آپ کو حوض کوثر عطا کیا گیا' اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کا آپ کو مختار بنادیا ہے کہ جس کے لئے جو چاہیں حلال فرمائیں اور جس کے لئے جو چاہیں حرام فرمادیں' قیامت کے دن ہر شخص کا نسب وتعلق منقطع ہوجائے گا مگر آپ کا نسب وتعلق منقطع نہیں ہوگا آپ کے منبر اور قبر انور کے درمیان کی زمین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔صور پھونکنے پر سب سے پہلے آپ اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے۔آپ کے سوا کسی نبی کے پاس حضرت اسرافیل علیہ السلام نہیں اترے۔آپ کے دربار میں بلند آواز سے بولنے والے کے اعمال صالحہ برباد کردیئے جاتے ہیں۔آپ کو حجروں کے باہر سے پکارنا حرام کردیا گیا۔آپ کی ادنیٰ گستاخی کرنے والے کی سزا قتل ہے۔آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ معجزات عطا کئے گئے۔

ازواج مطہرات

ازواج مطہرات کی تعداد اور ان کے نکاحوں کی ترتیب کے بارے میں مؤرخین کا قدرے اختلاف ہے مگر گیارہ امہات المومنین کے بارے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں یہاں ایک نقشہ ان گیارہ امہات المومنین کا دیا جاتا ہے' جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان مقدس ازواج کی زندگی بھی ابھر کر سامنے آتی ہے۔

اہل اسلام کی مادران شفیق
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

نمبر شمار	اسمائے گرامی امہات المومنین	سنہ نکاح	امہات المومنین کی عمر بوقت نکاح	عمر	سنہ وفات	مقبرہ	سرکار کی خدمت میں رہنے کی مدت	سرکار کی عمر شریف بوقت نکاح
۱	حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	میلاد النبی ۲۵	۴۰ سال	۶۵ سال	نبوت ۱۰	مکہ معظمہ	تقریباً ۲۵ سال	۲۵ سال
۲	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	نبوت ۱۰	۵۰ سال	۷۲ سال	ہجرت ۱۹	مدینہ منورہ	۱۴ سال	۵۰ سال

۳	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	نکاح ۱۱ رخصتی یکم شوال	۹ سال	۶۴ سال	۱۷ رمضان ۵۷ھ	"	۹ سال	۵۴ سال
۴	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	شعبان ۳ھ	۲۲ سال	۵۹ سال	جمادی الاولی ۴۱ھ	"	۸ سال	۵۵ سال
۵	حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	۳ھ	تقریباً ۳۰ سال	۳۰ سال	۳ھ	"	۳ ماہ	۵۵ سال
۶	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۴ھ	۲۴ سال	۸۰ سال	۶۰ھ	"	۷ سال	۵۶ سال
۷	زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	۵ھ	۲۶ سال	۵۱ سال	۲۰ھ	"	۶ سال	۵۷ سال
۸	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	شعبان ۵ھ	۲۰ سال	۷۱ سال	ربیع الاول ۶۵ھ	"	۶ سال	۵۷ سال
۹	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	۶ھ	۳۶ سال	۷۲ سال	۴۴ھ	"	۶ سال	۵۷ سال
۱۰	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	جمادی الآخر ۷ھ	۱۷ سال	۵۰ سال	رمضان ۵۷ھ	"	$3\frac{3}{4}$ سال	۵۹ سال
۱۱	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	ذیقعدہ ۷ھ	۳۶ سال	۸۰ سال	۵۱ھ	قریب مکہ	$3\frac{1}{4}$ سال	۵۹ سال

مقدس باندیاں

(۱) حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۵ یا ۱۶ھ (۲) حضرت ریحانہ ۱۰ھ (۳) حضرت نفیسہ (۴) نام نامعلوم

اور جتنے ہیں شہزادے اس شاہ کے
ان سب اہل مکانت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

اولاد کرام

اس بات پر جملہ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کرام کی تعداد سات (۷) ہے۔

(۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ صرف سترہ دن حیات میں رہے (۲) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا ۱۷ یا ۱۸ ماہ کی عمر میں وصال ہوا (۳) حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بچپن ہی میں وفات پاگئے (۴) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۸ھ (۵) حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۲ھ چھ برس کی عمر میں وفات پاگئیں (۶) حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۹ھ میں وفات پائی۔ (۷) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۱۱ھ میں وفات پائی۔

خلفائے کرام

خلیفہ اول (۱) امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کا نام نامی عبد اللہ، ابوبکر آپ کی کنیت اور صدیق وعتیق آپ کا لقب ہے۔ آپ قریشی ہیں اور ساتویں پشت میں آپ کا شجرۂ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانی شجرہ سے مل جاتا ہے۔

آپ عام الفیل کے ڈھائی برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ اس قدر جامع الکمالات اور مجمع الفضائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام اگلے اور پچھلے انسانوں میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔ آزاد مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور سفر، وطن کے تمام مشاہد اور اسلامی جہادوں میں مجاہدانہ کارناموں کے ساتھ شامل ہوئے اور صلح وجنگ وغیرہ کے تمام فیصلوں میں آپ حضور شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ومشیر بن کر مراحل نبوت کے ہر ہر موڑ پر آپ کے رفیق وجانثار رہے۔ آپ کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ دو برس تین ماہ گیارہ دن مسند خلافت پر رونق افروز رہ کر ۲۲ جمادی الاخر ۱۳ھ منگل کی رات میں آپ نے وفات پائی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور روضہ منورہ میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مقدس میں دفن ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء وازالۃ الخفاء وغیرہ)

(۲) خلیفہ دوم جانشین پیغمبر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ کی کنیت ابوحفص اور لقب فاروق اعظم ہے آپ اشراف قریش میں اپنی ذاتی وخاندانی وجاہت کے لحاظ سے بہت ممتاز ہیں۔ آٹھویں پشت میں آپ کا خاندانی شجرہ رسول خدا کے شجرۂ نسب سے ملتا ہے آپ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور اعلان نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جبکہ ایک روایت میں ہے آپ سے پہلے کل انتالیس آدمی اسلام قبول کر چکے تھے۔ آپ کے مسلمان ہوجانے سے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی اور ان کو ایک بہت بڑا سہارا مل گیا۔ یہاں تک کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ خانہ کعبہ کی مسجد میں اعلانیہ نماز ادا فرمائی۔ آپ تمام اسلامی جنگوں میں مجاہدانہ شان کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اسلامی تحریکات اور صلح وجنگ وغیرہ کی تمام منصوبہ بندیوں میں حضور سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ومشیر کی حیثیت سے وفادار اور رفیق کار رہے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد آپ کو خلیفہ منتخب فرمایا۔ آپ کی کل چھ اولاد ہوئی جن میں صرف ایک لڑکی باقی تمام لڑکے تھے۔ آپ دس برس چھ ماہ چار دن تخت خلافت پر رونق افروز رہے۔ ۲۸ ذی الحجہ ۲۳ھ چہارشنبہ کے دن نماز فجر میں ابولولو فیروز مجوسی کافر نے آپ کے شکم مبارک میں خنجر مارا اور آپ یہ زخم کھا کر تیسرے دن شرف شہادت سے سرفراز ہوئے۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۶۳ تریسٹھ سال تھی حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور روضہ منورہ کے اندر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلوئے انور میں مدفون ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۳) خلیفہ سوم امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمرو اور لقب ذوالنورین ہے آپ قریشی ہیں اور نسب نامہ شریف آپ کا یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف آپ کا خاندانی شجرہ عبدمناف پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔ آپ نے آغاز اسلام ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ کو آپ کے چچا اور دوسرے خاندانی کافروں نے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے بے حد ستایا۔ آپ نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ اس لئے آپ کا لقب صاحب الہجرتین (دو ہجرتوں والے) ہے اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کی دوصاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں اس لئے آپ کالقب ذوالنورین ہے آپ کو جنگ بدر کے موقع پر آپ کی زوجہ محترمہ کے سخت علیل ہوجانے کی وجہ سے حضور نے جنگ بدر میں جانے سے منع فرمادیا لیکن مجاہدین بدر میں شمار فرمایا اور مال غنیمت میں مجاہدین کے برابر حصہ دیا اور اجروثواب کی بھی بشارت دی۔ سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ منتخب ہوئے اور بارہ برس تک تخت خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔ آپ کے دور خلافت میں بہت سے ممالک مفتوح ہوکر خلافت راشدہ کے زیرنگین ہوئے بیاسی برس کی عمر میں مصر کے باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن ان باغیوں میں سے ایک بدنصیب نے رات کے وقت تلاوت قرآن مجید کرنے کی حالت میں آپ کو شہید کردیا۔ آپ کے خون کے چند قطرات قرآن مجید کی اس آیت: فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر پڑے۔ آپ کے جنازہ کی نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام نے پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (ایضا)

(۴) خلیفہ چہارم امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں ان کے تفصیلی حالات اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

چچاؤں کی تعداد

(۱) حارث (۲) ابوطالب (۳) زبیر (۴) حضرت حمزہ (۵) حضرت عباس (۶) ابولہب (۷) غیداق (۸) مقوم (۹) ضرار (۱۰) قثم (۱۱) عبدالکعبہ (۱۲) حجل۔

دربار نبوت کے شعراء

(۱) حضرت کعب بن مالک انصاری سلمی (۲) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۳) حضرت حسان بن ثابت متوفی ۵۴ھ۔

خصوصی موذنین

(۱) حضرت بلال بن رباح (۲) حضرت عبداللہ بن ام مکتوم (۳) حضرت سعد بن عائذ (۴) حضرت ابومحذورہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

کاتبین وحی

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (۴) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (۵) حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۷) حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (۸) حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ (۹) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ (۱۱) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (۱۲) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۱۳) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (۱۴) حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ۔ (مدارج النبوۃ ج ۲)

خصوصی خدام

(۱) حضرت انس بن مالک (۲) حضرت ربیعہ بن کعب (۳) حضرت ایمن بن ام ایمن (۴) حضرت عبداللہ بن مسعود (۵) حضرت عقبہ بن عامر (۶) حضرت اسلع بن شریک (۷) حضرت ابوذر غفاری (۸) حضرت مہاجر مولیٰ ام سلمہ (۹) حضرت حنین مولیٰ عباس (۱۰) حضرت نعیم بن ربیعہ اسلمی (۱۱) حضرت ابوالحمراء (۱۲) حضرت ابوالسمع رضوان اللہ تعالیٰ علیہم۔

حضور کو اپنی وفات کا علم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پہلے سے اپنی وفات کا علم حاصل ہو گیا تھا اور آپ نے مختلف مواقع پر لوگوں کو اس کی خبر بھی دے دی تھی چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے لوگوں کو یہ فرما کر رخصت فرمایا تھا کہ شاید اس کے بعد میں تمہارے ساتھ حج نہ کرسکوں۔

اسی طرح غدیر خم کے خطبہ میں اسی انداز سے کچھ اسی قسم کے الفاظ آپ کی زبان اقدس سے ادا ہوئے تھے اگرچہ ان دونوں خطبات میں لفظ لعل (شاید) فرما کر ذرا پردہ ڈالتے ہوئے اپنی وفات کی خبر دی مگر حجۃ الوداع سے واپس لوٹ کر آپ نے جو خطبات ارشاد فرمائے اس میں لعل (شاید) کا لفظ آپ نے نہیں فرمایا گویا کہ صاف صاف اور یقین کے ساتھ اپنی وفات کی خبر سے لوگوں کو آگاہ فرما دیا۔ جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے اور شہدائے احد کی قبروں پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر پڑھی جاتی ہے۔ پھر پلٹ کر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا: میں تمہارا پیش رو (تم سے پہلے وفات پانے والا) ہوں اور تمہارا گواہ ہوں اور میں خدا کی قسم! اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ (بخاری کتاب الحوض ج ۲ ص ۹۷۵)

علالت کی ابتداء

علالت کی ابتداء کب ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کتنے دنوں تک علیل رہے؟ اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بہر حال ۲۰ یا ۲۲ صفر ۱۱ھ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں آدھی رات کو تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس تشریف لائے تو مزاج اقدس ناساز ہو گیا اسی ناسازگی کی حالت میں ایک روز تین مرتبہ آپ نے فرمایا: **اخترت بالرفیق الاعلی** یعنی میں نے رفیق اعلیٰ کو پسند کیا۔ یہی الفاظ زبان اقدس پر تھے کہ ناگہاں مقدس ہاتھ لٹک گئے اور آنکھیں چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کھلی کی کھلی رہیں اور آپ کی قدسی روح عالم قدس میں پہنچ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (مدارج النبوۃ ج ۲)

تاریخ وصال

تاریخ وصال میں مؤرخین کا بڑا اختلاف ہے۔ لیکن اس پر تمام علمائے سیرت کا اتفاق ہے کہ بروز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ

مطابق نہم خزیراں ۹۴۳ رومی سکندرانی وہشتم جون ۶۳۳ء میں نصف النہار کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ مبارکہ میں وصال فرمایا۔

آخری وصیت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام علالت میں جو آخری وصیت کی کثرت فرماتے رہے وہ یہ ہے کہ دو ممالیک (لونڈی یا غلام) سے احسان یعنی اچھے سلوک کرنا اور نماز کی تاکید فرمائی۔

تجہیز و تکفین

چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمادی تھی کہ میری تجہیز و تکفین میرے اہل بیت اور اہل خاندان کریں۔ اس لئے یہ خدمت آپ کے خاندان ہی کے لوگوں نے انجام دی۔ چنانچہ حضرت فضل بن عباس، حضرت قثم بن عباس، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت اسامہ بن زید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مل جل کر آپ کو غسل دیا اور ناف مبارک اور پلکوں پر جو پانی کے قطرات اور تری جمع تھی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے جوش محبت اور فرط عقیدت سے اس کو زبان سے چاٹ کر پی لیا۔ غسل کے بعد تین سوتی کپڑے جو سحول گاؤں کے بنے ہوئے تھے اسی سے کفن بنایا گیا اور قمیص ان میں عمامہ نہ تھا۔

نماز جنازہ

جنازہ تیار ہو گیا تو لوگ نماز جنازہ کے لئے ٹوٹ پڑے پہلے مردوں نے، پھر عورتوں نے، پھر بچوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ جنازہ مبارکہ حجرہ مقدسہ کے اندر ہی تھا۔ باری باری تھوڑے تھوڑے لوگ اندر جاتے تھے اور نماز جنازہ پڑھ کر چلے آتے تھے لیکن کوئی امام نہ تھا (۲) امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز قدرے تفصیل سے نماز جنازہ کے سلسلے میں اپنی شہرہ آفاق انسائیکلو پیڈیا جو فتاویٰ رضویہ کے نام سے موسوم ہے اس کی جلد چہارم میں فرماتے ہیں: جنازہ اقدس پر نماز کے باب میں علماء مختلف ہیں۔ ایک کے نزدیک یہ نماز معروف نہ ہوئی بلکہ لوگ گروہ در گروہ حاضر آتے اور صلوٰۃ و سلام عرض کرتے۔ بعض احادیث بھی اس کی مؤید ہیں۔ کما بیناها فی رسالتنا النهی الحاجز عن تكرار صلاة الجنائز اور بہت علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں۔ امام قاضی عیاض نے اس کی تصحیح فرمائی۔ كما فی شرح الموطا للزرقانی سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تسکین فتن و انتظام امت میں مشغول تھے جب تک ان کے دست حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی لوگ فوج در فوج آتے اور جنازہ انور پر نماز پڑھتے جاتے، جب بیعت ہوئی، ولی شرعی صدیق ہوئے انہوں نے جنازہ مقدسہ پر نماز پڑھی۔ پھر کسی نے نہ پڑھی کہ بعد صلوۃ ولی پھر اعادہ نماز جنازہ کا اختیار نہیں ان تمام مطالب کی تفصیل قلیل فقیر کے رسالہ مذکورہ میں ہے۔ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے: ان ابابكر رضی الله تعالیٰ عنه كان مشغولا بتسوية الامور تسكين الفتنة فكانوا يصلون عليه قبل حضوره و كان حق له لانه هو الخليفة فلما فرغ صلی عليه ثم لم يصل عليه بعده بزاز

وحاکم وابن منیع وبیہقی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ نے فرمایا: اذا اغسلونی (سریری ثم اخرجوا عنی فان اول من یصلی علی جبریل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنوده من الملئکة ثم ادخلو علی فوجا بعد فصلوا علی وسلموا تسلیما جب میرے غسل وکفن سے فارغ ہو میری نعش مبارک تخت پر رکھ کر باہر چلے جاؤ سب سے پہلے جبرئیل مجھ پر صلوٰۃ کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود وسلام عرض کرتے جاؤ۔

(مدارج النبوہ ج ۲ ص ۴۱۷، زرقانی ج ۲ ص ۱۱۰، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵)

قبر انور

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بغلی تیار کی تھی جسم اطہر کو حضرت علی وحضرت فضل بن عباس حضرت قثم بن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے قبر انور میں اتارا لیکن ابوداؤد کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسامہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی قبر انور میں اترے تھے۔ سب سے آخر میں قبر مبارک سے حضرت قثم برآمد ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ آخر میں روئے مبارک کو میں نے دیکھا کہ لبہائے مبارک جنبش میں تھے میں نے کان لگا کر سنا تو فرما رہے تھے: رب ھب لی امتی ''اے میرے رب میری امت مجھے عطا فرما دے''۔

(مدارج النبوہ ج ۲ ص ۴۴۲ ابوداؤد ج ۲ ص ۴۵۸)

امتی امتی لب پہ جاری رہا
یادگاریٔ امت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور کا ترکہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی اس قدر زاہدانہ تھی کہ کچھ اپنے پاس رکھتے ہی نہیں تھے اس لئے ظاہر ہے کہ آپ نے وفات کے بعد کیا چھوڑا ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم ودینار نہ لونڈی وغلام نہ اور کچھ بلکہ صرف اپنا سفید خچر، ہتھیار اور کچھ زمین جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے تھے چھوڑا تھا۔ (ایضا اصح التواریخ وبخاری)

نور دوم

امیر المؤمنین

سیّدنا علی

کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم

ولادت ۱۵ اکتوبر ۵۹۹ء......وصال ۴ فروری ۶۶۱ء

۲۱ رمضان ۴۰ھ

مرتضٰی شیر خدا مرحب کشا خیبر کشا
سرور لشکر کشا مشکل کشا امداد کن

(اعلٰی حضرت)

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلی المولیٰ السید الکریم علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم .

مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

اسم مبارک

آپ کا اسم گرامی علی اور کنیت ابوالحسن، ابوتراب اور لقب مرتضیٰ، اسد اللہ اور حیدر کرار ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد ابوطالب اور دادا عبدالمطلب ہیں۔ ابوطالب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبدمناف تھا۔ یہ اول ہاشمیہ ہیں کہ جن کے شکم مبارک سے ہاشمی پیدا ہوئے جو اسلام لائیں اور جنہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی ان کی نماز جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی اور اپنی قمیص مبارک سے کفن پہنایا اور ان کی لحد کھودی اور اس سے مٹی نکالی اور خود بنفس نفیس ان کی قبر میں لیٹے تاکہ اس سے ضغطۂ قبر میں آسانی ہو اور جنت کے کپڑے انہیں پہنائے جائیں۔ (شجرہ طیبہ و نورالابصار)

بطن مادر کی کرامتیں

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب شکم مادر میں تھے تو آپ کی والدہ ماجدہ عجیب خواب دیکھتی رہیں کبھی وہ دیکھتیں کہ نورانی شکل کے کچھ لوگ آئے ہیں اور مجھے خوشخبری سنا رہے ہیں اور جب تک آپ شکم میں رہے میں عجیب فرحت محسوس کرتی تھیں اور فرماتی ہیں: جب کبھی میں کسی بت کو سجدہ کرنے کا قصد کرتی تھیں تو میرے شکم میں اس زور کا درد شروع ہو جاتا تھا کہ میں سخت تکلیف محسوس کرنے لگتی تھی یہاں تک کہ میں سجدہ کرنے کا قصد ہی ترک کر دیتی تھی۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۱۳۸)

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت بروز جمعہ محرم یا رجب المرجب کی تیرھویں تاریخ واقعہ فیل سے تیس سال بعد خانہ کعبہ کی چار دیواری کے اندر ہوئی اور اس فضیلت میں آپ سے پہلے کوئی شریک نہیں دیگر سنہ مطابق ولادت کے اس طرح ہے۔ ۱۵ اکتوبر ۵۹۹ء کنوار سدی پندرہ سمبت ۶۵۶ بکرمی سال سکندری ۹۱۰ء۔ (نورالابصار شجرہ طیبہ حالات نسب و عرب المذہب ج ۵ ص ۷۵)

آپ کی والدہ ماجدہ ارشاد فرماتی ہیں: جب آپ کی ولادت ہوئی تو تین دن تک دودھ ہی نہیں نوش فرمایا جس کی وجہ سے گھر کے اندر مایوسی چھا گئی تو اس کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی آپ تشریف لائے اور حضرت علی کو اپنی آغوش

رحمت میں اٹھا کر پیار فرمایا اور ساتھ ہی اپنی زبان مبارک حضرت علی کے دہن میں ڈالی، حضرت علی زبان مبارک کو چوسنے لگے اور اس کے بعد دودھ بھی پینے لگے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو صرف پانچ سال اپنے والدین کے زیر سایہ پرورش پانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آغوش رحمت میں جگہ دی اور اپنے سایہ رحمت میں رکھ کر خود ان کی تربیت فرمانے لگے۔ یہاں تک ان کی عمر شریف دس سال کی ہوگئی۔

حلیہ مبارکہ

امیر المومنین سیّدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا قد میانہ مائل بقصر تھا۔ رنگ مبارک گندم گون تھا، دور سے سبز رنگ اور نزدیک سے سرخ وسفید معلوم ہوتے تھے۔ چہرۂ مبارک نہایت خوبصورت اور چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا۔

آنکھیں بڑی بڑی سیاہ وروشن مثل چاندی کی صراحی کے تھیں...... کندھا، کندھوں کی ہڈیاں چوڑی چوڑی مثل شیر کے کندھوں کی ہڈیوں کے تھیں لحیہ مبارکہ، طویل وعریض تھی کہ دونوں کندھوں تک پہنچی ہوئی تھی...... بدن فربہ، شکم مبارک توندیلا تھا اور بدن پر بال بکثرت تھے۔ بازو وکلائیاں گوشت سے پر، مضبوط وزبردست اور زورآور ایسے کہ جس کو پکڑ لیتے وہ سانس نہ لے سکتا۔

جسم مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی طرح گٹھا وکسا ہوا تھا......

رانیں:

پرگوشت اور پنڈلیاں پتلی تھیں اور معرکہ کارزار میں بہت سرعت وچستی سے چلتے۔ دل: آپ کا بہت قوی تھا کسی دشمن کی کچھ پرواہ نہ رکھتے اور اپنے ارادہ داعیہ کے کرگزرنے میں کبھی نہ ڈرتے اور جو آپ کا مقابل ہوتا اس پر آپ ہی غالب آتے شدت سرما اور شدت گرما دونوں آپ کے واسطے برابر تھیں۔ اگر چاہتے گرمیوں میں جاڑے کا لباس پہن لیتے اور جاڑے میں گرمیوں کا لباس زیب تن فرماتے۔ (مسالک السالکین ج ۱ص ۱۲۸)

نسب نامہ شریف

آپ کا نسب نامہ شریف اس طرح ہے: علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۲)

اسلام میں داخلہ

رب کائنات نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا: سب سے پہلے آپ اپنے خاندان والوں پر ایمان کی دعوت کو پیش کیجئے اور ان کے افعال واخلاق کی اصلاح کیجئے، مشیت ربانی کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اپنے جاں نثار ساتھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واپنے برادر عزیز سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے اسلام پیش فرمایا جن کو سن کر تمام خوش نصیب اسی وقت مسلمان ہو گئے...... مؤرخین ومحدثین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بڑی عمر والوں میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، چھوٹی عمر والوں میں سیدنا علی مرتضیٰ، اس وقت آپ کی عمر ۱۳ یا دس یا نو یا آٹھ سال کی تھی اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول فرمایا۔ (اکمال فی اسماء الرجال)

فضائل مبارکہ

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے زواجر میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار سے بہت ہی اصرار کے ساتھ کہا: تم صفات حضرت علی مرتضیٰ بیان کرو یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصرار پر انہوں نے بیان کرنا شروع کیا کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم وسیع تھا، آپ عارف باللہ تھے، دین کی تائید میں سخت تھے، کلام آپ کا حق کو باطل سے جدا کرتا تھا، انصاف کے ساتھ حکم کرتے تھے، دنیا کی زیب وزینت آپ کو پسند نہ تھی، رات اور اس کی تاریکی سے محبت رکھتے تھے، اکثر خوف الٰہی سے رویا کرتے تھے اور بسا اوقات متفکر رہتے تھے اور کف ودست کو حیرت سے پھیرا کرتے تھے۔ ہمیشہ اپنے نفس کو ملامت کرتے تھے، موٹا کپڑا پسند فرماتے تھے جو کھانا موجود ہوتا پسند کرتے تھے، ذائقہ اور لذت کا خیال نہ فرماتے تھے، ہم لوگوں میں مثل ہمارے رہتے تھے اور اپنے مراتب کا کچھ لحاظ نہ کرتے تھے جو شخص بلاتا تھا اس کے پاس جاتے تھے اور ہم لوگ باوجود کمال تقرب اور نزدیکی کے آپ سے بوجہ کمال ہیبت کے کلام نہیں کر سکتے تھے، دینداروں کی آپ عظمت فرماتے تھے، غریب محتاجوں کو دوست رکھتے تھے کوئی زبردست آدمی اگر ناحق پر ہوتا تو اس کو یہ امید نہ ہوتی کہ آپ ہماری کچھ رعایت کریں گے۔ کسی ضعیف حقدار کو یہ سوچ کر کسی طرح مایوسی نہ ہوتی کہ آپ میرے ضعف کے سبب سے میرا کچھ خیال نہ کریں گے اور قسم کھا کر ضرار نے بیان کیا کہ دیکھا میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پچھلی رات میں جبکہ سیاہی اس کی تمام عالم میں پھیلی تھی اور ستارے چھپ گئے تھے کہ اس وقت آپ محراب مسجد میں ریش مبارک کو پکڑے تھے اور اس طرح مضطرب تھے جیسے کسی کو سانپ وغیرہ نے کاٹ لیا ہو اور وہ بے چین ہو اور آپ اس طرح روتے تھے جیسے کوئی غمگین روتا ہے اور کہتے تھے ربنا ربنا اور اللہ کی جناب میں عاجزی کرتے......اور فرماتے تھے: اے دنیا، اے دنیا متوجہ ہوئی تو میری طرف، یا مشتاق ہوئی......دور ہو، دور ہو...... کسی اور کو فریب دے میں نے تجھ کو تین طلاق بائن دیں یعنی میں تجھ سے کنارہ کشی کرتا ہوں کیونکہ تیری عمر کم ہے اور عیش تیرا ذلیل اور خوف تجھ میں بہت ہے اور محسوس کرتے تھے اپنے اوپر بسبب کی زاد آخرت اور درازی سفر کے سب سے اور وحشت ونادانستگی پروائے...... یہ سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور داڑھی تک بہہ آئے اور اس طرح روئے کہ اس کو روک نہ سکے آخر آستین سے پوچھنے لگے اور تمام حاضرین پر یہی حالت طاری رہی پھر کہا حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہ رحم فرمائے اللہ جل شانہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ پر قسم خدا کی وہ ایسے ہی تھے جیسا کہ تم نے بیان کیا۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۱۶۹، جامع المناقب ص ۱۰۸)

فضائل

امیر المومنین سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے دوسرے امام فصیح طریقت ہیں اور خلفائے راشدین میں چوتھے خلیفہ ہیں۔ آپ کے فضائل ومناقب میں بیشار آیات واحادیث وارد ہوئی ہیں یہاں پر چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ ۢ بِالْعِبَادِ○

"کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے"۔

حضرت امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ جب شب ہجرت حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر سو رہے تھے۔ حق تعالٰی نے حضرت جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام کو وحی بھیجی کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور تم دونوں میں ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ بنائی ہے تم دونوں میں سے کوئی ہے کہ اپنی عمر کا حصہ اپنے دوسرے بھائی کو دیدے؟ مگر کسی نے اپنی عمر کی کمی کو گوارہ نہ کیا۔ رب تعالٰی نے فرمایا تم دونوں مثل علی کے ہرگز نہیں ہو، میں نے اس کو اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی بنایا ہے دیکھو وہ اپنے بھائی کے بستر پر سو رہا ہے اور اپنی زندگی کو ان پر فدا کر رہا ہے۔ تم دونوں زمین پر جا کر ان کو ان کے دشمنوں سے بچاؤ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے سرہانے اور حضرت میکائیل علیہ السلام پائینتی میں اترے اور تمام رات ان کی حفاظت کرتے رہے جس کی وجہ سے رب تعالٰی نے آپ کی شان میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (سورۂ بقرہ کشف المحجوب ص ۲۶۰ ومسالک السالکین ج ا ص ۱۴۶)

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا

"اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت میں مسکین اور یتیم اور اسیر کو"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما بیمار ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو ساتھ لے کر ان کی عیادت کو تشریف لائے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے کہا: یا ابا الحسن! آپ ان نور چشموں کے واسطے نذر مانتے تو بہتر ہوتا چنانچہ حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اور سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا اور آپ کی کنیز فضہ نے حضرت حسنین کی صحت پر تین تین روزے رکھنے کی نذر مانی اللہ کے فضل وکرم سے دونوں شہزادے صحت یاب ہو گئے تو سب نے مل کر روزے رکھے گھر کا یہ عالم تھا کہ غلے کی قسم سے کچھ بھی گھر میں موجود نہ تھا جو افطار کے لئے کام آتا۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے شمعون یہودی خیبری سے تین پیمانہ جو قرض لیا اور ایک پیمانہ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالٰی

عنہا نے پیس کر پانچ روٹیاں آدمیوں کی تعداد کے موافق پکائیں۔ جب افطار کے لئے سب اپنے اپنے آگے روٹی لے کر بیٹھے اتنے میں ایک سائل نے آکر صدا بلند کی: السلام علیکم یا اهل البیت رسول الله میں مسلمان مساکین میں سے ایک مسلمان مسکین ہوں مجھے کچھ کھلائیں، خدا تمہیں جنت کی نعمتوں سے کھلائے گا۔ فقیر کی آواز پر سب نے اپنا اپنا کھانا اسے بخش دیا اور پانی سے افطار کر کے سو رہے اور اسی پانی پر دن بھر روزہ رکھا جب رات ہوئی اور افطار کے لئے کھانا پکایا گیا تو ایک سائل نے آکر صدا بلند کی: میں یتیم ہوں اس کی آواز پر سب نے اپنا اپنا کھانا اس کے حوالے کر دیا اور پانی سے افطار کر کے سو رہے چنانچہ اسی طرح تیسرے دن بھی ایک قیدی نے آکر صدا بلند کی اور اس قیدی کو تمام نے اپنا پانا کھانا دے دیا اور صرف پانی پی کر روزے کی نیت کر لی صبح کو جناب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضرت حسنین کا ہاتھ پکڑے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت دونوں شہزادے بید کی لکڑی کی طرح کانپ رہے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا: ان کی یہ کیا حالت ہے جس کی وجہ سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے؟ پھر آپ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے گھر تشریف لے گئے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو محراب میں دیکھا کہ آپ کا شکم مبارک بالکل ہی پست ہے اور آنکھوں میں ضعف سے حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حالت دیکھ کر نہایت ملال ہوا اور آپ کے قلب نازک پر ان حضرات کی تکلیف کا کافی اثر ہوا اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت کریمہ لے کر نازل ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے اہل بیت کی نسبت مبارکباد دیتا ہے۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۱۴۵)

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

"وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لئے ان کا نیک بدلہ ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس صرف چار درہم تھے آپ نے ایک درہم رات کو خدا کی راہ میں دیا اور ایک درہم دن کو اور ایک درہم پوشیدہ اور ایک ظاہر طور پر دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (ایضاج ا ص ۱۴۷)

(۱) حضرت زر بن حبیش سے روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس کی جس نے دانہ کو پھاڑ کر درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے علی! تم سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہوگا اور وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا۔ (مسلم شریف)

(۲) حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اور وہ تمام مومنوں کے محبوب ہیں۔ (ترمذی شریف)

(۴) سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دن ارشاد فرمایا: کل یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا، وہ شخص اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتا ہے۔ پھر جب صبح ہوئی تو لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اس وقت تمام اپنے دلوں میں یہ امید لئے ہوئے تھے کہ جھنڈا ان کے ہاتھ میں دیا جائے گا مگر آپ نے پوچھا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا: ان کی آنکھیں آشوب چشم سے متاثر ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان کو بلاؤ چنانچہ بلائے گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا تو وہ اچھے ہو گئے گویا کہ انہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں پھر آپ نے جھنڈا ان کو دیا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

اخلاق

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مقدس زندگی اخلاقیات کا حسین مرقع ہے۔ قدرت نے آپ کو اخلاق حسنہ کا پیکر بنایا تھا۔ اسد الغابہ کی روایت ہے کہ آپ نے ایک امتیازی حیثیت کے مالک ہونے کے باوجود کبھی دوسروں سے اپنے کو ممتاز تصور نہیں کیا ہمیشہ خندہ پیشانی اور انکساری کی زندگی بسر کرتے رہے۔ عام لوگوں کی طرح گھر کے کام بھی کرلیا کرتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے پھٹے ہوئے کپڑوں میں پیوند بھی لگالیا کرتے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک معمولی مزدور کی طرح کام کیا اور خود ہی کھودتے تھے اور خود ہی مٹی اٹھا کر باہر پھینکتے تھے اور اگر کوئی بڑا پتھر سامنے آجاتا تو اپنی خداداد قوت سے اس کو ریزہ ریزہ کر دیتے تھے۔

جود و سخا

حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حلیم و کریم تھے۔ آپ کبھی کسی کے اوپر ناراض نہیں ہوتے تھے اگر کسی سے کوئی غلطی بھی ہو جاتی تو رحم و کرم سے درگزر فرما دیتے تھے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بڑے اولوالعزم، بلند جہت اور صادق البیان، نرم طبیعت اور خوش طبع تھے۔ غرباء نوازی کا جذبہ آپ کے دل میں سمندر کی طرح لہریں مارا کرتا تھا۔ آپ اپنے گھر سے دور دور جا کر غریبوں، مسکینوں، محتاجوں، ضعیفوں اور اپاہجوں کی خدمت و اعانت فرمایا کرتے تھے۔ مریضوں کی عیادت بھی معمولات زندگی سے تھی۔

بہادری

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر ہیں اسی وجہ سے لوگ انہیں اشجع الناس (لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر) کہتے ہیں۔ آپ کے حیرت انگیز اور شجاعت مندانہ کارناموں کو اگر جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہجرت سے پیشتر جب قریش مکہ نے معاذ اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سکیم بنائی تو پروردگار عالم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ہجرت کر جائیں حکم الٰہی پا کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تیاری فرمائی اور سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کچھ امانتیں سپرد کر کے اپنے بستر نبوت پر سونے کا حکم صادر فرمایا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس خطرناک ماحول میں اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اپنی جان کو بارگاہ رسالت میں نذر کر کے زندگی کی بے مثال قربانی پیش فرمائی۔ خود آپ کا بیان ہے کہ مجھے ایسی نیند زندگی کے کسی حصے میں نہیں آئی کیونکہ میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت پہ سویا تھا کہ ان تمام سامانوں کو دے کر تمہیں پھر مجھ سے ملاقات کرنا ہے۔

آپ غزوۂ تبوک کے سوا تمام غزوات میں حاضر رہے اور بڑے بڑے سورماؤں کو موت کے گھاٹ اتارا ایک دن میں آپ اور زبیر بن عوام نے سات سو آدمی بنو قریظہ کے قتل کئے۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جنگ خیبر میں جب گھمسان کی جنگ ہونے لگی تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی جوش جہاد میں آپ آگے بڑھے اور قلعہ خیبر کا پھاٹک اکھاڑ ڈالا اور اس کے کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواروں کو روکتے تھے یہ دروازہ اتنا وزنی تھا کہ جنگ کے خاتمہ کے بعد چالیس آدمی مل کر بھی اس کو نہیں اٹھا سکتے تھے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۲۰ و تاریخ الخلفاء ص ۳۲)

شیرِ شمشیر زن شاہِ خیبر شکن   پَرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

عجیب وغریب فیصلے

زر بن حبیش کا بیان ہے کہ دو آدمی صبح کے وقت ناشتہ کے لئے بیٹھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین، اتنے میں ادھر سے ایک آدمی گزرا اس نے سلام کیا تو ان دونوں نے اس کو بھی ناشتہ میں شامل کر لیا اور ان آٹھوں روٹیوں کو ان تینوں افراد نے مل کر کھا لیا کھانے کے بعد اس تیسرے شخص نے جاتے وقت آٹھ درہم دیئے اور کہا: چوں کہ میں نے تمہارا کھانا کھایا ہے اس لئے یہ اس کی قیمت ہے اسے تم دونوں آپس میں تقسیم کر لو ان دونوں میں بٹوارے پر جھگڑا ہو گیا۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا: پانچ درہم میں لوں گا اور تین تمہارا ہوا تین روٹیوں والے نے کہا: میں پانچ کا معاملہ نہیں آدھا آدھا حصہ بانٹوں گا غرض یہ کہ یہ مقدمہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس پیش ہوا۔

آپ نے پورے مقدمہ کی سماعت کے بعد تین روٹیوں والے سے فرمایا: تمہارا ساتھی جو کہتا ہے اس کو قبول کر لو کیونکہ اس کی روٹیاں زیادہ تھیں اور تمہارے حصے کے جو یہ تین درہم دیتا ہے وہ لے لو اس پر تین روٹیوں والے نے کہا: ''میں آپ کے اس غیر منصفانہ فیصلے کو کیسے قبول کر لوں؟ تو حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ فیصلہ غیر منصفانہ نہیں بلکہ تمہارے حق میں

کمی کے بجائے اضافہ ہی ہے اور درحقیقت صرف ایک درہم تم کو ملنا چاہئے اور سات تمہارے ساتھی کو......اس پر اس جھگڑالو نے کہا: ''سبحان اللہ! یہ کیسے؟ ذرا آپ سمجھا دیجئے تا کہ میں دلیل کے مدنظر آپ کا فیصلہ قبول کرسکوں۔

آپ نے فرمایا: آٹھ روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے تم تینوں آدمیوں نے کھائے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کس نے کم اور کس نے زیادہ کھایا۔ اس لئے اپنی روٹیوں کے برابر حصے کرو، تمہاری تین روٹیوں کے نو ٹکڑوں میں سے جبکہ جملہ روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے ہوئے۔ آٹھ ٹکڑے تم نے کھائے اور تمہارا ایک ٹکڑا باقی بچا اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے ہوئے جس میں سے اس نے بھی چوبیس ٹکڑوں کے منجملہ صرف آٹھ ٹکڑے کھائے اور اس کے سات ٹکڑے باقی بچے یعنی مہمان نے تمہاری روٹیوں میں سے ایک ٹکڑا اور تمہارے ساتھی کی روٹیوں میں سے سات ٹکڑے کھائے۔ اس لئے تمہارے ایک ٹکڑے کے بدلے میں تم کو ایک درہم اور تمہارے ساتھی کو سات درہم ملنے چاہئیں۔ غرض یہ کہ تفصیل سننے کے بعد اس جھگڑالو نے آپ کے فیصلے کو قبول کرلیا۔

بیعت وخلافت

ابن سعد کا قول ہے کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دوسرے ہی دن حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر تمام صحابہ کرام جو اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے بیعت کی اور آپ امیر المومنین ہوگئے۔ پھر حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بصرہ پہنچ کر حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے خون کا قصاص لینے کے لئے آپ سے مطالبہ شروع کردیا اور ہزاروں انسان اس مطالبہ میں شریک ہوگئے جس وقت امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ہوئی تو آپ بھی عراق تشریف لے گئے اور یہاں جمادی الاخریٰ ۳۶ھ میں جنگ جمل ہوئی جس میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے اور طرفین کے ہزاروں آدمی شہید ہوئے۔ بصرہ میں آپ نے پندرہ روز قیام فرمایا پھر کوفہ تشریف لائے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرتے ہوئے آپ پر حملہ کردیا۔ چنانچہ آپ بھی اپنی فوج لے کر آگے بڑھے اور طرفین کی فوجوں کے درمیان کئی روز تک نہایت خونریز جنگ ہوتی رہی۔ یہ لڑائی جنگ صفین کے نام سے مشہور ہے جو صفر ۳۷ھ میں ہوئی بعدہ جنگ ایک صلح پر ختم ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ملک شام کو اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے......کوفہ تشریف لانے پر خارجی لوگ آپ کی اطاعت سے علیحدہ ہوگئے اور آپ کی خلافت کا انکار کرکے سرکشی شروع کردی یہی نہیں بلکہ لشکر جمع کرکے آپ پر چڑھائی کردی جب آپ نے خارجیوں کی یہ حالت دیکھی تو آپ نے بھی ان خوارج کی سرکوبی کے لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قیادت میں ایک لشکر کو روانہ فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عباس خوارج پر غالب ہوئے اور ان میں سے بہت سے تائب ہوکر کوفہ واپس آگئے لیکن بہت سے خوارج وہاں سے بھاگ کر نہروان چلے گئے اور وہاں جاکر مسلمانوں کی بستیوں پر حملے اور راہزنی کرنے لگے تو اس فتنے کی مدافعت کے لئے امیر المومنین سیّدنا علی مرتضیٰ

رضی اللہ عنہ ۳۸ھ میں ایک فوج لے کر نہروان تشریف لے گئے اور ان خوارج کو نہایت بیدردی کے ساتھ قتل فرمایا اور انہیں مقتول خارجیوں میں ذوالثدیہ بھی مارا گیا جس کے بارے میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ یہ وہ بدنصیب خارجی ہوگا جو خروج کرے گا اور اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کے مانند ہوگا اور مومنین کی بہترین جماعت اس کو قتل کرے گی۔ (ایضاً)

آپ کا علم

امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پروردۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بارگاہ رسالت سے آپ کا شرح صدر کتنے علوم پر ہوا ضبط تحریر سے باہر ہے۔

ابوعمر ابوطفیل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

سلونی عن کتاب اللہ فو اللہ ما من ایۃ الا وانا اعلم ابلیل نزلت ام نہا رام فی سہل ام فی جبل۔

''یعنی مجھ سے دریافت کرنا چاہو تو دریافت کرلو کتاب اللہ سے، خدا کی قسم! کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کو میں نہیں جانتا ہوں یہاں تک کہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دن میں نازل ہوئی یا رات میں، نرم زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر''۔

(جامع المناقب ص ۱۱۳)

آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سو چھیاسی حدیثیں روایت کی ہیں اور آپ کے فتاویٰ اور فیصلوں کا انمول مجموعہ اسلامی علوم کے خزانوں کا بہترین قیمتی سرمایہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہم تمام صحابہ میں سے بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں...... اور کبھی یوں بھی ارشاد فرماتے تھے کہ میں ایسے مقدمہ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جس کا فیصلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی نہ کرسکیں...... اسی طرح آپ کے متعلق حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوا کوئی ایسا صاحب علم نہیں جو یہ کہہ سکے: ''جس کو جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لے......''

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باوجود اپنے علم وفضل کے اعلانیہ کہا کرتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے زیادہ فرائض کا جاننے والا اور معاملہ فہم کوئی شخص بھی نہیں ہے۔

اور خود سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں اگر چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے چالیس اونٹوں کو کتابوں سے لاد دوں۔

عقیدۂ اہل سنت

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے فضائل اور کمالات مسلم ہیں چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر پر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

اسی طرح سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یعتقدا اهل السنة ان امة محمد علیه السلام خیر الامم وافضلهم العشره الذین شهد لهم النبی صلی الله تعالی علیه وسلم بالجنة وهم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحة وزبیر وعبدالرحمن بن عوف وسعد وسعید وابو عبیدة بن الجراح وافضل هولاء العشرة الابرار الخلفاء الراشدون الاخیار وافضل الاربعة ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضوان الله علیهم

''یعنی عقیدہ اہل سنت وجماعت اس بات پر ہے کہ بیشک امت محمدیہ سب امتوں سے افضل ہے اور تمام امت محمدیہ میں عشرہ مبشرہ افضل ہیں اور وہ دس شخص یہ ہیں: حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحہ وزبیر وعبدالرحمٰن بن عوف وسعد وسعید وابوعبیدہ الجراح اور ان دسوں میں افضل خلفائے راشدین ہیں اور ان چاروں حضرات میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(غنیۃ الطالبین بحوالہ جامع المناقب ص۱۲۹)

حب علی

بزار وابویعلی محدثین نے نقل کیا ہے کہ سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بارے میں آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اے علی! تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک خاص مناسبت ہے یہودیوں نے ان سے اس قدر بغض رکھا کہ معاذ اللہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم پر تہمت لگائی اور نصاریٰ ان کی محبت میں اس قدر حد سے بڑھ گئے کہ معاذ اللہ ان کو خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ اسی طرح ہوشیار ہو جاؤ کہ تیرے حق میں بھی دو گروہ ہوں گے ایک ان لوگوں کا گروہ ہوگا جو تیری محبت میں تجھ کو تیرے مرتبہ سے بہت زیادہ بڑھا کر حد سے تجاوز کر جائے گا اور دوسرا گروہ وہ ہوگا جو تجھ سے انتہائی بغض وعداوت رکھے گا اور تجھ پر بہتان لگائے گا۔

اس ارشاد مبارک سے ثابت ہوتا ہے کہ رافضی اور خارجی دونوں فرقے گمراہ ہیں اور اہل سنت وجماعت یقیناً صراط مستقیم اور حق پر ہیں جو حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے انتہائی والہانہ محبت وعقیدت رکھتے ہیں اور حد سے تجاوز بھی نہیں کرتے۔

شاعری

فصاحت وبلاغت کے میدان میں اہل عرب اپنے مقابل کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور برجستہ اشعار کا زبان سے ادا ہو

جانا ایک عام بات تھی...... میدان شاعری میں بھی امیر المومنین سیّدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ ایک منفرد حیثیت کے حامل ہیں چنانچہ اکثر تواریخ وسیرت کی کتابوں میں آپ کے بیشمار اشعار حمد ونعت ورجز کے ملتے ہیں چند اشعار تبرکاً وتمثیلاً تحریر کئے جاتے ہیں۔

الا یا ساکن القصرا المعلی ستدفن عنقریب فی التراب

لہ ملك ینادی کل یوم ندوا للموت وابنوا للخراب

''اے مضبوط محلوں میں آرام کرنے والے عنقریب تم مٹی میں دفن کئے جاؤ گے، ہر روز تمہیں ایک فرشتہ یہ ندا کردیتا ہے''۔

الھی تبت عن کل المعاصی باخلاص رجاء ا للخلاصی

اغثنی یا غیاث المستغیث بفضلك یوم یوخذ بالنواصی

''خداوند توبہ کرتا ہوں میں اپنے تمام گناہوں سے اخلاص کے ساتھ نجات کی امید رکھتے ہوئے میری فریاد کو پہنچ اے فریاد کے پہنچنے والے، اپنے فضل سے اس روز کہ جس روز پکڑے جائیں گے لوگ پیشانیوں سے''۔

رضینا قسمة الجبار فینا لنا علم وللجھال مال

لان المال یفنی عنقریب وان العلم یبقی لا یزال

''ہم اپنے رب تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہیں کہ مجھے علم سے نوازا اور جاہلوں کو مال سے اس لئے کہ مال عنقریب فنا وختم ہوجانے والا ہے اور علم باقی ہے اس کے لئے زوال نہیں''۔

کرامات

فالج زدہ اچھا ہوگیا

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب طبقات میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین سیّدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اپنے دونوں شاہزادگان حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ حرم کعبہ میں حاضر تھے کہ درمیان رات میں ناگہاں آپ نے ایک التجاء کرنے والے کی آواز کو سنا کہ وہ گڑگڑا کر اپنی حاجت کے لئے دعا مانگ رہا ہے اور زاروقطار رو رہا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ وہ شخص اس حال میں حاضر خدمت ہوا کہ اس کے بدن کی ایک کروٹ فالج زدہ تھی اور وہ زمین پر گھسٹتا ہوا آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے اس کا قصہ دریافت فرمایا تو اس نے عرض کیا: اے امیر المومنین! میں بہت ہی بے باکی کے ساتھ قسم قسم کے گناہوں میں دن رات منہمک رہتا تھا اور میرا باپ جو بہت ہی صالح اور پابند شریعت مسلمان تھا بار بار مجھ کو گناہوں سے روکتا تھا اور بار بار میری گرفت کرتا تھا ایک دن میں نے اپنے باپ کی نصیحت

سے ناراض ہوکراس کو مارا، میری مار کھا کر میرا باپ رنج وغم میں ڈوبا ہوا حرم کعبہ میں آیا اور میرے لئے بددعا کرنے لگا ابھی اس کی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ اچانک میری ایک کروٹ پر فالج کا اثر ہوگیا اور میں زمین پر گھسٹ کر چلنے لگا۔اس غیبی سزا سے مجھے بڑی عبرت حاصل ہوئی اور میں نے رو رو کر اپنے باپ سے اپنے جرم کی معافی طلب کی اور میرے باپ نے اپنی شفقت پدری سے مجبور ہوکر مجھ پر رحم کھایا اور مجھے معاف کردیا اور کہا: بیٹا چل جہاں میں نے تیرے لئے بددعا کی تھی۔اس جگہ اب تیرے لئے صحت وسلامتی کی دعا مانگوں گا۔

چنانچہ میں والد کو اونٹنی پر سوار کرکے مکہ معظمہ لا رہا تھا کہ ناگہاں اونٹنی ایک مقام پر بدک کر بھاگنے لگی اور میرا باپ اس کی پیٹھ سے گر کر ہلاک ہوگیا۔اب میں اکیلا حرم کعبہ میں آکر رات دن رو رو کر خدا سے اپنی تندرستی کے لئے دعائیں مانگتا رہتا ہوں......امیر المومنین نے اس کی ساری سرگزشت سن کر فرمایا: اے شخص! اگر واقعی تیرا باپ تجھ سے خوش ہوگیا تھا تو اطمینان رکھ کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے خوش ہوگیا ہے، اس نے کہا: اے امیر المومنین! میں بحلف شرعی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا باپ مجھ سے خوش ہوگیا تھا۔امیر المومنین سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی حالت زار پر قسم کھا کر اس کو تسلی دی اور چند رکعت نماز پڑھ کر اس کی تندرستی کے لئے دعا مانگی، پھر فرمایا: اے مبارک شخص! اٹھ کھڑا ہوجا! یہ سنتے ہی وہ بلاتکلف اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور چلنے لگا آپ نے فرمایا: اے شخص! اگر تو نے قسم کھا کر یہ نہ کہا ہوتا کہ تیرا باپ تجھ سے خوش ہوگیا تھا تو میں ہرگز کبھی تیرے لئے دعا نہ کرتا۔(حجۃ اللہ علی العالمین ج۲ ص۸۶۳)

گرتی ہوئی دیوار تھم گئی

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک دیوار کے سائے میں ایک مقدمہ کا فیصلہ سنانے کے لئے بیٹھ گئے۔درمیان مقدمہ میں لوگوں نے شور مچایا کہ اے امیر المومنین! یہاں سے اٹھ جائیں یہ دیوار گر رہی ہے؟ آپ نے نہایت ہی اطمینان اور سکون کے ساتھ فرمایا: مقدمہ کی کارروائی جاری رکھو اللہ تعالیٰ بہترین محافظ ونگہبان ہے...... چنانچہ اطمینان کے ساتھ آپ اس مقدمہ کا فیصلہ فرما کر جب وہاں سے چل دیئے تو فوراً ہی دیوار گر گئی۔(ازالۃ الخلفاء مقصد۲ ص۲۷۳)

جاسوس اندھا ہوگیا

ایک شخص آپ کے پاس رہ کر جاسوسی کیا کرتا تھا اور آپ کی خفیہ خبریں آپ کے مخالفین کو پہنچایا کرتا تھا۔آپ نے جب اس سے دریافت فرمایا تو وہ شخص قسمیں کھانے لگا اور اپنی برات ظاہر کرنے لگا۔آپ نے جلال میں آکر فرمایا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کی روشنی چھین لے...... چنانچہ وہ شخص اندھا ہوگیا اور لاٹھی کے سہارے چلنے لگا۔

(شواہد النبوۃ ص۱۶۷، خزینۃ الاصفیاء ج۱ ص۲۱)

فرشتے خدمت پر مقرر

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے آپ کے دولت کدے پر بھیجا، میں جب حضرت کے دولت کدے پر پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے گھر میں چکی بغیر کسی چلانے والے کے خود بخود چل رہی ہے۔ جب میں نے بارگاہ رسالت میں اس عجیب کرامت کا تذکرہ کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جو زمین میں سیر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی یہ بھی ڈیوٹی مقرر فرمادی ہے کہ وہ میری آل کی امداد واعانت کرتے رہیں۔ (ازالۃ الخلفاء مقصد دوم ص ۲۷۲)

ذرا دیر میں قرآن ختم

امیر المومنین سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت بھی روایت صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ایک پاؤں رکاب میں رکھتے اور قرآن مجید شروع کرتے اور دوسرا پاؤں رکاب میں رکھ کر گھوڑے کی زین پر بیٹھتے اتنی دیر میں ایک ختم قرآن مجید کرلیا کرتے تھے۔ (شواہد النبوہ ص ۱۶۰)

خبر ما فی الغد

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے حالات بتا کر یہ بھی بتایا کہ تم کو فلاں کھجور کے درخت پر پھانسی دی جائے گی۔ چنانچہ اس شخص کے بارے میں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہ حرف بحرف صحیح نکلا اور آپ کی پشین گوئی پوری ہو کر رہی۔ (ازالۃ الخلفاء ص ۱۶۲)

دریا کی طغیانی اشارے سے ختم

ایک مرتبہ نہر فرات میں ایسی خوفناک طغیانی آگئی کہ سیلاب میں تمام کھیتیاں غرق آب ہوگئیں لوگوں نے آپ کے دربار میں فریاد کی۔ آپ فوراً ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک وعمامہ مقدسہ اور چادر مبارک زیب تن فرمائے اور گھوڑے پر سوار ہوئے لوگوں کی ایک جماعت جس میں حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے آپ کے ساتھ پیدل چل پڑے اور پل پر پہنچ کر اپنے عصا سے نہر فرات کی طرف اشارہ فرمایا تو نہر کا پانی ایک گز کم ہوگیا، جب تیسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو تین گز پانی اتر گیا اور سیلاب ختم ہوگیا لوگوں نے شور مچایا کہ امیر المومنین! بس کیجئے اتنا ہی کافی ہے۔

(شواہد النبوہ ص ۱۶۲، خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۱۷)

عجیب وغریب چشمہ

مقام صفین کو جاتے ہوئے آپ کا لشکر ایک ایسے میدان سے گزرا جہاں پانی نایاب تھا، پورا لشکر پیاس کی شدت سے بے تاب ہوگیا، وہاں کے گرجا گھر میں ایک راہب رہتا تھا۔ اس نے بتایا کہ یہاں سے دوکوس کے فاصلے پر پانی مل سکے گا کچھ

لوگوں نے اجازت طلب کی تا کہ وہاں سے جا کر پانی لائیں، یہ سن کر آپ اپنے خچر پر سوار ہو گئے اور ایک جگہ آپ نے اشارے سے فرمایا: اس جگہ تم لوگ زمین کھودو چنانچہ لوگوں نے زمین کی کھدائی شروع کی تو اس میں ایک پتھر ظاہر ہوا لوگوں نے اس پتھر کو نکالنے کی انتہائی کوشش کی لیکن تمام آلات بیکار ہو گئے اور وہ پتھر نہ نکل سکا یہ دیکھ کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اپنی سواری سے اتر کر آستین چڑھائی اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو اس پتھر کی دراز میں ڈال کر زور لگایا تو وہ پتھر نکل پڑا اور اس کے نیچے سے ایک نہایت ہی صاف وشفاف اور شیریں پانی کا چشمہ ظاہر ہو گیا اور تمام لشکر اس پانی سے سیراب ہو گیا لوگوں نے اپنے جانوروں کو بھی پلایا اور لشکر کے تمام مشکوں کو بھی بھر لیا، آپ نے اس پتھر کو اس کی جگہ پر رکھ دیا..... گر جا گھر کا عیسائی راہب آپ کی یہ کرامت دیکھ کر سامنے آیا اور آپ سے دریافت کیا کہ:

کیا آپ فرشتہ ہیں؟.......... آپ نے فرمایا: نہیں!

کیا آپ نبی ہیں؟.......... آپ نے فرمایا: نہیں!

پھر آپ کون ہیں؟.......... آپ نے فرمایا: میں پیغمبر مرسل حضرت محمد بن عبداللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں اور مجھ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند باتوں کی وصیت فرمائی ہے یہ سن کر وہ عیسائی راہب کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے اتنی مدت تک اسلام کیوں نہیں قبول کیا تھا؟ راہب نے کہا: ہماری کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اس گر جا گھر کے قریب میں ایک چشمہ پوشیدہ ہے اور اس چشمے کو وہی شخص ظاہر کرے گا جو یا تو نبی ہو گا..... یا نبی کا صحابی ہو گا چنانچہ میں اور مجھ سے پہلے بہت سے راہب اس گر جا گھر میں اسی انتظار میں مقیم رہے اب آج آپ نے یہ چشمہ ظاہر کر دیا تو میری مراد بر آئی۔

راہب کی تقریر سن کر آپ رو پڑے اور اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور پھر آپ نے ارشاد فرمایا: الحمدللہ! کہ ان لوگوں کی کتابوں میں بھی میرا ذکر ہے..... یہ راہب مسلمان ہو کر آپ کے خادموں میں شامل ہو گئے اور آپ کے لشکر میں داخل ہو کر شامیوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے اور آپ نے ان کو اپنے دست مبارک سے دفن کیا اور اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی۔ (ایضاً ص ۱۶۴)

شوہر عورت کا بیٹا نکلا

امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کاشانہ خلافت سے کچھ دور ایک مسجد کے پہلو میں دو میاں بیوی رات بھر جھگڑا کرتے رہے صبح کو امیر المومنین نے دونوں کو بلا کر جھگڑے کا سبب دریافت فرمایا۔ شوہر نے عرض کیا: اے امیر المومنین! میں کیا کروں نکاح کے بعد اچانک اس عورت سے بے انتہا نفرت ہو گئی، یہ دیکھ کر بیوی مجھ سے جھگڑا کرنے لگی پھر بات بڑھ گئی۔

آپ نے تمام حاضرین دربار کو باہر نکال دیا اور عورت سے فرمایا: دیکھ میں تجھ سے جو سوال کروں اس کا سچ سچ جواب دینا پھر آپ نے فرمایا: کہ..... اے عورت تیرا نام یہ ہے اور تیرے باپ کا نام یہ ہے؟ عورت نے کہا: بالکل درست آپ نے پھر

فرمایا کہ......اے عورت یاد کر تو زنا کاری سے حاملہ ہوگئی تھی اور ایک مدت تک تو اور تیری ماں اس حمل کو چھپاتی رہی جب درد زہ شروع ہوا تو تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی اور جب بچہ پیدا ہوا تو اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر تو نے میدان میں ڈال دیا اتفاق سے ایک کتا اس بچہ کے پاس آیا تیری ماں نے اس کتے کو پتھر مارا لیکن وہ پتھر بچے کو لگا اور اس کا سر پھٹ گیا تیری ماں کو بچے پر رحم آ گیا اور اس نے بچے کے زخم پر پٹی باندھ دی، پھر تم دونوں وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئیں اس کے بعد اس بچے کی تم دونوں کو کچھ بھی خبر نہیں ملی کیا یہ واقعہ سچ ہے؟ عورت نے کہا ہاں! اے امیر المومنین! یہ پورا واقعہ حرف بحرف صحیح ہے......پھر آپ نے فرمایا: اے مرد! تو اپنا سر کھول کر اس کو دکھا دے؟ مرد نے سر کھولا تو اس زخم کا نشان موجود تھا اس کے بعد امیر المومنین نے فرمایا: اے عورت! یہ تیرا شوہر نہیں ہے بلکہ......تیرا بیٹا ہے تم دونوں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم دونوں کو حرام کاری سے بچا لیا۔ (شواہد النبوۃ ص ۱۶۱، خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۱۷)

قبر والوں سے بات چیت

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں گئے تو امیر المومنین نے قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر بآواز بلند یہ فرمایا:

اے قبر والو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ کیا تم لوگ اپنی خبریں ہمیں سناؤ گے یا ہم تم لوگوں کو تمہاری خبریں سنائیں؟ اس کے جواب میں قبروں کے اندر سے آواز آئی: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اے امیر المومنین! آپ ہمیں یہ سنائیے کہ ہماری موت کے بعد ہمارے گھروں میں کیا کیا معاملات ہوئے؟ حضرت امیر المومنین نے فرمایا: اے قبر والو! تمہارے بعد تمہارے گھروں کی خبر یہ ہے کہ تمہاری بیوی نے دوسروں سے نکاح کر لیا اور تمہارے مال و دولت کو تمہارے وارثوں نے آپس میں تقسیم کر لیا اور تمہارے چھوٹے چھوٹے بچے یتیم ہو کر دربدر پھر رہے ہیں اور تمہارے مضبوط اور اونچے اونچے محلوں میں تمہارے دشمن آرام اور چین کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں......اس کے جواب میں قبروں میں سے ایک مردے کی دردناک آواز آئی کہ اے امیر المومنین! ہماری خبر یہ ہے کہ ہمارے کفن پرانے ہو کر پھٹ چکے ہیں اور جو کچھ ہم نے دنیا میں خرچ کیا تھا اس کو ہم نے یہاں پا لیا ہے اور جو کچھ ہم دنیا میں چھوڑ آئے تھے اس میں ہمیں گھاٹا ہی گھاٹا اٹھانا پڑا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۳)

ڈوبا ہوا سورج دوبارہ طلوع ہوا

صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے دو مرتبہ ڈوبے ہوئے سورج کو دوبارہ طلوع فرمایا ایک تو مقام صہبا میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا فرما کر مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر استراحت فرما رہے تھے کہ اسی اثناء میں وحی کا نزول ہو گیا اور یہ سلسلہ اتنی دیر تک قائم رہا کہ آفتاب غروب ہو گیا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز عصر قضا ہو گئی۔ جب وحی کے نزول کا سلسلہ ختم ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا: عصر کی نماز تم نے ادا کی؟ آپ نے فرمایا: آپ کے حکم سے ادا کروں گا اور میں نے آپ کو بیدار اس لئے نہیں فرمایا: یہ ادب کے خلاف ہے۔

آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو ڈوبا ہوا سورج واپس آگیا اور آپ نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔

دوسری بار وصال حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس وقت آپ بابل کی طرف سفر میں تھے اور آپ نے چاہا کہ فرات سے پار اتریں تو وہ عصر کی نماز کا وقت تھا یہاں تک کہ آپ اور آپ کے کچھ ساتھیوں نے عصر کی نماز ادا فرمالی اور دوسرے اصحاب جو چوپایوں اور سامانوں کو دریا سے پار کررہے تھے وقت زیادہ ہوجانے کی وجہ سے آفتاب غروب ہوگیا اور عصر کی نماز قضا ہوگئی اس وقت آپ کے اصحاب نے آپ کی خدمت میں نماز عصر کے قضا ہوجانے کی پریشانی ظاہر کی تو آپ نے قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو رب تعالیٰ نے آفتاب کو لوٹا دیا اور آپ کے اصحاب نے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد حسب سابق آفتاب غروب ہوگیا۔ (خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۲۱،۲۲)

ازواج واولاد

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ازواج واولاد کے بارے میں روایتیں مختلف ہیں یہاں پر چند روایتیں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) پہلی بیوی حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں جب تک حضرت سیّدہ فاطمہ زندہ رہیں آپ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا حضرت فاطمہؓ سے تین صاحبزادے حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت محسن اور تین صاحبزادیاں ام کلثوم کبریٰ، زینب ورقیہ کبریٰ تھیں۔ محسن اور رقیہ کا انتقال ایام طفولیت میں ہوگیا اور حضرت ام کلثوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں (۲) دوسری بیوی حضرت امامہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی وحضرت بی بی زینب کی صاحبزادی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت پیار کرتے تھے، حضرت شیر خدا نے حسب وصیت حضرت سیدۃ النساء کے ان سے نکاح کیا تھا اور ان سے صرف ایک صاحبزادے محمد اوسط پیدا ہوئے (۳) تیسری بیوی اسماء بنت عمیس تھیں۔ یہ آپ کے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں ان کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا تھا، بعد وفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ آپ کے نکاح میں آئیں ان سے دو صاحبزادے حضرت عون اور یحییٰ پیدا ہوئے۔ (۴) چوتھی بیوی حضرت خولہ بنت جعفر بن قیس بن سلمہ تھیں ان سے حضرت محمد اکبر جن کو محمد حنیف اور محمد بن حنیفہ بھی کہتے ہیں پیدا ہوئے۔ یہ صاحبزادے بڑے بہادر اور سخی اور خوش تقدیر تھے۔ وصال ۵۱ھ میں ہوا۔ (۵) پانچویں بیوی ام البنین بنت حرام بن خالد بن جعفر بن ربیعہ کلابی تھیں۔ ان سے حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ پیدا ہوئے اور یہ چاروں صاحبزادے ہمراہ حضرت سیّد الشہداء کے کربلا میں شہید ہوئے۔ (۶) چھٹی بیوی ام حبیب بنت ربیعہ تھیں۔ ان سے ایک صاحبزادے حضرت عمرو اور ایک صاحبزادی رقیہ صغریٰ توام

پیدا ہوئے۔(۷) ساتویں بیوی لیلیٰ بنت مسعود الدار ہنہ تھیں۔ان سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے ایک عبداللہ ثانی جن کو مختار بن ابی عبید نے قتل کیا دوسرے ابوبکر جو معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔(۸) آٹھویں بیوی ام سعد بنت عروہ تھیں ان سے دو صاحبزادیاں ام الحسن اور رملہ کبریٰ پیدا ہوئیں۔(۹) نویں بیوی کا نام اور ان سے کون کون اولاد ہوئیں معلوم نہیں ہوسکا۔
(مسالک والسالکین ج۱ص۱۸۲)

اولاد

آپ کے کل صاحبزادے پندرہ تھے جن کے نام اس طرح ہیں۔(۱) حضرت حسن (۲) حسین (۳) محسن (۴) محمد اکبر (۵) محمد اوسط (۶) محمد اصغر (۷) عباس (۸) عثمان (۹) جعفر (۱۰) عبداللہ (۱۱) عبداللہ ثانی (۱۲) ابوبکر (۱۳) عمر (۱۴) یحییٰ (۱۵) عون رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

صاحبزادیاں کل سترہ تھیں جن کے اسماء یہ ہیں۔ام کلثوم کبریٰ، زینب، رقیہ کبریٰ، رقیہ صغریٰ، ام الحسن، رملہ کبریٰ، رملہ صغریٰ، ام ہانی، ام کلثوم صغریٰ، میمونہ، فاطمہ، خدیجہ، ام الخیر، ام سلمہ، ام جعفر، حمانہ نفیسہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، آپ کے صاحبزادوں میں صرف پانچ کی نسل باقی ہے۔حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت عباس، حضرت محمد بن حنفیہ اور حضرت عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور صاحبزادیوں میں سے صرف ایک صاحبزادی زینب بنت فاطمہ کی نسل موجود ہے جن کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے ہوا تھا۔(۱۲ ایضا)

علامہ مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارہ صاحبزادے اور نو صاحبزادیاں تحریر فرمائی ہیں جبکہ اصح تعداد میں علامہ محمد میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھارہ لڑکے اور اٹھارہ لڑکیاں تحریر فرمائی ہیں۔(مراۃ شرح مشکوۃ ص۹۶)

خلفاء

حضرت مولا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چھ خلیفہ تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت کمیل بن زیاد، حضرت خواجہ اویس قرنی، حضرت قاضی ابوالمقدام شریح بن ہانی بن زید الحارثی حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اقوال زرّیں

○ حکمت کی بات گویا مومن کی گمشدہ چیز ہے جسے وہ جہاں دیکھتا ہے لے لیتا ہے۔○ بصارت کا چلے جانا چشم بصیرت کے اندھا ہونے سے اچھا ہے ○ جو شخص مال دینے میں سب سے زیادہ بخیل ہو وہ اپنی عزت کے دینے میں سب سے زیادہ سخی ہوتا ہے ○ جو شخص اپنے دشمن کے قریب رہتا ہے اس کا جسم غم کی وجہ سے گھل کر لاغر ہو جاتا ہے ○ خدا کی رحمت سے نا امید ہونا نہایت نقصان دہ ہے ○ دین کی درستی دنیا کے نقصان کرنے سے حاصل ہوتی ہے ○ فرصت کو کھونا بہت بڑی مصیبت ہے ○ علم

مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کی حفاظت کرتے ہو ○ دنیاداروں کی دوستی ایک معمولی اور ادنیٰ بات سے دور ہو جاتی ہے ○ حق نہایت زبردست مددگار ہے اور جھوٹ بہت کمزور معاون ہے ○ صبر ایک ایسی سواری ہے جو کبھی ٹھوکر نہیں کھاتی ○ دشمن کے حسن سلوک پر بھروسہ نہ کرو کیونکہ پانی کو آگ سے کتنا ہی گرم کیا جائے پھر بھی وہ اس کے بجھانے کو کافی ہے ○ شریف عالم تو اضع اختیار کرتا ہے اور جب کمینہ باعلم ہو جائے تو وہ بڑائی کرنے لگتا ہے ○ شرافت اپنی بلند ہمتی سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ باپ دادا پر فخر کرنے سے ○ جو شخص نیک سلوک کرنے سے درست نہ ہو وہ بدسلوکی سے درست ہو جاتا ہے ○ جس شخص کا راز اس کے سینے میں نہیں سما سکتا اس کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ○ بیشک دنیا و آخرت کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کی دو بیویاں ہوں کہ جب ایک کو راضی کرتا ہے تو دوسری ناخوش ہو جاتی ہے ○ جب رزق کی تنگی ترے اوپر ہو تو بخشش مانگ اللہ تعالیٰ سے یعنی استغفر اللہ اور کلمہ پڑھ کشادگی ہوگی ○ برائیوں سے پرہیز کرنا نیکیاں کمانے سے بہتر ہے ○ عقیدے میں شک کرنا شرک کے برابر ہے ○ فرمایا اللہ تعالیٰ نے دنیا میں فقر میں ثواب بھی رکھا ہے اور عذاب بھی ہے وہ فقر جس میں ثواب موجود ہے وہ یہ ہے صاحب فقر کے اخلاق نیک ہوں، اپنے رب کا اطاعت گزار بندہ ہو اور اپنے حال کی شکایت اپنے لب پر نہ لائے اور اپنے فقر پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ بجالائے اور وہ فقر جس میں عذاب ہے اس کی علامت یہ ہے کہ صاحب فقر کے اخلاق برے ہوں اور اپنے رب کا نافرمان ہو، اپنے فقر پر بہت شکوہ شکایت کرے اور حکم الٰہی یا تقدیر پر غصہ کرے۔

(عوارف المعارف، نورالابصار والمنبہات)

واقعہ شہادت

آپ کی شہادت کا واقعہ جو تاریخ اسلام کا بہت ہی دردناک واقعہ ہے آپ کے قتل کے سلسلے میں واقعہ یوں درج ہے کہ تین خبیث قسم کے خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکیر تمیمی یہ تینوں مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ حضرت علی و حضرت معاویہ و حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک معین تاریخ میں قتل کر دیا جائے...... اور امام سدی سے یہ منقول ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم ایک خارجی عورت قطام پر عاشق ہو گیا اور اس خبیثہ کی شادی کا مہر تین ہزار درہم ایک غلام ایک لونڈی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قتل کرنا قرار پایا۔

یہ تینوں اشخاص مکہ معظمہ میں جمع ہوئے اور یہ واقعہ ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو طے کیا گیا۔ یہ تینوں اپنے اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے اور برک نے دمشق جا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ ان کا سرین زخمی ہو گیا مگر جان بچ گئی۔ حضرت امیر معاویہ نے اس کو گرفتار کر کے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیا اور عمرو بن بکیر حضرت عمرو بن العاص کے قتل کے واسطے مصر کو روانہ ہوا اور جس روز یہ مصر میں داخل ہوا تو حضرت عمرو بن العاص کی پشت یا شکم میں درد تھا انہوں نے اپنی جگہ پر سہل عامری یا خارجہ کو نماز پڑھانے کے واسطے بھیج دیا۔ ابن بکیر نے سہل عامری کو عمرو بن العاص سمجھ کر قتل کر ڈالا جس وقت سہل عامری مقتول ہوئے جماعت کے لوگوں نے ابن بکیر کو پکڑا اور عمرو بن العاص کے پاس لائے۔ انہوں نے فرمایا: تو نے کس کو قتل

کیا ہے لوگ کہتے ہیں کہ خارجہ مقتول ہوئے؟ اس نے جواب دیا...... میں نے عمرو کے قتل کا ارادہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے خارجہ کا ارادہ کیا...... آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور ابن ملجم نے کوفہ میں آ کر اپنے ساتھیوں سے ملاقات کی اور امیر المومنین کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا۔ حسب معمول رات کے پچھلے حصہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور اپنے فرزند حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: نور نظر آج رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی امت سے مجھے کوئی راحت نہیں ملی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم ظالموں کے لئے بددعا کرو تو میں نے یہ دعا مانگی ہے کہ یا اللہ! تو مجھے ان لوگوں کے بدلے ان سے بہتر لوگوں کے بدلے ان سے بہتر لوگوں کا ساتھ عطا فرما اور ان لوگوں کو میری جگہ ایسے شخص کو عطا فرما جو ان لوگوں کے حق میں بہت ہی برا ہو۔

ابھی آپ صاحبزادے سے یہی فرما رہے تھے کہ ابن نباح موذن نے آ کر الصلوٰۃ کہا یعنی نماز کو چلئے۔ چنانچہ آپ گھر سے لوگوں کو نماز کے لئے آواز دیتے ہوئے مسجد کو چلے آپ مسجد میں داخل ہوئے اور ابن ملجم شقی القلب ستون کے پیچھے چھپا ہوا کھڑا تھا۔ ناگہاں دھوکہ سے آپ کی پیشانی پر زہر میں بجھی ہوئی ایسی تلوار ماری کہ آپ کا چہرہ مبارک کنپٹی تک کٹتا چلا گیا اور تلوار دماغ میں جا کر رکی شمشیر لگتے ہی آپ نے فزت برب الکعبۃ فرمایا یعنی رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ پھر چاروں طرف سے لوگ اس بدبخت قاتل پر دوڑ پڑے اور بھاگتے ہوئے پکڑ لیا گیا اور آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے فرمایا:

قید کرو اس کو اور اچھا کھانا دو اور اس کے لئے نرم بستر تیار کرو اگر میں زندہ رہا تو اپنے خون کے معاف کر دینے کا مختار ہوں چاہے معاف کروں یا قصاص لوں اور اگر میں انتقال کر گیا تو اس کو بھی میرے ساتھ قتل کر دینا اور اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ لے گا۔

آپ اسی زخم کی حالت میں جمعہ اور سنیچر کے روز زندہ رہے اور شب یکشنبہ کو وفات پا گئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

تاریخ وصال

آپ کا وصال ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ مطابق ۴ فروری ۶۶۱ء پھاگن صدی آٹھ سمبت بکرمی بعمر ۶۳ سال شب یکشنبہ کو ہوا۔

آخری وصیت

اپنے آخری وقت میں حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا تم کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ دنیا کو نہ چاہنا اگرچہ وہ تمہیں چاہے اور اس میں سے اگر کچھ تم سے جاتا رہے تو اس پر رونا نہیں، حق کہنا، یتیموں پر رحم کرنا، کمزوروں کی مدد کرنا، پھر اپنے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کو بھی یہی وصیت فرمائی اور اپنے دونوں بھائیوں سبطین کریمین کی توقیر واتباع کی تاکید کی پھر سبطین کریمین کو ان کا لحاظ رکھنے کی وصیت کی اور اس کے بعد کوئی کلام سوائے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے نہیں فرمایا۔ (صواعق، واضح التواریخ)

تجہیز و تکفین

آپ کو حضرات حسنین کریمین و حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غسل دیا اور کفن میں تین کپڑے تھے جس میں قمیص، عمامہ نہ تھا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ (تاریخ الخلفاء مسالک السالکین)

قبر انور

آپ کے مدفن کے بارے اقوال مختلف ہیں۔ مشہور قول یہ ہے کہ نجف اشرف میں مدفون ہیں۔

مدت خلافت

چار سال آٹھ ماہ نو دن خلافت کی ذمہ داری کو سنبھالا۔ نقش نگینہ آپ کا ''الملک للہ'' تھا۔

نور سوم

سیّد الشہداء سبط رسول
سیّدنا حضرت امام حسین
رضی اللہ عنہ

۵ شعبان المعظم ۴ھ..........۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ

یا شہید کربلا یا دافع کرب وبلا
گلرخا شہزادۂ گلگوں قبا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الامام الحسين الشهيد رضى الله تعالىٰ عنه

مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

ولادت باسعادت

• سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ۵ شعبان المعظم ۴ھ بروز سہ شنبہ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ بعد تولد حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ مبارکہ ام الفضل بنت الحارث نے آپ کو دودھ پلایا۔

طرب افروز تھا دن پانچ شعبان المعظم کا
کہ قصر فاطمی میں ایک خورشید شرف چمکا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہن مبارک سے ان کی تحنیک کی اور داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر پڑھی اور منہ میں لعاب دہن مبارک ڈالا، دعائیں دیں اور ساتویں دن حسین نام رکھا اور ایک گوسفند سے عقیقہ کیا اور حضرت فاطمہ سے ارشاد فرمایا: اس کا سر منڈا کر بال کے برابر چاندی صدقہ کردو جس طرح عقیقہ حسن میں کیا تھا۔ (تشریف البشر ص ۲۸)

اسم مبارک وکنیت

آپ کا نام پاک حسین اور کنیت ابوعبداللہ ہے اور القاب سیّد الشہداء، سبط رسول، سبط اصغر، رشید، ذکی، مبارک اور ریحانۃ الرسول ہے۔

نام رکھنے کے لئے حضرت جبرئیل کی آمد

آپ کی ولادت کی خبر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ اپنی شہزادی سیّدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا: کیا نام رکھا ہے؟ آپ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری کیا مجال کے حضور سے سبقت کروں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی! میں بھی اس کا نام رکھنے کے لئے وحی الٰہی کا منتظر ہوں اتنے میں حضور جبرائیل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! حضرت ہارون علیہ السلام کے تینوں بیٹوں کا نام عبرانی زبان میں شبر، شبیر اور مشبر تھا جس کا عربی ترجمہ حسن، حسین اور محسن ہے۔ بڑے شہزادے کا نام حسن ہے اور ان کا نام حسین رکھئے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسین رکھا۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۱۹۵، خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۲۸)

حلیہ شریف

آپ سینہ سے قدم مبارک تک بالکل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور ایسے حسین وجمیل اور شکیل تھے کہ جو آپ کو دیکھتا آپ کا والہ وشیدا ہو جاتا تھا اور چہرۂ مبارک کی چمک دمک ایسی تھی کہ تاریک شب اور تاریک گھر میں مثل ستارہ روشن کے چمکتا اور لوگ اس کی روشنی میں راہ چلتے۔ (ایضاً، ایضاً، ایضاً، ایضاً)

تعلیم وتربیت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے آغوش رسالت میں تربیت پائی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام بچوں سے زیادہ آپ سے محبت کرتے تھے کیونکہ آپ حد درجہ نیک دل، خدا پرست، رحم ومروت کے پیکر اور بہادر وشجاع تھے اس کے علاوہ رسول خدا بھی جانتے تھے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ یہی نونہال میری امت کو تباہی سے بچائے گا، میرے دین کا پرچم بلند کرے گا، باطل کو قدموں سے پامال کرے گا اور اسلام کا سفینہ ساحل نجات پر لگائے گا۔

حسین ابن علی کی اوج ورفعت کوئی کیا جانے
حسن جانے، علی جان، نبی جانے، خدا جانے

اخلاق حسنہ

سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ نہایت رحم دل، سخی، عابد، تقویٰ شعار اور خدا ترس تھے۔ غریبوں کی نگہبانی، محتاجوں کی مدد کرنا، بے سہاروں کو سہارا دینا اور یتیموں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔ کاشانہ اقدس پر کوئی سائل وفقیر حاضر ہوتا تو خود فاقہ کر لیتے مگر گھر میں جو کچھ ہوتا فقیر کے حوالے کر دیتے، گویا آپ اپنے نانا جان، والد گرامی علی مرتضیٰ اور والدہ مکرمہ خاتون جنت کے اخلاق اور روحانی محاسن وکمالات کے مظہر وجامع تھے...... آپ کی بے پناہ رحم دلی کا ایک مشہور واقعہ ہے:

ایک دن آپ چند مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے، غلام گرم گرم شوربے کا پیالہ دستر خوان پر لاتے ہوئے خوف سے کانپا جس کی وجہ سے شوربے کا پیالہ گر کر ٹوٹ گیا اور شوربہ آپ کے رخسار مبارک پر پڑ گیا۔ آپ نے اس کی طرف نگاہ اٹھائی تو اس نے نہایت عجز وادب سے عرض کیا۔ **والکاظمین الغیظ** آپ نے فرمایا: **کظمت غیظی** میں نے اپنا غصہ پی لیا غلام نے پھر کہا: **والعافین عن الناس** آپ نے فرمایا: **قد عفوت عنك** میں نے تم کو معاف کر دیا۔ غلام نے پھر کہا: **واللہ یحب المحسنین** آپ نے فرمایا: **انت حر لوجہ اللہ** میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے آزاد کر دیا۔

(مسالک السالکین ج ۱ص ۱۸۸ اروح البیان ج ۱ص ۳۶۷)

جبرئیل علیہ السلام فیصلہ لے کر نازل ہوئے

ایک مرتبہ امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بچپن میں تختی پر کچھ لکھا اور باہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ میرا خط

اچھا ہے چنانچہ دونوں اس بات کا فیصلہ لینے والد گرامی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس مقدمہ کا فیصلہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد فرمایا اور حضرت فاطمہ نے فرمایا: میرے نور چشموں اس بات کا فیصلہ تم اپنے نانا جان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کراؤ یہاں تک کہ وہ دونوں بھائی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا فیصلہ جبرئیل امین کریں گے۔ معاً جبرئیل امین حاضر ہوئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! خدا تعالیٰ یہ فیصلہ خود فرمائے گا چنانچہ رب تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جبرئیل جنت سے ایک سیب لے جاؤ اور اس کو ان دونوں کی تختیوں پر ڈال دو سیب جس کی تختی پر ٹھہر جائے وہی خط اچھا ہے۔

چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نے جنت کا ایک سیب لاکر ان تختیوں پر گرادیا تو حکم الٰہی کے مطابق اس سیب کے دو ٹکڑے ہوگئے اور ایک ٹکڑا حضرت امام حسن کی تختی پر اور دوسرا حضرت امام حسین کی تختی پر جا پڑا اور فیصلہ یہ ہوا کہ دونوں ہی خط اچھے ہیں۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۳۹۱)

حفاظت کے لئے فرشتے مقرر

ایک مرتبہ بچپنے میں حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما گھر سے کہیں باہر تشریف لے گئے، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کچھ پریشان سی ہوئیں اس فکر میں کہ نہ معلوم دونوں شہزادے کہاں چلے گئے اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت خاتون جنت نے عرض کیا: یارسول اللہ! حسن وحسین آج نہ معلوم کہاں چلے گئے کہیں ان دونوں کا پتہ نہیں؟ اتنے میں حضرت جبرئیل امین حاضر خدمت ہوکر عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! آپ کے دونوں شہزادے فلاں جگہ ہیں آپ پریشان نہ ہوں خدا نے ان دونوں کی حفاظت کے لئے فرشتہ مقرر کردیا ہے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لے گئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ دونوں شہزادے آرام فرمارہے ہیں اور فرشتہ ایک بازو ان کے نیچے بچھائے ہوئے ہے اور دوسرے بازو سے سایہ کئے ہوئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں شہزادوں کا منہ چوم لیا اور اپنے دوش مبارک پر بٹھا کر گھر لے آئے۔ (ایضا، ایضا ص ۳۹۲)

سخاوت

امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت مبارکہ میں ایک بدوی آیا اور عرض کیا: میں نے آپ کے نانا جان سے سنا ہے کہ جب تم کسی حاجت کے خواستگار ہو تو چار شخصوں میں سے ایک سے درخواست کرو یا تو کسی شریف عربی سے، یا کسی شریف آقا سے یا کسی حافظ قرآن سے یا کسی ملیح شخص سے اور یہ چاروں صفتیں آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں اس لئے کہ سارے عرب کو اگر شرافت ملی ہے تو آپ ہی کے گھرانے سے ملی ہے اور سخاوت آپ کا جبلی وصف ہے رہا قرآن تو وہ آپ ہی کے گھر اترا ہے اور ملاحت کے متعلق میں نے آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب تم مجھے دیکھنا چاہو تو حسن وحسین کو دیکھ لو۔ بدوی

کی یہ گفتگو سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ نیکی بقدر معرفت ہوا کرتی ہے میں تجھ سے تین مسئلے پوچھتا ہوں اگر تو نے ان میں سے ایک کا جواب دیا تو اس تھیلی کا تیسرا حصہ تیری نذر ہے اور اگر دو کا جواب دیا تو دو حصے تیرے ہوں گے اور اگر تینوں کا جواب دے دیا تو ساری تھیلی تیری نذر کر دوں گا۔

بدوی نے کہا: ارشاد فرمائیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تمام عملوں میں سے کون سا عمل افضل ہے؟ اس نے کہا: خدا پر ایمان لانا، دوسرا سوال کہ بندہ کی ہلاکت سے نجات کس چیز سے ہے؟ اس نے جواب دیا خدا پر توکل کرنے میں تیسرا سوال بندہ کو زینت کس چیز سے حاصل ہوتی ہے؟ اس نے جواب دیا: علم سے جس کے ساتھ عمل و بردباری بھی ہو اور اگر کسی شخص میں یہ اوصاف نہ ہوں؟ تو اس نے کہا: اس کے پاس وہ مال ہونا چاہئے جس میں سخاوت ہو۔ آپ نے فرمایا: اگر کسی کے پاس ایسا مال نہ ہو؟ اس نے جواب دیا کہ فقر جس میں صبر ہونا چاہئے اگر کسی میں ایسا فقر نہ ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ پھر اس کے لئے جلانے والی بجلی چاہئے۔ ان جوابات سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور اس کو پوری تھیلی نذر کر دی۔

(ایضاً، ایضاً ص ۳۹۴)

ایک مرتبہ حضرت امام حسن و حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم حج کو تشریف لے جا رہے تھے اور جس اونٹ پر کھانے پینے کے اسباب تھے وہ اونٹ کہیں پیچھے ہی رہ گیا تھا۔ ایک جگہ بھوکے پیاسے ایک بڑھیا کی جھونپڑی میں تشریف لے گئے اور فرمایا: کچھ پینے کو ہے؟ بڑھیا نے عرض کی: ہاں اور اپنی بکری کا دودھ دوہ کر حاضر خدمت کر دیا۔ آپ لوگوں نے اس کو نوش فرمایا۔ پھر پوچھا: کھانے کو بھی کچھ ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ تیار نہیں ہے، اگر آپ چاہیں تو اس بکری کو ذبح کر کے تناول فرمائیں چنانچہ وہ بکری ذبح کی گئی اور کھانا تیار ہونے کے بعد تمام حضرات نے تناول فرمایا۔ جاتے وقت ارشاد فرمایا: بڑی بی! ہم لوگ قریش خاندان سے ہیں جب اس سفر سے واپس ہوں گے تو تم ہمارے پاس آنا ہم تیرے احسان کا بدلہ دیں گے۔ یہ فرما کر روانہ ہو گئے۔ جب اس بڑھیا کا خاوند گھر پہنچا اور بکری کے پکائے جانے کی خبر سنی تو خفا ہو کر کہنے لگا کہ تو نے بکری ان لوگوں کو کھلا دی جن کو تو جانتی بھی نہیں کہ وہ کون ہیں؟...... تھوڑے دن گزرے تھے کہ وہ میاں بیوی مفلسی کے باعث مدینہ منورہ میں آ کر اونٹ کی لیڈنیاں چن چن کر بیچنے لگے۔ ایک دن بڑھیا کہیں جا رہی تھی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے دولت خانے پر تشریف فرما تھے۔ اس بڑھیا پر نظر پڑی تو دیکھتے ہی پہچان گئے اور اسے بلا کر فرمایا: بڑی بی! مجھے جانتی ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: میں وہ شخص ہوں جو فلاں دن تمہارا مہمان ہوا تھا، بڑھیا نے بغور دیکھا اور پہچان گئی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا: ایک ہزار بکریاں خرید کر اس بڑھیا کو دی جائیں اور ساتھ ہی ایک ہزار دینار نقد بھی دیئے جائیں۔ چنانچہ تعمیل حکم کی گئی اور ایک ہزار بکریاں و نقد دے دیا گیا۔ پھر حضرت امام حسن نے اپنے غلام کو ساتھ کر کے اس بڑھیا کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت فرمایا: بھائی جان نے تمہیں کیا دیا ہے؟ بڑھیا نے کہا: ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار نقد دینار۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی ایک ہزار

بکریاں اور ایک ہزار دینار دے کر رخصت کیا اور غلام کے ساتھ اس بڑھیا کو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔انہوں نے پوچھا کہ دونوں بھائیوں نے تمہیں کیا دیا؟ بڑھیا بولی: دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عطا فرمائے۔وہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار لے کر اپنے خاوند کے پاس آئی اور کہنے لگی: یہ انعام ان سخی گھرانے والوں نے عطا فرمائے ہیں جن کو میں نے بکری کھلائی تھی۔
(کیمیائے سعادت ص ۲۵۹)

صبر وتحمل

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی دردناک شہادت کی خبر بچپنے ہی میں ہوگئی تھی۔یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کے مقتل کربلا کی خاک بھی بارگاہ رسالت میں پیش کردی تھی۔اس حادثۂ عظیم پر مطلع ہونے کے باوجود آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے اس ساعت کا انتظار فرمایا اور امتحان شہادت میں مردانہ وار صبر وتحمل کا ثبوت دیا۔اس الم میں بھی جہاں بڑے بڑے بہادروں اور عزم وہمت کی آہنی چٹانوں کے قدم ڈگمگاتے ہیں اور ہمت ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کے پائے استقلال میں ایک ہلکی سی لغزش بھی پیدا نہ ہوئی اور زندگی کی آخری گھڑیوں تک آپ جادۂ تسلیم ورضا سے سرمو پیچھے نہ ہٹے۔

شجاعت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شجاوت وبہادری میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے آپ کی شجاعت کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے کہ ایک روز سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے دونوں شہزادوں کو لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یارسول اللہ! ان دونوں شہزادوں کو کچھ عطا فرمایئے تو آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن کو تو میں نے اپنا علم اور اپنی ہیبت عطا کی اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔(الامن والعلی ص ۹۹)

اس شہید بلا شاہ گلگوں قبا
بیکس دشت غربت پہ لاکھوں سلام

بارگاہ رسالت میں آپ کا مقام

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین کو اپنی پشت مبارک پر بٹھائے ہوئے گھٹنوں کے بل چل رہے ہیں میں نے یہ کیفیت دیکھی تو کہا! اے حسین! تمہاری سواری بہت ہی اچھی ہے اس پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر! سوار بھی تو بہت ہی اچھا ہے۔(کشف المحجوب ص ۱۲۱)

فضائل

سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں اور تاریخ وسیر میں آپ کے تفصیلی حالات درج ہیں یہاں طوالت کے خوف سے چند احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے تیسرے امام وشیخ طریقت ہیں۔

عن یعلی بن مرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسین منی وانا من حسین احب اللہ من احب حسینا حسین سبط من الاسباط (رواہ الترمذی)(مشکوۃ ص۵۶۷ مطبع دہلی)

"یعلی بن مرہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جس نے حسین کو دوست رکھا اس نے خدا کو دوست رکھا حسین ایک سبط ہے اسباط میں سے"۔

عن البراء بن عازب قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم والحسن علی عاتقه یقول اللهم انی احبه فاحبه (متفق علیہ)

"برا بن عازب سے روایت ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت امام حسین کو اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے اور فرماتے تھے: خداوندا میں اسے دوست رکھتا ہوں پس تو بھی اسے دوست رکھ"۔

عن جابر بن عبداللہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سره ان ینظر الی سیّد شباب اهل الجنة فلینظر الی الحسین بن علی۔

"ابو یعلی اور ابن عساکر حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے: جو شخص سرداران اہل جنت کے دیکھنے کی آرزو رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ حسین ابن علی کی زیارت کرے"۔

عن ابی هریرة قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمتص لعاب الحسین کما یمتص الرجل التمرة۔

"ابن ضحاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ لعاب دہن مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اس طرح چوستے تھے جس طرح سے آدمی کھجور کو چوستا ہے"۔

ایک بار امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو منبر پر گود میں لے کر ارشاد فرمایا: **هل انبت الشعر علی رؤسنا الا ابوك** یعنی ہمارے سروں پر بال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اگائے ہوئے ہیں"۔

احادیث نسبت شہادت

بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت ام الفضل بنت حارث (زوجہ حضرت عباس بن عبدالمطلب) سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہنے لگیں: یارسول اللہ! میں نے آج کی رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے فرمایا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ خواب بہت سخت ہے۔ پھر فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ ایک ٹکڑا آپ کے بدن مبارک سے کاٹا گیا ہے اور میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خواب تو، تو نے اچھا دیکھا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ کے یہاں بیٹا پیدا ہوگا اور اس کو تیری گود میں دیں گے چنانچہ فاطمہ کے ہاں حضرت امام حسین پیدا ہوئے اور میری گود میں دیئے گئے، جیسا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، اس کے بعد میں ایک دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور حسین کو اپنی گود سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھ دیا پھر میں دوسری طرف دیکھنے لگی تو ناگہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کو کیا ہوا؟ فرمایا: مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر خبر دی ہے کہ میری امت اس لڑکے کو قتل کرے گی میں نے عرض کیا: کیا اس کو؟ فرمایا: ہاں؟ اور ان کے قتل کی سرخ مٹی بھی مجھے لا کر دی ہے۔

ابونعیم وغیرہ اصبح بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک سفر میں کربلا سے گزرا جب اس میدان میں پہنچا تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: یہ ان کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے یہ ان کے اسباب رکھنے کی جگہ ہے، یہ ان کے خون بہنے کی جگہ ہے وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوں گے اور اسی میدان میں شہید ہوں گے ان پر آسمان وزمین روئیں گے۔

دیلمی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن میری بیٹی فاطمہ آئے گی اور اس کے پاس خون سے لتھڑا ہوا کپڑا ہوگا اور عرش کے پایہ کو پکڑ کر کہے گی: اے عادل!...... میرے اور میرے بیٹے کے قاتل کے درمیان انصاف کر، رب کعبہ کی قسم میری صاحبزادی کے منشا کے مطابق حکم دیا جائے گا۔

سبب شہادت

واقعہ شہادت یہ ہے کہ ماہ رجب ۶۰ھ بمقام دمشق جب یزید پلید مالک اور بادشاہ بنا تو اس نے تمام ملکوں کو اپنی بیعت کے لئے خط لکھا اور عامل مدینہ ولید بن عتبہ کو خط لکھا کہ وہ امام حسین سے بیعت لے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت سے انکار فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یزید فاسق، شرابی اور ظالم تھا اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے وہاں سے شعبان کی چار تاریخ کو مکے کی جانب کوچ فرمایا اور مکے میں قیام فرمایا۔ یہ خبر جب کوفے والوں کو پہنچی تو انہوں نے بہت ہی بے چینی کے ساتھ آپ کی خدمت میں ڈیڑھ سو خطوط بڑی محبت وفداکاری کے لکھے اور کہا: ہم لوگ جان ومال سے آپ کی خدمت

کے لئے حاضر ہیں۔اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفے کے حالات کی معلومات کے لئے روانہ فرمایا اور ان لوگوں کو تاکید بھی فرمائی کہ امام مسلم کی مدد وحمایت میں پیچھے نہ ہٹنا یہاں تک کہ حضرت امام مسلم کوفے کو تشریف لے گئے اور مختار بن عبید کے مکان پر اتر کر وہاں قیام فرمایا......آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جوق در جوق لوگ آپ کی زیارت کو آئے اور بارہ ہزار سے زیادہ افراد نے دست مبارک پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

حضرت امام مسلم بن عقیل، اہل عراق کی گرویدگی اور عقیدت کو دیکھ کر از حد خوش ہوئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عریضہ لکھا جس میں یہاں کے حالات کی اطلاع دی اور عرض کیا: آپ جلد تشریف لے آئیں۔

(سر الشہادتین ص ۱۳،۱۴)

یزید پلید کی سازش

جب کوفیوں نے بیعت واطاعت حضرت امام مسلم کی اختیار کر لی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے آنے کے جان ودل سے مشتاق ہوئے اور چاروں طرف حضرت کے آنے کی خبر مشہور ہو گئی تو اس خبر کو سن کر یزید پلید نے اپنے مصاحبوں کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ اگر حسین کوفے آ گئے تو ملک عراق ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا اور اس کے ساتھ ہی ساری سلطنت میں خلل پڑ جائے گا۔ان مردودوں نے مشورہ دیا کہ نعمان بن بشیر کو کوفے کی حکومت سے معزول کر کے وہاں اس شخص کو حاکم بنایا جائے جو مسلم جماعت کو ختم کر کے فتنہ وفساد کا سدباب کر سکے۔آخر کار عبد اللہ ابن زیاد کو اس کام پر مقرر کیا اور اس کو لکھا: جلد از جلد بصرے سے کوفے میں پہنچ کر مسلم اور ان کے جملہ متعلقین واحباب کو قتل کر ڈالو اور حسین بیعت کریں تو بہتر ورنہ اس کو بھی قتل کر دو۔

جب یہ خط ابن زیاد کے پاس پہنچا تو یہ اپنے بھائی کو اپنا قائم مقام بنا کر کوفے کی جانب چل دیا اور اپنی فوج کو قادسیہ میں چھوڑ کر حجازیوں کا لباس پہن کر اپنے متعدد رفقاء کے ساتھ رات کو مغرب وعشاء کے درمیان کوفے پہنچا۔لوگوں نے سمجھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اس لئے انجانے میں خوب اس کا استقبال کیا، مرحبا اور سلام سے اس کا خیر مقدم ہوا مگر یہ عیار خاموشی سے اپنے گورنمنٹ ہاؤس میں چلا گیا۔جب صبح ہوئی تو ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کیا اور یزید کی مخالفت سے لوگوں کو خوب ڈرایا دھمکایا یہاں تک کہ گرفتاری کا حکم جاری کیا۔حضرت امام مسلم اس وقت ہانی کے گھر پناہ گزیں تھے آپ کو وہاں سے گرفتار کیا اور جملہ روسائے کوفہ کو بھی گرفتار کرنے کا حکم جاری کیا اس وقت امام مسلم نے اپنے گروہ کے لوگوں کو پکارا تو چالیس ہزار کا مجمع اکٹھا ہو کر اس کے محل کو گھیر لیا۔ابن زیاد اس وقت چالاکی سے روسائے کوفہ کو سامنے لایا اور ان کے ذریعے کہلوایا کہ وہ امام مسلم کی رفاقت سے باز آ جائیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ منتشر ہو گئے اور شام تک صرف آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی رہ گئے اور اندھیرا ہونے پر وہ بھی داغ مفارقت دے گئے یہاں تک کہ عبید اللہ ابن زیاد شقی القلب نے تیسری ذی

الحجہ کو آپ کو قتل کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بجانب کوفہ روانہ

حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط پاتے ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفے کی جانب روانہ ہو گئے اور ادھر امام مسلم جام شہادت سے سرفراز ہو چکے تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیاسی نفوس قدسیہ پر مشتمل نورانی قافلہ مکہ معظمہ سے جب کوچ کر رہا تھا تو مکہ مکرمہ کا بچہ بچہ اہل بیت کے اس قافلہ کو حرم شریف سے رخصت ہوتا دیکھ کر آبدیدہ اور مغموم ہو رہا تھا۔

آپ کا یہ قافلہ جب مقام شقوق میں پہنچا تو کوفے سے آنے والے ایک آدمی نے حضرت امام عالی مقام کو بتایا کہ کوفیوں نے بے وفائی کی اور حضرت امام مسلم شہید کر دیئے گئے۔ آپ نے یہ خبر سن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور گھر کے افراد کو تسلی دی۔ جب آپ مقام ثعلبہ پر اترے تو حضرت امام عالی مقام اپنی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے زانوں پر سر رکھ کر سو گئے، تھوڑی دیر کے بعد روتے ہوئے اٹھے اور فرمایا: بہن! میں نے نانا جان کو خواب میں دیکھا ہے آپ رو، رو کر فرما رہے ہیں کہ اے حسین! تم جلد ہم سے آ کر ملو گے۔

"ایک سوار کہہ رہا تھا کہ لوگ چل رہے ہیں اور ان کی قضائیں ان کی طرف چل رہی ہیں"۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ابا جان! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضرت نے فرمایا: بیشک ہم حق پر ہیں اور حق ہمارے ساتھ ہے تو حضرت علی اکبر نے عرض کی: تو پھر موت کا خوف کیسا؟ کہ ایک نہ ایک دن مرنا ہی ہے ابا جان! ہم گلزار شہادت کو پھولا پھلا دیکھ رہے ہیں دنیا سے بہتر گھر اور عمدہ نعمتیں ہمارے سامنے ہیں۔ (ایضاً، ایضاً)

تلقین صبر

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دشت کربلا میں دوسری محرم ۶۱ ھ کو قیام فرمایا اور نہر فرات پر خیمہ نصب فرمایا اور اپنے اہل بیت میں وعظ فرمایا: میری مصیبت و مفارقت پر صبر کرنا، جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور نہ نوچنا اور نہ ہی گریبان چاک کرنا، اے میری بہن زینب! تم فاطمہ زہرا کی بیٹی ہو جیسا انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت پر صبر کیا تھا اسی طرح میری مصیبت پر صبر کرنا۔

اہل بیت پر پانی بند

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں نہر فرات کے کنارے اپنے خیمے گاڑ چکے تھے۔ مگر محرم کی ساتویں تاریخ کو ابن سعد کی فوج نے جو بیاسی ہزار کی تعداد میں تھی نہر فرات کو گھیر لیا اور حضرت امام عالی مقام کو پانی پینے سے روک دیا اس فوج میں اکثر وہی لوگ تھے جو محبان علی اور محبان حسین ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ ابن سعد نے حضرت امام عالی مقام کو حکم دیا کہ وہ

اپنے خیمے نہر کے کنارے سے اکھاڑ لیں؟ حضرت عباس نے اس موقع پر فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا مگر حضرت امام عالی مقام نے فرمایا: بھائی عباس جانے دو صبر کرو تم بحر کرم ہو یہ قطرۂ ناچیز ہیں ان سے جھگڑنا فضول ہے، اپنا خیمہ یہاں نہیں تو نہر سے دور ہی سہی۔ چنانچہ امام عالی مقام نے اپنا خیمہ وہاں سے اکھاڑنے کا حکم دیا۔ (انارۃ الھصائر ص ۲۷۹ بحوالہ سچی حکایات ج ۲ ص ۱۹۰)

دیدار نبی

محرم کی دسویں تاریخ کی رات صبح تک حضرت امام عالی مقام نے عبادت الٰہی میں گزاری رات کے پچھلے پہر آپ پر استغراق کی کیفیت طاری ہوئی حق تعالیٰ کی یاد میں اس قدر محو ہوئے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر تھے۔ اسی عالم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کی جماعت کے ساتھ میدان کربلا میں تشریف لائے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بچوں کی طرح گود میں لے کر خوب پیار فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے جان و دل کے چین، نور العین، میرے حسین میں خوب جانتا ہوں کہ دشمن تیرے در پے آزار ہیں اور تجھے قتل کرنا چاہتے ہیں بیٹا! تم صبر و شکر سے اس ساعت کو گزارنا تیرے جتنے قاتل ہیں قیامت کے دن سب میری شفاعت سے محروم رہیں گے اور تجھے شہادت کا بڑا درجہ ملنے والا ہے اور تھوڑی ہی دیر میں تم اس کرب و بلا سے چھوٹ جاؤ گے، بیٹا تیرے لئے بہشت سنواری گئی ہے، تیرے ماں باپ بہشت کے دروازے پر تیری راہ تک رہے ہیں یہ باتیں فرما کر پھر حضرت امام عالی مقام کے سر و سینہ پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی کہ:

اللھم اعط الحسین صبر و اجرا

"اے اللہ میرے حسین کو صبر و اجر عنایت فرما۔ (ایضاً، ایضاً)

اتمام حجت

یزیدی جب کسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنے سے باز نہیں آئے اور لڑنے ہی پر قائم رہے تو حضرت امام عالی مقام نے بھی عمامہ رسول باندھا، ذوالفقار حیدری ہاتھ میں لی اور ناقہ پر سوار ہو کر میدان میں تشریف لائے اور لشکر ابن سعد کے قریب ہو کر فرمایا:

"اے عراق والو! تم خوب جانتے ہو کہ میں نواسۂ رسول ہوں، فرزند بتول، دلبند علی مرتضیٰ اور برادر حسن مجتبیٰ ہوں۔ دیکھو یہ عمامہ کس کا ہے، یہ زرہ کس کی ہے، یہ تلوار یہ اونٹ کس کا ہے، غور کرو کہ عیسائی اب تک نشان سم خر عیسیٰ کی تعظیم کرتے ہیں، یہودی آج تک نشان پائے موسیٰ کو بوسہ دیتے ہیں غرض ہر دین و ملت کے لوگ اپنے پیشواؤں کی یادگار کو دوست رکھتے ہیں، میں تمہارے رسول کا نواسہ ہوں۔ علی شیر خدا کا فرزند ہوں اگر تم میرے ساتھ کوئی سلوک نہیں کر سکتے تو کم از کم مجھے قتل ہی نہ کرو، بتاؤ تم نے کس وجہ سے میرا اور میرے اہل و عیال کا پانی بند کر رکھا ہے، کیا میں نے تم میں سے کسی کا خون کیا ہے یا کسی کی جاگیر ضبط کی ہے جس کا بدلہ تم مجھ سے لے رہے

ہو تم نے خود مجھ کو یہاں بلایا اور اب یہ اچھی میری مہمان نوازی کر رہے ہو، ذرا سوچو کہ تم کیا کر رہے ہو، اے کوفیو! تمہیں میرا حسب ونسب معلوم ہے جس کا مثل آج روئے زمین پر نہیں ہے۔ پھر سوچ لو کہ تم نے خود ہی مجھے خطوط لکھ کر بلایا ہے، پھر اب میرے خون کے پیاسے کیوں ہو گئے ہو، دیکھو یہ تمہارے خطوط ہیں، آپ نے خطوط دکھائے تو ان بے وفاؤں نے انکار کر دیا اور کہا: یہ ہمارے خطوط نہیں ہیں۔ حضرت امام عالی مقام نے ان کے اس کذب وعذر سے متحیر ہو کر فرمایا:

الحمدللہ! حجت تمام ہوئی مجھ پر کوئی حجت نہ رہی۔ (سچی حکایات ج۲ص۲۱۵، ۲۱۷)

امام زین العابدین کو نصیحت

محرم کی دسویں تاریخ کو میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جملہ احباب واقارب شہید ہو گئے تو حضرت امام عالی مقام نے خود پوشاک بدلی، قبائے مصری پہنی، عمامہ رسول خدا باندھا، سپر حمزہ اور ذوالفقار حیدر کرار لے کر ذوالجناح پر سوار ہو کر ارادہ میدان کیا، اتنے میں حضرت کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جو اس وقت بیمار تھے اور بستر سے ناتوانی کی وجہ سے اٹھ نہ سکتے تھے بڑی مشکل سے عصا تھامے ہوئے ضعف کے سبب لڑکھڑاتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آکر عرض کرنے لگے کہ ابا جان! میرے ہوتے ہوئے آپ کیوں تشریف لے جا رہے ہیں، مجھے بھی حکم دیجئے کہ میں بھی لڑ کر شہادت کا درجہ حاصل کروں اور اپنے بھائیوں سے جا ملوں۔

حضرت امام عالی مقام یہ گفتگو سن کر آبدیدہ ہو گئے اور ارشاد فرمایا: اے راحت جان حسین! تم خیمہ اہل بیت میں جا کر بیٹھو اور قصد شہادت نہ کرو۔ بیٹا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل تمہارے جینے ہی سے باقی رہے گی اور قیامت تک منقطع نہ ہو گی۔ حضرت امام کا یہ ارشاد سن کر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے پھر حضرت امام عالی مقام نے ان کو نصیحت ووصیت کر کے تمام علوم ظاہری وباطنی اور راز امامت سے آگاہ فرمایا جو طریقہ تعلیم سینہ بہ سینہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آ رہا تھا سب اسی وقت ان پر منکشف فرما دیا اور پھر آپ خیمہ کے اندر تشریف لائے اور اہل بیت کی طرف مخاطب ہو کر الوداعی کلام فرمایا۔ (تنقیح الشہادتین ص۷۸)

شیر کا حملہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میدان میں تشریف لائے اور اہل بیت عظام کی عظمت وبہادری اور جرات وشجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ ملائکہ بھی عش عش کر اٹھے۔ اللہ اللہ یہ حملہ کیا تھا شیر یزداں کا حملہ تھا جو آپ کے مقابلے میں آیا بیشک قضا نے سیدھا اس کو جہنم میں پہنچا دیا۔ سینکڑوں جفا کاروں سے لڑے اور سینکڑوں کو فی النار کر دیا جس طرف نگاہ اٹھی صف کی صف الٹ دی۔ (ایضاً ص۸۱)

آخری دیدار

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا سے پھر خیمہ میں تشریف لائے اور اہل بیت سے فرمایا: چادریں اوڑھو، جزع وفزع نہ کرو، مصیبت پر کمر بستہ رہو، میرے یتیموں کو آرام سے رکھنا پھر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو سینہ سے لگا کر پیشانی چومی اور فرمایا: بیٹا! جب مدینہ پہنچو تو میرے دوستوں سے میرا اسلام کہنا اور میری جانب سے میرا پیغام دینا کہ جب تم میں کوئی رنج وبلا میں مبتلا ہو تو میری رنج وبلا کو یاد کرے اور جب کوئی پانی پئے تو میری پیاس یاد کرے۔ حضرت امام اپنا یہ آخری دیدار دے کر پھر میدان میں تشریف لے آئے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۹۰)

شہادت عظمیٰ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب خیمہ میں اپنا آخری دیدار دے کر میدان میں پھر تشریف لائے تو یزیدیوں نے یکبارگی آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ نے بھی ڈٹ کر اس کا مقابلہ فرمایا مگر ظالموں نے اس قدر متواتر حملے کئے کہ حضرت کا تن انور زخموں سے چور ہو گیا اور آپ کے گھوڑے میں بھی چلنے کی طاقت نہ رہی، آپ ایک جگہ کھڑے تھے کہ ایک شخص زوعہ نامی نے بڑھ کر آپ کو تلوار ماری آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایسا جھٹکا دیا کہ اس کا ہاتھ کندھے سے جدا ہو گیا۔ آخر کار ان ظالموں نے دور ہی سے تیر مارنے شروع کئے کہ ایک ظالم سنان شقی کا تیر آپ کی نورانی پیشانی پر آ کر لگا خون کا فوارہ جاری ہو گیا، آپ نے وہ خون چلو میں لے کر منہ پر ملا اور فرمایا: کل قیامت کے دن اسی ہیئت سے اپنے نانا جان کے پاس جاؤں گا اور اپنے مارنے والوں کی شکایت کروں گا اس وقت تک حضرت امام کے تن انور پر بہتر زخم نیزے اور تلوار کے آ چکے تھے اور اپنے رب کی بارگاہ میں مناجات پڑھ رہے تھے۔ اتنے میں ایک ظالم کا تیر آپ کے حلق میں آ کر لگا اور زرعہ ابن شریک نے آپ کے دست مبارک پر اور شمر پلید نے آپ کے فرق انور پر تلوار ماری اور سنان ابن انس نے پشت مبارک پر نیزہ مارا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان متواتر حربوں سے چکرا کر گھوڑے سے گرے۔ اس وقت دوپہر ڈھل چکی تھی اور نماز ظہر کا وقت تھا۔ حضرت امام نے اس وقت بھی اس صورت میں نماز ادا کی کہ گرتے ہوئے منہ قبلہ کی طرف کیا۔ گھوڑے پر قیام تھا اور جب غش کھا کر جھکے تو رکوع اور جب زمین پر گرے تو سر کے بل کہ وہ سجدے کا مقام تھا۔ اتنے میں شمر آیا اور آپ کے سینہ مبارک پر بیٹھ گیا اور امام نے آنکھیں کھول کر پوچھا تو کون ہے؟ اس نے بتایا کہ میں شمر ہوں آپ نے فرمایا: ذرا سینہ کھول کر دکھا! اس نے سینہ کھولا تو سفید داغ نظر آیا آپ نے فرمایا: صدق جدی رسول اللہ یعنی فرمایا: نانا جان نے مجھ سے رات کو خواب میں بیان کیا کہ تیرے قاتل کا یہ نشان ہے وہی نشانی تجھ میں موجود ہے۔

اس کے بعد شمر ملعون سے آپ نے فرمایا: اے شمر تو جانتا ہے آج کون سا دن ہے؟ کہا: جمعہ ہے، فرمایا: وقت کون سا ہے؟ جواب دیا: خطبہ اور نماز جمعہ پڑھنے کا، فرمایا: اس وقت خطیب منبروں پر خطبہ پڑھتے ہوں گے، میرے نانا جان کی تعریفیں کرتے ہوں گے ان پر درود وسلام پڑھتے ہوں گے اور تو ان کے نواسے کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بوسہ دیا کرتے تھے وہاں تو خنجر پھیرنا چاہتا ہے، دیکھ اس وقت میں اپنی داہنی طرف حضرت زکریا علیہ السلام اور بائیں طرف حضرت یحییٰ معصوم کو دیکھ رہا ہوں اے شمر! ذرا میرے سینے سے ہٹ کہ نماز کا وقت ہے میں قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھوں تو نماز پڑھتے میں جو چاہے کرنا کہ نماز میں زخمی ہونا میرے باپ کی میراث ہے۔

اس کے بعد شمر آپ کے سینہ سے اترا اور امام حسین رضی اللہ عنہ قبلہ رو ہو کر نماز میں خدا سے راز و نیاز میں مشغول ہوئے اور شمر نے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سجدہ کی حالت ہی میں ۱۰ محرم الحرام ۶۰ھ یوم جمعہ ۵۶ سال پانچ ماہ پانچ یوم کی عمر شریف میں سرتن سے جدا کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (سچی حکایات ج ۲ ص ۲۱۵، ۲۱۷)

واقعات بعد کربلا

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعات شہادت سے دنیا میں ایک عظیم انقلاب نمودار ہوا جس کے متعلق بیشمار واقعات وشواہد علمائے کرام نے نقل فرمایا ہے جن میں سے چند ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میرا نصیبہ جاگا اور خواب میں زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے گیسوئے مبارک بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں دوپہر کا وقت تھا۔ آپ کے دست مبارک میں ایک شیشی ہے اور اس میں خون بھرا ہوا ہے میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ کیا چیز ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ حسین اور ان کے رفقاء کے خون ہیں اور اس کو میں آج صبح سے اٹھا رہا ہوں حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اس تاریخ کو یاد رکھا یہاں تک کہ خبر پہنچی مجھ کو کہ امام حسین اسی دن شہید ہوئے۔ (بیہقی وحاکم)

(۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اس وقت آپ کی داڑھی اور سر کے بال خاک آلود تھے، میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ کیا حال ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا: میں ابھی مقتل حسین پر گیا ہوا تھا۔ روایت کیا اس کو بیہقی اور ابونعیم نے۔ (سر الشہادتین ص ۳۳)

(۳) بصرہ ازویہ نے کہا: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو آسمان سے خون برسا اور جب صبح کو بیدار ہوئے تو ہم لوگوں کے تمام مٹکے اور گھڑے بلکہ تمام برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔ روایت کیا اسے بیہقی اور ابونعیم نے۔

(۴) زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ جس دن حضرت امام حسین شہید ہوئے اس دن بیت المقدس سے جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون نکلتا۔ روایت کی بیہقی نے۔

(۵) ابن جوزی نے کہا ہے کہ آسمان کی سرخی کا بھید یہ ہے کہ جب کوئی غضبناک ہوتا ہے تو خون جوش میں آتا ہے اور اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور رب تعالیٰ جسم اور عوارض جسمانی سے منزہ ہے تو اس نے اپنے غضب کے اظہار کے واسطے تمام آسمان کو سرخ کر دیا اور یہ بھی روایتوں میں آیا ہے کہ امام حسین کے قتل کے دن سورج گہن اس طرح کا ہوا کہ دوپہر کو تارے نظر آنے

لگے اور لوگوں کو گمان ہو گیا کہ شاید قیامت آج ہی قائم ہوگی۔ (صواعق محرقہ حاشیہ سر الشہادتین ص ۴۴)

(۶) جمیل بن مرہ سے انہوں نے کہا: یزید کے لشکر والوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر سے کسی اونٹ کو شہادت کے دن پکڑ کر ذبح کیا اور اس کا گوشت پکایا تو وہ اتنے کڑوا ہو گیا جیسے اندرائن کا پھل اور کوئی بھی لشکری اس کو کھا نہ سکا۔

(۷) روایت کی ابو نعیم نے حبیب بن ثابت سے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر جنوں کو یہ شعر پڑھ کر روتے سنا:

مسح النبی جبینہ فلہ بریق فی الخدو د

اس جبین کو نبی نے چوما تھا کیا ہی چمک تھی ان کے چہرے پر

ابو اہ فی علیا قریش وجدہ خیر الجدو د

ان کے ماں باپ قریش کی جان تھے اور ان کے نانا تمام جہاں سے بہتر

(۸) روایت کی ابو نعیم نے طریق حبیب بن ثابت سے کہ حضرت ام سلمہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد کبھی بھی جنوں کو روتے ہوئے میں نے نہیں سنا مگر آج رات جب جن روئے تو میں نے جانا کہ میرا بیٹا شہید ہو گیا اور اپنی لونڈی کو کہا: گھر سے نکل کر باہر دریافت کرو تو معلوم ہوا کہ حسین شہید ہو گئے اور جن یہ شعر کہہ کر روتے تھے

الا یاعین فابتھلی بجھد ومن یبکی علی الشھداء بعدی

اے آنکھ جتنا ہو سکے تو رو لے کون روئے گا پھر شہیدوں کو

علی رھطٍ تقودھم المنایا الی متجبر فی ملك عھدی

ظالم کے پاس موت کھینچ لائی اے والی ان عزیزوں کو

(۹) روایت کی ابو نعیم نے طریق ابن لھیعہ سے اس نے ابی قبیل سے فرمایا: جب امام حسین شہید ہوئے اور آپ کے سر مبارک کو کاٹ کر شام کی جانب روانہ ہوئے تو پہلی منزل میں قیام کیا اور خرمے کا شیرہ ان لوگوں نے پیا اتنے میں غیب سے ایک قلم آہنی نمودار ہوا اور اس نے خون سے مندرجہ ذیل شعر لکھا ع

اترجو امة قتلت حسینا شفاعة جدہ یوم الحساب

"شبیر کے قاتل قیامت کے دن کیا امید بھی رکھتے ہیں ان کے نانا جان کی شفاعت کی"۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ جب سر مبارک کو مع اسیران اہل بیت کے یزید کے پاس لے کر روانہ ہوئے تو پہلی منزل میں ایک دیر (گرجا گھر) میں اترے تو اس کی دیوار کے پتھر پر یہ بیت (مذکورہ بالا) لکھا ہوا دیکھا وہاں کے راہب سے پوچھا کہ یہ بیت کس نے لکھا؟ راہب نے کہا: میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ بیت اس دیوار پر تمہارے نبی سے پانچ سو برس پیشتر سے لکھی ہے۔
(سر الشہادتین ص ۳۶،۳۷)

ایک راہب کا مسلمان ہونا

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو یزیدیوں نے وہاں سے لے کر کوچ کیا اور ایک گرجے کے پاس قیام کیا تو اس گرجے کے راہب نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو رات بھر کے عوض مبلغ دس ہزار میں خرید لیا اور اس کو غسل دیا اور اپنے زانو پر رکھ کر تمام رات روتا رہا اور انوار الٰہی کے تجلیات جو سر مبارک پر نازل ہوتے تھے اس کا مشاہدہ کرتا رہا اور بیساختہ پکار اٹھا کہ اے ابن رسول! آپ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں اور اس بات پر گواہ رہئے کہ میں پڑھتا ہوں:

اشهدان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ و اشهدان محمدا عبده وجدك رسول الله

صبح ہوئی تو یزیدی اس نومسلم سے دس ہزار درہم اور سر اقدس واپس لے کر وہاں سے رخصت ہوئے۔ راستے میں ان درہموں کو جب آپس میں بانٹنا چاہا تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام کے تمام درہم ٹھیکریاں ہوگئے اور ان کے ایک جانب لکھا ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اور دوسری جانب وَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ (ایضا، ایضا)

زندہ حسین

زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوفی سر امام کو گلی کوچہ میں پھرا رہے تھے تو اس وقت میں اپنے مکان کی کھڑکی کے پاس بیٹھا تھا۔ جب سر انور میرے مکان کے قریب سے گزرا تو میں نے اپنے مکان کے دریچے سے صاف سنا کہ سر مبارک سے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی آواز آرہی ہے: اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۝ ترجمہ: ''کیا تم نے جان لیا کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری حیرت انگیز نشانیوں میں سے ہیں''۔

(قرآن مجید ۱۶ سورۂ کہف)

ابن خالویہ نے اعمش سے روایت کیا ہے کہ منہال اسدی نے کہا واللہ! میں نے سر امام حسین رضی اللہ عنہ کو دمشق میں دیکھا کہ ایک شخص ان کے سامنے سورۂ کہف پڑھتا جاتا تھا جب اس آیت پر پہنچا اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۝ تو سر انور سے یہ آواز آئی: قتلی اعجب من ذلك۔

خون کا ایک قطرہ

سر امام حسین رضی اللہ عنہ جب ابن زیاد کے پاس پہنچا تو وہ اس کو اٹھا کر غور سے دیکھنے لگا اسی وقت اس کے ہاتھ میں لرزہ طاری ہوا اور گھبرا کر سر اقدس کو اپنی ران پر رکھ لیا اس وقت سر مبارک سے خون کا ایک قطرہ ابن زیاد کی ران پر گرا اور تیزاب کی طرح ابن زیاد کی قبا اور ران کو سوراخ کرتا ہوا تخت پر پہنچا پھر تخت کو پار کر کے زمین پر گرا اور غائب ہوگیا۔ یہ زخم ابن زیاد کی ران میں ناسور بن کر زندگی بھر رہا اور اس سے اتنی بدبو آتی تھی کہ باوجود نافۂ مشکی باندھنے کے لوگ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے نفرت کرتے تھے اور زیادہ دیر نہیں بیٹھ سکتے تھے، جس دن ابن زیاد مارا گیا تو اسی بدبودار علامت کے ذریعہ حضرت ابراہیم ابن مالک

اشتر نے اس کو پہچانا تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۹۸)

یزیدیوں کا عبرتناک انجام

آتشیں تابوت

حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ نے اپنی تصنیف لطیف ''صحیفہ رضویہ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ قاتلین امام حسین رضی اللہ عنہ ایک آتشیں تابوت میں ہوں گے اور ان کے ہاتھ لوہے اور آگ کی زنجیروں میں بندھے ہوئے ہوں گے اور اس تابوت سے اس قدر بدبو آتی ہوگی کہ دوزخ کے فرشتے بھی اللہ سے پناہ مانگیں گے۔

شمر اور ابن سعد

مختار بن عبید ثقفی جب برسر اقتدار ہوا تو اس نے اس بات کا قطعی عہد کیا کہ کربلا میں ظلم وستم کرنے والے یزیدیوں کو ایک ایک کر کے تمام کو قتل کردوں گا اور خون امام حسین رضی اللہ عنہ کا پورا پورا بدلہ لوں گا۔

لہٰذا جلاد کو حکم دیا اور عمرو بن سعد اور شمر دونوں ناپاکوں کو قتل کر دیا گیا اور اس کے بعد حکم جاری کر دیا کہ میدان کربلا میں جتنے لوگ ابن سعد کے ساتھ نواسہ رسول کے مقابلہ میں گئے تھے انہیں جہاں پاؤ قتل کردو۔

یزید کی موت

یزید کی موت کے سلسلے میں تین روایتیں ملتی ہیں۔ پہلی روایت یہ ہے کہ یزید ایک دن اپنے مصاحب وراز دار مسعون ابن منصور کے ساتھ شکار کے لئے جارہا تھا راستے میں ایک رومی النسل پادری کی لڑکی پر یزید کی نگاہ پڑ گئی بدکار تو تھا ہی بے چین ہوگیا، یہاں تک کہ روزانہ کا معمول بنالیا کہ اس گرجے تک آتا اور واپس چلا جاتا تھا محض اس خیال سے کہ کوئی سبیل نکل آئے تاکہ اپنا مقصود پالوں۔ ایک دن لڑکی غسل کر کے اپنے مکان کی چھت پر بال سکھا رہی تھی کہ یزید کی نگاہ پڑی تو تاب ضبط نہ رہی اور دیوانہ وار پکارنے لگا لڑکی نے سوچا کہ اس خبیث کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسے چاند کو دیکھ کر کتا بھونکنے لگتا ہے یہ ہوس پرست میرے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑ گیا ہے اپنے وقت کا بادشاہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی وقت میری عزت وناموس کو اپنی طاقت وقوت کے ذریعہ تباہ وبرباد کرے جب اس نے اپنے نبی کی آل پر ظلم وستم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تو میں غیر ہوں اس کا ظلم کہاں باز رہ سکتا ہے اس لئے اس سے محفوظ رہنے کا صرف ایک طریقہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

چنانچہ باپ سے مشورہ کر کے ایک دن اس کو تنہا بلایا جب وہ دوسرے دن بڑے ہی اشتیاق سے آیا تو لڑکی اپنے گھوڑے پر زین پہلے سے ہی ڈال کر تیار کھڑی تھی۔ اس کے آتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر دونوں حمص کے قریب دشت حوارین میں پہنچے یزید ملعون تو شراب میں مست تھا یہاں کی ٹھنڈی ہوا نے نشہ کو دوگنا کر دیا لڑکی نے موقع پا کر اپنے گھوڑے کو تھوڑا پیچھے کیا اور عبا میں چھپائی ہوئی تلوار نکال کر اس زور کا وار کیا کہ یزید گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ لڑکی اپنے گھوڑے سے نیچے کودی اور یزید کے

سینے پر سوار ہو کر کہنے لگی او بد طینت! جب تو نے اپنے نبی کے نواسہ پر رحم نہ کھایا اور جس بارگاہ سے تجھے ایمان واسلام کی بھیک ملی تھی وفادار نہ رہ سکا تو تجھ سے کون امید وفا کر سکتا ہے۔ بس اب یہ تیرا آخری وقت ہے یہ کہہ کر اپنی تلوار سے یزید کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے دو تین روز تک چیل اور کوے اس کے جسم کے ٹکڑوں کو نوچتے کھاتے رہے، اس کے بعد اس کے بہی خواہ تلاش کرتے ہوئے پہنچے اور وہیں دفن کر دیا۔ (کربلا کے بعد ص ۴۷،۴۶)

(۲) کثرت شراب خوری نے یزید کے پھیپھڑوں کو بالکل بے کار کر دیا تھا۔ ہر وقت نشہ میں غرق رہتا تھا، کتے اس کے ارد گرد رہا کرتے تھے، زانی حد درجہ کا تھا، چند روز امراض کبدی میں مبتلا رہ کر مر گیا اور شہر دمشق کے باہر اس کو دفن کیا گیا۔

(۳) علامہ ابو اسحاق اسفرائینی نے اپنی کتاب ''نور العین فی مشہد الحسین'' میں تحریر فرمایا: ایک دن یزید اپنے ایک ہزار لشکر کے ساتھ شکار کے لئے نکلا۔ دمشق شہر سے دو دن کی راہ طے کر کے ایک میدان میں پہنچا اچانک اس کی نگاہ ایک ہرن پر پڑی اس کے پیچھے اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ ہرن ایک سنسان وخوفناک میدان میں پہنچ کر غائب ہو گیا۔ یزید کا پورا لشکر اس سے دور نہ جانے کہاں رہ گیا۔ البتہ اس کے دس لشکری اس کے ساتھ یہاں تک پہنچ گئے تھے۔ پیاس نے اتنا تڑپایا کہ یزید اور اس کے ساتھی ایڑیاں رگڑتے ہوئے جہنم میں پہنچ گئے اس دن سے اس وادی کا نام ہی پڑ گیا ''وادیٔ جہنم''۔

حرملہ بن کامل

یہ وہ شقی ازلی ہے جس نے حضرت علی اصغر کے تشنہ حلقوم پاک پر تاک کر ایسا تیر مارا تھا کہ حلقوم پاک کو چھیدتا ہوا بازوئے امام میں پیوست ہو گیا تھا اس پر اللہ کی جانب سے یہ عذاب نازل ہوا کہ اس کے پیٹ میں ہر وقت شدید ترین جلن ہوتی رہتی تھی اور پشت کی جانب سخت قسم کی سردی کا احساس رہتا تھا اور اس سے چین نہیں ملتا تھا۔ پیٹ کی گرمی سے نجات پانے کے لئے ہر وقت پنکھا جھلتا تھا اور پیٹھ کی سردی رفع کرنے کے لئے پیچھے آگ جلاتا تھا کچھ دنوں کے بعد پیاس کی اتنی شدت بڑھ گئی کہ ہر وقت پانی پیتا رہتا مگر پیاس نہ جاتی تھی۔ آخر کار اسی حالت میں واصل جہنم ہو گیا۔

جابر ابن یزیدی آزدی

یہ وہ شخص ہے جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے جام شہادت نوش فرمانے کے بعد سر مبارک سے عمامہ شریف اتارا تھا، یہ بدنصیب پاگل ہو گیا، گندی نالیوں کا پانی پیتا تھا اور جانوروں کی لید کھاتا ہوا جہنم رسید ہوا۔

شعلہ آگ

سدی کہتے ہیں کہ کربلا میں ایک شخص نے میری دعوت کی اور اس دعوت میں اور بھی لوگ شریک تھے آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ جو بھی آل رسول کا خون بہانے میں شریک تھا، ذلت کی موت مرا میزبان نے کہا: یہ بات غلط ہے، ایک تو میں ہی زندہ وسلامت موجود ہوں حالانکہ میں بھی یزیدی لشکر میں تھا اور میں نے بھی اہل بیت اطہار اور ان کے رفقاء کا مقابلہ کیا تھا۔ اس

وقت رات کا پچھلا پہر تھا۔ یہ شخص چراغ کی بتی درست کرنے اٹھا ابھی چراغ تک ہاتھ بھی نہ پہنچا تھا کہ چراغ سے آگ کا ایک شعلہ بھڑکا اوراس کے پورے جسم کو جلا کر کوئلہ بنا دیا۔

خولی بن یزید

یہ وہ ظالم انسان ہے جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو جسم اطہر سے جدا کیا تھا اور نیزے پر لٹکایا تھا جب یہ گرفتار ہوکر سامنے لایا گیا تو اسے دیکھتے ہی مختار غصہ سے کانپنے لگا اور حکم دیا کہ اسے فوراً چو میخہ کرواوراس کے ہاتھ پیر کو کاٹ ڈالو تاکہ دنیا اس دشمن اہل بیت کا عبرتناک تماشہ جی بھر کر دیکھ لے چنانچہ خولی کو اسی وقت ذلت ورسوائی کے ساتھ قتل کر کے اس کی لاش کو جلا کر خاک کر دیا گیا۔

ابن زیاد

یہ وہ بدکردار شخص ہے جس کے ترتیب کردہ پروگرام کے مطابق میدان کربلا میں ظلم وستم کا بازار گرم کیا گیا تھا۔کوفہ سے اپنی جان بچا کر موصل کی طرف جا رہا تھا۔اس کے ساتھ بیس ہزار کا لشکر بھی تھا، ابراہیم ابن مالک نے اسے موصل پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں روک لیا چونکہ شام ہو چکی تھی اس لئے رات میں جنگ ملتوی کر دی گئی صبح کو جنگ شروع ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ابراہیم کے سپاہی اس قدر بیباک اور نڈر ہو کر لڑ رہے تھے کہ شامیوں کی ایک بھی نہ چلی صبح سے شام ہو چلی تھی کہ ابراہیم کی فوج کے ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر ابن زیاد کے سینے پر برچھی کا ایسا وار کیا کہ ابن زیاد گھوڑے کی پشت پر الٹا جھک گیا اس سے پہلے کہ شامی اس کو بچائیں فوراً اپنی تلوار سے ایسا وار کیا کہ کندھے سے لے کر کمر تک جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ابن زیاد کا قتل ہونا تھا کہ شامی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ابراہیم نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر مختار کے پاس کوفہ بھیج دیا۔

ترمذی شریف میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد اوراس کے ساتھیوں کے سروں کو کوفہ کے دارالامارہ میں مختار کے سامنے رکھا گیا تو سیاہ رنگ کا ایک بہت بڑا سانپ نمودار ہوا، جو تمام سروں پر سے گھومتا ہوا ابن زیاد کے سر کے قریب آیا اوراس کی ناک کے ایک سوراخ سے اندر گھسا اور دوسرے سوراخ سے تھوڑی دیر بعد باہر نکل آیا اسی طرح سات بار وہ سانپ گیا اور پھر غائب ہو گیا۔(کربلا کے بعد ص ۱۷)

شاعری

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک اچھے خوش گو شاعر بھی تھے مندرجہ ذیل اشعار آپ ہی کے کہے ہوئے ہیں جو آپ نے اپنی زوجہ رباب بنت امراء القیس الکلبی اور اپنی بیٹی سکینہ کے لئے کہے تھے جو رباب کے بطن سے ہیں:

لعمرك انني لاحب ارضا   تحل بها سكينة والرباب

سچ تو یہ ہے کہ میں اس جگہ سے الفت رکھتا ہوں جہاں سکینہ اور رباب ٹھہری ہوئی ہے

احبهما وابذل جل مالی ولیس لعاتب عندی عتابك

مجھے ان دونوں سے محبت ہے میں ان دونوں پر دولت کثیر خرچ کرتا ہوں اور عاتب کے عتاب کی پرواہ نہیں کرتا۔

ولست لهم وان غابو مضيعا حياتی اويغيبنی التراب

گووہ یہاں موجود نہیں ہے مگر ان کی غور و پرداخت سے بے خبر نہ ہوں گا، جب تک زندہ ہوں اور جب تک مٹی مجھے چھپا نہ دے گی۔

کان الليل موصول بليل اذا ما رات سكينة والرباب

جب سکینہ اور رباب اپنے اقارب سے ملنے گئی ہوئی ہوں تو رات ایسی لمبی نظر آتی ہے گویا رات کے ساتھ دوسری رات مل گئی ہو

اقوال زرّیں

○ کمال اور بزرگی کو غنیمت جانو اور اس کے حاصل کرنے میں جلدی کرو ○ حاجت مندوں کا تمہارے پاس آنا یہ انعامات الٰہیہ سے ہے اس کو غنیمت جانو اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے رہو ○ جو سخاوت کرے گا وہ سردار ہوگا جو بخل کرے گا وہ ذلیل وخوار ہوگا ○ جو اپنے بھائی کی بھلائی کرے گا وہ کل اس کا اجر پائے گا ○ دین تمہارا شفیق ترین بھائی ہے جس طرح شفیق بھائی فائدہ پہنچانے کی غرض سے پند ونصیحت کرتا ہے اس کی متابعت میں فائدہ اور مخالفت میں نقصان ہوتا ہے بعینہٖ دین کی متابعت میں نجات اور اس کی مخالفت میں ہلاکت ہے تو عقلمند وہ ہے کہ اپنے شفیق بھائی کی شفقت کو سمجھے اور اس کی پوری متابعت کرے اور مخالفت سے دور رہے ○ کسی نے بندگی کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: بندگی یہ ہے کہ بندہ آپے سے باہر ہو جائے یعنی ذات احدیت میں ایسا غرق وفنا ہو جائے کہ اپنے وجود کو درمیان میں حائل نہ کرے۔

(نور الابصار و مسالک السالکین ص ۲۰۶ ج او کشف المحجوب ص ۱۲۲ و تشریف البشر ص ۵۶)

ازواج

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج مطہرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت شہر بانو لقب شاہ زمان بنت یزدجرد شاہ ایران (۲) حضرت لیلیٰ بنت مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی (۳) حضرت قضامہ (۴) حضرت رباب دختر امرالقیس بن عدی کلبیہ (۵) حضرت ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ تسمیہ۔

(مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۰۶)

اولاد کرام

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے چھ شہزادے اور صاحبزادیاں تھیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت علی اکبر (۲) علی اوسط (۳) حضرت عبداللہ (۴) حضرت علی اصغر (۵) حضرت محمد (۶) حضرت جعفر (۷) حضرت زینب (۸) حضرت سکینہ (۹) حضرت فاطمہ رضوان اللہ تعالیٰ۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے آپ کی نسل چلی باقی جتنے شہزادے تھے وہ تمام کے تمام شہادت اور طبعی موت سے حیات پدری ہی میں وصال فرما چکے تھے۔

تجہیز و تکفین

سادات کرام کا لٹا ہوا قافلہ دمشق سے روانہ ہو کر جب ۲۰ صفر المظفر کو میدان کربلا میں پہنچا تو دیکھا کہ لاشہائے شہداء کرام ابھی ویسے ہی بے گور و کفن پڑی ہیں زخموں سے اسی طرح تازہ خون جاری ہے اگرچہ گرمی کی شدت تھی لیکن ذرا بھی فرق نہ آیا تھا۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یہاں آکر قیام فرمایا اور شہدائے کرام کے سروں کو ان کے اجسام مقدسہ کے ساتھ دفن کیا۔

روایات میں اختلاف ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر اقدس و جسم مبارک کو کہاں دفن کیا گیا۔ اس کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ جسم مبارک کو کربلا میں اور سر مبارک کو جنت البقیع میں (حضرت امام حسن و حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر کے پاس) دفن کیا گیا اور یہی قول ابن بکار و ہمدانی وغیرہم کا ہے۔ (کربلا کے بعد ص ۵۱)

☆☆☆☆☆☆☆☆

نور چہارم

حضرت سیّدنا امام زین العابدین

﴿رضی اللہ عنہ﴾

۵شعبان المعظم ۳۸ھ......۱۸محرم الحرام ۹۴ھ

اے ترا زین از عبادت وزتو زین عابداں
بہر ایں بے زینت از زین وصفا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الاسلام على بن الحسين زين العابدين رضى الله تعالى عنه

سید سجاد کے صدقہ میں ساجد رکھ مجھے
علم حق دے باقر علم ہدیٰ کے واسطے

ولادت باسعادت

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ۵ شعبان المعظم بروز پنجشنبہ ۳۸ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔
(مسالک السالکین ج ا ص ۲۰۷)

اسم مبارک

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کے نام اظہار عقیدت کے طور پر اپنے والد گرامی کے نام پر رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اکثر شہزادوں کے نام علی ہیں۔ البتہ بڑے اور چھوٹے ہونے کی رعایت سے انہیں اکبر، اصغر، صغریٰ اور کبریٰ کے اضافہ سے پکارا جاتا تھا۔ اسی مناسبت کی بناپر آپ کا نام بھی علی ہے۔

لقب وکنیت

آپ کی کنیت ابومحمد، ابوالحسین، ابوالقاسم اور ابوبکر ہے اور لقب آپ کا سجاد، زین العابدین، سیّد العابدین، ذکی اور امین ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے دو برس تک سیّدنا علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے آغوش عاطفت میں پرورش پائی بعدہٗ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی علوم معرفت سیکھے، یعنی آپ نے دو برس اپنے دادا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ گزارے پھر دس برس اپنے چچا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس اور گیارہ برس اپنے والد ماجد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس تربیت پا کر علوم ومعرفت کے عظیم منازل طے فرمائے۔

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں یزدجرد (آخری بادشاہ فارس) پسر شہریار بن شیرویہ بن پرویز بن ہرمز بن کسریٰ نوشیرواں کی بیٹی تھیں۔ نام مبارک ان کا سلافہ اور بقولے غزالہ اور لقب شاہ زمان وشہر بانو تھا۔ (اصح التواریخ ص ۵۳)

حلیہ شریف

آپ اپنے جد امجد حضرت علی شیر خدا مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے ہم شبیہ تھے۔ رنگ مبارک گندم گون تھا اور پست قد ولاغر

اندام تھے، ریش مبارک میں حنا اور کتم سے خضاب کرتے تھے۔

ولادت کی بشارت

امام ابن المدینی حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر تھا اور امام حسین رضی اللہ عنہ حضور کی گود میں تھے اور حضور ان کو کھلا رہے تھے تو حضور نے فرمایا: اے جابر! ان کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام علی ہوگا، جب قیامت کا دن ہوگا منادی اسے اس لقب سے پکارے گا کہ سیّد العابدین کھڑے ہوں تو ان کا وہ بیٹا کھڑا ہوگا پھر اس کے یہاں ایک بچہ ہوگا جس کا نام محمد (امام باقر) ہوگا۔ اے جابر! اگر تم اسے پاؤ تو اسے میرا سلام کہنا۔

نسب نامہ شریف

علی بن حسین بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ ہے۔

خصائل مبارکہ

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے اسلاف کے اخلاق و خصائل کے پیکر تھے، آپ بہت ہی شائستہ اور باادب تھے، اپنے بڑوں کا احترام کرتے، مصیبت زدوں کی فریاد رسی کرتے، مفلوک الحال اور غریب لوگ آپ کی ذات میں بے پناہ ہمدردی اور شفقت پاتے تھے۔ عمر ابو نصر نے لکھا ہے کہ آپ نے بیشمار غلام خرید کر آزاد کئے، آپ اپنے بدترین دشمنوں سے بھی مہربانی کا برتاؤ کرتے تھے۔

مروان ابن الحکم جو آپ کی دشمنی میں ہمیشہ پیش پیش رہتا تھا جب وہ حکومت کے زیر عتاب آیا تو اپنے اہل و عیال کے لئے آپ سے پناہ کا طلب گار ہوا تو آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے اس کے اہل خانہ کو ایک طویل عرصے تک پناہ دی اور ان کی خبر گیری کرتے رہے۔

آپ کے اخلاق کریمانہ نے خلق خدا کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ نے سنا کہ کوئی شخص آپ کو برا کہتا ہے آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے ایسا حسن سلوک کیا کہ وہ آپ کے مصاحبوں میں شامل ہو گیا، شعراء نے آپ کی نجابت و شرافت، اخلاق حسنہ اور عبادت گزاری پر بیشمار قصائد کہے ہیں۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۰۸)

فضائل

وارث نبوت، چراغ امت، سیّد مظلوم، زین عبادت و شمع اوتاد، سیّدنا ابو الحسن علی المعروف بہ زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے زمانے میں سب سے زیادہ عبادت گزار، کشف حقائق و نطق دقائق میں مشہور تھے۔ امام زہری فرماتے

ہیں کہ میں نے کسی قریشی کو امام زین العابدین سے افضل واعلیٰ نہیں دیکھا اور حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ میری نظر میں ان سے بڑھ کر کوئی صاحب تقویٰ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب آپ کو دیکھتے تو فرماتے: مرحبا بالحبیب بن الحبیب یعنی شاباش اے محبوب کے بیٹے۔

ابو حازم فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ سے زیادہ افضل وفقیہ کسی کو نہیں پایا۔ ذہبی اور عیینہ کا قول ہے کہ ہم نے کوئی قریشی آپ سے افضل نہیں دیکھا...... حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ آپ اہل فضل میں سے تھے۔ ابن ابی شیبہ کا قول ہے کہ **افصح الاسانید الزهری عن علی بن الحسین عن ابیه** یعنی حدیث کی سندوں میں سب سے زیادہ صحیح سند وہ ہے جس میں امام زین العابدین اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ اور وہ اپنے والد حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کریں۔ نقش خاتم آپ کا ''**وما توفیقی الا باللہ**'' ہے۔ (تاریخ الخلفاء مسالک السالکین واضح التواریخ)

ایثار وقربانی

آپ نے اپنی زندگی میں دو مرتبہ اپنا سارا مال واسباب خدا کی راہ میں خیرات کیا، آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ بہت سے غربائے اہل مدینہ کے گھروں میں پوشیدہ طریقوں سے رقم بھیجا کرتے تھے کہ ان غرباء کو خبر نہیں ہوتی تھی کہ یہ کہاں سے آتا ہے؟ مگر جب آپ کا وصال ہو گیا تو ان غریبوں کو پتہ چلا کہ یہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی سخاوت تھی۔

(تاریخ الخلفاء)

حلم وصبر

آپ بہت ہی حلیم وصابر وشاکر تھے۔ یزید پلید کے دور حکومت میں آپ کو کربلا سے دمشق تک ہتھکڑی اور بیڑی پہنا کر لایا گیا تھا، پھر عبد الملک بن مروان نے اپنی حکومت کے زمانے میں آپ کو لوہے کی ہتھکڑی اور گلے میں بھاری طوق پہنا کر مدینہ منورہ سے شام تک چلنے پر مجبور کیا اور دمشق میں آپ کو قید کر دیا۔ آپ نے ان تمام مشقتوں کو برداشت فرمایا اور اُف بھی نہیں کیا۔ بلکہ ہر دم وہر قدم پر صبر وشکر الٰہی کے پیکر بنے رہے اور زبان پر شکر الٰہی کے سوا ایک لفظ بھی شکوہ وفریاد کا نہ لائے۔ آپ کے عقیدت شعار ووفادار شاگرد امام زہری کو آپ کی گرفتاری کی خبر معلوم ہوئی تو تڑپ گئے اور دمشق میں عبد الملک بن مروان کے دربار میں پہنچ کر آپ کو رہا کرایا اور پھر پورے اعزاز واکرام کے ساتھ آپ کو مدینہ منورہ لائے۔ (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ص ۳۱، ۳۲)

بردباری

ایک دن حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ گھر سے تشریف لئے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک گستاخ نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ بھائی! جو کچھ تم نے مجھے کہا ہے اگر میں واقعی ایسا ہی ہوں تو خدا مجھے معاف فرمائے اور اگر میں ایسا نہیں تو خدا تجھے معاف فرمائے۔ وہ شخص یہ سن کر بڑا نادم ہوا اور بڑھ کر آپ کی پیشانی کا بوسہ دے کر کہنے

لگا: حضور! میں نے جو کچھ کہا ہے آپ ہرگز ایسے نہیں ہیں بلکہ میں ہی جھوٹا ہوں۔ آپ میری مغفرت کی دعا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا جاؤ، خدا تمہیں معاف فرمائے۔

روایت

ایک دن آپ مدینہ منورہ کی گلی میں جا رہے تھے کہ ایک قصاب کو دیکھا کہ ایک بکری کو زمین پر لٹائے ہوئے ہے اور اسے ذبح کرنے کے لئے چھری پتھر پر تیز کر رہا ہے۔ یہ دیکھتے ہی آپ کی حالت غیر ہوگئی والد ماجد کی شہادت یاد کر کے اس قدر روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں، پھر آپ نے اس قصاب سے پوچھا: اے بھائی! تو نے اس بکری کو دانہ پانی دیا ہے یا نہیں؟ اس نے عرض کیا: اے امام میں اس کو تین روز سے دانہ پانی کھلا پلا رہا ہوں اور اس وقت بھی پانی پلا کر لایا ہوں یہ سن کر آپ نے سرد آہ کھینچی اور رو کر فرمایا: افسوس! کوفیوں نے میرے والد مظلوم کی بکری جیسی بھی قدر نہ کی کہ تین روز تک بھوکا پیاسا رکھ کر اسی طرح شہید کر ڈالا۔ (روض الریاحین ص ۵۶ مسالک السالکین ج ۱ ص ۱۰۸)

عبادت وریاضت

آپ نے اپنے والد بزرگوار سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دنیا کی لذتوں کو بالکل ترک کر دیا اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ شب و روز واقعات کربلا اور مصائب آل عبا کو یاد کر کے روتے تھے نہ دن کو چین نہ رات کو آرام تھا۔ جب شفقت پدری اور ان کی بیکسی و بے بسی یاد آتی تو روتے روتے بیخود ہو جاتے اور زبان حال سے مضمون اس شعر کا ادا فرماتے ع

بسنگ رخنہ شد از بس گریستم بے تو   زسنگ سخت ترم من کہ زیستم بے تو

آپ کی نماز

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جب نماز کے لئے وضو کرنے بیٹھتے تو آپ کا چہرہ مبارک زرد ہو جاتا تھا اور جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تغیر رنگ کے باعث پہچاننا مشکل ہو جاتا تھا لوگ آپ سے دریافت کرتے کہ اے فرزند رسول اللہ! آپ کا یہ کیسا حال ہو جاتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: لوگو! نماز اللہ کے یہاں پیشی کا وقت ہے، کون ایسا نادان ہوگا جو رب کائنات کی پیشی کے وقت ہنستا اور کھل کھلاتا ہوا اس کی عدالت میں حاضر ہوگا۔ (عوارف المعارف ص ۴۷۵)

(۲) حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہر روز و شب میں ایک ہزار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے ایک روز آپ اپنے مکان میں نفل پڑھ رہے تھے کہ آپ کے مکان کو آگ لگ گئی، لوگ آگ بجھانے لگے مگر آپ اسی خشوع و خضوع سے نماز نفل ادا کرتے رہے۔ جب آگ بجھ گئی تو آپ نماز سے فارغ ہوئے لوگوں نے عرض کیا: حضور! مکان کو آگ لگ گئی تھی ہم لوگ بجھانے میں مصروف تھے مگر آپ نے پرواہ تک نہ فرمائی؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ یہ آگ بجھا رہے تھے اور میں آخرت کی آگ بجھانے میں مشغول تھا۔ (روض الریاحین ص ۵۵، حیوۃ الحیوان ج ۱ ص ۱۱۷، خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۲۱)

(۳) امام طلحہ شافعی نے لکھا ہے کہ ایک بار محراب عبادت میں شیطان سانپ کی شکل میں ظاہر ہوا تا کہ امام علی ابن حسین رضی اللہ عنہما کے استغراق میں خلل ڈالے۔ اس نے آپ کی انگشت پا کو دانتوں میں دبایا مگر آپ کی مشغولیت میں شمہ برابر بھی فرق نہ آیا۔ آخر وہ پشیمان ہو کر دور جا کر کھڑا ہو گیا اور پھر یہ آواز تین بار فضا میں بلند ہوئی جو کہہ رہی تھی:

انت زين العابدين انت سيّد الساجدين

''آپ ہی عابدوں کی زینت ہیں، آپ ہی سجدہ گزاروں کے سردار ہیں''۔ (اصح التواریخ ص ۵۵)

خوف خدا

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بڑے خدا ترس تھے، آپ کا سینہ گویا خوف وخشیت الٰہی کا گنجینہ تھا۔ روایت ہے کہ ایک بار آپ حج بیت اللہ کو تشریف لے جا رہے تھے اور حج کا احرام باندھا تو لبیک نہیں پڑھا لوگوں نے کہا: حضور لبیک کیوں نہیں پڑھتے؟ تو آبدیدہ ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ میں لبیک کہوں اور خدا کی طرف سے لا لبیک کی آواز نہ آجائے کہ نہیں نہیں تیری حاضری قبول نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: حضور! بغیر لبیک پڑھے ہوئے آپ کا احرام کیسے ہوگا؟ تو آپ نے بلند آواز سے **لبيك اللهم لبيك** پڑھا مگر ایک دم لرز کر خوف الٰہی سے اونٹ کی پشت سے زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے جب ہوش میں آتے لبیک پڑھتے اور پھر بیہوش ہو جاتے یہاں تک کہ اسی حالت میں آپ نے حج ادا فرمایا۔

(ایضاً، ایضاً، صواعق محرقہ)

تلاوت قرآن حکیم

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جب تلاوت قرآن حکیم فرماتے تھے تو آپ کی خوش الحانی سے لوگ کھنچے چلے آتے تھے یہاں تک کہ آپ کے ارد گرد لوگوں کی کثیر تعداد جمع ہو جاتی تھی اور حاضرین ایسے خود رفتہ ہو جاتے کہ ایک دوسرے کی خبر تک نہ ہوتی تھی۔

میدان کربلا سے واپسی

روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کے شہزادوں سمیت میدان کربلا میں شہید کر دیا گیا تو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی باقی نہ بچا کہ عورتوں کی دیکھ بھال کر سکے آپ اس وقت شدید بیمار تھے، جب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اہل بیت اطہار کے ساتھ اونٹوں کی ننگی پیٹھ پر سوار کرا کے دمشق میں یزید پلید کے سامنے لایا گیا تو کسی نے آپ سے پوچھا: **كيف اصبحتم يا على ويا اهل بيت الرحمة قال اصبحنا من قومنا بمنزلة قوم موسى من آل فرعون يذبحون ابناء كم ويستحيون نساء هم فلا ندرى صبحنا من مساء نامن حقيقة بلاء نا** ۔ یعنی اے علی اے رحمت کے گھر والے! تم نے کیسے صبح کی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہم نے اپنی قوم میں اس طرح

صبح کی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے فرعون میں صبح کی تھی کہ فرعونیوں نے ان کے بچوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں اور بچیوں کو زندہ رکھا۔لہٰذا ہم نہیں جانتے کہ اس امتحان گاہ میں ہماری صبح شام کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھے گی، ہم خدا کی نعمتوں پر شکر بجالاتے ہیں اور اس کی بلا و مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں بس یہی ہماری مصیبت کی حقیقت ہے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جب کربلا سے لوٹنے لگے تو اپنی التجا وسلام عقیدت بارگاہ رسالت میں بڑے ہی درد بھرے انداز میں پڑھا تھا جو اپنی فصاحت و بلاغت میں بے مثال ہے وہ قصیدہ یہ ہے:

ان نلت یاریح الصبا یوما الی ارض الحرم

بلغ سلامی روضة فیها النبی المحترم

اے بادصبا! اگر تو کسی دن حرم کی سرزمین پر جائے تو میرا اسلام اس روضہ اقدس تک پہنچا جس میں عظمت والے نبی آرام فرما ہیں۔

من وجهه شمس الضحی من خدّه بدر الدجی

من ذاته نور الهدی من کفه بحر الهمم

وہ کون ہیں جن کا چہرہ مبارک چڑھتا سورج اور جن کا رخسار ظلمتوں کا چاند ہے وہ کون ہے جن کی ذات ہدایت کا نور اور جن کا دست مقدس عزم کا بحر بیکراں ہے۔

قرانه برهاننا نسخا لادیان مضت

اذ جاء نا احکامه کل الصحف صار العدم

ان کا لایا ہوا قرآن ہماری دلیل ہے جو گزشتہ تمام دینوں کے لئے تاریخ ہے جب اس کے احکام ہم تک پہنچے صحف آسمانی کالعدم ہو گئے۔

اکبادنا مجروحة من سیف هجر المصطفی

طوبی لاهل بلدة فیها النبی المحتشم

نبی کی جدائی کی شمشیر سے ہمارے جگر زخمی ہیں۔اس شہر والے کتنے خوش نصیب ہیں جس میں عظمت وجلال والے نبی تشریف فرما ہیں۔

یالیتنی کنت کمن تبع نبیا عالما

یوما ولیلا دائما ارزق کذالی بالکرم

اے کاش! میں اس شخص جیسا ہوتا جو صاحب علم نبی کا روز و شب بالدوام پیروی کرنیوالا ہو۔اے خدائے کریم اپنے کرم سے تو مجھے ایسا ہی بنادے۔

لی حسرة اسمع کذالم اصف للمصطفی

لی کل حین قدمضی فی الحال ما یحصل بھم

میرے دل میں ایک حسرت ہے کہ میں مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی گزرے ہوئے تمام اوقات میں وہ تعریف کیوں نہ کرتا جوان کے بارے میں آج نصیب ہوئی۔

یا مصطفی یا مجتبی ارحم علی عصیاننا

مجبورة اعمالنا طمعا وذنبا بالظلم

اے مصطفیٰ! اے مجتبیٰ! ہمارے گناہوں پر رحم وکرم فرما۔ ہمارے اعمال حرص وہوس سیہ کاریوں اور ظلم وجبر سے پر ہیں۔

لست براج مفرد اہل اقربائی کلھم

لی القبر اشفع یا نبی بالصاد والنون القلم

میں تنہا امیدوار نہیں بلکہ میرے تمام قرابت دار امید رکھتے ہیں کہ اے نبی مکرم آپ آخرت میں ہماری شفاعت فرمائیں گے۔

یا رحمة للعالمین ادرک لزین العابدین

محبوس ایدا الظالمین بالموکب والمزدحم

اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی دستگیری فرمایئے جو بھیڑ اور اژدہام میں ظالموں کے ہاتھوں میں گھرا ہوا ہے۔

یزید کی گستاخی

جب اہل بیت کا لٹا ہوا قافلہ یزید پلید کے دربار میں پہنچا تو اس نے زنان حرم محترم کو بھرے دربار میں بلایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہ نے یزید کی اس بدتمیزی پر فرمایا: اے بے حیا یزید! کیا تجھ میں شرم وغیرت کی کچھ بھی خو باقی نہیں رہی کہ تیری عورتیں جو اس کی بھی اہلیت نہیں رکھتیں کہ ہماری کنیزیں بن سکیں وہ تو پردہ میں بیٹھیں اور ہم جو کہ ناموس رسول ہیں جن کے گھر میں فرشتے بھی اجازت لے کر داخل ہوں انہیں تو اس طرح بے پردہ و بے حجاب بھرے دربار میں بلا کر رسوا کر رہا ہے، ظلم وستم کا ایک ایک تیر اہل بیت اطہار کے سینہ صبر واستقلال پر آزما لیا گیا اب بھی تیری ظالمانہ پیاس نہیں بجھی؟ کیا اب بھی تیرا دل نہیں بھرا ظالم کہیں ایسا نہ ہو کہ غیرت حق کو جلال آجائے اور قہر الٰہی کی بجلی اس وقت تجھے جلا کر خاکستر کر دے۔

اس تقریر سے یزید پلید کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا فوراً تمام مستورات عصمت کو پردہ میں بھجوا دیا اور سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلا کر کہنے لگا کہ تمہارے والد نے چاہا کہ منبروں پر ان کا نام لیا جائے ان کے نام کا خطبہ پڑھا جائے مگر قدرت نے یہ قدر ومنزلت تو میری قسمت میں لکھی تھی۔ ان کی آرزو کیسے پوری ہوتی اللہ نے مجھے کامیاب کیا اور انہیں اس نعمت سے محروم رکھا۔

سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی غیرت ہاشمی کو جوش آ گیا اور فرمایا: او جھوٹے! انصاف سے کہہ کہ منبروں کو میرے باپ دادا نے بنایا یا تیرے باپ دادا نے، قرآن تیرے باپ دادا پر نازل ہوا یا میرے جد امجد جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اس حقیقت بیان تقریر نے یزید کی آتش غیظ وغضب کو اور بھڑکا دیا اور وہ اتنا مشتعل ہوا کہ حواس باختہ ہو کر حضرت امام زین العابدین کے قتل کا حکم دے دیا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ نے یزید کو ڈانٹتے ہوئے کہا: او ہندہ کے بیٹے! خبردار قتل امام زین العابدین کا ارادہ بھی نہ کرنا اور ابھی تک تو ہم صبر وضبط سے کام لیتے آئے ہیں اگر اب تو نے نسل پیغمبر کی اس آخری نشانی کو بھی مٹانا چاہا تو اس کا انجام بہت خراب ہوگا، اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ خوف کی وجہ سے قتل سے باز آ گیا۔

اتنے میں یزید کا بیٹا آ گیا، یزید کہنے لگا کہ میرا یہ بیٹا اور آپ عمر میں برابر ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ دونوں میں کشتی ہو جائے دیکھتا ہوں کون جیتتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر تجھے یہ ہی شوق ہے کہ میری رگوں میں ہاشمی خون جو دوڑ رہا ہے اس کی طاقت وقوت دیکھو تو ایک تلوار مجھے دے دو اور ایک اپنے بیٹے کو، پھر دیکھو کس کا وار کاری ہے اور کون طاقتور ہے۔

معاً یزید کے محل سرا سے نوبت بجنے کی آواز آنے لگی۔ یزید کے بیٹے نے کہا: بتاؤ یہ نوبت کس کی بج رہی ہے تمہارے باپ دادا کی یا میرے باپ ادا کی؟ ابھی اس کی یہ بیہودہ بکواس ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ مسجد سے اذان کی آواز آئی، سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: او ابن یزید! تیرے باپ کی نوبت تیرے اسی قصر نحوست میں بجے گی اور صرف اس وقت تک جب تک نقارہ سلامت ہے لیکن مسجد سے میرے جد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نوبت کی جو آواز آ رہی ہے جس کی گونج فرش سے عرش تک ہے وہ صبح قیامت تک باقی رہے گی۔ بتا تو سہی اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ میرے جد امجد کے لئے ہے یا تیرے کے لیے؟ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو سے یزید کچھ متاثر ہوا نیز اس پر کچھ خوف کا بھی غلبہ ہوا، کہنے لگا آپ مجھ سے کچھ فرمائش کریں میں اسے پورا کروں گا۔ آپ نے فرمایا: مجھے یہ توقع نہیں ہے کہ میں جو کچھ بھی کہوں گا تو اسے پورا کرے اور اگر تو واقعی اپنے قول میں سچا ہے تو میرے چار مطالبات ہیں انہیں پورا کردے۔ اول تو یہ کہ میرے والد محترم کے قاتل کو میرے حوالے کر تاکہ میں اس کو قتل کروں (۲) دوم یہ کہ شہداء کے سروں کو مجھے دے تاکہ میں انہیں لے جا کر جسم ہائے مقدس کے ساتھ دفن کروں (۳) سوم یہ کہ آج جمعہ کا دن ہے مجھے اجازت دے کہ میں منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھوں (۴) چہارم یہ کہ ہمارے لٹے ہوئے قافلہ کو مدینہ پہنچا دے یزید نے ان چاروں سوالوں کو سن کر سب سے پہلے قاتل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا لوگوں نے کہا: خولی بن یزید ہے خولی بن یزید صاف انکار کر گیا اور کہا: میں نے قتل نہیں کیا بلکہ سنان ابن انس ہے، سنان ابن انس اپنا نام سن کر فوراً بول اٹھا کہ قاتل امام پر میں لعنت بھیجتا ہوں قاتل حسین تو شمر ذی الجوشن ہے، تمام درباری بھی تصدیق کرنے لگے کہ واقعی قاتل حسین شمر ہی ہے مگر شمر بھی صاف انکار کر گیا۔ یزید نے برہم ہو کر کہا: آخر کسی نہ کسی نے تو قتل کیا ہی ہوگا؟ یزید کے تیور کو دیکھ کر شمر کو بھی طیش آ گیا اور کہنے لگا: میں کیوں قتل کرنے لگا؟ کیا حسینؓ نے میری سلطنت

دبا رکھی تھی؟ بلکہ اصل میں قاتل حسین وہ ہے جس کو خطرہ تھا کہ اگر حسین زندہ رہے تو میری سلطنت باقی نہ رہے گی، قاتل حسین وہ ہے جس نے قبائل کو جمع کیا انہیں ہتھیار دیئے، جاگیریں دیں، زر و جواہر بانٹے اور قتل حسین پر ابھارا خود عشرت کدہ میں بیٹھا رہا اور دوسروں کے ذریعے اپنا مقصد حاصل کیا چونکہ ساری زد یزید پر پڑ رہی تھی اس لئے وہ کہنے لگا کہ تم سب پر خدا کی لعنت ہو سب کے سب یہاں سے چلے جاؤ۔ اس کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ قاتل امام کا مطالبہ تو درگزر کیجئے باقی آپ کے تمام مطالبات منظور ہیں۔

دمشق کی جامع مسجد

مطالبات کی منظوری کے بعد حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ دمشق کی جامع مسجد میں خطبہ پڑھنے کی غرض سے تشریف لے گئے، جس وقت یزید جامع مسجد پہنچا ہے تو دیکھا کیا کہ شام کے تمام امراء ورؤسا جمع ہیں وہ سوچنے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ امام زین العابدین کے خطبہ پڑھنے سے میرا بنا بنایا کام بگڑ جائے فوراً ایک شامی خطیب کو اشارہ کیا وہ منبر پر چڑھ گیا اور خطبہ شروع کر دیا، خطبہ کیا تھا، جھوٹ کا جیتا جاگتا شاہکار تھا جس میں آل ابوسفیان کی بے جا تعریف اور آل ابی طالب کی تحقیر و تذلیل اور سبط پیمبر کی برائیاں تھیں۔ امام زین العابدین کی غیرت ایمانی اس غلط بیانی کو برداشت نہ کر سکی، آپ کھڑے ہو گئے اور آگے بڑھ کر فرمایا: بئس الخطیب انت یعنی اے شامی تو انتہائی جھوٹا اور فتنہ پرور خطیب ہے۔ ایک فاسق و فاجر سیہ کار شخص کی خوشنودی کے لئے اللہ جل جلالہ کی نافرمانی کر رہا ہے اور اپنے کو عذاب الٰہی کا مستحق ٹھہراتا ہے اور اے یزید! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آج مجھے خطبہ پڑھنے کا موقع دیا جائے گا پھر یہ وعدہ خلافی کیسی؟ یزید اس یاد دہانی کے باوجود بھی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو خطبہ پڑھنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا مگر حاضرین مسجد کھڑے ہو گئے اور اصرار کرنے لگے کہ اہل بیت اطہار کی شان خطابت بے مثل ہے آج ہم انہیں کا خطبہ سننا چاہتے ہیں۔

یزید اپنے حواریوں سے مشورہ کرنے لگا کہ امام زین العابدین اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس کی فصاحت و بلاغت کا عرب و عجم میں ڈنکا بج رہا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہاشمی شیر اپنی شاندار فصاحت و بلاغت سے پانسہ ہی پلٹ دے؟ یزید کے بہی خواہوں نے جواب دیا کہ ابھی بچے ہیں، اتنا سلیقہ کہاں؟ امید کہ وعظ و نصیحت کر کے خطبہ ختم کر دیں گے؟ مجبور ہو کر یزید نے آپ کو خطبہ پڑھنے کی اجازت دے دی۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے اور خطبہ شروع فرمایا۔ حمد و نعت کے بعد آپ نے جو کلمات ارشاد فرمائے ہیں اس کو علامہ ابواسحاق اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نور العین میں بہت تفصیل سے نقل فرمایا ہے ان کلمات کے مفہوم حسب ذیل ہیں:

''اے لوگو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ دنیا اور اس کی فریب کاریوں سے بچو، کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جو زوال پذیر ہے اس کے لئے بقاء نہیں ہے، اس نے گزشتہ قوموں کو فنا کر دیا ہے، حالانکہ تم سے زیادہ ان کے پاس مال و اسباب تھے ان کی عمریں تم سے کہیں زیادہ لمبی تھیں، ان کے جسموں کو مٹی نے کھالیا اور ان کے حالات پہلے کی طرح نہیں رہے، تو اب اس کے بعد تم دنیا

ومافیہا سے کس بہتری کی امید رکھتے ہو؟ افسوس! افسوس، خبردار ہوشیار ہو جاؤ کہ اس دنیا سے لپٹے رہنا اور اس میں مشغول ہو جانا بے فائدہ ہے۔ لہٰذا اپنی گزشتہ اور آئندہ کی زندگی پر غور کرو نفسانی خواہشات سے فارغ اور مدت عمر ختم ہونے سے پہلے اس دنیا میں نیک کام کرلو جس کا اچھا بدلہ تمہیں آئندہ ملے گا کیونکہ ان اونچے اونچے محلوں سے بہت جلد قبروں کی طرف بلائے جاؤ گے اور اچھے برے کاموں کے بارے میں تم سے حساب لیا جائے گا، خدا کی قسم! بتاؤ کتنے تاجروں کی حسرتیں پوری ہوئیں اور کتنے جابر ہیں جو ہلاکت کے گڑھوں میں گرے جہاں ان کی ندامت نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا اور نہ ظالم کو اس کی فریادرسی نے اور اسی کا صلہ انہوں نے پایا جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میرا نام علی ہے، میں حسین ابن علی کا بیٹا ہوں، میں فاطمہ زہرا کا لخت جگر ہوں، میں خدیجۃ الکبریٰ کا فرزند ارجمند ہوں، میں مکہ زادہ اور صفا و مروہ و منیٰ کا بیٹا ہوں (بچہ) میں اس ذات قدسی صفات کا بیٹا ہوں جس پر ملائکہ آسمان صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ میں اس کا بیٹا ہوں، جس کے متعلق رب کائنات کا ارشاد ہے: دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں اس کا بیٹا ہوں جو شفاعت کبریٰ کا مالک ہے، میں اس کا بیٹا ہوں جو قیامت میں ساقی حوض کوثر ہیں اور جو قیامت کے دن صاحب علم ہوگا میں صاحب دلائل و معجزات کا بیٹا ہوں، میں اس کا بیٹا ہوں جو قیامت کے دن مقام محمود پر فائز ہوگا، میں صاحب سخا وعطا کا بیٹا ہوں میں اس شہنشاہ ذی وقار کا بیٹا ہوں جسے درخشندہ تاج پہنایا جائے گا میں بیٹا ہوں صاحب براق کا، میں بیٹا ہوں صفات وحکم اسماعیلی رکھنے والے کا، میں بیٹا ہوں خدائے مالک ومعبود کے رسول برحق کا، میں بیٹا ابراروں کے سردار کا میں اس کا بیٹا ہوں جس پر سورۂ بقرہ نازل کی گئی، میں اس کا بیٹا ہوں جس کے لئے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے، میں اس کا بیٹا ہوں جس کی جنت رضوان مخصوص ہے، میں اس کا بیٹا ہوں جو ظلم سے قتل کیا گیا، میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر نیزوں پر گھمایا گیا، میں اس کا بیٹا ہوں جس نے پیاسے جان دی، میں بانی کربلا کا بیٹا ہوں، میں اس کا بیٹا ہوں جس کا عمامہ اور چادر چھین لئے گئے، میں اس کا بیٹا ہوں جس پر آسمان کے فرشتے روئے۔

اے لوگو! خدا نے اچھی آزمائش کے ساتھ ہمارا امتحان لیا، ہمیں علم وہدایت عطا فرمائی اور ہمارے مخالفوں کو گمراہی کا جھنڈا پکڑایا اور ہمیں جملہ عالمین پر بزرگی عطا فرمائی اور ہمیں وہ دیا جو اہل عالمین میں سے کسی کو نہ دیا اور ہمیں پانچ چیزوں کے ساتھ مخصوص فرمایا جو مخلوق میں سے کسی میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی علم، شجاعت، سخاوت، محبت خدا اور محبت رسول اور ہمیں وہ عطا فرمایا جو مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ (کربلا کے بعد والعیون العبراء المقتل سید الشہداء)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس خطبہ کا یہ اثر ہوا کہ لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے اور اس قدر ہیجان بڑھا کہ یزید نے گھبرا کر مؤذن کو اذان کا حکم دے دیا۔

حج بیت اللہ

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حج بیت اللہ کے ارادے سے ایک سال مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے اور اسی

سال ہشام ابن عبدالملک بن مروان بھی حج کو گیا ہوا تھا اور طواف کعبہ سے فارغ ہوکر اس نے چاہا کہ حجر اسود کو بوسہ دے مگر ہجوم اس قدر تھا کہ ہشام بوسہ نہ دے سکا پھر وہ منبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگا۔ عین خطبہ کے وقت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں داخل ہوئے، چاند سا چہرہ، نورانی رخسار اور معطر لباس میں ملبوس طواف کرنا شروع کیا اور حجر اسود کے قریب جب آپ پہنچے تو لوگ ازراہ تعظیم حجر اسود کے اردگرد سے ہٹ گئے تاکہ آپ آسانی سے اسے بوسہ دے سکیں، اہل شام میں سے ایک شخص نے یہ کیفیت دیکھی تو ہشام سے دریافت کیا: اے امیر المومنین آپ کو تو لوگوں نے حجر اسود تک جانے کا راستہ نہ دیا حالانکہ آپ ان کے خلیفہ ہیں اور وہ نوجوان خوبرو کون ہیں؟ کہ ان کے آتے ہی تمام لوگ حجر اسود سے ہٹ گئے اور ان کے لئے جگہ خالی کردی۔ ہشام نے کہا: میں اسے نہیں جانتا (حالانکہ وہ آپ کو خوب جانتا تھا) اس انکار سے اس کی مراد یہ تھی کہ اہل شام آپ کو نہ پہچان سکیں اور پہچاننے پر کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ آپ سے محبت کرنے لگیں اور آپ کو امیر المومنین بنانے پر تیار ہو جائیں فرزدق شاعر وہاں موجود تھا وہ کہنے لگا کہ میں انہیں جانتا ہوں: لوگوں نے کہا: اے ابوفراس! فرزدق کی کنیت ہے تو آپ ہمیں جلد بتائیں کہ وہ کون ہیں جو اتنے بارعب اور پر جمال ہیں؟

فرزدق نے کہا تو سنئے اس کا حال، صفت اور نام ونسب میں بیان کرتا ہوں چنانچہ اس کے بعد ایک طویل قصیدہ پڑھا جو فضائل ومناقب کے ساتھ عربی ادب کا شاہکار ہے پورا قصیدہ کشف المحجوب اور دوسری سوانح کی کتابوں میں مرقوم ہے یہاں صرف اس کے دو شعر ملاحظہ فرمائیں:

هذا الذی تعرف البطحاء وطاء ته　　　والبیت یعرف والحل والحرم

''یہ وہ ہیں جن کے نشان قدم بطحا والے جانتے ہیں اور خانہ کعبہ وحل وحرام انہیں پہچانتے ہیں''۔

هذا ابن خیر عباد الله کلهم　　　هذا التقی النقی الطاهر العلم

''یہ اللہ کے سارے بندوں میں سب سے بہتر بندے کا فرزند ہے، پرہیزگار، پاکیزہ نیکی میں مشہور شخص ہیں''۔

اسی طرح کے اور بہت سے اشعار فرزدق نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اطہار کی مدح میں پڑھے جس پر ہشام کو بہت غصہ آیا اور حکم دیا کہ اسے عسفان کے قید خانے میں بند کردیا جائے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے، اس کے بعد یہ خبر پوری تفصیل سے لوگوں نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پہنچادی۔ یہ خبر سن کر آپ نے ارشاد فرمایا: بارہ ہزار درہم اس کو پہنچا دیئے جائیں اور اس سے کہہ دیا جائے کہ اے ابوفراس ہمیں معاف کرنا کیونکہ ہم ابھی حالت امتحان میں ہیں اس لئے اس سے زیادہ کچھ ہمارے پاس موجود نہیں ہے جو تمہیں بھیج سکیں۔

فرزدق نے دوبارہ ہزار نقرئی سکے یہ کہہ کر واپس کردیئے کہ اے فرزند رسول خدا! سونے چاندی کے لئے تو میں نے بے شمار اشعار کہے ہیں جن میں جھوٹ اور مبالغہ آرائی کی کثرت ہوتی تھی لیکن یہ اشعار تو میں نے ان جھوٹی مدح خوانیوں کے کفارے کے طور پر خدا اور رسول خدا اور فرزندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر عرض کیے ہیں: جب وہ درہم اور ان کی کل

باتیں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تک پہنچیں تو آپ نے پھر وہ رقم اسے واپس کرتے ہوئے فرمایا: یہ رقم بہر حال اسے دے دو اور کہہ دو کہ اگر ہماری محبت کا دم بھرتے ہو تو وہ چیز ہمیں نہ لوٹاؤ جو ہم تمہیں دے چکے ہیں اور اپنے ملک سے اسے باہر نکال چکے ہیں۔ (کشف المحجوب ص ۱۰۵)

احترام خلفائے ثلثہ

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چند اشخاص جو عراق کے رہنے والے تھے حاضر ہوئے اور خلفائے ثلثہ یعنی حضرت امیر المومنین سیّدنا ابوبکر صدیق و امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق و امیر المومنین سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شان عالی وقار میں کچھ نامناسب الفاظ بولنے لگے، جب وہ لوگ بول چکے تو آپ نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ مجھ کو تم لوگ بتاؤ کہ کیا تم مہاجرین اولین میں سے ہو جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ''جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں''۔ (کنز الایمان)

اس بات کو سن کر ان لوگوں نے کہا: ہم ان میں سے نہیں ہیں...... پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا ان لوگوں میں سے ہو جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ ط ''اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو رہ گئی اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو''۔

اس آیت سے انصار مراد ہیں؟ اہل عراق نے اس کو بھی سن کر مثل سابق انکار کیا۔ بعدہ آپ نے ارشاد فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ تم لوگ اس قول خدا کے بھی مصداق نہیں ہو کہ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ''اور جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب بیشک تو ہی نہایت مہربان اور رحم والا ہے''۔

اس کے بعد فرمایا: تم لوگ میرے پاس سے نکل جاؤ۔

آپ کی تقریر کا ماحصل یہ ہوا کہ اے اہل عراق! اے برا کہنے والو خلفائے ثلثہ کے! یہ وہ لوگ ہیں جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور تم لوگ نہ مہاجرین میں سے ہو اور نہ انصار اور نہ ہی اس آخری قول کے مصداق ہو جس کا قائل تمام اہل ایمان کو ہونا چاہئے۔ لہٰذا تم لوگ بہت برے ہو اس لئے یہاں سے دور ہو اور میرے پاس سے چلے جاؤ۔

(جامع المناقب ص ۲۱۸ و مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۱۰)

کرامات

دستِ مبارک کی برکت

روایت ہے کہ ایک مرتبہ خانہ کعبہ کے طواف میں ایک مرد اور ایک عورت کا ہاتھ سنگ اسود سے چمٹ گیا، اس نے چھڑانے کی ہزار کوشش کی مگر اپنے ہاتھ کو نہ چھڑا سکا، لوگوں نے کہا: اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، اتنے میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف لائے، آپ نے جب اس کی یہ کیفیت دیکھی تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر اپنا ہاتھ لگایا، آپ کے دست مبارک کے لگتے ہی اس کا ہاتھ فوراً چھوٹ گیا۔ (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۲۴ و انوار صوفیہ ص ۸۱)

ہرن کی فرمانبرداری

روایت ہے کہ ایک بار آپ اپنے چند اصحاب کے ساتھ بغرض تفریح جنگل میں تشریف لے گئے جب دستر خوان بچھا اور سب لوگ کھانے کے لئے بیٹھے تو ایک ہرن جاتا ہوا نظر پڑا آپ نے ہرن کو بلایا کہ ادھر آ اور میرے ساتھ کھانا کھا، ہرن فوراً چلا آیا اور قدرے کھانا کھا کر چلا گیا۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۱۱)

ہرن کی فریاد

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ ایک جنگل میں رونق افروز تھے، ایک ہرنی آئی اور زمین پر لوٹ کر فریاد کرنے لگی لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا چاہتی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ایک قریشی اس کا بچہ پکڑ کر لے گیا ہے اس کی یہ فریاد کر رہی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس قریشی کو اس کے بچے کے ساتھ بلوایا اور اس سے فرمایا: اے شخص اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے بچے ظلم اور قید سے محفوظ رہیں تو، تو اس کے بچے کو چھوڑ دے، چنانچہ اس نے بچہ کو چھوڑ دیا۔ ہرنی بچہ پا کر کچھ بولی اور چلی گئی لوگوں نے پوچھا: یا ابن رسول اللہ! یہ کیا کہتی ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہتی ہے: جزاك الله في الدارين خيرًا ۔ (ایضا، ایضا)

آپ کی دعا کا اثر

منہال ابن عمر سے منقول ہے کہ ایک بار میں حج بیت اللہ کی غرض سے مکہ معظمہ گیا ہوا تھا۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بھی حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تھے میں آپ کی ملاقات کو گیا اور قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ مجھ سے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: خزیمہ بن کاہل الاصفری کا کیا حال ہے؟ (یہ شخص قتل امام حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھا) میں نے عرض کیا: اس کو کوفہ میں زندہ چھوڑ آیا ہوں، یہ سن کر آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور فرمایا: اللهم ارزقه الحديد "یعنی اے اللہ اس کو آتش سوزاں کے حوالے کر"۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں کوفہ واپس آیا تو مختار بن عبید خروج کر چکا تھا۔ میری مختار سے دوستی تھی اسلئے میں اس کی

ملاقات کو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بھی سوار ہو چکا ہے۔ میں اس کے ساتھ چلا یہاں تک کہ ایک مقام پر پہنچ کر وہ ٹھہر گیا اور خزیمہ کو گرفتار کرکے لوگ لائے۔ مختار نے حکم دیا کہ فوراً اس کے ہاتھ کاٹ ڈالو! جلاد نے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور لکڑیوں کے انبار میں ڈال کر اس کو جلا دیا۔

میں یہ دیکھ کر سبحان اللہ پڑھنے لگا، تو مختار نے مجھ سے اس کا سبب پوچھا میں نے سارا قصہ آپ کی ملاقات اور خزیمہ کے حق میں بددعا کرنے کا کہا یہ سنتے ہی مختار گھوڑے سے اتر پڑا اور دوگانہ شکریہ کا ادا کیا، راستہ میں میرا مکان پڑتا تھا وہ میرے مکان پر آیا اور میں نے کھانے کی دعوت دی تو اس نے کھانا نہیں کھایا اور کہا: اے دوست! اللہ تعالیٰ نے حضرت علی بن حسین کی دعا قبول فرما کر آج خزیمہ کو میرے ہاتھ سے سزائے اعمال کو پہنچایا اور میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل سے ان کے قتل کا انتقام لیا۔ اس کے شکریہ میں آج میں روزہ سے ہوں۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۱۱ و شواہد النبوۃ)

سنگ اسود کی گواہی

منقول ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت محمد حنیف منصب امامت کے دعویدار ہوئے اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لاکر فرمانے لگے کہ میں آپ کا چچا اور عمر میں بھی آپ سے بڑا ہوں، آپ تبرکات حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میرے حوالے کردیں۔ آخر دونوں حضرات نے اس دعوے کے انفصال کے واسطے سنگ اسود کو منصف قرار دیا اور دونوں حضرات سنگ اسود کے پاس تشریف لے گئے آپ نے سنگ اسود سے کہا: اے سنگ اسود، اس بات کا تصفیہ تیرے ذمے ہے کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے بعد ہم دونوں میں سے کون امام برحق اور مستحق امامت ہے؟ تو حجر اسود بزبان فصیح گویا ہوا کہ حق تعالیٰ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد منصب امامت وولایت باطنی حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو عطا فرمایا ہے یہ سن کر حضرت محمد حنیف اپنے دعویداری سے باز آئے۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۰۸)

اولاد کرام

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی جملہ اولاد کرام کی تعداد پندرہ تھی جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت محمد کنیت ابی جعفر اور لقب آپ کا باقر ہے (۲) حضرت زید (۳) حضرت عمران (۴) حضرت عبداللہ (۵) حضرت حسن (۶) حضرت حسین (۷) حضرت حسین اصغر (۸) حضرت عبدالرحمٰن (۹) حضرت سلیمان (۱۰) حضرت علی (۱۱) نام معلوم نہیں مگر بغیۃ الطالب میں دس ہی لڑکوں کا ذکر ہے اور صاحبزادیاں یہ تھیں:

(۱۲) حضرت خدیجہ (۱۳) حضرت فاطمہ (۱۴) حضرت علیہ (۱۵) حضرت ام کلثوم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

نسل آپ کی حضرت محمد باقر، زید، عبداللہ، حسین اصغر، عمران اور علی رضوان اللہ علیہم سے باقی ہے جن سے کثیر اولاد کرام

پیدا ہوئیں۔(ایضا، ایضاح ا ص ۲۱۲ و جامع المناقب ص ۲۱۹)

ہر مصیبت کی دافع دعا

منقول ہے کہ ایک بار حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے حجر اسود کے قریب نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جب اس نے دیر تک آپ کو سجدہ میں پایا تو اس نے اپنے دل میں کہا: ایک مرد صالح اہل بیت نبوت سے ہیں سننا چاہئے کہ سجدہ میں کیا پڑھ رہے ہیں۔ جب اس نے سنا تو آپ یہ کہہ رہے تھے: اللهم عبدك بفنائك مسكينك بفنائك فقيرك بفنائك "یعنی اے خدا! یہ بندہ کمزور تیری پناہ چاہتا ہے، یہ تیرا مسکین تیری پناہ ڈھونڈتا ہے، یہ تیرا سائل تیری امان طلب کرتا ہے، یہ تیرا فقیر تیری پناہ کا خواستگار ہے"۔

ناقل کہتا ہے کہ خدا کی قسم! جب میں نے اس دعا کو کسی مصیبت میں پڑھا تو اس سے نجات پائی۔

ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ نیک بخت اور سعید کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: من اذا رضی لم یحملہ رضاہ علی الباطل و اذا سخط لم یخرجہ سخطہ من الحق...... "یعنی وہ شخص جب راضی ہو تو اس کی رضا اس کو باطل پر آمادہ نہ کرے اور جب ناراض ہو تو اس کی ناراضگی اسے حق سے نہ نکالے"۔ یہ وصف راست لوگوں کے اوصاف کمال میں سے ہیں، اس لئے کہ باطل سے راضی ہونا بھی باطل ہے اور غصہ کی حالت میں حق کو ہاتھ سے چھوڑنا بھی باطل ہے، مومن کی شان نہیں کہ وہ بطلان میں مبتلا ہو۔(ایضا، ایضاح ص ۲۰۹)

وصال

آپ کو ولید بن عبدالملک نے زہر دیا، اس سے آپ کی شہادت ۱۸ محرم الحرام اور بقول بعض ۱۲ محرم و ۲۲ محرم الحرام یوم شنبہ یا دوشنبہ کو ۵۷ یا ۵۸ سال کی عمر میں ہوئی، مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ مزار مقدس آپ کا جنت البقیع میں قبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ میں ہے۔

بعد وصال

آپ کے وصال کے بعد آپ کی سواری کی اونٹنی آپ کی قبر شریف پر سر ڈال کر پڑ گئی اور آنکھ سے اس کے آنسو جاری تھے، حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ہر چند اسے اٹھایا مگر وہ نہ اٹھی تو آپ نے فرمایا: یہ اسی جگہ جان دے دے گی، آخر ایسا ہی ہوا۔(مسالک السالکین ج ا ص ۲۰۷ و تشریف البشر ص ۵۹)

نور پنجم

حضرت سیّدنا امام
محمد باقر
(رضی اللہ عنہ)

۳ صفر المظفر ۵۷ھ، ۶۷۶ء ...... ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ

باقر یا عالم سادات یا بحر العلوم
اے علوم خود بدفع جہل ما امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الامام محمد بن على الباقر رضى الله تعالى عنهما

سید سجاد کے صدقہ میں ساجد رکھ مجھے
علم حق دے باقر علم ہدیٰ کے واسطے

ولادت باسعادت

آپ مدینہ منورہ میں واقعہ کربلا کے تین برس قبل بروز جمعہ بتاریخ ۳ صفر المظفر ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔

اسم مبارک وکنیت

آپ کا نام پاک محمد کنیت ابو جعفر و مبارک اور لقب سامی، باقر، شاکر اور ہادی ہے۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۳۱۳)

آپ کے اساتذہ کرام

آپ حدیث میں اپنے والد ماجد سیّدنا علی بن الحسین وابن عباس و جابر بن عبداللہ وابوسعید خدری و حضرت بی بی عائشہ و بی بی ام سلمہ وغیرہا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے محبوب تلامذہ میں سے ہیں۔ (اولیائے رجال الحدیث)

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی فاطمہ جن کو ام عبداللہ بھی کہتے ہیں دختر نیک اختر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھیں۔

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت جابر بن عبداللہ صحابی رسول اللہ کی زیارت کو گیا۔ اس وقت وہ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر پوچھا کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا: محمد بن علی بن حسین بن علی ہوں۔ تو انہوں نے میرے ہاتھ چومے اور کہا: اے فرزند رسول اللہ! مبارک ہو تم کو سلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا میں نے کہا: السلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ میں نے قصہ پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ملاقات کرے گا میرے ایک فرزند سے کہ نام اس کا محمد ہوگا ان سے میرا سلام کہنا۔

(خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۴۵ و واضح التواریخ ص ۵۵)

حلیہ شریف

آپ کا قد میانہ اور رنگ گندم گوں تھا اور صورت و سیرت میں آپ مثل اپنے آبائے کرام کے تھے۔

باقر کی وجہ تسمیہ

صواعق محرقہ میں ہے کہ باقر بقرالارض سے مشتق ہے اور بقرالارض کے معنی ہیں: زمین کو پھاڑ کر اس کی مخفیات کو نکال کر ظاہر کرنے والا تو آپ نے مخفیات کنز معارف وحقائق واشکال ولطائف کو ظاہر فرمایا اسی وجہ سے آپ کو باقر کہا گیا۔
(مسالک السالکین ج ا ص ۲۱۴)

فضائل

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے پانچویں امام ہیں۔ آپ طریقت میں دلیل ارباب مشاہدہ کے برہان امام اولاد نبی، برگزیدہ نسل علی ہیں۔ کتاب الٰہی کے بیان کرتے وقت علوم کی باریکیاں اور لطیف اشارات کو واضح کرنے میں مخصوص تھے۔ آپ کی کرامتیں مشہور اور روشن نشانیاں تابندہ دلائل سے معروف ہیں۔ صاحب ارشاد کا قول ہے کہ جس قدر علم دین اور سنن، علم قرآن وسیر اور فنون ادب وغیرہ آپ سے ظاہر ہوئے وہ کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ تذکرۃ الخواص الامہ میں حضرت قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے ملاقات کی ہے اور ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا جس کا جواب اتنا شاندار عطا فرمایا: اس سے شاندار جواب میں نے کسی سے نہ سنا نہ دیکھا۔

علمائے عصر نے بعض آیات بینات کے معانی ومطالب آپ سے امتحاناً دریافت کئے تو آپ نے ایسے جواب شافی دیئے کہ سوائے تسلیم کے چارہ نہ رہا۔ ایک بار مقام عرفات میں تیس ہزار سوالات مختلف مسائل کے آپ سے کئے گئے۔ آپ نے تمام مشکل مسائل کے ایسے شافی جوابات عنایت فرمائے کہ تمام آپ کے فضائل وکمالات کے معترف ہو گئے۔ عطا کہتے ہیں کہ میں نے علمائے کرام کو ازروئے علم کے کسی کے پاس اس قدر اپنے کو چھوٹا سمجھتے ہوئے نہیں دیکھا جیسا کہ آپ کے روبرو...... ابن شہاب زہری جنہوں نے سب سے پہلے حدیث کی تدوین کی ہے آپ کو حدیث میں ثقہ لکھتے ہیں۔ امام نسائی نے اہل مدینہ کے فقہائے تابعین میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کہ آپ تابعین اہل مدینہ کے تیسرے طبقہ میں سے ہیں اور آپ کے واسطے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ حضور عالم ماکان ومایکون صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت آپ کی ولادت کی پیش گوئی فرمائی جب کہ آپ کی ولادت بھی نہ ہوئی تھی اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے آپ کو سلام کا حکم فرمایا۔ (اصح التواریخ ایضاً)

عادات وصفات

آپ بڑے عابد وزاہد، خاشع، خاضع، پاک طینت اور بزرگ نفس تھے اپنے تمام اوقات کو عبادت وطاعت الٰہی سے معمور رکھتے تھے اور آپ کو عارفوں کی سیر ومقامات میں اس قدر رسوخ تھا کہ زبان اس کی صفت سے قاصر ہے۔ آپ کے صاحبزادے

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد اکثر آدھی رات گزر جانے کے بعد رویا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت عاجزی فرماتے امرتنی فلم ائتمر نهيتني فلم از تجر فها انا عبدك بين يديك مقرّ لا اعتذر ''یعنی اے میرے پروردگار! تو نے مجھے نیک کاموں کا حکم دیا مگر میں نے اس پر عمل نہیں کیا اور تو نے مجھے برے کاموں سے دور رہنے کو فرمایا مگر میں باز نہ آیا۔ پس میں تیرا عاجز بندہ تیرے حضور میں اپنے فروگذاشت وگناہوں کا اقرار کرنے والا کھڑا ہے اور کوئی عذر نہیں رکھتا''۔ (ایضاً جامع المناقب ص ۲۲۳)

خشیت الٰہی

آپ بڑے عابد وزاہد اور انتہائی مستجاب الدعوات تھے۔ افلح آپ کے مولا کہتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ جب مسجد حرام میں داخل ہوئے تو بیت اللہ شریف کو دیکھتے ہی اتنے زور سے روئے کہ چیخیں نکلنے لگیں۔ میں نے کہا: حضور! اس قدر زور سے نہ چیخیں کیونکہ تمام لوگوں کی نظریں آپ کی طرف مرکوز ہوگئی ہیں تو آپ نے فرمایا: فقال لما لا ابكى لعل الله تعالى ينظر الى برحمته فافوز بها عنده غدا ثم طاف بالبيت وصلى خلف الامام ورفع راسه من السجود فاذا موضع جوده مبتل يدموع عينه...... ''تو فرمایا: میں کیوں نہ روؤں؟ شاید اللہ تعالیٰ میرے رونے کی وجہ سے مجھ پر رحمت کی نظر فرمائے اور میں کل قیامت کے دن اس کے نزدیک کامیاب ہو جاؤں پھر آپ نے طواف کیا اور مقام ابراہیم پر نماز پڑھی اور جب سجدہ کر کے سر اٹھایا تو سجدہ کی جگہ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی''۔ (روض الریاحین ص ۵۶ وراہ عقیدت ص ۳۶۴)

مناجات باقر

آپ کے خاص عقیدت مندوں میں سے ایک روایت کرتے ہیں کہ جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا اور آپ اپنے وظائف واوراد سے فارغ ہو جاتے تو اونچی آواز میں مناجات شروع کر دیتے اور کہتے:

''اے میرے اللہ! اے میرے مولیٰ! رات آگئی اور دنیا کے تمام حکمرانوں کا تصرف ختم ہوگیا۔ آسمان پر ستارے نکل آئے، دنیا محو خواب ہو کر گویا ناپید ہوگئی، لوگوں کا شور وغل سکوت میں بدل گیا، آنکھیں نیند سے بند ہونے لگیں تو لوگ بنی امیہ کے دروازوں سے بھاگنے لگے اور اپنی خواہشات کو ساتھ لئے واپس ہوئے......لیکن......اے میرے اللہ! تو زندہ و پائندہ ہے تجھے سب کچھ معلوم ہے۔ تو سب کچھ دیکھتا ہے۔ غنودگی اور نیند تجھ پر روا نہیں اور جو شخص ان صفات کے باوجود تجھے پہچاننے سے قاصر ہے وہ کسی نعمت کے قابل نہیں، اے وہ ذات یکتا کہ کوئی چیز تجھے کسی بھی کام سے روک نہیں سکتی اور دن رات کو تیری بقا میں خلل انداز ہونے کی مجال نہیں۔ تیری رحمت کے دروازے اس شخص پر کھلے ہیں جو تیرے حضور میں دعا کرتا ہے اور تیری رحمت کے خزانے اس پر نچھاور ہیں جو تیری حمد وثنا کرے تو وہ مالک ومولا ہے کہ کسی سوالی کو رد کرنا تیری شایان شان نہیں جو مومن تیری

بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے دنیا میں اسے باز رکھنے والا کون ہے؟ انسان تو کیا زمین و آسمان بھی اسے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے اے میرے خدا! جب موت، قبر اور یوم حساب کو یاد کرتا ہوں تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس دنیائے فانی کو دل کی شادمانی کا ذریعہ تصور کروں اعمال نامے کا تصور دنیا کی کسی بھی دلچسپی میں کیوں کر محو رہنے کی مہلت دے سکتا ہے۔ فرشتہ موت کو یاد رکھوں تو دل کو دنیا سے کس طرح لگا سکتا ہوں؟ پس مجھے جو کچھ مانگنا ہے تجھی سے مانگتا ہوں کیونکہ تجھے جانتا ہوں اور میرا ہر مطلب تجھ سے وابستہ ہے کیونکہ تیرے سوا کسی کو پکارتا نہیں ہوں اور تجھ سے میری یہی التجاء ہے کہ مجھے وہ موت عطا کر جس میں عذاب نہ ہو اور حساب کے وقت وہ عیش مرحمت فرما کہ جس میں عقوبت و سزا نہ ہو"۔

آپ یہ سب کچھ کہتے اور روتے جاتے تھے یہاں تک کہ ایک رات میں نے ان سے کہا: اے سیّد اور میرے ماں باپ کے آقا! کہاں تک روئیں گے اور کب تک فریاد و نالہ میں مصروف رہیں گے؟ جواب میں کہنے لگے: اے دوست! حضرت یعقوب علیہ السلام ایک بیٹے کے فراق میں اس قدر روئے کہ آنکھوں کی بینائی کھو بیٹھے اور آنکھیں سفید ہوگئیں اور میں تو اٹھارہ عزیزوں کو گم کر کے بیٹھا ہوں جن میں میرے پدر بزرگوار یعنی سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے کربلا شامل ہیں پھر کیوں کر آہ و زاری میں، میں تخفیف کروں۔ (کشف المحجوب ص ۱۳۸)

کرامات

پاگل و مجنون کا علاج

علمائے شریعت و عرفان طریقت دونوں گروہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ اولیائے محدثین و عارفین میں نہایت بابرکت اور سراپا کرامت بزرگ ہیں۔ چنانچہ حدیث کی جس سند میں آپ کا اور آپ کے فرزند اور آپ کے والد ماجد بزرگوار کا ذکر ہے یعنی **عن جعفرن الصادق عن ابیه محمد الباقر عن ابیه علی بن الحسین عن ابیه الحسین بن علی عن ابیه علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنهم** محدثین کا اس سند کے بارے میں یہ قول ہے کہ اگر یہ سند کسی مجنوں، پاگل پر پڑھ کر دم کی جائے تو وہ شفایاب ہو کر صاحب عقل و فہم ہو جائے گا۔

(مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۱۵ و خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۳۷ و جامع المناقب ص ۲۱۹)

اندھے کو بینا کر دیا

ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کیا آپ وارث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جمیع انبیاء علیہم السلام کے وارث تھے؟ فرمایا: ہاں...... میں نے عرض کیا: آپ بھی وارث جمیع علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ فرمایا: تحقیق میں ایسا ہوں۔ پھر میں نیم عرض کیا: کیا آپ مردے کو زندہ، ابرص کو اچھا اور اندھے کو بینا کر سکتے ہیں اور بتا سکتے ہیں کہ لوگ اپنے گھروں میں کیا کھاتے کیا

جمع کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم بھی کر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا: میرے نزدیک آؤ (اور ابو بصیر اس وقت نابینا تھے) میں جب آپ کے قریب گیا تو آپ نے اپنا دست مبارک میرے چہرہ پر پھیرا تو دفعتاً میں آسمان، زمین اور پہاڑ کو دیکھنے لگا یہاں تک کہ میری آنکھ میں پوری بینائی آگئی۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تو چاہتا ہے کہ اسی طرح دیکھتا رہے اور تیرا حساب وکتاب اللہ تعالیٰ پر رہے یا تو بدستور ویسا ہو جائے اور اس اندھے ہونے کے بدلے تجھے جنت ملے؟ میں نے عرض کیا: میں جنت چاہتا ہوں، تو آپ نے دوبارہ ہاتھ کو پھیرا تو میں جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا۔ (شواہد النبوہ ورد تقویۃ الایمان ص ۱۸۶)

غیب پر آپ کی نظر

روایت ہے کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ ہم لوگ قریب پچاس آدمی تھے جو حضرت امام محمد باقر بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہما کے حضور میں حاضر تھے۔ اچانک ایک شخص کوفے سے آیا۔ جو خرمے کی تجارت کرتا ہے اور اس نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کر کے کہا: فلاں شخص کوفے میں ایسا گمان کرتا ہے کہ آپ کے ساتھ ایک ربانی فرشتہ ہے جو کافر کو مومن سے اور آپ کے دوستوں کو آپ کے دشمنوں سے جدا کر دیتا ہے اور آپ کو اس کا شناسا کر دیتا ہے؟ اس کی بات کو سن کر حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تیرا پیشہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں گیہوں بیچتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو جھوٹ بولتا ہے اس نے کہا: کبھی کبھی جو بھی بیچ لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ایسا بھی نہیں ہے جس کا تم اقرار کر رہے ہو بلکہ تیرا پیشہ چھوارے کے دانے کو بیچنا ہے اس شخص نے کہا: آپ کو یہ خبر کس نے دی؟ آپ نے فرمایا: ایک ربانی فرشتہ ہے جو مجھے میرے دوست اور دشمن کی خبر دیتا ہے اور سن لے کہ تو فلاں بیماری سے مرے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں کوفہ پہنچا تو اس شخص کا حال پوچھا۔ لوگوں نے کہا: اس کو انتقال کئے ہوئے آج تین دن ہو گئے۔ پھر بیماری کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام محمد زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جس بیماری میں اس کی موت کی خبر دی تھی اسی مرض میں اس کی موت ہوئی۔ (ایضاً ص ۲۲۹)

ملک ودولت کی خوشخبری

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور انہیں دنوں آپ کے والد ماجد حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تھی۔ داؤد ابن سلیمان اور منصور دوانقی مسجد نبوی میں آئے۔ داؤد تو حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھے اور منصور دوانقی دوسری جگہ جا بیٹھے۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دوانقی میرے سامنے کیوں نہیں آتا؟ داؤد نے کہا: حضور انہیں ایک عذر ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ دن دور نہیں کہ دوانقی مخلوق خدا پر حکمران ہو جائے گا۔ وہ مشرق ومغرب کا مالک ہوگا اور لمبی عمر پائے گا اور اتنے خزانے جمع کرے گا کہ اس سے پہلے کسی نے ایسا نہ کیا ہوگا۔ داؤد اٹھے اور یہ خوشخبری دوانقی سے بیان کی اس کے بعد دوانقی آپ کے قریب آئے اور آ کر عرض کیا: حضور! مجھے آپ کے پاس آنے سے آپ کی عظمت وجلالت نے روکا تھا۔ پھر انہوں نے داؤد کے کہے ہوئے خوشخبری کے متعلق آپ سے دریافت کیا کہ

یہ کیا بات میں سن رہا ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: جو تم نے سنا وہ سچ ہے اور ایسا ہی ہوگا۔ پھر منصور دوانقی نے پوچھا کہ ہماری حکومت کیا آپ کی حکومت سے پہلے ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ہاں پہلے ہوگی پھر اس نے سوال کیا کہ کیا یہ حکومت مجھ ہی پر ختم ہو جائے گی یا میری اولاد کو بھی ملے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں تمہاری اولاد کو بھی حکومت ملے گی...... پھر سوال کیا کہ ہماری حکومت دراز ہوگی یا بنی امیہ کی؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہاری مدت حکومت دراز ہوگی اور تمہارے لڑکے ملک کو حاصل کریں گے اور اس سے اس طرح کھیلیں گے جس طرح کہ لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں اور وہ کہیں گے کہ یہ وہ چیز ہے جو مجھے میرے والد سے پہنچی ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا کہ منصور دوانقی کو قدرت نے حکومت دی اور اپنے ملک کی باگ ڈور جب سنبھالی تو لوگوں کو حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی پر یقین کامل ہوا اور جیسا کہ آپ نے فرمایا: ویسا ہی ظہور پذیر ہوا۔ (ایضاً ص۲۲۹)

پیشین گوئی

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد گرامی ایک سال مجلس عام میں بیٹھے تھے کہ اپنے سر مبارک کو زمین کی طرف جھکایا اور پھر اٹھانے کے بعد ارشاد فرمایا: اے قوم! تمہارا کیا حال ہوگا جب ایک شخص تمہارے اس شہر میں چار ہزار افراد کے ساتھ آ کر تین روز تک قتل وخونریزی کرے گا اور تم ایسی بلا دیکھو گے جس کے دور کرنے کی تم میں طاقت نہ ہوگی اور یہ واقعہ سال آئندہ میں وقوع پذیر ہوگا اس لئے تم اپنے بچاؤ کی ہر ممکن تدبیر کر لو اور اس بات کو ہوش کے کان سے سن لو کہ جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ ضرور ہوگا۔ اہل مدینہ نے آپ کی بات پر کچھ بھی التفات نہ کیا اور کہا: ایسا واقعہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ جب وہ سال آیا تو حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنے جملہ خاندان و جماعت بنی ہاشم کو ساتھ لے کر مدینہ سے کوچ کر گئے۔ آپ کے چلے جانے کے بعد نافع بن الارزق چار ہزار فوج لے کر مدینہ میں داخل ہوا اور تین روز تک اس نے مدینہ کو مباح کر دیا اور بے حساب مخلوق خدا کو مارا اور جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی وقوع پذیر ہوا۔ (تشریف البشر ص ۶۶)

حمیرہ نے کتاب المسائل میں تحریر فرمایا ہے کہ زید بن حازم نے کہا: میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اتنے میں ان کے بھائی زید بن علی کا گزر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا: دیکھو یہ کوفے میں خروج کرے گا اور لڑے گا اور اس کا سر پھرایا جائے گا۔ چنانچہ جیسا کہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے پیشین گوئی فرمائی تھی ویسا ہی ہوا۔ (تشریف البشر ص ۶۸)

قتل کی سازش

روایت ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ وقت نے آپ کو شہید کرنے کے ارادہ سے ایک شخص کی معرفت بلوایا۔ آپ اس شخص کے ہمراہ بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے جب بادشاہ وقت کے قریب پہنچے تو وہ آپ سے معافی طلب کرنے لگا اور اظہار معذرت کرتے ہوئے تحائف پیش کیا اور بڑی ہی عزت واحترام کے ساتھ آپ کو واپس کیا۔ لوگوں نے بادشاہ وقت سے دریافت کیا: اے بادشاہ وقت! تو نے انہیں قتل کی غرض سے بلوایا تھا لیکن ہم نے تو اس کے علاوہ سلوک تم کو ان کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا

آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

بادشاہ نے جواب دیا کہ جب حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ میرے قریب تشریف لائے تو میں نے دو بڑے ہی غضبناک شیروں کو دیکھا جوان کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے اور وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ اگر تم نے حضرت کے ساتھ کوئی بھی گستاخی کی تو ہم تمہیں مارڈالیں گے۔ (کشف المحجوب ص۱۲۹)

عمارت منہدم ہو جائے گی

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ دارالعمارت ہشام بن عبدالملک میں تشریف فرما تھے وہ عمارت بڑی ہی شان وشوکت سے بنی ہوئی تھی اس عمارت کو دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا: یہ عمارت توڑی جائے گی اور اس کی خاک بھی یہاں سے اٹھالی جائے گی۔ یہ سن کر لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا مگر جب ہشام کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے ولید نے اس عمارت کو مسمار کر دیا اور جیسا کہ حضرت نے پیشین گوئی فرمائی تھی ویسا ہی ہوا۔ (مرج البحرین ص۳۹)

اولاد کرام

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے اولاد امجاد کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوعبداللہ (۲) حضرت امام جعفر صادق (۳) حضرت عبداللہ (۴) حضرت ابراہیم (۵) حضرت عبداللہ (۶) حضرت علی (۷) حضرت زینب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (تشریف البشر ص۶۵ وانوار صوفیہ ۸۵)

ملفوظات

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے بیٹے! جب اللہ تعالیٰ تجھے کوئی نعمت دے تو اس پر **الحمد للہ** کہو اور جب کوئی صدمہ پہنچے تو اس وقت **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھو اور جب رزق میں تنگی ہو تو **استغفر اللہ** پڑھو۔

ابوسعید منصور بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب نشر الدر میں لکھا ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں چھپا رکھا ہے اول اپنی رضامندی کو اپنی فرمانبرداری میں اس لئے تم اس کے کسی فرمان کو حقیر نہ جانو شاید اس کی خوشی اسی میں ہو۔ دوم اپنے غصہ کو گناہ میں چھپایا ہے اس لئے تم کسی گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو شاید اس کا غصہ اسی چھوٹے سے گناہ میں پوشیدہ ہو۔ سوم اپنے اولیاء کو اپنی تمام مخلوق میں چھپایا ہے اس لئے تو کسی شخص کو ذلیل نہ خیال کر شاید کہ وہ اللہ کا ولی ہو...... آپ نے فرمایا: بجلی ایماندار اور بے ایمان دونوں پر گرتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے پر نہیں گرتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس وقت بجلی کی آواز سنو تو پڑھو: **اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک** فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت رعد کی

گرج سنو تو پڑھو: سبحان الذی یسبح الرعد بحمده والملئکة من خیفته فرمایا: کوئی عبادت عفت بطن اور شرم گاہ سے افضل تر نہیں ہے...... فرمایا کسل وملامت سے اپنے آپ کو دور رکھ کیونکہ یہ دونوں ہر ایک برائیوں کی کنجی ہے۔ فرماتے ہیں کہ تو دنیا کو ایک منزل سمجھ کہ وہاں اترے اور کوچ کرے یا وہ مال سمجھ جو خواب میں مل جاتا ہے اور بعد بیداری کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ فرماتے ہیں کہ ایمان والے دنیا پر مطمئن نہیں ہوتے اس کے فانی ہونے کی وجہ سے اور آخرت سے بے پرواہ نہیں ہوتے بالسبب اس کے ہول کے...... فرماتے ہیں تو اپنے دین میں جس کا اللہ تعالیٰ نے تجھے نگہبان بنایا ہے اسی اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھ...... فرماتے ہیں کہ فقر وغنا مومن کے دل میں پھرتے ہیں مگر جب توکل کا درجہ حاصل ہوتا ہے تو وہیں قرار پکڑ لیتے ہیں۔

وقت وصال

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد کے پاس تھا وصال کے وقت آپ نے غسل وتکفین ودفن اور دخول قبر کے متعلق چند وصایا فرمائے۔ میں نے کہا: اے والد بزرگوار! واللہ جب سے آپ بیمار ہوئے ہیں میں نے آج سے بہتر حالت میں کسی دن نہیں دیکھا اور میں فی الوقت موت کا کوئی اثر آپ پر نہیں دیکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تو نے حضرت علی بن حسین کو نہیں سنا کہ وہ اس دیوار کے پیچھے سے مجھے پکارتے ہیں کہ اے محمد! جلدی کر۔

کفن

آپ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے وصیت کی تھی کہ میں جس کپڑے میں نماز پڑھتا ہوں اسی کا مجھے کفن دیا جائے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور حسب وصیت اس کپڑے کا آپ کو کفن دیا گیا۔

(تشریف البشر ص ۷۰)

وصال مبارک

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی تاریخ وصال میں اختلاف ہے۔ مشہور قول کے مطابق آپ کا وصال مبارک ساتویں ذی الحجہ ۱۱۴ھ بروز دوشنبہ ستاون سال کی عمر میں سلطنت ہشام بن عبد الملک اموی کے وقت میں ہوا۔ (جامع المناقب وتشریف البشر)

مزار مقدس

آپ کا مزار مقدس مدینہ منورہ کے عام قبرستان جنت البقیع میں اندرون روضہ مبارک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہے۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۱۳)

نقش خاتم

آپ کا نقش خاتم "رب لا تذرنی فردًا" تھا۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۱۳)

نور ششم

حضرت سیّدنا امام
جعفر صادق

(رضی اللہ عنہ)

۱۷ ربیع الاول ۸۰ھ، ۶۹۹ء .... ۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ، ۷۶۵ء

جعفر وصادق بحق ناطق واثق توئی
بہر حق مارا طریق حق ما امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

اللھم صل وسلم وبارك علیه وعلیھم وعلی المولی السید الامام جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ تعالی عنه

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت ۱۷ ربیع الاول بروز دوشنبہ ۸۰ھ یا ۸۳ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔
(مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۱۷ و جامع المناقب وتشریف البشر ص ۷۰)

اسم مبارک کنیت ولقب

اسم مبارک: جعفر بن محمد، کنیت ابوعبداللہ ابو اسماعیل اور لقب: صادق، فاضل اور طاہر ہے۔

والدہ مکرمہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام فروہ ہے جو دختر ہیں حضرت قاسم نبیرہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اور قاسم رضی اللہ عنہ کی والدہ اسماء ہیں جو دختر ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی۔ اس وجہ سے حضرت امام فخریہ فرمایا کرتے تھے: **ولدنی الصدیق مرتین** پیدا کیا ہم کو صدیق نے دو مرتبہ۔ (ایضا، ایضا)

حلیہ شریف

آپ بڑے حسین وجمیل اور نہایت شکیل تھے۔ قد مبارک موزوں اور رنگ گندم گوں تھا باقی صورت وسیرت میں اپنے آبائے کرام کے مثل تھے۔

فضائل

آپ چھٹے امام سلسلہ مشائخ قادریہ رضویہ کے ہیں اور بڑے صاحبزادے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ آپ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ آپ کو اگر ملت نبوی کا سلطان اور دین مصطفوی کا برہان کہیں تو بجا و درست ہے۔ آپ وقت کے امام، اہل ذوق کے پیش رو صاحبان عشق ومحبت کے پیشوا تھے۔ عابدوں کے مقدم اور زاہدوں کے مکرم تھے۔ آپ نے طریقت کی بے شمار باتیں بیان فرمائی ہیں اور اکثر روایات آپ سے مروی ہیں آپ کو ہر علم واشارت میں حد درجہ کا کمال تھا اور آپ برگزیدہ جملہ مشائخ عظام تھے سب کا آپ کے اوپر اعتماد تھا اور آپ کو پیشوائے مطلق جانتے تھے۔

حافظ ابونعیم اصفہانی حلیۃ الابرار میں عمر بن مقدام سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تھا تو مجھے خیال ہوتا تھا کہ یہ انبیائے کرام کی نسل سے ہیں۔ طبقات الابرار میں ہے کہ آپ نے

اپنے والد ماجد اور زہری اور نافع سے اور ابن المنکد روغیرہ سے حدیث لی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن عیینہ، شعبہ، یحییٰ القطان، امام مالک اور آپ کے صاحبزادے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے حدیث روایت کی ہے اور صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اعیان ائمہ میں سے مثل یحییٰ بن سعید وابن جریج وامام مالک ابن انس وامام سفیان ثوری وسفیان بن عیینہ وامام ابوحنیفہ وابوایوب بحستانی نے آپ سے حدیث کو اخذ کیا ہے اور ابو قاسم کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسے ثقہ ہیں کہ آپ جیسے کی نسبت ہرگز پوچھا نہیں جاتا۔ (ایضا، ایضا)

عادات وصفات

آپ انتہائی بلند مقام اور نیک خصلت تھے اور صفات ظاہری سے آراستہ اور روشنی باطن سے پیراستہ تھے غرباء ومساکین کے ساتھ بڑی دلجوئی کے ساتھ پیش آتے تھے۔

منقول ہے کہ ایک دن آپ اپنے غلاموں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ان سے کہہ رہے تھے کہ آؤ اس چیز کا عہد کریں اور ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر وعدہ کریں کہ قیامت کے روز ہم میں سے جو کوئی نجات پائے وہ باقی سب کی شفاعت کرے۔ ان لوگوں نے کہا: اے ابن رسول اللہ! آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت ہے اس لئے کہ آپ کے نانا جان تو خود تمام مخلوق کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: مجھے شرم آتی ہے کہ اپنے اعمال کے ساتھ قیامت کے دن اپنے نانا جان کے سامنے جا کر ان سے آنکھیں چار کرسکوں۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں آئے اور کہا: اے فرزند رسول خدا! مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کیونکہ میرا دل سیاہ ہوگیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابوسلیمان! تو خود اپنے زمانے کا برگزیدہ زاہد ہے تجھے میری نصیحت کی کیا حاجت ہے؟ حضرت داؤد طائی نے فرمایا: اے فرزند رسول اللہ! آپ کو تمام مخلوق پر برتری حاصل ہے اور ہر کسی کو نصیحت کرنا آپ پر واجب ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابوسلیمان! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے جد محترم صلی اللہ علیہ وسلم میرا گریبان پکڑ کر یہ پوچھنے لگیں کہ تو نے حق متابعت کے ادا کرنے میں کوتاہی کیوں کی؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟ اس لئے کہ یہ کام رشتہ صحیح یا عالی خاندان پر منحصر نہیں بلکہ اس کا تعلق اچھے اعمال سے ہے جو اللہ کی راہ میں کئے جائیں۔ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات پر رونا آگیا اور کہنے لگے کہ یا خدا! وہ شخص جس کی طینت آب نبوت سے مرکب ہے اور جس کی طبیعت کا خمیر برہان وحجت سے اٹھایا گیا ہے جس کے جد امجد پیغمبر خدا ہیں جن کی والدہ ماجدہ حضرت بتول جیسی خاتون ہیں اس بات پر اتنے فکر مند ہیں تو داؤد کی کیا مجال جو اپنے معاملات پر ناز کرے۔

(ایضا وتذکرۃ الاولیاء ص ۱۱، کشف المحجوب ص ۱۳۰)

عبادت وریاضت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ آپ زہد وتقویٰ شعاری نیز ریاضت ومجاہدات اور عبادت گزاری میں مشہور تھے۔

امام مالک کا بیان ہے کہ ایک زمانے تک میں آپ کی خدمت مبارکہ میں آتا رہا۔ مگر میں نے ہمیشہ آپ کو تین عبادتوں میں سے ایک میں مصروف پایا۔ یا تو آپ نماز پڑھتے ہوئے ملتے یا تلاوت میں مشغول ہوتے یا روزہ دار ہوتے۔ آپ بلا وضو کبھی حدیث شریف کی روایت نہیں فرماتے تھے۔ (تذکرۃ الاولیاء و اولیاء رجال الحدیث ص ۱۱۲)

مستجاب الدعوات

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس درجہ مستجاب الدعوات وکثیر الکرامات تھے کہ جب آپ کو کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوتی تو آپ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے کہ اے میرے رب! مجھے فلاں چیز کی حاجت ہے آپ کی دعا ختم ہونے سے پہلے ہی وہ چیز آپ کے پہلو میں موجود ہو جاتی۔

چنانچہ ابوالقاسم طبری ابن وہب سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ میں ۱۱۴ھ میں حج کے لئے پیدل چلتا ہوا مکہ معظمہ پہنچا عصر کی نماز کے وقت کوہ قبیس پر پہنچا تو وہاں ایک بزرگ کو دیکھا کہ بیٹھے ہوئے دعائیں مانگ رہے ہیں اور یا رب یا رب اتنی بار کہا: دم گھٹنے لگا پھر اسی طرح یا حی یا حی کہا پھر اسی طرح لگا تار یا رباہ یا رباہ کہا پھر اسی طرح ایک سانس میں یا اللہ یا اللہ کہا پھر اسی طرح یا رحمٰن یا رحمٰن پھر یا رحیم یا رحیم پھر یا ارحم الراحمین یا ارحم الراحمین کہتے رہے۔ اس کے بعد کہا: یا اللہ! میرا انگور کھانے کو دل چاہتا ہے وہ عطا فرما اور میری چادریں پرانی ہوگئی ہیں مجھے نئی چادریں عطا فرما۔ لیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! ابھی آپ کی دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ میں نے انگور کی ایک بھری ٹوکری رکھی دیکھی حالانکہ وہ موسم انگور کا نہ تھا اور نہ ہی کہیں اس کا نام ونشان تھا اور ساتھ میں دو چادریں بھی رکھی ہوئی تھیں کہ آج تک میں نے ایسی چادریں کہیں نہیں دیکھیں۔ اس کے بعد آپ انگور کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ میں نے کہا: حضور! میں بھی آپ کا شریک ہوں؟ فرمایا: کیسے؟ میں نے کہا: جب آپ دعا میں مشغول تھے تو میں آمین آمین کہہ رہا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اچھا آگے بڑھ کر کھاؤ میں بھی آگے بڑھ کر کھانے لگا وہ انگور ایسے عمدہ ولذیذ تھے کہ میں نے ویسے انگور کہیں نہیں کھائے یہاں تک کہ میں سیر ہوگیا اور ٹوکری ویسی کی ویسی ہی بھری رہی۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا: اس سے ذخیرہ مت رکھنا اور نہ ہی اس سے کچھ چھپانا پھر ایک چادر بھی مجھے عنایت فرمانے لگے۔ میں نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اس کے بعد آپ نے ایک چادر کا تہبند باندھا اور دوسری چادر کو اوڑھ لیا اور دونوں پرانی چادریں ہاتھ میں لئے ہوئے نیچے اترے میں بھی آپ کے پیچھے چلنے لگا جب آپ صفا ومروہ کے قریب پہنچے تو ایک سائل نے کہا:

اکسنی کساك الله یا ابن رسول الله حلة من حلل الجنة فد فعهما الیه فلحقت الرجل فقلت له من هذا فقال جعفر بن محمد فطلبته لا سمع منه شیا نفح به فلم اجده......

یعنی اے ابن رسول اللہ! یہ کپڑا مجھے پہنا دیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کا حلہ پہنائے گا تو انہوں نے وہ دونوں چادریں اس کو دے دیں میں نے اس سائل کے پاس جا کر اس سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: یہ حضرت

امام جعفر صادق بن محمد رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے پھران کو ڈھونڈا تا کہ ان سے کچھ سنوں اور نفع حاصل کروں مگر میں ان کو نہ پاسکا۔ (مسالک السالکین ج۱ص۲۰۰ وروض الریاحین ص ۵۷)

قیمتی لباس

اسی طرح ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ کو لوگوں نے بہت ہی عمدہ اور بیش قیمت لباس زیب تن کئے ہوئے دیکھا ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا: اے ابن رسول اللہ! اتنا قیمتی لباس اہل بیت کرام کو زیبا نہیں؟ یہ سوال سن کر آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر آستین کے اندر کھینچ کر دکھایا کہ دیکھو یہ کیا ہے؟ اس نے آپ کو اندر ٹاٹ جیسا کھردرا لباس پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ اندر والا خالق کے لئے ہے اور اوپر والا عمدہ لباس مخلوق کے واسطے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص۱۲ ومسالک السالکین ج۱ص۲۱۹)

ایثار وقربانی

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ خاندان نبوت کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ وایثار وقربانی کے بیشمار واقعات سیر وتاریخ میں بھرے پڑے ہیں صرف ایک واقعہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رب کائنات نے آپ کو کیسا ایثار وقربانی کا پیکر بنایا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص کی دیناروں کی تھیلی گم ہوگئی اس نادان نے آپ کو پکڑ کر کہا: میری تھیلی آپ نے لی ہے؟ اس بے خبر نے آپ کو پہچانا نہیں اور بلاوجہ الزام لگادیا۔ آپ نے فرمایا: بتاؤ تمہاری تھیلی میں کتنی رقم تھی؟ اس نے کہا: تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے۔ آپ اس کو اپنے دولت کدے پر لے گئے اور ایک ہزار دینار اس کو مرحمت فرمائے دوسرے دن اس کی گمشدہ تھیلی مل گئی تو دوڑا ہوا آپ کی بارگاہ میں آیا اور معذرت کرتے ہوئے وہ ہزار دینار واپس کرنے لگا آپ نے ارشاد فرمایا: یہ مال تمہارا ہوگیا اس لئے کہ ہم لوگ جس چیز کو دے دیتے ہیں اس کو پھر واپس نہیں لیتے۔ اس کے بعد اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں آپ کی ذات سے جب وہ شخص واقف ہوا تو بڑا ہی نادم ہوا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۷ ومسالک السالکین ج۱ص۲۱۹)

حکایت

احمد بن عمر بن مقدام رازی کہتے ہیں کہ ایک مکھی منصور کے چہرہ پر بیٹھی منصور نے مکھی کو اڑایا مگر پھر وہ دوبارہ آبیٹھی یہاں تک کہ وہ تنگ آگیا اس وقت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ منصور کے پاس موجود تھے۔ منصور نے آپ سے دریافت کیا: اے ابا عبداللہ! اللہ تعالیٰ نے مکھی کو کیوں پیدا فرمایا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اس لئے کہ جبابرہ (ظالم وجابر) کو ذلیل کرے اس جواب کو سن کر منصور چپ ہوگیا۔ (تشریف البشر ص ۷۸)

دہریوں سے مناظرہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فلسفہ الحاد و دہریت کے خلاف دین کے تحفظ کی خاطر جہاد باللسان میں مصروف رہتے تھے اور اپنے جدا کرم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تبلیغ و اشاعت میں اپنے علم الکلام سے جو کارنامے انجام دیئے ہیں ان میں سے ذیل میں کچھ مکالمے پیش ہیں۔

آپ کی خدمت میں مصر کا رہنے والا ایک دہریہ حاضر ہوا۔ آپ ان دنوں مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے آپ نے اس سے نام اور کنیت دریافت فرمائی تو اس نے جواب دیا: میرا نام عبدالملک اور کنیت عبداللہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: یہ "ملک" جس کا تو عبد اور بندہ ہے ملوک آسمان سے ہے یا ملوک زمین سے اور وہ خدا جس کا بندہ تیرا بیٹا ہے خدائے آسمان ہے یا خدائے زمین۔ دہریئے کو کچھ جواب نہ بن پڑا تو آپ نے پھر فرمایا: کیا تو کبھی زمین کے نیچے گیا؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ فرمایا: جانتا ہے اس کے نیچے کیا ہے؟ جواب دیا: نہیں مگر گمان ہے کہ کچھ نہ ہوگا۔ فرمایا: گمان کا کام نہیں یہاں یقین درکار ہے۔ اچھا کیا تو کبھی آسمان پر بھی چڑھا؟ جواب دیا: نہیں، جانتا ہے وہاں کیا ہے؟ جواب دیا: نہیں، کبھی مشرق و مغرب کی بھی سیر کی ہے اور ان کی مدد سے آگے کا کچھ حال بھی تجھے معلوم ہے؟ جواب دیا: نہیں۔ ہر بات کا صرف یہی ایک جواب تھا۔

تعجب ہے! تجھے زیر زمین و بالائے آسمان کا حال تو معلوم نہیں اور باوجود اس جہالت کے خداوند تعالیٰ کے وجود سے انکار کرتا ہے۔ اے مرد جاہل نادان کو دانا پر کوئی حجت نہیں ہے تو دیکھتا ہے کہ چاند، سورج، رات، دن ایک طریقے پر رواں ہیں وہ یقیناً کسی ذات کے تابع فرمان ہیں۔ اس لئے تو سر مو تجاوز نہیں کر سکتے۔ اگر ان کے بس میں ہوتا تو ایک مرتبہ بھی جا کر واپس نہ آتے اور اگر وہ پابند اور مجبور نہ ہوتے تو کیوں نہ رات کی جگہ دن اور دن کی جگہ رات ہو جاتی تو اس بلند آسمان اور پست زمین پر غور نہیں کرتا کہ کیوں آسمان زمین پر آنہیں جاتا اور کیوں زمین اس کے نیچے دب نہیں جاتی؟ آخر کس نے اسے تھام رکھا ہے اور جس نے اسے تھام رکھا ہے وہ ہی قادر مطلق ہے۔ وہی ہمارا اور ان کا خدا ہے۔

آپ کے اس کلام حق نما میں نہ جانے کیسی غضب کی تاثیر تھی کہ وہ دہریہ قائل ہو کر خدائے تعالیٰ پر ایمان لے آیا۔

جعد ابن درہم (جو اس وقت دہریوں کا سردار سمجھا جاتا تھا) نے کچھ مٹی اور پانی کو ایک شیشی میں رکھ کر چھوڑ دیا کچھ عرصے بعد اس شیشی میں کیڑے پیدا ہو گئے جس کو دیکھ کر اس نے دعویٰ یہ کیا کہ میں نے اس کو پیدا کیا ہے اور میں اس کا خالق ہوں۔ جب اس دہریہ کی اس جہالت کی خبر سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو لگی تو آپ نے اس دہریہ کو بلایا اور ارشاد فرمایا: اگر تو ان کا خالق ہے تو بتا تیرے پیدا کئے ہوئے یہ کیڑے تعداد میں کتنے ہیں اور پھر ان میں نر کتنے اور مادہ کتنے ہیں اور جو ان میں سے ایک سمت کو جارہے ہیں انہیں حکم دے تا کہ وہ دوسری جانب پلٹ جائیں۔ آپ کا یہ کلام سن کر وہ دنگ رہ گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا اور نادم ہو کر واپس چلا گیا۔ (ہدیٰ دلی مارچ ۱۹۷۵ء (۲) ایضاً

دس ہزار درہم

ایک شخص آپ کو دس ہزار درہم دے کر حج کو گیا اور کہا: میرے واسطے ایک حویلی خرید کر رکھئے گا۔ آپ نے وہ تمام درہم اللہ کے راستے میں صرف کر دیئے۔ جب وہ حج سے واپس ہوا اور حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: مکان میں نے تیرے واسطے خرید رکھا ہے اور اس کا یہ قبالہ ہے اس قبالہ میں لکھا تھا کہ ایک دیوار اس کی ملحق ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان سے اور دوسری دیوار ملحق ہے مولائے کائنات شیر خدا رضی اللہ عنہ کے مکان سے اور تیسری دیوار اس کی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مکان سے ملی ہے اور چوتھی دیوار اس کی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مکان سے ملحق ہے۔ اس شخص نے قبالہ کو لیا اور اپنے وارثین سے وصیت کی کہ یہ قبالہ میری قبر میں رکھ دینا۔ اس کے انتقال کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قبالہ قبر پر رکھا ہے اور اس کی پشت پر لکھا ہے کہ وفا کی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے۔

حضرت بایزید بسطامی

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سقائی کرتے تھے ایک دن آپ نے نظر شفقت سے توجہ فرمائی اور آپ کے فیض صحبت سے روشن ضمیر اور اکابر اولیائے عظام سے ہو گئے۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۲۰)

ع نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت امام اعظم آپ کی خدمت میں

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اکتساب فیض فرمایا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا: عقلمند کون ہے؟ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو خیر و شر میں تمیز کر سکے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تمیز تو چوپایوں میں بھی ہے کہ جو اس کو مارتا یا پیار کرتا ہے اس کو خوب پہچانتا ہے۔ امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر حضرت آپ ارشاد فرمائیں کہ آپ کے نزدیک عاقل کون ہے؟ حضرت نے فرمایا: جو دو خیروں اور دو شروں میں تمیز کرے تا کہ دو خیروں میں سے بہترین خیر کو اختیار کرے اور دو شروں میں سے بدترین شر کو دور کرے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۲)

اور ایک دوسرا واقعہ درر الاصداف میں ہے کہ آپ نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھ کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تم دین میں قیاس کرتے ہو اور سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انما اقیس فیما لا اجد فیه نصا "یعنی میں اس میں قیاس کرتا ہوں جس میں کوئی نص نہیں پاتا"۔ (تشریف البشر ص ۷۶)

خلوت پذیری

نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ گوشہ نشین ہو گئے اور کچھ دنوں تک باہر تشریف نہ لائے تو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کی بارگاہ میں پہنچے اور عرض کی کہ اے ابن رسول اللہ! لوگ آپ کے ارشادات قدسیہ سے محروم ہو گئے ہیں آپ نے گوشہ نشینی کیوں اختیار کر لی ہے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ اب میرا سینہ ایسا نہیں ہے اور دو شعر اپنے حال پر پڑھے۔

ذهب الوفاء ذهاب انس الذاهب
وفا مثل جانے والے کے جاتی رہے
والناس بين مخائل ومحارب
اور لوگ اپنے خیالات وحاجات میں محو ہیں
يغشون بينهم المودة والوفاء
ایک دوسرے کے ساتھ تو محبت کا اظہار کرتا ہے
وقلوبهم محشوة بعقارب
اور ان کے قلوب برائیوں سے بھرے ہوئے ہیں

مذکورہ بالا اشعار سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ادبیت وشعریت کا بھرپور پتہ چلتا ہے اور آپ کے کمالات وآپ کی علمی خدمات کی مکمل نشاندہی آپ کی تصانیف سے بھی ملتی ہے لاکھوں انسان آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو کر دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے لگے اور بے شمار افراد آپ سے اکتساب فیض پا کر اکناف عالم میں پھیل گئے اور جس کو جس فن میں نوازدیا اس میدان کے امام وشیخ طریقت بن کر منارۂ نور ثابت ہوئے۔

ملفوظات

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ملفوظات سے چند بطور تبرک پیش کئے جاتے ہیں جو مختلف کتابوں میں بکھرے ہیں:

آپ نے اپنے غلام نافذ سے ارشاد فرمایا: اے نافذ! جب تو کوئی خط کسی کام کے لئے لکھے اور یہ چاہے کہ ہمارا وہ کام پورا ہو جائے تو سرورق پر یہ عبارت لکھ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وعد الله الصابرين المخرج مما يكرهون والرزق من حيث لا يحتسبون جعلنا الله واياكم من الذين لا خوف عليهم ولا هم يحزنون ۔

نافذ نے فرمایا: میں ایسا ہی کرتا ہوں جس کی حیرت انگیز تاثیر سے میرے جملہ کارہائے عظیم پورے ہوتے ہیں۔
(تشریف البشر ص ۷۶)

آپ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اللهم اعزني بطاعتك ولا تحزن بمعصيتك اللهم ارزقني مواساة من قترت عليه رزقه بما وسعت علي من فضلك ”اے اللہ! مجھے عزت عطا فرما اپنی فرمانبرداری کے ساتھ اور مجھے رسوا نہ

کر مصیبت کے ساتھ' اے اللہ! جس پر تو نے رزق تنگ فرما دیا ہے مجھے اس کی غم خواری کی توفیق عطا فرما اپنے اس فضل خاص کے ساتھ جس کو تو نے مجھ پر وسیع فرمایا ہے''۔ (اولیاء رجال الحدیث)

آپ نے فرمایا: **لازاد افضل من التقوی ولا شئی احسن عن الصمت ولا عدوا اضرّ من الجهل ولا داء ادوی من الكذب** ''کوئی توشہ پرہیزگاری سے افضل نہیں اور خاموشی سے احسن کوئی چیز نہیں اور جہالت سے زیادہ مضر کوئی دشمن نہیں اور جھوٹ سے زیادہ بری کوئی بیماری نہیں''۔ (البشیر شرح نحو میر)

فرماتے ہیں: **من عرف الله اعرض عما سواه** ترجمہ: ''جسے اللہ کی معرفت حاصل ہوگئی وہ ماسوا اللہ سے کنارہ کش ہوگیا''۔

فرماتے ہیں: **لا تصح العبادة الا بالتوبة لانّ الله تعالى قدم التوبة على العبادة قال الله تعالى التائبون العابدون** ۔ الخ۔ ترجمہ: ''بغیر توبہ کے عبادت صحیح نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت پر توبہ کو مقدم رکھا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے توبہ کرنے والے عبادت بجالانے والے'' الخ۔ (کشف المحجوب ص ۱۲۱ مدینہ پبلشنگ کراچی)

اقوال زرّیں:

فرماتے ہیں: جو شخص ہر کس و ناکس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے وہ سلامت نہیں رہتا ٥ جو برے راستے پر جاتا ہے اسے اتہام لگتا ہے ٥ جو اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے ٥ پانچ آدمیوں کی صحبت سے دور رہنا چاہئے (۱) جھوٹے سے جو ہمیشہ تمہیں دھوکہ میں رکھے گا (۲) احمق سے جو تمہیں فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے گا مگر نقصان پہنچائے گا (۳) بخیل جو اپنے تھوڑے نفع کی خاطر تمہارا بہت بڑا نقصان کردے گا (۴) بزدل جو آڑے وقت پر تمہیں ہلاکت میں چھوڑ جائے گا (۵) بدعمل جو تمہیں ایک نوالے پر بیچ ڈالے گا اور اس سے کمتر کی امید رکھے گا۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۲۴ و تذکرۃ الاولیاء ص ۱۳، ۱۴)

تصانیف

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ صاحب تصانیف بزرگ ہیں آپ حدیث و تفسیر تنزیل میں فائق اور بے نظیر تھے جیسا کہ امام کمال الدین حیوٰۃ الحیوان میں لکھتے ہیں کہ ابن قتیبہ نے کتاب ادب الکاتب میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت نے ایک کتاب بنام ''جفر'' اہل بیت کے لئے تحریر فرمائی اس کی خصوصیت یہ ہے کہ قیام قیامت تک کے جملہ حاجات جو پیش ہوں گے تمام کو آپ نے تحریر فرمایا۔

اور شرح مواقف اور روضۃ الصفاء وغیرہ میں ہے کہ آپ ارشاد فرماتے تھے:......

علمنا غابر ومزبور ونكت فى القلوب وتقرفى الاسماء وان عندنا الجفر الاحمر والجفر الابيض ومصحف فاطمة وان عندنا الجامعة فيها جميع ما يحتاج الناس اليه ۔

جب حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا عبارت کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپ نے اس کی تشریح یوں بیان فرمائی کہ غابر علم اس کا ہے جو زمانہ آئندہ میں تا قیام قیامت ہوگا اور مزبور میں وہ علوم ہیں جو روز اول سے زمانہ حال تک وقوع میں آئے اور علم جفر الابیض وہ ہیں جن کے اندر توریت، انجیل، زبور اور جملہ کتب آسمانی ہیں اور مصحف فاطمہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں جو شے قوت سے فعل میں آئی اس میں موجود ہے اور ساتھ ہی ہر ایک ملک وحاکم کا نام جو قیامت تک ہوں گے اس میں درج ہیں اور جامعہ بھی ایک کتاب ہے جو مثل طومار کے ستر گز لمبی ہے اور اس میں وہ تمام باتیں درج ہیں جن کی خلق خدا قیامت تک محتاج ہوگی۔ (ایضاً ص ۲۱۸)

مذکورہ بالا کتابوں سے آپ کے علمی، ادبی، دینی خدمات کا پتہ چلتا ہے اور ساتھ ہی آپ کی انکساری وتواضع کا بھی پتہ چلتا ہے اتنے عظیم علوم پر حاوی واستاذ زمن ہونے کے ساتھ آپ سے لوگوں نے کہا: آپ میں سب ہنر ہیں آپ زاہد بھی ہیں، کریم بھی ہیں اور خاندان کے قرۃ العین بھی لیکن متکبر بھی ہیں تو آپ نے جواب دیا: میں متکبر نہیں ہوں اس لئے کہ مجھے جلوۂ کبریائی حاصل ہے کہ جب میں نے اپنے سر سے تکبر نکال دیا تو اس ذات واحد کی کبریائی کا جلوہ مجھ میں سما گیا اور یہی وجہ ہے کہ آپ فرمایا کرتے: تکبر سے تکبر نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کی کبریائی سے کبر زیبا ہے۔

کرامات

آپ کی ذات بابرکات کا ہر گوشہ مسلمانوں کے لئے کامیابی وکامرانی کی دلیل تھی اور شریعت پر پورے طور پر عمل ہی بندہ مومن کی زندگی بطور کرامت گزرتی ہے آپ نے پورے طور پر اپنے جد اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر عمل پیرا ہو کر دنیا کو اپنی کرامات مشہورہ سے بھی آگاہ فرمایا جو کرامات مومن کامل کو بطور سند وحجت کے دی جاتی ہیں اور قیامت تک معجزہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توثیق کرامات کی صورت میں ظاہر فرماتے ہیں۔ یہاں چند کرامات بطور تبرک پیش کی جاتی ہیں۔

کرامات عجیبہ

اس کی روایت اس طور پر ہے کہ ایک مرتبہ آپ زیارت حرمین طیبین کو تشریف لے جارہے تھے راستے میں ایک خرمے کے خشک درخت کے پاس قیام فرمایا اور چاشت کے وقت اس درخت سے آپ نے خرمے طلب فرمائے۔ فوراً درخت سرسبز وشاداب ہوگیا اور ساتھ ہی تازہ خرما بھی پیدا ہوگیا ایک اعرابی نے جب اس عظیم کرامت کو دیکھا تو وہ دنگ ہوگیا اور کہنے لگا کہ یہ جادو ہے آپ نے فرمایا: یہ جادو نہیں اس لئے کہ رب کائنات نے مجھے وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ اگر میں دعا کروں تو ٹھیک ابھی تری شکل کتے کی شکل ہو جائے گی صرف اتنا کہتے ہی وہ کتے کی شکل میں تبدیل ہوگیا، اعرابی نے یہ کیفیت دیکھی تو حد درجہ پریشان ہوا اور ندامت وشرمندگی سے معافی کا طلب گار ہوا تو آپ نے اعرابی پر رحم فرمایا اور پھر دعا فرمادی تو وہ اپنی اصلی حالت پر ہوگیا۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۲۳)

پرندوں کا زندہ کرنا

اسی طرح ایک شخص نے آپ کی بارگاہ میں مشہور واقعہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندوں کو ذبح کیا اور اس کا گوشت ریزہ ریزہ کر کے باہم ملا دیا اور پھر زندہ فرمایا تو وہ تمام زندہ ہو کر اپنے اپنے سروں سے لگ گئے۔ اس سوال پر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم دیکھنا چاہتے ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں اے ابن رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ایک طاؤس غراب، باز اور ایک کبوتر کو حاضر کرو چاروں پرندوں کو آپ نے ذبح فرمایا اور ریزہ ریزہ کر کے سب گوشت کو باہم ملا دیا پھر آپ نے یکے بعد دیگرے پرندوں کو آواز دی سب کے سب زندہ ہو گئے۔

(مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۲۳)

خلیفہ منصور پر آپ کی ہیبت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر بھی امتحان و آزمائش کی بے شمار گھڑیاں آئیں مگر تمام دشمن و مخالف آپ کی خداداد طاقت کے آگے مبہوت ہو کر رہ جاتے انہیں میں سے ایک خلیفہ منصور بھی تھا جس کی خباثت کا واقعہ اس طرح ہے خلیفہ منصور ایک روز اپنے وزیر سے کہا: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو میرے دربار میں حاضر کرو تا کہ میں ان کو قتل کر دوں؟ اس پر وزیر نے کہا: ایک سیّد گوشہ نشین کو قتل کرنا مناسب نہیں، خلیفہ وزیر کی بات سن کر بہت غصہ ہوا اور کہا: جو میں حکم دیتا ہوں اس پر عمل کرو ناچار وزیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے روانہ ہو گیا۔ ادھر خلیفہ نے حکم دیا کہ جب جعفر صادق رضی اللہ عنہ آئیں تو میں اس وقت اپنے سر سے تاج اتار دوں گا اور یہ عمل دیکھتے ہی اسی دم ان کو قتل کر دینا۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دربار میں داخل ہوئے۔ خلیفہ منصور کی نظر جب آپ پر پڑی تو فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھا اور آپ کا استقبال کیا اور صدر مقام پر آپ کو لے کر بٹھایا اور خود مؤدبانہ طور پر آپ کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر اس کے مقرر کئے ہوئے غلاموں کو بڑا تعجب ہوا کہ پروگرام تو کچھ اور ہی تھا اور عمل کچھ اور ہے؟ منصور نے حضرت امام سے فرمایا: آپ کو اگر کوئی حاجت ہو تو بیان فرمائیں غلام آپ کی ہر حاجت کو پوری کرنے کو تیار ہے۔ آپ نے فرمایا: میری حاجت تم سے یہی ہے کہ آئندہ پھر کبھی مجھے اپنے حضور میں طلب نہ کرنا تا کہ میں خدا کی یاد میں مشغول رہوں۔ منصور نے جب حضرت امام کا یہ جملہ سنا تو فوراً آپ کو بڑی عزت واحترام سے رخصت کیا اور آپ کے رعب سے اس کے پورے بدن میں کپکپی طاری تھی اور ...... اختلاجی کیفیت پائی جا رہی تھی حضرت امام کے واپس ہونے کے بعد وزیر نے اس تبدیلیٔ حال کی وجہ پوچھی تو منصور نے کہا: جب حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ دروازے سے دربار میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے ہمراہ ایک بہت بڑا اژدہا دیکھا جس کا ایک لب میرے تخت کے اوپر اور ایک نیچے تھا اور وہ زبان حال سے مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے امام کو ستایا تو تمہیں تخت سمیت نگل جاؤں گا چنانچہ میں نے اس اژدہے کے خوف ہی سے جو کچھ کیا وہ تم نے دیکھا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۵)

اولادکرام

آپ کے اولاد امجاد میں کل چھ شہزادے اور ایک شہزادی تھیں جن کے اسماء یہ ہیں۔ (۱) حضرت اسمٰعیل (۲) محمد (۳) علی (۴) عبداللہ (۵) اسحٰق (۶) موسیٰ کاظم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ صاحبزادی حضرت ام فروہ جن کو ابن الاحضر نے فاطمہ لکھا ہے اور شہرستانی نے الملل والنحل میں صرف پانچ اولادیں بتائی ہیں۔ (انوار صوفیہ ص۹۱)

خلفاءکرام

آپ کے خلفائے کرام کی دینی خدمات کی تاریخ پڑھیں گے تو آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کے فیض سے منور ہونے والے کیسے کیسے افراد ہیں اور ہر فرد اپنی جگہ ایک عالم گیر جماعت کی حیثیت رکھتا ہے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت امام موسیٰ کاظم (۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ (۳) حضرت سلطان بایزید بسطامی رضوان اللہ علیہم۔

وصال

سلطنت عباسیہ کے خلیفہ دوم ابوجعفر منصور بن ابوالعباس السفاح کے عہد میں بروز جمعہ دوشنبہ ۱۵ رجب یا ۲۴ شوال المکرم ۱۴۸ھ ۷۶۵ء ۶۸ سال کی عمر میں زہر سے مدینہ میں وصال فرمایا۔ (مسالک السالکین ج اص ۲۲۴ وجامع المناقب ص ۲۲۶)

مزار مبارک

آپ کا مزار مبارک مدینہ منورہ کی قبرستان جنت البقیع میں آپ کے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ہے۔

نور ہفتم

حضرت سیّدنا امام
موسیٰ کاظم
(رضی اللہ عنہ)

۷ صفر المظفر ۱۲۸ھ.....۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ

شان حکماء کان علماء جان سلما السلام
موسیٰ کاظم جہاں ناظم مرا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الامام موسى بن جعفر الكاظم رضى الله تعالى عنه

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

ولادت

آپ مقام ابواء (جو مکہ و مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے) بتاریخ ۷ یا ۱۰ صفر المظفر بروز یکشنبہ ۱۲۸ھ کو مروان الحمار بن محمد بن مروان بن الحکم اخیر خلیفہ بنی امیہ کے عہد میں پیدا ہوئے۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۲۵، جامع المناقب، مرج البحرین ص ۳۱)

نام و کنیت

آپ کا نام پاک: موسیٰ اور کنیت: سامی، ابوالحسن، ابوابراہیم ہے۔ (ایضاً)

لقب

اور لقب آپ کا صابر، صالح، امین اور مشہور لقب کاظم ہے۔

والدین کریمین

آپ کے والد ماجد حضرت امام محمد جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں اور والدہ ماجدہ حضرت ام ولد بی بی حمیدہ بربریہ ہیں۔ (ایضاً)

حلیہ مبارکہ

آپ سرو قد لاغر اندام اور نہایت حسین وجمیل تھے رنگ مبارک گندم گوں تھا مگر بعضوں نے آپ کو سیاہ فام لکھا ہے۔ (انوار صوفیہ ص ۹۲ ایضاً)

فضائل

آپ ساتویں امام سلسلہ عالیہ قادریہ کے ہیں اور شہزادے ہیں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے آپ عالم متبحر اور ولی کامل اور صاحب مناقب فاخرہ تھے۔ مستجاب ایسے تھے کہ جو لوگ آپ کو اپنا وسیلہ گردانتے یا آپ سے دعا کراتے وہ اپنے مقصود کو پہنچتے اور ان کی جملہ حاجتیں پوری ہو جاتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عراق آپ کو باب الحوائج یعنی حاجتوں کے پورا ہونے کا دروازہ کہتے تھے چنانچہ بعد وصال بھی آپ کا مزار مقدس باب الحوائج ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک اجابت دعا کے لئے تریاق اعظم کا حکم رکھتی ہے اور آپ کے والد ماجد حضرت

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے تمام فرزندوں میں موسیٰ کاظم بہترین فرزند ہیں وہ ایک موتی ہے اللہ تعالیٰ کے موتیوں سے اور صواعق محرقہ وغیرہ میں ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے آپ سے کہا: آپ اپنے کو ذریت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں کہتے ہیں حالانکہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں؟ اور آدمی کا نسب دادا سے ہوتا ہے نہ کہ نانا سے؟ تو آپ نے یہ آیۃ کریمہ پڑھی **ومن ذریته داوٗد وسلیمان وایوب ویوسف وموسی وهارون و کذالك نجزی المحسنین وزکریا ویحیی وعیسی** دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہ تھا اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ملحق بذریت انبیاء ان کی والدہ ماجدہ کی طرف سے کیا ہے اسی طرح سے ہم بھی والدہ ماجدہ کی طرف سے ملحق بذریت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسری دلیل ہماری ذریت ہونے کی یہ ہے کہ مباہلہ نصاریٰ کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **قل تعالوا ندع ابناء نا** تو حضرت رسول معظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسن وحسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اپنے ساتھ لیا تو اس آیۃ کریمہ سے حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اولاد حضرت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی اور ہم اولاد امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہیں۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۲۶، فصول المہمہ وصواعق محرقہ ۲۱)

یہ مدلل ومبرہن دلیل سن کر خلیفہ ہارون رشید کو اطمینان ہوا۔

عادات وصفات

آپ بڑے عابد وزاہد، قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ بسبب کثرت عبادت وریاضات اور شب بیداری کے عبد الصالح کہے جاتے تھے اور حلم وبردباری کا یہ عالم تھا کہ آپ کا لقب کاظم ہوا جس کے معنی ہی غصہ پی جانے والے کے ہیں اور جود وکرم کا یہ رتبہ تھا کہ فقراء مدینہ کو تلاش کر کے ہر ایک کو روپیہ واشرفی وغیرہ حسب ضرورت راتوں کو پہنچایا کرتے تھے اور وہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ کہاں سے آیا ہے جب کوئی سائل سامنے آجاتا قبل اس کے کہ وہ لب کھولے آپ اس کے سوال کو پورا کر دیتے تھے، منکسر المزاجی اس درجہ تھی کہ جب کوئی شخص سامنے آتا تو آپ ہی سلام میں سبقت کرتے اور اگر معلوم ہوتا کہ کوئی شخص آپ کو ایذا پہنچانے میں لگا ہوا ہے تو آپ اس کی بھی مدد کرتے اور اشرفی ودینار سے اسے بھی نوازتے۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۲۶)

حضرت شفیق بلخی کا بیان

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے عبادت وریاضت وتقویٰ وطہارت پر آپ کے عصر کے ایک عظیم بزرگ کی عینی شہادت ملاحظہ فرمائیں وہ روایت حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں نے ۱۴۹ھ میں زیارت حرمین طیبین کو جاتے ہوئے راستہ میں قادسیہ شہر میں قیام کیا اور وہاں کے لوگوں کے عادات واطوار کو دیکھ رہا تھا کہ میری نظر ایک خوبصورت نوجوان پر پڑی جو اپنے کپڑوں کے اوپر ایک صوف کا کپڑا زیب تن کیے ہوئے تھا اور پاؤں میں جوتا تھا اور وہ لوگوں سے الگ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دل میں کہا: یہ نوجوان صوفی قسم کے لوگوں میں سے معلوم ہوتا ہے اور شاید چاہتا ہے کہ راستہ میں

لوگوں پر بوجھ بنے واللہ! میں اس کو ضرور سمجھاؤں گا۔ اسی خیال سے میں اس کے قریب گیا جب اس نے مجھ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو کہا: اے شفیق! اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم اور مجھے چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یہ تو بہت بڑی بات ہے کہ اس نے میرا نام لے کر میرے دل کی بات بتا دی (حالانکہ وہ مجھ کو بالکل نہیں جانتا) یہ یقیناً کوئی بزرگ آدمی ہے میں اس کے پیچھے جاؤں اور اس سے مل کر اپنے گمان کی معافی کراؤں میں جلدی جلدی اس کے پیچھے چلا مگر وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا اور کافی تلاش کے بعد بھی وہاں اس کو نہ پا سکا۔ اس کے بعد جب ہم لوگ وادی فضہ میں اترے تو اسی مرد کو وہاں نماز پڑھتے ہوئے پایا اور دیکھا کہ اس کا بدن کانپ رہا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں میں پھر اس کی طرف بڑھا کہ اپنے گمان کی معافی کراؤں اتنے میں اس نے سلام پھیر کر میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے شفیق پڑھو:...... وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اهتدى "بیشک میں غفار ہوں اس شخص کے لئے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل صالح کیا پھر اچھی راہ چلا"۔

یہ آیت پڑھی اور مجھے چھوڑ کر چل دیا میں نے کہا: یہ نوجوان تو ابدال میں سے معلوم ہوتا ہے دو مرتبہ میرے دل کی بات مجھ پر ظاہر فرما دی۔ جب ہم منی میں پہنچے تو پھر میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک کنویں پر ایک بڑا سا پیالہ ہاتھ میں لئے کھڑا ہے اور کنویں سے پانی لینے کا ارادہ کر رہا ہے کہ اچانک وہ پیالہ اس کے ہاتھ سے کنویں میں گر گیا اور اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور یہ شعر پڑھا:

انت ربی اذا ظمئت من الماء
وقوتی اذا اردت الطعام ما

"یعنی تو ہی میرا پالنے والا ہے جبکہ میں پانی سے پیاسا ہو جاؤں اور تو ہی میری قوت ہے جبکہ میں کھانے کا ارادہ کروں"۔

پھر اس نے کہا: اے اللہ! اے میرے معبود! اے میرے آقا! تو جانتا ہے کہ اس پیالے کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے تو مجھے اس پیالے سے محروم نہ کر۔ خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر آ گیا اور اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور پیالہ پانی سے بھر کر نکال لیا اور وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی اس کے بعد ریت کی مٹی اکٹھی کر کے پیالہ میں ڈالتا جا رہا تھا اور ہلا کر پئے جا رہا تھا میں نے اس کے قریب جا کر سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا: اللہ کے دیئے ہوئے اس انعام سے کچھ بچا کچھا مجھے بھی عنایت فرمائیے؟ ارشاد فرمایا: اے شفیق! ہم پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں رہی ہیں اس لئے تو اپنے رب کے ساتھ نیک گمان رکھو وہ پیالہ مجھے عنایت فرما دیا اور خود چل دیا۔ جب میں نے اس کو پیا تو خدا کی قسم! وہ نہایت لذیذ، خوشبودار اور میٹھا ستو تھا اور ایسا ستو میں نے عمر میں کبھی نہیں کھایا تھا۔ میں نے خوب سیر ہو کر اس ستو کو پیا چنانچہ اس کی برکت سے کئی دن تک مجھے بھوک اور پیاس معلوم ہی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہونے تک میں نے اس کو نہ دیکھا اور جب ہم لوگ مکہ مکرمہ پہنچے تو ایک مرتبہ آدھی رات کے وقت پھر قبہ زمزم کے پاس اس کو بڑے خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے اور

خوب روتے ہوئے دیکھا صبح صادق تک اسی طرح نماز پڑھتا رہا پھر وہیں بیٹھ کر تسبیح پڑھتا رہا اور فجر کی نماز پڑھ کر بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ طواف کے بعد جب باہر جانے لگا تو میں بھی پیچھے چل پڑا اور باہر جا کر دیکھا تو راستہ میں جس حالت سے دیکھتا آیا تھا اس کے بالکل خلاف پایا۔ دیکھا کہ اس کے ساتھ اس کے دوست، خدام اور غلام موجود تھے جنہوں نے اس کے آتے ہی چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس کی خدمت میں سب سلام پیش کر رہے تھے میں نے ان میں سے ایک شخص سے پوچھا کہ من هذا لفتى یہ نوجوان کون ہے؟ تو اس نے کہا: یہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔

(روض الریاحین ص ۵ ماخوذ از راہ عقیدت و جامع المناقب ص ۲۲۶، ۲۳۰)

روایت کیا مذکورہ بالا واقعات کو ابن جوزی نے اپنی کتاب مثیر الغرام میں اور جنابذی نے معالم العترۃ النبوۃ میں اور رامہرمزی نے کرامات اولیاء میں۔

مہدی بن منصور کا قید کرنا

مہدی بن منصور نے آپ کو مدینہ سے عراق بلوا کر قید کر لیا تو رات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ مہدی کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: اے مہدی! فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ ربیع کا بیان ہے کہ اسی وقت مہدی نے مجھے طلب کیا اور جب میں گیا تو مہدی یہ آیت مذکور بڑی ہی خوش الحانی کے ساتھ باآواز بلند پڑھ رہا تھا اور مہدی نے مجھے حکم دیا کہ جاؤ موسیٰ بن جعفر کو جیل خانے سے لے آؤ۔ جب حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تو آپ سے مہدی نے معانقہ کیا اور بڑی عزت سے بٹھایا اور خواب کا حال آپ سے بیان کیا اور کہا: مجھے اطمینان دلا دیجئے کہ آپ مجھ سے باغی تو نہ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: میں نے نہ تم سے اب تک مقابلہ کیا اور نہ اب مقابلہ کروں گا اس کے بعد ربیع کو حکم دیا کہ حضرت کو دس ہزار دینار دے کر رخصت کرو اور مدینہ منورہ تک پہنچا دو۔ ربیع کہتے ہیں کہ میں نے رات ہی رات سامان سفر تیار کیا اور دس ہزار دینار دے کر آپ کو رخصت کیا کہ کہیں پھر وہ آپ کو ایذا نہ پہنچائے اور آپ بہ آرام مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔ (تشریف البشر ص ۸۴، مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۲۷)

قیام بغداد اور ہارون رشید کے مظالم

مدینہ منورہ سے آپ کو بغداد جانے کا یہ سبب ہوا کہ ایک روز آپ خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہارون رشید آیا اور کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ خفیہ بیعت لیتے ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا: میں دلوں کا امام ہوں اور تو جسموں کا امام ہے اور جس روز دلوں کا امام اور جسموں کا امام دونوں مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑے ہوں گے اور رشید عرض کرے گا: السلام عليك يا بن عم اور کاظم عرض کرے گا: السلام عليك يا ابت اس بات پر ہارون رشید نے آپ کو گرفتار کر لیا اور بغداد میں لا کر قید کر دیا۔ مسلسل ایک سال تک آپ کو بغداد میں عیسیٰ بن جعفر بن منصور نے قید رکھا ایک سال کے بعد ہارون رشید نے حکم نامہ لکھا کہ ان کو قتل کر دو تا کہ بے فکری حاصل ہو عیسیٰ نے بعض خواص کو بلا کر مشورہ کیا اور رشید کا خط دکھایا انہوں نے

کہا میرا یہ مشورہ ہے کہ تم اس کام سے مستعفی ہو جاؤ اور اس کام میں مت پڑو اس کے بعد عیسیٰ نے ہارون رشید کو خط لکھا جو اس طرح ہے:

''اے امیر المومنین! آپ نے حضرت کاظم کے بارے میں جو تحریر کیا ہے تو یہ مدت سے میری قید میں ہیں اور اس طویل مدت میں میں نے ان کا امتحان لیا تو ان سے کوئی برائی ظاہر نہ ہوئی اور وہ کبھی حضور کا ذکر بجز خیر کے نہیں کرتے اور کوئی مکروہ اور خراب نظر اس کی تمہاری حکومت وولایت پر نہیں اور نہ ہی وہ آپ پر خروج کرنا چاہتے ہیں اور نہ ان کے پاس اسباب دنیا سے کوئی چیز ہے اور نہ کبھی انہوں نے حضور پر بلکہ کسی شخص پر بددعا کی اور یہ دعا نہیں کرتے مگر رحمت اور مغفرت کی اور اس دعائے رحمت میں آپ اور جملہ مسلمانوں کو شامل کرتے ہیں اور وہ روزہ، نماز اور عبادت کے سخت پابند ہیں اگر امیر المومنین مجھ کو اس امر سے معاف کریں اور میرے بجائے کسی دوسرے کو یہ کام سپرد کریں تو ٹھیک ہے ورنہ میں اس کو چھوڑ دوں گا کیونکہ میں اس کام سے نہایت ہی تکلیف میں ہوں''۔

جب یہ خط ہارون رشید کے پاس پہنچا تو اس نے سندی بن شاہک کو لکھا کہ تو موسیٰ کاظم کو عیسیٰ بن جعفر سے لے کر جو حکم میں نے دیا ہے اس کی تعمیل کر سندی نے کھجور میں زہر ملا کر دیا اس سے آپ شہید ہوئے۔

(مسالک السالکین ایضاً وصواعق محرقہ ص ۲۰۲ ماخوذ راہ عقیدت)

کرامات

شیر کی تصویر کو زندہ فرمادیا

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کشف وکرامات کے میدان میں بھی یکتائے روزگار تھے اور حقانیت کے علمبردار تھے حق بات ظالم بادشاہ کے سامنے کہنے میں ذرہ برابر چوکتے نہ تھے اور کسی بھی تخت وتاج والے کا آپ کی شان بلندی کے آگے رعب ودبدبہ نہ چلتا ایسی خصوصیات وکرامات کے آپ سے بے شمار محیر العقول کرامات بھی صادر ہوئیں جن میں سے چند یہ ہیں کہ ایک مرتبہ آپ خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں تشریف فرماتھے اتنے میں معجزہ عصائے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر چل گیا تو آپ نے فرمایا: اگر میں اس شیر کی تصویر جو قالین پر بنی ہے اس کو کہوں کہ ابھی شیر اصلی ہو جا یہ جملہ آپ کی زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ فوراً وہ تصویر شیر اصلی ہوگئی۔ آپ نے اس شیر کو حکم دیا کہ ٹھہر جا میں نے ابھی تجھے کو حکم نہیں دیا ہے۔ یہ کہنے کے ساتھ ہی وہ بدستور تصویر شیر قالین ہوگئی۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۲۸)

وہ آج کی رات مرجائے گا

اسحٰق بن عمار کہتے ہیں کہ جب ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو قید کیا تو ایک دن حضرت ابو یوسف اور محمد بن حسن صاحبین امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں جیل کے اندر تشریف لے گئے اور سلام عرض کر کے آپ کے

پاس بیٹھ گئے اور چاہا کہ آپ سے کچھ سوالات کریں تا کہ آپ کی خداداد صلاحیت دینی کا اندازہ ہو اتنے میں ایک جیل خانے کا محافظ سپاہی آیا اور عرض کیا: میری ڈیوٹی ختم ہوگئی ہے اب میں جاتا ہوں انشاء اللہ کل آؤں گا اگر تمہارا کوئی کام ہو تو بیان کرو تا کہ میں کل اس کو انجام دے کر آؤں آپ نے ارشاد فرمایا: تم جاؤ میرا کوئی کام نہیں ہے پھر آپ نے حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رضی اللہ عنہما سے فرمایا: مجھے اس شخص پر تعجب آتا ہے کہ یہ مجھ سے کہتا ہے کہ کوئی حاجت ہو تو میں کل کے دن کر کے آؤں گا حالانکہ وہ آج کی رات ہی مر جائے گا۔ اس جملہ کو سننے کے بعد دونوں صاحبان سوال کرنے سے رک گئے اور کچھ دریافت نہ کیا اور کہا: ہمارا ارادہ یہ تھا کہ ہم فرض وسنت کے بارے میں سوالات کرتے مگر یہ تو ہمارے ساتھ علم غیب میں بات چیت کرنے لگے واللہ! ہم ایک شخص کو اس کے ساتھ بھیجیں گے تا کہ وہ اس کے ساتھ رات بسر کرے اور دیکھے کہ کیا ہوتا ہے اس کے بعد اس سپاہی کے پیچھے ان دونوں صاحبان نے ایک شخص کو روانہ کیا وہ شخص اس سپاہی کے دروازے پر بیٹھ کر انتظار کرتا رہا جب رات گزری تو اس کے کان میں رونے اور چلانے کی آواز آئی اس شخص نے گھر والے سے پوچھا خیر تو ہے؟ کیا ہوا؟ جواب ملا کہ گھر والا انتقال کر گیا ہے۔ قاصد نے آکر جب یہ خبر سنائی تو ان دونوں کو سخت تعجب ہوا۔ كذا في الفصول المهمه۔

(تشریف البشر ص ۸۴)

غیب کی باتیں بتادیں

عیسیٰ مدائنی کہتے ہیں کہ میں ایک سال مکہ معظمہ گیا اور وہاں سال بھر تک خدمت گزاری کرتا رہا پھر میں نے خیال کیا کہ ایک سال مدینہ منورہ بھی قیام کروں اس لئے کہ اس عمل میں ثواب عظیم ہوگا تو میں مدینہ منورہ میں آیا اور مصلیٰ کی طرف دار ابوذر کے پہلو میں اترا اور حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے پاس بھی اس درمیان میں آتا جاتا تھا۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ بارش ہو رہی تھی اور میں حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا: اے عیسیٰ! اٹھو اور جا کر دیکھو کہ تیرا گھر تیرے سامانوں پر گر گیا ہے میں وہاں سے اٹھ کر گھر گیا تو دیکھا کہ واقعی گھر سامان پر گرا ہوا ہے۔ فوراً میں نے ایک شخص کو کرایہ دے کر اپنا تمام سامان باہر نکلوایا بلکہ تمام کو اندر سے نکلوالیا اور لوٹے کا پتہ نہ چلا۔ جب دوسرے دن میں حضرت کے پاس گیا تو فرمایا: کیا تمہارے سامانوں میں سے کوئی چیز غائب بھی ہوئی ہے؟ اگر گم ہوئی ہو تو بتاؤ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ تجھ کو اس کا بدلہ عطا کرے میں نے کہا: سوائے لوٹے کے کوئی چیز گم نہیں ہوئی ہے آپ نے تھوڑی دیر سر نیچے کر کے اٹھایا اور کہا: گھر گرنے سے پہلے ہی تم نے اس کو کسی دوسری جگہ رکھ دیا تھا اور اس کو بھول گئے گھر والے کی کنیز سے کہو کہ میں پاخانے میں اپنا لوٹا بھول گیا ہوں وہ مجھے دے دو جب میں نے اس کنیز سے یہ کہا تو فوراً اس نے لوٹے کو مجھے واپس کر دیا۔ (مسالک السالکین ص ۸۳)

زربفت کو محفوظ رکھ

عبداللہ بن ادریس بن سنان سے مروی ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے ایک مرتبہ علی بن یقطین کو لباس فاخرہ بطور اعزاز واکرام کے بھیجا انہوں نے اس میں سے ایک زراعہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت نے

اسے واپس فرما دیا اور یہ تحریر کر کے خط دیا: احتفظ علیها و لا تخرجها عن یدیك فسیكون لك بها شان تحتاج معه الیها علی بن یقطین کو شک ہوا کہ آپ نے کس لئے واپس کر دیا اور کوئی وجہ خاص اس کی اس وقت معلوم نہ ہوسکی خط آنے کے بعد علی بن یقطین نے اس زراعہ کو بڑی حفاظت سے مہر لگا کر ایک تجوری میں اس کو بند کر دیا کچھ مدت کے بعد ابن یقطین نے اپنے ایک غلام سے ناراض ہو کر اس کو خدمت سے معزول کر دیا غلام نے اپنی شکایت خلیفہ ہارون رشید سے کی اور کہا: یہ شخص قائل امامت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ ہے اور ہر سال اپنے مال کی زکوٰۃ اور کثیر تحفہ وتحائف بھی ان کی خدمت میں روانہ کرتا ہے چنانچہ اس سال وہ زراع سوداء جو حضور نے اس کو فلاں وقت اکراماً دیا تھا وہ بھی انہیں کے پاس بھیج دیا ہے...... ہارون رشید کو سخت غصہ آیا اور کہا: ہم ضرور اس کی تحقیقات کریں گے اور اگر صحیح ثابت ہوئی تو اس کا کام تمام کردوں گا (قتل کر کے اس کو ہلاک کردوں گا) اور یہ سب سے ادنیٰ سزا ہے...... ہارون رشید نے اسی وقت یقطین کو اپنے سامنے طلب کیا اور پوچھا کہ وہ زراعہ سوداء کہاں ہے جو میں نے تم کو دیا تھا اور خاص درباریوں میں سے تم کو ہی مخصوص کیا تھا؟ اس نے کہا: میرے پاس تجوری میں بند ہے، حکم دیا کہ اسی وقت اس کو یہاں حاضر کرو، کہا بہتر ہے۔ اپنے خادم کو بلا کر کہا جلد جاؤ اور فلاں گھر کی کنجی محل سرا سے لے کر فلاں صندوق کھول کر وہ تجوری لے آؤ۔ خادم وہاں سے محل سرا گیا اور کچھ ہی دیر کے بعد ہارون رشید کے پاس اس کو حاضر کر دیا۔ جب اس کو کھولا گیا تو زراعہ تہہ کیا ہوا اپنے بالکل اصلی حالت پر تھا کہ اس کے رنگ وصفائی میں بھی کوئی فرق نہ آیا تھا۔ ہارون رشید نے اطمینان ہو جانے کے بعد اس کو واپس کر دیا اور کہا: اب میں کسی بھی شخص کی مخالفت کو ترے حق میں سچ تسلیم نہیں کروں گا۔ اس کے بعد شکایت کرنے والے غلام کو بلایا اور بہت زیادہ لعنت ملامت اس کو کیا اور حکم دیا کہ ایک ہزار کوڑے اس کو مارے جائیں مگر وہ پانچ سو کوڑے تک پہنچتے ہی انتقال کر گیا۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۸۴)

ملفوظات

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے ملفوظات ووصایا کتب سیر میں بکھرے پڑے ہیں یہاں پر چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں آپ اکثر اس دعا کو پڑھا کرتے: اللهم انی اسئلك الراحة عند الموت والعفو عند الحساب ۔

"یعنی اے اللہ میں تجھ سے راحت طلب کرتا ہوں موت کے وقت اور بخشش چاہتا ہوں حساب کے وقت"۔

آپ نے فرمایا: میں مہدی کی قید میں پڑا تھا کہ ایک رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اے موسیٰ تو مظلوم ہو کر قید میں پڑا ہے ان کلمات کو پڑھ پھر اسی رات یہاں سے رہائی پائے گا۔ میں نے یہ پڑھا اور بشکل موت رہائی نصیب ہوئی وہ دعا یہ ہے: یا سامع کل صوت ویا سایق الفوت و کاسی العظام لحماو منشزها بعد الموت اسئلك باسمائك الحسنیٰ وباسمك الاعظم الاکبر المخزون المکنون الذی لا ینقطع ابدا ولا یحصی عدوا

آپ فرماتے ہیں کہ مومن نہ خائن ہوتا ہے اور نہ کذاب۔ (تشریف البشر ص ۸۸)

اولادِ کرام

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثیر الاولاد بنایا تھا چنانچہ ابن الاخضر کا بیان ہے کہ آپ کے بیس صاحبزادے اور اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

اولاد ذکور: (۱) حضرت علی رضا (۲) زید (۳) عقیل (۴) ہارون (۵) حسن (۶) حسین (۷) عبداللہ (۸) عبدالرحمٰن (۹) اسماعیل (۱۰) اسحاق (۱۱) یحییٰ (۱۲) احمد (۱۳) ابوبکر (۱۴) محمد (۱۵) اکبر (۱۶) جعفر اکبر (۱۷) جعفر اصغر (۱۸) حمزہ (۱۹) عباس (۲۰) قاسم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۲۸)

اولاد اناث: (۱) حضرت بی بی خدیجہ علیہ (۲) اسماء الکبریٰ (۳) اسماء الصغریٰ (۴) فاطمۃ الکبریٰ (۵) فاطمۃ الصغریٰ (۶) زینب کبریٰ (۷) زینب صغریٰ (۸) ام کلثوم کبریٰ (۹) ام فروہ (۱۰) ام عبداللہ (۱۱) ام القاسم (۱۲) آمنہ (۱۳) حکیمہ (۱۴) محمودہ (۱۵) امامہ (۱۶) میمونہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہن (۳) صاحب تشریف البشر نے کل تعداد اولاد ۲۷ لکھی ہے اور جامع المناقب میں بھی ستائیس اولاد کا ہی تذکرہ ہے۔ (جامع المناقب ص ۲۳۰ و تشریف البشر ص ۸۸)

خلفاء کرام

آپ کے خلفاء کی صحیح تعداد معلوم نہ ہوسکی تاہم چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں جنہوں نے آپ کے مشن کو زندہ فرمایا اور دین متین کی لازوال خدمات انجام دیں۔

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت شیخ مطلبی رضی اللہ عنہ۔ (انوار صوفیہ ص ۹۳)

واقعات وصال شریف

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے وصال کا جب وقت آیا تو آپ نے سندی سے کہا: میرے مدنی غلام کو جو دار عباس بن محمد کے پاس ہے بلا لاؤ کیونکہ اس کو غسل وکفن کی ضروری باتیں بتانی ہیں اور اسی کو اس کا متولی بھی بنانا ہے۔ سندی نے کہا: میں خود ہی یہ کام بہت اچھی طرح کرلوں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ہم اہل بیت سے ہیں ہماری عورتوں کے مہر اور ہمارے مبرور حج اور ہمارے موالی کے کفن اور ہمارا جہاد خالص ہمارے اموال سے ہوتا ہے میں چاہتا ہوں کہ میرا امولا اس کا متولی ہو۔ اس کے بعد سندی نے اس بات کو قبول کرلیا اور اس کو حاضر کردیا۔ آپ نے اپنے مدنی غلام سے تمام چیزوں کی وصیت کی اور جب وفات ہوئی تو غلام نے تمام کام آپ کی وصیت کے مطابق انجام دیئے۔ (فصول المہمہ ماخوذ تشریف البشر ص ۸۷)

رافضیوں کا خیال

آپ کے متعلق رافضیوں کا یہ خیال تھا کہ قائم منتظر یہی ہیں اور آپ کی قید کو غیبت کے قائم مقام ٹھہرایا تھا۔ اس لئے ہارون رشید نے حکم دیا کہ اے یحییٰ بن خالد ان کی لاش کو بغداد کے پل پر رکھ دو اور ندا کردو کہ یہ وہی موسیٰ کاظم ہیں جن کے بارے میں

رافضی لوگ یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ وہ نہیں مریں گے۔ اب تم لوگ اس کو دیکھ لو، لوگوں نے زیارت کی پھر آپ کے جنازہ کو اٹھایا گیا۔ (کتاب الانصاب ماخوذ تشریف البشر ص ۸۷ طبع فی ۱۲۰۰ھ، مسالک السالکین ج اص ۲۲۸)

تغیر بدن کی پیش گوئی

آپ کو کھجور میں زہر دیا گیا تھا اور کھجور کھانے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: دشمنوں نے مجھے زہر دیا ہے چنانچہ فرمایا: کل میرا بدن زرد ہوگا پرسوں نصف سرخ اور نصف سیاہ ہو جائے گا اور میری وفات اس کے بعد ہوگی پس ایسا ہی ہوا اور فرمایا تھا کہ اس کے بعد جانا ہوگا تو واپسی نصیب نہ ہوگی وہ بھی ویسا ہی وقوع میں آیا۔ (ایضاً)

وصال شریف

آپ نے بتاریخ ۵ یا ۲۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ بروز جمعہ بعمر ۵۵ برس بعہد خلافت ہارون رشید خلیفہ عباسی وفات پائی۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (ایضاً ج اص ۲۲۵)

مدت امامت

آپ ۲۵ سال تک مسند امامت وخلافت پر فائز رہے۔

مزار مقدس

آپ کا مزار مقدس شہر بغداد میں بمقام کاظمین شریف میں واقع ہے اور مرجع خلائق ہے۔ چنانچہ آپ کے مزار مقدس کے بارے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر انور دعا قبول ہونے کے لئے اکیسر اور مجرب ہے۔ (حاشیہ مشکوۃ باب زیارت القبور لمعات وغیرہ)

اسی طرح کے قول ابوعلی فلال جو مشہور محدث گزرے ہیں فرماتے ہیں:

ما اهمنی فاهمّنی امر فقصدت قبر موسی بن جعفر فتوسلت به الا سهل الله تعالی الی ما احب

یعنی جب بھی مجھ کو کوئی مشکل پیش آئی اور میں حضرت موسیٰ بن جعفر کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضر ہو کر ان کے توسل سے دعا کرتا تو اللہ تعالیٰ میری مراد بر لاتا۔ (تاریخ بغداد للخطیب ماخوذ روحانی حکایات)

تاریخ ولادت ووصال

جلال دین بود موسیٰ کاظم نسیم پاک باشد سال رحلت

۱۲۸ھ ۱۸۳ھ

نور ہشتم

سید الاولیاء سیّدنا حضرت

امام علی رضا

(رضی اللہ عنہ)

۱۱ ربیع الاول شریف ۱۵۳ھ، ۷۷۰ء......۲۱ رمضان المبارک، ۲۰۸ھ ۸۴۲ء

ضامن ثامن رضا برمن نگاہ از رضا
خصم را شایانم و گویم رضا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيّد الامام علی بن موسى الرضا رضی الله تعالیٰ عنهما

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

ولادت شریف

آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۱۱ ربیع الاول بروز پنجشنبہ ۱۵۳ھ بعہد ابو جعفر منصور عباسی ہوئی۔ (مسالک السالکین ج ۱ص ۲۲۹)

اسم شریف وکنیت

آپ کا نام نامی علی، کنیت سامی، ابو الحسین اور ابو محمد ہے۔

القاب

لقب آپ کے مختلف ہیں صابر، ولی، ذکی، ضامن، مرتضیٰ اور مشہور لقب رضا ہے۔ (مسالک السالکین ج ۱ص ۱۳۱)

والدین کریمین

آپ کے والد ماجد حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ ہیں اور والدہ ماجدہ حضرت ام ولد تحمینہ یا شاتہ ہیں۔ بعضوں نے ام البنین اور استقراء بھی نام بتائے ہیں۔

حلیہ مبارک

آپ نہایت ہی شکیل وجمیل تھے۔ رنگ مبارک آپ کا سانولہ تھا۔

ولادت کی بشارت

آپ کی جدہ محترمہ بی بی حمیدہ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا سرکار نے بشارت دی کہ تم اپنی کنیز تحمینہ کو اپنے بیٹے موسیٰ کاظم کے حوالے کردو اس سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بہترین اہل زمین سے ہوگا۔ (مسالک السالکین ج ۱ص ۲۲۹) چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی جو اپنے وقت کے بہترین مایہ ناز ہستی بن کر پوری دنیائے اسلام میں چمکے۔

شکم مادر میں آپ کی کرامت

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں: جب میں حاملہ ہوئی تو کبھی اپنے شکم میں گرانی محسوس نہیں کی اور جب میں سو جاتی تو اپنے شکم سے تسبیح وتہلیل کی آواز سنتی جس سے میرے دل پر خوف کا غلبہ طاری ہو جاتا لیکن جب میں بیدار ہو جاتی تو پھر کوئی آواز سننے میں نہیں آتی تھی اور جب آپ کی ولادت ہوئی تو اپنے دست مبارک کو زمین پر رکھا اور روئے انور آسمان کی طرف کرلیا اور

لبہائے مبارک ہل رہے تھے جیسے کوئی مناجات کرتا ہو۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۳۱)

فضائل

آپ نہایت ذہین وفطین اور اعلیٰ درجے کے عالم وفاضل تھے۔ خلیفہ مامون رشید ۲۱۸ھ آپ کی بڑی تعظیم وتکریم کرتا تھا، آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے آٹھویں امام وشیخ طریقت ہیں حضرت ابراہیم بن عباس کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ علوم ومعارف کا جانکار نہیں دیکھا اور خلیفہ مامون اکثر آپ سے امتحاناً سوالات کرتا اور آپ اس کے جواب شافی دیتے اور ایک خوبی آپ کے اندر یہ بھی تھی کہ جب بھی کوئی سوال آپ سے کرتا تو آپ اکثر اس کے جوابات آیات قرآنی سے دیا کرتے اور ایسا کبھی نہیں دیکھنے کو ملا کہ کسی نے آپ سے سوال کئے ہوں اور اس کو جواب باصواب نہ ملا ہو۔

عادات وصفات

آپ بہت ہی کم سوتے اور اکثر روزہ رکھتے اور ہر ماہ میں تین روزے آپ سے کبھی نہیں چھوٹے آپ اکثر اندھیری رات میں خیرات کرتے تھے اور جب خلوت میں ہوتے تو فقیرانہ لباس زیب تن فرماتے اور جب دربار وغیرہ میں تشریف لے جاتے تو لباس فاخرہ زیب تن فرماتے، خاکساری اور منکسر المزاجی اس درجہ تھی کہ موسم گرما میں چٹائی پر اور موسم سرما میں ٹاٹ یا کمبل پر بیٹھا کرتے تھے اور غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھاتے۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۲۱)

خاکساری

حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ علم کا کوہ گراں اور علوم ومعارف کا سمندر اور مخلوق نوازی اور رحم وکرم کا مجسمہ تھے۔ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ حمام خانے میں غسل فرمارہے تھے کہ اسی وقت ایک فوجی آدمی آیا اور آپ کو وہاں سے اٹھا کر خود غسل کرنے لگا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا: اے اسود (سیاہ) میرے سر پر پانی ڈال کر مجھ کو نہلا؟ یہاں تک کہ آپ بخوشی اس لشکری کو نہلانے لگے اسی درمیان میں ایک تیسرا شخص بھی وہاں حاضر ہوا جو آپ کو بخوبی جانتا تھا اس نے جب آپ کو نہلاتے ہوئے دیکھا تو اس نے چیخ ماری اور کہا: اے لشکری! تو ہلاک ہو، تو ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدمت لیتا ہے، جب لشکری کو واقفیت ہوئی تو فوراً آپ کے قدموں پر گر پڑا اور معذرت کرنے لگا کہ حضور! جس وقت میں نے آپ کو پانی ڈالنے کے لئے کہا تھا اسی وقت آپ نے انکار کیوں نہیں کر دیا؟ تو آپ نے فرمایا: انھا لمثوبة جس کام میں مجھ کو ثواب ملے وہ کیوں نہ کروں۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۳)

عقد شریف

صواعق محرقہ میں ہے کہ آپ سادات کرام میں علم وفضل اور قدر ومنزلت میں سب سے برتر تھے، یہی وجہ ہے کہ مامون نے اپنے سینے میں آپ کو جگہ دی اور اپنی صاحبزادی ام حبیب کا آپ کے ساتھ عقد کر دیا اور اپنی ساری مملکت کا آپ کو شریک ومالک بنا دیا۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۲۱)

آپ کا علم وفضل

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کا علم وفضل دیکھ کر خلیفہ نے اپنی صاحبزادی کا آپ سے عقد کرنے کا قصد کیا تو بنی عباس کو یہ بات ناگوار گزری کہ کہیں ان کے والد کی طرح انہیں بھی اپنا ولی عہد نہ بنا دے، مامون نے عباسیوں سے کہا: میں نے اس صغر سنی کے عالم میں ان کو علم وفضل اور علم میں ممتاز ہونے کی وجہ سے انتخاب کیا ہے چنانچہ بنی عباس آپ کے اوصاف کے بارے میں بحث کرنے لگے۔ آخر عباسیوں نے مناظرے کی ٹھان لی اور ایک جید عالم اور بے نظیر مناظر یحییٰ بن اکثم کو حضرت امام سے گفتگو کرنے کے لئے مقرر کیا۔ مخالفین نے سمجھا تھا کہ امام صاحب ابھی بچے ہیں اور ایک جید عالم کے ساتھ وہ بات کرنے میں ٹِک نہیں سکتے اور اس طرح مامون کے دل سے آپ کی عظمت زائل ہو جائے گی۔ تاریخ مقررہ پر بہترین انتظامات ہوئے، مسندیں بچھ گئیں اور ارا کینِ دولت واہلِ علم وفضل تمام جمع ہو گئے۔ حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لائے۔ یحییٰ بن اکثم نے آپ سے چند سوالات کئے تو آپ نے ہر سوالات کے احسن اور مدلل جوابات دیئے، جس پر یحییٰ خاموش ہو گیا، پھر مامون نے آپ سے کہا کہ آپ نے یحییٰ کے ہر سوالوں کے جوابات دیئے، اب ذرا آپ بھی ان سے کوئی سوال کریں؟

حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یحییٰ سے سوال کیا۔

آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ صبح کے وقت ایک مرد نے ایک عورت کی طرف دیکھا' اس وقت وہ اس پر حرام تھی طلوعِ آفتاب کے وقت وہ اس پر حلال ہوگئی' عشاء کے وقت پھر حلال' آدھی رات کو پھر حرام اور فجر کے وقت پھر حلال ہوگئی؟

یحییٰ یہ سوال سن کر بالکل حیران ہو گئے اور کہا کہ اس مسئلہ کو میں نہیں جانتا۔

حضرت امام نے مذکورہ سوال کو اس طرح حل فرما کر پورے مجمع میں اپنی دھاک بٹھا دی کہ صبح کے وقت ایک اجنبی نے ایک کنیز کی طرف دیکھا، اس وقت وہ اس پر حرام تھی، طلوع آفتاب کے وقت اس نے اس کو خرید لیا وہ اس پر حلال ہو گئی، ظہر کے وقت اس نے اس کو آزاد کر دیا تو وہ اس پر حرام ہو گئی۔ عصر کے وقت اس نے اس سے نکاح کر لیا وہ حلال ہو گئی، مغرب کے وقت اس نے ظہار کیا پھر حرام ہو گئی۔ عشاء کے وقت کفارہ دیا پھر حلال ہو گئی، آدھی رات کو طلاق بائن دیا پھر حرام ہو گئی اور فجر کو اس نے نکاح کر لیا پھر حلال ہو گئی (صواعق محرقہ ص ۲۰۴ ماخوذ راہ عقیدت ص ۲۵)...... یہ جواب سن کر سب لوگ حیران رہ گئے اور مامون نے بنی عباس کی طرف دیکھ کر کہا، دیکھ لیا تم لوگوں نے؟ پھر اس کے بعد اس نے اپنے مقصد کو پورا کیا اور اپنی شہزادی سے آپ کا عقد نکاح فرمایا۔

نیشا پور اور بیس ہزار محدثین

صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر تاریخ نیشا پور سے ناقل ہیں کہ جب نیشا پور تشریف لے گئے تو زائرین کے ہجوم وکثرت کی وجہ سے لوگوں کا چلنا دشوار ہو گیا تھا اور آپ ایک خچر پر سوار تھے اور لوگ آپ کے سروں پر چھا تا لگائے ہوئے تھے جس کی وجہ سے لوگوں کو آپ کی زیارت نہیں ہو پا رہی تھی۔ اس وقت ابو زرعہ رازی م ۲۶۴ ہجری اور محمد بن اسلم طوسی م ۲۴۲ ہجری اس زمانے کے

مشہور حافظانِ حدیث تھے، آگے بڑھ کر خچر کی لگام تھام لی، اس وقت ان کے ساتھ طلبہ و محدثین اس کثرت سے تھے کہ شمار میں نہیں آسکتے ان دونوں نے نہایت عجز و انکساری سے عرض کیا کہ: حضور! اپنے جمالِ باکمال سے لوگوں کو مشرف فرمائیں اور اپنے آبائے کرام کی کوئی حدیث سنائیں۔ تو آپ نے خچر کو روک دیا اور چھتری کو ہٹا دیا۔ خلقت کی آنکھیں آپ کی طلعت ہمایوں کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوئیں۔ یہاں تک کہ لوگ زمین پر گرتے اور بے خود ہو رہے تھے اور خچر کے پاؤں چومتے تھے' علماء و محدثین نے پکار کر لوگوں کو خاموش کیا اور حافظانِ حدیث کے التماس پر فرمایا کہ **حدثنی ابو موسیٰ الکاظم عن ابیه جعفر الصادق عن ابیه محمد الباقر ان ابیه علی زین العابدین عن ابیه شهید کربلاء عن ابیه علی المرتضیٰ قال حدثنی حبیبی وقرۃ عینی رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم و آله وسلم قال حدثنی جبرئیل علیه السلام قال حدثنی رب العزۃ سبحانه تعالیٰ قال کلمة لا اله الا اللّٰه حِصْنی فمن قالها دخل حصنی و من دخل حصنی امن من عذابی** ۔" مجھ سے میرے والد حضرت موسیٰ کاظم نے، ان سے ان کے والد ماجد حضرت امام جعفر صادق نے، ان سے ان کے پدرِ بزرگوار حضرت امام محمد باقر نے، ان سے ان کے اَبِ مکرم حضرت امام علی زین العابدین نے، ان سے ان کے والدِ شفیق حضرت امام حسین نے، ان سے ان کے والدِ ماجد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت ابو القاسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مجھے آگاہ کیا حضرت جبریل علیہ السلام نے کہ فرماتا ہے اللہ جل شانہ کہ کلمہ **لا الٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه** میرا قلعہ ہے پس جس نے اس کو پڑھا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے بے خوف ہو"۔

یہ فرما کر آپ نے پردہ چھوڑ دیا اور تشریف لے گئے، مجمع میں جو محدثین جلوہ افروز تھے اس حدیث کو نقل فرما رہے تھے اور جب ان کا شمار کیا گیا تو ان کی تعداد تقریباً بیس ہزار تھی...... امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ (۱) بیان فرماتے ہیں کہ **لو قُرِئ هذا**

(۱) حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور نام و نسب احمد بن حنبل بن ہلال بن اسد شیبانی مروزی ۱۶۲ھ/ ۷۸۰ء میں بغداد شہر میں ولادت ہوئی' آپ نے بغداد کے محدثین و فقہا سے علمی استفادہ فرمایا، پھر مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ' کوفہ' بصرہ' یمن' شام و جزیرہ وغیرہ کا علمی سفر فرما کر اپنے زمانے کے تمام مشہور مشائخ حدیث و فقہ کی شاگردی کی سعادت حاصل فرمائی۔ آپ کے مزاج میں توکل و استغناء حد درجہ تھا، ساری رات شب بیداری و گریہ و زاری کرتے اور روزانہ بلاناغہ تین سو رکعت نفل نماز پڑھتے تھے، مگر کوڑوں کے مارے جب آپ نڈھال ہو چکے تو اس وقت سے روزانہ ڈیڑھ سو رکعت پڑھنے لگے تھے۔ آپ کو دس لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ آپ نے پانچ حج ادا کیے، تین پیدل اور دو سواری پر، ہلال بن علاء فرماتے ہیں کہ خلق قرآن کے فتنے میں اگر امام احمد بن حنبل کوڑے کی سزا پانے کے باوجود حق پر ثابت قدم نہ رہتے تو ہزاروں مسلمان کافر ہو جاتے، خداوند کریم امام احمد حنبل کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے کوڑوں کی مار برداشت کر لی اور حق پر ثابت قدم رہ کر ساری اُمت کو گمراہی سے بچا لیا۔ خلیفہ معتصم نے آپ کو گرفتار کیا اور اٹھائیس ماہ جیل میں رکھ کر کوڑے لگواتا رہا۔ خلیفہ معتصم کے انتقال کے بعد واثق باللہ خلیفہ ہوا تو اس نے بھی کوڑوں کی مار اور جیل کی سختیاں جاری رکھیں۔ یہاں تک کہ متوکل باللہ کے عہد میں معتزلی کا زور ٹوٹا اور آپ جیل سے نکالے گئے۔ ۱۲ ربیع الاوّل ۲۴۱ھ/ ۸۵۵ء میں ۷۷ ستتر برس کی عمر میں وصال فرمایا، آپ کی نمازِ جنازہ میں بیس لاکھ کا مجمع تھا۔ اس مجمع سے متاثر ہو کر بیس ہزار یہودی نصرانی و مجوسی مسلمان ہوئے۔ دو سو تیس سال بعد آپ کی قبر کے بغل میں ایک دوسری قبر کھودی گئی تو آپ کی قبر کھل گئی' لوگوں نے دیکھا کہ آپ کا کفن سلامت اور جسم بالکل تر و تازہ تھا۔ (اولیاء رجال الحدیث)

الاسنادُ علی مجنون لافاق من جنونہ یعنی مذکورہ بالا حدیث کو اگر اسی اسناد کے ساتھ پڑھ کر دیوانہ پر پھونک دیا جائے تو اس کی دیوانگی جاتی رہے گی اور تندرست ہو جائے گا اور ابو القاسم قشیری نے فرمایا کہ یہ حدیث اسی سند سے بعض امرائے ساسانیہ کو پہنچی تو اس کو انہوں نے آبِ زر سے لکھوایا اور وصیت کی کہ اس کو میرے ساتھ قبر میں دفن کر دینا، مذکورہ امیر کے وصال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ: اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟۔ انہوں نے بتایا کہ غفرلی بتلفظی بِلا اِلٰہ الا اللہ وتصدیقی ان محمدًا رسول اللہ۔ (مسالک السالکین ج اص ۲۳۰/۲۳۱)

واقعہ ولایت بعہد مامون

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی مقبولیت و برتری اظہر من الشمس ہے۔ آپ نے دین متین کی بیش بہا خدمات انجام دیں اور بے شمار افراد آپ کے حلقہ درس میں رہ کر آپ کے علمی و روحانی فیضان سے سیراب ہوئے، جس کی تفصیل بخوف طوالت نہیں دی جاسکتی۔ اور آپ کی ہمہ گیر مقبولیت کا ہی یہ عالم تھا کہ مامون م ۲۱۸ھ نے آپ کو سندِ ولایت سونپنے کا فیصلہ کر لیا اور چاہا کہ آپ کو ولی عہد بناؤں تو سب سے پہلے فضل بن سہل کو بلا کر اپنے ارادے سے باخبر کیا اور اس کو کہا کہ تم اپنے بھائی حسن سے بھی اس کے متعلق مشورہ کر لینا، مشورہ کے بعد دونوں مامون کے دربار میں حاضر ہوئے تو حسن نے اپنا مشورہ یہ سنایا کہ یہ ایک بڑا عظیم اقدام ہے اور اگر ایسا تم کر دو گے تو ولایت وعمارت تمہارے خاندان سے رخصت ہو جائے گی۔ اس کے بعد مامون نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ اگر میں دھوکہ بازوں پر قابو پا گیا تو خلافت کو بنی طالب کے افضل ترین فرد کو سونپ دوں گا اور علی رضا ان سب میں افضل ترین ہیں اور ایسا میں ضرور کروں گا۔ ان دونوں نے جب مامون کا عزم بالجزم دیکھا تو انکار و اعتراض کرنے سے خاموش ہو گئے، پھر مامون نے حکم دیا کہ تم دونوں ابھی امام علی رضا کی خدمت میں جاؤ اور میرے ارادے سے باخبر کر کے ولایت کو سونپ دو۔ وہ دونوں حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مامون کے ارادے سے آگاہ کر کے خلافت کو اختیار کرنے کو کہا۔ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے اس کام سے معذرت کی مگر وہ دونوں بضد رہے۔ آخر میں حضرت نے چار و ناچار خلافت کو قبول فرما لیا۔ اور یہ شرط رکھی کہ میں کوئی امر و نواہی عزل و نصب وکلام کسی دوسرے اشخاص کی حکومت و دبدبہ کی بنیاد پر نہیں کروں گا اور ساتھ ہی جو چیز اپنی اصل پر فی الوقت موجود و قائم ہے اس کو تبدیل نہیں کروں گا' جب یہ باتیں مامون نے سنیں تو اس نے آپ کی جملہ شرائط کو قبول کر لیا اور ایک تاریخی مجلس ۵ر رمضان المبارک بروز پنجشنبہ ۲۰۱ھ کو منعقد کیا، جس میں اس کی مملکت کے جملہ حل وعقد وارکانِ دولت جمع ہوئے، اس وقت مامون نے فضل بن سہل کو حکم دیا کہ جملہ حاضرینِ جلسہ کو حضرت علی رضا کے امیر المؤمنین ہونے کی خبر کر دو کہ آج کی تاریخ سے میں نے ان کو اپنا ولی عہد قرار دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت تشریف لائے اور اپنے مخصوص مقام پر جلوہ گر ہوئے۔ اس وقت آپ سبز رنگ کے لباس پہنے ہوئے تھے اور سر پر عمامہ اور تلوار حمائل تھی، مامون نے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ تم کھڑے ہو کر سب

سے پہلے اس سے بیعت کرو، بیعت کے بعد خطباء اور شعراء نے کھڑے ہو کر حضرت کی بلندیٔ شان اور ولی عہد ہونے کا بیان واضح طور پر کیا، اس کے بعد مامون نے بے شمار زر و جواہرات حاضرین پر نچھاور کیا، اس کے بعد پھر مامون نے آپ کو کہا کہ حضرت آپ کھڑے ہو کر لوگوں میں خطبہ پڑھیں؟

حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور پہلے خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا پھر ارشاد فرمایا:

ایھا الناس انّ لنا علیکم حقا بِرَسُولِ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم وَلکُمْ عَلینا حقّ بہٖ فاذا ادیتُم اِلینَا ذٰلکَ وَجَبَ لکم عَلینَا الحُکمُ وَالسَّلام (تشریف البشر ص ۹۸)

قرآنِ مجید سے جواب دینا

حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر سوالات کے جوابات قرآنِ مجید سے دیا کرتے تھے، آپ کو رب کائنات نے فہمِ قرآن کا اتنا عظیم علم عطا کیا تھا اور آپ کی فقاہت و دینی نظر اتنی بلند تھی کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں مامون حاضر ہوا تو آپ کو بیش قیمت لباس پہنے ہوئے دیکھ کر سوال کیا کہ: یا ابن رسول اللہ! کیا ایسا لباس درست ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: حضرت یوسف و سلیمان علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے اور قبائے دیبا منسوج مذہب یعنی سونے کے تاروں سے بنے ہوئے قبا زیب تن فرماتے اور تختِ مرصع پر جلوہ افروز ہو کر مخلوقِ خدا پر حکمرانی فرماتے اور امر و نواہی کی تلقین کرتے، لہٰذا مقصد اصلی امام کا یہی ہے کہ عدل و انصاف کرے، سچ بولے، جب بھی حکم دے تو انصاف کا دے اور جب وعدہ کرے تو ایفا کرے اور یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اچھے لباس اور اچھے کھانے کو حرام نہیں فرمایا، اس کے بعد یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی:

قُلْ من حرم زینۃ اللہ التی اخرج بعبادہ و الطیبٰت من الرزق

"تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت، جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی"۔

(سورۂ اعراف آیت نمبر ۳۲ ترجمہ رضویہ)

دوسرا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ مامون بیمار ہوا اور نذر مانی کہ صحت ہونے پر زرِ کثیر خیرات کروں گا۔ جب صحت یابی ہوئی تو اس نے علمائے عصر سے زرِ کثیر کی تعداد پوچھی، سبھی علماء نے اپنی سمجھ اور رسائی کے مطابق جواب دیا مگر ان جوابوں سے مامون کو تشفی نہ ہوئی، آخر میں اس نے آپ کی خدمت میں سوال پیش کر کے جواب مانگا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تراسی دینار خیرات کر دو، یہ زرِ کثیر کی تعداد ہے، تو علماء نے پوچھا کہ اس تعداد پر زرِ کثیر کا اطلاق کس طرح ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

لَقَدْ نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ۔ "یعنی بے شک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی"۔ (سورہ توبہ آیت نمبر ۲۵ ترجمہ رضویہ)

اور کُل غزوات وسرایا تراسی تھے اور اس عدد کو عددِ کثیر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ مامون کو یہ جواب بہت ہی پسند آیا اور اسی کے مطابق عمل کیا۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۳۸)

حضرت معروف کرخی کا اسلام لانا

آپ کی تبلیغی کوشش نے بے شمار افراد کو اسلام کا شیدائی بنایا، آپ ہی کی عظیم کوششوں کی بدولت حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پرانے مذہب سے تائب ہو کر آپ کے دستِ حق پرست پر ایمان لائے اور آپ کی فیض بخش صحبت نے اولیائے اکابرین کی صف میں کھڑا کر دیا اور آپ ہی کی نیابت سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے ایک عظیم امام ہوئے۔

کشف وکرامات

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے کشف وکرامات کے واقعات بیشمار ہیں یہاں چند واقعات لکھے جاتے ہیں۔

مامون رشید نے جب آپ کو اپنا خلیفہ بنا کر آپ کو اپنا ولی عہد ٹھہرایا تو مامون رشید کے حاشیہ نشینوں کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ اب خلافت بنی عباس سے نکل کر بنی فاطمہ کی طرف منتقل ہو جائے گی اور وہ لوگ آپ سے جلنے لگے۔ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ مامون کے گھر تشریف لاتے اور اندر جانا چاہتے تو تمام درباری وخدام سب سروقد تعظیم میں کھڑے ہو جاتے اور سلام عرض کرنے کے بعد پردہ اٹھا دیتے تاکہ آپ اندر تشریف لے جائیں، مگر جب وہ لوگ نفرت کرنے لگے تو باہم مشورہ کیا کہ اب جب وہ آئیں تو ہم لوگ الگ ہو جائیں اور پردہ نہ اٹھائیں گے۔ ابھی سب اس بات پر متفق ہو کر بیٹھے ہی تھے کہ حضرت تشریف لائے معاً تمام درباری کھڑے ہو گئے اور سلام عرض کئے اور پردہ اٹھا دیا جس طرح کہ عادت تھی جب آپ اندر چلے گئے تو درباریوں نے ایک دوسرے کو ملامت کیا کہ جس بات پر تم لوگوں نے اتفاق کیا تھا اس کو کیوں چھوڑ دیا؟ سبھوں نے کہا: اب ہم ایسا ہی کریں گے اور پردہ نہیں اٹھائیں گے دوسرے دن جب آپ تشریف لائے سبھوں نے کھڑے ہو کر سلام تو کیا لیکن پردہ نہیں اٹھایا، اچانک ہوا چلی اور اس تیز ہوا نے پہلے سے بھی زیادہ پردہ اٹھا دیا اور آپ اندر تشریف لے گئے اور باہر آتے وقت پھر دوسری مرتبہ ہوا چلی اور پردہ کو اس سے بھی زیادہ تیز اٹھا دیا۔ جب آپ وہاں سے باہر تشریف لے گئے تو ان لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا: اس مرد کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے اور اس کے حال پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے۔ دیکھو آتے اور جاتے وقت ہوا نے کس طرح ہر دو جانب سے پردہ اٹھایا۔ اس لئے ہم لوگ جس طرح ان کی خدمت انجام دیتے تھے اسی طرح ادا کرتے رہیں کیونکہ اسی میں ہم لوگوں کی بھلائی ہے۔

(تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنی عشر ص ۱۰۵ طبع فی ۱۲۰۰ھ)

آپ کی دعا سے بارش کا ہونا

آپ کے ولی عہد ہونے کے بعد عرصہ تک بارش نہ ہوئی۔ دشمنوں نے مامون رشید سے شکایت کی کہ جب سے علی رضا ولی

عہد ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے بارش کو موقوف کر دیا ہے اور یہ بات ان کے خراب ہونے کی دلیل ہے۔ مامون نے جب یہ بات سنی تو اس کو کافی گراں گزری اور آپ سے نزول باراں کے لئے دعا کا طالب ہوا۔ حضرت امام بروز دوشنبہ نماز استقاء کے لئے کثیر جماعت کو لے کر ایک میدان میں نازل ہوئے جس وقت آپ دعا میں مصروف تھے تو تھوڑی ہی دیر نہ گزری تھی کہ ابر ظاہر ہوا اور بجلی چمکنے لگی جس کو دیکھ کر لوگوں نے جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ابھی ٹھہرو یہ ابر یہاں کے واسطے نہیں ہے چنانچہ کئی بار ابر پیدا ہوا اور گزرا آپ ہر بار فرماتے رہے کہ یہ ابر یہاں کے واسطے نہیں ہے بلکہ فلاں جگہ کے واسطے ہے۔ آخر میں جب ابر پیدا ہوا تو آپ نے اس وقت اجازت دی اور سبھی لوگ اپنے اپنے مقام پر چلے گئے پھر اس قدر بارش ہوئی کہ تمام زمین پانی ہی پانی سے بھر گئی اور مخلوق خدا نے راحت و آرام کی سانس لی۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۳۳)

آن واحد میں عربی بولنے لگنا

ملک سندھ کا رہنے والا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سندھی زبان میں آپ سے گفتگو کرنے لگا آپ اس کی ہر بات کو سمجھ کر سندھی ہی زبان میں جواب دیتے رہے۔ جاتے وقت اس شخص نے عرض کیا: حضور! میں عربی زبان نہیں جانتا اور تمنا رکھتا ہوں کہ عربی زبان سیکھوں؟ آپ نے اپنا دست مبارک اس کے لبوں پر پھیر دیا معاً وہ عرب کے فصیحوں کی طرح فصیح و بلیغ عربی زبان بولنے لگا۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۳۲ و خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۵۷)

زندہ جنازہ کا مردہ ہونا

ایک بار حاسدین بغرض مذاق ایک زندہ شخص کو تابوت پر رکھ کر آپ کے پاس لائے کہ آپ نماز پڑھیں تو رسوا و شرمندہ کریں۔ چنانچہ اسی مذاق کے تحت جنازہ کو آپ کے آگے رکھا گیا اور آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھ دی۔ نماز کے بعد ان لوگوں نے جب چادر اٹھائی تو اس کو مردہ پایا اور اپنے کئے پر نہایت نادم و پشیمان ہوئے اور مردہ کو کفن دے کر دفن کر دیا۔ جب تین دن گزر گئے تو آپ اس قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: قم باذن اللہ تو قبر شق ہو گئی اور مردہ زندہ ہو کر نکل آیا۔

(مسالک السالکین ج ا ص ۲۳۲)

دل کے خطروں پر آگاہی

ایک راوی کا بیان ہے کہ ریان ابن الصلت نے مجھ سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ سے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کروں اور کہا: میں امید رکھتا ہوں کہ حضرت امام اپنے کپڑوں میں سے ایک کپڑا مجھے پہنائیں گے اور اپنے نام کے سکہ زدہ درہموں میں سے چند درہم مجھے عطا فرمائیں گے۔ راوی نے کہا: جب میں حضرت امام علی رضا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابھی آپ سے کوئی بات بھی نہیں کہی تھی کہ آپ نے خود ہی یہ فرمایا: ریان بن الصلت چاہتا ہے کہ میرے پاس آئے اور امید رکھتا ہے کہ میں اسے ایک کپڑا پہناؤں اور جن درہموں پر میرا نام ہے ان میں سے کچھ درہم اس کو

دوں۔ اتنے میں ریان آیا اور آپ نے کپڑا اور تیس درہم اسے عطا کئے۔ (شواہد النبوۃ ماخوذ رد تقویۃ الایمان ص ۱۸۸)

آپ کا علم مافی الارحام

جعفر ابن صالح کہتے ہیں کہ میری بیوی حاملہ تھی انہی ایام میں حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت مبارکہ میں حاضری کی سعادت حاصل کی اور عرض کیا: حضور! دعا کیجئے کہ رب قدیر میری بیوی کو ایک لڑکا عطا فرمائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تیری بیوی دو بچوں کی حاملہ ہے اور میں اس بشارت عظمیٰ کو سن کر وہاں سے واپس ہوا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ ولادت کے بعد میں ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام علی رکھوں گا، یہ خیال آنا ہی تھا کہ آپ نے آواز دی اور ارشاد فرمایا: تم ایک کا نام علی اور دوسرے بچے کا نام ام عمر رکھنا۔ چنانچہ جب ولادت ہوئی تو ایک لڑکا تھا اور دوسری لڑکی میں نے بچے کا نام علی اور بچی کا ام عمر رکھا۔ ایک روز میں نے اپنی ماں سے پوچھا کہ ام عمر کیسا نام ہے؟ تو انہوں نے کہا: میری ماں کا نام ام عمر تھا۔

(شواہد النبوۃ ماخوذ رد تقویۃ الایمان ص ۲۳۵)

علم ما تکسب غداً

شواہد النبوۃ میں تحریر ہے کہ ایک شخص خراسان کے ارادے سے اپنے شہر کوفہ سے نکلا چلتے وقت اس کی لڑکی نے ایک چادر دی کہ اس کو فروخت کر کے فیروزہ لیتے آئیں گے۔ جب وہ مرو پہنچا تو حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کے چند غلام حاضر ہوئے اور کہا: حضرت امام علی رضا کے ایک غلام کا انتقال ہو گیا ہے اس لئے تمہارے پاس جو کپڑا موجود ہے اس کو ہمارے ہاتھ بیچ دو تاکہ ہم اس کپڑے میں اس کو کفنائیں اس شخص نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی اس قسم کا کپڑا نہیں ہے، یہ سن کر وہ لوگ چلے گئے مگر دوبارہ پھر لوٹ کر آئے اور عرض کیا: ہمارے آقا نے ہمیں خبر دی ہے کہ تیرے پاس ایک چادر ہے جو تیری لڑکی نے تجھ کو دی ہے تاکہ اس کو فروخت کر کے اس روپے سے اس کے لئے تو فیروزہ خریدے لہٰذا اس کی قیمت ہم لائے ہیں تو اس شخص نے اس چادر کو ان کے ہاتھ بیچ دیا اور دل میں خیال کیا کہ چل کر حضرت سے چند مسئلے دریافت کروں مسائل کو ایک کاغذ پر نوٹ کر لیا اور آپ کی خدمت میں جانے لگا جب آپ کے مکان کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ مخلوق کا اژدہام ہے اور بھیڑ کی وجہ سے آپ کے چہرہ کو بھی نہیں دیکھ پا رہا تھا حیران و پریشان کھڑا رہا ناگہاں ایک غلام آیا اور میرا نام لے کر پکارا اور ایک تحریر مجھے دی اور کہا: اے فلاں! یہ تیرے تمام مسئلوں کا جواب ہے جب میں نے اس کو پڑھا تو اس میں ان تمام مسائل کے شافی جواب موجود تھے۔ (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۵۴ ورد تقویۃ الایمان ص ۳۰۴)

آپ کا موت پر مطلع کرنا

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے ایک روز ایک شخص کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے شخص! تو جو کچھ چاہتا ہے اس کی وصیت کر دے اور اس چیز کے لئے آمادہ ہو جا جس سے کسی شخص کو بھی گریز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جب اس بات کے کہنے پر

مکمل تین دن گزر گئے اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ (خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۵۴ ورد تقویۃ الایمان ص ۲۲۷

کثرت مال کی پیشین گوئی

حسین بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں جعفر بن عمر علوی کا گزر ہوا، ہم میں سے بعض نے ان کی طرف بنظر حقارت دیکھا اس پر حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عنقریب تم اس کو کثیر المال اور کثیر الخدام دیکھو گے، اس بات کو ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہ والی مدینہ ہو گئے اور ان کی حالت اچھی ہو گئی اور اکثر جب ان کا گزر ہم پر ہوتا تو ان کے گرد خدام اور فوج ہوتے جو ان کے ساتھ چلتے اور ہم ان کے لئے تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور دعا کرتے۔ (تشریف البشر ص ۱۰۹)

اولاد

ابن خشاب نے کتاب موالید اہل بیت میں لکھا ہے کہ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

(۱) حضرت محمد جواد (۲) حسن (۳) جعفر (۴) ابراہیم (۵) حسین (۶) حضرت عائشہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

خلفاء

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے خلفاء کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) حضرت معروف کرخی (۲) حضرت امام تقی (۳) حضرت میر ابوالقاسم مکی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم۔ (انوار صوفیہ ص ۸۴)

نقش خاتم

نقش خاتم آپ کا حسبی اللہ تھا۔

تصانیف

آپ نے مامون کے لئے ایک رسالہ علم طب میں تصنیف فرمایا تھا اور کسی دوسری تصنیف کا ذکر کہیں نہ مل سکا۔

(المسان ص ۸۴)

وصال کے حیرت انگیز حالات

ہرثمہ بن امین خادم خلیفہ مامون جو حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہتے تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بلا کر ارشاد فرمایا: میں تم کو ایک راز پر آگاہ کرتا ہوں جس کو امانت کے طور پر میری حیات تک محفوظ رکھنا ورنہ قیامت میں تیرا دامن گیر ہوں گا۔ میں نے قسم کھائی کہ ہرگز آپ کے راز کو آپ کی زندگی میں افشاء

نہیں کروں گا۔اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے ہرثمہ! میری موت قریب ہے اور بہت جلد میں اپنے آباؤ اجداد سے ملنے والا ہوں میری موت کا سبب یہ ہوگا کہ میں انگور اور انار کے دانے خلیفہ کے پاس کھاؤں گا اور انتقال کر جاؤں گا۔اس وقت خلیفہ میرے دفن کے بارے میں یہ چاہے گا کہ میری قبر اپنے باپ ہارون رشید کی قبر کے پیچھے کھدوائے اور وہاں دفن کرے لیکن بحکم اللہ تعالیٰ وہاں کی زمین سخت ہو جائے گی اور کدال کچھ کام نہ کرے گی جس کی وجہ سے قبر ہرگز کھود نہیں سکیں گے۔اے ہرثمہ! تو جان لے کہ میرا مدفن فلاں مقام میں ہوگا اور مجھ کو وہ جگہ بھی بتلا دی پھر فرمایا: جب میرا جنازہ تیار ہو اس وقت خلیفہ کو ان سب باتوں سے آگاہ کر دینا اور نماز میں تھوڑا توقف کرنا کیونکہ ایک عربی شخص ناقہ سوار جنگل کی طرف سے آئے گا اور اس کی اونٹنی بچہ دے گی پھر وہ اس پر سے اتر کر مجھ پر نماز پڑھے گا، تم لوگ اس کے ساتھ نماز ادا کرنا، اس کے بعد قبر کی جگہ جو میں نے بتائی ہے اس کو کھودنا وہاں پر ایک قبر پٹی ہوئی تہ بتہ نکلے گی اور اس کی تہ میں سفید پانی ہوگا پھر جس وقت اس کی تمام تہیں کھل جائیں اور پھر پانی نہ نکلے تو جان لینا کہ وہی میری جگہ ہے اور مجھے دفن کرنا۔راوی کہتے ہیں کہ چند روز بعد آپ نے خلیفہ کے پاس انگور اور انار کھایا اور انتقال فرمایا...... ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں آپ کے وصال کے بعد خلیفہ مامون کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ رومال ہاتھ میں لئے حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے وصال کے غم میں رو رہے ہیں اور آنسوؤں کو پوچھتے جا رہے ہیں۔میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! ایک بات ہے اگر اجازت ہو تو عرض کروں؟ کہا: بیان کرو اس وقت میں نے سارا قصہ جو امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا بیان کر دیا۔مامون نے سن کر کمال تعجب اور رنج کا اظہار کیا اس کے بعد تجہیز و تکفین کا حکم دیا اور آپ کے حکم کے بموجب نماز جنازہ میں ذرا تاخیر کی گئی کہ یکایک وہ عربی شتر سوار آکر موجود ہوا اور نماز پڑھ کر چل دیا اور اس نے نہ کسی سے بات کی اور نہ ہی کسی کو مخاطب کیا خلیفہ نے حکم دیا کہ اس شخص کو لاؤ؟ لیکن اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔خلیفہ نے امتحاناً ہارون رشید کی قبر کے پیچھے قبر کھودنے کا حکم دیا لیکن وہ زمین پتھر سے زیادہ سخت نکلی اور کوئی اس کو کھود نہ سکا سبھی عاجز ہو گئے پھر جو مقام آپ نے مقرر فرمایا تھا وہاں کھودنا شروع کیا فی الواقع جیسا فرمایا تھا اسی طرح سے ایک قبر مطبق منہ ظاہر ہوئی اور سفید پانی وہاں موجود تھا بعدہ اور تہیں ظاہر ہوئیں اور مقام مقصود میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

دوسری روایت: مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت میں اس بات کا اضافہ فرمایا ہے کہ لحد میں پانی بھر جائے گا اور اس میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا ہوں گی یہ روٹی جو میں دیتا ہوں ٹکڑے کر کے ڈالنا مچھلیاں ان ٹکڑوں کو کھا جائیں گی پھر ایک بڑی مچھلی پیدا ہو گی وہ چھوٹی مچھلیوں کو کھا جائے گی جب مچھلیاں غائب ہو جائیں تب اپنا ہاتھ پانی پر رکھنا اور جو کچھ میں تعلیم کرتا ہوں پڑھنا یہاں تک کہ پانی ختم ہو کر لحد خشک ہو جائے۔(تشریف البشر ص ۱۱۱)

تاریخ وصال

آپ کو انگور میں زہر ملا کر کھلایا گیا جس سے آپ نے ۲۱ رمضان المبارک ۲۰۳ھ بروز جمعہ ۵۵ سال کی عمر میں شہادت پائی۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مزار پُر انوار

آپ کا مزار پُر انوار طوس میں بمقام سنایا جو قرب بغداد کے ہے اور جسے اب مشہد مقدس کہتے ہیں زیارت گاہ خلائق ہے۔

ملفوظات

ایک شخص نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ایسی تکلیف دیتا ہے جس کے وہ متحمل نہ ہوں؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ بڑا عادل ہے ایسی تکلیف کسی کو نہیں دے گا پوچھا گیا کہ بندوں کو اپنے ارادے پر قدرت حاصل ہے ارشاد فرمایا: بندہ اس بات سے بالکل ہی عاجز ہے۔

نورنہم

مقتدائے اہل طریقت، رہنمائے راہ حقیقت

حضرت معروف کرخی

(رضی اللہ عنہ)

۲محرم الحرام ۲۰۰ھ

یاشہ معروف مارا رہ سوئے معروف دہ
یا سرے امن از سقط درد وسرا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل وسلم وبارك علیه وعلیھم وعلی المولی

الشیخ معروف الکرخی رضی اللہ تعالٰی عنه

بہر معروف وسری معروف دے بیخود سری
جند حق میں گن جنید باصفا کے واسطے

ولادت

آپ کی ولادت کرخ میں ہوئی۔

اسم شریف وکنیت

آپ کا اسم مبارک اسدالدین اور مشہور نام معروف کرخی اور کنیت ابومحفوظ ہے۔

والد

آپ کے والد ماجد کا نام فیروز ہے۔(سفینۃ الاولیاء وتاریخ اولیاء ج ا ص ۲۰۵)

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت سلطان ملت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خانوادے یعنی بارگاہ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ میں ہوئی اور آپ ہی کی بارگاہ میں سلوک ومعرفت وعلم وحکمت کی منازل کو طے فرمایا اور خلافت سے سرفراز کئے گئے۔

(کشف المحجوب ص ۱۷۸)

ابتدائی حالات

ابتدا میں آپ غیر مسلم تھے مگر بچپن ہی سے آپ کے قلب وجگر میں اسلام کی تڑپ اور جوش وعقیدت موجود تھی آپ مسلمان بچوں کے ساتھ نماز پڑھتے اور ماں باپ کو اسلام کی ترغیب دیتے رہتے۔آپ کے والدین نے ایک عیسائی معلم کے پاس آپ کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے بٹھا دیا۔اس معلم نے پہلے آپ سے سوال کیا کہ بچے! یہ بتاؤ کہ تمہارے گھر میں کتنے آدمی ہیں؟ آپ نے کہا: میں اور میرے والد اور میری والدہ کل تین آدمی ہیں۔تو تم کہو: "ثالث ثلاثة" یعنی عیسٰی تین خداؤں میں سے تیسرا۔آپ فرماتے ہیں کہ عالم کفر میں بھی میری غیرت نے یہ گوارہ نہ کیا کہ ایک کے سوا دوسرے کو پکاروں اس لئے میں نے فوراً انکار کر دیا اس پر معلم نے مجھ کو مارنا شروع کیا وہ جس شدت سے مارتا میں اسی جرات سے انکار کرتا آخر عاجز ہو کر اس نے میرے والدین سے کہا: اس کو قید کر دو، تین روز تک قید میں رہا اور ہر روز ایک روٹی ملتی تھی مگر میں نے اس کو چھوا تک نہیں اور جب مجھے وہاں سے نکالا گیا تو میں بھاگ گیا۔چونکہ میں والدین کا اکیلا ہی لڑکا تھا اس لئے میری جدائی سے انہیں سخت قلق ہوا

اور کہنے لگے وہ جہاں بھی گیا ہے میرے پاس لوٹ آئے وہ جس مذہب کو چاہے اختیار کرے ہم بھی اس کے ساتھ اپنا دین تبدیل کر دیں گے۔ چنانچہ میں حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر داخل اسلام ہو کر اس انمول دولت کو اپنے ساتھ لے کر گھر واپس ہوا میرے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے الحمد للہ میرے والدین کریمین بھی مسلمان ہو گئے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲۱ وخزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۷۶)

آپ کے اساتذہ کرام

آپ نے مکمل تعلیم وتربیت حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پائی ان کے علاوہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ۱۵۰ھ سے بھی حاصل فرمائی اور علم طریقت حضرت حبیب راعی رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا۔

فضائل

ہمدم نسیم وصال، محرم حریم جلال، مقتدائے اہل طریقت، رہنمائے راہ حقیقت، عارف اسرار معرفت قطب وقت حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ آپ بدر طریقت ومقتدائے طائف مخصوص تھے اور انواع لطافت کے ساتھ وقت کے سردار اور خلاصائے عارفان عہد تھے بلکہ اگر آپ عارف نہ ہوتے تو معروف نہ ہوتے آپ مرید حضرت حبیب راعی کے تھے اور حضرت اولیاء طائی م ۱۶۰ھ نے بھی آپ کو نیابت وخلافت سے نوازا تھا۔ آپ نے حضرت داؤد طائی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ریاضت شاقہ طے فرمایا اور صدق میں ایسا قدم رکھا کہ معروف ہو گئے۔ آپ اذان اس شان سے پڑھتے کہ جب اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے تو شدت خوف سے رونگٹے اور داڑھی کے بال کھڑے ہو جاتے اور اس قدر بے قرار ہو جاتے کہ معلوم ہوتا کہ اب زمین پر گر پڑیں گے۔ بارہا رات بھر آپ کی مسجد سے گریہ وزاری کی آواز آتی اور دعا واستغفار میں مشغول رہتے حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جو کچھ ملا ہے وہ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے طفیل میں ملا ہے۔ حضرت عبدالوہاب کا قول ہے کہ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ سے بڑا تارک الدنیا میں نے کسی کو نہ دیکھا۔ آپ کے تصرف کا یہ عالم ہے کہ آپ کی قبر مقدس قضائے حاجات کے لئے تریاق مانی جاتی ہے۔ (کشف المحجوب وتذکرۃ الاولیاء ص ۲۲۱ ومسالک السالکین ج ۱ ص ۲۸۷) آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے نویں امام وشیخ طریقت ہیں۔

عادات وصفات

آپ کو غرباء اور یتیموں سے بے پناہ انس تھا۔ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عید کے دن آپ کو کھجوریں چنتے ہوئے دیکھا تو میں نے دریافت فرمایا: حضور! آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: میں نے ایک لڑکے کو روتا ہوا دیکھا اس سے پوچھا کہ تم کیوں رو رہے ہو؟ اس بچے نے جواب دیا کہ میں یتیم ہوں اور آج عید کا دن ہے سب لوگ نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے کہا: میں کھجوریں اس لئے چن رہا ہوں تا کہ اس کو

فروخت کرکے اس بچے کو اخروٹ خرید دوں کہ یہ اس سے کھیلے اور اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے نہ روئے۔ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کام کو انجام دیتا ہوں آپ بے فکر رہیں۔ پھر میں اس لڑکے کو اپنے ہمراہ لے کر...... کپڑے کی دکان پر پہنچا اور اس کو نئے کپڑے خرید کر پہنا دیئے اور اس کام سے میرے دل میں ایک نور پیدا ہوا اور میری حالت ہی کچھ اور ہوگئی۔ (مسالک السالکین ج۱ص ۲۸۷)

ہمہ وقت باوضو رہنا

منقول ہے کہ ایک دن آپ کا وضو ٹوٹ گیا آپ نے اسی وقت تیمم فرمالیا، لوگوں نے عرض کیا: حضور! دریائے دجلہ سامنے ہے تیمم کیوں کر رہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ممکن ہے کہ دریائے دجلہ تک پہنچتے پہنچتے میرا دم نکل جائے۔

(ایضاً ص ۲۸۸ خزینۃ الاصفیاء ج۱ص ۷۷)

آپ کے خُلق سے ضعیفہ ولیہ ہوگئی

ایک دفعہ آپ نے دریائے دجلہ کے کنارے قرآن شریف اور کپڑے وغیرہ رکھ کر غسل کرنا شروع کیا اس وقت ایک ضعیفہ آئی اور آپ کے سامان کو لے کر بھاگنے لگی، آپ نے اس کا پیچھا کیا اور ایک جگہ روک کر کہا: کوئی حرج نہیں میں تمہارا بھائی معروف کرخی ہوں، کیا تمہارا کوئی لڑکا یا بھائی یا شوہر ہے جو قرآن شریف پڑھے؟ انہوں نے کہا: نہیں تو آپ نے فرمایا: قرآن شریف مجھے دے دو اور کپڑے لے لو؟ میں نے دنیا و آخرت میں ہر جگہ تمہیں معاف کیا۔ یہ سن کر ضعیفہ کو اتنی شرم آئی کہ اس نے توبہ کی اور آپ کی برکت سے ولیہ ومتقیہ ہوگئی۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲۲)

آپ کی دنیا سے بیزاری

حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ سے آپ کے ایک دوست نے فرمایا: حضور! وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو خلق اللہ اور اس دنیا سے متنفر کرکے خلوت میں بٹھا کر عبادت الٰہی میں مشغول کر دیا ہے؟ کیا آپ کو موت کے ڈر یا قبر کا خوف، یا دوزخ کے ڈر، یا پھر جنت کی امید نے خلوت اختیار کرائی؟

ان سبھی سوالات کے جوابات میں آپ نے ارشاد فرمایا: اے شخص تو کیا چھوٹی چھوٹی اور ادنیٰ چیزوں کا ذکر کرتا ہے مالک الملک وخالق الکل کے سامنے ان سب چیزوں کی کیا حقیقت ہے۔ یہ سب چیزیں اس وحدہ لاشریک کے ادنیٰ غلام ہیں اگر تو اس کی دوستی کا مزہ چکھ لے تو پھر ان سب چیزوں سے بے رغبتی رکھنے لگے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲۲)

کوڑوں سے نفس کی اصلاح

حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ اتنے عظیم وبلند مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود اپنے رب کی بارگاہ میں بڑی گریہ وزاری فرماتے اور کبھی کبھی آپ اپنے دست مبارک میں کوڑے لے کر اپنے کو مارا کرتے اور یہ کہتے: یا نفس اخلصی اے

میرے نفس تو اخلاص اختیار کرتا کہ تو خلاصی پا سکے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲۳)

کشف وکرامات

حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے بیشمار کشف وکرامات سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) ایک مرتبہ ایک ڈاکو گرفتار ہوا، حاکم نے حکم دیا کہ اس ڈاکو کو سولی دے دی جائے۔ حکم پاتے ہی اس کو سولی پر لٹکا دیا گیا اور ڈاکو کا سولی ہی پر انتقال ہوگیا۔ ابھی اس کی لاش سولی ہی پر تھی کہ اس طرف سے حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ لاش کو سولی پر دیکھ کر آپ لرز گئے اور اس کے لئے دعائے مغفرت فرمانے لگے: اے رحمٰن ورحیم! اس شخص نے اپنے کیئے کی سزا دنیا ہی میں پالی تو غفور ورحیم ہے اگر اس کی خطا معاف فرما دے اور دارین میں اسے عزت بخش دے تو تیرے بخشش کے خزانوں میں کمی نہیں ہوسکتی۔ یکا یک ایک غیبی آواز آئی جس کو سارے شہر والوں نے سنا کہ جو کوئی اس سولی والے شخص کی نماز جنازہ پڑھے گا وہ آخرت میں بڑے رتبے پائے گا۔ اس غیبی آواز کے سنتے ہی تمام شہر کے لوگ جمع ہوگئے اور ہاتھوں ہاتھ اسے سولی سے اتارا اور بخوبی غسل وکفن دے کر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ رات میں ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور وہ ڈاکو نمازیوں کے ساتھ وہاں شاندار لباس پہنے ہوئے موجود ہے۔ اس سے پوچھا کہ اتنی عظیم دولت تجھے کس طرح ملی؟ اس نے جواب دیا کہ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کی دعا اللہ رب العزت نے قبول فرمالی اور میری بخشش فرمادی۔

(مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۸۸)

حضرت کے ماموں شہر کے حاکم تھے۔ ایک روز ان کا گزر جنگل میں ہوا وہاں پر حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے روٹی تناول فرما رہے تھے اور قریب ہی بیٹھے ایک کتے کو بھی روٹی کھلا رہے تھے۔ آپ کے ماموں نے کہا: کتے کے قریب کیوں روٹی کھا رہے ہو؟ آپ نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک پرندہ ہوا میں اڑ رہا ہے، اس کو آواز دی، پرندہ حکم پاتے ہی نیچے اتر آیا اور آپ کے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا مگر شرم کی وجہ سے اپنا منہ اور اپنی آنکھیں اپنے پر سے چھپالیے۔ حضرت نے فرمایا: دیکھو جو شخص خدا تعالیٰ سے شرم رکھتا ہے ہر چیز اس سے شرم رکھتی ہے۔ آپ کے ماموں نے یہ شان دیکھی تو بڑے شرمندہ ہوئے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۲۳۱)

حضرت ایک روز ایک جماعت کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ دریائے دجلہ کے کنارے نوجوانوں کی ایک جماعت کو دیکھا جو فسق وفجور میں مبتلا تھے آپ کے ساتھیوں نے کہا: حضور! ان کے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام بدمعاشوں کو غرق کر دے تا کہ اس کی نحوست پھیلنے نہ پائے۔ حضرت نے فرمایا: تم سب اپنے ہاتھ کو اٹھاؤ میں دعا کرتا ہوں اور تم لوگ صرف آمین کہنا۔ چنانچہ سبھوں نے ہاتھ اٹھائے اور آپ نے دعا کی کہ الٰہی جس طرح تو نے ان لوگوں کو اس دنیا میں عیش وعشرت سے نوازا اسی طرح اس جہان میں بھی عیش وعشرت عطا فرما۔ آپ کی اس دعا پر آپ کے ساتھیوں کو تعجب ہوا اور وجہ دریافت کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ ذرا دیر ٹھہرو میرا مقصد بھی ابھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اس جماعت کی نظر

جونہی حضرت پر پڑی تو ان لوگوں نے اپنے باجے گاجے کو توڑ دیا اور شراب کو پھینک دیا اور زار و قطار رونے لگے اور تمام لوگ آپ کے قدموں پر گر پڑے اور صدق دل سے تائب ہوگئے۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: دیکھ لیا تم لوگوں نے یہی میری مراد تھی جو حاصل ہوئی۔ بغیر اس کے کہ یہ غرق ہوں یا ان لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲۲)

خلفاء

آپ کے مشہور خلفائے کرام جنہوں نے اسلام کی عظیم خدمات انجام دیں حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت شاہ محمد (۳) حضرت شاہ قاسم بغدادی (۴) حضرت عثمان مغربی (۵) حضرت حمزہ خراسانی (۶) حضرت ابونصر ابرار (۷) حضرت شاہ مستعانی (۸) حضرت شاہ ابوسعید (۹) حضرت ابوابراہیم داؤدی (۱۰) حضرت ابوالحسن ہارونی (۱۱) حضرت شاہ جعفر خلیدی (۱۲) حضرت شاہ محمد رومی (۱۳) حضرت شاہ منصور عارف ابوکاتب (۱۴) حضرت شاہ عبدالحق حقائق آگاہ (۱۵) حضرت شاہ علی رود باری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(شجرۃ الکاملین ص ۱۲۸)

تجہیز و تدفین

منقول ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو تمام اہل ادیان نے دعویٰ کیا کہ ہم آپ کا جنازہ اٹھائیں گے چنانچہ یہودی، ترسا اور مسلمان سب اس کے دعویدار تھے۔ آپ کے خادم نے کہا: حضرت نے مجھ سے وصیت فرمائی ہے کہ جو قوم میرا جنازہ زمین سے اٹھالے گی وہی قوم میری تجہیز و تکفین کرے گی، اس لئے سب سے پہلے یہودیوں نے کوشش کی لیکن جنازہ کو شدید کوشش کے باوجود نہیں اٹھا سکے، پھر ترسا نے کوشش کی وہ بھی ناکام رہے آخر میں مسلمانوں نے جنازہ کو اٹھالیا اور آپ کو دفن فرمایا۔ (عوارف المعارف ص ۶۵۱ و خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۷۷)

دیدار بعد وصال

حضرت محمد بن الحسین روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ رب تبارک و تعالیٰ نے آپ سے کیسا معاملہ کیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: رب غفور رحیم نے مجھے بخش دیا۔ زہد و تقویٰ کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اس بات کے عوض جو حضرت سماک رضی اللہ عنہ سے کوفہ میں سنی تھی کہ جو تمام تعلقات سے منقطع ہو کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے حق تعالیٰ بھی اپنی رحمت کو اس کی جانب متوجہ کر دیتا ہے اور تمام مخلوق کو اس کی جانب پھیر دیتا ہے، ان کی اس بات کو سن کر میں حق تعالیٰ کی طرف طمانیت قلبی کے ساتھ متوجہ ہو گیا اور حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت کے سوا تمام اشغال سے دست بردار ہو گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲۴)

اور ایک دوسری روایت آپ کے محبوب خلیفہ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ سے ہے فرماتے ہیں کہ میں نے وصال کے

بعد آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ عرش الٰہی کے نیچے وارفتہ اور خود رفتہ ہیں رب تعالیٰ نے ندا کی کہ اے فرشتو! یہ کون ہے؟ فرشتوں نے عرض کیا: اے رب ذوالجلال! تو اس سے بخوبی واقف ہے تیرے سامنے کوئی شے پوشیدہ نہیں، رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ معروف کرخی ہے جو ہماری محبت ودوستی میں بیخود ومتوالا ہو گیا ہے اور یہ بغیر ہمارے دیدار کے ہوش میں نہیں آئے گا اور نہ ہی ہمارے دیدار کے سوا اسے تسلی ہوگی۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲۴)

ملفوظات

○ آپ نے فرمایا: جوان مردوں کی تین علامتیں ہیں۔ وعدہ کو پورا کرنا، بغیر کسی غرض کے تعریف کرنا اور بغیر سوال کے عطا کرنا ○ زبان کو مدح سے اس طرح بچانا چاہئے جس طرح کہ برائی سے ○ تصوف نام ہے حقائق کے حصول اور مخلوق کے مال ومتاع سے ناامیدی کا اور جو شخص صاحب فقر نہیں صاحب تصوف نہیں ○ بہشت کی طلب بغیر عمل کے گناہ ہے اور شفاعت کا انتظار بغیر سنت کی حفاظت کے ایک قسم کا غرور ہے اور رحمت کی امید نافرمانی کی حالت میں جہالت وحماقت ہے ○ آنکھ کو ہر طرف سے بند کرلے اگرچہ سامنے پری صورت ہو ○ جو بنیاد کبھی ویران نہ ہو وہ عدل ہے تلخی جس کا آخر شیریں ہو صبر ہے اور وہ شیریں جس کا آخری تلخ ہو شہوت ہے اور وہ بلا جس سے لوگوں کو بھاگنا چاہئے وہ عیش ہے ○ محبت تعلیم وتربیت سے نہیں بلکہ عطائے رب سے حاصل ہوتی ہے ○ رنج ومصیبت آئے تو اس کا علاج اس کے چھپانے ہی میں ہے ○ عارف اگرچہ نعمت نہیں رکھتا لیکن باوجود اس کے وہ ہمیشہ نعمت میں ہے۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۹۰ وعوارف المعارف وکشف المحجوب ص ۱۷۳)

تاریخ وصال

آپ کا وصال ۲ محرم الحرام ۲۰۰ھ بروز جمعہ یا یکشنبہ کو خلافت مامون رشید خلیفہ ہفتم عباسی کے عہد میں ہوا۔ اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مزار مقدس

آپ کا مزار مقدس بغداد شریف میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ چنانچہ آپ کے مزار مقدس کے بارے میں خطیب بغدادی ۳۶۲ھ ارشاد فرماتے ہیں کہ قبر مجرب بقضا الحوائج یعنی حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کا مزار مقدس حاجتیں پوری ہونے کے لئے مجرب ہے اور حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تجھے کوئی حاجت درپیش ہو تو قسم دے کہ اے رب بحق معروف کرخی میری حاجت روائی کر، تو اسی وقت دعا قبول ہو جائے گی۔ (تاریخ بغداد للخطیب ومسالک السالکین ج ۱ ص ۲۸۶)

نور دہم

نقطہ دائرہ لایقطی
حضرت شیخ سری سقطی
(رضی اللہ عنہ)

۱۵۵ھ..........۱۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ، ۸۶۴ء

یا شہ معروف ومارا، رہ سوئے معروف دہ
یا سرے امن از سقط درود سرا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى الشيخ سرى السقطى رضى الله تعالى عنه

بہر معروف وسری معروف دے بیخود سری
جند حق میں گن جنید باصفا کے واسطے

ولادت شریف

آپ کی ولادت تقریباً ۱۵۵ھ میں بغداد شریف میں ہوئی۔

اسم مبارک

آپ کا نام نامی واسم گرامی سرّ الدین، اور کنیت ابوالحسن ہے اور مشہور نام سری (سری کے معنی جوان مرد کے ہیں) سقطی ہے (گرے پڑے میوے سمیٹ کر بازار میں بیچنے والا)

ابتدائی حالات

آپ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ابتدائے حال طریقت سے کچھ آگاہ فرمائیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ایک روز حضرت حبیب راعی رضی اللہ عنہ کا گزر میری دکان سے ہوا میں نے انہیں روٹی کے کچھ ٹکڑے عنایت کئے تاکہ فقراء میں تقسیم فرما دیں اس وقت انہوں نے مجھے دعا سے نوازا اور ارشاد فرمایا: خدا تجھے نیکی کی توفیق دے یہاں تک کہ اسی دن سے اپنی دنیا کو سنوارنے کا خیال میرے دل سے جاتا رہا۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۹۲)

بیعت وخلافت

آپ حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے مرید وخلیفہ تھے اور انہیں سے علوم ظاہر وباطن اکتساب فرمایا۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مفلس رضی اللہ عنہ تھا۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۹۱)

فضائل

نفس کشتہ مجاہدہ، دل زندہ مشاہدہ، مالک حضرت ملکوت، شاہد عزت جبروت، نقطہ دائرہ لایقطی حضرت شیخ وقت سری سقطی رضی اللہ عنہ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے دسویں امام وشیخ طریقت ہیں، آپ اہل تصوف کے امام اور اصناف علم میں کمال رکھتے تھے۔ علم وثبات کے پہاڑ اور مروت وشفقت میں یکتائے زمان تھے اور رموز واشارات میں یگانہ روزگار تھے۔ حضرت فضیل

ابن عیاض رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید تھے اور آپ تبع تابعین سے تھے۔

سب سے پہلے جس نے حقائق و معارف کو بغداد میں نشر فرمایا وہ آپ ہی ہیں اور عراق کے بہت سے مشائخ آپ کے سلسلہ ارادت سے منسلک تھے۔ آپ سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے ماموں اور شیخ طریقت تھے۔ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ طریقت جیسا کامل کسی کو بھی نہیں دیکھا اور حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آپ کے سوا کسی سے سوال نہ کرتا تھا کیونکہ میں آپ کے زہد و تقویٰ سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ جب آپ کے دست مبارک سے کوئی چیز باہر جاتی ہے تو آپ خوش ہوتے ہیں۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۹۲)

عبادت و ریاضت

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ روزانہ ایک ہزار رکعت نفل نماز پڑھتے تھے چنانچہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ عابد و زاہد کامل کسی کو نہیں دیکھا اور آپ کے علاوہ اور کسی میں یہ بات نہ دیکھی آپ کی عمر شریف ۹۸ سال کی ہوئی مگر سوائے موت کے وقت کے کبھی آپ کو لیٹے ہوئے نہیں دیکھا۔

(مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۹۲)

اشتیاق دیدار الٰہی

آپ اکثر یوں فرمایا کرتے: اللھم مھما عذبتنی به من شئی فلا تعذبنی بذل الحجاب ''یعنی اے خدا! اگر مجھے کسی چیز سے عذاب پہنچانا ہے تو تجھے اختیار ہے اور ان کے لئے میں حاضر ہوں لیکن وہ عذاب حجاب کی ذلت کا نہ ہو کیونکہ تجھ سے حجاب میں نہ ہونے کی صورت میں آنے والی بلائیں اور تیرا عذاب ترے ذکر اور مشاہدہ کی بدولت معلوم نہ ہوگا لیکن اگر تجھ سے حجاب میں رہوں تو تیری ابدی نعمتیں بھی میری ہلاکت کا ذریعہ ہوں گی۔ حجاب وہ بلا ہے کہ خود دوزخ میں بھی اس سے زیادہ سخت کوئی عذاب نہیں ہے۔ اگر دوزخیوں کو دوزخ میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ حاصل ہوتا تو انہیں ایسا سرور حاصل ہوتا کہ بدن پر عذاب کی تکلیف اور جسمانی آزار کو یکسر بھول جاتے اور عذاب و بلا کا احساس تک نہ ہوتا بہشت کی نعمتوں میں دیدار الٰہی سے بڑھ کر کوئی نعمت کامل تر نہیں ہے۔ اگر اہل بہشت کو وہ تمام نعمتیں بلکہ ان سے بھی سینکڑوں گنا مزید نعمتیں حاصل ہوں، لیکن دیدار الٰہی حاصل نہ ہو تو وہ دل و جان سے ہلاک و برباد ہو کر رہ جائیں۔ (کشف المحجوب ص ۱۴۷ و تاریخ اولیاء ج ۱ ص ۲۰۶)

آیت قرآنی کی تشریح

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ اس ارشاد ربانی اصبروا وصابروا ورابطوا کی تشریح اس طرح ارشاد فرماتے ہیں: سلامتی کی توقع رکھتے ہوئے شدائد دنیوی پر صبر کرو اور جنگ کے وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو اور نفس لوامہ کی خواہشات کو روک دو اور ان باتوں سے بچو جن کا انجام ندامت ہے۔ جب یہ شرائط بجالاؤ گے تو امید ہے کہ عزت و کرامت کی بساط پر تم

کامیابی حاصل کرسکوگے۔(عوارف المعارف ص ۱۸۷)

قول وفعل میں مطابقت

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ اپنے مشائخ کرام کے مظہر تھے اور قول وفعل میں ان کے نقش قدم پہ تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کی بارگاہ میں آپ کے ایک عقیدت کیش حاضر ہوئے اور مسئلہ صبر کی تشریحات آپ سے چاہی؟ آپ صبر کے موضوع پر تقریر فرمانے لگے، ثنائے تقریر ایک بچھو آپ کے پاؤں میں ڈنگ مارنے لگا۔ تو لوگوں نے کہا: حضور! اس کو مار کر ہٹا دیجئے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے شرم آتی ہے کہ میں جس موضوع پر تقریر کررہا ہوں اس کے خلاف کام کروں یعنی بچھو کے ڈنک مارنے پر بے صبری کا اظہار کروں۔(تذکرۃ الاولیاء ۲۲۹)

آپ کے شیخ طریقت کی دعا کی برکت

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک روز آپ کے پیر و مرشد حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ ایک یتیم بچے کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے ارشاد فرمایا: اس یتیم بچے کو کپڑا پہنا دو، میں نے اس بچے کو کپڑا پہنا دیا اس کے بعد آپ نے میرے حق میں یہ دعا فرمائی کہ خدائے تعالیٰ دنیا کو تیرے لئے دشمن کردے اور تجھے اس شغل سے راحت دے تو آپ کی اس دعا کی یہ برکت ظاہر ہوئی کہ یکبارگی میں دنیا سے فارغ اور کنارہ کش ہوگیا۔

(مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۹۲)

آپ کی منکسر المزاجی

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ بڑے ہی منکسر المزاج تھے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: تیس سال ہوگئے کہ میں ایک ہی شکر پر استغفار کررہا ہوں، لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح! تو آپ نے ارشاد فرمایا: ایک روز بغداد کے بازار میں آگ لگ گئی جس کی وجہ سے بازار کی تمام دکانیں جل گئیں مگر میری دکان جلنے سے محفوظ رہی اور اس وقت میں اپنے گھر موجود تھا۔ ایک شخص نے آکر مجھ کو یہ خبر دی کہ آپ کی دکان نہیں جلی؟ میں نے فوراً الحمد للہ کہا تو صرف اس خیال سے کہ میں نے اپنے آپ کو دوسرے مسلمان بھائیوں سے بہتر خیال کیا اور دنیا کی سلامتی پر شکر کیا اپنے اسی قصور پر مسلسل استغفار کررہا ہوں۔

(مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۹۲ و خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۹۷ و تذکرۃ الاولیاء)

کاروبار کی سچائی

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ ابتداء میں تجارت کرتے تھے اور پانچ فیصدی سے زیادہ نفع لینا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے بادام بغرض تجارت خریدا اور چند ہی دنوں کے بعد بادام کا بھاؤ بہت چڑھ گیا ایک دلال آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ آپ اپنے باداموں کو مجھ سے فروخت کردیجئے تو آپ نے فرمایا: تم تریسٹھ دینار میں اس کو خرید لو؟ اس دلال نے

کہا: اس وقت ان باداموں کی قیمت نوے دینار ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: میں نے تو یہی قصد کر لیا ہے کہ پانچ فیصد سے زیادہ منافع نہیں لوں گا اور میں اپنی اس رائے کو تبدیل کرنا بھی پسند نہیں کرتا تو دلال نے کہا: میں آپ کے مال کو موجودہ وقت کے بھاؤ سے کم پر بیچنا پسند نہیں کرتا چنانچہ وہ مال اسی طرح پڑا رہا اور نہ دلال کم بیچنے پر راضی ہوا اور نہ آپ زیادہ لینے پر راضی ہوئے۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۹۲ و خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۹ ۷ و تذکرۃ الاولیاء)

ایک وعظ کی مجلس

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بغداد شریف میں تقریر فرما رہے تھے کہ خلیفہ بغداد کا ایک مصاحب احمد بن یزید بڑے ہی کروفر سے حاضر ہوا اور آپ کی تقریر سننے کے لئے بیٹھ گیا اس وقت آپ یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ تمام مخلوقات میں انسان سے زیادہ ضعیف کوئی مخلوق نہیں مگر باوجود اس قدر ضعف کے گناہ کرنے میں کتنا جری اور بہادر بنتا ہے افسوس، صد افسوس...... آپ کے ان فقروں کا احمد بن یزید کے دل پر خاص اثر ہوا اور تقریر ختم ہونے پر اپنے مکان پر پہنچا اور رات کو کھانا بھی نہیں کھایا اور اسی بھوک کی حالت میں شب بھر آہ و بکا گریہ وزاری میں گزاری دوسرے دن فقیروں کا لباس پہن کر حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا: کل آپ کے وعظ نے میرے دل میں گھر کر لیا ہے اس لئے اب آپ خدا کے تقرب کا راستہ مجھے بتائیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

عام راستہ یہ ہے کہ نماز پنجگانہ جماعت کے ساتھ ادا کرو...... مال ہو تو اس کی زکوٰۃ دو...... اور تمام احکام شریعت کی پوری پابندی کرو، خاص راستہ یہ ہے کہ دنیا سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو...... اور اللہ تعالیٰ سے بھی سوائے اس کی رضا کے کسی دوسرے کو طلب نہ کرو...... آپ کی نصیحت یہیں تک پہنچی تھی کہ احمد بن یزید فوراً کھڑے ہو گئے اور سیدھے جنگل کی طرف چل دیئے...... کچھ دنوں کے بعد احمد بن یزید کی ماں روتی ہوئی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور کہا: حضور! میرا صرف ایک ہی فرزند تھا، جو آپ کی نصیحت کو سن کر نہ معلوم کہاں چلا گیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اے ضعیفہ! غمگین نہ ہو عنقریب تیرا لڑکا حاضر ہو گا تو تیرے پاس میں خبر کرا دوں گا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد وہ فقیروں کی صورت بنائے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر چند ہی لمحوں کے بعد جنگل کی جانب چل دیئے یہاں تک کہ پھر دوسری مرتبہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کی ہی گود میں ان کا وصال ہو گیا۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲۲۵)

خواب میں شرف دیدار الٰہی

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں خواب میں دیدار الٰہی کی عظیم دولت سے مشرف ہوا اور اسکا یہ ارشاد سنا کہ اے سری! جب میں نے انسان کو پیدا کیا تو بیک زبان سب نے مل کر میری محبت کا دعویٰ کیا، لیکن جب میں نے دنیا کو پیدا کر کے انسان کو عالم وجود میں ظاہر کیا تو دس ہزار میں سے نو ہزار نے دنیا کے عیش و آرام کو پسند کر لیا اور مجھ سے

فراموشی اختیار کرلی اور جو ایک ہزار باقی رہے جب جنت اور اس کی روح افزاء بہاروں کو پیدا کر کے اس کے سامنے پیش کیا تو اس باقی ایک ہزار میں سے نوسو تو جنت کے طالب ہو گئے اور صرف ایک ہی سو باقی رہ گئے پھر میں نے ایک سو کی آزمائش کے لئے انہیں بلاؤں اور مصیبتوں میں گرفتار کیا تو ان میں سے نوے آدمی ان مصیبتوں کے سبب مجھے بھول گئے اور اس سے صرف دس باقی رہے انہیں دسوں سے میرا خطاب ہے:

اے لوگو! نہ تم نے دنیا کے عیش و آرام کو چاہا اور نہ فقط جنت ہی کے لالچ میں میرے خاص بندے بنے، نہ بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو کر مجھ سے بھاگے۔ اے سری! اس پر وہ بندے بولے کہ پروردگار عالم! ہم اپنے سب سے پہلے عہد "بَلٰی شَهِدْنَا" "یعنی بیشک تو ہے ہم گواہ ہوئے"۔ اس پر قائم ہیں۔ تو پھر اے سری ہم نے اپنے ان خاص بندوں کو جواب دیا من کان للہ کان اللہ لہ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا ہو جاتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۳۳۵)

ترک لذات کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ آپ نے روزہ رکھا اور طاق میں ٹھنڈا پانی ہونے کے واسطے آبخورہ رکھ دیا تھا آپ کو خواب میں ایک حور آتی' آپ اس سے دریافت فرماتے کہ تو کس شخص کے لئے ہے؟ وہ ایک بندۂ خدا کا نام لیتی اور چلی جاتی ایک حور آپ کے سامنے آئی اس سے پوچھا کہ تو کس کے لئے ہے؟ اس نے کہا: میں اس شخص کے لئے ہوں جو روزہ کی حالت میں ٹھنڈا پانی ہونے کو نہ رکھے، آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تو سچ کہتی ہے تو اس کوزے کو گرا دے، اس نے اس کوزہ کو گرا دیا جس کی آواز سے آپ کی آنکھ کھل گئی اور دیکھا تو واقعی وہ کوزہ ٹوٹا ہوا سامنے پڑا ہے۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۱۹۲ و خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۹، الملفوظ ص ۸۸)

محبت کی تشریح

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دریافت فرمایا: محبت کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ موافقت ہے دوسری جماعت نے کہا: اشارت ہے اور تیسری جماعت نے اور بھی کچھ کہا ہے۔ یہ سن کر آپ نے اپنے دست مبارک کی کھال پکڑ کر کھینچی تو ذرا بھی اوپر کی طرف نہ اٹھی اور ارشاد فرمایا: قسم ہے رب کائنات کے عزت و جلال کی کہ اگر میں یہ کہوں کہ یہ کھال اس کی محبت میں سوکھ گئی ہے تو میں سچ کہتا ہوں گا اور یہ کہہ کر آپ بے ہوش ہو گئے، آپ کا چہرہ چاندی کی طرح دمکنے لگا اور پھر فرمایا: بندہ محبت میں اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ اگر کوئی شمشیر لے کر بھی اس کو مارے تو اس کو خبر نہ ہو۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۹۳ و شجرۃ الکاملین ص ۱۳۳)

شرابی کو نمازی بنا دیا

آپ نے ایک مرتبہ ایک شرابی کو دیکھا جو نشے کی حالت میں مدہوش زمین پر گرا ہوا تھا اور اسی نشے کی حالت میں اللہ، اللہ کہہ رہا تھا آپ نے اس کا منہ پانی سے صاف کیا اور فرمایا: اس بے خبر کو کیا خبر کہ ناپاک منہ سے کس ذات پاک کا نام لے رہا

ہے؟ آپ کے جانے کے بعد جب شرابی ہوش میں آیا تو لوگوں نے اس کو بتایا کہ تمہاری بے ہوشی کی حالت میں تمہارے پاس حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تھے اور تمہارا منہ دھوکر چلے گئے ہیں؟ تب شرابی یہ سن کر بہت ہی شرمندہ ہوا اور شرم وندامت سے رونے لگا اور نفس کو ملامت کر کے بولا: اے بے شرم! اب تو حضرت سری سقطی بھی تم کو اس حالت میں دیکھ کر چلے گئے ہیں، خدا سے ڈر اور آئندہ کے لئے توبہ کر، رات میں حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ نے ایک ندائے غیبی سنی کہ اے سری سقطی! تم نے شرابی کا منہ میری وجہ سے دھویا ہے، میں نے تمہاری خاطر اس کا دل دھو دیا ہے۔ جب حضرت نماز تہجد کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے تو اس شرابی کو تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے پایا آپ نے اس سے دریافت فرمایا: تمہارے اندر یہ انقلاب کیسے آ گیا تو اس نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے کیوں دریافت فرما رہے ہیں جبکہ خود آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس پر آگاہ فرمادیا ہے۔ (روض الفائق ص ۱۶۹)

پری کا موم کی طرح پگھل جانا

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے حال کو متغیر پایا دریافت کیا کہ حضور! کیا ہوا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: پریوں میں سے ایک جوان پری میرے پاس آئی اور مجھ سے سوال کیا کہ حیا کس کو کہتے ہیں؟ میں نے جواب دیا تو وہ سنتے ہی موم کی طرح پگھل کر پانی ہوگئی یہاں تک کہ میں نے اس پانی کو بھی دیکھا جو پری کے جسم کا تھا۔ (شجرۃ الکاملین ص ۱۳۶)

ملفوظات

○ آپ نے ارشاد فرمایا: عارف اپنے صفات وحسنات میں آفتاب کی طرح ہے جو سب پر روشنی ڈالتا ہے، وہ زمین کی مانند ہے جو تمام مخلوقات کا بار اٹھاتا ہے، پانی کی طرح ہے جس سے قلوب کو زندگی حاصل ہوتی ہے اور وہ آگ کی طرح ہے کہ تمام جہان اس سے روشن ہو جاتا ہے○ تصوف سے مراد تین امور ہیں اول تو یہ ہے کہ اس کی معرفت اور زہد وورع کے نور کو بجھنے نہ دے، دوم یہ کہ باطنی علوم کے متعلق کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالے جس سے کتاب ظاہر کا نقص ثابت ہو اور اس کی کرامت وہ کام کرے کہ لوگ حرام سے محفوظ و مامون رہیں○ بڑھاپے سے پہلے کچھ کام کرلو کیونکہ ضعیف ہوکر کچھ نہ کرسکو گے جیسے کہ میں نہیں کرسکتا اور آپ جس عمر میں یہ فرما رہے تھے اس وقت بھی آپ کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی جوان بھی آپ کی طرح عبادت نہیں کرسکتا تھا○ امیر ہمسایوں، بازاری قاریوں اور دولت مند عالموں سے دور رہو○ جو اپنے نفس کی اصلاح سے عاجز ہے وہ دوسرے کو کیا ادب سکھائے گا○ جس شخص کو نعمت کی قدر نہیں ہوتی اس کی نعمت وہاں سے زوال پذیر ہونا شروع ہوتی ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا○ جو رب تعالیٰ کا فرماں بردار ہو جاتا ہے سب اس کے فرماں بردار ہو جاتے ہیں○ گناہ کا ترک تین قسم کا ہے ایک دوزخ کے خوف سے دوسرا بہشت کی رغبت سے اور تیسرا خدائے تعالیٰ کی شرم سے○ بندہ اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک

اپنی خواہش کو دین پر قربان نہیں کر دیتا○ سب سے زیادہ عاقل و فہیم وہ لوگ ہیں جو قرآن شریف کے اسرار کو سمجھتے ہیں اور ان اسرار میں غور و فکر کرتے ہیں○ عارف وہ ہے جس کا کھانا بیماروں کے کھانے کی طرح ہو اور اس کا سونا سانپ کے کاٹے ہوؤں کی طرح ہو اور اس کا عیش پانی میں غرق شدگان کی طرح ہو○ جو شخص اس بات کا آرزومند ہے کہ اس کا دین سلامت و محفوظ رہے اور اس کے جسم و روح دونوں کو راحت نصیب ہو اور فکر و غم میں کمی واقع ہو تو اس کو چاہئے کہ دنیا سے علیحدگی اختیار کرے○ سب سے زیادہ بہادری یہ ہے کہ اپنے نفس پر قابو حاصل ہو جائے۔ (عوارف المعارف و تذکرۃ الاولیاء و مسالک السالکین ج ا ص ۲۹۹)

خلفائے کرام

آپ کے خلفائے کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں:○ حضرت ابوالقاسم سیدۃ الطائفہ جنید بغدادی○ حضرت شاہ ابو محمد○ حضرت شاہ عرف شیخ کبیر○ حضرت شاہ حرتبون○ حضرت شاہ ابوالعباس مظروف○ حضرت شاہ ابوحمزہ○ حضرت شاہ ابوالحسن نوری○ حضرت شاہ فتح الموصلی○ حضرت شاہ عبداللہ احرار○ حضرت شاہ سعید ابرار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔
(شجرۃ الکاملین ص ۱۳۶)

واقعہ وصال

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آپ بیمار ہو گئے تو میں آپ کی عیادت کو گیا آپ کے پاس ہی ایک پنکھا پڑا ہوا تھا میں نے اس کو اٹھا لیا اور آپ کو جھلنے لگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جنید! اسے رکھ دو کیونکہ آگ ہوا سے زیادہ تیز اور روشن ہوتی ہے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے پھر آپ سے دریافت کیا کہ آپ کی کیا حالت ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: عبد مملوك لا يقدر علی شیء حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے عرض کیا: کچھ وصیت فرمائیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: خلق کی صحبت کی وجہ سے حق تعالیٰ سے غافل نہ ہونا اور اسی کلمے پر آپ کا وصال ہو گیا اور حق تعالیٰ کی رحمت سے مل گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

تاریخ وصال

آپ کا وصال ۱۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ بروز منگل بوقت صبح صادق ۹۰ سال کی عمر میں بغداد شریف میں ہوا۔ (شجرۃ عالیہ قادریہ رضویہ) اور یہی مشہور ہے مگر بعض نے ۲ رمضان ۲۵۰ھ بھی بتائی ہے۔

مزار مبارک

آپ کا مزار مقدس بغداد شریف میں مقام شونیز میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

نور یازدہم

سید الطائفہ ابو القاسم

حضرت شیخ جنید بغدادی

(رضی اللہ عنہ)

غالباً ۲۱۸ھ..........۲۷ رجب المرجب ۲۹۷ھ ۹۰۹ء

یا جنید اے بادشاہ جند عرفاں المدد
شبلیا اے شبل شیر کبر امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى الشيخ جنيد البغدادى رضى الله تعالى عنه

بہر معروف و سری معروف دے بیخود سری
جنید حق میں گن جنید باصفا کے واسطے

ولادت باسعادت

آپ کے والد ماجد نہاوند کے رہنے والے تھے، مگر آپ کی ولادت غالباً ۲۱۸ھ میں بغداد میں ہوئی۔

اسم شریف

آپ کا نام نامی واسم گرامی جنید بغدادی ہے۔

القاب وکنیت

آپ کی کنیت ابوالقاسم اور القاب سیّد الطائفہ، طاؤس العلماء، قواریری، زجاج، خزار ولسان القوم ہے۔

قواریری وزجاج اور خزار کی وجہ تسمیہ

قواریری اور زجاج آپ کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کے والد ماجد محمد بن جنید شیشہ کی تجارت کرتے تھے اور خزار اس سبب سے کہتے ہیں کہ چرم فروشی بھی کرتے تھے۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۳۰۰ و تذکرۃ الاولیاء ص ۲۷۷)

عہد طفلی

جب آپ کی عمر شریف سات برس کی ہوئی تو حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے ساتھ زیارت حرمین طیبین کو تشریف لے گئے۔ جب آپ بیت اللہ شریف میں حاضر ہوئے تو وہاں پر چار سو علماء و مشائخ رونق افروز تھے اور ان کی اس مجلس میں مسئلہ شکر پر گفتگو چل رہی تھی۔ اس مجلس میں ہر ایک نے اپنی اپنی رائے کا اظہار فرمایا آخر میں حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھانجے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے جنید! تمہیں بھی کچھ کہنا چاہیے؟ اس پر آپ نے تھوڑی دیر تو سر جھکائے رکھا پھر ارشاد فرمایا: شکر یہ ہے کہ جو نعمت تجھے رب تعالیٰ نے عطا کی ہے، اس کی نعمت کی وجہ سے نافرمانی نہ کرے اور اس کی نعمت کو نافرمانی ومصیبت کا ذریعہ نہ بنائے۔ اس جواب پر ان تمام علماء ومشائخ کی جماعت نے برجستہ فرمایا: ''احسنت یا قرة عين الصديقين'' اے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک، تو نے جو کچھ کہا ہے بہت ہی اچھا کہا ہے اور تو اپنی بات میں صادق ہے اور ہم اس سے بہتر نہیں کہہ سکتے اس کے بعد حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے بیٹے! تو نے ایسی بے مثال باتیں کہاں سے سیکھی ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ حضور! آپ ہی کی فیض بخش صحبت سے حاصل کیا ہے اور زیارت حرمین

طمینن سے پھر آپ گھر تشریف لائے۔(ایضاً وتاریخ اولیاء ج۱ص ۲۰۷

آپ پر شیخ کی نظر انتخاب

آپ جب مکتب میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو اسی زمانے میں آپ نے ایک دن اپنے والد ماجد کو روتے ہوئے دیکھا، آپ نے دریافت کیا تو آپ کے والد ماجد نے جواب دیا کہ آج میں نے مال زکوٰۃ میں سے کچھ حصہ تمہارے ماموں حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا مگر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آئے۔ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: آپ وہ مال مجھے عطا فرمائیں تا کہ میں اس کو حضرت کی خدمت میں دے آؤں۔ آپ کے والد ماجد نے وہ درہم آپ کو عنایت فرمائے اور آپ ان کو لے کر حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ جب آپ حضرت کی خدمت میں پہنچے تو حضرت نے رشاد فرمایا: میں زکوٰۃ نہیں لوں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: آپ کو قسم ہے اس رب کائنات کی جس نے آپ پر فضل اور میرے باپ سے عدل کیا ہے، حضرت نے فرمایا: اے جنید! وہ کون سا عدل ہے جو ترے باپ کے ساتھ کیا گیا ہے اور کون سا فضل ہے جو مجھ پر کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: آپ پر یہ فضل کیا ہے کہ آپ کو درویشی دی اور میرے والد کے ساتھ یہ عدل کیا کہ ان کو دنیا میں مشغول کر دیا اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ اسے قبول فرمائیں یا رد کر دیں؟ میرا باپ اگر چاہے یا نہ چاہے لیکن ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس فریضہ زکوٰۃ کو کسی حقدار کے ہاتھوں تک پہنچائے حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کو یہ بات نہایت پسند آئی اور ارشاد فرمایا: اے بیٹا! قبل اس کے کہ میں زکوٰۃ کو قبول کروں میں نے تم کو قبول کیا اور پھر زکوٰۃ کو قبول فرمایا اور نہایت درجہ محبت کرنے لگے۔

(مسالک السالکین ج۱ص ۳۰۰ وتذکرۃ الاولیاء ص ۲۷۷)

فضائل

شیخ علی الاطلاق، قطب بالاستحقاق، منبع اسرار، مرقع انوار، سلطان طریقت وارشاد سیّد الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے گیارہویں امام و شیخ طریقت ہیں۔ آپ اصول وفروع میں مفتی اور علوم وفنون میں کامل تھے۔ کلمات عالیہ اور ارشادات لطیفہ میں سب پر سبقت رکھتے تھے۔ ابتدائی حالت سے لے کر دور آخر تک تمام جماعتوں کے محمود ومقبول تھے اور سبھی لوگ آپ کی امامت پر متفق تھے۔ آپ کا سخن طریقت میں حجت ہے اور تمام زمانوں نے اس کی تعریف کی ہے اور کوئی شخص بھی آپ کے ظاہر وباطن پر انگشت نمائی نہ کر سکا، سوائے اس شخص کے جو بالکل اندھا تھا۔ آپ صوفیاء کے سردار ومقتدی تھے۔ لوگوں نے آپ کو لسان القوم کہا ہے اور آپ نے خود اپنے کو عبد المشائخ لکھا ہے۔ طبقہ علماء نے آپ کو طاؤس العلماء سمجھا اور سلطان المتقین جانا ہے۔ اس لئے کہ آپ شریعت وطریقت میں انتہاء کو پہنچ چکے تھے۔ آپ عشق وزہد میں بے مثل اور طریقت میں مجتہد عصر تھے۔ بہت سے مشائخ آپ کے مذہب پر ہوئے اور آپ کا طریق طریق صحو ہے بخلاف طیفوریوں کے اس لئے کہ وہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کے مذہب پر ہیں اور سب سے زیادہ معروف طریقہ طریقت

میں اورمشہورتر مذہب مذاہب میں آپ ہی کا طریقہ ومذہب ہے۔آپ اپنے وقت میں تمام مشائخ کا مرجع تھے، آپ کی تصانیف بہت ہیں جوتمام اشارات ومعارف میں لکھی ہیں اور جس شخص نے علم اشارت کو پھیلایا وہ آپ ہی ہیں۔ باوجودان عظیم خوبیوں کے دشمنوں اورآپ کے حاسدوں نے آپ کوزندیق کہاہے۔آپ نے حضرت محاسبی رضی اللہ عنہ کی صحبت پائی، حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کہ کسی مرید کا پیر سے بلند درجہ ہواہے تو حضرت نے فرمایا: ہاں! ہوتا ہےاوراس کی دلیل ظاہر ہے کہ جنید بغدادی مجھ سے بلند درجہ رکھتے ہیں۔حضرت سہل تستری رضی اللہ عنہ باوجوداس عظمت وبزرگی کے فرمایا کرتے کہ جنید! صاحب آیات وسباق غایات ہیں باوجوداس کے دل نہیں رکھتے مگر فرشتہ صفت ہیں۔شیوۂ معرفت وکشف توحید میں آپ کی شان نہایت ارفع واعلیٰ ہے،آپ مجاہدہ ومشاہدہ میں آیت من آیات اللہ ہوئے ہیں۔

(مسالک السالکین ج اص ۳۰۱ وشجرۃ الکاملین ص ۵۰ وتذکرۃ الاولیاء ص ۲۷۷)

عادات وصفات

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سلوک کی اس عظیم منزل پر فائز ہونے کے باوجوداخلاق اسلامی سے مزین تھےاوراپنے سے کم درجہ کےلوگوں کے ساتھ بھی آپ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ کاواقعہ ہے کہ آپ نے اپنے مریدین سے ارشادفرمایا: اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ دورکعت نمازنفل کا ادا کرنا تمہارے ساتھ بیٹھنے سے افضل ہے تو میں کبھی تمہارے ساتھ نہ بیٹھتا، آپ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے، مگر جب کبھی آپ کے برادران طریقت آجاتے توروزہ افطار کردیتے اورفرماتے کہ اسلامی بھائیوں کی خاطرومدارات نفلی روزوں سے افضل ہے۔

(مسالک السالکین ج اص ۳۰۱ وشجرۃ الکاملین ص ۵۰ وتذکرۃ الاولیاء ص ۲۷۷)

تجارت وطاعت الٰہی

آپ شروع میں آئینہ کی تجارت کرتے تھےاوراس وقت کامعمول تھا کہ بلاناغہ اپنی دکان پرتشریف لے جاتے اورسامنے پردے کوگراکر چارسورکعت نمازنفل ادافرماتے یہاں تک کہ ایک مدت تک آپ نے اس عمل کوجاری رکھا پھرآپ نے اپنی دکان کوچھوڑ دیا اوراپنے شیخ طریقت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے مکان کے ایک کوٹھری میں آپ خلوت گزیں ہوکراپنے دل کی پاسبانی شروع کردی اورحالت مراقبہ میں آپ اپنے نیچے سے مصلیٰ کوبھی نکال ڈالتے تاکہ آپ کے دل پرسوائے اللہ اوراس کے رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیال کےکوئی دوسراخیال نہ آئے اوراس طرح آپ نے چالیس سال کاعظیم عرصہ گزارااورتیس سال تک آپ کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد کھڑے ہوکرصبح تک اللہ اللہ کیا کرتے اوراسی وضو سے صبح کی نمازادا کرتے یہاں تک کہ آپ کا خود ہی قول ہے کہ بیس برس تک تکبیراولیٰ مجھ سے فوت نہیں ہوئی اورنماز میں اگر دنیا کا خیال آجاتا تو میں اس نماز کودوبارہ ادا کرتا اوراگر بہشت اورآخرت کا خیال آتا تو میں سجدۂ سہوادا کرتا۔ (مسالک السالکین ج اص ۳۰۱ وشجرۃ الکاملین ص ۵۰ وتذکرۃ الاولیاء ص ۲۷۷)

آپ کا لباس

آپ ہمیشہ عالمانہ لباس کو زیب تن فرماتے ایک مرتبہ لوگوں نے کہا: یا شیخ طریقت! کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ مرقع پہنتے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اگر میں جانتا کہ مرقع پر طریقت کا انحصار ہے تو میں لوہے اور آگ کا لباس بناتا اور اس کو پہنتا مگر ہر وقت باطن میں ندا آتی ہے کہ لیس الاعتبار بالخرقة انما الا عتبار بالحرقة یعنی خرقہ کا اعتبار نہیں ہے بلکہ جان کے جلنے کا اعتبار ہے۔ (مسالک السالکین ج اص ۱۰ ۳ و شجرۃ الکاملین ص ۵۰ او تذکرۃ الاولیاء ص ۲۷۷)

بارگاہ رسالت میں آپ کا مقام

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ...... وہ خواب میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے انہوں نے دیکھا کہ بارگاہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہیں، اسی درمیان میں ایک شخص حاضر ہوا اور ایک استفتاء آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنید کو دے دو تا کہ وہ اس کا جواب لکھ دیں، اس شخص نے عرض کیا: فداك امی و ابی یا رسول اللہ آپ کے ہوتے ہوئے جنید کو کیسے دوں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس طرح انبیاء علیہم السلام کو اپنی ساری امت پر فخر تھا مجھ کو جنید پر فخر ہے۔ (خزینۃ الاصفیاء ج اص ۸۲)

مولائے کائنات سے عقیدت

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "شیخنا فی الاصوال و البلاء علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجهه" یعنی اصول و بلاء میں ہمارے مقتداء و پیشوا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہیں چنانچہ ایک مرتبہ ایک سیّد صاحب جوگیلان کے رہنے والے تھے اور حج کے ارادہ سے اپنے گھر سے نکلے ہوئے تھے یہاں تک کہ سفر کرتے ہوئے بغداد پہنچے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان سے دریافت فرمایا: کہاں کے رہنے والے ہو اور کس کی اولاد سے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں گیلان کا رہنے والا ہوں اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی اولاد میں سے ہوں۔ تو آپ نے ان سے بڑے ہی موثر انداز میں فرمایا: تمہارے دادا امیر المومنین تو دو تلواریں چلایا کرتے تھے ایک کفار و مشرکین پر اور دوسری نفس پر بتاؤ کہ تم کون سی تلوار چلاتے ہو؟ صرف اتنا سنتے ہی ان پر گریہ طاری ہوئی اور حالت وجد میں زمین پر لوٹنے لگے اور لوٹتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ بس میرا حج یہیں ہے، آپ مجھے راہ خدا سے آگاہ فرما دیجئے؟ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: تمہارا یہ سینہ خدا کا حرم خاص ہے اس لئے جہاں تک ہو سکے اس کے حرم خاص میں کسی نامحرم کو جگہ نہ دو۔

(کشف المحجوب ص ۱۱۹)

حقیقت حج آپ کی نظر میں

ایک مرتبہ آپ کی خدمت مبارکہ میں ایک شخص حاضر ہوا آپ نے ان سے دریافت فرمایا: تو کہاں سے آیا ہے؟ اس شخص

نے جواب دیا کہ میں حج کے لئے گیا تھا، آپ نے پوچھا تو کیا تم حج کر چکے؟ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں حج کر چکا ہوں آپ نے فرمایا: اچھا یہ تو بتاؤ کہ شروع میں جب تم اپنے گھر سے نکلے اور اپنے وطن کو چھوڑا تو کیا سب گناہوں کو بھی اپنے پیچھے چھوڑ دیا؟

اس نے جواب دیا: نہیں، آپ نے کہا: تو نے سفر حج اختیار ہی نہیں کیا۔

سوال: جب تم گھر سے روانہ ہوئے اور جس جگہ رات کو قیام کیا تو کیا اس مقام میں تو نے طریق حق میں سے کچھ بھی قطع کیا؟ یعنی راہ سلوک کی بھی منزل طے کیا؟

جواب: نہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: پس تو نے کوئی منزل طے ہی نہیں کی۔

سوال: جب تو نے میقات میں احرام باندھا تو کیا تو نے لوازم بشریت کو بھی ویسے ہی اتار پھینکا تھا جیسے کہ اپنے کپڑوں کو؟

جواب: نہیں، آپ نے فرمایا: اس طرح تو نے احرام باندھا ہی نہیں۔

سوال: جب تو نے عرفات کے میدان میں قیام کیا تو کیا اس قیام میں کشف و مشاہدۂ حق کی سعادت بھی تجھے حاصل ہوئی؟

جواب: نہیں، پس تو نے میدان عرفات میں قیام ہی نہیں کیا۔

سوال: جب تو مزدلفہ میں گیا اور تیری مراد حاصل ہوگئی تو کیا اس مراد کو پا کر تو نے باقی تمام مرادوں کو ترک کر دیا؟

جواب: نہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: تو مزدلفہ میں بھی نہیں گیا۔

سوال: جب تو نے بیت اللہ کا طواف کیا تو کیا تو نے اپنے باطن کو مقام تنزیہ میں لطائف جمال حق میں محو پایا؟

جواب: نہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: تو نے طواف بھی نہیں کیا۔

سوال: جب تو نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تو کیا مقام صفا اور درجہ مروہ کا احساس و ادراک بھی تجھے ہوا؟

جواب: نہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: تو نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ہی نہیں۔

سوال: جب تو منیٰ میں پہنچا تو کیا تیری آرزوئیں تجھ سے ساقط ہو گئیں؟

جواب: نہیں...... آپ نے ارشاد فرمایا: تو ابھی منیٰ میں گیا ہی نہیں۔

سوال: قربان گاہ میں پہنچ کر جب تو نے قربانی دی تو کیا اس کے ساتھ ہی اپنی نفسانی خواہشات کو بھی قربان کر ڈالا تھا؟

جواب: نہیں آپ نے ارشاد فرمایا: تو نے قربانی بھی نہیں کی۔

سوال: جب تو نے کنکریاں پھینکیں تو کیا تو نے نفسانی لذات و شہوات کو بھی ساتھ ہی پھینک دیا تھا؟

جواب: نہیں...... آپ نے ارشاد فرمایا: تو نے ابھی کنکریاں بھی نہیں پھینکیں اور نہ حج ہی کیا جاؤ اور واپس چلے جاؤ اس طرح حج کر کے آنا کہ تو مقام ابراہیم تک پہنچ جائے۔ (کشف المحجوب ص ۱۱۴)

مسند رشد و ہدایت

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ جب راہ سلوک میں کامل و اکمل ہوگئے اور آپ کی مقبولیت ہر چہار جانب پھیلنے لگی تو حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ نے آپ کو حکم دیا جنید اب تم وعظ کہو؟ اس بات کی وجہ سے آپ تردد میں پڑ گئے اور عرض کی: شیخ وقت کی موجودگی میں کس طرح تقریر کروں؟ کیونکہ یہ سراسر خلاف ادب ہے؟ اسی حالت میں رہے کہ ایک رات خواب میں آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ کو وعظ کہنے کے لیے ارشاد فرمایا آپ جب صبح کو بیدار ہوئے تو اپنے شیخ طریقت سے خواب کو بیان کرنے کے لئے سوچا یہاں تک کہ آپ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ آپ کے شیخ طریقت حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ پہلے ہی سے آپ کے انتظار میں دروازے پر کھڑے ہیں، جب آپ قریب ہوئے تو آپ سے ارشاد فرمایا: کیا ابھی تک آپ اسی خیال میں ہیں کہ دوسرا آپ سے وعظ کہنے کے لئے کہے، ہم سب تو پہلے ہی سے آپ کو وعظ کے لئے کہہ رہے تھے لیکن آپ نے اس پر توجہ نہ دی اب تو قاسم نعمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے اس لئے اب تو آپ کو وعظ کہنا ہی چاہئے۔ تو آپ نے اپنے شیخ طریقت سے دریافت فرمایا: آپ کو کس طرح علم ہوگیا کہ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے؟ تو شیخ طریقت نے ارشاد فرمایا: میں نے رب کائنات کو خواب میں دیکھا اور ساتھ ہی ایک غیبی آواز آئی کہ میرے رسول نے جنید سے کہا ہے کہ وہ منبر پر کھڑے ہو کر وعظ کہے تو آپ نے فرمایا: میں اس شرط پر وعظ کہوں گا کہ چالیس سے زیادہ آدمی اس میں موجود نہ ہوں، چنانچہ آپ نے وعظ کہنا شروع کیا تو اٹھارہ آدمی جاں بحق ہوگئے، پھر آپ نے زیادہ وعظ نہ کہا اور مکان پر واپس آئے۔

(کشف المحجوب ص ۲۰۱ وخزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۸۳ وتذکرۃ الاولیاء ص ۲۸۱)

فصاحت کلام

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے کلام میں عظیم خوبی و اثر اندازی تھی چنانچہ منقول ہے کہ ابن شریح کا گزر آپ کی مجلس میں ہوا تو لوگوں نے فرمایا: آپ کے کلام میں عجیب شان نظر آتی ہے، پھر لوگوں نے سوال کیا کہ یہ تو بتلائیں کہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں کیا اپنے علم سے فرماتے ہیں؟ ابن شریح نے جواب دیا کہ مجھے یہ معلوم نہیں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ان کا کلام عجب شان وشوکت کا ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ گویا حق تعالیٰ ان کی زبان سے کہلواتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۸۲)

ایک دانا مرید

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے ایک مرید تھے جن کی طرف آپ زیادہ توجہ فرماتے تھے، کچھ لوگوں کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی آپ کو جب اس بات سے آگاہی ہوئی تو ارشاد فرمایا: میرا یہ مرید ادب وعقل میں تم سب سے فائق و بلند ہے اس وجہ

سے میں اسے بہت زیادہ چاہتا ہوں جس کا ثبوت ابھی میں تمہیں دے رہا ہوں؟ تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اس میں کون سی خوبی ہے چنانچہ آپ نے ہر ایک مرید کو ایک ایک چھری مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا: ایسی جگہ سے ان مرغیوں کو ذبح کر کے لاؤ جہاں کوئی دیکھنے والا موجود نہ ہو؟ چنانچہ سبھی مریدین وہاں سے چلے گئے اور پوشیدہ جگہوں سے مرغیوں کو ذبح کر کے لے آئے لیکن وہ آپ کا مرید خاص اس مرغی کو زندہ واپس لے آیا۔ حضرت نے دریافت کیا کہ تم نے ذبح کیوں نہیں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضور! میں جس جگہ بھی پہنچا وہاں قدرت الٰہی کو موجود پایا اور اس کو دیکھنے والا پایا اس لئے مجبوراً واپس لے آیا ہوں۔ اس جواب کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا: تم سبھی لوگوں نے سن لیا یہ اس کا خاص وصف ہے جس کی وجہ سے میں اسے بہت چاہتا ہوں۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۸۲)

آپ کا توکل

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے پانچ سو اشرفیاں لا کر نذر کرنی چاہیں، آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تیرے پاس ان اشرفیوں کے علاوہ اور بھی مال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں حضور! اور بھی ہے۔ آپ نے دوسرا سوال کیا کہ یہ بتاؤ کہ اب آئندہ تجھے اور مال کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اس نے عرض کیا: ہاں ضرورت کیوں نہیں ہے، ہر وقت ضرورت ہے تو آپ نے فرمایا: بس اپنی اشرفیاں واپس لے جاؤ، تو مجھ سے زیادہ محتاج ہے کیونکہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے باوجود اس کے پھر بھی مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اور باوجودیکہ ترے پاس دولت ہے اور اس کے ہوتے ہوئے بھی اور دولت کا ضرورت مند ہے براہ کرم اپنا مال لے لو، کیونکہ میں محتاج سے نہیں لیتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک میرا مولا ہی غنی ہے اور دو جہان فقیر ہیں۔ (سچی حکایات)

واقعہ ایک ضعیفہ کا

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک ضعیفہ آئی اور عرض کیا: حضور! میرا بیٹا نہ معلوم کہاں چلا گیا ہے آپ دعا فرمائیں تاکہ وہ واپس آجائے آپ نے ارشاد فرمایا: صبر کرو، بڑھیا وہاں سے گھر چلی گئی، مگر کچھ دنوں کے بعد پھر حاضر ہوئی اور آپ سے دعا کی طالب ہوئی تو آپ نے پھر فرمایا: اے ضعیفہ صبر کرو! بڑھیا واپس لوٹ آئی اور کچھ دنوں تک تو صبر کیا مگر جب اس میں صبر کی طاقت نہ رہی تو پھر تیسری مرتبہ بالکل دیوانوں کی طرح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: اے جنید! اب میرے اندر اپنے لڑکے کی جدائی پر صبر کرنے کی طاقت نہ رہی للہ آپ دعا کیجئے کہ میرا بچہ واپس آجائے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے ضعیفہ! اگر تو اپنے اضطراب و بیقراری میں سچی ہے تو اپنے گھر جا تیرا بچہ انشاء اللہ تجھ کو گھر مل جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ یعنی اللہ تعالیٰ بیقراروں کی فریاد کو ضرور سنتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔ اس کے بعد بڑھیا حضرت کے پاس سے جب گھر لوٹی تو دیکھا کہ اس کا بیٹا بڑی دیر سے گھر آیا ہوا ہے اور اپنی ضعیفہ ماں کا انتظار کر رہا ہے۔

(مسالک السالکین ج ۱ ص ۲۰۷ و شجرۃ الکاملین ص ۱۷۲)

کشف وکرامات

ایک مرید کا واقعہ

آپ کا ایک مرید جو بصرہ میں رہتا تھا اس کے دل میں ایک روز گناہ کا خیال پیدا ہوا، اس کو یہ خیال آتے ہی اس کا پورا چہرہ سیاہ ہوگیا اور جب اس نے اپنی صورت کو آئینہ میں دیکھا تو بڑا گھبرایا اور شرم وندامت کے مارے گھر سے باہر نکلنا بھی ترک کردیا، الغرض تین روز کے بعد اس کے منہ کی سیاہی کم ہوتے ہوتے بالکل دور ہوگئی اور اس کا چہرہ پھر پہلے کی طرح روشن ہوگیا، اسی روز ایک شخص آیا اور حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا خط دیا جب اس نے خط پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ اپنے دل کو اپنے قابو میں رکھو اور بندگی کے دروازے پر ادب سے رہو اس لئے کہ آج مجھے تین دن ورات دھوبی کا کام کرنا پڑا کہ تمہارے منہ کی سیاہی دور ہو۔ (مسالک السالکین ص ۴۰۷)

ایک مجوسی کا واقعہ

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مجوسی اپنے گلے میں زنار ڈالے اور مسلمانوں کا لباس پہن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضور! ایک حدیث شریف کا مطلب دریافت کرنے آیا ہوں، حدیث میں آیا ہے: اتقوا بفراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله "یعنی مومن کی فراست سے ڈرو اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے"۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے اس کے اس سوال کو سن کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا: اس حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ تو اپنا زنار توڑ کفر چھوڑ، اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجا۔ مجوسی نے جب آپ کے اس جواب کو سنا تو دنگ رہ گیا اور فوراً پکار اٹھا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲۳)

مرید کو شیطانی کرشمہ سے نجات دلانا

آپ کے ایک مرید کا واقعہ ہے کہ اس پر یہ جنون طاری ہوگیا کہ میں اب کامل ہوگیا ہوں اور میرے لئے اب جلوت سے خلوت بہتر ہے چنانچہ وہ گوشہ نشین ہوگیا اس کی یہ حالت ہوگئی کہ ہر رات وہ فرشتوں کو خواب میں دیکھتا جو اس کے لئے اونٹ حاضر کرکے کہتا کہ چلو ہم تمہیں جنت میں لے چلتے ہیں؟ چنانچہ وہ اس اونٹ پر سوار ہوکر ایک سرسبز وشاداب مقام پر جاتا جہاں وہ بہت سے حسین وجمیل آدمیوں کو دیکھتا اور نہایت نفیس وعمدہ کھانے اور صاف وشفاف نہریں پاتا اور پھر وہاں کچھ دیر قیام کرتا اور اس کی یہ حالت یہیں تک ہوئی کہ وہ لوگوں سے کہنے لگا کہ میں ایسا ہوں کہ ہر روز بہشت میں جاتا ہوں؟...... اس کی یہ خبر جب حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ اس کی خبرگیری کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کو دیکھا کہ وہ نہایت شان وشوکت سے بیٹھا ہوا ہے، آپ کے دریافت فرمانے پر اس نے تمام حال ظاہر کیا؟ تو آپ نے اس کو سمجھایا کہ آج رات جب تم وہاں پہنچو تو ذرا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھنا؟ وہ حسب معمول رات کو جب خواب کی حالت

میں شیطان کی جنت میں پہنچا تو آزمائش کے طور پر لاحول پڑھی، اس کا پڑھنا تھا کہ سب چیخ اٹھے اور اس کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اب وہ دیکھتا کیا ہے گھوڑے پر سوار ہے اور مُردوں کی ہڈیاں اس کے آگے رکھی ہوئی ہیں اس کو دیکھ کر وہ بہت تیز چونکا اور اپنی غلطی کو فوراً معلوم کرلیا یہاں تک کہ صبح اٹھ کر توبہ کی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور یہ بات اس کے ذہن میں نقش ہو گئی کہ مرید کے لئے تنہائی زہر ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۸۴ وخزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۸۴، ۸۵)

آپ کی نگاہ غضب

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی شہرت بڑھی تو کچھ فتنہ گر وکوتاہ اندیش آپ کی مخالفت کرنے لگے اور خلیفہ کے پاس شکایت کی کہ خلیفہ نے ان لوگوں کی باتیں سن کر جواب دیا کہ بغیر دلیل کے اس کو کس طرح تم زیر کر سکتے ہو؟ اس لئے میرے پاس ایک لونڈی ہے جس کو میں نے تین ہزار دینار میں خریدا ہے اور اس کے حسن و جمال کے مدمقابل کوئی دوسری عورت نہیں ہے لہٰذا اس کو زر و جواہرات اور قیمتی زیورات سے آراستہ اور نفیس و پاکیزہ کپڑے پہنا کر حاضر خدمت کرو جب وہ کنیز تیار ہو کر خلیفہ کے پاس حاضر ہوئی تو اس نے اس لونڈی سے کہا: تم کو فلاں مقام پر جنید کے پاس جانا ہے اور وہاں جا کر اپنے منہ سے نقاب ہٹا دینا اور اپنے آپ کو ان کے آگے پیش کر دینا اور ان سے کہنا کہ میرے پاس مال و دولت بہت ہے لیکن دنیا سے میرا دل اٹھ گیا ہے، اب میں آپ کے پاس آئی ہوں کہ آپ مجھ کو قبول کرلیں اور پھر آپ کی صحبت میں رہ کر خدا کی طاعت و بندگی کروں اور اس کنیز کے ساتھ ایک غلام بھی مقرر کر دیا تا کہ وہ سب حال کو دیکھے۔ چنانچہ لونڈی آپ کے پاس حاضر ہوئی اور آتے ہی اپنے منہ سے نقاب الٹ دیا اور جونہی نقاب اٹھایا بے اختیار آپ کی نظر اس پر پڑی اور دیکھ کر فوراً اپنے سر کو نیچے کرلیا اس وقت لونڈی کو خلیفہ نے جو تعلیم دی تھی اس کو کہنا شروع کیا آپ نے اس کی پوری باتیں سن کر اچانک سر کو اٹھایا آہ، آہ اپنی زبان سے کہا، اتنا کہنا تھا کہ لونڈی اس کی تاب نہ لاسکی اور نگاہ پڑتے ہی مر گئی۔ خادم نے جا کر خلیفہ سے ساری کیفیت بیان کی اس کے دل پر بڑی شدید چوٹ لگی اور کہا: کچھ لوگ مشائخ کے خلاف ایسی باتیں کرتے ہیں جو نہیں کرنی چاہئیں۔ شیخ ایک درجہ عالیہ پر فائز ہوتا ہے جو کچھ وہ دیکھتا ہے ہماری نگاہیں وہاں نہیں پہنچ سکتیں۔

ملفوظات

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے کچھ ارشادات و ملفوظات لکھے جاتے ہیں جو رموز و معارف کا خزینہ اور اہل طریقت کے لئے بہترین گنجینہ ہے۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ صوفی زمین کی مانند ہوتا ہے کہ تمام پلیدی اس پر ڈالی جاتی ہے اور وہ سرسبز ہو کر نکلتی ہے فرمایا تصوف اجتماع سے ایک ذکر ہے اور سماع سے ایک وکد ہے اور اتباع سے ایک عمل ہے، تصوف کا اشتقاق صوف سے ہے اور جو اس کے ماسوا سے برگشتہ ہوا وہی صوفی ہے، صوفی وہ ہے جس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح دنیا کی دوستی سے پاک ہو

اور فرمان الٰہی بجالانے والا ہو، اس کی تسلیم حضرت اسماعیل کی تسلیم کی طرح ہو اور اس کا غم واندوہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح ہو اور اس کا صبر حضرت ایوب علیہ السلام کے مانند ہو اور اس کا ذوق وشوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہو اور مناجات میں اس کا اخلاص حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہو، فرمایا: تصوف وہ نعمت ہے کہ بندہ کا قیام اس پر منحصر ہے لوگوں نے پوچھا کہ وہ نعمت خلق ہے یا نعمت حق ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کی حقیقت حق تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس کی رحمت نعمت خلق ہے فرمایا: تصوف تمام علاقوں کو ترک کر کے حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونا ہے، اور فرمایا: تصوف وہ ہے جو تجھے مارتا ہے اور اپنے سے زندہ کرتا ہے۔ (شجرۃ الکاملین ص ۱۵۳،۱۵۴، تذکرۃ الاولیاء ص ۲۸۹ و کشف المحجوب ص ۶۸)

لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ توحید کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: توحید کے معنی یہ ہیں کہ آدمی اس میں ناپید و گم ہو جائے اور اس میں پوشیدہ ہو جائے، فنا و بقا کے متعلق ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ کے لئے اور فنا ماسوا اللہ کے لئے ہے۔ تجرید کے بارے میں ارشاد فرمایا: ظاہر کا اغراض سے پاک وخالی ہونا اور باطن کا اغراض سے خالی ہونا ہے۔ تفکر کے متعلق ارشاد فرمایا: اس کی کئی قسمیں ہیں اول یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی آیات میں تفکر و غور کیا جائے اس کی علامت یہ ہے کہ اس سے معرفت پیدا ہوتی ہے دوسرا تفکر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات میں کیا جائے، اس سے حق تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہوتی ہے۔ تیسرا تفکر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے وعدوں میں کیا جائے کہ اس سے ہیبت پیدا ہوتی ہے۔ چوتھا تفکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور احسان میں فکر کرنا کہ اس سے حیا پیدا ہوتی ہے لوگوں نے دریافت کیا کہ بندہ حقیقت عبودیت کو کس وقت دریافت کرتا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: جب وہ ہر شے کا حق تعالیٰ کو مالک دیکھتا ہے اور سب کا ظہور حق تعالیٰ سے سمجھتا ہے اور سب کا قیام خدا تعالیٰ سے پاتا ہے اور سب کی جائے بازگشت حق تعالیٰ کو جانتا ہے، جب تمام باتیں بندے پر ثابت ہو جاتی ہیں اس وقت رتبہ عبودیت پر پہنچتا ہے۔ صدق کے بارے میں ارشاد فرمایا: صدق صادق کی صفت ہے اور صادق وہ ہے جس کو تم سنی ہوئی صفات کے مطابق دیکھو اور تمام عمر اس کو ایسا ہی پاؤ اور صدیق وہ ہے جس کے اقوال واحوال وافعال میں ہمیشہ صدق پایا جائے، اخلاص کے متعلق ارشاد فرمایا: اخلاص فرض ہے فریضہ میں اور نفل ہے نفل میں اور اخلاص یہ ہے کہ تو نفس کو حق تعالیٰ کے معاملے سے باہر نکال دے کیونکہ وہ ربوبیت کا مدعی ہے۔

لوگوں نے آپ سے دریافت فرمایا: خوف کی تشریح فرمادیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہر وقت عذاب کا منتظر رہنا ہے پوچھا کہ خلق پر شفقت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی خواہش ورغبت سے کوئی چیز طلب کرے تو اس کو وہ دیدے اور پھر اس پر احسان نہ رکھے، کیونکہ وہ اس کی برداشت نہیں رکھتا اور جو بات وہ جانتا ہو اس سے نہ کہے۔ آپ سے لوگوں نے دریافت فرمایا: تنہائی کب اختیار کرنی چاہئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اس وقت جب تم کو اپنے نفس سے تنہائی حاصل ہو جائے۔ لوگوں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ بزرگ و پیارا کون ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ درویش جو رضائے الٰہی پر راضی رہے لوگوں نے سوال کیا کہ ہم لوگ کیسے لوگوں کی صحبت اختیار کریں؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

ایسے لوگوں کی جو نیکی کریں اور اس کو بھلا دیں اور اگر کوئی قصور تم سے سرزد ہو جائے تو اسے معاف کردیں، آپ سے سوال کیا گیا کہ بندہ کی کون سی شے فضیلت رکھتی ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: خدا کی یاد میں رونا، لوگوں نے پوچھا: بندہ کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: جو دوسروں کی بندگی سے آزاد ہو، پوچھا گیا کہ مرید کون ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: جو علم کی نگہداشت کرے اور مراد وہ ہے جو حق تعالیٰ کی رعایت میں ہو۔ لوگوں نے پوچھا: تواضع کیا شے ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: سر کو جھکانا اور زمین پر سونا لوگوں نے دریافت فرمایا: حجاب کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: حجاب کی تین قسمیں ہیں: نفس، خلق، دنیا اور یہ عام لوگوں کے لئے ہے اور جو خاص لوگوں کے لئے حجاب ہے اس کی بھی تین قسمیں ہیں: دیکھنا عبادت کا، دیکھنا ثواب کا اور دیکھنا کرامت کا۔ نیز فرمایا: عالم کی لغزش حلال سے حرام کی طرف متوجہ ہونا ہے اور درویش کی لغزش بقا سے فنا کی طرف جھکنا ہے اور عارف کی لغزش کریم سے کرامت کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۲۹۳ وکشف المحجوب وعوارف المعارف)

نسبت کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا: تمام نسبتوں میں بلند ترین نسبت میدان توحید میں غور وفکر کرنا ہے اور خلق پر تمام راستے سوائے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے راستوں کے بند ہیں اور فرمایا: جو قرآن کا پیرو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتا ہو اس کی تقلید نہ کرو اور ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان چار دریا ہیں، جب تک بندہ ان کو طے نہیں کرے گا حق تعالیٰ کا واصل نہیں ہو سکتا۔ اول دنیا کا دریا ہے جو زہد کی کشتی سے طے ہوتا ہے، دوئم آدمیوں کا دریا ہے اس کی کشتی اس سے دور رہنا ہے، سوئم ابلیس لعین ہے اس کی مخالفت اس کی کشتی ہے یعنی مخالفت نفس مخالفت ابلیس ہے اور پھر ارشاد فرمایا: نفس اور شیطان کے وسوسوں اور خدشوں میں یہ فرق ہے کہ نفس جس چیز کی خواہش کرتا ہے جب تک اس کو حاصل نہیں کر لیتا آرام نہیں لیتا چاہے تم اس کو کتنا ہی منع کرو، اگر اس وقت باز بھی آ جائے تو پھر کسی دوسرے وقت میں رنگ لاتا ہے غرض کہ بغیر اپنی خواہش کے حاصل کئے چین نہیں پاتا مگر شیطان کا وسوسہ لاحول شریف کے پڑھنے سے دور ہو جاتا ہے اور پھر نزدیک نہیں آتا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۲۸۷)

وصال کے حیرت انگیز واقعات

جب آپ کو اپنے وصال کا علم ہو گیا تو آپ نے حکم دیا کہ مجھے وضو کراؤ یہاں تک کہ آپ کو وضو کرایا گیا، وضو کراتے وقت لوگ انگلیوں میں خلال کرنا بھول گئے جب آپ نے یاد دلایا تو لوگوں نے خلال بھی کرایا اس کے بعد آپ سجدہ میں جا کر زار وقطار رونے لگے، لوگوں نے کہا: اے ہمارے طریقت کے سردار! باوجود اس قدر طاعت وبندگی کے جو آپ آگے بھیج چکے ہیں یہ سجدہ کا کون سا وقت ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: جنید اس وقت سے زیادہ محتاج کسی وقت میں نہ تھا۔ پھر آپ نے قرآن شریف کی تلاوت فرمائی تو ایک مرید نے کہا: حضور! آپ قرآن شریف پڑھتے ہیں؟ اس کے جواب میں

آپ نے ارشاد فرمایا: میرے لئے اس سے بہتر وقت اور کون سا ہوگا کہ عنقریب میرا نامہ اعمال تہہ کردیا جائے گا اور میں اپنی ستر سالہ عبادت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں جو ہوا میں ایک باریک سے تار میں لٹک رہی ہے اور ایک تند و تیز ہوا سے ہل رہی ہے میں نہیں جانتا کہ یہ ہوا وصلیت کی ہے یا قطعیت کی، اور ایک طرف مجھے پل صراط نظر آرہا ہے اور دوسری جانب ملک الموت کو دیکھ رہا ہوں اور ایسے قاضی کو جس کی صفت عدل کرنا ہے وہ توجہ نہیں کرتا اور راستہ میرے سامنے ہے میں نہیں جانتا کہ مجھے کس راستہ سے لیجایا جائے گا پھر آپ نے قرآن شریف ختم فرمایا اور سورۂ بقرہ کی ستر آیات تلاوت فرمائیں۔ لوگوں نے کہا: حضور اللہ، اللہ کا ورد کیجئے! آپ نے فرمایا: مجھے کیوں یاد دلاتے ہو، میں نے اسے فراموش تو نہیں کیا ہے؟ پھر آپ نے حق تعالیٰ کی تسبیح کو انگلیوں کے پوروں پر پڑھنا شروع کیا جب انگشت شہادت پر پہنچے تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر پڑھا: ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' اور آنکھیں بند فرمالیں اور واصل من اللہ ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۲۹۴ و شجرۃ الکاملین ص ۱۸۲)

وصال کے بعد آپ کو غسل دیا گیا اور جب غسل دینے والوں نے آپ کی آنکھوں پر پانی ڈالنا چاہا تو ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اپنے ہاتھوں کو ہمارے دوست کی آنکھوں پر نہ رکھو کیونکہ ایسی آنکھیں جو ہمارے نام کے ذکر سے بند ہوئی ہوں وہ بغیر ہمارے دیدار کے نہ کھلیں گی، پھر لوگوں نے انگلیاں کھولنی چاہی لیکن نہ کھول سکے اور آواز آئی کہ جو انگلیاں ہمارے نام کی تسبیح سے بند ہوں وہ بلا ہمارے حکم کے نہ کھل سکیں گی۔ (مسالک السالکین ج ا ص ۲)

جنازہ کی روانگی

غسل وغیرہ سے فراغت کے بعد جب آپ کے جنازہ مبارکہ کو اٹھایا گیا تو ایک سفید کبوتر آیا اور جنازہ کے ایک کونے پر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اس کو اڑانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ اڑا اور جواب دیا کہ مجھے اور اپنے آپ کو رنج نہ دو کیونکہ میرے پنجے میخ عشق سے جنازہ کے کونے پر گڑے ہوئے ہیں، آج جنازہ کو اٹھانے کی تکلیف نہ کرو کیونکہ آج آپ کا قالب فرشتوں کے حصہ میں ہے اگر تم شور و غوغا نہ کرتے تو آپ کا جسم سفید باز کی طرح ہوا میں اڑتا ہوتا۔ (مسالک السالکین ج ص ۳۸)

تاریخ وصال

آپ کا وصال ۲۷ رجب المرجب بروز جمعہ ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ کو ہوا یہ عبدالمقتدر باللہ کا دور تھا۔ (مسالک السالکین ج ص ۳۸)

خلفائے کرام

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے چار جلیل القدر خلفاء ہیں جنہوں نے آپ کے سلسلہ کو فروغ دیا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) حضرت شیخ ابوبکر شبلی (۲) حضرت منصور ابرار جو انا الحق کہنے کے سبب دار پر چڑھائے گئے (۳) حضرت شاہ محمد بن اسود دینوری (۴) حضرت شاہ اسماعیل العزیز رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (شجرۃ الکاملین ص ۱۸۴)

مزار مقدس

آپ کا مزار مقدس مقام شونیز میں واقع ہے جو بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے[1]۔ ایک بار حضرت ابو بکر شبلی رضی اللہ عنہ آپ کے مزار مقدس کے پاس حاضر تھے ایک شخص نے آپ سے ایک مسئلہ دریافت فرمایا تو آپ نے جواباً یہ شعر پڑھا ع

انی لا ستحییت الذی فی التراب بینا

کما کنت استحییت وھو یرانی

"یعنی مجھے اس شخص سے جو قبر میں ہیں اس طرح شرم آتی ہے جیسا کہ وہ میری طرف نظر کرتے تھے تو مجھے شرم آتی تھی"۔

اسی طرح حضرت فرید الدین عطار ۶۲۷ھ ارشاد فرماتے ہیں کہ بزرگوں کا حال حیات و وفات میں ایک ہی سا رہتا ہے اور مجھے شرم آتی ہے کہ میں ان کی قبر کے سامنے مسئلہ کا جواب دوں جس سے میں زندگی میں شرم کرتا تھا"۔ (شجرۃ الکاملین ص ۱۸۴)

واقعہ بعد وصال

بعد وصال ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا اور آپ سے دریافت فرمایا: نکیرین کے سوالات آپ سے کس طرح ہوئے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: نکیرین نے آکر مجھ سے کہا: تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے ہنس کر جواب دیا کہ میرا رب وہ ہے جس نے روز ازل میں بلٰی یعنی اقرار بندگی کرایا ہے پس جو شخص بادشاہ کو جواب دے چکا ہو ایک غلام کا جواب دینا کیا مشکل ہے "اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ وَھُوَ یَھْدِیْنَ" جب میں نے یہ کہا: تو وہ چلے گئے اور کہا: یہ تو ابھی تک محبت کے سکر میں ہے اور اسی مستی میں پڑا ہے۔ (شجرۃ الکاملین ص ۱۸۴)

---

[1] موجودہ ریلوے سٹیشن کے قریب والی قبرستان میں جہاں قریب دو لاکھ اولیاء اللہ مدفون ہیں۔ رضوی ۱۲

نور دوازدہم

مجدد اسلام
حضرت شیخ جعفر ابو بکر شبلی
(رضی اللہ عنہ)

۲۴۷ھ ۸۶۱ء..........۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ ۹۵۵ء

یا جنید، اے بادشاہ جند عرفاں المدد
شبلیا، اے شبل شیر کبریا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى الشيخ ابى بكر الشبلى رضى الله تعالىٰ عنه

بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت ۲۴۷ھ/۸۶۱ء میں بمقام سامرہ (جو نواح بغداد میں ہے) ہوئی اور وہیں پر آپ کی نشوونما ہوئی مگر ایک قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت سرشتہ میں ہوئی۔ (مسالک السالکین ج ۱ص ۲۱۶)

اسم مبارک وکنیت

آپ کا نام نامی واسم گرامی جعفر ہے اور کنیت ابو بکر ہے اور آپ کے نام کے سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نام اس طرح ہے۔ دلف بن جعفر اور دلف بن جحدر مگر آپ کے مرقد مبارک پر آپ کا نام جعفر بن یونس کندہ ہے اور لقب آپ کا مجدد تھا۔ (مسالک السالکین ج ۱ص ۲۱۶)

شبلی کی وجہ تسمیہ

آپ کو شبلی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ موضع شبلہ یا شبلیہ کے رہنے والے تھے۔

علوم اسلامی کی تحصیل

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک علم فقہ وحدیث پڑھا یہاں تک کہ علم کا دریا میرے سینے میں موجزن ہو گیا، پھر میں معلمان طریقت کی خدمت مبارکہ میں گیا اور ان سے کہا: مجھے علم الٰہی کی تعلیم دو؟ مگر کوئی شخص بھی نہ جانتا تھا بلکہ انہوں نے کہا: کسی چیز کا نشان کسی چیز سے ملتا ہے لیکن غیب کا کوئی نشان نہیں ہوتا، میں ان کی بات سن کر حیران رہ گیا اور کہا: آپ لوگ تو خود اندھیری رات میں ہیں اور الحمدللہ کہ میں صبح روشن میں ہوں، پھر میں نے حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنی ولایت کو ایک چور کے سپرد کر دیا حتیٰ کہ جو کچھ اس نے میرے ساتھ کیا وہ کیا، آپ ائمہ اربعہ میں سے امام مالک کے مقلد تھے اور کتاب موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ آپ کو زبانی یاد تھی۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۶۴ وتاریخ اولیاء ج ۱ص ۲۱۸)

فضائل

صاحب علم وحال علوم ظاہری وباطنی، واقف رموز خفی وجلی حضرت شیخ جعفر ابو بکر شبلی رضی اللہ عنہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے بارہویں امام وشیخ طریقت ہیں آپ مرید وخلیفہ سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ عبادات ومجاہدات ومکاشفات میں آپ کا مقام بہت ہی بلند ہے اور آپ کے نکات وعبادات اور رموز واشارات وریاضات وکرامات

احاطہ تحریر سے باہر ہیں، جتنے بھی مشائخ آپ کے زمانے میں تھے، آپ نے ان کی زیارت کی اور ان کی صحبت میں رہے۔ آپ نے علوم طریقت کو بدرجہ کمال حاصل فرمایا چونکہ آپ کی زبان سے ایسے اسرار و رموز کا اظہار ہونے لگا جو لوگوں کی عقلوں سے بہت بلند و بالا ہوتا جس کی وجہ سے ناواقف لوگ آپ کو دیوانہ بھی کہتے تھے۔

ذکر ومجاہدہ

منقول ہے کہ آپ کچھ دنوں تک ایک درخت پر گھومتے اور ہو، ہو کہتے، لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کی یہ کیسی حالت ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس درخت پر ایک فاختہ ہے جو کو، کو کہہ رہی ہے اس لئے میں بھی اس کی موافقت میں ہو، ہو کہہ رہا ہوں۔ یہاں تک کہ راوی کا بیان ہے کہ جب تک آپ خاموش نہ ہوتے، فاختہ بھی خاموش نہ ہوتی اور آپ مجاہدہ کی ابتداء میں آنکھوں میں نمک ڈال لیا کرتے تا کہ تمام رات جاگتے رہیں اور آنکھوں میں نیند نہ آئے۔ آپ ارشاد فرماتے کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص سوتا ہے وہ غافل ہوتا ہے اور جو غافل ہوتا ہے وہ سوتا ہوتا ہے۔ روایت ہے ایک دن آپ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے اللہ، اللہ کی کثرت کرر ہے تھے کہ ایک درویش نے آپ کو کہا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کیوں نہیں کہتے؟ آپ نے یہ سن کر نعرہ لگایا اور فرمایا: میں خوف کرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں لا کہتے ہی میں رہ جاؤں اور اللہ تک پہنچنے سے پہلے ہی میرا دم نکل جائے اور اسی وحشت میں دنیا سے چلا جاؤں اس بات سے اس درویش پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اور لرزہ براندام ہو کر اس کی جان پرواز کر گئی، اس درویش کے وصال کے بعد اس کے رشتہ دار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو گرفتار کر کے دارالخلافت میں لے گئے، اس وقت آپ غلبہ وجد سے اس طرح چل رہے تھے جیسے ایک مست آدمی چلتا ہے۔ یہاں تک کہ درویش کے رشتہ داروں نے آپ پر اس جوان درویش کے خون کا دعویٰ کیا۔ خلیفہ نے آپ کو کہا: تمہارے پاس اس دعویٰ کا کیا جواب ہے؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ جان عشق کی آگ کے شعلہ سے بقا کے انتظار میں تھی، اس لئے حق تعالیٰ کے جلال نے اس کو بالکل جلا دیا ہے اور تمام علایق سے قطع تعلق کر لیا ہے اور جب شوق سے اس کی طاقت نہ رہی، ساتھ ہی صبر کی کمی ہوئی یہاں تک کہ جو امور اس کے سینہ باطن میں عشق کا تقاضا کرنے والے پوشیدہ تھے، وہ مشاہدہ جمال سے بجلی کی مانند بھڑک اٹھے اور قلب پر اثر کیا پھر سوختہ جان مرغ کی طرح بدن سے نکل کر پرواز کر گئی۔ اب آپ ہی بتائیں کہ اس میں شبلی کا کیا جرم و گناہ ہے؟ آپ کی یہ تقریر عارفانہ سن کر خلیفہ نے کہا: شبلی کو جلد یہاں سے بھیج دو کیونکہ صرف ان کی باتوں ہی سے میرے دل پر ایک ایسی صفت و کیفیت طاری ہوئی ہے کہ کہیں میں بیہوش نہ ہو جاؤں۔ (شجرۃ الکاملین ص ۱۹۶ و خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۸۸)

ترک امارت نہاوند

آپ نہاوند کی امارت پر فائز تھے کہ ایک مرتبہ دربار خلافت میں تمام امراء کے نام سے حاضری کے پروانے جاری ہوئے

آپ بھی بحیثیت امیر دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت خلیفہ نے جملہ امرائے سلطنت کو خلعت سے نوازا۔ اس اثناء میں ایک امیر کو چھینک آئی اور اس نے اسی خلعت سے اپنے منہ اور ناک کو صاف کیا، لوگوں نے اس فعل سے خلیفہ کو آگاہ کر دیا، خلیفہ نے اس سے وہ خلعت چھین لی اور امارت سے بھی معزول کر دیا آپ جب اس حال سے آگاہ ہوئے تو سوچا کہ جو شخص مخلوق کے دیئے ہوئے خلعت کے ساتھ بے ادبی کرتا ہے تو وہ عزل واستخفاف کا مستحق ٹھہرتا ہے اور اس خلعت ورتبہ چھین لیا جاتا ہے پس جو شخص احکم الحاکمین کے ساتھ بے ادبی کرلے تو خدا جانے اس کی کیا حالت ہوگی؟ آپ اسی وقت خلیفہ کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو کہا: اے امیر! تم ایک مخلوق ہو اس کے باوجود اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ لوگ تمہاری خلعت کے ساتھ بے ادبی کریں جبکہ تمہاری خلعت کی قدر و قیمت کیا ہے وہ سب کو معلوم ہے، پس سن لو کہ بادشاہ احکم الحاکمین نے مجھے اپنی دوستی ومعرفت کا خلعت دیا ہے کیا وہ اس بات کو پسند کرے گا کہ میں اس کے دیئے ہوئے خلعت کو مخلوق کی خلعت سے ناپاک کروں؟ آپ یہ کہہ کر باہر نکل آئے اور امارت کو خیر باد کر دیا اور حضرت خیر نساج کی مجلس میں آکر توبہ کی۔

(شجرۃ الکاملین ص ۱۹۶ و خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۸۸)

شیخ طریقت کی بارگاہ میں حاضری

حضرت خیر نساج نے آپ کو سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا آپ وہاں حاضر ہوئے تو فرمایا: آشنائی دوست کے گوہر کا نشان آپ کے پاس ملتا ہے یا تو آپ مجھے بخش دیں یا فروخت فرمائیں؟ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر میں اسے فروخت کردوں تو ہرگز اس کی قیمت ادا نہیں کر سکو گے اور اگر بخش دوں تو تم کو مفت مال کی کچھ قدر و قیمت نہ ہوگی ...... اور تم خواہ مخواہ اسے ضائع کرو گے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ جوان مردوں کی طرح اپنے سر کو قدم بناؤ اور اس دریا میں کود پڑو یہاں تک کہ صبر وانتظار کرو کہ وہ گوہر تمہارے ہاتھ آئے؟ تو آپ نے فرمایا: اب آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ مجھے کیا کرنا ہے؟ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ایک سال تک گندھک فروشی کرو پس آپ نے ایسا ہی کیا جب ایک سال ہوگیا تو پھر فرمایا: جاؤ ایک سال تک دریوزہ گری کرو؟ وہ بھی اس طرح کہ کسی شے کے ساتھ مشغول نہ ہو پس آپ نے ایسا ہی کیا اور سال بھر آپ نے بغداد کے تمام بازاروں میں دریوزہ گری کی اور کسی شخص نے آپ کو کچھ نہ دیا یہاں تک کہ پوری کیفیت آپ نے اپنے شیخ کی خدمت میں آکر عرض کی: تو آپ کے شیخ نے ارشاد فرمایا: شاید اب تم نے اپنی قدر وقیمت کو سمجھ لیا ہوگا کہ لوگوں کے نزدیک تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں ہے اس لئے اب مخلوق میں دل نہ لگانا اور اس کو کسی چیز پر بھی فوقیت نہ دینا اس کے بعد پھر شیخ نے ارشاد فرمایا: تم نے شہر نہاوند میں امیری اور حاکمی کے فرائض کو انجام دیا ہے، اس لئے جاؤ اور اہل نہاوند سے معافی طلب کرو۔ آپ اپنے شیخ کے حکم کے مطابق تشریف لے گئے اور ایک گھر کے سوا باقی سب لوگوں سے معافی چاہی کیونکہ اس گھر کا آدمی وہاں موجود نہ تھا اس لئے آپ نے اس کے کفارے میں ایک ہزار دینار صدقہ کیا اس کے باوجود بھی آپ کے دل کو قرار نہ ہوا یہاں تک کہ چار سال تک آپ نے اس حالت میں گزار دیئے۔ پھر شیخ کی بارگاہ میں حاضر

ہوئے تو ارشاد فرمایا: ابھی تمہارے اندر جاہ طلبی باقی ہے اس لئے جاؤ ایک سال اور گدائی کرو! آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال اور گدائی کی اِس حالت میں جو کچھ ملتا وہ شیخ کی خدمت میں لے آتا اور شیخ اس کو لے کر درویشوں میں تقسیم فرمادیتے اور مجھے ہر رات بھوکا ہی رکھتے۔ یہاں تک کہ جب سال گزر گیا تو شیخ نے ارشاد فرمایا: اب تم ہماری صحبت کے قابل ہوگئے مگر اس شرط پر کہ درویشوں کی خدمت کرو! پس آپ نے ایک سال درویشوں کی خدمت فرمائی پھر اس کے بعد آپ کے شیخ طریقت نے سوال کیا: اے ابا بکر! اب تمہارے نفس کی قدر و قیمت تمہارے نزدیک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں اپنے نفس کو تمام جہان سے کم تر دیکھتا ہوں اور جانتا ہوں، شیخ نے فرمایا: اب جا کر تمہارا ایمان درست ہوا پھر آپ نے شریعت وطریقت میں وہ کمال حاصل کیا کہ آپ کے شیخ طریقت حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لکل قوم تاج وتاج هذا القوم الشبلي...... اور پھر یہ فرمایا: **لاتنظروا الی ابی بکر بالعین التی ینظر بعضکم الی بعض فانه عین من عیون الله تعالی** (مسالک السالکین ج ا ص ۱۳۱ و کشف المحجوب ص ۹۷ و شجرۃ الکاملین ص ۱۸۸)

بارگاہ رسالت میں آپ کا مقام

حضرت ابوبکر بن مجاہد جو اپنے وقت کے عظیم محدث وفقیہ اور بزرگ ہیں ان کی مجلس میں علماء وفقہاء کا مجمع رہتا۔ ایک روز حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ ان کی مجلس میں تشریف لے گئے تو وہ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے اور سینے سے لگایا اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا، ایک ناواقف نے کہا حضرت یہ تو دیوانہ ہے اور آپ اس قدر احترام فرما رہے ہیں؟ تو حضرت ابوبکر بن مجاہد نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہیں کیا خبر میں نے ان کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ سلوک کرتے ہوئے دیکھا پھر اپنے خواب کا واقعہ بیان فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارکہ قائم ہے پھر جس وقت حضرت ابوبکر شبلی اس مجلس میں تشریف لائے تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! شبلی پر اتنی شفقت ومہربانی کس وجہ سے ہے؟ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ہر نماز کے بعد **لقد جاء کم رسول تا العظیم** پڑھتا ہے اور اس کے بعد تین مرتبہ کہتا ہے: **صل الله علیك یارسول الله**۔ (راہ عقیدت ص ۱۹، ۲۰)

آپ کا اسم اعظم سے عشق

حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ کی یہ بھی عادت مبارکہ تھی کہ آپ جس جگہ اللہ کا نقش دیکھتے اسے بوسہ دیتے اور بڑی تعظیم کرتے، تو ندا آئی کہ کب تک اسم کے ساتھ مشغول رہے گا، اگر تو مرد طالب ہے تو اس کی تلاش میں قدم رکھ جب آپ نے یہ آواز سنی تو آپ پر عشق غالب ہوگیا اور اشتیاق نے اتنا غلبہ کیا کہ آپ وہاں سے اٹھے اور اپنے آپ کو دریائے دجلہ میں ڈال دیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک موج آئی اور اس نے آپ کو کنارے پر پھینک دیا، پھر اپنے آپ کو آگ میں ڈالا لیکن آگ نے بھی

آپ کو نہ جلایا، اسی طرح آپ نے اپنے آپ کو کئی بار ہلاکت میں ڈالا مگر حق تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی، جب آپ کی بیقراری اور زیادہ ہوگئی تو آپ نے فرمایا: بلند کیا کہ: ویل لمن لا یقتلہ انا والنار والسباع والجبال یعنی افسوس ہے اس شخص پر جس کو نہ پانی ہلاک کرے اور نہ آگ نہ درندے اور نہ ہی پہاڑ اس کے جواب میں یہ آواز آپ نے سنی: من کان مقتول الحق لا یقتلہ غیرہ ''یعنی جو حق کا مقتول ہے اس کو سوائے اس کے کوئی ہلاک نہیں کرسکتا''۔

آپ دیوانگی شوق میں اس مقام پر پہنچ گئے تھے کہ دس دفعہ آپ کو زنجیروں میں باندھا گیا لیکن آپ نے کسی طرح بھی قرار نہ لیا یہاں تک کہ لوگ کہتے کہ شبلی بالکل دیوانہ ہے۔ اس کے جواب میں آپ ارشاد فرماتے کہ میں تمہارے نزدیک دیوانہ ہوں اور تم میرے نزدیک دیوانے ہو، خدا کرے میری دیوانگی زیادہ ہو۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۶۶ ومسالک السالکین ج ا ص ۲۱۸)

آپ کے قید کا واقعہ

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ کو دیوانگی کے الزام میں ہسپتال میں داخل کر کے وہاں آپ کو مقید کر دیا گیا، ایک جماعت آپ کی زیارت کو آئی تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا: من انتم تم لوگ کون ہو؟ قالوا احباء ك انہوں نے کہا ہم آپ کے محبین ہیں۔ تو آپ نے ان لوگوں کے اوپر پتھر مارا جس سے وہ بھاگنے لگے تو آپ نے فرمایا: لو کنتم احبائی لما فررتم بین بلائی فاصبروا من بلائی ''اگر تم میرے محبین ہو تو میرے مارنے سے کیوں بھاگتے ہو، اس لئے کہ محبین دوست کی بلا سے بھاگا نہیں کرتے''...... اور ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ آپ زخمی ہوگئے۔ اس دوران خون کا جو قطرہ اس سے گرتا تھا لفظ اللہ کا نقش بن جاتا تھا۔ (شجرۃ الکاملین ص ۲۰۶)

تشریح بندگی

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے دست مبارک میں آگ کا شعلہ تھا اور حالت سکر میں آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ جاؤں اور کعبہ کو جلا دوں تا کہ لوگ حق کی طرف بلا علت کے متوجہ ہوں، دوسرے دن آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، جو دونوں طرف سے جل رہی تھی اور فرما رہے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ بہشت اور دوزخ کو آگ لگا دوں تا کہ لوگ طمع کی بندگی چھوڑ دیں۔ اسی طرح ایک روز آپ نے چولہے میں ایک لکڑی کو جلتے ہوئے اس طرح دیکھا کہ ایک طرف سے جل رہی تھی اور دوسری طرف سے پانی نکل رہا تھا۔ آپ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے اور ارشاد فرمایا: لوگو! اگر تم بھی آتش شوق میں جلتے ہو اور اس دعویٰ میں سچے ہو تو تمہاری آنکھوں سے آنسو کیوں نہیں بہتے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۶۶ و شجرۃ الکاملین ص ۱۹۲)

دولت کی حقیقت

ایک مرتبہ آپ نے چار ہزار اشرفیاں دریائے دجلہ میں پھینک دیں، لوگوں نے کہا: حضور! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: پتھر کا پانی کے ساتھ ہی رہنا زیادہ بہتر ہے۔ لوگوں نے کہا: اسے مخلوق خدا میں کیوں تقسیم نہیں فرما دیا؟ آپ نے

ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! اپنے دل سے اس کا حجاب اٹھا کر مسلمان بھائیوں کے دلوں پر ڈال دوں تو میں خدا کو کیا جواب دوں گا کیونکہ دین کی یہ شرط نہیں ہے کہ مسلمان بھائیوں کو اپنے سے بد سمجھوں۔ (کشف المحجوب ص۳۰۶)

شیخ کی انسیت

ایک مرتبہ آپ کے شیخ طریقت حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کچھ اصحاب ارادت جلوہ افروز تھے اور آپ کے شیخ کی عدم موجودگی میں وہ لوگ آپ کی تعریف کرنے لگے کہ صدق اور شوق و بلندی میں شبلی جیسا کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے۔ اتنے میں آپ کے شیخ حاضر ہوئے اور اس بات کو سن کر فرمایا: تم لوگ غلطی میں گرفتار ہو وہ تو مخذول اور زیاں کار ہے فوراً شبلی کو اس جگہ سے باہر نکال دو، جب آپ وہاں سے چلے گئے تو آپ کے شیخ نے ان اصحاب سے فرمایا: شبلی کی جو تعریف تم نے کی ہے، میرے دل میں اس سے سو گنا زیادہ عزت ہے، لیکن اس کے سامنے اس تعریف سے تم نے تو اس پر تلوار چلا دی اس لئے مجبوراً یہ کہہ کر اس کے پاس ایک ڈھال لانی پڑی تا کہ وہ ہلاک نہ ہو جائے۔ (کشف المحجوب ص ۱۹۳)

آپ کے تصوفانہ اشعار

ایک مرتبہ آپ میدان عرفات مین پہنچے تو بالکل خاموشی اختیار فرمائی اور سورج غروب ہونے تک کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالا یہاں تک کہ اس مقام سے آپ نے منیٰ کی طرف کوچ فرمایا اور جب حدود حرم کے نشانات سے آگے بڑھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور روتے ہوئے آپ نے یہ عارفانہ اشعار پڑھے

اروح وقد ختمت علی فوادی　　　بحبك ان یحل به سواکا

"میں چل رہا ہوں اس حال میں کہ میں نے اپنے دل پر بر تری محبت کی مہر لگا دی تا کہ اس دل پر تیرے سوا کسی کا گزر نہ ہو"۔

فلو انی استطعت غمضت طرفی　　　فلم انظر به حتی اراکا

"اے کاش مجھ میں استطاعت ہوتی کہ میں اپنی آنکھوں کو بند رکھتا اور اس وقت تک کسی کو نہ دیکھتا جب تک تجھے نہ دیکھ لیتا"۔

وفی الاحباب مختص بوحدة　　　واخر یدعی معه اشتراکا

"اہل محبت میں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو ایک ہی کے ہو رہتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں دوسرے کی بھی شرکت ہوتی ہے"۔

اذا نسکبت دموع فی خدود　　　تبین من بکی مما تباکا

"جب آنکھوں سے آنسو نکل کر رخسار پر بہنے لگتے ہیں تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ کون واقعی رو رہا ہے اور کون بناوٹی روتا

ہے"۔(روض الریاحین ص۴۹ ماخوذ راہ عقیدت ص۳۲۳)

کشف وکرامات

نصرانی طبیب کا مسلمان ہونا

حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار پڑے تو آپ کو لوگ علاج کے لئے لے گئے اور علی بن عیسیٰ وزیر نے خلیفہ کو اطلاع کی تو خلیفہ نے علاج کے لئے اپنے افسر الاطباء کو بھیجا جو نصرانی تھا۔اس نے بہت کچھ علاج کیا مگر کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ اس لئے طبیب نے عرض کیا: اگر میں جانتا کہ آپ کا علاج میرے جسم کے ٹکڑے میں ہے تو مجھے اس کے کاٹنے میں بھی کچھ دریغ نہ ہوتا۔آپ نے ارشاد فرمایا: میری دوا تو کسی اور شے میں ہے طبیب نے عرض کیا: وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تو کفر کو چھوڑ اور مسلمان ہو جا تو طبیب نے فوراً کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ خلیفہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا: ہم نے طبیب کو مریض کی طرف بھیجا تھا مگر ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ مریض کو طبیب کی طرف بھیجا ہے۔(مسالک السالکین ج۱ص۳۳۲)

دل کے خطروں پر آگاہی

حضرت ابنازی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کی خدمت مبارکہ میں ایک ریشمی چادر اوڑھ کر حاضر ہوا۔وہاں پہنچ کر میں نے یہ دیکھا کہ آپ ایک بہت ہی عمدہ ٹوپی پہنے ہوئے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا: یہ تو ہمارے پہننے کے قابل ہے اگر شیخ یہ ٹوپی مجھے عنایت کر دیں تو کیا ہی اچھا ہوتا؟ اس خیال کا آنا ہی تھا کہ شیخ نے کہا: اپنی چادر مجھے دے دو! میں نے وہ چادر فوراً شیخ کے حوالے کر دی اس کے بعد شیخ نے میری چادر اور اپنی ٹوپی کو فوراً آگ میں ڈال دیا۔ ارشاد فرمایا: دیدار الٰہی کے سوا کوئی دوسری آرزو دل میں رکھنے کے لائق نہیں ہے۔(تذکرۃ الاولیاء)

کشف نیک وبد

حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ کو رب کائنات نے عظیم مرتبے پر فائز فرمایا تھا اور حجابات آپ کی آنکھوں سے ہٹا دیئے گئے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں جب بازار سے گزرتا ہوں تو تمام نیک وبد کو پہچان لیتا ہوں اور لوگوں کی پیشانیوں پر سعید وشقی لکھا ہوا دیکھتا ہوں۔(ایضاً)

آپ کا تصرف

منقول ہے کہ آپ سے لوگوں نے کہا: اے ابوتراب! تم جنگل میں بھوکے ہی رہتے ہو؟ یہ سن کر آپ نے اپنی نگاہ اٹھائی تو وہ تمام جنگل کھانا ہی کھانا نظر آنے لگا۔اس کے بعد پھر ارشاد فرمایا: یہ تھوڑی سی مہربانی ہے، اگر تحقیق کے مقام میں ہوتا تو میں یہ

کہتا: انی اظل عند ربی فھو یطعمنی ویسقینی .(تذکرۃ الاولیاء)

ملفوظات

حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ نے اپنے مریدین سے ارشاد فرمایا: اگر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تم میرے پاس آؤ اور اس عرصے میں تمہارے دل میں سوائے حق تعالیٰ کے دوسرا خیال گزرے تو سمجھ لو کہ ابھی دنیا کی طلب تمہارے دل میں باقی ہے اور دنیا کا طلبگار آخرت کے لئے کیا کما سکتا ہے، اس لئے دنیا میں جتنے دن زندہ رہو آخرت کے لئے کھیتی کرو فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں بھوکا اللہ تعالیٰ کے لئے رہا اور حق تعالیٰ نے میرے قلب میں اسرار ورموز کا نور داخل نہ کیا ہو آپ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بہت سیر ہو کر نہ کھایا کرو، ایسا نہ ہو کہ تمہاری شکم پروری کی وجہ سے نور معرفت تمہارے دل سے نکل جائے۔ فرماتے ہیں کہ تصوف ضبط قوی ہے اور صوفی وہ ہے جو لوگوں سے منقطع ہو اور حق تعالیٰ سے متصل ہو، فرماتے ہیں کہ جو شخص محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور محبوب کے سوا اور طرف مشغول ہوتا ہے وہ حبیب کا نہیں بلکہ کسی اور شے کا طلبگار ہوتا ہے اور وہ گویا اپنے محبوب کا مذاق اڑاتا ہے، فرماتے ہیں کہ عارف وہ ہے جو کبھی تو ایک مچھر کی تاب نہ لا سکے اور کبھی ساتوں زمینوں اور آسمانوں کو نوک پلک پر اٹھا کر پھینک دے اور فرماتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ ہر چیز کو دوست پر نثار کر دے۔

لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ حضور! سنت کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: دنیا کا ترک کرنا۔

پھر زکوٰۃ کی مقدار کے متعلق دریافت کیا گیا...... تو آپ نے ارشاد فرمایا: کل مال کو اللہ کی راہ میں دے دینا ہی میرے نزدیک اس کی مقدار ہے تو سائل نے متعجب ہو کر کہا: یہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ قرآن وحدیث سے مال کا چالیسواں حصہ مقدار زکوٰۃ ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ بخیلوں کے لئے ہے۔ پھر لوگوں نے دریافت کیا آپ کے اس طریقے کے امام کون ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں اللہ کی راہ میں اپنا تمام مال تصدق کر دیا حتیٰ کہ آپ کے پاس صرف ایک کمبل ہی باقی رہ گیا تھا۔ پھر سائل نے دریافت کیا کہ آپ کے پاس قرآن شریف سے بھی کوئی دلیل ہے؟ تو ارشاد فرمایا: ہاں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ ''یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے نفسوں اور مالوں کو خرید لیا ہے''۔ پس میں نے مال کو بیچا ہے اس لئے اسے کل مال کا حوالہ کر دینا لازم ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: عارف وہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے بینا اور گویا نہ ہو اور سوائے اس کے اپنے نفس کا محافظ کسی دوسرے کو نہ جانے اور اس کے غیر سے بات نہ سنے اس لئے کہ عارفوں کا وقت بہار کے زمانوں کی طرح ہے جس طرح کہ رعد گرجتا ہے، ابر ہنستا ہے، بجلی چمکتی ہے، ہوا چلتی ہے، شگوفے نکلتے ہیں، مرغ چہکتے ہیں پس عارف کا بھی ایسا ہی حال ہے کہ آنکھیں روتی ہیں، لب ہنستا ہے، دل جلتا ہے، سر کے ساتھ ناز کرتا ہے، ہمیشہ وہ دوست کا نام لیتا ہے اور اس کے دروازے پر

پھرتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ دعوت کی تین قسمیں ہیں: دعوت علم، دعوت معرفت اور دعوت معائنہ، علم ایک ہے وہ یہ کہ اپنی ذات سے اپنے نفس کو پہچانے، عبادت زبانی علم ہے اور اشارت زبان معرفت، علم الیقین وہ ہے کہ ہم کو پیغمبروں کی زبان مبارک سے پہنچا اور عین الیقین وہ ہے جو نور ہدایت اسرار قلوب میں بے واسطہ پہنچا اور حق الیقین وہ ہے کہ اِس عالم میں اس کی طرف راہ نہیں۔

آپ نے فرمایا: ہمت خدا کی طلب ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ ہمت نہیں ہے اور صاحب ہمت کسی چیز کی طرف مائل نہیں ہوتا مگر صاحب ارادہ مائل ہو جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ بندہ نعمت کو نہ دیکھے بلکہ منعم کو دیکھے اور جو سانس اللہ تعالیٰ کی معرفت میں ہو وہ سب عابدوں کی عبادت سے افضل و بہتر ہے جو وہ قیامت تک کریں۔

فرماتے ہیں کہ شریعت یہ ہے کہ تو اس کی پیروی کرے، طریقت یہ ہے کہ تو اس کی طلب کرے اور حقیقت یہ ہے کہ تو اسے دیکھے۔ (عوارف المعارف وکشف المحجوب وتذکرۃ الاولیاء وغیرہ)

واقعات وصال

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی دونوں آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا، آپ نے خاکستر طلب فرمایا اور اس کو اپنے سر پر ڈالتے جا رہے تھے اور وقت وصال اس قدر آپ بیقرار تھے کہ احاطہ تحریر سے بالاتر ہے پھر کچھ وقفہ تک آپ خاموش رہے اور پھر کچھ وقفہ کے بعد مضطرب ہو گئے اور ارشاد فرمایا: ہوائیں چل رہی ہیں ایک لطف کی اور دوسری قہر کی تو جس پر باد لطف چلتی ہے اس کو مقصود تک پہنچا دیتی ہے اور جس پر قہر کی ہوا چلتی ہے وہ حجاب میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لئے اب دیکھئے کون سی ہوا چلتی ہے اگر باد لطف مجھ پر چلتی ہے تو میں اس کی امید پر یہ سب سختیاں برداشت کرسکتا ہوں لیکن اگر العیاذ باللہ باد قہر چلی تو میں مر جاؤں گا اور یہ سب سختیاں اور بلائیں اس کے سامنے کیا چیز ہے اور وصال کے وقت آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے وضو کراؤ! جب آپ کو وضو کرایا گیا تو لوگ داڑھی میں خلال کرنا بھول گئے، آپ نے وضو کرانے والوں کو یاد دلایا تو اس کے بعد خلال کرایا گیا۔

جس رات آپ کا وصال ہوا تمام رات یہ بیت پڑھتے رہے ع

کل بیت انت ساکنہا   غیر محتاج الی السرج
وجھک المامول حجتنا   یوم تانی الناس بالحجج

یعنی جس گھر میں تو ساکن ہے وہ چراغ سے مستغنی ہے۔ تیرا وہ حسین چہرہ جس کی امید کی گئی ہے ہماری حجت ہوگا جبکہ لوگ اپنے ساتھ حجتیں لے کر آئیں گے"۔

یہاں تک کہ لوگ آپ کو نماز جنازہ کے لئے گئے لیکن ابھی آپ نے انتقال نہیں کیا تھا، آپ نے فراست سے سمجھ لیا اور ارشاد فرمایا: تعجب ہے کہ مردوں کی جماعت زندوں پر نماز پڑھنے آئی ہے پھر لوگوں نے آپ کو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے کے لئے کہا آپ نے ارشاد فرمایا: جب اس کا غیر ہے تو نفی کس کی کروں؟ لوگوں نے کہا: حضور! شریعت میں اسی طرح ہے، آپ کلمہ پڑھئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: محبت کا بادشاہ کہتا ہے کہ میں رشوت نہ لوں گا، پھر ایک شخص نے بلند آواز سے شہادت کی تلقین کی، آپ نے فرمایا: مردہ آیا چاہتا ہے کہ زندہ کو تلقین کرے اور نصیحت دے پھر کچھ وقفہ کے بعد لوگوں نے دریافت فرمایا: حضور! کیا حال ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: محبوب سے مل گیا ہوں اور آپ کا وصال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(مسالک السالکین ج اص ۳۲۳ خزینۃ الاصفیاء ج اص ۸۹ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۶۹ شجرۃ الکاملین ص ۲۰۳)

تاریخ وصال

آپ کا وصال ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ ۹۵۵ء شب جمعہ ۸۸ سال کی عمر شریف میں ہوا اور اس وقت المستکفی باللہ کا دور خلافت تھا۔

خلفائے کرام

حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ کے صرف دو خلفاء کے اسمائے گرامی دستیاب ہوئے ہیں۔ (۱) حضرت خواجہ عبدالواحد ابوالفضل تمیمی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت ابوالحسن نیالم رضی اللہ عنہ۔ (ایضاً و انوار صوفیہ ص ۱۱۵)

بعد وصال

آپ کے وصال کے بعد ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ حضور! نکیرین کے ساتھ کیسی گزری؟ آپ نے جواب دیا کہ جب نکیرین میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ بتا تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے جواب میں کہا: میرا رب وہی ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر ملائکہ کی جماعت کو حکم دیا کہا: اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ یعنی آدم کو سجدہ کرو فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ تو سب ملائکہ نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور حکم خداوندی سے منہ موڑا اور تکبر کیا تو اس وقت میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا۔ اس جواب پر نکرین بولے کہ اس نے تو تمام اولاد آدم کی طرف سے جواب دے دیا اور یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ (شجرۃ الکاملین ص ۲۰۶)

مزار مبارک

آپ کا مزار مبارک بغداد شریف کے مقام سامرہ میں مرجع خلائق ہے۔

نور سیزدہم

سالک طریق

حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمی

(رضی اللہ عنہ)

(۲۶ جمادی الثانی ۴۲۵ھ، ۱۰۳۳ء)

شیخ عبد الواحدا را ہم سوئے واحد نما
بے فرح را بالفرح طرطوسیا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى الشيخ ابى الفضل عبدالواحد التميمى رضى الله تعالى عنه

بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے

ولادت

افسوس کہ ولادت کی کوئی صراحت نہ مل سکی۔

اسم شریف وکنیت

آپ کا نام نامی واسم گرامی عبدالواحد تمیمی اور کنیت ابوالفضل ہے۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۳۲۷ وانوار صوفیہ ۱۱۸)

والد ماجد

آپ فرزند دلبند حضرت شیخ عبدالعزیز تمیمی بن حارث بن اسد رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

(مسالک السالکین ج ۱ ص ۳۲۷ وانوار صوفیہ ۱۱۸)

تمیمی کی وجہ تسمیہ

آپ کے تمیمی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں بنی تمیم ایک قبیلہ ہے اور آپ اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اسی سبب سے آپ کو تمیمی کہا جانے لگا اور اسی نام سے آپ مشہور بھی ہوئے۔

آپ کے شیخ طریقت

آپ کے شیخ طریقت حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ ہیں جن کے فیض صحبت میں آپ نے راہ سلوک کی منزلیں طے فرمائیں اور خلافت سے سرفراز ہوئے اور قلائد الجواہر وفتح المبین وغیرہ کتابوں میں یہی ہے کہ آپ نے حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ سے خرقہ زیب تن فرمایا مگر ایک قول یہ ہے کہ آپ نے بیعت وخلافت اپنے والد ماجد ہی سے حاصل فرمائی، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۱۷۶ھ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالفضل عبدالواحد نے خرقہ پہنا اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبدالعزیز بن حارث تمیمی سے انہوں نے خرقہ پہنا شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ سے اور یہی ترتیب اکثر شجرات عالیہ قادریہ میں پائی جاتی ہے (مسالک السالکین ج ۱ ص ۳۲۷) کہ آپ مرید وخلیفہ اپنے والد بزرگوار کے تھے اور بعد وفات اپنے پدر بزرگوار کے حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ کی طرف (جو آپ کے والد ماجد کے شیخ طریقت تھے) رجوع فرمایا اور ان کی مسند خلافت پر رونق بخشی اور آپ کے والد ماجد کا وصال ۳۳۲ھ میں اپنے شیخ طریقت کی حیات ہی میں ہو گیا۔ (الانتباہ فی سلاسل اولیاء)

فضائل

خادم شریعت، سالک طریقت، واقف حقیقت، امام اہل سنت، حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمی رضی اللہ عنہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے تیرہویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ اپنے زمانے کے ممتاز ترین مشائخ میں سے تھے آپ کو بیعت طریقت حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ سے حاصل ہے اور آپ کے والد ماجد شیخ عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو بھی انہیں سے حاصل ہے اور آپ کے مرشد طریقت وآقائے نعمت حضرت ابوالقاسم نصیر آبادی کو بھی بیعت طریقت حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ سے ہی حاصل تھی۔ آپ ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے آپ سے بے شمار خلقت نے راہ ہدایت پائی حرمین شریفین کے کئی دورے کئے اور بلاد عرب وعجم کی اکثر سیاحت کی۔

عادات وصفات

آپ کے عادات وصفات حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ کے عادات وصفات کے مطابق تھے، عبادت وریاضت وتقویٰ وطہارت میں یگانہ روزگار تھے۔ شریعت مطہرہ کی سعی بلیغ فرمائی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت ہر آن وہر لحہ فرماتے تھے۔ (خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۸۹)

مسند رشد وہدایت

آپ اپنے مرشد کامل وپیر طریقت کے وصال کے بعد تقریباً نوے سال تک مسند رشد وہدایت پر فائز رہے اور اس درمیان میں اپنے پیر طریقت کے سلسلے کو کافی فروغ بخشا اور خلق کثیر کو ہدایت ظاہری وباطنی سے مرصع فرما کر علم الٰہی کا مستحق بنایا اور مجاہدین اسلام کی ایک عظیم فوج کو تیار کر کے ان کو رشد وہدایت کا مبلغ ومحافظ بنایا۔ آپ نے شریعت وطریقت کی ترویج میں نمایاں کردار پیش کیا۔ (ایضاً وشجرۃ الکاملین ص ۲۰۶)

تاریخ وصال

آپ کا وصال ۲۶ جمادی الآخر بروز جمعہ ۴۲۵ھ میں ہوا۔ اس وقت القائم بامر اللہ خلیفہ عباسی کا دور خلافت تھا۔

(خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۸۹ ومسالک السالکین ج ا ص ۳۲۷)

آپ کے خلفاء

حضرت عبدالواحد تمیمی رضی اللہ عنہ کے خلفاء کی تفصیل از حد تلاش کے بعد بھی نہ مل سکی البتہ صرف ایک خلیفہ کا تذکرہ اکثر کتب میں ملتا ہے اور وہ حضرت شیخ محمد بن عبداللہ طرطوسی رضی اللہ عنہ ہیں۔

تاریخ وصال

جناب عبد الواحد شیخ اکبر   کہ روشن بود ہم چوں ماہ انور

چوں زیں عالم بفردوس بریں رفت — تو گوئی ماہ دین زیر زمین رفت
بتاریخ وصال آں گرامی — بگو پیر ولی اللہ نامی!
شنو تاریخ ترحیلش تو از من — کہ می گردد عیاں ار ''شاہ احسن''
۱۲۲۵ھ

بوصل آں جناب رہبر دیں — ندا آمد کہ ہادی ناصر دیں
چوں آں ماہ جہاں اندر جناں شد — بوصلش نور حقانی عیاں شد
چوں تاریخ وصال او عیاں کرد — زبانم ''سیّد عارف'' بیاں کرد
۱۲۲۵ھ

بحق چوں گشت زیں عالم وصالش — ندا شد عارف دیں است سالش
خرد سال وصالش چوں گہر سُفت — بسرور شاہ عالم زندہ دل شد
عیاں تاریخ او چوں ماہ گفتم! — بہر یک شاہ عالی جاہ گفتم
عجب تاریخ وصل او عیاں است — بگو سرور کہ ''واصل مہرباں'' تست
۱۲۲۵ھ

(مسالک السالکین ج۱ص۲۲۷)

مزار مبارک

آپ کا مزار مقدس شہر بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مقبرہ شریف میں ہے۔

نور چہاردہم

راحت المسلمین
حضرت شیخ محمد یوسف ابوالفرح طرطوسی
(رضی اللہ عنہ)

۳ شعبان المعظم ۴۴۷ھ ۱۰۵۵ء

شیخ عبدالواحد را ہم سوئے واحد نما
بے فرح را بالفرح طرطوسیا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المول الشيخ ابى الفرح الطرطوسى رضى الله تعالى عنه

بو الفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن وسعد
بو الحسن اور بو سعید سعد زا کے واسطے

ولادت

افسوس کہ از حد تلاش کے بعد بھی واقعہ پیدائش وسنہ پیدائش دستیاب نہ ہو سکے۔

نام وکنیت

آپ کا نام نامی واسم گرامی محمد یوسف ہے اور کنیت ابو الفرح ہے۔ (مسالک السالکین ج اص ۳۲۸ وانوار صوفیہ ص ۱۱۹)

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام نامی واسم گرامی شیخ عبد اللہ طرطوسی ہے۔

آپ کے شیخ طریقت

آپ اعاظم خلفاء ومرید حضرت عبد الواحد تمیمی رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ (مسالک السالکین ج اص ۳۲۸ وانوار صوفیہ ص ۱۱۹)

فضائل

قدوہ اولیاء زمان زبدہ مشائخ جہاں حضرت شیخ محمد ابو الفرح طرطوسی رضی اللہ عنہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے چودھویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ ولی کامل اور عالم وفاضل جمیع علوم ظاہری وباطنی ہیں۔ آپ بہت بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے اور صبر وتوکل میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ زمانے کے علماء ومشائخ نے آپ کو منفرد وقت جانا اور مانا ہے۔ آپ عظیم خوبیوں کے مالک تھے اور اپنے پیر ومرشد کے نقش قدم پر رہ کر خلق خدا کی ہدایت کا عظیم فرض انجام دیا اور دین متین کی وہ خدمات انجام دیں کہ آج بھی آپ کا نقش قدم فیض روحانی کا سرچشمہ ہے۔ تجرید وتفرید میں یگانۂ وقت تھے۔

(شجرۃ الکاملین ص ۷۰۲ وخزینۃ الاصفیاء ج اص ۹۰)

طرطوسی کی وجہ تسمیہ

کتب سیر سے معلوم ہوا ہے کہ شہر طرطوس ملک شام کے عمدہ ترین شہروں میں سے ایک بہترین شہر تھا آپ نے اس شہر کو اپنے قیام کے لئے منتخب فرمایا اور اسی شہر میں بود وباش اختیار فرمائی اس لئے آپ طرطوسی کہے جانے لگے۔ اس شہر میں آپ نے

قیام فرما کر صفحات سیر پر اس کے نام کو بلند فرما دیا اور اس کے مجہول نام کو اوج ثریا پر پہنچا دیا سچ ہے کہ جو زمین کسی مرد خدا کو مقتدانہ طور پر اپنی آغوش میں لے لیتی ہے تو وہ زمین باعث تعظیم ولائق تقدیس ہو جاتی ہے۔

تاریخ وصال

آپ کا وصال ۳ شعبان المعظم بروز شنبہ ۴۴۷ھ خلیفہ القائم بامر اللہ عباسی کے عہد میں طرطوس میں ہوا۔

(انوار صوفیہ ص ۱۱۹)

خلفاء

آپ کے صرف ایک خلیفہ کا نام کتب سیر میں ملتا ہے جو حضرت شیخ ابو الحسن علی ہنکاری رضی اللہ عنہ ہیں۔

تاریخ وصال از گنجینہ سروری

حضرت بو الفرح طرطوسی ولی	شیخ والا مرشد پیر وجواں
شد چو از دنیا بہ فردوس بریں	بود پیر بے ریا سالش بداں
ہم بگو بوالفرح محبوب نبی	نیز محی الدین طرطوسی بخواں
”والی کشف“ ودگر ”کاشف ولی“ ۴۴۷ھ ۴۴۷ھ	سال وصلش آمد از سرور عیاں
باز وصل آں شہ عالی جناب	”شاہ عالم“ ۴۴۷ھ گشت از خاطر میاں

مزار مبارک

آپ کا مزار مقدس بغداد کے شہر طرطوس میں مرجع خلائق ہے۔

نور پانزدہم

شیخ الاسلام
حضرت ابراہیم ابوالحسن علی ہاشمی ہکاری
(رضی اللہ عنہ)

۴۰۹ھ/۱۰۱۷ء......یکم محرم الحرام ۴۸۶ھ/۱۰۹۳ء

ابوالحسن ہکار یا حالم حسن کن بے ریا
اے علی اے شاہ عالی مرتضی امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى الشيخ على القرشى الهكارى رضى الله تعالى عنه

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن وسعد
بوالحسن اور بوسعید سعد زا کے واسطے

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت ۴۰۹ھ ۱۰۱۷ء میں بمقام ہکار (جو موصل کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے) اسی گاؤں میں ہوئی۔ اس وقت بغداد میں عباسی خاندان کے پچیسویں خلیفہ القادر باللہ کی خلافت تھی جو ۳۸۰ھ سے ۴۲۲ھ تک تخت پر جلوہ گر رہا۔ یہ خلیفہ بڑا عابد وزاہد وفقیہ تھا صاحب تصنیف تھا فضائل صحابہ وتکفیر معتزلہ میں آپ کی کتاب موجود ہے۔
(وفیات الاعلام قلمی از شاہ خوب اللہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ ص ۹ و مسالک السالکین ج ا ص ۲۲۸)

اسم شریف

آپ کے اسم مبارک کے بارے میں اختلاف ہے اور مختلف روایت سے جو اسماء سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں: محمد بن محمود، علی بن محمود، علی بن یوسف، علی بن محمد، چنانچہ غلام دستگیر صاحب اپنی کتاب ذکر حسن میں لکھتے ہیں: ہماری خاندانی کتب میں ابراہیم مندرج ہے ممکن ہے آپ کا نام ابراہیم ہو لقب یا کنیت ابوالحسن اور باپ کا نام علی ہو مگر چونکہ اکثر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کا نام نامی علی ابن محمد ہے اس لئے یہ ہی درست سمجھنا چاہئے۔ (ذکر حسن: علامہ غلام دستگیر ص ۲۷)

لقب وکنیت

آپ کا لقب شیخ الاسلام اور کنیت ابوالحسن ہے۔

نسب شریف

آپ کا سلسلہ نسب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور رضائی بھائی حضرت زید ملقب بہ ابوسفیان سے ملتا ہے۔
تذکرہ حمیدیہ، تذکرہ قطبیہ، اذکار قلندری وغیرہ میں اس طرح شجرۂ نسب بتایا گیا ہے: عارف کامل، محبوب باری شیخ الشیوخ ابراہیم ابوالحسن علی ہاشمی الہکاری رضی اللہ عنہ بن حضرت شیخ محمد جعفر بن حضرت شیخ یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شریف عمر بن شیخ شریف عبدالوہاب بن حضرت ابوسفیان زید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (ذکر حسن از علامہ غلام دستگیر ص ۲۶۲)

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت کے متعلق ابن خلکان تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے وقت کے ممتاز ترین علماء ومشائخ کی بارگاہ

میں زانوئے ادب تہ کر کے علم ظاہری و باطنی حاصل کیا علم حدیث وفقہ کہ جملہ علوم پر مہارت تامہ حاصل فرمایا اور شیخ ابوالعلاء مصری سے بھی ملے ہیں اور ان سے بھی حدیث سنی ہے۔ آپ کو حضرت بایزید بسطامی کی روح پر فتوح سے بھی فیض پہنچا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے زمانے میں شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور ہوئے آپ اپنے وقت کے فاضل اجل اور عالم بے بدل تھے۔

(الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم ج ۲ص ۱۰۷)

فضائل

مقتدائے طریقت، واقف اسرار حقیقت، دانائے اسرار الٰہی، پابند شریعت الٰہی، حضرت شیخ الاسلام ابراہیم ابوالحسن علی ہاشمی ہکاری رضی اللہ عنہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے پندرہویں امام و شیخ طریقت ہیں۔ آپ محبوب اللہ الباری، جلوہ ہائے جمال کے مظہر تجلیات جلال کے مصدر، علم ادب کے عالم اور بازار ذوق وشوق کی رونق تھے، ابتدا میں آپ اپنے پدر بزرگوار حضرت شیخ محمد رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے۔ آپ بڑے اولوالعزم شیخ تھے آپ کے فیضان کرم سے بیشمار طالبان حق اپنے منزل مقصود تک پہنچے چنانچہ آشنائے بحر توحید حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رضی اللہ عنہ جو جناب فیض مآب حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے پیر بیعت ہیں آپ ہی کی خدمت میں اٹھارہ سال خدمت گزاری فرما کر اور آپ کی اتباع و پیروی کر کے مسند ارشاد و تلقین پر متمکن ہوئے۔

بیعت وخلافت

آپ کو قطب وقت غوث زماں حضرت ابوالفرح محمد طرطوسی رضی اللہ عنہ سے شرف بیعت کی سعادت حاصل ہے اور انہیں کی نظر کیمیا اثر سے آپ کے قلب وجگر عرفان وایقان سے روشن و تابناک ہوئے آپ حضرت طرطوسی رضی اللہ عنہ کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں اور آپ کا سلسلہ بیعت حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے بعد دو شاخوں میں ہوگیا ہے کیونکہ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کو دو بزرگوں سے فیض پہنچا ہے ایک حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ سے اور دوسرے حضرت داؤد طائی رضی اللہ عنہ سے اول الذکر سلسلہ کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں اور اس وقت سلسلہ قادریہ رضویہ میں اسی سلسلہ سے بیعت کی جاتی ہے۔

(خزینۃ الاصفیاء ج ۱ص ۹۰)

عبادت وریاضت

آپ اپنے وقت کے علم شریعت وطریقت کے امام تھے علم کے ساتھ عمل میں بھی آپ یکتائے روزگار تھے چنانچہ تمام تاریخ نگاروں نے اس بات کا برملا اعتراف کیا ہے کہ آپ ہمیشہ صائم الدہر اور قائم اللیل رہتے اور ہر تیسرے دن پر ہی آپ کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور قیام لیل کا یہ عالم تھا کہ عشاء کے بعد آپ اپنے محبوب حقیقی کے کلام کو شروع کرتے اور نماز تہجد کے پہلے ہی دو ختم قرآن مجید کرلیا کرتے تھے مگر صاحب کتاب انوار صوفیہ کی روایت ہے کہ آپ رات کو جب تہجد کی نماز پڑھتے اس وقت تک قرآن مجید کے دس ختم کر لیتے یعنی بعد نماز عشاء سے تہجد تک آپ قرآن خوانی ہی میں مصروف رہتے تھے اور کلام الٰہی

کی بے پناہ لذتوں سے سرور وکیف کا سامان مہیا فرماتے گویا آپ ساری رات محو راز ونیاز رہتے۔
(مسالک السالکین ج ۱ ص ۳۲۸ وانوار صوفیہ ص ۱۲۱)

دنیا کی سیاحی

آپ نے **سیروا فی الارض** کو ملحوظ رکھتے ہوئے دنیا کی سیاحی بہت فرمائی اور اسی سلسلہ میں وقت کے ممتاز ترین علماء ومشائخ کی بارگاہ میں جا کر ان سے ملے اور ایک دن حضرت ابو الفرح طرطوسی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا اور پیر کامل کے فیض نگاہ سے سیر ظاہر کو چھوڑ کر سیر باطن فرمانے لگے اور انہیں کے خلیفہ اول مقرر ہوئے۔
(انوار صوفیہ ص ۱۲۰ ووفیات الاعلام قلمی ص ۱۹)

آپ کی پیشگوئی اور اس کی تصدیق

سلاسل انوار میں ہے کہ ایک بزرگ نے آپ سے سوال کیا کہ **انت شیخ الاسلام** کیا آپ شیخ الاسلام ہیں؟ آپ نے جواب ارشاد فرمایا: **انا شیخ فی الاسلام وخرج من اولاده واحفده جماعة تقدموا عند الملوك وتعلت مراتبهم منهم فقراء ومنهم امراء** خرج اور علت فعل ماضی ہیں اور تقدمو فعل مضارع۔ اس لئے یہ عبارت کچھ بے جوڑ سی معلوم ہوتی ہے غالباً ٹھیک عبارت یوں ہوگی: **انا شیخ فی الاسلام ویخرج من اولادی وحفدی جماعة تقدموا عند الملوك وتعلت مراتبهم منهم فقراء ومنهم امراء** ''یعنی میں بوڑھا ہوں اسلام میں اور میری اولاد واحفاد سے ایک جماعت نکلے گی جو بادشاہوں کے نزدیک پیشی چاہے گی ان کا مرتبہ بلند ہوگا بعض ان میں سے فقراء ہوں گے اور بعض امراء۔

یہ ارشاد ایک قسم کی پیشن گوئی ہے جو پوری ہوئی۔ آپ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ ظاہر رضی اللہ عنہ جو خلاصہ صاحبان صفا اور زبدہ زمرۂ اہل وفا تھے۔ وہ راہ شریعت وطریقت کو قدم ہمت سے طے کئے ہوئے تھے جبل ہکار میں آپ کے نائب مناب رہے مگر آپ کے پوتے شیخ موسیٰ رضی اللہ عنہ جبل ہکار سے کوچ فرما کر سیستان میں اقامت پذیر ہو گئے جہاں اکثر مخلوق خدا کو فیضیاب فرمایا اور ان کے فرزند رشید شیخ ابو علی رضی اللہ عنہ جو بڑے باہمت شخص تھے سیستان کو چھوڑ کر کیچ مکران میں جا بسے اور وہاں کے باشندے جو سلطان کی کاہلی اور بے اعتدالی سے جاں بلب تھے' نے آپ کی ذات بابرکات کا انتخاب کر کے حاکم وقت کو معزول کر کے آپ کو اپنا حاکم منتخب کر لیا۔ سلطان ابو علی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے فرزند ارجمند رشید الدین رضی اللہ عنہ کو ہونہار دیکھا تو امور جہانداری کی سرانجام دہی کی زمام ان کے حوالے کر کے خود گنج عزلت میں جا بیٹھے اور باقی عمر یاد الٰہی میں بسر کر دی۔

تو آپ ہی کے عہد میں حضرت سیّد احمد تواختہ ترمذی رضی اللہ عنہ اپنے اہل وعیال سمیت کیچ مکران میں رونق افروز ہوئے اور آپ کے فرزند ارجمند شاہزادہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنی صاحبزادی بی بی حاج کا نکاح کر دیا جن سے تین فرزند پیدا ہوئے۔ اوّل شہزادہ جمال الدین (۲) شہزادہ ضیاء الدین (۳) سلطان تارکین شیخ حمید الدین حاکم رحمۃ اللہ علیہ۔

جب سلطان قطب الدین حسب دستور بزرگان حکومت سے فارغ ہوئے تو اورنگ نشینی کا قرعہ شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نام پڑا جنہوں نے دس سال بڑے عدل وانصاف سے مہمات ملکی کو سرانجام دیا اور بعد ازاں تخت وتاج کو اپنے سگے بھائی شیخ شہاب الدین ابوالبقاء کے حوالے کر کے اور اپنے دو چھوٹے شہزادوں حضرت شیخ حاکم رحمۃ اللہ علیہ وشیخ رکن الدین حاتم رحمۃ اللہ علیہ (نواسہ قاضی رفیع الدین عباسی) کو ان کی سرپرستی میں چھوڑ کر اپنے ہمراہ دونوں بڑے شہزادوں کو لے کر حج کرنے روانہ ہوئے۔ مگر جب زیارت حرمین طیبین سے فارغ ہو کر یمن صالحہ میں پہنچے تو جان بحق تسلیم ہو گئے اور آپ کے فرزندان موصوف (یعنی شہزادہ جمال الدین وضیاء الدین رحمہما اللہ تعالیٰ) نے مرقد پدر بزرگوار کی مفارقت گوارا نہ کر کے وہیں اقامت اختیار کر لی چنانچہ ان کی اولاد یمن صالحہ ہی میں بیان کی گئی ہے۔ سلطان شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دو سال تک حکمرانی کے بعد اپنے آخری ایام میں خلق کی خدمت اپنے بھتیجے سلطان حمید الدین حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کی اور جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس کے بعد کے واقعات تفصیل سے تذکرہ حمیدہ میں ہیں۔ کوتاہ کلام یہ کہ حضرت ابوالحسن علی ہکاری رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی کہ ''میری اولاد میں بعض فقراء ہیں اور بعض امراء'' یہ حضرت حاکم رحمۃ اللہ علیہ تک پوری ہوئی۔ (ذکر حسن)

ہم عصر علماء

چونکہ آپ کا زمانہ علم وادب کا زمانہ تھا شعور وفکر کا دور تھا اور آپ کے دور میں جلیل القدر علماء وفضلاء سے کائنات فیضیاب ہو رہی تھی اور دنیا کا ایک ایک گوشہ ان علماء کے نور ہدایت سے تابناک ہو رہا تھا۔ اس لئے مناسب ہے کہ آپ کے معاصرین علماء کی مختصر سی فہرست بیان کر دی جائے تاکہ قارئین کے ذہن ودماغ میں اس پُرعظمت دور کی برتری جم جائے اور آپ کی شخصیت علمی میدان میں واضح ہو جائے جن کے اسماء اس طرح ہیں:

(۱) حجۃ الاسلام امام محمد غزالی طوسی ۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء (۲) حافظ دارقطنی (۳) سرتاج نحویاں ابن جنی (۴) سرتاج بلغار بدیع (۵) قدوری شیخ الحنیفہ ۴۲۸ھ (۶) ابن سینا شیخ فلاسفہ ۴۲۷ھ (۷) امام بیہقی (۸) عبدالقاہر جرجانی ۴۷۱ھ (۹) شیخ ابوالحسن خرقانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (ذکر حسن)

خدمات جلیلہ

آپ نے پوری زندگی اسلام کی نشرواشاعت میں صرف فرمائی اور اپنے فیوض وبرکات سے مخلوق عالم کو فیضیاب کرتے رہے، شریعت ظاہری کا ہر آن وقدم پر خیال فرماتے اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح مضبوطی سے قائم رہے کہ ایک قدم بھی آپ کا شریعت سے باہر نہ تھا۔

اولاد امجاد

آپ کے اولاد امجاد کی کوئی فہرست دستیاب نہ ہو سکی۔ البتہ ایک صاحبزادے کے نام کا پتہ چلتا ہے جن کو آپ سے خلافت

بھی حاصل تھی اور جن کا اسم گرامی حضرت شیخ ظاہر رضی اللہ عنہ ہے اور اس کے بعد سے آپ کی اولاد امجاد کی نشاندہی ریاست بہاولپور، اضلاع جھنگ، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، لائل پور اور لاہور وغیرہ میں بکثرت ملتی ہیں اور وہ بیسوں گاؤں کے مالک ہیں۔ (ذکر حسن)

خلفاء کرام

خلفاء کی بھی فہرست نامکمل ہے صرف (۱) حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی (۲) دوسرے آپ کے ہی فرزند حضرت شیخ ظاہر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہیں۔

تاریخ وصال

آپ کا وصال بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق یکم محرم الحرام ۴۳۶ھ میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ عہد خلافت المستظہر باللہ عباسی کا تھا مگر بعض نے آپ کے وصال کی تاریخ ۲۵ محرم الحرام ۴۸۵ھ ۴۸۴ھ بھی لکھی ہے مگر شجرہ رضویہ میں اول الذکر کو اختیار کیا گیا ہے۔

تاریخ وصال

بوالحسن آں رہبر دین رسول	چوں ز دنیا گشت راہی جناں
''آفتاب'' (۴۸۴ھ) آمد دگر ''تاج عطا'' (۴۸۴ھ)	سال وصل آں شہ والا مکاں
''سرور ہادی'' (۴۸۴ھ) بگوائے خوشحال	شاہ طیب بوالحسن داں اے جواں
ہم شہ عادل امام اولیاء	قطب ربانی ولی اللہ خواں
گفتہ ام اہل محبت اے عزیز	بازمہ تاب ازل کردم بیاں

مزار مبارک

آپ کا مزار مبارک بغداد شریف کے ہکار گاؤں میں مرجع خلائق ہے۔

نور شانزدہم

سلطان الاولیاء

حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی

(رضی اللہ عنہ)

۲۷ شعبان المعظم ۵۱۳ھ، ۱۱۲۳ء

سرور مخزوم سیف اللہ اے خالد بقرب
بوسعیدا، اسعدا، سعد الوریٰ امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل وسلم وبارك علیه وعلیھم وعلی المولی الشیخ ابی سعید المخزومی رضی اللہ تعالی عنه

بو الفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن وسعد
بوالحسن اور بوسعید سعد زا کے واسطے

ولادت شریف

آپ کی ولادت باسعادت بغداد شریف میں ہوئی۔

اسم مبارک وکنیت

آپ کا نام نامی مبارک بن علی بن حسین بن بندار البغدادی المخزومی ہے اور کنیت ابوسعید ہے۔

(مخزوم بکسر الرائے مہملہ مشددوہ بغداد کے ایک محلّہ کا نام ہے اس محلّہ میں بعض اولاد یزید بن مخزوم کے آئے تھے جس کی وجہ سے اس محلّہ کا یہ نام ہوا اس کو منذر نے ذکر کیا ہے اور طبقات حافظ ابن رجب حنبلی میں بھی ایسا ہی ہے۔)

(مسالک السالکین ج ا ص ۳۲۹)

تعلیم وتربیت

آپ نے اپنے وقت کے ممتاز علماء ومشائخ سے علوم دینیہ کا اکتساب فرمایا یہاں تک کہ فقہ وحدیث اور علم معقولات و منقولات میں مہارت تامہ حاصل کی اور حدیث شریف کی روایت قاضی ابویعلیٰ اور ایک جماعت ائمہ سے کی اور فقہ شیخ ابی جعفر بن ابی موسیٰ سے پڑھی۔ (الدر المنظم فی مناقب غوث اعظم ج ۲ ص ۱۰۴)

بیعت وخلافت

آپ مرید وخلیفہ حضرت شیخ ابراہیم ابوالحسن علی ہکاری رضی اللہ عنہ کے ہیں اور آپ کے خرقہ مبارک کا شجرہ اس ترتیب سے ہے:

حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رضی اللہ عنہ کو خرقہ عطا فرمایا حضرت شیخ ابراہیم حسن علی ہکاری رضی اللہ عنہ نے اور ان کو شیخ ابوالفرح طرطوسی نے اور ان کو شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالودود نے اور ان کو شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ نے۔

(مقامات دستگیری ص ۳)

فضائل

سلطان الاولیاء برہان الاصفیاء، قطب عارفاں، فقیہہ سالکاں، واقف حقیقت، جامع علوم معرفت حضرت شیخ ابوسعید

مبارک مخزومی رضی اللہ عنہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے سولہویں امام وشیخ طریقت ہیں۔آپ عہدۂ قضا پر بھی مامور ہوئے پھر آپ نے اس کو ترک کر دیا آپ ہمیشہ یاد الٰہی اور عبادت مولیٰ میں مصروف رہتے تھے۔آپ کی توجہ غیبی ومعانقہ میں یہ تاثیر تھی کہ جس پر توجہ خاص ڈال دی، یا جس سے معانقہ فرمالیا تو وہ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو جاتا تھا حضرت شیخ اپنے وقت کے ممتاز ترین فقیہ اور بزرگ ترین امام تھے اور علوم ظاہری وباطنی کے منبع تھے آپ علم مناظرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔مذاہب اربعہ میں سے حنبلی مذہب کے مقلد ومتبع تھے۔باب الازج بغداد شریف کا تاریخ ساز مدرسہ آپ ہی نے قائم فرمایا اور اس کو تعمیر فرمایا اور اپنی حیات ہی میں اس کو حضرت غوثیت مآب کو سپرد کر دیا تھا جس میں آپ نے مدۃ العمر درس وتدریس کے فرائض کو انجام دیا اور صاحبزادوں نے بھی آپ کی وفات کے بعد اس مدرسہ مین پڑھایا۔آپ خود فرماتے ہیں کہ شیخ عبد القادر نے خرقہ مجھ سے پہنا اور میں نے ان سے اور ہر ایک نے ایک دوسرے سے تبرک لیا اور آپ حضرت خضر علیہ السلام کے مصاحب میں سے تھے۔ صبر ورضا وتوکل وتفویض میں قدم راسخ رکھتے تھے اور تجرید وتفرید میں یگانہ وقت تھے اور صاحب مقامات بلند وکرامات ارجمند تھے۔(الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم ج ۲ ص ۱۰۶ و شجرۃ الکاملین ص ۲۰۹)

حضرت غوث اعظم کو خرقہ پہنانا

حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں گیارہ سال ایک برج میں بیٹھا عبادت الٰہی میں مصروف تھا یہاں تک کہ اسی درمیان میں نے عہد کیا کہ کچھ نہ کھاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ نہ کھلائے گا اور کچھ نہ پیوں گا جب تک اللہ تعالیٰ نہ پلائے گا اس طرح چالیس روز تک کچھ نہ کھایا پیا چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا اور کچھ کھانا میرے سامنے رکھ کر چلا گیا۔قریب تھا کہ میرا نفس بھوک کی شدت سے کھانے پر گر پڑے اس وقت میں نے کہا: قسم ہے خدائے ذوالجلال کی جو عہد میں نے خدائے تعالیٰ سے باندھا ہے اس سے نہیں پھروں گا، اس کے بعد میں نے باطن سے کسی شخص کی آواز سنی جو الجوع، الجوع کہتا ہے۔ناگاہ شیخ ابو سعید مبارک مخزومی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اس آواز کو سن کر فرمایا: اے عبد القادر! یہ کیسی آواز ہے؟ میں نے کہا: یہ نفس کا قلق واضطراب ہے لیکن روح برقرار ہے۔اس لئے کہ یہ مشاہدہ خدائے ذوالجلال سے سرشار ہے اس کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا: میرے مکان پر چلو؟ لیکن میں نہیں گیا اور دل ہی میں کہا: باہر نہیں جاؤں گا تا گہ جناب ابو العباس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: اٹھو اور ابو سعید کی خدمت میں جاؤ! جب میں حضرت شیخ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ شیخ اپنے دولت کدہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے میرا انتظار کر رہے ہیں۔شیخ نے فرمایا: اے عبد القادر! میں نے جو تم سے کہا تھا تو کیا کافی نہ تھا جو حضرت خضر علیہ السلام کو کہنا پڑا! اس کے بعد پھر مجھے مکان میں لے گئے اور کھانا مہیا کیا اور لقمہ میرے منہ میں رکھا یہاں تک کہ میں آسودہ ہو گیا اس کے بعد مجھے خرقہ پہنایا اور میں نے ان کی صحبت با برکت کو لازم پکڑ لیا۔(خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۱۲۱ و نفحات الانس ومقامات دستگیری ص ۳۰) اسی مضمون کو امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے اس طرح باندھا ہے ع

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے
پیارا اللہ ترا چاہنے والا تیرا!

آپ کی پیش گوئی

نفحات الانس میں مذکور ہے کہ صاحب معارف واسرار حضرت شیخ حماد رضی اللہ عنہ جو حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مشائخ سے تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عالم شباب میں اپنے شیخ کی بارگاہ میں اکتساب فیض کے لئے حاضر تھے......اور مؤدب طور پر حضرت غوث انام شیخ کی خدمت میں بیٹھے تھے، جب وہاں سے اٹھ کر باہر تشریف لے گئے تو حضرت شیخ نے فرمایا: اس عجمی کا ایسا قدم ہے کہ اس کے وقت میں یہ قدم تمام اولیاء اللہ کے گردنوں پر ہوگا اور مامور ہوگا اس امر کے کہنے پر "قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله" (میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے) یہ کلام کہے گا اور تمام اولیاء اللہ اپنی گردنیں جھکا دیں گے۔ (مقامات دستگیری ص ۳۱)

خلفاء کرام

آپ کے خلفاء واولاد وامجاد کی فہرست سے اکثر مؤرخین نے سکوت اختیار کیا ہے کافی تلاش وجستجو کے بعد بھی افسوس کہ تشنہ تحریر ہیں۔ خلفاء میں صرف ایک سید نا محی الدین محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نام نامی ہی پر اکثر مؤرخین نے اکتفاء کیا ہے۔

تاریخ وصال

آپ کا وصال مبارک ۲۷ شعبان المعظم بروز دوشنبہ ۵۱۳ھ میں بغداد شریف میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (شجرۂ قادریہ رضویہ) مگر بعض نے ۴ شعبان، دس محرم الحرام اور سات شعبان المعظم ۵۰۸ھ بھی تحریر کیا ہے۔
(مسالک السالکین ج ۱ ص ۳۲۹ وانوار صوفیہ ص ۱۲۳)

بو سعید آں اسعد دور زمن — جلوه گر شد در جناں چوں ماه عید
"قافلہ سالار" سالش ہست نیز — عابد طیب مبارک بو سعید
۴۸۴ھ
شمس حق گویا ز قطب عارفاں — سال وصلش طرفہ بے گفت وشنید
۴۸۴ھ

مزار مقدس

آپ کا مزار مقدس بغداد شریف میں آپ کے قائم کردہ مدرسہ باب الازج میں مرجع خلائق ہے۔

نور ہفت دہم

حضرت غوث الثقلین قطب الکونین شیخ العلمین
سید ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی حسنی حسینی
(رضی اللہ عنہ)

یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ ۱۰۷۷ء، ۱۱، ۱۷ ربیع الثانی ۵۶۱ھ ۱۱۶۶ء

آہ! یا غوثاہ یا غیثاہ یا امداد کن
یا حیوٰۃ الجود یا روح المنا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الكريم غوث الثقلين وغيث الكونين الامام ابى محمد عبدالقادر الحسنى الحسينى الجيلانى صل الله تعالى على جده الكريم وعليه وعلى مشائخه العظام واصوله الكرام وفروعه الفخام ومحبيه والمنتين اليه الى يوم القيام وبارك وسلم ابدا

قادری کر، قادری رکھ، قادریوں میں اٹھا
قدر عبدالقادر قدرت نما کے واسطے

ولادت شریف

آپ کی ولادت باسعادت یکم رمضان المبارک بروز جمعہ ۴۷۰ھ ۱۰۷۵ء کو گیلان میں ہوئی۔(سیرت غوث اعظم ص ۲۴)

اسم مبارک

آپ کا نام نامی واسم گرامی سیّد عبدالقادر رضی اللہ عنہ ہے۔

لقب وکنیت

آپ کی کنیت ابی محمد اور لقب محی الدین، محبوب سبحانی ہے۔

والدین کریمین

آپ کے والد ماجد کا اسم شریف سیّد ابوصالح موسیٰ جنگی دوست اور والدہ ماجدہ کا نام ام الخیر فاطمہ ہے۔
(سیرت غوث اعظم ص ۷ اوخزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۹۴)

نسب نامہ شریف

آپ نے نسب نامہ کے سلسلہ میں یہ دو شعر بہت ہی عمدہ ہیں جسے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں:

آں شاہ سرفراز کہ غوث الثقلین است
دراصل سیادت چہ صحیح النسبین است
از سوئے پدر تابہ حسن سلسلہ اوست
از جانب مادر، در دریائے حسین است

اور آپ کا نسب نامہ شریف حسنی منجانب والد ماجد اس طرح ہے:

حضرت سیّد محی الدین عبدالقادر بن سیّد ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن سیّد ابوعبداللہ بن سیّد یحییٰ زاہد بن سیّد محمد بن سیّدنا

ود بن سیّد موسیٰ ثانی بن سیّد موسیٰ بن سیّد عبداللہ ثانی بن عبداللہ محض بن سیّد حسن مثنیٰ بن سرکار امام حسن بن امیر المومنین سیّدنا علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

آپ چونکہ نجیب الطرفین ہیں والد ماجد کی طرف سے حسنی اور والدہ ماجدہ کی جانب حسینی ہیں جس کی تفصیل اس طرح ہے:

حضرت ام الخیر فاطمہ بنت سیّد عبداللہ الصومعی بن ابو جمال الدین بن سیّد محمد بن سیّد ابو العطاء بن سیّد کمال الدین عیسیٰ بن سیّد علاء الدین الجواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن سیّد الشہداء سرکار امام حسین بن سیّدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ (سیرت غوث اعظم ص ۱۷)

حلیہ مبارک

آپ نحیف البدن، میانہ قد، کشادہ سینہ، لمبی چوڑی داڑھی، گندمی رنگ، پیوستہ ابرو، بلند آواز تھے، پاکیزہ سیرت، بلند مرتبہ اور علم کامل کے حامل تھے۔ صاحب شہرت وسیرت اور خاموش طبع تھے آپ کے کلام کی تیزی اور بلند آواز، سننے والے کے دل میں رعب وہیبت زیادہ کرتی تھی اور یہ آپ کی خصوصیت تھی کہ مجلس میں قریب وبعید بیٹھنے والے بے کم وکاست بغیر کسی تفاوت کے آپ کی آواز بآسانی یکساں طور پر سن لیتے تھے۔ جب آپ کلام کرتے تو ہر شخص پر خاموشی چھا جاتی تھی، جب آپ کوئی حکم دیتے تو اس کی تعمیل میں سرعت ومبادرت کے سوا اور کوئی صورت نہ ہوتی اور بڑے سے بڑے سخت دل پر نظر جمال پڑ جاتی تو وہ خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری کا مرقع بن جاتا اور جب آپ جامع مسجد میں تشریف لاتے تو تمام مخلوق کے لئے ہاتھ اٹھا کر بارگاہ قاضی الحاجات میں دعا کرتے۔ (اخبار الاخیار ص ۲۴ فارسی وسالک السالکین ج ا ص ۳۳۰)

اولیائے سابقین کی پیشین گوئیاں

اکثر اولیائے کبار ومشائخ ذی وقار نے آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے آپ کے ورود مسعود کی خبر بتائی کچھ نے ولادت کے تھوڑے ہی دنوں بعد اور اکثر نے آپ کے مشہور ہونے سے پہلے آپ کی عظمت وجلالت کی خبر دی ہے۔ ان میں سے چند کے اقوال یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

قلائد الجواہر میں شیخ محمد سکی سے مروی ہے کہ میں نے اپنے شیخ حضرت ابوبکر بن ہوار رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ عراق کے اوتاد کی تعداد آٹھ ہے، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت خواجہ معروف کرخی (۲) حضرت امام احمد بن حنبل (۳) حضرت خواجہ بشر حافی (۴) حضرت منصور بن عمار (۵) حضرت خواجہ سری سقطی (۶) حضرت جنید بغدادی (۷) حضرت سہل بن عبداللہ تستری (۸) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

راوی نے پھر سوال کیا کہ حضرت کون عبدالقادر؟

تو ارشاد فرمایا: یہ شخص شرفائے عجم سے ہوگا اور بغداد میں آکر قیام کرے گا اور اس کا ظہور پانچویں صدی ہجری میں ہوگا اور یہ صدیقین اوتاد واقطاب زمانہ سے ہوگا۔

غبط الناظر میں ہے کہ حضرت شیخ ابواحمد عبداللہ بن علی بن موسیٰ نے ۴۶۴ھ میں فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ عنقریب عجم میں ایک لڑکا بڑا اصاحب کرامات اور ذی شرف پیدا ہوگا اور جو اس کو دیکھے گا فائدہ پائے گا۔ وہ فرمائے گا: قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله...... اور اسی کتاب میں ہے کہ حضرت شیخ عقیل منجی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس زمانے کا قطب کون ہے؟ تو ارشاد فرمایا: اس زمانے کا قطب مدینہ طیبہ میں پوشیدہ ہے سوائے اولیاء اللہ کے کوئی اس کو نہیں جانتا پھر عراق کی جانب اشارہ کر کے فرمایا: اس طرف ایک عجمی نوجوان ظاہر ہوگا وہ بغداد میں وعظ کہے گا اور اس کی کرامتوں کو ہر خاص وعام جان لے گا۔ وہ قطب زمانہ ہوگا اور فرمائے گا: قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله

زبدۃ الابرار میں ہے کہ ایک روز چند درویش حضرت شیخ علی بن وہب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت کیا کہ کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: عجم سے، پھر دریافت کیا کہ کس شہر سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: جیلان سے تو حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا:

ان الله نور وجوهکم بظهور رجل منکم قریب من فضل الله تعالیٰ اسمه عبدالقادر مظهره فی العراق ومسکنه فی البغداد یقول قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله ویقره اولیاء عصره بامر الله تعالیٰ ۔

”اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے کو روشن کرے اس شخص کے ذریعے جو اللہ کے فضل سے تم میں عنقریب ظاہر ہوگا جس کا نام عبدالقادر ہوگا، اس کے ظہور کی جگہ عراق اور مسکن بغداد ہوگا، وہ کہے گا میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے اور اس کے ہم عصر تمام اولیاء اللہ، اللہ کے حکم سے اس کے قول کو قبول کریں گے“۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۳۳۷)

قلائد الجواہر میں ہے کہ جب آپ عالم شباب میں حضرت تاج العارفین شیخ ابوالوفا رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں تشریف لاتے تو حضرت شیخ موصوف آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے اور حاضرین سے بھی ارشاد فرماتے کہ ولی اللہ کی تعظیم کو اٹھو اور بعض اوقات دس پانچ قدم آپ کے استقبال کو بھی آگے بڑھتے۔ ایک بار لوگوں نے حضرت موصوف سے اس تعظیم وتکریم کی وجہ پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ نوجوان ایک عظیم الشان ولی ہوگا، ہر خاص وعام اس کی طرف رجوع کریں گے اور گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ بغداد میں ایک مجمع عظیم میں قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله کہہ رہا ہے اور یہ اپنے اس قول میں حق بجانب ہوگا اور تمام اولیاء اللہ اس کے سامنے اپنی گردنیں جھکائیں گے، یہ سب کا قطب ہوگا تو تم میں سے جو کوئی اس کا وقت پائے اس کو چاہئے کہ اس کی خدمت اپنے اوپر لازم کرے۔ اس کے بعد حضرت شیخ موصوف نے آپ سے فرمایا: اے عبدالقادر! آج وقت ہمارے ہاتھ ہے اور قریب ہے کہ یہ وقت تمہارے ہاتھ آئے گا اور یہ دستور ہے کہ ہر ایک چراغ

روشن ہوکر گل ہو جاتا ہے مگر تمہارا چراغ قیامت تک روشن رہے گا یہ فرما کر حضرت شیخ نے اپنی جانماز، تسبیح، قمیص، پیالہ اور اپنا عصا آپ کو عنایت فرمایا اور کہا: اے عبدالقادر! تمہارا وقت ایک عظیم الشان وقت ہوگا، اس وقت تم اس سفید داڑھی کو مت بھولنا؟ یہی کہتے کہتے روح پرفتوح حضرت شیخ موصوف کی عالم بقا کو پرواز کرگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حضرت عمر بزاز کہتے ہیں کہ وہ تسبیح آپ کو حضرت تاج العارفین نے دی تھی جب اس کو زمین پر رکھا جاتا تو اس کا ہر ایک دانہ ازخود گردش کرتا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت شیخ علی بن ہیتی نے آسے لیا اور پیالہ کو جب کوئی لینا چاہتا تو وہ خود بخود ہاتھ میں آجاتا تھا۔

غیظ الناظر میں ہے کہ حضرت شیخ نجیب سہروردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حماد دباس رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ اس عجمی کا قدم ایک وقت کل اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہوگا اور حضرت شیخ نجیب یہ بھی فرماتے کہ میں نے چالیس سے زیادہ مشائخین کو ایسا ہی فرماتے سنا ہے۔

قلائدالجواہر میں ہے کہ جب آپ عالم شباب میں تھے تو حضرت شیخ حماد رضی اللہ عنہ نے آپ کی نسبت فرمایا: میں نے ان کے سر پر دو جھنڈے دیکھے جو زمین سے لے کر ملاء اعلیٰ تک پہنچے تھے اور افق اعلیٰ میں ان کے نام کی دھوم دھام مچی ہے۔

(مسالک السالکین ج۱ص ۳۴۸)

فضائل

مقبول بارگاہ الٰہی، مورد انوار لامتناہی، شیر بستان، کمال مرد میداں، جمال خورشید افلاک کرامت، گوہر دریائے ولایت، گل سرسبد گلشن شریعت، بہر بے خزاں گلستان طریقت، میوہ اشجار بستان معرفت، ذائقہ نعمت خوارق، حقیقت افضل اتقیائے عظام، اصلح اولیائے کرام، فیض بخش زمانہ، مرشد یگانہ، ہادی روزگار مظہر محبوب پروردگار، خلاصہ خاندان مصطفوی، نقارۂ دودمان مرتضوی، مقتدائے ارباب ہدایت، پیشوائے اصحاب استقامت، سیّد صحیح النسب، عالی نقب، والا حسب سلطان اقلیم، فرد توکل رونق بزم صبر وتحمل، دلیل سبیل فلاح ورشاد، رہبر طریق استقامت، خلف رشید حسن مجتبیٰ، نور دیدۂ شہید کربلا، زندگی بخش دین متین سیّد المرسلین، پشت وپناہ امت خاتم النبیین، محی السنہ، قامع البدعہ، قطب الاقطاب، فرد الاحباب، مظہر ولایت خاصہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابومحمد سیّد محی الدین، محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے سترہویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ کے فضائل کا احاطہ طاقت بشری سے بالاتر ہے۔

تلخیص قلائدالجواہر میں حضرت ابوزکریا رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی نے ارشاد فرمایا: ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک تخت مرصع پر جلوہ گر ہوکر تشریف لائے اور مجھے نہایت الفت ومحبت سے اپنے پاس بٹھایا اور میری پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے جسم انور سے پیراہن مبارک اتار کر مجھ کو پہنایا اور ارشاد فرمایا:

ھذہ خلعة غوثية على الاقطاب والابدال والاوتاد" .

آپ کی شان مبارک میں جلیل القدر اولیائے عظام نے اس طرح خراج عقیدت پیش فرمایا صرف چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) حضرت نورالدین یوسف شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

غوث الورى غيث الندى نور الهدى بدر الدجى شمس الضحى كهف الورى

(۲) حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی سنجری ۶۳۳ھ ۱۲۳۵ء نے فرمایا:

یا غوث معظم نور ہدی مختار نبی مختار خدا سلطان دو عالم قطب علی حیران ز جلالت ارض وسما

(۳) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۶۳۳ھ ۱۲۳۵ء نے فرمایا:

خاک پائے تو بود روشنی اہل نظر دیدہ را بخش ضیا حضرت غوث الثقلین

(۴) حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری ۶۹۰ھ نے فرمایا:

من آمدم بہ پیش تو سلطان عاشقاں ذات توست قبلہ ایمان عاشقاں

(۵) حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی ۶۶۱ھ نے فرمایا:

معلیٰ حب سبحانی مقدس قطب ربانی علی سیرت حسن ثانی محی الدین جیلانی
مدد یا شاہ جیلانی بریں افتادہ حیرانی تو ملجائی وجانانی محی الدین جیلانی
چہ تابد یا ثنا خوانی اگر خواہد ہمیدانی کنی ہر مشکل آسانی محی الدین جیلانی
مدد یا شاہ جیلانی نظر یا شاہ صمدانی کرم یا شیخ ربانی محی الدین جیلانی
کر کارم کہ بتوانی غریبم در پریشانی جہاں را پیر وپیرانی محی الدین جیلانی
بدل از صدق روحانی چوں مدح پیر پیرانی مرا از غم تو برہانی محی الدین جیلانی
سگ درگاہ جیلانی بہاء الدین ملتانی بقائے دین سلطانی محی الدین جیلانی

(۶) حضرت عبدالرحمٰن جامی ۱۹۸ نے فرمایا:

گویم ز کمال توچہ غوث الثقلینا محبوب خدا، ابن حسن، آل حسینا
سر جملہ نہادند در قدمت وگفتند تاللہ لقد اثرک اللہ علینا

(۷) حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۲۴ھ فرماتے ہیں:

گر کسے واللہ بہ عام از مئے عرفانی ست از طفیل شاہ عبدالقادر گیلانی است
یا رب بحق جمال عبد القادر یا رب بحق کمال عبد القادر
بہرحال ابوالمعالی زار وضعیف رحمے کن و دہ وصال عبد القادر

(۸) سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۰۲ھ کا فرمان ہے:

شو مرید از جان باہو بالیقین　　خاکپائے شاہ میراں راس دین

(۹) حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۷ھ نے فرمایا:

خداوندا بحق شاہ جیلاں　　محی الدین غوث وقطب دوراں
بکن خالی مرا از ہر خیالے　　ولیکن آنکہ زد پیدا ست حالے

(۱۰) اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء فرماتے ہیں:

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا　　اونچوں اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا　　اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

خصائل مبارکہ

اور آپ کے خصائل مبارکہ کو مناقب غوثیہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ آپ کے جسم مبارک پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی اور آپ کے پسینہ مبارک سے خوشبو آتی تھی اور آپ کے بول و براز کو بھی زمین کھا جاتی تھی۔ ایک دن لوگوں نے عرض کیا: حضور! یہ سب باتیں تو آپ کے جد امجد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کے ساتھ مخصوص تھیں، حضور کے اندر جو پائی جاتی ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: رب کائنات کی قسم یہ وجود عبدالقادر کا نہیں ہے بلکہ وجود مسعود جد امجد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اس بات میں اشارہ ہے کہ صفات فنافی الرسول آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں اور ذات وکمال میں اس درجہ فنا ہو گئے تھے کہ آپ کا جسم پاک عین جسم مقدس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سا ہو گیا تھا اور اسی کو فنائے اتم کہتے ہیں۔

(مسالک السالکین ج ۱ ص ۳۴۲)

عہد طفلی کے حالات

آپ کی جانب ابتداء ہی سے خداوند قدوس کی رحمتیں متوجہ تھیں پھر آپ کے مرتبہ فلک وقار کو کون چھو سکے یا اس کا اندازہ لگا سکے۔ چنانچہ آپ نے خود ہی اپنے بچپنے کے واقعات کی اس طرح نشاندہی فرمائی ہے کہ عمر کے ابتدائی دور میں جب کبھی میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنا چاہتا تو غیب سے آواز آتی تھی کہ لہو لعب سے باز رہو جسے سن کر میں رک جایا کرتا تھا اور اپنے گرد و پیش پر جب نظر ڈالتا تو کوئی آواز دینے والا دکھائی نہیں دیتا تھا جس کی وجہ سے مجھے دہشت سی معلوم ہوتی اور میں جلدی سے بھاگتا ہوا گھر آتا اور والدہ محترمہ کی آغوش محبت میں چھپ جاتا تھا۔ اب وہی آواز میں اپنی تنہائیوں میں سنا کرتا ہوں، اگر مجھے کبھی نیند آتی ہے تو وہ آواز فوراً میرے کانوں میں آ کر مجھے آگاہ کر دیتی ہے کہ تمہیں اس لئے نہیں پیدا کیا کہ تم سویا کرو۔

(اخبار الاخیار ص ۲۰ فارسی)

تحصیل علم

جب آپ کی عمر شریف چار سال کی ہوئی تو آپ کے والد ماجد سیّدنا ابوصالح رضی اللہ عنہ آپ کو مکتب میں داخل کرنے کی غرض سے لے گئے اور استاد کے سامنے آپ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے، استاد نے کہا: پڑھو بیٹے بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ تو آپ نے بسم اللہ شریف پڑھنے کے ساتھ ساتھ الم سے لے کر مکمل سترہ پارے از بر استاد کو سنا دیا۔ استاد نے حیرت سے دریافت کیا کہ یہ تو نے کب پڑھا اور کیسے یاد کیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: میری والدہ ماجدہ سترہ سپارے کی حافظ ہیں، جن کا وہ اکثر ورد کیا کرتی تھیں جب میں شکم مادر میں تھا تو یہ سترہ سپارے سنتے سنتے یاد ہو گئے۔

گھر پر علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد ۴۸۸ھ میں جبکہ آپ کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی بغداد تشریف لائے اور اس وقت کے شیوخ ائمہ، بزرگان دین اور محدثین کی خدمت کا قصد فرمایا تو پہلے علوم قرآنیہ کو روایت و درایت اور تجوید و قرأت کو اسرار و رموز کے ساتھ حاصل کیا اور زمانے کے بڑے محدثین اور اہل فضل و کمال و مستند علماء کرام سے سماع حدیث فرما کر علم کی تحصیل فرمائی حتیٰ کہ تمام اصولی، فروعی، مذہبی اور اختلافی علوم میں علمائے بغداد ہی سے نہیں بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے علماء سے سبقت لے گئے اور آپ کو تمام علماء پر فوقیت حاصل ہو گئی اور سب نے آپ کو اپنا مرجع بنا لیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کے سامنے ظاہر فرمایا اور آپ کی مقبولیت تامہ عوام و خواص کے قلوب میں ڈال دی اور آپ کو قطبیت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ کا مرتبہ عطا فرمایا حتیٰ کہ چار دانگ عالم کے تمام فقہاء، علماء، طلباء اور فقراء کی توجہ آپ کے آستانہ کی جانب ہو گئی حکمت و دانائی کے چشمے آپ کی زبان سے جاری ہو گئے اور عالم ملکوت سے عالم دنیا تک آپ کے کمال و جلال کا شہرہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے علامات قدرت و امارت اور دلائل خصوصیت و براہین کرامت آفتاب نصف النہار سے زیادہ واضح اور ظاہر کر دیا اور بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور تصرفات وجود کی لگامیں آپ کے قبضہ اقتدار و دست اختیار میں سپرد فرمائیں، تمام مخلوق کے دلوں کو آپ کی عظمت و ہیبت کے سامنے سرنگوں کر دیا اور اس وقت کے تمام اولیاء کو آپ کے سایہ قدم اور دائرہ حکم میں دے دیا کیونکہ آپ من جانب اللہ اسی پر مامور تھے جیسا آپ خود فرماتے ہیں کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

(اخبار الاخیار ص ۲۷ فارسی)

بیعت و خلافت

آپ کو بیعت و خلافت کا شرف حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رضی اللہ عنہ سے حاصل تھا اور آپ نے اپنے شیخ طریقت کی بارگاہ میں راہ طریقت و سلوک کو حاصل کیا نیز آپ نے آداب طریقت و تعلیم سلوک محمد بن مسلم الاباس قدس سرہٗ سے بھی حاصل کیا ان کے علاوہ وقت کے ممتاز شیوخ طریقت سے بھی آپ نے فیوض و برکات حاصل فرمائے۔

اخلاق عظیمہ

آپ کے اخلاق و عادات انک لعلٰی خلق عظیم کا نمونہ اور انک لعلٰی ھدًی مستقیم کا مصداق تھے۔ آپ اتنے

عالی مرتبت، جلیل القدر، وسیع العلم ہونے اور شان وشوکت کے باوجود ضعیفوں میں بیٹھتے، فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے، سلام کرنے میں پہل کرتے اور طالب علموں اور مہمانوں کے ساتھ کافی دیر بیٹھتے بلکہ ان کی لغزشوں اور گستاخیوں سے درگزر فرماتے، اگر آپ کے سامنے کوئی جھوٹی قسم بھی کھاتا تو اپنے علم وکشف سے جاننے کے باوجود اس کو رسوا نہ کرتے۔ اپنے مہمان اور ہمنشیں سے دوسروں کی بہ نسبت انتہائی خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے آپ کبھی نافرمانوں، سرکشوں، ظالموں اور مالداروں کے لئے کھڑے نہ ہوتے، نہ کبھی کسی وزیر وحاکم کے دروازے پر جاتے اور مشائخ وقت میں سے کوئی بھی حسن خلق، وسعت قلب، کرم نفس، مہربانی اور عہد کی نگہداشت میں آپ کی برابری نہیں کرسکتا تھا۔ (اخبار الاخیار فارسی ص ۲۱)

آپ کے اوصاف کریمانہ

ایک روز آپ نے ایک فقیر کو شکستہ خاطر ایک گوشے میں بیٹھا ہوا دیکھا، دریافت فرمایا: کس خیال میں ہو اور کیا حال ہے؟ فقیر نے عرض کیا: میں دریا کے کنارے گیا تھا اور ملاح کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں تھا کہ کشتی میں بیٹھ کر پار اتر جاتا؟ ابھی اس فقیر کی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ ایک شخص نے تیس اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی آپ کو نذر کی آپ نے وہ تھیلی فقیر کو دے کر فرمایا: اسے لے جا کر ملاح کو دے دو۔

بعض مشائخ وقت نے آپ کے اوصاف میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ العزیز بڑے بارونق ہنس مکھ، خندہ رو، بڑے شرمیلے، وسیع الاخلاق، نرم طبیعت، کریم الاخلاق، پاکیزہ اوصاف اور مہربان وشفیق تھے۔ جلیس کی عزت کرتے اور مغموم کو دیکھ کر امداد فرماتے، ہم نے آپ جیسا فصیح وبلیغ کسی کو نہیں دیکھا...... اور بعض نے اس طرح وصف کا اظہار فرمایا حضرت شیخ محی الدین قدس سرہٗ بکثرت رونے والے، اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے۔ آپ کی ہر دعا فوراً قبول ہوتی، نیک اخلاق، پاکیزہ اوصاف، بدگوئی سے بہت دور بھاگنے والے اور حق کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ احکام الٰہی کے نافرمانوں کے لئے بڑے سخت گیر تھے۔ لیکن اپنے لئے کبھی غصہ نہ فرماتے، کسی سائل کو اگر چہ وہ آپ کے بدن کے پکڑے ہی لے جاتے واپس نہ لیتے، توفیق الٰہی آپ کی رہنما اور تائید ایزدی آپ کی معاون تھی۔ علم نے آپ کو مہذب بنایا، قرب نے آپ کو مؤدب بنایا، خطاب الٰہی آپ کا مشیر اور ملاحظہ خداوندی آپ کا سفیر تھا۔ انسیت آپ کی ساتھی اور خندہ روئی آپ کی صفت تھی۔ سچائی آپ کا وظیفہ، فتوحات آپ کا سرمایہ، بردباری آپ کا فن، یاد الٰہی آپ کا وزیر، غور وفکر آپ کا مونس، مکاشفہ آپ کی غذا اور مشاہدہ آپ کی شفا تھی۔ آداب شریعت آپ کا ظاہر اور اوصاف حقیقت آپ کا باطن تھا۔ **رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن جمیع الصالحین وعنا عن محبیھم اجمعین**۔ (اخبار الاخیار فارسی ص ۲۲)

عبادت وریاضت

عبادت وریاضت کے متعلق آپ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ پچیس سال تک میں دنیا سے قطع تعلق کر کے عراق کے

صحراؤں اور ویرانوں میں اس طرح گشت کرتا رہا کہ نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ مجھے کوئی پہچانتا، رجال الغیب اور جنات کی میرے پاس آمد رہتی تھی اور انہیں راہ حق کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ چالیس سال تک میں نے فجر کی نماز عشاء کے وضو سے ادا کی ہے اور پندرہ سال تک یہ حال رہا کہ نماز عشاء کے بعد قرآن مجید اس طرح شروع کرتا کہ ایک پاؤں پر کھڑا ہو جاتا اور ایک ہاتھ سے دیوار کی میخ پکڑ لیتا تمام شب اسی حالت میں رہتا حتیٰ کہ صبح کے وقت قرآن کریم ختم کر دیتا تین دن سے چالیس دن تک بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ نہ تو کچھ کھانے پینے کو ملا اور نہ ہی سونے کی نوبت آئی۔ گیارہ سال تک برج بغداد میں عبادت الٰہی کے اندر مصروف رہا حتیٰ کہ اس برج میں میری اقامت اتنی طویل مدت تک رہی کہ وہ برج ہی برج عجمی کے نام سے مشہور ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک غیب سے کھانا نہ ملے گا نہ کھاؤں گا، مدت دراز تک یہی کیفیت رہی لیکن میں نے اپنا عہد نہیں توڑا اور اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا اس کی خلاف ورزی نہ کی...... آپ نے فرمایا: ایک مرتبہ سفر میں ایک شخص نے میرے پاس آ کر کہا: اس شرط پر مجھے اپنی رفاقت میں لے لیجئے کہ صبر بھی کروں گا اور حکم کے خلاف کچھ نہ کروں گا ایک دفعہ اس نے مجھے ایک جگہ بٹھایا اور وعدہ لے کر کہ جب تک میں نہ آؤں آپ یہاں سے نہ جائیں چلا گیا میں ایک سال اس کے انتظار میں بیٹھا رہا لیکن وہ شخص نہ آیا۔ ایک سال بعد آ کر مجھے اس جگہ بیٹھا دیکھا پھر یہی وعدہ کر کے چلا گیا تین مرتبہ اسی طرح ہوا آخری مرتبہ وہ اپنے ساتھ دودھ اور روٹی لایا اور کہا: میں خضر ہوں؟ اور مجھے حکم ہے کہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر یہ کھانا کھاؤں، چنانچہ ہم نے کھانا کھایا فارغ ہونے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اب اٹھئے سیر وسیاحت ختم کیجئے اور بغداد میں جا کر بیٹھ جائیے۔ لوگوں نے پوچھا کہ ان تین سالوں میں کھانے پینے کی کیا شکل رہی؟ فرمایا: ہر چیز زمین سے پیدا ہو کر میرے سامنے موجود ہو جاتی تھی۔

(اخبار الاخیار فارسی ص۱۵،۱۶)

شیطانی دھوکہ سے بچنا

شیخ جلیل ضیاء الدین ابونصر موسیٰ بن شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ آپ کے والد محترم نے آپ سے بیان فرمایا: میں ایک دفعہ سفر پر روانہ ہوا، جہاں مجھے کچھ دیر ہو گئی، پانی نہ ملا اور اس طرح مجھے سخت پیاس معلوم ہوئی۔ میرے سر پر بادل کا ایک ٹکڑا چھا گیا اور کوئی چیز ان بادلوں سے نیچے اترتی دکھائی دی۔ پھر میں نے دیکھا کہ کوئی روشنی نمودار ہوئی...... جس سے تمام افق روشن ہو گیا اور ایک شکل میرے سامنے ظاہر ہوئی جس نے بلند آواز سے کہا: عبدالقادر! میں تمہارا رب ہوں، میں نے تمہارے لئے تمام حرام چیزوں کو حلال کر دیا، تم جو چاہو کھا سکتے ہو...... میں نے اسی وقت اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہا اور للکارا، او لعنتی! دور ہو جا!! وہ نور تاریکی میں تبدیل ہو گیا اور وہ صورت دھواں بن گئی اور کہنے لگی: عبدالقادر! تیرے علم نے تجھے آج بچا لیا اور مناظرہ کے فن نے مجھے شکست دے دی ہے۔ حالانکہ میں نے اب تک ستر اولیائے طریقت کو اسی طرح گمراہ کر دیا ہے؟ میں نے کہا: مجھے میرے علم اور مناظرہ نے نہیں، بلکہ میرے اللہ تعالیٰ کے فضل نے بچا لیا ہے۔ (اخبار الاخیار ص۱۶)

عقد شریف

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ کسی صالح شخص نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ نے نکاح کس غرض سے کیا ہے؟ تو حضرت نے جواب دیا کہ میں نے اس وقت تک نکاح نہیں کیا جب تک مجھ کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمایا: نکاح کرو۔ یہ سن کر اس شخص نے عرض کیا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر میں اجازت دی ہے، پھر صوفیائے کرام اس ارادے پر الزام کیوں دیتے ہیں؟ میں نہیں کہہ سکتا کہ حضرت شیخ نے کیا جواب دیا' البتہ میں یہ کہوں گا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت کا حکم دیا ہے اور شریعت نے نکاح کی اجازت دی ہے مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہے اور اس کا نیاز مند بن کر اس سے استخارہ کرتا ہے تو عالم خواب میں یا بذریعہ کشف اللہ تعالیٰ اس کو متنبہ فرماتا ہے تو اس وقت یہ حکم رخصت پر نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک ایسا امر ہے جس کا اتباع ارباب عزیمت کرتے ہیں، کیونکہ یہ علم حال سے ہے اور حکم سے نہیں ہے اور جو امر بذریعہ القاء یا کشف دل میں واقع ہو اس کی صحت پر دلیل حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ آپ خود فرماتے ہیں:

میں مدت سے شادی کا خواستگار تھا، مگر وقت کے خراب ہونے کے باعث میں شادی کرنے کی جرات نہیں کرتا تھا لہٰذا میں نے صبر کیا یہاں تک کہ جب اس کا مقررہ وقت آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے چار بیویاں عطا فرمائیں ان میں سے ہر ایک بیوی میری مرضی اور منشاء کے مطابق نکلی، پس یہ ثمرہ میرے اس صبر جمیل کا ہے جو شادی کرنے کے سلسلے میں کرتا رہا۔

(عوارف المعارف اردو ص ۳۱۴)

آپ کے مراتب واختیارات

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ:

میں وہ مرد خدا ہوں کہ میری تلوار ننگی ہے اور میری کمان عین نشانے پر ہے، میرا تیر نشانے پر ہے میرے نیزے صحیح مقام پر مار کرتے ہیں میرا گھوڑا چاک و چوبند ہے میں اللہ کی آگ (نار اللہ) ہوں میں لوگوں کے احوال سلب کر لیتا ہوں میں ایسا بحر بیکراں ہوں جس کا کوئی ساحل نہیں میں اپنے آپ سے ماوری گفتگو کرتا ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص نگاہ قدرت میں رکھا ہے، مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص ملاحظہ میں رکھا ہے، اے روزہ دارو! اے شب بیدارو!! اور پہاڑ والو!! تمہارے صومعے زمین بوس ہو جائیں گے۔ میرا حکم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے قبول کرلو۔ اے دختران وقت، اے ابدال و اطفال زمانہ آؤ اور وہ سمندر دیکھو جس کا کوئی ساحل نہیں۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میرے سامنے نیک بخت اور بد بخت پیش کئے جاتے ہیں۔ مجھے قسم ہے لوح محفوظ میری نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے میں دریائے علوم الٰہی کا غواص ہوں، میرا مشاہدہ ہی محبت الٰہی ہے۔ میں لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت ہوں میں نائب رسول خدا ہوں۔ میں اس زمین پر رسول اللہ کا وارث ہوں۔ انسان اور جنوں میں مشائخ ہوتے ہیں۔ فرشتوں میں بھی مشائخ ہوتے ہیں۔ مگر میں ان سب کا شیخ الکل ہوں۔ میری مرض موت اور تمہاری مرض

موت میں زمین وآسمان کا فاصلہ ہے۔ مجھے دوسروں پر عیاں نہ کرو اور نہ دوسرے مجھے اپنے آپ پر قیاس کریں......اے مشرق والو! اے مغرب والو!! اور اے آسمان والو!! مجھ سے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ وہ چیزیں جانتا ہوں جو تم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا مجھے ہر روز ستر بار حکم دیا جاتا ہے کہ یہ کام کرو، ایسا کرو، اے عبدالقادر! تمہیں میری قسم ہے۔ یہ چیز پی لو، تمہیں میری قسم ہے یہ چیز کھالو، میں تم سے باتیں کرتا ہوں اور امن میں رکھتا ہوں......حضرت نے مزید فرمایا: جب میں گفتگو کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی قسم یہ بات پھر کہو، کیونکہ تم سچ کہتے ہو۔ میں اس وقت تک بات نہیں کرتا جب تک مجھے یقین نہ دلایا جائے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔ میں ان تمام امور کی تقسیم وتفریق کرتا رہتا ہوں جن کے مجھے اختیارات دیئے جاتے ہیں۔ جب مجھے حکم دیا جاتا ہے تو میں وہی کام کرتا ہوں، مجھے حکم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے تو یہ بات تمہارے لئے زہر ہلاہل ہوگی تمہارا یہ اقدام نافرمانی تمہیں ایک لحہ میں تباہ کردے گا۔ میں تمہاری دنیا وآخرت کو ایک لحہ میں ختم کرنے کی قدرت رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہوں، اگر میرے منہ میں شریعت کی لگام نہ ہوتی تو میں تمہیں ان چیزوں کی بھی خبر دیتا جو تم کھاتے ہو، پیتے ہو اور گھروں میں چھپائے رکھتے ہو۔ اگر میرے منہ میں شریعت کی لگام نہ ہوتی (یعنی شریعت کا پاس نہ ہوتا) تو میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پیالے کی خبر دیتا غرض یہ کہ ہر خبر واضح کردیتا۔ چونکہ علم وامان عالم میں پناہ حاصل کرتا ہے اور ان کی خفیہ چیزوں کو ظاہر نہیں کرتا۔ آپ نے مزید فرمایا: میں ہر اس خبر کو جانتا ہوں جو تمہارے ظاہر میں ہے اور ہر اس چیز کی خبر رکھتا ہوں جو تمہارے باطن میں پوشیدہ ہے میری نگاہ میں تم لوگ شیشے کی طرح صاف ہو تمام مردان خدا جب مقام قدر میں پہنچتے ہیں تو ان کی نگرانی کی جاتی ہے۔ مگر مجھے اس طاقچہ سے اندر پہنچایا جاتا ہے۔ (اخبار الاخیار فارسی ۱۸، ۱۹)

قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ: لطائف الغرائب میں ہے کہ جب آپ کو رب کائنات سے مرتبہ غوثیت ومحبوبیت عنایت ہوا تو آپ جمعہ مبارک کے دن منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے، ناگاہ استغراق کی کیفیت آپ پر طاری ہوئی اور اسی حالت میں زبان کرامت بیان پر یہ کلمہ جاری ہوا۔ **قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ** "یعنی میرا یہ قدم جملہ اولیاء اللہ کی گردن پر ہے" معاً منادی غیب نے تمام عالم میں ندا کردی کہ جمیع اولیاء اللہ محبوب پاک کی اطاعت کریں اور ان کے ارشاد کو بسر وچشم بجالائیں، یہ سنتے ہیں جملہ اولیاء اللہ نے گردنیں جھکادیں اور ارشاد واجب الاذعان کی تعمیل کی۔ جن اولیاء اللہ نے سر تسلیم خم کیا اس کی تفصیل اس طرح ہے (۱) حرمین شریفین میں سترہ (۲) عراق میں ساٹھ (۳) عجم میں چالیس (۴) شام میں تیس (۵) مصر میں بیس (۶) مغرب میں ستائیس (۷) یمن میں تیئس (۸) حبشہ میں گیارہ (۹) سد یاجوج ماجوج میں سات (۱۰) سراندیپ میں سات (۱۱) کوہ قاف میں ستائیس (۱۲) جزائر بحر محیط میں چوبیس افراد تھے۔

حضرت شیخ مکارم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں انوار الٰہی کو حاضر جان کر کہتا ہوں کہ جس روز آپ نے **قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ** فرمایا اس روز جملہ اولیاء اللہ نے معائنہ کیا کہ نشان قطبیت آپ کے سامنے گاڑا گیا ہے اور غوثیت کا تاج آپ کے سر مبارک پر رکھا گیا اور آپ خلعت تصرف زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ تو سب نے ایک ہی آن میں سر جھکا کر

آپ کے مرتبے کا اعتراف کیا یہاں تک کہ دسوں ابدال نے بھی جو سلاطین وقت تھے اپنی گردنیں جھکائیں جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت شیخ بقا بن بطو (۲) حضرت شیخ ابوسعید قیلوی (۳) حضرت شیخ علی بن ھیتی (۴) حضرت شیخ عدی بن مسافر (۵) حضرت شیخ موسیٰ الزولی (۶) حضرت شیخ احمد رفاعی (۷) حضرت شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی (۸) حضرت شیخ ابومحمد عبداللہ البصری (۹) حضرت شیخ حیات بن قیس الحرانی (۱۰) حضرت شیخ ابومدین العربی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

حضرت قدوۃ العارفین شیخ ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آپ نے **قدمی هذه علی رقبة كل ولی الله** فرمایا اس وقت آپ کے قلب مبارک پر تجلیات الٰہی نازل ہو رہی تھیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خلعت بھیجا تھا جس کو ملائکہ مقربین نے مجمع عام میں آپ کو پہنایا، اس وقت ملائکہ ورجال الغیب صف باندھے ہوئے اس کثرت سے ہوا میں کھڑے تھے کہ افق سماں نظر نہیں آتا تھا اور اس وقت روئے زمین پر کوئی ایسا ولی نہ تھا جس نے گردن نہ جھکائی ہو۔ (مسالک السالکین ج ۱ص ۳۴۰)

خلاصۃ القادر میں ہے کہ جب منادی غیب کی ندا عالم ارواح میں پہنچی تو حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کی روح پاک نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا: **یا احکم الحاکمین!** تیرا فرمان واجب الاذعان ہے مگر سیّد عبدالقادر کو بایزید پر کون سی فوقیت اور ترجیح حاصل ہے؟ ارشاد ہوا کہ دو فوقیتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ فرزند دلبند خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور دوسرا یہ کہ تو فارغ مشغول ہے اور وہ مشغول فارغ، تو عاشق ہے، وہ معشوق ہے، یہ سنتے ہی حضرت سلطان العارفین نے گردن جھکا دی اور فرمایا: **سمعنا واطعنا**۔

منقول ہے کہ شیخ ابوالبرکات بن صخر بن مسافر نے اپنے عم بزرگوار حضرت شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سوائے حضرت محبوب سبحانی کے کسی اور ولی اللہ نے بھی **قدمی هذه علی رقبة كل ولی الله** کہا ہے؟ تو ارشاد فرمایا: نہیں: پوچھا کہ پھر حضرت محبوب سبحانی کے ارشاد کا کیا سبب ہے؟ تو ارشاد فرمایا: یہ کلمہ ان کے مقام فردیت کی خبر دیتا ہے پھر پوچھا کہ فرد تو ہر زمانے میں ہوتا ہے مگر کسی کو سوائے حضرت محبوب سبحانی کے یہ کہنے کا حکم نہیں ہوا عرض کیا گیا: آپ اس کہنے پر مامور ہوئے تھے؟ فرمایا: ہاں! اور تمام اولیاء اللہ نے حکم الٰہی کے بموجب اپنی گردنی جھکائیں۔ (مسالک السالکین ج ۱ص ۳۴۱)

وجہ تسمیہ محی الدین

مشائخ قادریہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے آپ سے محی الدین لقب کی وجہ دریافت کی، تو آپ نے فرمایا: ۵۱۱ھ میں ایک دفعہ میں ایک لمبے سفر سے بغداد کی طرف لوٹ رہا تھا۔ میرے پاؤں ننگے تھے، مجھے ایک بیمار آدمی ملا جس کا رنگ اڑا ہوا تھا اور بڑا ہی کمزور جسم نظر آتا تھا۔ مجھے اس نے سلام کیا، میں نے وعلیک السلام کہا اس کے بعد مجھ سے کہنے لگا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ میں قریب ہوا تو کہنے لگا: مجھے اٹھاؤ؟ میں نے اسے اٹھا کر بٹھا دیا تو اس کا جسم اچھا و توانا ہو گیا اور اس کے چہرے پر رونق

نظر آنے لگی۔ مجھے اس نے پوچھا کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو وہ خود ہی کہنے لگا کہ:

''میں تمہارا دین ہوں جو اس قدر نحیف و نزار ہو گیا تھا چنانچہ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ آپ کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے از سر نو زندگی بخشی ہے، آج سے تمہارا نام محی الدین ہوگا''۔

یہاں تک کہ جب میں جامع مسجد کی طرف واپس آیا تو مجھے ایک شخص ملا اور مجھ سے کہنے لگا: سیّد محی الدین! میں نے نماز ادا کی تو لوگ میرے سامنے ادباً کھڑے ہو گئے اور ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے اور زبان سے یا محی الدین پکارتے جاتے تھے۔ حالانکہ اس سے پہلے کوئی بھی مجھے اس لقب سے نہیں پکارتا تھا۔ (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۹۴ تلخیص بہجۃ الاسرار)

مسند رشد و ہدایت

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابتداء میں مجھے سوتے جاگتے کرنے اور نہ کرنے والے کام بتائے جاتے اور مجھ پر کلام کرنے کا غلبہ اتنی شدت سے ہوتا کہ میں بے اختیار ہو جاتا اور خاموش رہنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ صرف دو تین آدمی میری باتیں سنتے رہتے، پھر لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی حتیٰ کہ مخلوق خدا کا ہجوم ہونے لگا یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ میری مجلس میں جگہ باقی نہ رہتی چنانچہ میں شہر کی عیدگاہ میں چلا گیا اور وعظ کہنے لگا وہاں بھی جگہ تنگ ہو گئی تو منبر شہر کے باہر لے گیا اور بے شمار مخلوق سوار و پیادہ آتی اور مجلس کے باہر اردگرد کھڑی ہو کر وعظ سنتی حتیٰ کہ سننے والوں کی تعداد ستر ہزار کے قریب پہنچ گئی۔ (اخبار الاخیار اردو ص ۴۷، ۴۸)

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ شروع زمانے میں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خواب میں دیکھا کہ مجھے وعظ کہنے کا حکم فرما رہے ہیں اور میرے منہ میں انہوں نے اپنا لعاب دہن ڈالا بس اس کی تاثیر یہ ہوئی کہ میرے لئے ابواب سخن کھل گئے...... آپ کی مجلس وعظ میں چار سو اشخاص قلم دوات لے کر بیٹھتے اور جو کچھ سنتے اس کو لکھتے رہتے...... اور جب منبر پر تشریف لاتے تو مختلف علوم کا بیان فرماتے۔ تمام حاضرین آپ کی ہیبت و عظمت کے سامنے بالکل ساکت رہتے کبھی اثنائے وعظ میں فرماتے کہ قال ختم ہوا اور اب حال کی طرف مائل ہوئے۔ یہ کہتے ہی لوگوں میں اضطراب وجد اور حال کی کیفیت طاری ہو جاتی کوئی گریہ و فریاد کرتا، کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لیتا اور کوئی بیہوش ہو کر اپنی جان دے دیتا، بسا اوقات آپ کی مجلس سے شوق، ہیبت، تصرف، عظمت اور جلال کے باعث کئی کئی جنازے نکلتے آپ کی مجلس وعظ میں جن خوارق، کرامات، تجلیات اور عجائبات و غرائب کا ظہور بیان کیا جاتا وہ بے شمار ہیں۔

روایت ہے کہ جب آپ منبر پر تشریف لاتے تو فرماتے: اے صاحبزادے! ہمارے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد دیر نہ کیا کرو، ولایت یہاں حاصل ہوتی ہے، اعلیٰ درجات یہاں ملتے ہیں، اے طلبگار توبہ! بسم اللہ! ہمارے پاس آ! اے طالب عفو! بسم اللہ تو بھی آ، اے اخلاص کے چاہنے والے! بسم اللہ ہفتہ میں ایک بار آ، مہینہ میں ایک بار آ، اگر یہ بھی مشکل ہو تو سال میں ایک

دفعہ آ، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک مرتبہ آ، اور ہزار نعمتیں لے جا، اے عالم! ہزار مہینہ کی مسافت طے کر کے میرے پاس آ اور میری بات سن جا اور جب تو یہاں آئے تو اپنے عمل زہد، تقویٰ اور ورع کو نظر انداز کر، تا کہ تو اپنے نصیب کے مطابق مجھ سے اپنا حصہ حاصل کر سکے۔ میری مجلس میں مقرب فرشتے، مخصوص اولیاء اور رجال الغیب اس لئے آتے ہیں کہ مجھ سے بارگاہ اقدس کے آداب و تواضع سیکھیں، میرا وعظ رجال غیب کے لئے ہوتا ہے جو کوہ قاف کے ماوراسے آتے ہیں ان کے قدم دوش ہوا پر ہوتے ہیں لیکن خداوند عالم کے لئے ان کے دلوں میں آتش شوق و سوزش اشتیاق شعلہ زن ہوتی ہے۔

آپ کا معمول یہ تھا کہ ہفتہ میں تین بار وعظ فرمایا کرتے جمعہ کی صبح، منگل کی رات اور اتوار کی صبح کو آپ کی مجلس میں عراق کے مشائخ، مفتی اور علماء شریک ہوا کرتے تھے ان میں شیخ بقاء بن بطو، شیخ ابوسعید قیلوی، شیخ علی بن ہیتی، شیخ عبدالقاہر سہروردی، شیخ ماجد کردوی اور شیخ مطر بادرانی وغیرہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں کوئی یہودی یا عیسائی دامن اسلام میں نہ آتا ہو اور راہزن، چور، ملحد، بے دین اور بدعقیدہ لوگ آپ کی مجلس میں آکر تائب ہوتے، یہودی اور عیسائیوں میں سے پانچ سو کے قریب آپ کے دست حق پرست پر اسلام لائے، ایک لاکھ سے زیادہ چور اور قزاق تائب ہوئے۔ (اخبار الاخیار و تلخیص بہجۃ الاسرار ص ۵۸)

کشف وکرامات

آپ کے کشف و کرمات کے متعلق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں ارشاد فرماتے ہیں:

آپ سے لاتعداد کرامتیں ظاہر ہوئیں، مخلوق کے ظاہر و باطن میں تصرف کرنا، انسانوں اور جنات پر آپ کی حکومت، لوگوں کے راز اور پوشیدہ امور سے واقفیت، عالم ملکوت کے بواطن کی خبر، عالم جبروت کے حقائق کا کشف، عالم لاہوت کے سربستہ اسرار کا علم، مواہب غیبیہ کی عطا، باذن الٰہی حوادث زمانہ کا تصرف و انقلاب، باذن الٰہی مارنے اور جلانے کے ساتھ متصف ہونا اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا، مریضوں کی صحت، بیماروں کی شفاء، طے زمان و مکان، زمین و آسمان پر اجرائے حکم، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، لوگوں کے تخیل کا بدلنا، اشیاء کی طبیعت کا تبدیل کر دینا، غیبت کی اشیاء کا منگانا، ماضی و مستقبل کی باتوں کا بتانا اور اسی طرح کے دوسرے کرامات مسلسل اور عام و خاص کے درمیان آپ کے قصد و ارادہ سے بلکہ اظہار حقانیت کے طریقے پر ظاہر ہوئے اور مذکورہ کرامتوں میں سے ہر ایک سے متعلق اتنی روایات و حکایات ہیں کہ زبان و قلم ان کے احاطہ سے قاصر ہیں۔

حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانہ میں شیخ عبدالقادر سے زیادہ کرامت والا کوئی نہیں دیکھا جس وقت جس کا دل چاہتا آپ کی کرامت کا مشاہدہ کر لیتا اور کرامت کبھی آپ کے بارے میں اور کبھی آپ کی وجہ سے۔

شیخ ابومسعود احمد بن ابوبکر خزیمی اور شیخ ابوعمر عثمان صریفینی نے فرمایا: حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی کرامتیں اس ہار کی

طرح ہیں جس میں جواہر تہ بہ تہ ہیں۔

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بادشاہ طریقت اور موجودات میں تصرف کرنے والے تھے اور منجانب اللہ آپ کو تصرف و کرامتوں کا ہمیشہ اختیار حاصل رہا۔

امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ آپ کی کرامتیں حد تواتر تک پہنچ گئی ہیں اور بالاتفاق سب کو اس کا علم ہے۔ دنیا کے کسی شیخ میں ایسی کرامتیں نہیں پائی گئیں۔ (اخبار الاخبار فارسی ص ۲۰،۲۱)

یہاں پر سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی صرف چند کرامات تبرکاً پیش کی جاتی ہیں۔ تفصیل کے لئے دیگر سوانح کی کتب دیکھیں۔

مردوں کو زندہ کرنا

وہ کہہ کر قم باذن اللہ جلا دیتے ہیں مردوں کو
بہت مشہور ہے احیائے موتی غوث اعظم کا

اسرار السالکین میں ہے کہ ایک دن آپ بازار تشریف لے جا رہے تھے، دیکھتے کیا ہیں کہ ایک نصرانی اور ایک مسلمان میں مباحثہ ومجادلہ ہو رہا ہے۔ نصرانی بہت سے دلائل سے اپنے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت ثابت کر رہا تھا اور مسلمان اپنے پیغمبر نبی آخر الزماں کی فضیلت میں بہت سے دلائل پیش کر رہا تھا۔ آخر میں نصرانی نے کہا: میرے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام قم باذن اللہ کہہ کر مردے زندہ کر دیتے تھے تم بتاؤ کہ تمہارے پیغمبر نے کتنے مردے زندہ کئے ہیں؟ یہ سن کر مسلمان نے سکوت اختیار کیا یہ سکوت سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو نہایت ہی ناگوار معلوم ہوا اور نصرانی سے ارشاد فرمایا: میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ معجزہ یہ ہے کہ ان کے ادنیٰ خادم مردوں کو جلا سکتے ہیں تو جس مردہ کو کہے اسے میں ابھی زندہ کر دوں؟ یہ سن کر نصرانی آپ کو ایک بہت ہی پرانے قبرستان میں لے گیا اور ایک بہت ہی پرانی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا: آپ اس مردہ کو زندہ کر دیجئے؟ آپ نے فرمایا: یہ قبر ایک قوال کی ہے اور تیرے پیغمبر قم باذن اللہ کہہ کر مردوں کو جلاتے تھے (یعنی اٹھ اللہ کے حکم سے) مگر میں کہتا ہوں: قم باذنی ''یعنی اٹھ میرے حکم سے''۔ صرف اتنا کہنا تھا کہ قبر شق ہوئی اور صاحب قبر جو قوال تھا اپنے ساز وسامان کے ساتھ قبر سے گاتا بجاتا باہر آ گیا اور کلمہ شہادت زبان سے ادا کیا۔ یہ دیکھ کر نصرانی بصدق دل ایمان لایا اور آپ کے خدام ذوی الاحتشام میں داخل ہو گیا۔ (مسالک السالکین ج ۱ ص ۳۴۰)

کرامات عجیبہ

ایک مرتبہ آپ نے سیّد احمد رفاعی کو کہلا بھیجا العشق؟ عشق کی حقیقت کیا ہے؟ سیّد صاحب کو یہ سنتے ہی ایک کیفیت پیدا ہوئی اور العشق نار یحرق ما سوا اللہ ''یعنی عشق ایک آگ ہے کہ جلا دیتی ہے سب کو جو سوائے اللہ کے ہے''۔ نعرے لگانے لگے، سامنے ایک درخت تھا اس میں آگ لگی اور اس درخت کے ساتھ یہ جل کر راکھ ہو گئے اور اس کے بعد پانی میں

تبدیل ہوئے آپ نے یہ سن کر خادم سے کہا: جلد جاؤ اور اس پانی کو اٹھالاؤ؟ اب جو خادم دیکھتا ہے تو اس پانی نے پھر انسانی شکل اختیار کرلی اور سیّد صاحب زندہ ہوگئے۔ خادم سے یہ کیفیت سن کر آپ نے فرمایا: جو ولی اس مقام فنا درفنا میں پہنچتا ہے پھر اپنے قالب عنصری کی طرف رجوع نہیں کرسکتا، سوائے ان کے اور ایک اور بزرگ کے کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا یہ سیّد صاحب آپ کے بھانجے تھے اور ان کی مدح میں آپ یہ شعر پڑھا کرتے تھے ع

فمن فی اولیاء اللہ مثلی ومن فی العلم والتصریف حال

کذا ابن الرفاعی کان منی فیسلك فی طریقی واشفالی

(مسالک السالکین ج ۱ص ۳۴۵)

پانی پر نماز باجماعت پڑھنا

ایک مرتبہ آپ اہل بغداد کی نظروں سے غائب ہوگئے لوگوں نے تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ دریائے دجلہ کی طرف تشریف لے گئے ہیں یہاں تک کہ لوگ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آپ پانی پر چل رہے ہیں اور مچھلیاں پانی سے نکل نکل کر آپ کو سلام کر رہی ہیں اور قدم مبارک کو چھو رہی ہیں۔ اسی اثناء میں ایک بڑی نفیس جائے نماز دیکھی جو تخت سلیمانی کی طرح ہوا میں معلق ہو کر بچھ گئی اور اس پر دو سطریں لکھی تھیں پہلی سطر میں الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اور دوسری سطر میں سلام علیکم اھل البیت انہ حمید مجید لکھا تھا۔ اتنے میں بہت سے لوگ آکر جانماز کے گرد جمع ہوگئے وہ ظہر کا وقت تھا تکبیر ہوئی اور آپ امام ہوئے اور نماز قائم ہوئی جب آپ تکبیر کہتے تو حاملان عرش آپ کے ساتھ تکبیر کہتے اور جب آپ تسبیح پڑھتے تو ساتوں آسمانوں کے فرشتے آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتے اور جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو آپ کے لبوں سے سبز رنگ کا نور نکل کر آسمانوں کی طرف جاتا جب نماز سے فارغ ہوئے تو یہ دعا کی کہ:

"اے پروردگار! میں تیری درگاہ میں تیرے حبیب اور بہترین خلائق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ کر کے دعا کرتا ہوں کہ تو میرے مریدوں اور مریدوں کے مریدوں کو جو میری طرف منسوب ہوں بغیر توبہ کے روح قبض نہ کرنا"۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کی اس دعا پر فرشتوں کے بڑے گروہ کو آمین کہتے سنا جب دعا ختم ہوئی تو ہم نے ایک ندا سنی: ابشر فانی قد استجبت لك "اے عبدالقادر! خوش ہو جاؤ کہ ہم نے تمہاری دعا قبول فرمائی"۔ شیخ بقا بن بطو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے مریدوں میں پرہیزگار اور گنہگار دونوں ہی ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! مگر پرہیزگار میرے لئے اور میں گنہگاروں کے لئے ہوں۔ (برکات قادریت ص ۲۲)

للہ الحمد کہ یاد رہے نصیبہ میرا بن گیا دم میں کبھی کا جو تھا بگڑا میرا

کر سکے گا کوئی بدخواہ بھلا کیا میرا مہرباں مجھ پہ ہے اللہ تعالیٰ میرا

غوث اعظم کو کیا فضل سے آقا میرا

سید المکاشفین آپ کی دعا سے پیدا ہوئے

محبوب المعانی میں مناقب کے حوالے سے مذکور ہے کہ شیخ علی بن محمد عربی قدس سرہٗ صاحب جاہ وجلال اور مالک ملک ومال تھے مگر ان کا کوئی فرزند نہ تھا جس کی وجہ سے ہمیشہ آپ کو رنج والم رہتا، مشائخ کبار وا کابر روزگار کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے لئے التجا کرتے مگر کسی کی دعا ان کے واسطے مقبول نہ ہوئی ایک مرتبہ ایک مجذوب نے شیخ علی سے فرمایا: تو خدمت بابرکت حضرت غوث اعظم میں جا وہ محبوب خدا ہیں دعا فرمائیں گے، ان کی برکت سے تیرا مطلب برآئے گا۔

حضرت شیخ علی نے اس بشارت غنیمت سے شاد کام ہو کر بغداد شریف کا رخت سفر باندھا، جب دولت زیارت سے شرف یابی ہوئی تو قبل اظہار مدعا کے حضرت نے خود ہی فرمایا: تیری قسمت میں فرزند نہیں ہے کیا کروں؟ حضرت شیخ علی قدس سرہٗ نے عرض کیا: حضور اگر میری قسمت میں فرزند ہوتا تو اتنا رنج والم کیوں اٹھاتا اور یہاں تک کیوں آتا۔ یہ جانتا ہوں کہ بے نصیب ہوں، مگر آپ کی خدمت میں آیا ہوں اب امید قوی ہے کہ خدائے تعالیٰ میرا مدعا پورا کرے گا اور میرا مطلب حل ہوگا۔

ہرکس کہ بدرگاہ تو آید بہ نیاز محروم ز درگاہ تو کے گردد باز!

اس کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے رشاد فرمایا: آمیری پشت سے اپنی پشت رگڑ، ایک فرزند جو مجھ کو ہونے والا باقی ہے تجھ کو دیا...... حضرت شیخ نے حسب الحکم ویسا ہی کیا اور وہاں سے رخصت ہونے لگے تو بوقت رخصت ارشاد ہوا کہ اس فرزند کا نام محمد رکھنا اور اس کا لقب محی الدین ہوگا۔ حضرت شیخ موصوف وہاں سے اپنے وطن کو آئے، بی بی ان کی حاملہ ہوئیں، بعد ایام حمل کے خداوند تعالیٰ نے انہیں فرزند ارجمند عطا فرمایا۔ ولادت کے بعد شیخ اپنے بچے کو لے کر خدمت غوثیت میں حاضر ہوئے، حضرت نے ان پر نظر رحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! عجیب مرد جہان میں پیدا ہوا ہے، یہ اپنے وقت میں میری زبان ہوگا جو اسرار اولیاء اللہ نے پوشیدہ رکھا ہے اس کا اظہار اور بیان ہوگا۔ (مقامات دستگیری)

حضرت شیخ محمد محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ کی طرح آپ کی دعا سے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ بھی پیدا ہوئے۔ (مقامات دستگیری)

ذوق شاعری

آپ اپنے وقت کے قادر الکلام شاعر اور ادیب بھی تھے۔ چنانچہ قصیدہ غوثیہ کو دنیائے اسلام میں بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہے اور یہ واقعی نہایت موثر اور متبرک کلام ہے پڑھتے پڑھتے دل پر اثر ہوتا ہے اس کی تاثیر انتہا کو پہنچ جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک خاص جذب کی حالت میں کہا گیا ہے اور خاص اثرات کا حامل ہے آٹھ سو برس سے دنیائے اسلام نے اسے حاجتوں اور حصول مراد کے لئے اپنے وظائف میں رکھا ہے بلکہ بے شمار افراد ایسے ہیں جنہوں نے ان قصیدوں کے برکات سے دینی اور دنیوی فوائد حاصل کئے ہیں۔ مشائخ عظام حصول مراد کے لئے اسے نہایت پر تاثیر بتاتے ہیں ذیل میں تبرکاً چند اشعار درج کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد قصائد ہیں جن کے پہلے اشعار کو تبرکاً ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے:

سقانی الحب کاسات لوصال — فقلت لخمرتی لحوی تعالی
سعت ومشت لنحوی فی کؤس — فهمت بسکرتی بین الموالی

(۲) قصیدہ دعینیہ کا پہلا شعر یہ ہے:...................

فواد به شمس المحبة طابع — ولیس لنجم العذل فیه مواقع

(۳) قصیدۂ یائیہ کا ابتدائی شعر...................

علی الاولیاء القیت سری وبرهانی — فهاموا به فی سر سری واعلانی

(۴) قصیدۂ بائیہ کا ابتدائی شعر...................

دنوت من المحبوب علی المراتب — فاوهبنی بالقرب ازکی المواهب

(۵) قصیدۂ الفیہ کا ابتدائی شعر...................

رفعت عنی اعلی الوری اعلامنا — لما بلغنا فی الغرم مرامنا

(۶) قصیدۂ الفیہ ایک اور ہے جس کا ابتدائی شعر...................

سالتك یا جبار یا سامع الندا — یا حاکم احکم فی الذی قد تجبرا

(۷) قصیدۂ لامیہ کا ابتدائی شعر...................

الطلب ان تکون کثیر مال — ویسمع منك دو ما فی کل قال

(۸) آٹھواں قصیدہ جس کا ابتدائی شعر...................

ولما صفا قلبی وطابت سریری — ومنی دنا صحوی لفتح البصیرة

(۹) نواں قصیدہ جس کا ابتدائی شعر...................

نظرت بعین الفکر فی حان حضرتی — حبیبا تجلی القلوب فجنتی

(۱۰) دسواں قصیدہ جس کا ابتدائی شعر...................

بامن بحل بذکره — عقد النوائب والشدائد

(۱۱) گیارہواں قصیدہ جس کا ابتدائی شعر...................

طف بحامی سبعا ولذهد ماهی — وتجرد لزورتی کل عام

مذکورہ قصائد کے علاوہ بھی بہت سے قصائد ہیں بخوف طوالت اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سہروردیہ

صاحب محبوب المعانی نے نقل کیا ہے کہ والدہ ماجدہ حضرت شہاب الدین عمر سہروردی م ۶۳۲ھ رحمہما اللہ تعالیٰ نے ایک

روز حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں عرض کی کہ:
خدائے تعالیٰ نے اس ضعیفہ کو مال و دولت کی کثرت عطا فرمائی ہے، لیکن فرزند صالح جو توشہ آخرت ہے اس سے محروم ہوں، آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ میری آرزو برلائے گا اور فرزند صالح عطا فرمائے گا بعدۂ حضرت نے دعا کی تو غیب سے آواز آئی کہ اس ضعیفہ کی قسمت میں فرزند نہیں ہے، اسی طرح تین بار سوال و جواب ہوا تو تیسری بار حضرت محبوب سبحانی، مقبول بارگہ ربانی نے اپنا خرقہ مبارکہ جسم مطہر سے نکال کر ہوا میں پھینکا اور ارشاد فرمایا: جب تک میرا معروضہ قبول نہ ہوگا یہ خرقہ فقر نہ پہنوں گا۔ اس وقت زیارت سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے اور سرکار نے خرقہ ہوا سے لے کر اپنے دست مبارک سے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو پہنایا اور ارشاد فرمایا: اے فرزند! درگاہ الٰہی بے نیاز ہے، ہر وقت کہاں مقام ناز ہے؟ محبوب سبحانی نے عرض کیا: یا جدی! اس مقام میں میں تنہا تھا، اب مجھ پر شفقت پدری سایہ گستر ہے مجھ کو امید قوی ہوگئی ہے کہ اس عورت کو فرزند عطا ہوگا تو اسی کے درمیان مژدۂ غیب آیا کہ اے محبوب! تیرا عروضہ قبول ہوا اور ہم نے سائلہ کو فرزند عطا کیا۔ حضرت نے اس ضعیفہ سے فرمایا: تیرا مدعا بر آیا جا تجھے فرزند ہوگا۔ چند ہی مہینوں کے بعد وہ ضعیفہ حاملہ ہوئیں بعد تمام ایام حمل کے اس کو لڑکی پیدا ہوئی اس لئے چند روز کے بعد اس لڑکی کو سرخ پارچہ پہنا کر حضرت کی خدمت میں لا کر عرض کی کہ حضور! بشارت تو فرزند کی تھی مگر یہ تو لڑکی ہے؟ حضرت نے فرمایا: یہ لڑکی کیونکر ہوگی، اس ارشاد کے بعد تمام کپڑا اس بچی کے جسم سے نکالا اور توجہ فرمائی پھر ارشاد فرمایا...... یہ تو فرزند ہے...... فی الفور علامت مردانگی ظاہر ہوئی اور ارشاد ہوا کہ یہ فرزند میرا ہے، اور اس کا نام میں نے شیخ شہاب الدین عمر رکھا ہے، اس کی عمر طویل ہوگی، ابرو اور پستان دراز ہوگی، کہتے ہیں کہ بھوؤں کے بال اتنے دراز تھے کہ جناب شیخ الشیوخ کتابت کے وقت سر پر ڈال لیتے تھے اور پستان اتنے دراز تھے کہ ایک بازو سے دوسرے بازو پر رکھ لیتے تھے۔ حسن سیرت وصورت میں نہایت مستحسن اور پیشوائے اہل زمانہ تھے۔ نفحات الانس میں ہے کہ جناب شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر م ۶۳۲ھ سہروردی قدس سرہ العزیز نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی صحبت بابرکت میں بڑا رتبہ اور مقام حاصل کیا اور حضرت غوث الثقلین نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ:

"انت اخر المشهورين بالعراق".

اور فرمایا: یہ لڑکا سر حلقہ اولیاء اور اس کے مریدوں سے بزرگ اور صاحب ارشاد ہوگا...... چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ آپ کے سلسلہ نے بہت ہی ترویج پائی آپ کے چند خلفاء و مریدین کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی م ۶۶۱ھ (۲) قاضی حمید الدین ناگوری ۶۷۳ھ (۳) حضرت شیخ سعدی شیرازی م ۶۹۱ھ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ہر ایک ان میں سے اپنے وقت کے امام مانے جاتے ہیں۔ سلسلہ سہروردیہ جواب تک جاری ہے آپ ہی کی طرف منسوب ہے اور آپ بھی بدرجہ کامل واکمل سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ (مقامات دستگیری ص ۴۸، ۴۹)

نقشبندیہ

محبوب المعانی میں مذکور ہے کہ شیخ عارف عبداللہ بلخی نے اپنی مشہور کتاب "خوارق الاحباب فی معرفت قطب الاقطاب" میں قطب العباد، غوث البلاد حضرت خواجہ بہاء الدین محمد بن محمد نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں اس طرح تحریر کیا ہے: میں نے خواجہ خواجگان، زبان فیض بیان مست سے سنا ہے اور وہ بعض قلندران دیرینہ سال اور عارفان صاحب کمال سے جو بلدۂ شریفہ بخارا میں رہتے تھے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت غوث اعظم شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ چند مصاحبوں کے ساتھ بالائے بام جلوہ فرما تھے ناگہ آپ نے بخارا کی جانب نظر کر کے فرمایا: میرے بعد جب ایک سو ستاون سال گزر گئے تو ایک مرد محمد ہوگا جس کا شرب قلندری ہوگا وہ میدان وجود میں خوش خرام ہوگا بہاء الدین نقشبند اس کا لقب اور نام ہوگا اور میری دولت ونعمت اس کو ملے گی۔

حضرت نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا...... چنانچہ حضرت نقشبند قدس سرہٗ نے حضرت امیر کلاں رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا حضرت امیر کلاں نے التفات بسیار اور شفقت بے شمار کے بعد اسم ذات کے شغل کی تلقین کی مگر تصور نقش اسم اعظم کا حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے آئینہ دل پر نہیں جمتا تھا، آپ کی جمعیت خاطر میں انتشار تھا۔ جس کی وجہ سے آپ گھبراتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن آپ جنگل کی طرف تشریف لئے جا رہے تھے تو دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب آپ سے قریب ہوئے تو ارشاد فرمایا: اے خواجہ بہاء الدین نقشبند! مجھے اسم اعظم حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی سے پہنچا ہے، اس لئے تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ تو ان کی جناب میں رجوع کرتا کہ تیرا کام برآئے اور تو اپنی مراد کو پائے؟ چنانچہ اسی شب کو موافق رہنمائی جناب خضر علیہ السلام حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے جمال جہاں آراستہ سے مشرف ہوئے، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی انگشت ہائے مبارک جو نقش اسم ذات کے مانند ہیں خواجہ نقشبند کو دکھلائیں۔ اس کو دیکھتے ہی فوراً نقش پنجہ مبارک سرکار غوث اعظم کا نقش اسم ذات ظاہر وباطن میں حضرت خواجہ نقشبند کے منقش ہوگیا، اس کے بعد اس کی کیفیت یہ ہوئی کہ ہر شے نظر اقدس میں نقش اسم ذات ہی محسوس ہونے لگی اور کمخاب بانی میں گلوکاری کی وجہ اسی نقش اسم کی گلوکاری ہوئی۔

چنانچہ جب اس ذکر پاک کی دیار اور بلاد میں شہرت کی کثرت ہوئی تو بعض ہمراز نے اس امر کا استفسار کیا خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا: یہ فیض میرے اوپر اس شب سے طاری ہوا جس شب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوا اور ہر لحظہ میرے احوال وکیفیات میں آپ کی توجہات وبرکات سے خوشحالی ہوئی اور آپ ہی کی توجہ میرے اس اسم کی شہرت کا ذریعہ ہے۔

حضرت حق پسند، خواجہ نقش بند قدس سرہ العزیز سے "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" کی کیفیت دریافت کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہمارے خواجہ خواجگان، خواجہ ابو یوسف ہمدانی رضی اللہ عنہ آپ کے زمانے میں تھے، اپنی گردن کو ان کے

قدم مبارک کے نیچے کیا اور پھر فرمایا: **قدمہ علی عینی او علی بصر بصیرتی ۔**

اور مولانا جامی قدس سرہٗ جو حضرت خواجہ بزرگ حضرت عبداللہ احرار رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں ہیں اور خواجہ بزرگوار پیشوائے طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے ہیں فرماتے ہیں: کوئی ولی متقدمین اور متاخرین میں سے باقی نہیں تھا جو اپنی گردن حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے قدم کے نیچے نہ رکھتا ہو۔

فضل وشرف حضرت محبوب سبحانی کی فیض بخشی اور وضع رقاب جناب خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے خاندان والا شاان قادریہ کی افضلیت وبرتری طریقہ نقشبندیہ پر ظاہر ومقدم ہے لیکن اس زمانے میں بعض مشائخ نقشبندیہ، مجددیہ جو یہ لکھتے ہیں کہ یقین جان! کہ سب طریقوں میں طریقہ نقشبندیہ افضل واعلیٰ ہے اور سلسلہ اس طریقہ عالیہ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اس لئے کہ آپ خلیفہ برحق اور جانشین مطلق حبیب رب العلمین ہیں اور محبوب خدا کے ہیں اور کمالات ولایت محمدیہ کے علاوہ حامل بارنبوت احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسی واسطے **افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق** کے اعلیٰ خلعت سے سرفراز ہوئے ہیں اس لئے جو طریقہ افضل بشر تک پہنچتا ہے وہ سب طریقوں میں افضل واعلیٰ طریقہ ہوگا...... معلوم ہونا چاہئے کہ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک واضح اور ثابت ہے اس لئے جائے تعجب یہ ہے کہ اس بات کو عقائد سے کچھ تعلق نہیں ہاں! بلاشک وشبہ! تفضیل شیخین تمام اصحاب پر ثابت و محقق اہل سنت وجماعت کے نزدیک ہے اور حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تفضیلی بدعت ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے میں کچھ شک وشبہ نہیں ان کی ایسی ہی شان بے پایاں ہے

شرف ان کو نہ اس صوم وصلوٰۃ ظاہری سے تھا سفینہ سینہ بے کینہ تھا، دریائے عرفاں کا
تقدم سب صحابہ پر، وہ افضل سب صحابہ سے سوا اس کے نہیں ہے دوسرا اس عزت وشاں کا

مگر ان کے افضل ہونے سے طریقہ نقشبندیہ سب طریقوں میں افضل واعلیٰ کس طرح ہوگا؟ طریقے کے افضل ہونے کی دو صورتیں ہیں! اول صورت میں صاحب طریقہ کو دیکھنا! تو صاحب طریقہ حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ میں جو شرف حضور غوث الثقلین کو حاصل ہے وہ تمام کتب سے اظہر من الشمس ہے اور دوسری صورت میں دیکھا جائے کہ یہ طریقہ کہاں تک پہنچتا ہے؟ تو اس صورت میں نقشبندیہ طریقہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور قادریہ طریقہ حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک اور یہ دونوں حضرات جامع طریق نبوت وولایت ہیں مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ طریق نبوی میں درجہ کمال پر قدم راسخ رکھتے ہیں اور سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی اور دستگیری طریق ولایت میں بدرجہ اتم ہے چنانچہ جتنے بھی طرق ہیں سب راہ ولایت سے ہیں اور ولایت میں جو تصرف وشوکت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے وہ دوسرے کو نہیں...... جیسے کثرت اتباع وساطت، مقدمات ولایت اور قدمات مثل قطبیت، غوثیت، ابدالیت وغیرہ اور امور سلطنت سلاطین وغیرہ زمانہ مرتضوی سے تمام دنیا تک انہیں کے

وسیلے سے سب ہیں اور یہ بات سیاحین عالم ملکوت پر کب مخفی و محجوب ہے اور یہ عجب حال ہے کہ اگر کوئی بنظر اس تصرف وشوکت کے شیخین پر تفضیل دے؟ کیا مجال! رہی یہ بات تعریف کی تو اپنے طریقے کی جتنی چاہے اتنی ہر شخص کو تعریف وتوصیف کرنی چاہئے، مگر دوسرے طرق سے افضل کہنے کو دلیل بین لائے؟

سلسلہ قادریہ کا فیض دیگر سلاسل پر

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر ۔ کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

(اعلیٰ حضرت)

<u>چشتیہ</u>

جناب محمد صادق بن محمد حسین اویسی اللطیفی القادری التخلص بہ مشربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب محبوب المعانی محبوب سبحانی میں لکھا ہے کہ مخدوم دین ودنیا حضرت سیّد محمد گیسو دراز المشہور بہ بندہ نواز قدس سرہ العزیز م ۸۲۵ھ نے لطائف الغرائب نامی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ ایک روز زبان فیض ترجمان، قطب عالم، خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی نور اللہ مرقدہ م ۷۵۷ھ سے میں نے سنا ہے کہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت غوث الثقلین، قطب الکونین، شیخ العلم سیّد ابو محمد محی الدین رضی اللہ عنہ "قدمی ھذہ علی رقبہ کل ولی اللہ" کہنے پر مامور ہوئے تو جتنے اولیاء اللہ زمین پر تھے سبھوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں اور اطاعت کی۔ اس وقت امام السالکین! قطب العارفین خواجہ معین الحق والدین م ۶۳۳ھ جوان تھے اور ملک خراسان کے پہاڑوں کے دامن میں مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول تھے۔ جب اس اعلان قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ کو سنا تو اپنی گردن مبارک جھکا دی کہ پیشانی مبارک زمین سے لگ گئی اور فرمایا: قدمك علی راسی وعینی یعنی آپ کا قدم مبارک میرے سر اور آنکھوں پر، اسی وقت حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنے نور باطن سے مطلع ہو کر تمام اولیاء اللہ کی مجلس میں روبرو فرمایا:

"فرزند خواجہ غیاث الدین سنجری اطاعت میں تمام اولیاء اللہ سے سبقت لے گیا، اس حسن ادب وتواضع سے"۔

خدائے جل وعلیٰ اور رسول کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کیا، عنقریب وہ صاحب ولایت ملک ہندوستان ہوگا...... اور ایسا ہی ہوا۔ سیر العارفین میں ہے کہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کا وصال ہوا تو حضرت کی عمر اس وقت پندرہ سال کی تھی، آپ کے والد ماجد کا ایک باغ تھا جس سے اپنی ضروریات زندگی پوری کرتے تھے اس باغ میں ایک مجذوب جن کا نام ابراہیم قندزی ہے رہا کرتے تھے ایک روز معمول کے مطابق وہ مجذوب اس باغ میں تشریف لائے اس وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ اپنے باغ کے درختوں میں پانی ڈال رہے تھے، جب آپ نے ان مجذوب موصوف کو دیکھا تو دست بوسی کر کے ایک درخت کے نیچے بٹھایا اور ایک خوشہ انگور کا ان کے سامنے رکھ کر مؤدب بیٹھ گئے مجذوب صاحب نے کوئی چیز اپنے بغل سے نکال کر چبائی اور اپنے ہاتھ سے خواجہ بزرگوار کو کھلائی، جس کو کھاتے ہی ایک نور

آپ کے قلب میں روشن ہوا اور تمام اسباب واملاک سے دل بھر گیا، جو کچھ مال واسباب تھے محتاجوں میں تقسیم کر کے رخت سفر باندھا...... ایک مدت تک سمرقند، بخارا میں رہ کر حفظ قرآن وقرأت اور علوم ظاہری سے آراستہ ہو کر عراق کی طرف سفر اختیار فرمایا۔ جب قصبہ ہرون (نواح نیشاپور میں واقع ہے) میں پہنچے تو حضرت شیخ عثمان ہارونی ۵۶۷ھ کی خدمت بابرکت سے مشرف ہو کر مرید ہوئے قریب ڈھائی سال مرشد برحق کی خدمت میں ریاضت ومجاہدہ کرنے کے بعد خرقہ خلافت پا کر بغداد شریف کی جانب سفر اختیار فرمایا، پہلے قصبہ جیل پہنچے اور حضرت غوث الثقلین کی خدمت فیض درجت سے مشرف ومعزز ہوئے۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی زندگی میں پانچ مہینے سات دن صحبت اکسیر وصیت میں رہ کر افاضات صوری ومعنوی اور کسب نور باطن کر کے فیض یاب ہوئے۔

آئین اکبری کی جلد سوم اور گلزار ابرار میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۵۳۷ھ پانصدوسی وہفت مذکور ہے اور رحلت اکثر کتب میں سال شش صدوسی وسہ ۶۳۳ھ مذکور ہے۔ اس حساب سے آپ کی عمر شریف نودوشش سال کی ظاہر ہوئی اور بعض نے نودوہفت سال بھی کہا ہے۔ اگر کسرات کے مہینوں کا شمار ہو تو شاید نودوہفت سال ہوں اور حضرت غوث الثقلین کا وصال ۵۶۱ھ ہے، اس حساب سے جناب خواجہ بزرگ کی عمر شریف حضرت کی رحلت کے وقت چوبیس ۲۴ سال محقق ہوئی گلزار ابرار میں حضرت خواجہ بزرگوار کے حالات میں یہ لکھا ہے کہ:

"نخست بدامن کوہ جودی کہ از بغداد ہفت کوچ راہ دوراست، اسوۃ العرفاء شیخ محی الدین عبدالقادر جیلی را دریافت وباندازۂ برات ازلی فیض اندوخت"۔

اور آئین اکبری میں مرقوم ہے کہ:

"بصحبت خواجہ عثمان چشتی رسید وبریاضت گری برنشست وخرقہ خلافت یافت سپس درنگاہ وپرطلبی برآمد واز شیخ عبدالقادر جیلی وبسیار بزرگما فیض اندوخت"۔

الحاصل طریقہ عالیہ قادریہ کو سلسلہ مکرمہ چشتیہ پر زمانہ حضرت غوث الثقلین سے فخر وشرف حاصل ہے اور ایک جہان اس بات کا قائل ہے حضرت سیّد آدم بنوری نقشبندی قدس سرہٗ نکات الاسرار میں لکھتے ہیں کہ ایک روز محفل قدس مشاکل حضرت شیخ فریدالدین محمد گنج شکر م ۶۹۰ھ قدس سرہٗ کی مجلس میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک کا ذکر آیا تو حضرت شیخ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"پیر کے پیر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ وضع رقاب اولیاء میں داخل فمنصبی ان اقول علی حدقة عینی کے مشرف ہوئے"۔

اور ایسا ہی برہان المتقد مین حضرت سیّد اکرام محمد شاہ عالم، محبوب عالم گجراتی ۸۵۷ھ قدس سرہ العزیز نے بھی لکھا ہے اور ساتھ یہ بھی کہ جس وقت آپ کی مجلس میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر آتا تو حضرت غوث اعظم کی منقبت میں یہ بیت

فرماتے ع

صد چشم وام خواہم تا در تو بنگرم ویں دام از کہ خواہم دیں چشم خود کراست

اور اسرار السالکین ملفوظ جناب شیخ جنید نبیرۂ شیخ فرید الدین رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ، برہان الاتقیاء شیخ نظام الدین اولیاء ۷۲۵ھ قدس سرہ العزیز بھی جناب فیض ماب غوثیہ محبوبیہ سے بہرہ مند ہوئے ہیں اور خرقہ خلافت سلسلہ عالیہ قادریہ۔ حضرت سیّد عمر (غوث پاک کے پوتے کے لڑکے) سے پہنا اور مقام محبوبیت سے مشرف ہوئے۔ اس لئے جناب سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ کو جو رتبہ محبوبیت کا ملا اس میں فیض خلافت خاندان عالیہ قادریہ شامل ہے۔

اگر مدعی کے پاس طریقہ نقشبندیہ کے افضل ہونے کی دلیل فقط منسوب ہونا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف ہے تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا طریقہ چاروں خلفاء کرام کی طرف منسوب ہے جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

صدیقیہ

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب اس طور سے ہے کہ خرقہ پہنایا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو شیخ احمد اسود دینوری نے ان کو شمشاد علی دینوری نے ان کو ابوالعبا نہاوندی نے ان کو شیخ ابوعبداللہ محمد بن حنیف نے ان کو شیخ ابومحمد بن حسین جزرسی نے ان کو سیّد الطائفہ جنید بغدادی نے ان کو شیخ ابوسعید خراز نے ان کو شیخ بشر حافی نے ان کو شیخ ابورجاء عطاردی نے ان کو فضیل بن عیاض نے ان کو منصور سلمی نے ان کو شیخ محمد بن مسلم زاہدی نے ان کو شیخ محمد بن خبیر نوفلی نے ان کو شیخ ابومحمد مطعم نے ان کو افضل اصحاب حضرت سیّدنا امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے۔

فاروقیہ

اور سیّدنا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جانب اس طور سے ہے کہ خرقہ پہنایا حضرت پیر دستگیر کو حضرت ابوالخیر نے ان کو شیخ یوسف نے ان کو شیخ ابوالحسن علی نے ان کو شیخ احمد بن عبدالعزیز نے ان کو شیخ کہف الدین ابوبکر عبداللہ شبلی نے ان کو سیّد الطائفہ جنید بغدادی نے ان کو شیخ ابوسعید خراز نے ان کو شیخ ابوعبداللہ صبوحی نے ان کو شیخ ابوتراب بخشی نے ان کو حضرت بایزید بسطامی نے ان کو شیخ امین الدین شامی نے ان کو شیخ عبداللہ علمدار نے ان کو رئیس اصحاب امیر المومنین عمر ابن الخطاب نے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

عثمانیہ

حضرت امیر المومنین سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک اس طور سے ہے۔ خرقہ پہنایا حضرت غوث اعظم کو شیخ حماد نے ان کو

شیخ سعید محمد مغربی نے ان کو شیخ ابوبکر احمد بن عثمان مغربی نے ان کو شیخ ابوالفضل عبدالواحد یمنی نے ان کو شیخ احمد بن اسماعیل مکی نے ان کو شیخ ابوالکارم ابوبکر عبداللہ شبلی نے ان کو سیّد الطائفہ جنید بغدادی نے ان کو خواجہ ابوسعید خراز نے ان کو شیخ ابوعبید حسن سبوحی نے ان کو شیخ ابوتراب بخشی نے ان کو شیخ ابوعبدالرحمٰن حاتم اصم نے ان کو شیخ عبداللہ خواص نے ان کو شیخ شفیق بلخی نے ان کو شیخ ابراہیم ادہم بلخی نے ان کو شیخ فضیل بن عیاض نے ان کو شیخ عبدالواحد بن زید نے ان کو کمیل زیاد نے ان کو کامل حیاء والایمان امیر المومنین سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے۔

علویہ

حضرت امیر المومین سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک سلسلہ اس طور پر ہے۔

اجداد بزرگوں کی طرف حسنیہ ہے یعنی حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو خرقہ پہنایا آپ کے والد ماجد حضرت ابوصالح موسیٰ نے ان کو ان کے والد ماجد سیّد عبداللہ جیلی نے ان کو سیّد یحییٰ زاہد نے ان کو سیّد محمد نے ان کو سیّد داؤد نے ان کو سیّد موسیٰ ثانی نے ان کو سیّد عبداللہ ثانی نے ان کو سیّد موسیٰ الجون نے ان کو سیّد عبداللہ محض نے ان کو ان کے والد ماجد امام حسن مثنیٰ نے، ان کو ان کے والد ماجد حضرت امام حسن نے ان کو ان کے والد گرامی مولائے کائنات مشکل کشا شیر خدا علی مرتضیٰ نے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اور مشائخ کبار کی جانب سے حسینیہ ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔ جناب غوث الثقلین کو خرقہ پہنایا شیخ ابوسعید مبارک مخزومی نے ان کو شیخ ابوالحسن ہنکاری نے ان کو شیخ ابوالفرح یوسف طرطوسی نے ان کو ابوالفضل عبدالواحد تمیمی نے ان کو عبدالعزیز یمنی نے ان کو شیخ شبلی نے، ان کو سیّد الطائفہ شیخ جنید بغدادی نے ان کو شیخ سری سقطی نے، ان کو شیخ معروف کرخی نے، ان کو امام علی رضا نے ان کو امام موسیٰ کاظم نے ان کو امام جعفر صادق نے ان کو امام محمد باقر نے ان کو امام زین العابدین نے ان کو امام حسین نے ان کو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ان مذکورہ سلاسل سے ذات بابرکات حضرت آسمان رفعت، محرم اسرار یزدانی جناب محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کی منتقل بحور ٹھہری اور چاروں اصحاب کبار کے فیضان وانوار سے مستفیض و پرنور ہوئی اس لئے ان نسبتوں سے افضل واعلیٰ واشرف ہونا طریقہ قادریہ نقشبندیہ سلسلہ پر ظاہر و باہر ہے۔ اس کے علاوہ ایک دلیل اور پیش کی جاتی ہے وہ یہ کہ طریقہ قادریہ کو حضرت حسنین کریمین سے خاص نسبت حاصل ہے اور یہ ہی نہیں بلکہ آپ دونوں کو شرف خاص نسبت سیادت اور فرزندی سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف بھی حاصل ہے، اسی سبب سے تمام مفصل شرف اور فیضان وانوار حضرات حسنین کریمین اور حسن مثنیٰ و امام زین العابدین وغیرہم کی ذات بابرکات میں جمع ہیں۔ اس لئے طریقہ قادریہ عالیہ خاص طریقہ فرزندان رسول انس وجان ہے اور یہ فضل وشرف نقشبندیہ طریقہ کہ کہاں حاصل ہے؟

اور فیضان وبرکات حضرت حسنین وغیرہما کی حضرت سلمان فارسی، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق اور شیخ محمد جبیر نوفلی

وغیرہم میں ہونا کیونکر ہوگا۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (مقامات دستگیری ص ۴۸، ۶۰)

تصانیف

حضرت محبوب سبحانی اپنے وقت کے کامیاب مصنف بھی تھے۔ چنانچہ آپ کی تصانیف سے شریعت وطریقت، سلوک ومعرفت، فناوبقا، تزکیہ نفس وتصفیہ قلب فرقہ باطلہ کا بھرپور رد، فقہ اسلامی کی بھرپور اشاعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ چند مشاہیر کتب کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) غنیۃ الطالبین (۲) فتوح الغیب (۳) فتح ربانی (۴) دیوان غوث اعظم (۵) جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر (۶) یواقیت الحکم (۷) کبریت احمر (۸) اسبوع شریف (۹) قصیدہ غوثیہ (۱۰) مکتوبات محبوب سبحانی۔

اصحاب ارادت وانتساب

سجل ان کو دیا وہ رب نے جس میں صاف لکھا ہے
کہ جائے خلد میں ہر نام لیوا غوث اعظم کا

آپ کے مریدین ومنسلکین کی فضیلت بھی بے انتہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ آقا کی فضیلت سے خادم میں بھی فضیلت آتی ہے۔ چنانچہ شیخ صالح ابوالحسن علی بن محمد بن احمد بغدادی معروف بہ ابن الحمامی نے بتایا کہ میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا عرض کیا: یارسول اللہ! دعا فرمایئے کہ مجھے قرآن کریم اور آپ کی نسبت پر موت آئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ایسا ہی ہوگا اور کیوں نہ ہو جبکہ تمہارے شیخ عبدالقادر ہیں، وہ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ یہی درخواست کی اور آپ نے تینوں مرتبہ یہی ارشاد فرمایا تھا۔

شیخ ابوالقاسم عمر بزاز نے بیان کیا ہے کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور اگر کوئی شخص اپنے کو حضور کا مرید کہتا اور حضور کے ساتھ نسبت غلامی کی بتاتا ہو اور دراصل اس نے آپ کے دست اقدس پر بیعت نہ کی ہو اور نہ ہی یہاں سے خرقہ حاصل کیا ہو تو کیا وہ حضور کے مریدوں میں شمار کیا جائے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: قیامت تک جو کوئی ہمارے سلسلے میں داخل ہو اور اپنے کو ہمارا مرید کہے تو بیشک وہ ہمارے مریدوں میں داخل ہے۔ ہم ہمیشہ اس کے حامی وناصر ودستگیر ہیں، مرتے وقت اس کو توبہ کی توفیق رب تعالیٰ بخشے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے وعدہ فرمالیا ہے کہ میرے مریدوں، سلسلہ والوں، میرے طریق کا اتباع کرنے والوں اور میرے عقیدت مندوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

حضرت فرمایا کرتے کہ ہم میں کسی کے ایک انڈا کا ہزار میں ارزاں اور چوزہ کی قیمت تو لگائی نہیں جاسکتی۔ نیز فرماتے ہیں کہ عزت پروردگار کی قسم! میرا دست حمایت میرے مریدوں پر ایسا ہے جیسے آسمان زمین کے اوپر، اگر میرا مرید اچھا نہیں تو کیا ہوا میں تو اچھا ہوں' جلال پروردگار کی قسم! جب تک میرے تمام مرید جنت میں نہیں چلے جائیں گے میں بارگاہ خداوندی سے

نہیں ہٹوں گا اور اگر مشرق میں میرے ایک مرید یا نام لیوا کا عیب یا گناہ ظاہر ہوگا اور میں مغرب میں ہوں گا تب بھی اس کی حفاظت کا ضامن ہوں گا اور اس کی عیب پوشی کروں گا: لو انکشف عورة مریدی بالمشرق وانا بالمغرب لسترتها

شیخ قدوہ علی بن ہیتی فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مرید جیسا خوش بخت کسی شیخ مرید نہیں ہے اور میں ستر حضرات کو جانتا ہوں جو صبح و شام حضرت غوث اعظم کے خرقہ مبارک کو اٹھایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی خدمت کے صلہ میں بلند مراتب پر سرفراز فرمایا۔ شیخ عدی مسافر نے فرمایا: دوسرے مشائخ کے مرید اگر مجھ سے خرقہ طلب کرتے ہیں تو میں بلا تامل دے دیتا ہوں، لیکن حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے مریدوں کو دینے کی ہمت نہیں ہوتی کیونکہ آپ کے مرید دریائے رحمت میں غرق ہیں اور قاعدہ ہے کہ کوئی شخص دریا کو چھوڑ کر معمولی نہر سے پانی لینے کی کوشش نہیں کرتا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حسین بن منصور حلاج کے زمانہ میں کوئی ان کی دستگیری کرنے والا اور جس لغزش میں وہ مبتلا ہوئے اس سے کوئی بچانے والا نہیں تھا۔ اگر میں ان کے زمانے میں ہوتا تو ان کی دستگیری کرتا اور نوبت یہاں تک نہیں پہنچتی قیامت میں اپنے مریدوں کی دستگیری کرتا رہوں گا اگرچہ وہ سواری سے گرے اور فرمایا: ہر طویلہ میں میرا ایک ناقابل مقابلہ سانڈ اور ایک ناقابل مسابقت گھوڑا رہتا ہے اور فرمایا: ہر لشکر پر میرا ایسا تسلط ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں کرتا اور ہر منصب میں ایسا خلیفہ ہے جسے ہٹایا نہیں جاسکتا ہے۔ (اخبار الاخیار فارسی)

اولاد امجاد

ابن نجار نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ میں نے آپ کے صاحبزادے حضرت سید عبدالرزاق قدس سرہ سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کی انچاس اولادیں ہوئیں ستائیس لڑکے اور باقی لڑکیاں اور بہجۃ الاسرار شریف جو آپ کے مناقب میں مقدم ترین کتاب ہے اس میں لڑکوں کی تعداد دس لکھی ہے باقی کے اسماء نہیں ملتے انہیں مطلوبہ اسماء کے ذکر کئے جاتے ہیں وہ اس طرح ہیں:

(۱) شیخ ابو عبداللہ سید عبدالرحمٰن ولادت ۵۰۸ھ اور وفات ۵۸۷ء یا ۵۷۰ھ میں ہوئی آپ اپنے وقت میں علم حدیث کے ماہر تھے۔

(۲) شیخ امام سیف الدین ابو عبداللہ عبدالوہاب شعبان ۵۲۲ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ۲۵ شوال یا شعبان ۵۹۳ھ میں وفات پائی آپ اپنے سب بھائیوں میں ممتاز اور بڑے فقیہہ احسن الکلام مسائل خلافیات میں تھے بہت ہی خوش بیان اور فصیح و بلیغ اوحد یدالذہن، عقیل، فہیم، بامروت و سخی تھے۔

(۳) سید شرف الدین ابو محمد آپ کی کنیت ابی عبدالرحمٰن عینی بھی ہے آپ فقہ و علم حدیث میں کامل تھے مصر و عراق میں جماعت کثیرہ سے آپ فیضیاب ہوئے اپنے والد کے وصال کے بعد بارہ برس تک حیات میں رہے اور حضرت عبدالوہاب سے بیس سال پہلے آپ کی وفات ہوئی جو تاریخ ۱۲ رمضان ۵۷۲ھ ہے۔

(۴) حضرت سیّد امام جمال الدین ابوعبدالرحمٰن آپ کی کنیت ابوالفرح بھی ہے اور نام عبدالجبار ہے ۱۹ شعبان ۵۷۳ھ بروز چہار شنبہ یا ۱۹ ذالحجہ ۵۷۵ھ کو بغداد میں وفات پائی آپ بڑے خوش نویس وصوفی وصافی تھے اور ہمیشہ فقر وارباب قلوب کے ہم صحبت رہتے تھے حدیث پڑھائی، خوش اخلاق، عزیز العقل اور مثبت فی الروایہ، محب اہل فضلا تھے آپ کی وفات حضرت سیّد عبدالرزاق سے اٹھائیس برس قبل بحالت شباب میں ہوئی۔ والد کی خانقاہ میں دفن ہوئے۔

(۵) حضرت سیّد تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق (آپ کے حالات آگے تفصیل سے آرہے ہیں وہیں ملاحظہ کریں)

(۶) حضرت سیّد شمس الدین ابومحمد آپ کی کنیت ابوبکر بھی ہے اور نام عبدالعزیز آپ ۲۷ یا ۲۸ شوال ۵۸۰ھ میں پیدا ہوئے آپ نے اپنے والد اور بہت سے لوگوں سے علم حاصل کئے۔ آپ بڑے عالم وفاضل اور علوم دینی ودنیوی میں کامل تھے۔ ۵۸۰ھ میں آپ جیال جو سجاء کے مضافات میں ایک گاؤں ہے وہیں اقامت کی آپ کی اولاد وہیں ہے۔ ۱۸ یا ۲۸ ربیع الاول ۶۰۲ھ میں وصال ہوا۔

(۷) حضرت سیّد ابواسحٰق ابراہیم آپ ۵۲۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵ ذیقعدہ ۶۲۳ھ یا ۵۹۲ھ میں واسط میں انتقال فرمایا۔ آپ بہت ثقہ، متواضع کریم الاخلاق اور علماء میں ممتاز تھے بغداد سے شہر واسط میں آکر اقامت کی اور وہیں وصال ہوا۔

(۸) حضرت سیّد ابوالفضل محمد آپ نے اپنے والد ماجد سے تفقہ حاصل کیا اور ان کے علاوہ دیگر شیوخ سے بھی حدیث سنی آپ سے بہت سے لوگ مستفید ہوئے آپ بڑے ثقہ اور متورع عالم تھے ۲۷ رمضان یم ۲۵ ذیقعدہ ۶۶۰ھ کو بغداد میں وفات پائی اور مقبرہ حلبہ میں مزار شریف ہے۔

(۹) حضرت سیّد ضیاء الدین ابونصر موسیٰ، آپ کی ولادت سلخ ربیع الاول ۵۳۵ھ یا ۵۳۵ھ میں ہوئی آپ بڑے فقیہہ، محدث، زاہد، متورع اور ممتاز لوگوں میں تھے اور اپنے وقت کے فاضل وادیب تھے مصر اور دمشق نے آپ کے علمی خدمات سے رونق پائی۔ آپ نے دمشق کو اپنی جائے اقامت بنایا اور وہیں جمادی الاخری ۶۱۸ھ میں وفات پائی مدرسہ مجاہدیہ میں نماز پڑھی گئی اور جبل قاسیون میں دفن کئے گئے۔

(۱۰) حضرت سیّد ابوزکریا یحییٰ آپ چھ ربیع الاول ۵۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت کے صاحبزادوں میں سب سے چھوٹے ہیں واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت غوث پاک علیل ہوئے اور لوگ اس شدید علالت کو ایام آخری تصور کرنے لگے آپ نے لوگوں سے کہا: ابھی میں انتقال نہیں کروں گا بلکہ میری پشت میں یحییٰ ہے وہ ضرور پیدا ہوگا لوگوں نے اس کو بیہوشی کی بات سمجھی جب آپ صحت یاب ہوئے تو یہ پیدا ہوئے اور آپ کا نام یحییٰ رکھا گیا۔ آپ ایام صغرسنی ہی میں مصر چلے گئے تھے پھر کبرسنی میں معہ اپنے فرزند کے بغداد واپس آئے۔ آپ بڑے عالم وفقیہہ اور خوش اخلاق تھے آپ کا وصال ۴ یا ۱۵ شعبان ۶۶۰ھ میں بغداد میں ہوا۔ نماز جنازہ آپ کے والد کے مدرسہ میں ہوئی اور اپنے بھائی سیّد عبدالوہاب قدس سرہٗ کے پہلو میں دفن ہوئے اور فتح مبین میں ہے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیوں کے نام صاحب بہجۃ لاسرار وقلائد الجواہر نے تو کوئی بھی

نہیں لکھے مگر مشہوران سے ایک حضرت خدیجہ ہیں جو شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی کے بیٹے کے عقد میں تھیں اور دوسری حضرت فاطمہ سمینہ جو شیخ قضیب البان موصلی کے بیٹے کے عقد میں تھیں اور تیسری حضرت عائشہ رحمہن اللہ اور بعضے کہتے ہیں کہ شیخ مسلما صماوی سے بھی ایک صاحبزادی بیاہی تھیں۔ واللہ اعلم۔

خلفائے کرام

حضرت کے خلفاء کی تعداد صحیح کسی کتاب سے نہیں معلوم ہوتی علماء مؤرخین نے اپنی کتابوں میں مجملاً ذکر کردیا ہے کاتب الحروف کو جس قدر اسمائے گرامی معلوم ہوسکے وہ درج کیے جاتے ہیں اور حق یہ ہے کہ جس ذات متبرکہ کا ایسا وسیع حلقہ احباب ہو اس کے مستفیضین کی صحیح تعداد کیسے اور کہاں سے معلوم ہوسکتی ہے وہ اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی (۲) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (۳) حضرت شیخ ابومدین شعیب مغربی (۴) حضرت شیخ ابوعمر عثمان بن مرزوق بطائحی (۵) حضرت شیخ ابومحمد عبداللہ جبائی (۶) حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ادریس یعقوبی (۷) حضرت شیخ ابوعثمان (۸) حضرت شیخ قضیب البان موصلی (۹) حضرت شیخ احمد بن مبارک بغدادی (۱۰) حضرت شیخ ابوالفرح صدقہ بن الحسین بغدادی (۱۱) حضرت شیخ محمد الاوانی مشہور بہ ابن القائد (۱۲) حضرت شیخ ابومسعود بن الشبل (۱۳) حضرت شیخ موفق الدین قدسی (۱۴) حضرت حافظ شیخ عبدالغنی مقدسی (۱۵) حضرت شیخ ابراہیم بن عبدالواحد مقدسی (۱۶) حضرت شیخ جمال الدین یونس قصار ہاشمی (۱۷) حضرت شیخ ابوالبقا عبداللہ بن حسین بن عبداللہ عکبری (۱۸) حضرت شیخ حسن بن مسلم بن حسن جوزی (۱۹) حضرت شیخ ابوالعباس بن عریف صنہاجی اندلسی (۲۰) حضرت شیخ اسحٰق بن احمد بن محمد بن غانم علثی (۲۱) حضرت شیخ یعقوب مارستانی (۲۲) حضرت شیخ شمس الدین حداد (۲۳) حضرت شیخ ابوالحسن علی بن جامع (۲۴) حضرت شیخ ابومحمد عبداللہ بن علی اسدی (۲۵) حضرت شیخ ابومحمد حسن بن عبدالکریم الفارسی (۲۶) حضرت شیخ احمد بن صالح جیلی شافعی (۲۷) حضرت شیخ ارسلان بن عبداللہ کیزانی (۲۸) حضرت شیخ احمد بن اسعد بن وہب بغدادی (۲۹) حضرت شیخ ابوبکر تمیمی (۳۰) حضرت شیخ ابوالحسن علی مشہور بابن بخا الغاری (۳۱) حضرت شیخ ابوعمر عثمان بن اسماعیل بن ابراہیم سعدی ملقب بشافعی (۳۲) حضرت شیخ ابوعبداللہ کیزانی (۳۳) حضرت شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن مربیل بن نصر مخزومی (۳۴) حضرت شیخ ابوعبداللہ محمد بن شیخ ارسلان بن عبداللہ (۳۵) حضرت شیخ ابوالقاسم عبدالرحمٰن (۳۶) حضرت شیخ ابوبکر عبداللہ بن نصر بن حمزہ تمیمی بغدادی (۳۷) حضرت شیخ ابوالقاسم خلف بن عیاش بن عبدالعزیز مصری (۳۸) حضرت شیخ ابوحفص عمر بن احمد یمینی (۳۹) حضرت شیخ ابومحمد مدافع بن احمد (۴۰) حضرت ابواسحٰق بن ابراہیم بن بشارت بن یعقوب مدنی (۴۱) حضرت شیخ ابوعبداللہ محمد بطائحی (۴۲) حضرت شیخ ابوالحرم مکی اور ان کے بیٹے شیخ موفق الدین ابوالقاسم عبدالرحمٰن (۴۳) حضرت شیخ ابوالبقا صالح بہاء الدین (۴۴) حضرت عبدالرزاق بن شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی (۴۵) حضرت شیخ علی بن محمد بن احمد بغدادی معروف بابن الحامی اور ان کے والد شیخ محمد بن احمد بغدادی (۴۶) حضرت شیخ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن احمد بن ہبۃ اللہ بن

عبدالقادر بن حسین مشہور بہ ابن منصور (۴۷) حضرت شیخ اسحٰق بن ابراہیم بن سعید داری علثی (۴۸) حضرت شیخ ابوالعباس احمد بن علی بن خلیل جوسقی صرصری (۴۹) حضرت شیخ ابوبکر محمد بن النحال (۵۰) حضرت سیّدنا شیخ عبدالرزاق بن عبدالقادر محبوب سبحانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اکثر صاحبزادگان کو بھی آپ سے خلافت واجازت تھی (۵۱) حضرت شیخ محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی۔

حل مشکلات وحاجات کے لئے نوافل

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اس وقت تم میرے تعلق سے بارگاہ ایزدی میں سوال کیا کرو جو کوئی شخص مصائب اور مشکلات میں مجھے پکارتا ہے اس کی مصیبت اور مشکل فوراً دور کردی جاتی ہے جو شخص مجھے وسیلہ بنا کر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ میرے وسیلے سے اس کی مشکل حل کردیتا ہے اور جو شخص مندرجہ ذیل طریقے پر بعد مغرب دو رکعت نفل ادا کرے گا، اس کی ہر حاجت پوری ہوگی وہ یہ ہے: ہر رکعت میں سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے بعد سلام گیارہ بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھے، پھر گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف چل کر میرا نام پکارے اور اپنی حاجت بیان کرے، مجھے اللہ تعالیٰ پر یقین ہے کہ وہ سائل کی حاجت پوری کردے گا۔ (اخبار الاخیار فارسی)

قادریہ استخارہ

دو رکعت نماز نفل کی نیت باندھ کر ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد سر شمال کی طرف اور چہرہ قبلہ کی جانب کرکے الظاھر الباسط پڑھتا ہوا سوجائے خواب میں جواب مل جائے گا۔

دوسرا طریقہ: یہ ہے کہ ایک یا تین یا پانچ بار سورۂ یٰسین شریف مطلب کا تصور کرکے پڑھے اور خاموش سوجائے خواب میں جواب مل جائے گا۔

تیسرا طریقہ: یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد بستر پر لیٹ کر ایک ہزار مرتبہ یا ھادی یا رشید یا خبیر پڑھے اور بات کئے بغیر سوجائے یہ ضرور ہے کہ بعض مرتبہ یہ عمل متواتر تین روز پڑھنا پڑتا ہے تب جواب ملتا ہے۔

ختم قادریہ

یہ ختم مہمات امور حل مشکلات کے لئے نہایت موثر ہے اور یہ دو قسم پر ہے۔ چھوٹا اور بڑا چھوٹا تو یہ ہے کہ پوری طہارت و پاکیزگی اور خشوع وخضوع کے ساتھ ایک جلسہ میں ایک سو اکتالیس مرتبہ الم نشرح پڑھے اول وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے......اور بڑا طریقہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا طریقوں میں سورۂ الم نشرح کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے باقی سب اوپر ہی والے طریقے پر پڑھ کر اس کا ثواب حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو بخش کر بارگاہ احدیت میں حصول مراد ومقصد کے لئے دعا مانگے۔ یہ بھی بعض مرتبہ سات دن پڑھے جاتے ہیں۔

کشف الروح

یہ عمل حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خواب میں زیارت کے لئے مجرب اور قادریہ سلسلہ کے معمولات میں شامل ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ نصف شب گزر جانے پر اٹھ کر غسل کرے اور برہنہ سر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز نفل بہ نیت کشف الروح پڑھے۔ اس طرح کہ پہلی رکعت میں سورۂ الحمد شریف کے بعد تین بار سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص تین بار پڑھے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد جانماز پر اسی طرح کھڑا ہو جائے اور حضور غوث الثقلین کی روح مطہر کے ساتھ یہ اسم پڑھے: **یا میران سید محی الدین احضر واللھم صل علی محمد وعلی نور محمد فی الارواح** دو مرتبہ پڑھنے کے بعد کسی سے بات کئے بغیر سو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی رات کو ضرور زیارت کا شرف حاصل ہوگا۔ اگر اس شب کو اتفاق سے زیارت نصیب نہ ہو تو تین روز تک برابر یہی عمل کرنا چاہئے۔

دعا بوسیلۂ حضور غوث پاک

حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے گیارہ ناموں کی دعا بہت ہی مشہور اور مجرب و مقبول ہے، بیشمار افراد نے اس سے فیض حاصل کیا اور فائدہ اٹھایا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ عروج ماہ میں جمعرات کے روز مغرب کی فرض نماز پڑھنے کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے مقصد کے متعلق دعا مانگ کر سو رہے وہ اسماء یہ ہیں:

الٰہی بحرمت سیّد محی الدین	الٰہی بحرمت مخدوم محی الدین	الٰہی بحرمت خواجہ محی الدین
الٰہی بحرمت درویش محی الدین	الٰہی بحرمت غریب محی الدین	الٰہی بحرمت ولی محی الدین
الٰہی بحرمت شیخ محی الدین	الٰہی بحرمت مسکین محی الدین	الٰہی بحرمت غوث محی الدین
الٰہی بحرمت قطب محی الدین	الٰہی بحرمت سلطان محی الدین	

اقوال زرّیں

○ تمام خوبیوں کا مجموعہ علم سیکھنا اور عمل کرنا اور پھر اوروں کو سکھانا ہے ○ اے عالم اپنے علم کو دنیاداروں کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے میلا نہ کر ○ مصیبتوں کو چھپاؤ، اس سے قرب حق نصیب ہوگا ○ مومن کے لئے دنیا دار ریاضت اور آخرت دار راحت ہے ○ مومن اپنے اہل و عیال کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہے اور منافق اپنے درہم و دینار پر ○ مومن جس قدر بوڑھا ہوتا ہے اس کا ایمان طاقتور ہوتا ہے ○ جو شخص اپنے نفس کا اچھی طرح معلم نہیں ہو سکتا وہ دوسروں کا کس طرح ہوگا ○ شروع کرنا تیرا کام ہے اور تکمیل کرنا خدا کا ○ خالق کا مقرب وہی بنتا ہے جو مخلوق پر شفقت کرتا ہے ○ دنیادار دنیا کے پیچھے دوڑتے ہیں اور دنیا اہل اللہ کے پیچھے ○ تجھ جیسے ہزاروں کو دنیا نے موٹا تازہ کیا ہے اور پھر نگل گئی ہے ○ ترے سب سے بدترین دشمن تیرے برے ہم نشین ہیں ○ خدا کے ساتھ ادب کا دعویٰ غلط ہے جب تک مخلوق کے ادب کا خیال نہ رکھے ○ بے ادب خالق و مخلوق دونوں کا معتوب

ہے۔(مسالک السالکین ج ۱)

ذکروصال مبارک

نثرالجواہر میں فتوح الغیب سے مذکورہ کہ جب حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت کے فرزندار جمند جناب شیخ سیف الدین عبدالوہاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا سیدی! آپ کے بعد میں کس چیز پر عمل کروں؟ حضرت نے فرمایا: پرہیزگاری اختیار کراور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈراور اس کے سوا کسی سے امید نہ رکھ اور تمام کاموں میں خدائے تعالیٰ کی جانب احتیاج رکھ اور اسی کے لطف پر تکیہ رکھ اور اپنی تمام حاجتیں خدائے تعالیٰ سے چاہ اور خدا کے سوا کسی پر اعتماد نہ رکھ اور توحید کو لازم کرلے کہ تمام کا اتفاق ہے۔ پھر اس کلمے کو تین بار التوحید، التوحید، التوحید کہا اور فرمایا: جب دل خدائے تعالیٰ کے ساتھ درست ہوتا ہے تو اس دل سے کوئی چیز جدا نہیں ہوتی اور جن علوم کو ان کے ساتھ احتیاج ہو باہر نہیں جاتے اور فرمایا: میں مغز ہوں بغیر پوست کے۔

دوسرے فرزند جو پاس بیٹھے ہوئے تھے ان کو ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک سے دور ہو کیونکہ میں ظاہر میں تمہارے ساتھ ہوں اور باطن میں دوسروں کے ساتھ اور فرمایا: تمہارے سوا دوسری خلقت میرے پاس حاضر ہوئی ہے اس کے لئے جگہ چھوڑ دو اور جگہ کشادہ کر دو اور ان کا ادب کرو اور اپنی حد پر رہو۔ یہاں مہربانی اور بڑی بخشش ہے اس لئے ان کے واسطے جگہ تنگ نہ کرو اور حضرت کی بارگاہ میں مقربوں کی ارواحیں اور رحمت کے فرشتے حاضر ہو کے سلام عرض کرتے تھے اور حضرت ہر ایک کو تمام دن ورات سلام کا جواب اس طرح دیتے تھے **وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته غفر الله لي ولكم وتاب الله علي وعليكم**...... یعنی تم پر سلام اور رحمت اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہوں اللہ تعالیٰ بخش دے مجھے اور تم کو اور رحمت سے متوجہ ہو مجھ پر اور تم پر برکت خدا رخصت نہیں کرنے والے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: **نحن اولياء كم في الحيوة الدنيا وفي الاخرة** اور ارشاد ہوا کہ افسوس تم پر کہ میرے ساتھ کیا گمان کرتے ہو کیونکہ میں پروا نہیں کرتا کسی کی، نہ ملک الموت کی اور نہ کسی فرشتے کی اے ملک الموت! جس نے ہم کو قدرت عطا کی ہے وہ تو ہم کو دوست رکھتا ہے اور تیرے بغیر وہ ہمارا کام کرتا ہے اور حضرت شیخ موسیٰ اور حضرت شیخ عبدالرزاق پسران حضرت غوث پاک رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمایا: جس شب کو حضرت کی وفات ہوئی اس کے قبل والے دن اپنے دونوں ہاتھوں کو دراز کر کے بلند آواز میں فرمایا:

"وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته، توبوا وادخلوا في الصف هو ذا اجئى اليكم"۔

"یعنی تم پر بھی سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، توبہ کرو اور صف میں داخل ہو جاؤ اس وقت میں تمہاری طرف آتا ہوں" اور فرماتے تھے، نرمی کرو تم مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرو۔ بعد ازاں شیخ عبدالعزیز آپ کے فرزند نے عرض کیا: حضرت کا کیسا حال ہے؟ ارشاد ہوا کہ تم مجھ سے کچھ نہ پوچھو کیونکہ میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف جاتا ہوں جو

خدائے عزوجل کے علم میں ہے۔ پھر حضرت شیخ عبدالعزیز نے پوچھا کہ آپ کو کیا بیماری ہے؟ آپ نے فرمایا: میری بیماری کو کوئی نہیں جانتا اور کوئی نہیں پاتا، نہ آدمی نہ فرشتہ اور نہ پری اس کے بعد حقائق و معارف کو بیان فرمایا اور ارشاد ہوا کہ خدا کا علم ازلی ہے جو لایزال میں بندوں کے ساتھ متعلق ہے وہ ہرگز پھرتا نہیں کیونکہ حکم متغیر اور متبدل ہوتا ہے علم متغیر نہیں ہوتا اور حکم منسوخ ہوتا ہے علم منسوخ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے، اثبات احکام میں محو ہے اور خدائے تعالیٰ کے پاس ام الکتاب ہے اور جو لکھا ہے وہ تغیر نہیں پاتا اور خدائے تعالیٰ جو کرتا ہے اس سے سوال نہیں کیا جاتا اور بندے سوال کئے جاتے ہیں...... پھر اس کے بعد آپ کے فرزند حضرت سیّد عبدالجبار رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ حضرت کے جسم مبارک میں کہاں پر درد ہے؟ ارشاد فرمایا: میرے تمام اعضاء درد کرتے ہیں مگر دل کو کچھ درد نہیں اور وہ درست و ثابت ہے اللہ رب العزت کے ساتھ پھر جب حضرت کا وصال قریب آیا تو فرمایا: "**استعنت بلا الہ الا اللہ سبحانہ و تعالیٰ الحی الذی لا یخشی الموت سبحانہ من تعزز بالقدرۃ وقھر العباد بالموت لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**" یعنی مدد چاہتا ہوں میں کلمہ توحید و رسالت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک اور بلند ہے...... ایسا زندہ ہے کہ اس کو ڈر نہیں، مرنے سے پاک ہے وہ ذات جو غالب ہے قدرت کے ساتھ اور بندوں کو موت کے ساتھ مقہور و مغلوب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں"۔ حضرت کے فرزند سعادت مند شیخ سیّد موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے لفظ تعزز کو پڑھا مگر زبان سے درست ادا نہیں ہوا تو پھر اس لفظ کو بتکرار فرمایا اور اپنی آواز کو اس لفظ کے ساتھ بلند کیا جب وہ لفظ زبان سے درست ادا ہوا تو پھر اسم ذات اللہ کو تین بار اللہ، اللہ، اللہ کہا۔ بعد ازاں آواز مبارک پست ہوئی اور زبان حلق میں چمٹ گئی اور روح مقدس جسم مطہر سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (سیرت غوث اعظم ص ۲۴۴)

تاریخ وصال

آپ نے ۱۱ یا ۱۷ ربیع الآخر ۵۶۱ھ ۱۱۶۶ء شب دوشنبہ بعد نماز عشاء اکیانوے سال کی عمر شریف میں بغداد میں وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

نماز جنازہ

نماز جنازہ حضرت سیّد سیف الدین عبدالوہاب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، آپ کے جنازے میں اتنی کثرت تھی کہ بغداد میں کوئی شخص باقی نہ رہا ہو جو حضرت کے جنازے میں شریک نہ ہوا ہو۔

محی الدین کہ انوار جمالش   زعرش وکرسی از مہ تا بماہست
تولد عاشق وکامل سنیش   وصالش داں زمعشوق الہیست
۴۷۱   ۹۱   ۵۶۱

(مقامات دستگیری ص ۱۷)

شیخ عقیل منجی سے روایت ہے کہ میں نے چند بزرگوں کو دیکھا ہے جن کا تصرف قبروں میں جاری وساری رہتا ہے یہ تصرف زندگی کی تمام قوتوں کی طرح ہوتا ہے یہ بزرگ شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ معروف کرخی، حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

مزار مقدس

آپ کا مزار مقدس آپ کے مدرسہ عالیہ کے رواق میں باب ازج کے نزدیک بغداد شریف (عراق) میں واقع ہے ہر سال عرس کی مقدس تاریخ میں بے شمار مخلوق فیوض روحانی سے مستفیض ہو کر لوٹتی ہے اور ہمہ دم زائرین کا اژدھام رہتا ہے۔ جمعرات اور جمعہ کو خصوصی طور پر بھیڑیں لگی رہتی ہیں۔

نورِ ہشت دہم

تاج الدین

حضرت سیّد عبدالرزاق

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۱۲رجب المرجب ۵۲۸ھ ۱۱۳۳ء......۶شوال المکرّم ۶۲۳ھ

یاابن ہذالمرتجی یاعبدرزاق الوریٰ
تاکہ باشدرزق ماعشق شماامدادکن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل وسلم وبارك علیه وعلیھم وعلی المولیٰ السید ابی بکر تاج الملة والدین عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنه .

احسن اللہ لہٗ رزقاً سے دے رزق حسن
بندۂ رزاق تاج الاصفیاء کے واسطے

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت ۱۸ ذیقعدہ بوقت شب ۵۲۸ھ کو بغداد شریف میں ہوئی۔ (شجرۃ الکاملین ص ۲۲۱)
مگر ایک روایت ہے کہ ۱۴ رجب ۵۵۳ھ بوقت عصر ہوئی۔ (انوار صوفیہ ص ۱۴۲)

اسم گرامی وکنیت

آپ کا اسم گرامی عبدالرزاق اور کنیت ابوبکر، ابوالفرح اور عبدالرحمٰن ہے، اور لقب تاج الدین ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آغوش میں ہوئی اور والد ماجد ہی سے آپ کو بیعت وخلافت کا عظیم شرف بھی حاصل تھا۔ یہاں تک کہ اپنے والد گرامی سے تکمیل علوم فرما کر دیگر علمائے عصر سے بھی بھرپور استفادہ فرمایا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱)۔ حضرت ابوالحسن محمد بن الصائغ، (۲)۔ حضرت قاضی ابوالفضل محمد الارمی، (۳)۔ حضرت ابوالقاسم سعید بن البناء، (۴)۔ حضرت حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر، (۵)۔ حضرت ابوبکر محمد بن الزاغوانی، (۶)۔ حضرت ابوالظفر محمد الہاشمی، (۷)۔ شیخ ابی العالی احمد بن علی بن برالسمان' حافظ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ نے حسب الحکم والد گرامی ایک جماعت کثیرہ سے اور بطور خود بھی بہت سے مشائخ سے حدیثیں سنیں اور جابجا سے اجزائے حدیث جمع فرمائے۔ مؤلف روض الظاہر کا بیان ہے کہ ذہبی ابن النجار، عبداللطیف اور تقی البلدانی وغیرہم بہت سے مشاہیر نے آپ سے روایت کی ہے آپ نے شیخ شمس الدین، عبدالرحمٰن اور شیخ کمال، عبدالرحیم، احمد بن شیبان، خدیجہ بنت شہاب بن راجح اور اسمٰعیل العسقلانی وغیرہم کو حدیث شریف کی اجازت دی ہے، اور سند حدیث بھی انہیں عطا فرمائی ہے۔

فضائل

قدوۃ الاولیاء، زبدۃ الاصفیاء، فقیہہ عصر ورہنمائے اہل نظر، سراج السالکین، تاج الملت والدین سیّدنا تاج الدین

عبدالرزاق رضی اللہ عنہ آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے اٹھارہویں امام وشیخ طریقت ہیں، آپ سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پانچویں شہزادے ہیں، آپ حافظ قرآن وحدیث تھے اور اپنی جلالت علمی کی بنیاد پر عراق کے مفتی تھے، اور آپ معرفت حدیث میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ آپ میں انتہا درجے کی فقاہت، تواضع وانکساری تھی، آپ صبروشکر اور اخلاق حسنہ وعفت شعاری میں مشہورومعروف تھے۔ زہدوخاموشی آپ کا طرۂ امتیاز تھا آپ عموماً لوگوں سے کنارہ کش رہتے اور سوائے نماز جمعہ یا دیگر ضروریات دینی کے گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے، باوجود عسرت وتنگدستی کے آپ بڑے سخی اور نرم دل تھے۔ علوم وفنون کے درس وتدریس کے علاوہ اپنے وقت کے عظیم مناظر تھے۔ طلبہ سے نہایت انس ومحبت رکھتے تھے، غرض کہ آپ کی ذات بابرکات جامع الکمالات تھی، آپ کی ذات سے بہت سے لوگوں کو فیض پہنچا اور کثیر تعداد میں لوگ عالم وفاضل ودرویش کامل آپ کی صحبت وبابرکت سے ہوئے۔ آپ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے اور آپ نے اپنا جائے مسکن حلب رکھا جس کی وجہ سے لوگ آپ کو حلبی بھی کہتے ہیں جو بغداد شریف سے پورب کی جانب واقع ہے۔

خشیت الٰہی

آپ زہدوتقویٰ میں کامل تھے اور اپنے پدر بزرگوار کے مظہر تھے۔ ساتھ ہی حیاوشرم آپ کی ذات مقدس میں بدرجۂ اتم موجود تھی۔ آپ کے شرم وحیا کا یہ عالم تھا کہ مسلسل تین سال تک قطعی طور پر آسمان کی جانب نگاہ نہیں کی اور یہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا وخشیت الٰہی کی بنیاد پر کیا تھا۔

جانوروں نے تابعداری کی

سیدنا عبدالرزاق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اور میرے والد بزرگوار سیّدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے باہر نکلے، راستے میں دیکھا کہ خلیفۂ وقت کے لیے ایک سپاہی جانوروں پر شراب لادے ہوئے جارہا ہے۔ والد بزرگوار کی دوربین نگاہوں نے دیکھ لیا کہ اس میں شراب ہے، اس لیے سپاہیوں کو آواز دی گئی سپاہیوں نے مارے خوف وندامت کے رکنا مناسب نہ جانا تو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے جانوروں سے مخاطب ہوکر فرمایا: خدائے تعالیٰ کے حکم سے رک جاؤ؟ جانور فوراً کھڑے ہوگئے۔ سپاہیوں نے لاکھ کوشش کی لیکن جانور اپنی جگہ سے نہ ہلے اور سپاہیوں کو فوراً مرض قولنج نے پکڑ لیا جس کی وجہ سے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور فریاد کرنے لگے کہ ہم پھر کبھی ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ آپ نے دعا فرمائی جس سے مرض قولنج دور ہوگیا اور شراب سرکہ میں تبدیل ہوگیا۔ جب یہ خبر خلیفۂ وقت کو پہنچی تو وہ بھی شراب نوشی سے تائب ہوگیا۔

تصانیف

آپ اپنے وقت کے قادرالکلام ادیب وانشاء پرواز تھے آپ کی جملہ تصانیف کا تذکرہ اکثر تذکروں میں نہیں ملتا ہے

صرف ایک کتاب کا ثبوت تاریخ سے ملتا ہے جس کے اندر آپ کے پدر بزرگوار سیّدنا غوث صمدانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کے معمولات وملفوظات موجود ہیں جو اپنے اندر بیشمار خوبیاں لئے ہوئے ہیں وہ آپ ہی کی ترتیب شدہ ہے جس کو آج پوری دنیائے تاریخ ''جلاء الخواطر'' کے نام سے جانتی ہے۔

اولادو امجاد

آپ کو رب تبارک وتعالیٰ نے پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عطا فرمائے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔
(۱)۔حضرت قاضی القضاۃ شیخ ابوصالح نصر، (۲)۔حضرت شیخ ابوالقاسم عبدالرحیم، (۳)۔حضرت شیخ ابومحمد اسمٰعیل (۴)۔شیخ ابوالمحاسن فضل اللہ، (۵)۔حضرت شیخ جمال اللہ اور دو شہزادیاں ہوئیں، (۱)۔حضرت بی بی سعادۃ، (۲)۔حضرت ام محمد عائشہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم۔ (خزینۃ الاصفیاء، ج۱، ص۱۱۰)

خلفائے کرام

آپ کے خلفاء کرام کی فہرست ازحد تلاش کے بعد دستیاب نہ ہوسکی۔ اکثر کتب میں جو اسماء ملتے ہیں وہ یہ ہیں:
(۱) حضرت سیّدنا ابوصالح نصر رضی اللہ عنہ (۲) حضرت سیّدنا شیخ جمال رضی اللہ عنہ۔

بے مثال حیات

آپ کے پانچویں صاحبزادے حضرت شیخ جمال اللہ جو صورت حسن وجمال میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا عکس تھے آپ رضی اللہ عنہ اپنے پوتے شیخ جمال اللہ سے بے پناہ الفت ومحبت کا اظہار فرماتے اور قلبی محبت آپ کو ان سے تھی چنانچہ درازی عمر کی دعا فرمائی اور دعائے غوثیت مآب سے درازی عمر نصیب ہوئی وہ آج تک زندہ وحیات میں ہیں اور ''حیات المیر'' کے نام سے مشہور ہیں اکثر ان کا قیام دیار ثمرقند میں رہتا ہے، سیّد محمد مقیم صاحب حجرہ وغیرہ کے علاوہ بے شمار اولیاء اللہ آپ سے مرید ہوئے، آج تک وہ اقلیم کی حفاظت کرتے اور شہر بسطام میں اقامت رکھتے ہیں حضرت شیخ جمال اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین جدنا المکرّم رضی اللہ عنہ مجھ کو دیکھ کر اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

''اے جمال اللہ تیری بڑی عمر ہے، جب تو زمانہ عیسیٰ علیہ السلام پائے تو میرا اسلام اس روح القدس کی خدمت میں پہنچانا''۔ (خزینۃ الاصفیاء، ج۱، ص۱۱۱)

یہاں تک کہ حضرت شیخ جمال اللہ کی جس نے شرف صحبت پائی وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا: اس میں شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کامل کو حیات وممات میں اختیار دیا ہے مگر معلوم نہیں کہ آپ کی عمر شریف کتنی ہوگی؟ تو ارشاد فرمایا: یقینی تو مجھے بھی نہیں معلوم ہے مگر جس وقت میرے دادا حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ مجھ کو گود میں لیتے تھے تو فرماتے تھے کہ اے جمال میری طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سلام پہنچانا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کی زیارت وخدمت سے مشرف ہوں گا اور وہ امانت ان کو پہنچاؤں گا اور بھی چند حکایتیں ان سے ملاقات کی تاریخ الاولیاء کے مصنف نے اپنی کتاب میں ان کے حال میں نقل کی ہیں۔ چنانچہ کوہستان عراق میں اب تک موجود ہیں اور گیارھویں صدی میں بعضے اولیاء سے ملاقات بھی ہوئی ہے۔ حضرت شاہ ابوالمعالی تحفۂ قادریہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے بعض بزرگوں سے سنا کہ ایک صاحبزادہ فرزندان حضرت سیّد عبدالرزاق رضی اللہ عنہ سے اس زمانہ میں موجود ہیں ان کا نام شیخ جمال اللہ ہے اور اپنے جدامجد کے مشابہ ہیں جو اکثر اوقات بسطام کے جنگلوں میں رہتے ہیں اور کبھی بسطام میں بھی آجاتے ہیں۔ (الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم ج ۲،ص ۴۸۴) اور جناب محمد دین لاہوری کا بیان ہے کہ آپ لاہور میں تشریف لائے بیشمار لوگ آپ سے فیضاب وبیعت ہوئے۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ ۲۲ مکتبہ نبویہ لاہور)

تاریخ وصال

آپ کی تاریخ وصال میں کافی اختلاف ہے خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ ''دوسال پانصد ونود دوپنج ہجری است'' اور بعض لوگوں نے ۶۰۳ھ بروز شبہ ماہ شوال بتایا ہے اور ایک قول ۶۰۴ھ، ۵۷۱ھ، ۶۵۴ھ ماہ ربیع الاوّل ۱۷یا ۱۱یا ۲۶، ربیع الثانی بروز دوشنبہ یا جمعہ بھی ہے۔ مگر شجرۂ عالیہ قادریہ رضویہ مین تاریخ وصال ۶ شوال المکرم ۶۲۳ھ درج ہے اور یہی میرے نزدیک صحیح تاریخ ہے۔ (خزینۃ الاصفیاء، ج او مسالک السالکین ج اشجرۃ الکاملین وغیرہ)

نماز جنازہ

حضرت سیّدنا عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کا جب اعلان ہوا تو مخلوق کا عظیم اژدہام ہوگیا اور شہر میں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کوئی جگہ نہ تھی اس لیے پہلی نماز عیدگاہ میں بیرون شہر ہوئی۔ دوسری بار جامع رصافہ، تیسری بار تربۃ الخلفاء میں، چوتھی بار دجلہ کے کنارے خضرمین کے پاس پانچویں بار باب تحریم میں چھٹی مرتبہ جبریہ میں، ساتویں بار حضرت امام احمد بن حنبل کے مقبرہ کے پاس اس کے بعد دفن کیا گیا اور یہ جمعہ کا دن تھا۔ (الدر المنظم فی مناقب غوث اعظم ج ۲،ص ۱۷۱۔)

مزار مقدس

آپ کا مزار مقدس حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مقبرہ بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے حضرت سیّدنا عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کے خلفاء کی کوئی بھی فہرست دستیاب نہ ہوسکی۔ صرف آپ کے فرزند اکبر سیّد ابوصالح نصر رضی اللہ عنہ کا نام نامی اکثر کتب میں ملتا ہے۔

نورِ نوازدہم

عمادالدین

حضرت سیّدنا ابوصالح عبداللہ نصر

(رضی اللہ عنہ)

۲۴ ربیع الثانی ۵۶۲ھ......۲۷ رجب الرجب ۶۳۲ھ

یا ابا صالح صلاح دین واصلاح قلوب
فاسدم گلزار در جوشِ ہوا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل وسلم وبارك علیه وعلیھم وعلی المولیٰ السید ابی صالح نصر رضی اللہ تعالیٰ عنه ۔

نصر ابی صالح کا صدقہ صالح ومنصور رکھ

دے حیات دیں محی جاں فزا کے واسطے

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت ۲۴ ربیع الثانی ۵۲۰ھ میں بغداد شریف میں ہوئی۔

اسم مبارک وکنیت

آپ کا اسم مبارک عبداللہ نصر ہے اور کنیت ابوصالح اور لقب عماد الدین ہے۔

اسم مبارک والدین کریمین

آپ کے والد ماجد سیّدنا عبدالرزاق رضی اللہ عنہ ہیں اور والدہ ماجدہ کا نام تاج النساء ام الکرم بنت فضائل الترکین تھا۔ آپ اعلیٰ درجہ کی خیر وبرکت والی بی بی تھیں۔ علوم حدیث کی عالمہ تھیں حدیث شریف سنی اور اس کو بیان بھی کیا بغداد شریف میں ہی آپ کا وصال ہوا اور باب الحرب میں مدفون ہیں۔

تعلیم وتربیت

حضرت ابوصالح نصر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی کی نگرانی میں نشونما پائی اور انہیں سے تعلیم مکمل فرمائی۔ اپنے والد ماجد کے علاوہ اور بھی بہت سے فضلاء وقت سے علم فقہ وحدیث حاصل فرمایا۔ آپ نے اپنے عم بزرگوار حضرت شیخ عبدالوہاب رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث سنی اور درس لیا حدیث شریف بیان کی اور لکھوائی اس کے علاوہ دیگر علوم کا بھی اکتساب فرمایا۔

فضائل

شیخ طریقت، واقف اسرار حقیقت، پروردۂ صحبت غوثیت حضرت سیّد عبداللہ ابوصالح نصر رضی اللہ عنہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے انیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ اعلیٰ درجہ کے محقق، عارف حدیث ثقہ نہایت شریں کلام اور خوش طبع ومتین تھے۔ فروعی مسائل میں بھی آپ کی معلومات وسیع تھیں حافظ ابن رجب حنبلی نے اپنی کتاب طبقات میں بیان کیا ہے، آپ قاضی القضاۃ شیخ الوقت، فقیہ، مناظر، محدث، عابد وزاہد اور بہترین واعظ تھے، اور اپنے جد امجد سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مدرسہ کے متولی تھے۔ آپ انتہائی فصیح وبلیغ گفتگو فرماتے، آپ کی انشاء پردازی اور فتاویٰ نویسی میں ندرت

ہوتی تھی۔ مدینۃ السلام کی تینوں مسجدوں میں آپ کا نام خطبہ میں پڑھا جاتا تھا۔ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پیکر تھے، آپ ان لوگوں میں سے تھے جو کبھی کسی سے خوفزدہ نہیں ہوئے اور ابن کثیر نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ آپ بنو عباس میں عمر بن عبدالعزیز کے مماثل تھے، صادق القول ہونے کے ساتھ ساتھ امور مملکت میں اصلاح کی کوشش بلیغ فرمائی روئی کا لباس پہنتے اور مقدموں پر غور وخوض کے بعد فیصلہ دیتے، اسلاف کے نقش قدم پر چلتے اور شدت سے حق پر قائم رہتے۔

(شذرات الذہب مطبوعہ بیروت ج ۵، ص ۱۶۱، ومراۃ الجنان وعبرۃ الیقظان للیافعی ج ۴، ص ۸۵ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد طبع اول ۱۳۳۹ھ)

بدمذہب سے آپ کی بیزاری

آپ شریعت وطریقت پر بڑی مضبوطی کے ساتھ قائم رہتے اور خلاف شرع جن امور کو دیکھتے ان کو ختم کرنے میں تکلیف شاقہ برداشت کرتے۔ مگر شریعت سے سر مو تجاوز نہ ہونے دیتے۔ چنانچہ ایک واقعہ خود ہی بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں وزیر عشمی کے مکان پر حکومت کے نظم ونسق کے سلسلے میں کچھ تحریر کر رہا تھا اور وہاں محمد بن منحب محدث ابن زہیر منصف اور ابن مروزی بھی موجود تھے۔ اچانک ایک ذی وقار شخص عمدہ لباس پہنے مکان میں داخل ہوا اور پوری جماعت اس کو سلام کر کے اس کی خدمت میں مصروف ہوگئی۔ میں نے بھی یہ تصور کر کے یہ بہت بڑا فقیہہ ہے ان لوگوں کا اتباع کیا لیکن جب میں نے لوگوں سے اس کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ تو ابن کرم یہودی ہے جو ٹکسال کا گورنر ہے اور دربار خلافت میں اس کا بڑا عمل دخل ہے، جب وہ لوگوں کے پاس سے گزر کر میرے مقابل چبوترے پر بیٹھ گیا تو میں نے اس سے کہا: اس جگہ سے کھڑے ہو جاؤ ہلاکت تیرا مقدر ہو، تو جب داخل ہوا تو میں تجھے ایک مسلمان فقیہہ سمجھ کر تعظیماً کھڑا ہوگیا تھا حالانکہ فقیہہ ہونا تو درکنار تو مسلمان بھی نہیں ہے۔ یہ جملہ میں نے اس سے کئی مرتبہ کہا جس کو وہ کھڑا ہو کر سنتا رہا اور کہنے لگا کہ اللہ تیری حفاظت کرے اور تجھے باقی رکھے پھر میں نے اس سے کہا: میرے سامنے سے دفع ہو جاؤ یہ سن کر وہ خاموشی سے چلا گیا۔ میرا کچھ وظیفہ دربار خلافت سے مقرر تھا جس کو مقام بدریہ پر جا کر وصول کرتا تھا مگر میں اس مقررہ دن کو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھنے چلا گیا تھا۔ واپسی پر دیکھا کہ ہر شخص اپنا وظیفہ وصول کر رہا ہے اور جب میں نے وظیفہ وصول کرنا چاہا تو مجھ سے کہا گیا کہ آپ کا وظیفہ تو ابن کرم یہودی کے پاس ہے وہاں جا کر وصول کر لیں! لیکن میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ایک کافر سے اپنا وظیفہ وصول کرنے ہرگز نہیں جاؤں گا پھر اللہ کے بھروسہ پر مندرجہ ذیل اشعار پڑھتا ہوا گھر آ گیا۔

نفسی مامن دیننا بدل — فدع الدنیا وخلی جدل

اے نفس! ہمارے دین کا کوئی بدل نہیں — تمام جھگڑوں سے چھٹکارا پانے کیلئے دنیا کو چھوڑ

مایساوی انما نمضی الی — مشرک اذ ذاک عین الزلل

ہماری یہ شان نہیں کہ ہم مشرک کے پاس جائیں — کیونکہ یہ انتہائی غلط کام ہے!

ان یکن دیننا علینا فلنا — خالق یقضیہ ھذا املی

ہم اپنے دین پر قائم ہیں!!! اور ہمارا خالق ہماری تمام حاجتیں پوری کرتا ہے

اور اس پر آپ مضبوطی کے ساتھ قائم رہے کہ نہ تو آپ اس یہودی کے پاس جاتے اور نہ وہ آپ کے پاس رقم بھیجتا حتیٰ کہ وہ ملعون ختم کر دیا گیا۔ اس وقت آپ نے خزانہ سے جا کر رقم وصول کی۔ (قلائد الجواہر اُردو ص ۱۶۴، ۱۶۳ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء)

عہدۂ قاضی القضاۃ

بتاریخ ۸ ذیقعدہ ۶۲۲ھ کو الظاہر بامر اللہ کی طرف سے آپ قاضی القضاۃ مقرر ہوئے، اور خلیفہ مذکورہ کے انتقال تک آپ منصب قضا پر فائز رہے۔ اس عظیم منصب پر فائز ہونے کے باوجود آپ کے اخلاق وعادات اور آپ کی تواضع وانکساری میں مطلقاً کچھ بھی فرق نہیں آیا بلکہ سابقہ دستور کے مطابق آپ ویسے ہی خلیق، تواضع پسند اور کریم النفس رہے۔

آپ کے اجلاس میں شہادتیں قلم بند کر لی جایا کرتی تھیں۔ جب خلیفہ نے آپ کو قاضی القضاۃ بنانا چاہا تو آپ نے فرمایا: میں اس شرط پر منصب قضا قبول کروں گا کہ میں ذوی الارحام کو بھی وارث بناؤں گا؟ تو خلیفہ نے کہا ''اعط کل ذی حق حقه اتق الله و لاتتق سوائه ''یعنی بے شک تم خدا کا خوف کرنا اور اس کے علاوہ کسی کا نہیں، اور ہر ایک حقدار کو اس کا حق پہنچانا۔

خلیفہ نے آپ کو حکم دے دیا تھا کہ جس کسی کا حق شرعی طور پر ثابت ہو جائے آپ اس کا حق اسے فوراً پہنچا دیں اور ذرہ برابر بھی اس میں توقف نہ کریں۔ خلیفہ نے آپ کے پاس دس ہزار دینار صرف اس غرض سے روانہ کیا تھا کہ اس روپیہ سے جتنے بھی مفلس، قرضدار، محبوس ہیں ان کا قرض ادا کر کے انہیں رہا کر دیا جائے اور خلیفہ موصوف نے آپ ہی کو اوقاف عامہ مثلاً مدارس حنفیہ، شافعیہ، جامع السلطان اور جامع المطلب وغیرہ کا ناظر ونگراں مقرر فرمایا، آپ کو ان اوقاف میں ہر طرح کی ترمیم وتنسیخ اور ہر طرح کی بحالی وبرطرفی کا پورا پورا اختیار دے دیا تھا اور مدرسہ نظامیہ میں بحالی وبرطرفی بھی آپ ہی کے ذمے ہو گئی تھی۔ آپ آثار سلف صالحین کے قدم بقدم چلتے اور نہایت سرگرمی واہتمام سے اپنے منصب قضا کو انجام دیتے رہے۔

شان قضاء

آپ کے عہد ولایت کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ کے اجلاس ہی میں اذان دی جاتی تھی اور آپ سب کو شریک نماز کر کے جماعت سے نماز پڑھا کرتے تھے، جمعہ کی نماز کے لیے جامع مسجد میں پیادہ پا تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خلیفہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے المستنصر باللہ نے اپنے ابتدائی عہد خلافت سے چار ماہ بعد ۶۲۳ھ میں آپ کو منصب قضائے معزول کر دیا اس وقت آپ نے مندرجہ ذیل شعر کہے:

حمدت الله عزوجل لما	قضى لى بالخلاص من القضاء
میں خدائے عزوجل کا شکر ادا کرتا ہوں	جسنے مجھے قضاء کے عہدے سے رہائی عطا کردی
وللمنتصر المنصور اشكر	وادعوا فوق معتاد الدعاء
اور میں مستنصر کا بھی شکر گزار ہوں	اور اس کیلئے تمام دعا کرنیوالوں سے زیادہ دعا گو ہوں

درس وتدریس

معزولی کے بعد آپ نے اپنے مدرسہ میں درس وافتاء کا سلسلہ شروع کیا اور بڑی بڑی مجلسیں آپ کے یہاں ہونے لگیں۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے علم فقہ وحدیث سیکھا اور فیض حاصل کیا۔ آپ تفقہ کا اعتراف کرتے ہوئے صرصری نے آپ کی مدح میں قصیدۂ لامیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

ولی عصر ناقد کان فی الفقه قدوة ابو صالح نصر لکل موء مل

یعنی اس وقت فقہ میں شیخ ابو صالح نصر امام وقت ہیں اور وہ ہر ایک مقصد کے معین ومددگار ہیں۔

(قلائد الجواہر اُردو کراچی ص ۱۶۴)

پھر دوبارہ مستنصر باللہ نے آپ کو کلیسائے روم کا (جس کو اس نے خانقاہ میں تبدیل کر دیا تھا) صدر بنا دیا۔ وہاں آپ کو بے حد تکریم وتعظیم حاصل ہوئی، عوام الناس بہت بڑی رقمیں آپ کی خدمت میں اس اختیار کے ساتھ روانہ کرتے کہ آپ جہاں چاہیں اس رقم کو خرچ کر سکتے ہیں۔ اگرچہ خلیفہ المستنصر باللہ نے آپ کو منصب قضاء سے معزول کر دیا تھا، تاہم وہ آپ کی ویسی ہی عزت ووقعت کرتا تھا اور اکثر اوقات وہ آپ کی خدمت میں مال بھیجا کرتا تھا تاکہ آپ اس نذرانے سے اپنے اخراجات کو پورا کریں۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ یہ خلیفہ بہترین سیرت کا حامل، دیانت وصلاح اور عدل وانصاف میں ممتاز تھا۔ وہ مظالم کے دفع اور احکام شریعت کے نفاذ کے لیے ہمیشہ سعی کرتا رہتا تھا اور ابن کثیر نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ یہ بنو عباس میں عمر بن عبدالعزیز کا مماثل تھا، صادق القول ہونے کے ساتھ امور مملکت میں اصلاح کی کوشش بھی کرتا رہتا تھا۔

(قلائد الجواہر اُردو کراچی ص ۱۶۴)

تصانیف

افسوس کہ آپ علمی، فقہی وتحقیقی خدمات کی کوئی تفصیل مؤرخین نے نہیں لکھی صرف ایک کتاب کا پتہ لگ سکا ہے جو ''ارشاد المبتدئین'' کے نام سے موسوم ہے اور علم فقہ میں اپنی نظیر آپ ہے۔

آپ کے کچھ اشعار تو گزشتہ صفحات میں بیان ہوئے ہیں مندرجہ ذیل شعر بھی آپ کے ہیں جن کو اکثر پڑھا کرتے تھے:

انا فی القبر مفرد ورھین غارم مفلس علی دیون

میں قبر میں اکیلا اور رہن شدہ ہوں کیونکہ قرضوں کے بار کی وجہ سے مفلس ہوگیا ہوں

قد انخت الرکاب عند کریم عتق مثلی علی الکریم یھون

میں نے اپنی سواری کو ایسے کریم کے پاس بٹھا دیا ہے کہ مجھ جیسے کی آزادی کریم کیلئے آسان ہے

(الدر المنظم فی مناقب غوث اعظم ج ۲، ص ۴۸۲)

خلفاء

آپ کے خلفاء کرام کی نیز اولاد امجاد کی کوئی بھی تفصیل کتب تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہیں صرف حضرت محی الدین ابونصر محمد رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اکثر مؤرخین نے تحریر فرمایا ہے اور انہیں کو آپ نے اپنی خلافت ونیابت سے نوازا ہے۔

وصال

آپ مطابق شجرۂ قادریہ رضویہ ۲۷ رجب المرجب ۶۳۲ھ کو محبوب حقیقی سے جا ملے۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ مگر بعض لوگوں نے ۶ شوال، ۱۳ شوال، ۱۶ شوال ۶۳۳ھ لکھا ہے۔آپ نے ستر سال کی عمر میں صبح صادق کے وقت وصال فرمایا۔
(شجرۃ الکاملین ج ۲ص ۴۸۲)

مزار مبارک

آپ کا مزار مقدس بغداد شریف میں روضہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ میں مرجع خلائق ہے۔

نور بستم

سراج العلماء
حضرت سیّد محی الدین ابونصر محمد
(رضی اللہ عنہ)

۲۷ ربیع الاوّل ۶۵۶ھ

جان نصری یا محی الدین فانصر وانتصر
اے علی اے شہریارِ مرتضیٰ امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد محى الدين ابى نصر رضى الله تعالٰى عنه .

نصر ابی صالح کا صدقہ صالح ومنصور رکھ
دے حیات دیں محی جاں فزا کے واسطے

ولادت

آپ بغداد شریف میں پیدا ہوئے۔

اسم شریف

آپ کا نام نامی واسم گرامی محی الدین ابونصر محمد ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام نامی عماد الدین حضرت ابوصالح نصر ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت والد گرامی کے ظل عاطفت میں ہوئی، فقہ، حدیث، ودیگر علوم کی تحصیل بھی والد گرامی سے ہی فرمائی۔ ان کے علاوہ آپ نے بہت سے مشائخ وقت سے حدیث پاک سنی جن میں بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حسن بن علی بن مرتضٰی العلوی، ابواسحٰق یوسف بن ابی حامد، ابی الفضل محمد بن عمر ارموی وغیرہم۔
(قلائد الجواہر ص ۱۷ او عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص ۱۷۲)

فضائل

عزیز العلم، کثیر الحکم، سراج العلماء حضرت سیّد محی الدین ابونصر محمد رضی اللہ عنہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے بیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ اعلیٰ درجے کے محقق، محدث اور مدرس تھے۔ علم کے بیحد شوقین اور اس کے متلاشی تھے۔ آپ اپنے تمام معاملات میں کوشش بلیغ فرماتے تھے اور اپنی عظیم فقاہت کی بنیاد پر عراق کے مفتی مقرر ہوئے جس وقت آپ کے والد ماجد قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے۔ آپ کو بھی دار اخلافہ میں مسند عدالت میں سرفراز کیا گیا تھا لیکن آپ صرف ایک ہی مرتبہ عدالت میں بیٹھے اس کے بعد استعفیٰ دے کر باب الازج کے مدرسہ میں درس دینے لگے۔ پھر تقویٰ کے پیش نظر کبھی عہدۂ قضا کو قبول نہیں فرمایا، آپ اپنے جدامجد حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے بہت مشابہ تھے۔
(قلائد الجواہر ص ۱۷ او عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص ۱۷۲)

درس وتدریس

آپ کا گھرانہ علم وفن کا منبع تھا اور آپ نے علم دین کے فروغ واشاعت میں کامیاب کوشش کی نہایت جلیل القدر عالم وزاہد اور متورع تھے اپنے جد امجد کے مدرسہ میں درس وتدریس میں مشغول رہتے تھے اور تاحیات علمی مشاغل سے وابستہ رہے۔ آپ سے حافظ دمیاطی وغیرہ نے احادیث کی سماعت کی ہے۔

اولاد امجاد

آپ نے اپنی وفات کے بعد چار فرزند چھوڑے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں: (۱)۔ حضرت شیخ عبدالقادر ثانی، (۲)۔ حضرت شیخ عبداللہ، (۳)۔ حضرت شیخ ظہیرالدین ابومسعود احمد، (۴)۔ حضرت سیّد علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

حضرت شیخ ظہیرالدین قدس سرہٗ بغداد ہی میں پیدا ہوئے۔ آپ بہت فصیح وبلیغ گفتگو فرماتے تھے، جامع مسجد میں خطبہ جمعہ کے علاوہ اپنے دادا کے مدرسہ ہی میں درس دیتے تھے۔ شیخ عزالدین تحریر کرتے ہیں کہ آپ فاضل اور واعظ تھے اور ستری سے احادیث کی سماعت کی ۲۷ ربیع الاوّل بروز سہ شنبہ ۶۸۱ھ میں لاپتہ ہوگئے اور بعد میں آپ کی نعش ایک کنویں سے برآمد ہوئی۔ (قلائد الجواہر ص ۱۷۱)

خلفاء

آپ کے خلفاء کی فہرست کہیں دستیاب نہ ہوسکی۔ صرف حضرت سیّد علی رضی اللہ عنہ کا نام نامی سلسلۃ الذہب میں موجود ہے۔

وصال

آپ کا وصال ۲۷ ربیع الاوّل شریف بروز دوشنبہ ۶۵۶ھ بغداد شریف میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مگر بعض نے ۱۳ شوال، ۲۲ ربیع الاوّل، ۱۲ محرم ۶۱۳ھ بھی لکھی ہے۔

مزار مبارک

آپ کا مزار مقدس بغداد شریف میں اپنے پردادا کے مدرسہ کے احاطہ میں مرجع خلائق ہے۔

نورِ بست ویکم

واقف اسرار خفی وجلی
حضرت سیّد علی
(رضی اللہ عنہ)

۲۳ شوال المکرّم ۹۳۷ھ

جان نصری یامحی الدین فانصر و انتصر
اے علی اے شہریار مرتضٰی امداد کن

(اعلٰی حضرت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل وسلم وبارك علیه وعلیهم وعلی المولٰی السیدعلی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه ۔

طور عرفان و علو و حمد و حسنیٰ و بہا
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت بغداد شریف میں ہوئی۔

اسم شریف

آپ کا نام نامی واسم گرامی حضرت شیخ سیّد علی رضی اللہ عنہ ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام نامی سیّد محی الدین ابونصر قدس سرہ ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم والد گرامی حضرت سیّد محی الدین ابونصر رضی اللہ عنہ کی صحبت بابرکت میں ہوئی اور دیگر مشائخ وقت سے بھی حدیث، فقہ ودیگر علوم کی تعلیم حاصل کی اور بہت سے لوگوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

(عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص ۱۷۲)

بیعت وخلافت

آپ نے حضرت سیّد محی الدین ابونصر رضی اللہ عنہ سے شرف بیعت حاصل فرمایا اور والد مکرم کے ارشد خلفاء میں آپ کا شمار ہے۔ (عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص ۱۷۲)

فضائل

شیخ المشائخ، قدوۃ الاولیاء، زبدۃ الاصفیاء عاشق محبوب رب العلمین، واقف اسرار خفی وجلی، حضرت سیّد علی رضی اللہ عنہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے اکیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ اکمل الکملاء تھے اور عجیب شان رکھتے تھے۔ آپ علوم ظاہر وباطنی میں یکتائے روزگار تھے، اور معاملات واشارات میں اپنی نظیر آپ تھے۔ بڑے عالی ہمت بزرگ تھے۔ مروت کے شہسوار تھے۔ سخاوت وبخشش اور جود وعطا میں یگانہ روزگار تھے۔ فراست ودانائی میں پرکمال تھے۔ تجرید وتوحید ومشاہدہ میں فانی اور طریقت میں مجتہد لاثانی تھے۔ جامع شریعت وطریقت اور عبادت وریاضت تھے اور زہد وتقویٰ

شعاری میں بے ہمتا تھے۔ (عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص ۱۷۲)

خلفاء

آپ کے خلفاء میں صرف حضرت سیّد موسیٰ رضی اللہ عنہ کی نشان دہی سلسلۃ الذہب میں ملتی ہے، اور اولاد وامجاد کی کوئی تفصیل نہ مل سکی۔

تاریخ وصال

آپ کا وصال ۲۳ شوال المکرّم ۹۳۷ھ میں بغداد شریف میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مزار مقدس

آپ کا مزار مقدس بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے۔

نور بست و دوم

سردار اولیاء

حضرت سیّد موسیٰ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۱۳ رجب المرجب ۷۶۳ھ

سید موسیٰ کلیم طورِ عرفاں المدد
اے حسن اے تاجدار مجتبیٰ امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللهم صلّ وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيد موسىٰ رضى الله تعالىٰ عنه .

طور عرفان و علو و حمد و حسنی و بہا
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت بغداد مقدس میں ہوئی۔

اسم شریف

آپ کا نامِ نامی واسم گرامی میر سیّد موسیٰ رضی اللہ عنہ ہے۔

والد گرامی

آپ کے والد ماجد کا نام میر سیّد علی رضی اللہ عنہ ہے۔

اجازت وخلافت

آپ نے اپنے پدر بزرگوار میر سیّد علی رضی اللہ عنہ سے نسبت واردات اور تلقین اذکار وخلوت گزینی پائی۔
(عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص ۱۷۳)

فضائل

شیخ المشائخ، سردار اولیاء، سرور زمرۂ اصفیاء سرکار میر سیّد موسیٰ رضی اللہ عنہ، آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے بائیسویں امام وشیخ وطریقت ہیں، آپ بڑے کامل، عبادت وریاضت میں بے مثل صاحب تصرفات ظاہر وباطن تھے۔ آپ کی ذات سے کثیر افراد نے فیض پایا اور علوم ومعارف کو بڑی لگن سے پھیلایا علوم حدیث وفقہ کا درس دیا اور بیشمار افراد نے علم حدیث کی سماعت آپ سے فرمائی۔ (عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص ۱۷۳)

خلفاء

آپ کے خلفاء اولاد امجاد کا تذکرہ نہیں مل سکا صرف حضرت سیّد حسن رضی اللہ عنہ سے آپ کے سلسلے کی کڑی ملتی ہے۔

تاریخ وصال

آپ کا وصال ۱۳ رجب المرجب ۷۶۳ھ میں بغداد شریف میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔
(عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص ۱۷۳)

مزار مقدس: آپ کا مزار مقدس بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے۔

نور بست وسوم

شیخ الوقت

حضرت سیّد حسن قادری بغدادی

(رضی اللہ عنہ)

۲۶ صفر المظفر ۷۸۱ھ

سید موسیٰ کلیم طور عرفان المدد
اے حسن اے تاجدار مجتبیٰ امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيدحسن رضى الله تعالٰى عنه .

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت بغداد مقدس میں ہوئی۔

اسم شریف

آپ کا نام نامی واسم گرامی حضرت میر سیّد حسن رضی اللہ عنہ ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام میر سیّد موسیٰ رضی اللہ عنہ ہے۔

خرقۂ خلافت

آپ کی تعلیم وتربیت والد بزرگوار کی صحبت میں ہوئی اور انہیں سے بیعت وخرقۂ خلافت بھی پہنا تھا۔

(عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص۱۷۴)

فضائل

سردار اولیاء، مشاہیر عصر، شیخ الوقت، واقف رموز حقائق، دانندۂ اسرار دقائق، حضرت الشیخ میر سیّد حسن قادری بغدادی رضی اللہ عنہٗ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے تیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ عبادت وریاضت میں جملہ معاصرین سے فائق تھے اور ذکر وفکر میں مشہور تھے۔ علو حال ورموز احوال میں کمال رکھتے ہیں۔ (عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص۱۷۴)

خلفاء

آپ کے خلفاء وغیرہم کی تفصیل دستیاب نہ ہوسکی صرف حضرت سیّد احمد الجیلانی رضی اللہ عنہ آپ کے مشہور خلیفہ کا نام ملتا ہے۔

تاریخ وصال

آپ کا وصال ۲۶ صفر المظفر ۷۸۱ھ کو بغداد شریف میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

(عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص۱۷۴)

مزارِ مبارک

آپ کا مزار مقدس بغداد شریف میں ہے۔

بست ونور چہارم

امام طریقت
حضرت سیّد احمد جیلانی
(رضی اللہ عنہ)

۱۹ محرم الحرام ۸۵۳ھ

منتقی جوہر ز جیلاں سیّد احمد الاماں
بے بہا گوہر بہاء الدین بہا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل وسلم وبارك علیه وعلیھم وعلی المولٰی السید احمد الجیلانی رضی اللہ تعالٰی عنه ۔

طور عرفان وعلو وحمد وحسنٰی وبہا
دے علی موسٰی حسن احمد بہا کے واسطے

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت بغداد میں ہوئی۔

اسم شریف

آپ کا نام نامی واسم گرامی حضرت سیّد احمد جیلانی رضی اللہ عنہ ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام نامی واسم گرامی حضرت میر سیّد حسن رضی اللہ عنہ ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت حضرت میر سیّد حسن رضی اللہ عنہ کی صحبت میں ہوئی اور انہیں سے خلافت بھی پائی۔

(عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص ۱۷۴)

فضائل

طریقت کے امام، محبوب سیّد فخر انام، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین حضرت میر سیّد احمد جیلانی رضی اللہ عنہ آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے چوبیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ درویش کامل وفیض بیان عالم تھے۔ آپ مشاہیر اولیاء کاملین سے ہیں۔ آپ نے درجۂ عالی پایا۔ ریاضت ومجاہدہ کی تکمیل کے بعد مسند رشد وہدایت پر جلوہ گر ہوکر ہزاروں گم کردہ راہوں کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایا۔ ہزاروں کو اسرار الٰہی سمجھایا اور بہت سے بزرگوں نے فیض باطنی حاصل کیا۔ آپ جامع علوم صوری ومعنوی تھے۔ تجرید وتفرید، ریاضت وعبادت اور عامل شریعت وطریقت میں مشہور زمانہ تھے۔

(عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص ۱۷۴)

اولاد کرام

آپ کی اولاد کرام کی تفصیلی فہرست دستیاب نہ ہوسکی صرف حضرت حافظ سیّد محمد ابراہیم رضی اللہ عنہ کا نام دستیاب ہوسکا۔

خلفاء

آپ کے خلفاء کے حالات میں سے صرف ایک خلیفہ حضرت شیخ بہاء الدین شطاری رضی اللہ عنہ کا ذکر مل سکا ہے۔

تاریخ وصال

آپ کا وصال ۱۹ محرم الحرام ۸۵۳ھ میں بغداد شریف میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص ۱۷۴)

مزار مقدس

آپ کا مزار بغداد شریف میں ہے۔

نور بست و پنجم

منہاج العابدین
حضرت شیخ بہاء الدین شطاری
(رضی اللہ عنہ)

۱۱/ذی الحجہ ۹۲۱ھ

متقی جوہر زجیلاں سید احمد الاماں
بے بہا گوہر بہاء الدین بہا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ بهاء الدين رضى الله تعالىٰ عنه .

طور عرفان وعلو وحمد وحسنیٰ وبہا
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت سرہند (پنجاب) میں جنید نامی شہر میں ہوئی اور وہیں آپ کی نشو ونما ہوئی۔

اسم شریف

آپ کا نام نامی واسم گرامی بہاء الدین رضی اللہ عنہ ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام حضرت ابراہیم بن عطاء الانصاری شطاری جنیدی رضی اللہ عنہ ہے۔

تحصیل علم

آپ نے علوم دینیہ کو پورے طور پر حاصل فرمایا اور علوم عربیہ وفقہ واصول میں آپ نے کمال حاصل کیا۔

شرف بیعت

آپ کے شیخ طریقت حضرت شیخ احمد جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں آپ زیارت حرمین طیبین کو تشریف لے گئے تھے اسی دوران میں خاص حرم شریف ہی میں بیعت کا شرف حاصل فرمایا اور جملہ اوراد واشغال کی اجازت مرحمت فرمائی گئی اور خلافت کے ساتھ خرقہ سے بھی نوازا گیا۔ (اخبار الاخیار فارسی ص ۱۸۹/۱۹۰ وخزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۱۱۵)

فضائل

قدوۃ السالکین، نور العارفین، منہاج العابدین فی الہند، رہبر علوم سنت، مظہر مذہب اہلسنّت، شیخ بہاء الدین بن ابراہیم بن عطاء اللہ الانصاری قادری شطاری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، صاحب حالات وجامع کرامات وبرکات تھے۔ آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے چھبیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ سلطان غیاث الدین بن سلطان محمد خلجی کے عہد میں مندو میں تشریف لائے، آپ کی ذات مقدس میں ہندوستان میں قادریہ سلسلے کی ترویج ہوئی جوق در جوق لوگ آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور آپ کے فیض صحبت سے بیشمار خلق سلسلہ ارادت میں شامل ہوکر ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئی۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی ہندوستان میں سلسلۂ قادریہ سے کروڑوں افراد منسلک ہیں اور آپ کا فیض روحانی اہل ہند پر جاری وساری

ہے نیز دیگر جملہ سلاسل سے سلسلۂ قادریہ کے ماننے والے بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

تصانیف

آپ صاحب تصنیف بزرگ تھے آپ کی تصنیفات میں علوم ومعارف بھرے ہوئے ہیں چنانچہ ایک رسالہ آپ کی یادگار ہے جس کو آپ نے اپنے مرید وارشد خلیفہ حضرت شیخ ابراہیم بن معین الایرجی رضی اللہ عنہ کے واسطے لکھا ہے جس کا نام "رسالہ فی الاذکار والاشغال" ہے۔ جس کی تفصیل شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب اخبار الاخیار میں لکھی ہے اسی سے یہاں وہ طریقۂ سلوک نقل کیا جاتا ہے جو فائدے سے خالی نہیں۔

(اخبار الاخیار فارسی ص ۱۸۹/۱۹۰ وخزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۱۱۵)

حضرت شیخ بہاء الدین قادری شطاری رضی اللہ عنہ رسالہ شطاریہ میں لکھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچنے کے راستے مخلوقات کے انفاس کے مطابق ہیں یعنی بہت ہیں ان میں سے تین طریقے زیادہ مشہور ومعروف ہیں۔

اوّل طریقہ اخیار ہے، اور یہ نماز، روزہ، تلاوت قرآن شریف، حج اور جہاد ہیں۔ اس راستے پر چلنے والے اور پہنچنے والے طویل زمانہ صرف کرنے کے بعد بہت کم ہی منزل مقصود تک پہنچتے ہیں۔

دوّم طریقہ ابرار ہے! یہ وہ لوگ ہیں جو اخلاق ذمیمہ کی تبدیل اور تزکیۂ نفس، تصفیہ دل اور جلائے روح کے لیے مجاہدات وریاضات کرتے ہیں۔ اس طور پر منزل مقصود تک پہنچنے والے بہت ہیں بہ نسبت طریق الاول کے۔

سوم طریقۂ شطاریہ ہے، اس طریقے والے حضرات کے علاوہ والے اپنی آخری منزل میں جہاں تک پہنچتے ہیں اس طریقے والے ابتدا ہی میں اس سے زیادہ منزلوں پر پہنچ جاتے ہیں اور یہ طریقہ شطاریہ پہلے والے دونوں طریقوں سے زیادہ عمدہ اور اقرب ہے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے اعتبار سے...... طریقہ شطاریہ کے دس اصول ہیں۔

اوّل توبہ! اور توبہ ہر وہ شئی جو اللہ تعالیٰ کا غیر ہے اس سے نکلنے کا نام ہے۔

دوم زہد! دنیا کی محبت، سرمایہ اور خواہشات دنیا اور خواہشات دنیا چاہے قلیل ہو یا کثیر ان سے نکلنا ہے۔

سوم توکل ہے! اور یہ تمام اسباب دنیا سے کنارہ کشی ہے۔

چہارم قناعت ہے! اور یہ خواہشات نفسانیہ کا ترک کرنا ہے۔

پنجم عزلت ہے! اور یہ لوگوں سے میل جول چھوڑنے کا نام ہے جس طرح کہ موت لوگوں کے میل جول سے علیحدہ کر دیتی ہے۔

ششم توجہ بسوئے حق: اور یہ ہر وہ شئی جو غیر حق کی طرف داعی ہو اس کو ترک کرنے کا نام ہے جس طرح موت غیر کو ترک کر دیتی ہے اور یہ اس منزل پہ آنے کا نام ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ کوئی مطلوب ومحبوب ومقصود باقی نہ رہے۔

ہفتم صبر ہے! اور یہ انسان کے مجاہدہ دریافت کے ذریعہ نفس کے حظوظ اور لذتوں سے نکلنا ہے۔

ہشتم صبر ہے! یہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں داخل ہوکر نفس کی رضا سے اس طرح نکلنے کا نام ہے کہ احکام ازلیہ کو تسلیم کرے اور اپنے آپ کو بلاکسی اعراض وانکار کے تدبیر و مصلحت خداوندی کے ذمے سونپ دے جیسے کہ موت کے وقت اپنے آپ کو موت کو سونپ دیتا ہے۔ كَمَا هُوَ بِالْمَوْتِ۔

نہم ذکر ہے! یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ تمام مخلوقات کے ذکر کو چھوڑنے کا نام ہے۔

دہم مراقبہ! یہ ہے کہ اپنے وجود اور قوت سے اس طرح نکلنے کا نام ہے جیسے کہ موت سے نکل جاتا ہے۔

اور اسماء ذکر کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل اسم جلال، دوم اسم جمال، سوم مشترک۔ جب اپنے اندر صفت رعونت وسختی دیکھے تو پہلے اسم جلال میں مشغول رہے۔ تاکہ نفس مطیع وفرماں بردار رہے اسم جلال یاقھار یا جبار، یامتکبر، وغیرہ ہے۔ اس کے بعد اسم جمال میں مشغول رہے جیسے یاملك یاقدوس یا حلیم وغیرہ ہے۔

اس کے بعد اسم مشترک میں مشغول رہے جیسے یامومن یامھیمن وغیرہ ہے اور جب اپنے اندر صفت تواضع وانکساری وخاکساری دیکھے تو پہلے اسم جمال میں مشغول ہو پھر اس کے بعد اسم مشترک میں مشغول ہو پھر اس کے بعد اسی طرح اسم جلال میں مشغول ہو تاکہ دل پاک وصاف ہوجائے اور ذکر دل میں جگہ پکڑے۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کے ذکر کا مقام، مقام تلوین ہے (تلوین اصلاح اہل تصوف میں ایک مقام کا نام ہے۔ مقامات فقر ازغیاث) اور سویں نام کے ذکر کا مقام، مقام تمکین میں ہے اور ذاکر کا تمکین اسم اللہ کے ذکر میں ہے اس لئے کہ یہ اسم ذات ہے اور بقیہ ننانوے نام اسمائے صفات ہیں۔ تو جب تک کہ ذاکر اسمائے صفات کے ذکر میں رہتا ہے وہ عالم تلوین میں رہتا ہے اور جب اسم ذات کے ذکر میں پہنچتا ہے تو لفظ اللہ، اللہ، اللہ کی تابش سے فانی وجود جل جاتا ہے اور مضمحل ہو جاتا ہے۔ تب مقام فنا حاصل ہوتا ہے اور وجود فانی کے محو ہونے کا مطلب یہی ہے۔ (تمکین مقامات سالکان کا نام ہے ازغیاث) اور جب اپنے سے فانی ہو جاتا ہے تو اسے بقا حاصل ہو جاتی ہے پس مرید صادق کا بغیر ذکر کے دل ہرگز کشادہ نہیں ہوسکتا اور جب دل منور ہو جاتا ہے تو اس پر تمام اشیاء کی حقیقتیں منکشف ہو جاتی ہیں اور عالم ارواح سے ملاقات ہو جاتی ہے اور ذکر حقیقی جس کا نام عالم شہود حق ہے اس منزل میں آکر فتح وکامیاب ہوتا ہے۔ (محو اصطلاح صعداح صوفیہ میں گم وناپود، زائل ومعدوم ہونے اوصاف بشری کو کہتے ہیں ازغیاث)

نیز اسی رسالہ میں کیفیت سلوک اور ذکر کے آداب وشرائط اور اس کے طرق واقسام واسماء کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ذکر کشف ارواح یا احمد یا محمد کے دو طریق ہیں۔

طریقہ اوّل یہ ہے کہ یا احمد کو اپنے دائیں جانب کہے اور یا محمد کو اپنے بائیں جانب کہے اور دل پر یارسول اللہ کی ضرب لگائے۔

طریقہ دوم یہ ہے: یا احمد کو اپنے دائیں جانب کہے اور یا محمد کو اپنے بائیں جانب کہے اور اپنے دل میں یا مصطفےٰ کا خیال کرے اور ذکر یا احمد یا محمد یا علی یا حسن یا فاطمہ کا ذکر شش طرفی کرے تمام ارواح کا کشف ہو جائے گا۔

دیگر: ذکر اسم شیخ یعنی یا شیخ ہزار بار اس طرح سے کہے کہ حرف ندا، کو دل سے کھینچ کر دائیں جانب لے جائے اور لفظ شیخ کی دل پر ضرب لگائے۔

دیگر ذکر درازی عمر: فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد **هو الحی القیوم** طلوع آفتاب تک ایک ہزار بار پڑھے اور ظہر کی نماز کے بعد **هو العلی العظیم** ایک ہزار بار پڑھے اور عصر کے بعد **هو الرحمن الرحیم** ہزار بار پڑھے اور عشاء کے بعد **هو اللطیف الخبیر** ایک ہزار بار پڑھے۔

اور مراقبہ کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ مراقبہ کے کلمات یہ ہیں کہ قرآن مجید کی ہر وہ آیتیں جو توحید کے معنی پر دلالت کرتی ہیں ان کلمات و آیات کو اپنے دل میں جمائے۔ چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں دوسرے کو اسی پر قیاس کریں۔

اوّل کلمات یہ ہیں **وهو معکم اینما کنتم**، دوم **اینما تولوا فثم وجه الله**، سوم: **الم یعلم بان الله یری**، چہارم: **ونحن اقرب الیه من حبل الورید**، پنجم: **ان الله بکل شیء محیط**، ششم: **وفی انفسکم افلا تبصرون**، ہفتم: **ان ربی معی سیهدین**، ہشتم: **الله حاضری الله شاهدی الله معی**، نہم: **مراقبه اسم ذات محض**، دہم: **مراقبه یاحی یا قیوم** ۔ یازدہم: **مراقبه انیس** دوازدھم: **مراقبه تمام اسمائے حسنیٰ** : سیزدہم، **مراقبه تلاوت قرآن مجید** چہارم دہم: مراقبہ کا تصور کرنا تا کہ مراقبہ کے رموز میں سے کوئی رمز واضح ہو جائے اور اس کے ذریعہ سے قوم کی اصلاح کا طریقہ جانے اور ایک مراقبہ پسند آئے اور وہ مراقبہ اپنے ذات اور تمام مخلوقات کی فنا کی حالت میں حق وحدہ لاشریک لہ کا ثابت کرنا ہے۔ پس جہاں بھی رہے اسم اللہ کو دل میں کہتا رہے اور دل کی صفائی کی کوشش کرتا رہے۔

مراقبہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مراقبہ مشتق ہے رقیب سے جس کے معنی محافظ کے آتے ہیں یعنی جب تک مرید مراقبہ مشغول رہتا ہے لذت جسمانیہ اور وسوسۂ شیطانیہ اور خواہشات نفسانیہ سے محفوظ رہتا ہے اور غیر سے اعراض کر کے اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف متوجہ رہتا ہے اس لئے صوفی کو صاحب دل کہتے ہیں۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ فکر ذکر سے افضل ہے۔ اس لئے کہ فکر میں دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف اسی طرح متوجہ رہتا ہے کہ اس پر غیر مطلع بھی نہیں ہوتا ہے یعنی مراقبہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھتا ہے اور غیر حق تعالیٰ کو دل میں جگہ نہیں دیتا، اسی وجہ سے صوفیوں کو صاحب دل کہتے ہیں۔ (اخبار الاخیار فارسی ص ۱۹۰۔۱۹۱)

خلفائے کرام

آپ کے خلفائے کرام کی مکمل فہرست کہیں دستیاب نہیں ہو سکی' البتہ چند مشاہیر کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ۱۔حضرت محمد بن شیخ ابراہیم ملتانی رضی اللہ عنہ (آپ اپنے پیرو مرشد کے بعد شہر بدر جو حضرت کا مسکن تھا سجادہ مقرر ہوئے)، ۲۔حضرت سیّد ابراہیم ایرجی رضی اللہ عنہ، ۳۔حضرت مولانا علیم الدین (استاد حضرت میر ابراہیم ایرجی) رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

سببِ وصال

آپ کو اچھی خوشبو سونگھتے ہی ایسا ذوق وحال طاری ہوتا تھا کہ جاں بلب ہو جاتے تھے چنانچہ ظاہری سبب آپ کے وصال کا یہی ہوا کہ ایک مرتبہ ایک شخص حالت نقاہت میں آپ کی خدمت میں غالیہ (ایک خوشبو مشک وعنبر وکافور کا) لایا تو اسی اچھی خوشبو کے اثر سے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (اخبار الاخیار فارسی ص ۱۹۰۔۱۹۱)

تاریخ وصال

آپ کا وصال گیارہ ذی الحجہ ۹۲۱ھ میں ہوا۔

شیخ روئے زمین بہاء الدین ماہ فردوس بدر چرخ کمال
رفت چوں ازجہاں بخلد بریں عارف شرح و "ذاکر" آمد سال
۹۲۱

مزارِ مبارک

آپ کا مزار مبارک دولت آباد، دکن میں مرجع خلائق ہے۔

نور بست و ششم

استاذ العلماء

حضرت سیّد ابراہیم ایرجی

(رضی اللہ عنہ)

۵ ربیع الثانی ۹۵۳ھ

بندہ را نمرود نفس انداخت در نار ہوا
یا براہیم ابر آتش گل کنا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللھم صل وسلم وبارك علیه وعلیھم وعلی المولی السید ابراھیم الایرجی رضی اللہ تعالٰی عنه۔

بہر ابراہیم مجھ پر نار غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت شریف ایرج کے مقام میں ہوئی اور وہیں آپ کی نشو ونما بھی ہوئی۔

اسم شریف

آپ کا اسم مبارک حضرت سیّد ابراہیم ایرجی رضی اللہ عنہ ہے۔

علم ظاہر و باطن کے اساتذہ

آپ نے علم شریعت وطریقت کی پوری تعلیم حاصل فرمائی اور وقت کے مشائخ کرام سے استفادہ حاصل کیا۔ حضرت شیخ علیم الدین محدث رضی اللہ عنہ سے آپ نے علم ظاہر کی تکمیل کی اور اپنے شیخ طریقت حضرت شیخ بہاء الدین بن العطاء الجنیدی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے علم طریقت کی تکمیل فرمائی، اور آپ کے شیخ طریقت نے آپ کے واسطے ایک رسالہ اذکار واشغال بھی تصنیف فرمایا ہے اسے رسالہ شطاریہ کے نام سے تذکرہ نگاروں نے بیان فرمایا ہے۔ (اخبار الاخیار فارسی ص ۲۳۹)

والد ماجد کا اسم مبارک

آپ کے والد ماجد کا نام حضرت سیّد معین بن عبد القادر بن مرتضٰی الحسنی القادری رضی اللہ عنہ ہے۔

فضائل

استاذ العلماء، کثیر العلم، فاضل اکمل، مصنف اعظم حضرت شیخ سیّد ابراہیم ایرجی رضی اللہ عنہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے چھبیسویں امام وشیخ طریقت ہیں آپ کے فضائل وبلندی کا اعتراف جملہ مؤرخین نے کیا ہے چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب اخبار الاخیار میں بڑی تفصیل سے آپ کے فضائل ومناقب بیان فرمائے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ”حقیقت حال یہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں اس وقت دہلی میں کوئی شخص علم ودانش میں آپ کے برابر نہیں تھا اور آپ کے جس ہمعصر نے آپ سے استفادہ نہیں کیا اور آپ کی علمی قابلیت کا اقرار نہیں کیا وہ بڑا ہی بے انصاف ہے“۔

اور صاحب تذکرہ علمائے ہند نے لکھا ہے کہ کامل بر سائر علوم عقلی ونقلی ورسمی وحقیقی عبور نمودہ۔ (تذکرہ علماء ہند فارسی ص ۷)

عادت کریمہ

آپ کا یہ دستور تھا کہ لوگوں کی جہالت، ناانصافی اور ناقدری کیوجہ سے گوشہ نشین ہوکر کتابوں کا مطالعہ فرماتے اوراس کی تصحیح میں مشغول رہتے تھے۔ بہت کم لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا اور صوفیاء آپ کی بارگاہ میں تحصیل علوم وفنون میں شرف تلمذ اختیار کرتے تھے۔ تصنیف مطالعہ کی غرض سے اسی آدمی کو دیتے تھے جس کو مخلص سمجھتے تھے۔ (اخبارالاخیار فارسی ص ۲۲۹)

علمی ذوق

آپ علوم عقلیہ، نقلیہ، رسمیہ اور حقیقیہ کے فارغ التحصیل تھے اور وقت کے عظیم فلسفی تھے، ہر علم کی بے انتہا کتابیں مطالعہ کی تھیں اوراس کی تصحیح بھی فرمائی تھی۔ آپ مشکل وسخت کتابوں کے مشکل وسخت مسائل کواس طرح حل کردیتے تھے کہ معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی آپ کے حل کردہ مشکلات کو بغیر استاد کی مدد کے بھی بخوبی سمجھ جاتا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے کتب خانے سے اتنی زیادہ کتابیں برآمد ہوئیں جو ضبط تحریر سے باہر ہیں، جن میں اکثر آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں۔

(اخبارالاخیار فارسی ص ۲۲۹ وتذکرۂ علمائے ہند ص ۷)

سلسلۂ قادریہ سے عقیدت

آپ نے جس قدر دوسرے علوم وفنون کو اکمل طریقے پر حاصل کئے تھے، اسی طرح درویشوں کی بابرکت صحبت اور وقت کے جملہ مشائخ اور جملہ خانوادوں کی نسبت اوراد واشغال، اذکار ووظائف دعوت طریق، تربیت وارشاد کے اصول بھی پورے طور پر حاصل کئے تھے، آپ کو تمام سلسلوں میں قادریہ سلسلہ زیادہ پسند اور محبوب تھا اسی لئے حضرت شیخ بہاء الدین قادری شطاری رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں داخل ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل فرمایا۔ (اخبارالاخیار فارسی ص ۲۲۹)

محفل سماع اور آپ کا کشف

آپ محفل سماع میں شریک نہیں ہوتے تھے چنانچہ حضرت شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: آج حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی م ۶۳۳ھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس شریف ہے اس لئے اگر آپ مجلس میں شرکت فرمائیں تو مناسب ہوگا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: چلے جاؤ اور قبر کی زیارت کرو پھر صاحب قبر کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوجاؤ اور دیکھو کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں؟ چنانچہ میں (رکن الدین) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے پاس بیٹھ کر آپ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوا۔ اس وقت مجلس سماع گرم تھی اور قوال وصوفی سب جوش وخروش میں تھے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی اور آپ نے مجھ سے فرمایا: ان بدبختوں نے ہمارا دماغ کھالیا ہے اور ذہن کو پریشان کررکھا ہے۔ حضرت کا یہ حکم عالی سن کر میں حضرت شیخ سیّد ابراہیم ایرجی رضی اللہ عنہ م ۹۵۳ھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا،

تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اب بھی آپ مجھ کو مجلس سماع کی شرکت سے معذور رکھیں گے یا نہیں؟

تو میں نے کہا: (شیخ رکن الدین) کہ آپ حق بجانب ہیں اور آپ کا شریک نہ ہونا ہی بہتر ہے جیسا کہ مجھے روحانیت شیخ قطب رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا۔ (اخبار الاخیار فارسی ص ۲۲۹)

قیام دہلی

آپ تقریباً ۹۲۰ھ میں سکندر لودھی کے عہد میں دہلی تشریف لائے اور شیخ عبداللہ دہلوی، میاں لاون، شیخ عبدالعزیز و مولانا عبدالقادر صابون گر و دیگر مشائخ و صوفیاء آپ کے فیض صحبت سے درجۂ کمال و بزرگی کو پہنچے۔

(اخبار الاخیار فارسی ص ۲۳۹، و تذکرۂ علمائے ہند فارسی ص ۷)

خلفاء

آپ کے خلفاء کرام کی صحیح تعداد و تفصیلات معلوم نہ ہو سکی چند مشاہیر کے نام مندرجہ ذیل ہیں: (۱)۔حضرت شیخ رکن الدین بن عبدالقدوس گنگوہی، (۲)۔شیخ عبدالعزیز بن حسن دہلوی، (۳)۔حضرت شیخ نظام الدین سیف الدین کاکوروی، (۴)۔حضرت شیخ عبداللہ دہلوی، (۵)۔ بندگی شیخ پیارے بن شیخ الاسلام شیخ چاند، (۶)۔حضرت شیخ میاں لاون، (۷) حضرت شیخ مولانا عبدالقادر صابون گر، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (تذکرہ علمائے ہند فارسی ص۔۷)

تاریخ وصال

آپ کا وصال ۵ ربیع الآخر ۹۵۳ھ اسلام شاہ کے عہد حکومت میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(عمدۃ الصحائف فی حال اہل الکشف والمعارف ص ۱۸۳)

مزار شریف

آپ کا مزار شریف دہلی میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کی درگاہ کے اندر حضرت امیر خسرو قدس سرہٗ کے پائینتی میں واقع ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی م ۱۱۷۶ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب انفاس العارفین میں اپنے والد گرامی کے ننہالی خاندان جو حضرت شیخ رفیع الدین محمد (حضرت شیخ عبدالرحیم والد گرامی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نانا اور حضرت شیخ وجیہ الدین کے خسر تھے) سے شروع ہوتا ہے۔انہیں کے خاندان کے ایک بزرگ حضرت شیخ عبدالعزیز بن شیخ حسن بن شیخ طاہر ہیں جن کے حالات شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب النبذۃ الابریزیہ فی اللطیفۃ العزیزیہ میں حضرت شیخ عبدالعزیز کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ ابھی صغر سن ہی تھے کہ ان کے والد نے ان کو شیخ قاضی خاں آبادی کے حوالے کر دیا اور شیخ قاضی خان کی اجازت سے شیخ عبدالعزیز علیہ الرحمہ دہلی آئے اور سید ابراہیم ایرجی رضی اللہ عنہ سے علوم تصوف کا استفادہ کر کے خرقۂ قادریہ حاصل کیا۔سید ابراہیم ایرجی رضی اللہ عنہ تمام فنون علم میں درجہ کمال رکھتے تھے اور کئی خانوادوں کی برکات کے جامع تھے۔مگر نسبت قادریہ ان پر غالب تھی اور سلسلہ قادریہ میں انہیں شیخ بہاء الدین قادری رضی اللہ عنہ سے خلافت حاصل تھی۔ (انفاس العارفین ص ۳۵۱)

☆☆☆☆☆☆

نور بست و ہفتم

عمدۃ الاولیاء

حضرت سیّد قاری محمد نظام الدین عرف شاہ بھیکا

(رضی اللہ عنہ)

۸۹۰ھ ۱۴۸۵ء ۔ ۹ ذی قعدہ ۹۸۱ھ

اے محمد اے بھکاری اے گدائے مصطفٰے
ماگدایان درت اے باسخا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ محمد بهكارى رضى الله تعالىٰ عنه ۔

بہر ابراہیم مجھ پر نار غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت شریف قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ ۸۹۰ھ مطابق ۱۴۸۵ء میں ہوئی۔

(مشاہیر کاکوری وتذکرہ علمائے ہند فارسی ص ۳۲)

اسم شریف

آپ کا اسم مبارک محمد نظام الدین ہے اور مریدین وخلفاء میں آپ بھکاری کے نام سے مشہور ہیں۔ نیز مثنویات وشجرات میں بھی آپ اسی نام سے معروف ہیں چنانچہ مرزا شمس الدین اپنی مثنوی میں تحریر فرماتے ہیں:

شاہے کہ نبیرہ نبی ہست | شاہے کہ نبیرۂ علی ہست
آں شاہ نظام دیں بھکاری | ہادئ راہِ جنابِ باری

اور شجرۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں بھی آپ اسی لفظ بھکاری سے یاد کئے گئے ہیں۔

لقب

آپ کا لقب شریف دانشمند ہے۔ چنانچہ ایک شاہی فرمان جو دربار اکبری سے ۹۸۲ھ مطابق ۱۵۷۴ء میں جاری ہوا تھا آپ کو "قاری آبائی نظام الدین شیخ بھیکہ دانشمند" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام سیف الدین ہے آپ اپنے وقت کے بڑے ہی مایۂ ناز عالم وفاضل اور قرأت سبعہ کے امام مسلم تھے جملہ علوم وفنون کو اپنے والد ماجد سے حاصل فرمایا اور درس وتدریس کے ذریعے عظیم دینی واسلامی خدمات کو انجام دیا۔

(کشف التواری فی حال نظام الدین بھکاری ص ۱۸)

نسب نامہ شریف

آپ علوی سیّد ہیں اور محمد بن حنفیہ آپ کے جدامجد ہیں اکیس واسطوں سے آپ کا سلسلۂ نسبت وہاں تک پہنچتا ہے جو اس طرح ہے:

''حضرت مولانا نظام الدین بھیکا المعروف بشاہ بھکاری بن قاری امیر سیف الدین قاری جنیب اللہ نظام الدین المعروف بامیر کلاں بن قاری امیر نصیر الدین دلیل اللہ بن قاری محمد صدیق المعروف بابو محمد خافی بن قاری عبید اللہ بن قاری عبدالصمد بن قاری امیر شمس الدین خرد المعروف بقاری (محقق جامع جمع الجوامع کبیر لغت احادیث وتفاسیر) بن عبدالمجید دربان آستانۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بن حاجی حرمین سلطان حسین بن قاری امیر ابراہیم نبیرہ وخلیفہ سیّد عبدالرزاق بن قاری سلطان عبداللطیف بن قاری عبداللہ خافی بن محمد شمس الدین صابری بن قاری مجید الدین خافی بن قاری امیر سلیمان بن مولانا وجیہہ الدین احمد بن قاری محمد بن قاری احمد بن علی بن محمد بن حنفیہ بن جناب امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجیہہ الکریم ورضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین''۔

(کشف التواری فی حال نظام الدین بھکاری ص ۱۸)

آپ کا وطن اصلی

آپ کے خاندانِ ذی وقار کا اصلی وطن صحرام ہے جو بغداد کے مضافات میں واقع ہے مگر جب حضرت قاری محمد صدیق صاحب کا زمانہ آیا تو اس وقت کے بادشاہ ان سے بیزار ہوگئے اور اسی بیزاری کی وجہ سے آپ کا دل قصبۂ صحرام سے اکھڑ گیا اور مشرق کی جانب رخت سفر باندھا جیسا کہ زاد الاخرۃ کے مقدمہ میں موجود ہے۔ ملخصاً۔

''جب زمانہ قاری محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آیا تو مذہب سلاطین ایران وایرانیوں کی مخالفت کی بنا پر نیز ناانصافی واہل زمانہ کی قید وبند اور ان لوگوں کی احسان فراموشی پر بے انتہا صبر وتحمل کیا مگر ان سنگ دلوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ جب دیکھا کہ عزت وناموس کی حفاظت دشوار ہو جائے گی تو بادل ناخواستہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ قصبہ صحرام سے کوچ کیا اور مشرقی اضلاع کی راہ لی''۔ (کشف التواری فی حال نظام الدین بھکاری ص ۱۸)

آپ کے آباؤ اجداد ملک اودھ تشریف لے گئے، اولاً مختلف جگہ قیام فرمایا پھر مستقل طور پر قصبۂ کاکوری میں سکونت پذیر ہوگئے، اور علوم شریعت وطریقت سے اہل زمانہ کو روشناس کرایا نیز اپنے خاندانی فیض رحمانیہ وفیض غوثیہ سے تاریک دلوں کو منور کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ گھرانہ علم وایقان کا گہوارہ بن گیا، دور، دور سے لوگ علوم قرآنیہ واحادیث طیبہ کو سیکھنے آپ کی خدمت میں آتے اور اپنے دامن کو گوہر مراد سے بھر کر وطن کو لوٹ جاتے تھے اور آپ کے آباؤ اجداد سے صرف فرنگی محل ہی علوم ومعارف کا خزانہ، نہ بنا بلکہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ روشن وتابناک بنا۔

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت والد ماجد کی آغوش ہوئی اور انہیں کی نگرانی میں آپ نے علوم عقلیہ وتفاسیر وتجوید نیز اعمال واذکار حاصل کئے اس لئے آپ کے استاذ اوّل آپ کے والد ماجد ہی ہیں۔

فضائل

عمدۃ الاولیاء سرتاج زمرۃ الاصفیاء، رہبر دین اعظم، ثانی امام اعظم، حضرت سیّدنا شیخ محمد بھکاری بادشاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے ستائیسویں امام وشیخ طریقت ہیں آپ مشاہیر واکابرین علمائے ہند سے ہیں۔ آپ قادری مشرب، حنفی مذہب، حافظ کلام اللہ، قاری ہفت قرأت، عالم بے نظیر اور فاضل بے دلیل تھے۔ آپ نے متعدد بار حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور بارگاہ رسالت سے عظیم بشارتوں سے فیض یاب ہوئے ہیں۔ اکثر مرتبہ سرکار غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی بھی زیارت فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ اکثر زیارت حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے مشرف ہوا ہوں۔ مگر حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو تنہا کبھی بھی نہیں دیکھا بلکہ آپ کے ساتھ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ بھی ہوتے ہیں اور بوقت کلام بھی حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی م ۶۳۲ھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے دیکھا اور حضرت سہروردی نے خود کبھی گفتگو نہیں فرمائی جس کی وجہ سے مجھے ایک قسم کا تردد رہتا ہے۔

لہٰذا میں نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: پریشانی کی کون سی بات ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اہل کشف ذوالجناحین (دو بازوؤں والے) کہتے ہیں۔ جناح اوّل حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی ۶۳۲ھ اور جناح دوم حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی م ۶۳۸ھ ہیں۔ چونکہ اس زمانے میں تمہاری ہمت شرائع اور اتباع سنت کی طرف متوجہ ہے اس لئے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے علم معارف شیخ محی الدین ابن عربی کو دیا۔

حضرت مخدوم قدس سرہٗ متعدد بار ان حضرات کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ماہ رمضان المبارک میں مجھے یہ خیال آیا کہ بہت دنوں سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت نہیں ہوئی؟ تراویح پڑھ کر سو گیا تو دیکھا کہ حضرت تشریف لائے ہیں اور دو صاحبان اور بھی ساتھ میں ہیں جن میں ایک حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسرے صاحب جن پر مستی وذوق وشوق کا غلبہ تھا ان کو میں نے نہیں پہنچانا۔ تو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے بغرض استفسار عرض کیا۔ تو حضرت نے ان بزرگ سے میری طرف اشارہ کرکے ارشاد فرمایا: ان سے مصافحہ کرو کہ یہی نظام الدین ہیں جن کے تم مشتاق تھے اور یہی تمہارے کلام کی طرفداری کرتے ہیں؟ ان بزرگ نے مستی وسکر سے ہوشیار ہوکر بڑے تپاک وگرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ ومعانقہ کیا اور کہا کہ اگر یہ لوگ میرے کلام کی حمایت نہ کریں گے تو کون کریگا؟ لوگ اس کی قدر کیا جانیں یہ قاری ابراہیم بغدادی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔

اس کے بعد مجھ سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: یہی شیخ محی الدین ابن عربی ہیں۔ اس کے بعد حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور داہنی طرف شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ اور بائیں حضرت شیخ محی

الدین ابن عربی بیٹھے اور مجھے اپنے روبرو بٹھایا اور حضرت شیخ اکبر نے مجھ سے فرمایا: تمہارے دادا نے معترضین کے جواب میں اچھا رسالہ لکھا ہے اور تم نے بھی اس سے کم نہیں لکھا تو میں نے اس کا جواب عرض کیا۔

حضرت مخدوم نظام الدین شاہ بھیکا رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ کو والد ماجد سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا: الحمد اللہ! تم کو مشغولی غوثیہ سے بہت اچھا فائدہ ہوا۔ اس کو جاری رکھو جس کے طفیل میں حقیقت مراتب غوثیہ سے بھی آگہی ہوگی۔

آپ کے متعلق حضرت سیّد ابراہیم بغدادی نبیرۂ غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم ہندی ہو، تم تو فخر اہل مدینہ ہو تم اپنا مثل نہیں رکھتے، اور شاہ عبد القادر بدایونی فرماتے ہیں کہ جان لو کہ شیخ بھکاری کا کوروی جو متشرع عالم اور تقویٰ میں امام اعظم ثانی تھے۔ سالہا درس و تدریس اور مخلوق کو فائدہ پہنچایا۔ کلام مجید کے حافظ تھے اور سیّد ابراہیم سے شرف تلمذ رکھتے تھے، اور آپ کے بارے میں حضرت قاری محمد شریف فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے وطن کو واپس ہوا تو راستے میں حضرت خواجہ املنگی سے بیان کیا کہ اس سفر میں، میں نے ایک عظیم بزرگ سے ملاقات کی ہے جو جامع جمیع صفات ولایت ہے جیسے ادب سیّد الطائفہ جنید بغدادی م ۳۰۲ھ اور تقویٰ امام اعلم ابو حنیفہ م ۱۵۰ھ اور رموز و غموض و نکات تجوید و قرأت میں مظہر سابقین دیکھنا منظور ہو وہ مولانا قاری محمد نظام الدین کو دیکھے لیکن باوجود ان سب کمالات کے بجز نشانِ عبودیت اور کچھ نہیں۔ اس واقعہ کو حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنے پیر طریقت حضرت خواجہ املنگی علیہ الرحمہ سے سن کر حضرت ملا عبد الکریم نبیرۂ حضرت مخدوم نظام الدین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے وقت اپنے خلیفہ خاص حضرت سیّدنا شیخ مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا۔ (مشاہیر کاکوری ص ۴۵۰ نفحات العنبر یہ فی انفاس القلندریہ)

مالک خلد بریں کی نوازش

حضرت مخدوم سیّد محمد نظام الدین رضی اللہ عنہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال کی عمر میں کلام اللہ شریف کا مکمل حافظ ہو کر کتب درسیہ پڑھنا شروع کیا اور چودہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا ضیاء الدین محدث مدنی سے حدیث شریف کا درس لیا۔ حضرت مدنی نے ایک روز اثنائے درس میں درود شریف کی اجازت دی جس کے پڑھنے سے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، اور یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک روز لڑکپن کے زمانے میں، میں نے کہا: مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو حرمین شریفین جاتے اور وہاں سے واپس چلے آتے ہیں۔ اگر مجھے یہ سعادت نصیب ہو تو میں مدۃ العمر واپس نہ آؤں! تو اس سوال پر مالک خلد بریں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور ارشاد فرمایا: تم جو زیارت حرمین شریفین کر کے پھر واپس نہیں جانا چاہتے، تو ایسا نہ کرو، تم کو ہندوستان میں رہنا چاہئے تا کہ تم سے لوگ فائدہ حاصل کریں اور تم وہاں عقد کرو گے۔ جس سے اولاد صالح و عابد پیدا ہوگی پھر میرے سر پر دست مبارک رکھا جس سے میرا دماغ ایسا معطر ہوا کہ میں بے خود ہو گیا تو دست مقدس سے سر کو حرکت دے کر ارشاد فرمایا: بے خود ہونا آسان ہے اور باخود

ہونا مشکل ہے، بندہ ساقط الخدمت سے معبود کا کام ٹھیک نہیں بنتا، خدا کا شکر کرو جس نے تم کو اس قدر قوی استعداد عطا کی ہے صرف ہمت رجال سبعۂ کاملین سے تمہاری تکمیل ہوگی، اور اس وقت مرتبہ احسان حقیقت تم پر مکشوف ہوگی، پھر دست مبارک سینہ پر رکھ کر فرمایا اس کی تفصیل دوسرے وقت پر موقوف ہے۔ اس کے بعد سینہ پر سے ہاتھ داہنی جانب اور داہنی سے بائیں جانب پھیر کر کلمہ سابقہ مکرر فرمایا اس کے بعد دست مبارک اٹھا کر یہ آیت پڑھی: **سبحان ربك رب العزت عمایصفون وسلام علی المرسلین والحمد لله رب العالمین۔**

صبح کو یہ واقعہ میں نے حضرت مولانا ضیاء الدین محدث مدنی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو وہ مجھ کو اپنے ہمراہ لے کر والد ماجد حضرت قاری امیر سیف الدین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے اور ان سے بیان کیا حضرت والد ماجد نے شکرانے کی نماز ادا کر کے حضرت سے فرمایا: میں نے اس کے حق میں بہت سی بشارتیں بزرگوں سے سنی ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے جو آپ کی توجہ سے ظاہر ہوئی ہیں۔ **الحمد لله علی ذلك۔**

حضرت مخدوم شاہ نظام الدین بھیکہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میری عمر بارہ سال کی ہوئی تو ایک رات صبح کی نماز سے پہلے میں نے سیّد عبداللطیف ہراتی کے رونے کی آواز سنی، میں بے قرار ہو کر حاضر خدمت ہو گیا اور رونے کی وجہ دریافت کی؟ تو انہوں نے فرمایا: اے نظام الدین! میرا حال نہ پوچھو، ایک حسین عورت کو میرے پاس لا کر کہا جاتا ہے کہ یہ تجھ پر بلا نکاح مباح ہے اس سے رقابت کرو۔ میں ہر چند عذر کرتا ہوں۔ مگر کسی طرح میری بات نہیں سنی جاتی ہے ابھی مجھ سے یہی مباحثہ ہو رہا تھا کہ تمہارے پاس پاؤں کی آواز سن کر وہ عورت میرے سامنے سے بھاگ گئی۔ تھوڑی دیر یہاں بیٹھ کر استغفار پڑھو کیونکہ اس راہ میں قطاع الطریق بہت ہیں جن کے دفعیہ کے لیے استغفار سے تیز کوئی چیز نہیں۔ ان کے ارشاد کے مطابق میں نے استغفار پڑھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھ سے فرمایا: جاؤ اور اپنا کام کرو!

میں نے یہ واقعہ حضرت والد ماجد سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: حضرت سیّد عبداللطیف ہراتی صاحب نے سلوک کے نشیب و فراز سے تم کو آگاہ فرمایا ہے۔ خبردار! یہ واقعہ کسی سے نہ کہنا کہ یہ اسرار ہیں، اور عورت سے مراد دنیا ہے، اس راہ میں نفس شیطان بن کر تارک مجرد کی توجہ کو حق سے علیحدہ کر کے دنیا کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اس کے دفعیہ کے لیے استغفار بہت مفید ہے اسی لئے حکم دیا ہے۔ (مشاہیر کاکوری ص ۴۵۱۔۴۵۲)

بارگاہ رسالت سے تکمیل علوم کی بشارت

آپ نے رویائے صادقہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہاری تکمیل علوم ظاہر و باطن سات کاملین سے ہوگی جن میں پانچ سے ظاہر میں اور دو سے عالم ارواح میں ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ استاد اول تو آپ کے والد گرامی ہی ہیں اور

استاذ دوم: حضرت مولانا ضیاء الدین محدث مدنی رضی اللہ عنہ جن سے آپ نے علم حدیث پڑھی اور اس درود شریف کی

اجازت حاصل کی جس نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وبشارت نصیب ہوئی۔
سوم: حضرت حاجی عبداللطیف ہراتی رضی اللہ عنہ جن سے پاس انفاس کی تعلیم ہوئی اورانہیں کی توجہ سے اسرار باطنی بھی مکشوف ہوئے نیز انہوں نے بیس سال گزشتہ اور آئندہ کے حالات کی آپ کو بشارت دی تھی جو سب کے سب پورے ثابت ہوئے۔
استاذ چہارم: حضرت امیر سیّد ابراہیم بن معین الدین ایرجی جو نبیرۂ وصاحبزادہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ جو آپ کے پیر بیعت واجازت وخلافت ہیں۔ جن کی خدمت میں رہ کر آپ نے مراحل سلوک طے کئے اور دیگر فوائد بھی حاصل کئے۔
پنجم: حافظ سیّد محمد ابراہیم بن احمد بن حسن بغدادی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔
مندرجہ ذیل بزرگوں سے نسبت اویسی کو آپ نے حاصل فرمایا۔
استاذ ششم: حضرت غوث صمدانی غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔
استاذ ہفتم: حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ ہیں۔
(مشاہیر کاکوری ص ۴۴۲۔ وکشف التواری ص ۲۱، ونفحات العنبر یہ ص ۳۳۳)
ان سات بزرگوں کے فیض صحبت سے آپ کی تعلیم مطابق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پوری واکمل ہوئی۔

بیعت

آپ کو بیعت کا شرف حضرت سیّد ابراہیم ایرجی رضی اللہ عنہ سے حاصل ہوا اور آپ کے اوپر آپ کے شیخ طریقت کی جو عنایات ہوئیں اس کی تفصیل خود ہی بیان فرماتے ہیں۔
''کہ میں نے بمقام فیروزہ آباد میں حضرت امیر ابراہیم ایرجی رضی اللہ عنہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا تو حضرت نے ایسی عنایات فرمائیں جو بیان سے باہر ہیں، چند ماہ حضرت کی خدمت اقدس میں رہا۔ روزانہ کوئی نہ کوئی نیا انکشاف ضرور ہوتا تھا، درس وتدریس کے متعلق بھی کبھی کبھی دریافت فرماتے نیز احادیث کے درس کے وقت بھی مجھے یاد فرماتے اور مجھی سے نماز کی امامت کرواتے اور فرماتے کہ تم سے قرأت خوب ادا ہوتی ہے اور آواز بھی عمدہ ہے، تمہارے آنے سے مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔
مرشد برحق نے ایک روز آپ سے دریافت فرمایا: انما العمال بالنیات کے کیا معنی ہیں؟
حق بین وحق شناس مرید نے ایسے نکات بیان کئے کہ شیخ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی اور فرمایا: پھر کہو؟ اس کے بعد خوش ہو کر سر مبارک سے ٹوپی اتار کر مرید ارشد کے سر پر رکھ دی اور فرمایا: حدیث شریف کے معنی کرنے کے لیے ایسا ہی اچھا منہ چاہئے۔ پھر روزانہ کے وظائف دریافت فرما کر اپنی کتاب جس میں وظائف لکھے ہوئے تھے اور ساتھ میں حضرت سیّد احمد بغداد

ی م ۸۵۳ھ قدس سرہ العزیز کا پیراہن عطا فرمائے۔ آپ چند روز کے بعد رخصت ہو کر اپنے وطن کاکوری تشریف لائے اور تمام حالات اپنے والد ماجد سے عرض کیئے۔ (مشاہیر کاکوری ص ۴۲۲، کشف التواری ص ۲۱، ونحات العمر یہ ص ۳۳۳)

والد ماجد کی خوشی

آپ اپنے مرشد برحق کی بارگاہ سے لوٹ کر جب اپنے گھر تشریف لائے تو وہاں کے تمام حالات والد ماجد سے بالتفصیل بیان کیئے جس سے والد گرامی کے چہرۂ مبارک پر مسرت کے آثار نمودار ہوئے اور اسی عالم کیف و مستی میں ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ترا زیادہ ازین قبولیت بنظر اھل اللہ عطا فرماید تمنائے دل ایں فقیرا ینست شبانۂ روز بدعائے ایں کار ھستم	اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے بھی زیادہ قبولیت اولیاء اللہ کی نظر میں عطا فرمائے کہ اس فقیر کے دل کی تمنا یہی ہے اور میں شب و روز اس کام کے لئے دعا گو ہوں۔

(کشف التواری ص ۲۶)

اجازت و خلافت

آپ اپنے والد گرامی کی خدمت بابرکت میں ہی تھے کہ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت سیّد ابراہیم ایرجی رضی اللہ عنہ فیروز آباد سے چرکھاری تشریف لائے ہیں، اور وہاں سے دہلی تشریف لے جائیں گے والد گرامی نے آپ سے ارشاد فرمایا: اے نظام الدین! تمہیں چرکھاری پہنچنا مناسب ہے اس لئے کہ دہلی کا سفر ہمارے لئے تکلیف سے خالی نہیں۔ چونکہ مرشد برحق کی بارگاہ میں حاضر ہونا ضروری تھا اس لئے آپ نے چرکھاری کے لئے رخت سفر باندھا اور پورے دس دنوں کی مسافرت کو طے کر کے اپنے مرشد برحق کی بارگاہ میں پہنچے اس مقام پر بھی مرشد کی بے پناہ عنایات و فضل و کرم آپ پر رہا جس کی تفصیل آپ خود ہی فرماتے ہیں۔

> ''میں ان عنایات و الطاف کے قابل نہ تھا، ایک دن فرصت پا کر مرشد برحق کی خدمت اقدس میں عرض کی: اے مرشد برحق! میرے ساتھ آپ کی جتنی عنایتیں ہیں ان کے شکریے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں اور نہ میری زبان شکریہ ادا کرنے کی قوت رکھتی ہے۔ اگر مجھے ارشاد غوثیہ پر آگاہی ہوتی تو میں کسب میں عزم کرتا، تاکہ مجاہدہ میں قاصر نہ رہ جاؤں''۔

مرشد برحق نے فرمایا: بہت اچھا ہوا کہ تم نے آغاز سخن کر دیا اور یہ باتیں میرے دل میں کئی دن سے تھیں۔ اس لئے اب میں نے حضرت بہاء الملۃ والدین رضی اللہ عنہ سے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ سب تم کو پڑھنے کی اجازت دیتا ہوں، سوائے ان دو چیزوں کے کہ ان دونوں کی اجازت دینی مصلحت کی وجہ سے اپنے مخدوم زادہ حضرت مولانا حافظ سید ابراہیم بغدادی رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر موقوف رکھتا ہوں اور دوسرے دن حضرت ابراہیم ایرجی رضی اللہ عنہ نے کتب وصایا اجازت نامہ کے ساتھ اور ایک مہر عنایت کر کے وطن کی طرف روانگی کی اجازت مرحمت فرمادی۔

وطن پہنچنے پر اپنے والد ماجد سے آپ نے سارا واقعہ بیان فرمایا تو والد ماجد بہت ہی خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا: میں نے حضرت سیّد عبدالرحیم مجذوب کو خواب میں دیکھا اور انہوں نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ایک سید مغرب کی سمت سے آویگا اور تمہارے لڑکے کو بارہ آم دیگا، اس کو تم تنہا مت کھانا اور کہا: جیسا تمہارا لڑکا ویسا میرا لڑکا اس بشارت سے بھی حضرت سید ابراہیم ایرجی رضی اللہ عنہ کے کلام کی تصدیق ہوئی۔ (کشف التواری فی حال نظام الدین قاری ومشاہیر کاکوری ص ۴۴۴۔۴۴۵)

مخدوم زادہ حضرت سیّد ابراہیم کی آمد

حضرت شیخ نظام الدین بھکاری رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا ارشاد وبشارت کے بعد سے برابر حضرت سیّد ابراہیم بغدادی رضی اللہ عنہ کی آمد کے منتظر رہے اور ہر اس شخص سے دریافت فرماتے جو مغرب کی جانب سے آتا یہاں تک کہ اسی دوران میں آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت موصوف لاہور سے آگرہ وغیرہ ہوتے ہوئے جھانسی تشریف لا رہے ہیں تو آپ نے اپنے ساتھ دس بارہ رفقاء کو ساتھ لے کر کاکوری سے جھانسی کا رخت سفر باندھا اور ادھر حضرت سیّد ابراہیم بغدادی رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت تھی کہ ہر آنے جانے والے سے حضرت مخدوم شاہ نظام الدین بھکاری رضی اللہ عنہ کے خاندان کا حال دریافت کر رہے تھے، اس لئے کہ بغداد شریف سے چلتے وقت حضرت سیّد احمد بغدادی قدس سرہ العزیز نے آپ سے ارشاد فرمایا تھا کہ ہندوستان پہنچ کر حضرت قاری امیر ابراہیم نواسہ حضرت سیّد عبدالرزاق بن غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد کا حال ضرور دریافت کرنا اور اگر ان میں کوئی قابل ملاقات ہو تو ملنا بالآخر حضرت مخدوم قدس سرہ اسی حالت انتظار میں حضرت سیّد ابراہیم بغدادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کاکوری سے جھانسی پہنچے، جیسے ہی حضرت سیّد ابراہیم بغدادی قدس سرہ نے دیکھا معانقہ فرمایا اور نہایت خوشی کے عالم میں ارشاد فرمایا:

یار در خانہ ومن گرد جہاں میگردم

پھر آپ کی جانب غور سے نظر التفات فرما کر والد ماجد کا نام دریافت فرمایا حضرت مخدوم نظام الدین بھکاری رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد کا نام بتایا، حاضرین محفل حیران ومتعجب تھے اس لیے حضرت ابراہیم بغدادی رضی اللہ عنہ نے آپ کی خاندانی خصوصیات بیان فرمائیں۔ چنانچہ حاضرین محفل نے یہ سن کر نیازمندانہ اور تعظیماً دست بوسی کی۔ حضرت سیّد صاحب موصوف قدس سرہ نے آپ کے واسطے اپنی قیامگاہ سے متصل ہی ایک مکان کو تجویز فرمایا جس میں آپ نے اپنا قیام رکھا۔ مہربان میزبان نے مہمان کی ظاہری وباطنی خاطر وتواضع میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا، اور دوسرے ہی دن اشراق کی نماز کے بعد جملہ حالات وواقعات گزشتہ دریافت فرمائے، آپ نے تمام حالات تفصیل سے بیان کئے جن کو سن کر حضرت سیّد صاحب بغدادی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا: اب عنقریب کالپی پہنچ کر اعتکاف کے مکان کو معین کر کے مشغولی ارسال غوثیہ کی اجازت دی جائے گی۔ کیونکہ ضابطہ مقررہ مشروطہ بشرائط اعتکاف ہے، بالفعل رسالہ "ملہمات قادری" دیکھو؟

(حضرت سیدنا عبدالرزاق بن غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے مشغول ارسال غوثیہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ مجھ کو اس مشغولی کی تلقین والد ماجد سے ہوئی

اور والد ماجد کو حضرت خضر علیہ السلام سے اسی وجہ سے اس کو ارسال کہتے ہیں۔ (ماہیر کا کوری ص ۴۴۲)

چنانچہ دوسرے دن مذکورہ کتاب عطا ہوئی اور آپ نے اس کو دیکھنا شروع کیا، تو سب سے پہلے مشغولی ارسال غوثیہ کا ذکر تھا اور دیگر بہت سے اسرار ونکات غامضہ تصوف کا بیان تھا جس کے مطالعہ سے بہت فائدہ ہوا۔ یہاں تک کہ بیس دن تک حضرت کی خدمت میں جھانسی ہی میں آپ نے گزاری۔ اسی دوران میں ایک دن حضرت سیّد صاحب بغدادی نے دریافت فرمایا: اس کتاب ''ملہمات قادری'' کے مطالعہ سے اصل مطلب بھی نکلا؟ تو کتاب مذکور سے آپ کو جو فوائد حاصل ہوئے تھے ان کو بیان فرمایا۔ پھر دریافت فرمایا: ''عوالم المعالم'' کتاب بھی دیکھی ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: عرصہ ہوا کہ جب والد ماجد سے ''مع شرح ابراہیمی جو حامل المتن'' ہے پڑھی تھی۔ تو حضرت بغدادی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا: شرح ابراہیمی بھی میرے پاس ہے کالپی پہنچ کر اس کا بھی درس ہوگا، اس لئے کہ میرے والد ماجد حضرت سیّد احمد صاحب بغدادی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ جس نے کتاب ''عوالم المعالم'' غور سے نہیں دیکھی اس کو مسائل ملہمات کے سمجھنے میں دقت ہوگی''۔ الحمد للہ! کہ تم کتاب ''عوالم'' پڑھ چکے ہو۔ تو حضرت نے فرمایا: کتاب کے مطالب سمجھنے کے لیے ذہن عالی درکار ہے مجھے اس قدر قابلیت نہیں تاوقتیکہ آپ کی توجہ نہ ہو؟ اس پر سیّد صاحب بغدادی قدس سرہٗ نے نہایت خوشی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا: راہ ہستی میں نیستی راہبر ہے، جس شخص کا سرمایہ نیستی ہے اس کے لئے ہستی حق دم نقد ہے۔ (مشاہیر کا کوری ص ۴۴۶)

کالپی آمد

آپ کچھ دنوں کے بعد حضرت سیّد ابراہیم بغدادی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کالپی تشریف لائے، سیّد صاحب بغدادی قدس سرہٗ نے ایک پرانی مسجد میں جو مابین فرودگاہ دریائے جمنا کے واقع تھی اعتکاف کے لیے تجویز فرمائی اور اعتکاف کا حکم دیا اور شرائط اعتکاف بھی ایک کاغذ پر لکھ کر دے دیئے۔ چنانچہ غرۂ ذیعقدہ سے اعتکاف شروع ہوا۔ حضرت سیّد صاحب روزانہ شب میں پیادہ پا اعتکاف کی جگہ تشریف لاتے جس کی مسافت میل بھر کے برابر تھی اور واقعات دریافت فرماتے جب عیدالاضحیٰ کے دن اعتکاف سے فارغ ہوئے تو اس روز سیّد صاحب کی مسرت کی انتہا نہ تھی، جو ان کے پاس آتا اسے فوراً حضرت مخدوم صاحب کے پاس بھیجتے اور نذر دلواتے۔ فراغت اعتکاف کے بعد ایک دوسرا مکان جو ان کے مکان سے متصل تھا قیام کے لئے تجویز کر دیا۔ سیّد صاحب روزانہ بعد نماز صبح مشغولی تلقین فرماتے، شرح عوالم جیدی معہ ملہمات کا درس دیتے اور بعد نماز ظہر تفسیر معالم و بخاری شریف سنتے اور بعد نماز عصر مسبعات عشر قادری پڑھواتے۔ پھر مغرب کی نماز تک سکوت بر عایت پاس نفاس، ذکر خفی اسم ذات کا حکم فرماتے اور بعد نماز مغرب کلام اللہ کی تلاوت کراتے۔ چار مہینہ تک جو تین چلہ کی میعاد ہوتی ہے اوقات منضبط کرنے کی تاکید فرمائی۔

غرض کہ حضرت مخدوم صاحب قدس سرہٗ چھ ماہ حاضر خدمت رہے اس عرصہ میں جو کیفیات وارد ہوتے تھے وہ عرض کرتے چھ مہینہ کے بعد وطن آنے کی اجازت دی اور واپسی کی تاکید بھی فرمائی۔ رخصت کے وقت کلاہ مبارک اور مثال۔ یعنی

اجازت نامہ مہری اور رومال حضرت سیّد احمد بغدادی قدس سرہٗ اپنے دست مبارک سے عطا کئے حضرت سیّد صاحب قدس سرہٗ کی خدمت سے رخصت ہوکر اپنے وطن کاکوری تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی قدم بوسی کر کے سفر و حضر کے تمام حالات و کیفیات عرض کئے جس کو سن کر ارشاد فرمایا:

''اے نظام الدین! راہ سلوک میں سب سے علیحدہ اور حق سے ملا رہنا چاہئے۔ دو ماہ کے بعد فوراً حضرت سیّد ابراہیم بغدادی قدس سرہٗ کی خدمت میں جاؤ اور ایسے جوان مبارک سرشت کی صحبت اپنے حق میں کبریت احمر سمجھو میری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو بلند مرتبہ پر فائز فرمائے''۔ (مشاہیر کاکوری ص ۴۴۶)

کالپی کا دوسرا سفر

حضرت مخدوم نظام الدین سیّد شاہ بھیکاری رضی اللہ عنہ دو مہینہ سے قبل ہی حضرت سیّد صاحب بغدادی قدس سرہٗ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوگئے اور مزید عنایات و توجہات سے سرفراز فرمایا، اور اسی اثناء میں حضرت مخدوم قدس سرہٗ نے ملہمات کا فارسی زبان میں ترجمہ شروع کیا جو دو ماہ میں ختم کر کے حضرت سیّد صاحب بغدادی قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کیا جس کو حضرت موصوف نے بہت پسند فرمایا اور جابجا اصلاح سے مزین فرمایا اس کے بعد پھر آپ کاکوری شریف واپس آگئے۔

پھر چوتھی مرتبہ کی حاضری میں سیّد صاحب نے فرمایا: بزرگان ہند کے آثار کی زیارت جو اس ضلع میں جنوب کی جانب واقع ہیں ضرور کرنی چاہئے۔ اس کے بعد آپ حضرت سیّد صاحب بغدادی قدس سرہٗ کے ہمراہ دکن تشریف لے گئے۔ جہاں پر بزرگان دین اور چالیس ابدالوں سے ملاقات ہوئی۔ جنہوں نے بشارتیں دیں اور وہاں سے واپسی پر ایک روز فرمایا: رات میں دورۂ کلام اللہ کے بعد **معالم التنزیل** اور **جامع الاصول** کا درس نہایت ضروری ہے، پھر اس کے بعد حاضری کی مدت کے متعلق ایک روز دریافت کر کے فرمایا: میں تمہاری جدائی ایک مہینہ سے زیادہ نہیں چاہتا، چار مہینہ یہاں اور ایک یا دو ماہ اپنے والد کی خدمت میں کاکوری رہا کرو!

آپ کی تقریر کا اثر

ایک روز سیّد صاحب بغدادی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا: آج محبت و اخلاص کی احادیث بیان کرو! چنانچہ آپ نے تقریر شروع کی۔ اس وقت حاضرین پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ خود سید صاحب قدس سرہٗ کو ایسا استغراق ہوا کہ تمام محفل بے ہوش ہوگئی۔ استغراق کے بعد حضرت سیّد صاحب نے کمر بند غوثیہ عطا فرمایا اور صبح کی نماز حضرت مخدوم شاہ بھکاری رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں آپ کی قیامگاہ پر ہی پڑھی اور ارشاد فرمایا:

تم کو اپنے جد امجد قاری ابراہیم کا منصب ملا اور فرمایا کہ جس روز میرے جد امجد حضرت سیّدنا عبدالرزاق بن غوث رضی اللہ عنہما نے قاری ابراہیم قدس سرہٗ کو مسند خلافت پر بٹھایا وہ عید الاضحیٰ کا دن تھا۔ تم بھی آج اپنے جد امجد کے قائم مقام ہو لہٰذا تم

ہی امامت کرو۔

آپ نے نماز پڑھائی، نماز کے بعد خادموں سے ارشاد فرمایا: خوانوں میں شیرینی لاؤ؟ چنانچہ پچاس خوانوں میں مصری کے کوزے حاضر کیے گئے۔ اس پر حضور سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم و پیران سلسلہ کا فاتحہ ہوا اور پانچ خوان حضرت مخدوم شاہ بھکاری رضی اللہ عنہ کو وطن میں تقسیم کے لیے دیئے گئے اور نصف حاضرین میں تقسیم کیا گیا اور بقیہ حصہ روسائے کالپی میں تقسیم فرمایا۔ اس کے بعد مثال مہری، ضوابط ارسال غوثیہ، مجموعہ اوراد شریف عطا فرمایا' اور مصافحہ و معانقہ کر کے وطن آپ کو رخصت فرمایا۔ سید صاحب بغدادی قدس سرہٗ جب تک کالپی میں مقیم رہے آپ سال میں متعدد بار حاضر خدمت ہوتے رہے۔ ایک مرتبہ حضرت بغدادی قدس سرہٗ کا خط آپ کی خدمت میں اس مضمون کا پہنچا:

"رمضان شریف کا ایک مہینہ باقی ہے، بغداد شریف کے چند قاری اور قاری محمد شریف مدنی یہاں آئے ہوئے ہیں اور تمہاری ملاقات کے مشتاق ہیں اگر فرصت ہو تو چلے آؤ"۔

خط پا کر آپ کاکوری سے مولانا عبدالرشید ملتانی، شیخ بدر الدین مانک پوری، مولوی نصر الدین سنبھلی اور حافظ محب اللہ خیر آبادی کے ہمراہ کالپی تشریف لائے، چونکہ قرآن خوانی و ادائے قرأت میں بھی آپ یکتائے زمانہ تھے وہاں پہنچنے پر حضرت سیّد صاحب بغدادی قدس سرہٗ نے رمضان شریف کے پورے دنوں کی اس طرح تقسیم فرمائی۔

اوّل عشرہ میں حضرت مخدوم شاہ نظام الدین بھیکاری رضی اللہ عنہ، دوسرے عشرہ میں جناب قاری محمد شریف صاحب اور تیسرے عشرہ میں جناب قاری حمید الدین بغدادی اور ایک سپارہ مغرب بعد نماز اوابین میں قاری مبارک اللہ بغدادی پڑھیں گے، چنانچہ پہلی شب سے حسب الحکم حضرت مخدوم شاہ نظام الدین بھیکاری رضی اللہ عنہ نے پڑھنا شروع کیا سامعین بہت زیادہ محظوظ ہوئے اور کہا کہ تم ہندی ہو۔ تم تو فخر اہل مدینہ ہو رعایت دقائق، تجوید و شد و مد اور خوش الحانی جس قدر تم میں ہے وہ دوسرے میں نہیں ہے حق یہ ہے کہ تم اپنا مثل نہیں رکھتے۔

ایک روز حضرت سیّد بغدادی قدس سرہٗ سے قاری محمد شریف نے عرض کیا: میں نے سنا ہے کہ مولانا نظام الدین کو حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے مصنفات پر بہت عبور حاصل ہے۔ اس لئے اگر رمضان شریف کے بعد فصول الحکم کا بیان ایک وقت معین پر ہوا کرے تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ سید صاحب بغدادی قدس سرہ نے ان سے فرمایا: مہمان کی خاطر ضرور کرنی چاہئے۔ چنانچہ دوسری شوال سے فصوص الحکم کا بیان شروع ہوا۔ حضرت مخدوم صاحب رضی اللہ عنہ نے اسقدر بسیط تقریر فرمائی کہ سامعین حیران و دنگ رہ گئے۔ آپ نے اپنے بیان کو اس طرح جاری فرمایا: ایک جملہ کتاب مذکور کا اور اس کی تطبیق دس بارہ آیات قرآنی اور اسی قدر احادیث سے مدلل کر کے بڑے واضح انداز میں بیان فرمایا جس سے سامعین بہت محظوظ و مسرور ہوئے۔ (مشاہیر کاکوری ص ۴۴۷)

شاہ عبدالرحیم مجذوب سے ملاقات

حضرت مخدوم شاہ نظام الدین بھکاری رضی اللہ عنہ کی کالپی شریف سے لوٹتے وقت راستے میں شاہ عبدالرحیم مجذوب سے ملاقات فرمائی۔ جو آپ کے والد ماجد کے قریبی دوست تھے حسب ارشاد ان کا پتہ راستے میں لوگوں سے دریافت فرماتے رہے چنانچہ معلوم ہوا کہ قریب ہی میں ایک بزرگ ہیں جن کا سارا وقت جنگل کے گشت میں گزرتا ہے اور جب کچھ افاقہ ہوتا ہے تو گاؤں میں آکر باب اللہ تکیہ دار کے مکان پر قیام فرماتے ہیں۔

یہ تفصیل معلوم کر کے آپ مرزا شمس الدین خاں اور مولانا عبدالرشید ملتانی قدس سرہما کو ساتھ لے کر باب اللہ تکیہ دار کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ نے ان کو اس حالت میں پایا کہ برہنہ بیٹھے ہوئے بڑ کو مار رہے ہیں۔ آپ نے قریب جا کر ان کو سلام کیا تو مجذوب صاحب نے بہت ہی کڑک کر جواب دیا اور ارشاد فرمایا:

”اے نظام! مسئلہ شیر مادر صوفیاء تو پڑھ چکا اچھا پڑھا! اور عرب کے قاریوں کے سامنے تو نے کتاب فصوص الحکم بھی خوب پڑھی، اب نص محمدی میرے سامنے پڑھ!“

آپ نے پڑھنا شروع کیا مگر اس کے مطالب سے عام سامعین نے کچھ بھی نہیں سمجھا جس کو حضرت مجذوب نے اپنے لائق اور قریبی دوست کے شہزادے کو سکھایا۔ تقریر ختم ہونے کے بعد حضرت مجذوب نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی کہ جو کچھ سنت ہے فرض ہوا اور جو فرض ہے وہ سب ہو۔ آمین، آمین، آمین۔ اس کے بعد فرمایا: اے نظام! میرا بھائی تیرے انتظار میں ہے۔ اس لئے اپنے والد ماجد کی خدمت میں جلد جاؤ اور میرا اسلام عرض کرنا اور یہ کہنا کہ جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں نے تیرے لڑکے کو دے دیا۔ آپ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے وطن کاکوری تشریف لائے اور والد ماجد سے تمام کیفیات کو عرض فرمایا والد ماجد نے ان تفصیلات کو سن کر یہ دعا کی:

یارب العزت ہر نعمتے کہ باسلاف ما دادی امیدوارم کہ اولاد ما نیز ازاں نعمت بہرہ ور باشد۔	اے رب العزت! ہر وہ نعمت جو تو نے ہمارے بزرگوں کو عطا کی میں امیدوار ہوں کہ میری اولاد بھی ان نعمتوں سے مالا مال ہوگی۔

(مشاہیر کاکوری ص ۴۴۷)

ارشادات

آپ کے ارشادات عالیہ بڑے عالی اور معرفت سے پر ہوتے تھے۔ فرماتے کہ شرافت دو قسم کی ہوتی ہے۔ شرافت نسبی اور شرافت کسبی۔ اگرچہ شرافت نسبی کا درجہ بڑا ہے لیکن شرافت کسبی میں سے رذائل بشری دور کرنا اور عمائد انسانی سے متصف ہونا مراد ہے اور یہ مخصوص ریاضت و مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے اور یہ شرافت نو قسموں پر ہے۔ جیسا کہ قاری امیر ابراہیم ”شرح عوالم جنیدی“ میں تحریر فرماتے ہیں جس کے اقسام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔معرفت الٰہی، (۲)۔معرفت کلام، (۳)۔معرفت احادیث، (۴)۔معرفت اقوال اولیاء اللہ، (۵)۔معرفت کلام ملوک عادل، (۶)۔معرفت اخلاق حمیدہ، (۷)۔معرفت کلام صالحین وعلمائے محققین، (۸)۔معرفت قلوب، (۹)۔معرفت ایمان ویقین۔

☆فرماتے کہ میری اولاد میں کوئی شراب خور یا رافضی ہوگا، اس کی نسل منقطع ہو جائے گی اور نہایت ذلت سے دنیا میں رہے گا اور عذاب آخرت میں گرفتار ہوگا ☆میری اولاد میں جو کوئی شادی بیاہ میں ناچ رنگ کریگا۔اس کا انجام رنج وغم کے سوا کچھ نہ ہوگا ☆میری اولاد قیامت تک حافظ قرآن مبین اور عالم علوم دین اور فقراء ہوتے رہیں گے☆ وہ لوگ نہایت قابل افسوس ہیں جو اپنے اخلاق سے لوگوں کے قلوب کو خوش نہیں رکھتے حالانکہ دلوں کا خوش رکھنا خدا کی خوشنودی کی دلیل ہے۔

منقول ہے کہ مخدوم شیخ سعدی صدیقی چشتی کاکوروی کو جو کچھ فتوحات ہاتھ ہوتے ان کو اسی دن خرچ کرڈالتے اور فرماتے: نہ باسی بچے نہ کتا کھائے۔آپ نے اس جملہ کو سن کر ارشاد فرمایا: بہتر ہے کہ باسی بچے اور کتا کھائے، کیونکہ بچانے میں غیر کو نفع پہنچانا ممکن ہے اس کے علاوہ یہ امر باعث اطمینان بھی ہے اسی وجہ سے صحابۂ کرام برابر خشک روٹی کے ٹکڑے جیبوں میں رکھتے تھے اور یہ امر توکل کے منافی نہیں۔(مشاہیر کاکوری ص ۴۵۳)

آپ کے صبر ورضا تفویض وتسلیم کا اندازہ آپ کے صحائف سے جو کشف التواری اور مطالب رشیدی میں طبع ہو چکے ہیں بخوبی ہوسکتا ہے۔

اولاد کرام

حضرت کا نکاح قصبہ ہرگام ضلع سیتاپور میں ہوا تھا جس سے چھ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ایک صاحبزادی قصبۂ کشور میں سادات کے خاندان میں منکوح ہوئیں جن کے بطن سے سیّد پیر محمد ہوئے۔دوسری کا نکاح سیّد جلال الدین بن مخدوم شیخ سعدی چشتی صدیقی کاکوری کے ساتھ ہوا تھا۔تیسری کا نکاح ہرگام میں ہوا تھا اور چوتھی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا تھا۔ صاحبزادے بھی جو تھے وہ بڑے عالم وفاضل حلیہ صلاح وتقویٰ سے آراستہ تھے ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)۔حضرت شیخ عالم، (۲)۔حضرت شیخ سمن، (۳)۔حضرت حافظ شیخ شہاب الدین معروف بہ شیخ سوندھن، (۴)۔حضرت شیخ فتن، (۵)۔حضرت شیخ عبداللہ، (۶)۔حضرت شیخ خواجہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(مشاہیر کاکوری ص ۴۵۳)

خلفاء

آپ کے جلیل القدر خلفائے کرام کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔حضرت شیخ عبداللہ بن مخدوم شیخ نظام الدین [illegible]وی، (۲)۔حضرت قاضی ضیاء الدین عرف جیاء، (۳)۔حضرت

ملاعبدالرشید ملتانی مصنف زادالآخرت، (۴)۔حضرت میر شرف الدین شکار پوری، (۵)۔حضرت شیخ محمد خور جوی، (۶)۔حضرت شیخ بدیع الدین مانکپوری، (۷)۔حضرت مولانا نصر الدین سنبھلی، (۸)۔حضرت محب اللہ خیر آبادی، (۹)۔حضرت مرزا شمس الدین خاں کوکا، (۱۰)۔حضرت ملاعبدالکریم نبیرہ حضرت شاہ نظام الدین بھیکاری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تصانیف

آپ کی چار تصانیف موجود ہیں۔(۱) کتاب منہج جواصول حدیث سے متعلق ہے،(۲) کتاب معارف اس میں مسائل

---

۱ حضرت شیخ ملاعبدالکریم بن حضرت حافظ شہاب الدین عرف سوندھن بن قاری نظام الدین عرف شاہ بھیکا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔حافظ شہاب الدین عرف سوندھن کا وصال حضرت مخدوم شاہ بھیکا کے سامنے ہوگیا تھا اس لئے حضرت شیخ عبدالکریم کی بجائے اپنے فرزند کے پرورش کی۔تیرہ برس کی سن میں آپ نے جملہ کتب درسیہ سے فراغت حاصل کی،تربیت ظاہر و باطن و نیز اجازت و خلافت اپنے جد بزرگوار ہی سے پائی وہ آپ کو بے انتہا عزیز رکھتے تھے۔چنانچہ آخر وقت انہوں نے تجویز کی کہ آپ دہلی جاکر پروانہ جات معافی جہاں گیر بادشاہ کے دربار میں اپنے نام لے آویں(کیونکہ اس زمانے میں معمول تھا کہ بلاحصول پروانہ جدید بادشاہ وقت معافی جاری نہیں کرتا تھا۔لہٰذا عہد عالمگیر میں جو نیا بادشاہ ہوا تھا) حضرت مخدوم نے آپ کو اپنا قائم مقام کر کے دہلی رخصت فرمایا۔جس روز آپ کرچھن پہنچے اسی روز حضرت مخدوم کی طبیعت علیل ہوگئی تو آپ کو واپس بلوالیا گیا اور سات روز تک خلوت میں رکھ کر تمام دولت باطنی و آبائی سے آپ کو مالا مال کردیا۔پھر رخصت کر کے فرمایا: راستہ میں اگر کوئی خبر سننا تو واپس نہ ہونا۔چنانچہ ادھر آپ وہاں سے رخصت ہوئے ادھر ۸ ذیقعدہ کو آپ کے جدامجد کا وصال ہوگیا۔جب آپ دہلی پہنچے تو مرزا غیاث مغل کے یہاں قیام فرمایا اس زمانے میں وہ بڑا ہی بدحال تھا،اور اس کی لڑکی نور جہاں علی قلی بیگ مخاطب بشیر افگن خاں صوبہ دار بنگالہ کے عقد میں تھی آپ وہیں رہے،اور کسی عہدہ دار شاہی سے ملاقات نہ کی مگر وہ مغل آپ کی خدمت بہت کرتا تھا،اور یہ کہتا کہ افسوس کہ میرا عمل دخل بادشاہ کے یہاں نہیں ورنہ میں خود آپ کے پروانہ جات درست کروادیتا۔اسی زمانہ قیام میں آپ سے اور حافظ محمد حسن یگانہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے بہت زیادہ رسم و ملاقات ہوگئی تھی۔ایک روز انہیں کے ساتھ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی رضی اللہ عنہ کی ملاقات کو گئے۔وہ نہایت اخلاق سے پیش آئے دو روز آپ ان کے حلقہ ذکر میں شریک ہوئے اور اپنی نسبت قادری میں متوجہ رہے۔تیسرے دن حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت خواجہ باقی باللہ سے عرض کیا کہ دو روز سے برابر میں دیکھتا ہوں کہ آپ بواسطہ نسبت قادری اہل حلقہ پر توجہ فرما رہے ہیں؟ تو آپ نے تبسم فرمایا اور کہا: بیشک مگر اس نسبت کا ظہور ان صاحبزادہ کی وجہ سے ہے جو حضرت مولانا قاری نظام الدین قادری کے پوتے و جانشین ہیں۔اکثر محامد و مناقب مولانا نے اپنے پیر حضرت خواجہ امکنگی سے سنے ہیں۔حضرت مجدد الف ثانی نے یہ سنکر آپ سے معانقہ کیا اور فرمایا: مجھ کو آپ کے خاندان سے نسبت تلمذ حاصل ہے میں نے تفسیر بیضاوی وغیرہ مولانا عبدالرشید ملتانی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ بھیکا سے پڑھی ہے۔بعد ختم جلسہ آپ نے حضرت خواجہ سے رخصت ہونا چاہا مگر انہوں نے رخصت نہ کیا اور تین روز آپ کی دعوت کی تیسرے روز آپ کو بکمال عزت رخصت کیا اور مرزا غیاث کے یہاں تشریف لائے اور اس سے فرمایا: میں کل صبح وطن جاؤں گا اور یہ پروانہ جات تم لکھوا دینا۔اسے بڑا تعجب ہوا۔آپ نے فرمایا: تعجب نہ کرو خدا کی قدرت سے کچھ بعید نہیں اور آپ کاکوری آکر درس و تدریس میں مشغول ہوگئے چند سال کے بعد مرزا غیاث کا داماد مارڈالا گیا اس کی لڑکی نور جہاں کو جہانگیر بادشاہ نے اپنے محل میں داخل کرنا چاہا اس نے یہ شرط رکھی کہ میرے باپ کو وزارت اور بھائی کو منصب ہفت ہزاری دو؟ جہانگیر نے اس کو قبول کرلیا اور نکاح کر کے باپ کو وزیر اور اعتماد الدولہ کا خطاب اور اس کے بھائی مرزا ابوالحسن کو آصف الدولہ کا خطاب دے کر صوبہ دار بنگالہ کردیا۔جب وہ دہلی سے بنگالہ جانے لگا تو اس کے باپ نے کہا: کاکوری جاکر حضرت مخدوم کو جدید معافی کا پروانہ اور پانچ ہزار بیگہ زمین دے دو اس نے حاضر ہو کر اس پر عمل کیا لیکن آپ نے جدید پروانہ کی معافی کو واپس کردیا۔

ان شہزادوں میں سے حضرت حافظ شہاب الدین اور شیخ خواجہ نے والد ماجد کے سامنے ہی وصال فرمایا اور شیخ عبداللہ آپ کے جانشین بن کر چمکے۔

تصوف سے بحث ہے، (۳) ترجمہ وشرح کتاب ملہمات قادری بزبان فارسی یہ ترجمہ اور شرح آپ نے دوران کالپی حسب الحکم حضرت سیّد ابراہیم بغداوی تصنیف فرمائی، (۴) تحفۂ نظامیہ یہ رسالہ تین سوالوں کے مدلل ومبسوط جوابات پر مشتمل ہے۔

(مشاہیر کارکوری ص ۵۶)

وصال

آپ کا وصال ۸ آٹھ ذیقعدہ ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۲ء اکیانوے سال کی عمر میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(حاشیہ نفحات العنبر ص ۳۳۲)

تاریخ وصال

چوں نظام الدین قاری شیخ بھیکہ سوئے جنت اسپ ہمت تاختہ
ہشتمیں ذیقعدہ بودہ سال او درسن ہجری چنیں دریافتہ
آمدہ اعداد کامل سال او نہصد و ہشتاد ویک بے ساختہ

مزار مبارک

آپ کا مزار پُر انوار قصبہ کاکوری کے وسط میں محلّہ جھنجھری روضہ میں والد ماجد کے متصل خطیرہ میں واقع ہے۔

(مشاہیر کارکوری ص ۴۵۶)

نور بست وہشتم

شہنشاہِ ولایت

حضرت قاضی ضیاء الدین عرف شیخ جیاء

(رضی اللہ عنہ)

۹۲۵ھ......۲۱ رجب المرجب ۹۸۹ھ

التجا اے زندۂ جاوید اے قاضی جیا
اے جمال اولیاء یوسف لقا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلی المولٰی القاضی ضیاء الدین المعروف بالشیخ جیاء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

خانۂ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال
شہ ضیاء مولیٰ جمال الاولیاء کے واسطے

ولادت

آپ کی ولادت مقدسہ قصبہ نیوتنی ضلع لکھنو ۹۲۵ھ میں ہوئی۔ ''قاضی جیاء'' تاریخ ولادت پر دال ہے۔

(سلاسل الانوار، بحر ذخار ابرکات اولیاء ص ۸۱)

اسم شریف

آپ کا نام نامی واسم گرامی ضیاء الدین عرف شیخ جیا ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام حضرت سلیمان بن سلونی عثمانی رضی اللہ عنہ ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت ابتداء میں گھر پر ہی ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے گجرات کا سفر اختیار فرمایا اور وہاں حضرت علامہ وجیہہ الدین بن نصر اللہ علوی گجراتی علیہ الرحمہ[1] کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے علوم دینیہ حاصل فرمائے اور اسی دوران تعلیم حضرت علامہ وجیہہ الدین علیہ الرحمہ نے اپنی لڑکی کا آپ سے عقد کر دیا جس کا واقعہ اس طرح ہے۔

آپ حضرت علامہ وجیہہ الدین قدس سرہٗ کی بارگاہ میں تعلیم حاصل کرنے لگے استاذ محترم کی دختر نیک اختر شدید مرض میں گرفتار تھی اور تمام اطباء علاج کرنے سے عاجز آگئے تھے شیخ کی پریشانی دیکھ کر آپ کو ہنسی آگئی۔ طلبہ نے ہنسی کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا: اگر استاد محترم میرا سبق تم لوگوں کے سبق سے پہلے معین کر دیں تو میں اس جن کو حضرت کی دختر اور جمیع اہل خانہ سے دور کر دوں! استاذ نے آپ کی درخواست منظور کر لی اور آپ نے دعا فرمائی جس سے حضرت شیخ کی دختر نیک اختر تندرست وصحت یاب ہوگئی۔ حضرت استاذ نے خوش ہو کر اپنی دختر کا نکاح آپ سے فرما دیا۔ اس کے بعد ایک عرصے تک آپ کا قیام گجرات میں رہا۔ (سلاسل الانوار، بحر ذخار برکات اولیاء ص ۸۱)

فضائل

شہنشاہ ولایت، تاجدار ارباب ولایت، اعاظم اصحاب ہدایت حضرت قاضی ضیاء الدین عرف شیخ جیاء رضی اللہ عنہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے اٹھائیسویں امام وشیخ طریقت ہیں آپ مرید وخلیفہ حضرت شیخ نظام الدین شاہ بھیکاری رضی اللہ عنہ کے ہیں آپ احوال توبہ وعبادت وتصرف کثیرہ رکھتے تھے آپ نے علوم ظاہری حضرت شیخ وجیہہ الدین گجراتی قدس سرہ سے حاصل فرمائے اور علوم باطن حضرت شیخ محمد بن یوسف قرشی برہانپوری قدس سرہما سے بھی حاصل فرمائے۔ آپ مشرب قادریہ رکھتے تھے اور یہ واسطہ آپ کا سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ شاہ تراب علی قلندری قدس سرہٗ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''کشاف التواری'' میں آپ کے متعلق تحریر فرمایا ہے: آپ صاحب تحقیق وصاحب باطن وصاحب کشف وکرامات تھے۔ (سلاسل الانوار، بحر ذخار برکات اولیاء ص ۸۱)

حضرت خضر علیہ السلام کے اکتساب فیض

آپ کسب علم کی غرض سے خردسالی میں اپنے وطن سے نکلے اور احمد آباد گجرات کے جنگل میں راہ بھول گئے۔ اس وقت حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور آپ سے ارشاد فرمایا:

تم کو چالیس روز تک میری خدمت میں رہنا ہوگا؟

چنانچہ آپ نے برضا وخوشی اس دعوت کو قبول فرمالیا اور چالیس دن تک حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں رہے اور ان چالیس دنوں میں آپ کو جمیع علوم ظاہری وباطن سے آراستہ فرمایا۔ (سلاسل الانوار)

---

[1] ملا شیخ وجیہہ الدین گجراتی قدس سرہٗ آپ کی ولادت باسعادت ماہ محرم الحرام ۹۱۱ھ میں جانپانیر ضلع گجرات میں ہوئی۔ آپ نے اپنے علم وفضل کا دریا احمد آباد گجرات میں بہایا پوری زندگی درس وتدریس میں گزاری آپ ایک جید عالم دین تھے۔ علامہ عبدالقادر بدایونی م ۱۰۰۴ھ اپنی کتاب ''منتخب التواریخ'' میں لکھتے ہیں کہ شاید ہی کوئی درسی کتاب چھوٹی یا بڑی ہوگی جس کی انہوں نے شرح یا حاشیہ نہ لکھا ہو لیکن لوگ انہیں ایک ولی مانتے تھے۔ ''خلائق پیوستہ از انفاس متبرکہ او فیض رسید وحق سبحانہ، اسم الشافی راظاہرو او امظہر ساختہ بود، تاہر روز جمیع لاتعداد ولاتحصیٰ از بیماراں ومحنت زدگاں بہ او آمد التماس دعامی نمودند واثر آں زودی یافتند'' آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی موٹا کپڑا پہنتے اور عام لوگوں کی طرح رہتے، جو کچھ آتا وہ دوسروں پر خرچ کردیتے امیروں کے گھر بطور خود کبھی نہ جاتے۔ ایک دفعہ حکام وقت کے طلب پر بجبر واکرہ جانا پڑا۔ ورنہ گھر اور مسجد کے احاطہ سے باہر قدم نہ نکالتے۔ آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف سے آپ کی علمی وجاہت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں وہ یہ ہیں: (۱)۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی، (۲)۔ شرح النخبہ دراصول حدیث، (۳)۔ شرح عضدی، (۴)۔ حاشیہ تلویح، (۵)۔ حاشیہ بزدوی، (۶)۔ حاشیہ ہدایۃ الفقہ، (۷)۔ حاشیہ شرح وقایہ، (۸)۔ حاشیہ مطول، (۹)۔ حاشیہ مختصر، (۱۰)۔ حاشیہ تجرید، (۱۱)۔ حاشیہ اصفہانی، (۱۲)۔ حاشیہ شرح عقاید تفتازانی، (۱۳)۔ حاشیہ برحاشیہ قدیمہ محقق دوانی، (۱۴)۔ حاشیہ شرح مواقف، (۱۵)۔ حاشیہ شرح چغمینی، (۱۶)۔ شرح تحفہ شاہیہ، (۱۷)۔ شرح رسالہ ملاعلی قوشجی، (۱۸)۔ حاشیہ فوائد ضیائیہ شرح جامی، (۱۹)۔ شرح ارشاد قاضی شہاب الدین دولت آبادی، (۲۰)۔ شرح ابیات سہل، (۲۱)۔ شرح جام جہاں نما در تصوف، (۲۲) شرح کلید مخازن، (۲۳) رسالہ حقیقت محمدیہ وصال شریف آپ کا ۲۹ صفر بروز یکشنبہ ۹۹۸ھ میں ہوا۔ احمد آباد گجرات میں آپ کا مزار مقدس ہے۔ آپ کے مزار کا چھپر کھٹ نواب مرتضیٰ حسن خاں نے تیار کروایا جس پر سیپ کا نہایت اعلیٰ درجے کا کام بنا ہے۔ مادۂ تاریخ یہ آیت مبارک ہے: ولھم جنت الفردوس نزلا۔ (تلخیص تذکرۂ علمائے ہند فارسی ص ۲۴۹/۲۵۰ و رود کوثر ص ۲۹۳/۲۹۴)

خلافت واجازت

آپ نے خرقۂ خلافت واجازت حضرت شیخ نظام الدین شاہ بھیکاری رضی اللہ عنہ سے حاصل فرمایااور وہی آپ کے پیر طریقت وروحانی پیشوائے اعظم ہیں۔

بارگاہ رسالت سے بشارت

آپ نے زیارت حرمین طیبین بھی فرمائی تھی چنانچہ واقعہ اس طرح ہے کہ آپ نے طواف وزیارت خانہ کعبہ کے بعد مدینۂ طیبہ کا قصد فرمایااور بارگاہ رسالت میں حاضری کا شرف عظیم حاصل فرمایاایک رات جب آپ سرکارابدقرار صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ پر قیام پذیر تھے کہ اسی دوران میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔توسرکار دوجہاں علیہ السلام نے آپ کو اپنی نوازشات سے سرفراز فرمایا۔(سلاسل انوار)

مسند رشد وہدایت

آپ زیارت حرمین طیبین کے بعد ہندوستان تشریف لائے اوراپنے شہر میں واپس آکر علوم ومعارف کے دریا بہائے،اور آپ کی ذات بابرکات سے تحصیل علوم اسلامیہ کے علاوہ کثیر افرادرشد وہدایت حاصل کرکے اسلام کے سچے وفادار بن کر چمکے۔

اولادامجاد

آپ کے صاحبزادوں کی تعداد چار ہے جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:ا۔حضرت محمد فضیل،۲۔حضرت ابوالخیر،۳۔حضرت مقتدر،۴۔حضرت محمد فضل اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

خلفاء

افسوس کہ آپ کے خلفاء کرام کی کوئی تفصیل دستیاب نہ ہوسکی حضرت شیخ جمال رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ونام اکثر جگہوں پر ملتا ہے۔(سلاسل الانوار)

تعدادمریدین

آپ کے مریدین ومتوسلین کے بارے میں منقول ہے کہ صرف گیارہ مخصوص اشخاص کے علاوہ آپ نے کسی کو مرید نہیں فرمایا تھا۔انہیں گیارہ افراد کو آپ نے اپنی غلامی میں داخل کیا جنہوں نے آگے چل کر اپنے وقت کے آفتاب وماہتاب بن کر سارے عالم کو اپنے نور باطن سیر وشن ومنور کیااور ایک عالم کو فیضیاب فرمایا جن کے فیض کے چشمے آج تک جاری ہیں۔

(سلاسل الانوار)

وصال مبارک

آپ کا وصال مبارک ۲۱ رجب المرجب ۹۸۹ھ میں قصبہ نیوتنی ضلع اناؤ میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
(سلاسل الانوار)

تاریخ وصال

رفت از دنیا بدین قطب جہاں۔

مزار مبارک

آپ کا مزار مبارک قصبہ نیوتنی ضلع اناؤ میں ہے یہ قصبہ موہان سے قریب ہے ایک خطیرہ دیوار کے اندر نور آگین ہے اور اسی خطیرہ میں آپ کے فرزند ارجمند حضرت حاجی محمد فضل اللہ رضی اللہ عنہ کا بھی مزار مقدس ہے۔

نور بست ونہم

اولادِ رسول

حضرت سید شیخ جمال الاولیاء

(رضی اللہ عنہ)

۹۷۳ھ......شب عید الفطر شوال ۱۰۴۷ھ

التجا اے زندۂ جاوید اے قاضی جیا
اے جمال اولیاء یوسف لقا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ جمال الاولياء رضى الله تعالىٰ عنه .

خانۂ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال
شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیاء کے واسطے

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت مقدسہ ۹۷۳ھ میں بمقام کوڑہ جہان آباد میں ہوئی۔

اسم مبارک

آپ کا نام نامی واسم گرامی حضرت سیّد شیخ جمال الاولیاء رضی اللہ عنہ ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام نامی واسم گرامی حضرت مخدوم جہانیاں بن بہاء الدین سالار عالم الحقی ہے۔

پیدائش کی بشارت

ابھی آپ کا وجود اس خاکدان گیتی پر آیا بھی نہیں تھا کہ آپ کی پیدائش سے پہلے ہی حضرت فقیر خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ جن کی عمر شریف ایک سو بیس برس کی تھی۔ انہوں نے بشارت دی کہ حضرت مخدوم جہانیاں کے گھر میں جمال آئے گا، یہاں تک کہ جب آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی تو آپ کا مبارک نام شیخ جمال رکھا گیا۔

نسب نامہ شریف

آپ کا شجرۂ نسب صاحب شمامتہ العنبر نے اس طرح بیان فرمایا ہے: ''حضرت جمال اولیاء بن حضرت مخدوم جہانیاں ثانی بن شاہ بہاء الدین بن حضرت قطب الاقطاب شاہ سالار بدھ بن مخدوم شاہ ہیبت اللہ بن شاہ سالار راجی بن مخدوم شہاب الدین عرف حبیب اللہ بن مخدوم خواجہ میاں بن مخدوم شہاب الدین ثالث بن شاہ عماد الدین بن شاہ نجم الدین بن مخدوم شاہ شمس الدین بن مخدوم شاہ شہاب الدین چہارم بن مخدوم شاہ عماد بن مخدوم شاہ رضی الدین بن مخدوم شاہ عبد الکریم بن مخدوم شاہ جعفر بن مخدوم شاہ حمزہ بن مخدوم شاہ کاظم بن مخدوم شاہ حسن مہدی بن مخدوم شاہ عیسیٰ بن مخدوم شاہ محدث بن مخدوم سید حسن عریض بن مخدوم سیّد علی عریض بن سیّدنا امام جعفر صادق بن سیّدنا امام باقر بن سیّدنا امام زین العابدین بن سیّدنا امام حسین بن سیّدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم زوج فاطمہ الزہرا بنت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین۔

(شمامتہ العنبر ص ۸)

خاندانی حالات

حضرت شاہ جمال اولیاء رضی اللہ عنہ کے ایک برادر حقیقی جن کا نام حضرت مولانا شاہ مبارک علیہ الرحمہ تھا ان کے نبیرہ کے اولاد میں ایک بزرگ (جن کا نام ملا ابوسعید صاحب عرف بھیے دانشمند) ہوئے ہیں جن کا نسبی سلسلہ اس طرح ہے۔

ملا ابوسعید عرف بھیے صاحب دانشمند بن مولانا شاہ خرم بن مولانا محمد ہاشم بن مولانا شاہ مبارک بن حضرت مخدوم جہانیاں ثانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ملا ابوسعید عرف بھیے صاحب دانشمند رحمۃ اللہ علیہ یہ بہادر شاہ بن عالمگیر کے استاذ معظم تھے اور دانشمند آپ کا شاہی خطاب ہے۔

حضرت شاہ جمال اولیاء رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت مخدوم جہانیاں ثانی بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں جن کا وصال غالباً ۹۶۰ھ میں ہوا، اور آپ ہی کی تصنیف ہے ایک کتاب اسرار جہانی جواذ کار واشغال صوفیہ پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب کلکتہ میں طبع ہو کر شائع ہوئی ہے۔

آپ بہت بڑے علمائے محققین میں سے تھے ایک وقت کتب درسیہ کے لیے معین تھا تو دوسرا وقت ذکر وشغل وتلقین توجہ کے لیے وقف تھا بڑے بڑے علمائے وقت مستفیض درس ہونے کی غرض سے حاضر ہوتے تھے، نیز بڑے بڑے صوفیائے وقت آپ کے خلفاء کی فہرست میں شمولیت کا شرف رکھتے تھے۔ منجملہ ان کے آپ کے صاحبزادے شاہ جمال اولیاء رضی اللہ عنہ ایک خاص امتیازی شان کے مالک ہیں اور آپ کے صاحبزادے کے خلیفہ حضرت سیّد محمد کالپوی رضی اللہ عنہ اپنے شیخ کے عظیم خلفاء میں شامل ہیں اور علم شریعت میں آپ ہی کے ایک شاگرد ملا عبدالرسول صاحب تھے جو ملا لطف اللہ صاحب کے استاد تھے اور ملا لطف اللہ رضی اللہ عنہ حضرت ملا جیون م ۱۱۳۰ھ رضی اللہ عنہ کے استاد تھے اور حضرت ملا جیون شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب رضی اللہ عنہ کے استاد اور نور الانوار وتفسیر احمدی کے مصنف ہیں۔ حضرت قطب الاقطاب مخدوم جہانیاں ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد شاہ بہاء الدین قدس سرہٗ کے شاگرد وخلیفہ تھے اور حضرت بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اپنے زمانے کے مشہور مشائخین ہند میں شمار ہوتے تھے اور حضرت غوث شاہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے پدر بزرگوار حضرت سالار بدھ حقانی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ تھے۔ (شامۃ العنبر ص ۹)

آپ کا وطن

آپ کا وطن کوڑہ جہاں آباد ہے جو آپ ہی کے خاندانی بزرگوں کا آباد کیا ہوا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں عرب اور روم سے ہندوستان بغرض جہاد تشریف لائے تھے، مہم بنگالہ میں سلطان التمش کے ساتھ شریک ہوئے اور واپسی پر مقام سلطان پور میں اقامت اختیار فرمائی۔ جب دہلی کی سلطنت میں ضعف آیا اور طوائف الملو کی کا دور شروع ہوا یہاں تک کہ شرقیوں نے اپنی حکومت شروع کر کے جونپور کو اپنا دار السلطنت بنالیا تو اس وقت حضرت سلطان اولیاء حضرت مخدوم سالار بدھ قدس سرہٗ کے والد ماجد حضرت شاہ ہیبت اللہ قدس سرہٗ نے شاہ شرقی کو ساتھ کر کے راجہ دومن سے جہاد

کیا اور اس پر فتح یابی حاصل کی اور اس کے دار السلطنت آٹی ہا کا نام بدل کر فتح پور رکھا اور وہیں اقامت اختیار فرمائی۔ یہ وہ زمانہ تھا جس وقت حضرت مخدوم سالار بدھ قدس سرہٗ جونپور میں تحصیل علوم میں مصروف تھے۔ علم شریعت کی تکمیل کے بعد آپ نے جونپور ہی میں حضرت بہاء الدین نھو جونپوری سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور تکمیل سلوک کے بعد خلافت سے سرفراز کئے گئے، اس کے بعد اپنے وطن کی طرف مراجعت کی اس سفر میں آپ کے ساتھ آپ کے مریدوں اور شاگردوں کا قافلہ جو تقریباً سات سو کی تعداد پر مشتمل تھا آپ کے ہمرکاب تھا آپ نے اپنے سفر کو اس طرح شروع کیا کہ پہلے دہلی جاکر وہاں اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دیں گے پھر وطن واپس ہوں گے۔

راستے میں راجہ ارگل کی عملداری تھی جو نہایت متعصب ہندو تھا، اور آپ کا معمول تھا کہ جہاں نماز کا وقت آتا آپ رک جاتے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے، راجہ ارگل کی عملداری میں ایک جگہ ظہر کی نماز سے جب فارغ ہوئے تو آپ کو اطلاع ملی کہ تیس ہزار فوج لے کر راجہ ارگل آپ کے قتل کی نیت سے آرہا ہے۔ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ سنت پڑھ کر بہت جلد دشمن خدا کے لیے تیار ہو جاؤ چنانچہ جہاد ہوا، اور ظہر سے دوسرے دن دوپہر تک برابر مقابلہ ہوتا رہا۔ بالآخر راجہ ارگل مارا گیا اور اس کا بیٹا آپ کے ہاتھ پر تائب ہو کر ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کا نام بجلی خان رکھا اور بقیہ نصف دن کے قیام کے بعد شب میں آپ نے فرمایا: دو تین دن قیام کر کے دہلی کا سفر کیا جائے گا۔ اسی شب خواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے آپ مشرف ہوئے اور حضور نے آپ سے ارشاد فرمایا:

''تم کہیں نہ جاؤ! بلکہ اسی جنگل کو صاف کر کے یہیں قیام کرو، صدیوں تک تمہاری اولاد و احفاد سے لوگوں کو دین اسلام کی روشنی ملے گی اور بڑے بڑے اولیائے کاملین تمہاری اولاد و احفاد میں گزریں گے''۔

چنانچہ آپ نے اس مبارک خواب کو لوگوں سے بیان فرمایا اور جنگل کی صفائی کا حکم صادر فرمایا۔ (شامۃ العنبر ص ۱۰)

کوڑہ جہان آباد

اس جنگل میں گھاس کن کوڑہ کافی مقدار میں تھا جس کی وجہ سے لوگوں نے اس مقام کا نام ہی کوڑہ رکھ دیا۔ آپ نے وہاں خانقاہ مسجد اور رہنے کا گھر تعمیر فرمایا اور بجلی خاں نے قلعہ بنوایا اور مسجد بھی بنوائی جو اس وقت تک قصبہ میں موجود ہے اور جس پر تعمیر کی تاریخ بھی کندہ ہے۔ بجلی خاں چونکہ آپ کا مرید تھا اس لئے اپنی سعادت و نیک بختی وہاں کے قیام میں دیکھی چنانچہ اس کے مقیم ہونے سے کوڑہ شہر نہایت وسیع، بارونق اور آباد ہو گیا شاہ جہاں بادشاہ جب اپنی شہزادگی کے زمانہ میں اس خاندان میں مرید ہوا، تو اس نے کوڑہ شریف سے متصل شاہ جہاں آباد کو آباد کیا جو اس وقت جہاں آباد کے نام سے مشہور ہے۔ چنانچہ پرانے کاغذات میں ہی نہیں بلکہ موجودہ گورنمنٹ کے کاغذات میں بھی شاہ جہاں آباد دیکھا جاتا ہے۔ اس تعلق کی بنا پر کوڑہ کو کوڑہ جہان آباد کہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا بشارت ہی کی برکت ہے کہ وہ ویران جنگل اب کوڑہ جہان آباد شریف بن گیا۔

شہنشاہ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائی شجاع کے مقابلہ کے لیے جاتے ہوئے جب کوڑہ کے قریب پہنچے تو ادباً سواری سے اتر پڑے اور پاپیادہ ہو گئے۔ اس قصبہ کے چھ سو علماء ایک ولی صفت بادشاہ کے استقبال کو گئے۔ حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو جب معلوم ہوا کہ یہ سبھی علماء ایک ہی خاندان کے افراد ہیں اور سبھی حضرت مخدوم سالار بدھ قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں، تو نہایت متعجب ہوا اور اپنے دادا استاد ملا لطف اللہ قدس سرہٗ (استاد حضرت ملا جیون) کے یہاں پانچ روز مہمان رہے اور ان سے دعائیں لے کر مقابلہ کو گئے اور کوڑہ سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ایک مقام کھجوہ ہے جہاں شجاع سے مقابلہ ہوا۔ باوجود یکہ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی زیادہ تر فوج رات میں شجاع کی فوج میں شامل ہو گئی تھی اور صرف دو ہزار فوج ہی اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس باقی رہ گئی تھی مگر اس قلت کے باوجود حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ ہی کو فتح و کامیابی حاصل ہوئی، اور تمام واقعات اسی طرح پیش آئے جس طرح کی درویشان کوڑہ نے پہلے ہی خبر دی تھی۔

چنانچہ واپسی پر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے دو ہفتہ قیام فرمایا۔ قصبہ کوڑہ اس زمانے میں دار الفضلاء کے نام سے مشہور تھا مگر حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام دار الاولیاء رکھ دیا۔ (شمامۃ العنبر ص ۱۱)

تعلیم وتربیت

آپ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم جہانیاں قدس سرہٗ کی تربیت وآغوش میں پروان چڑھے اور سب سے پہلے والد ماجد ہی سے شرف بیعت حاصل کیا اور خلافت کے منصب جلیلہ و فائز ہوئے۔ پھر آپ کے پدر بزرگوار نے آپ کی تعلیم وتربیت کی تکمیل کے لیے حضرت قاضی ضیاء الدین عرف قاضی جیاء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا جہاں پانچ سال تک تحصیل علوم ظاہری وباطنی فرمایا۔

فضائل

قطب الاقطاب، شیخ الاصحاب حضرت شیخ محمد جمال الدین عرف جمال اولیاء رضی اللہ عنہ آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ، رضویہ کے انتیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ کے فضائل ومناقب بیشمار ہیں۔ آپ مادر زاد ولی ہیں اور نسبت عالی رکھتے تھے۔ جب آپ سات سال کے ہوئے تو فقراء کی خدمت کرنے لگے اور جب آپ ۲۲ سال کے ہوئے تو باشارۂ سراج الامہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تحصیل علوم دینیہ میں مشغول ہوئے اور بیس سال تک علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ آپ نے بلاواسطہ ارواح مبارکہ سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، خواجہ بہاء الدین نقشبند اور حضرت شاہ بدیع الدین قطب مدار رضی اللہ عنہ سے فیض اویسیہ حاصل فرمایا اور بزرگان عصر سے فیض وخرقۂ خلافت چاروں سلاسل کا اخذ فرمایا۔

مکتب کا واقعہ

منقول ہے کہ اوائل عمر میں آپ کی طبیعت نہایت غبی تھی آپ کو مدرسہ کے طلباء براہ تمسخر جمال اولیاء پکارتے تھے۔ یہ

مذاق آپ کو ناگوار معلوم ہوا اور مدرسہ سے بھاگ کر ایک غار میں چھپ گئے ایک روز حضرت شیخ ضیاء الدین رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ جمال کہاں ہے؟ دریافت کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ تین دن سے مدرسہ سے غائب ہیں۔ اس لئے آپ نے فرمایا: میں بھی تلاش کررہا ہوں اور تم لوگ بھی تلاش میں جاؤ؟ حضرت شیخ ضیاء الدین رضی اللہ عنہ تلاش کرنے کے لیے جنگل میں تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک غار میں بیٹھ کر حضرت جمال اولیاء قدس سرہ العزیز رورہے ہیں۔ شیخ نے آواز دی کہ اے جمال! کیوں روتے ہو؟ آپ نے کہا: طلبہ مجھ پر خندہ زنی کرتے ہیں اور ہنسی سے جمال اولیاء پکارتے ہیں؟ شیخ نے ارشاد فرمایا: چلو میں نے تجھے اولیاء کیا۔ یہاں تک کہ آپ اس غار سے باہر تشریف لائے تو شیخ نے اپنا پیراہن آپ کو عطا فرمایا۔ اس روز سے آپ پر اسرارِ ولایت منکشف ہوئے اور ایسی ذکاوت ذہن پیدا ہوئی کہ طلبہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ بعد تحصیل علوم ظاہری شیخ نے آپ کو راہ سلوک طے کرائے اور خرقہ قادریہ سے مشرف فرما کر اپنا خلیفہ خاص بنایا۔

(شامۃ العنبر و برکات اولیاء ص ۱۰۰)

راہ سلوک کی منزلوں کو طے کرنے کے بعد آپ اپنے وطن تشریف لائے اور وہاں مستقل قیام فرما کر درس وتدریس وافادۂ علوم ظاہر و باطنی میں مشغول ہوئے، اور آپ کی خدمت میں رہ کر حضرت سیّد محمد بن ابی سعید کالپوی قدس سرہ العزیز نے مطول سے بیضاوی تک پڑھا، اور بھی کثیر علماء مشائخ نے آپ سے اکتساب فیض فرمایا۔

اساتذہ کرام

آپ نے جن مشائخ وقت سے علوم ظاہر و باطن کا اکتساب کیا ان کے اسمائے حسب ذیل ہیں۔ (۱) آپ کے والد ماجد حضرت شیخ جہانیاں ثانی، (۲) حضرت شیخ قیام الدین بن شیخ قطب الدین بن شیخ اڈھن جونپوری، (۳) حضرت شیخ قاضی ضیاء الدین عرف شیخ جیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

خلفاء

آپ کے خلفاء کی جامع فہرست دستیاب نہ ہوسکی راقم الحروف کو جتنے اسماء ملے ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔ (۱) حضرت سیّد محمد بن ابی سعید کالپوی رضی اللہ عنہ۔ آپ کے حالات اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔ (۲) حضرت شیخ یٰسین بن احمد بنارسی رضی اللہ عنہ آپ نے حضرت مخدوم شاہ طیبت بنارسی قدس سرہٗ کے فیض سے مشرف ہو کر حضرت شیخ جمال الدین عرف جمال اولیاء کوڑوی رضی اللہ عنہ سے بھی اکتساب فیض فرمایا اور خلافت سے نوازے گئے آپ حضرت میاں شیخ افضل اور حضرت دیوان شیخ عبدالرشید جونپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کتب نحو، منطق، فقہ، اصول فقہ اور بعض رسائل حکمت کی تحصیل فرمائی اور ان بزرگوں کی خدمت میں سات آٹھ سال رہے اس اثناء میں سال میں ایک مرتبہ بنارس آکر حضرت مخدوم شاہ طیب بنارسی کی خدمت میں حاضر ہوتے اور برکات حاصل فرماتے تھے۔ آپ کی ایک خاص تصنیف مناقب العارفین ہے جو ۱۰۵۴ھ میں آپ نے تحریر فرمائی۔ اس کتاب میں آپ نے اپنے سلسلے کے تمام مشائخ کا تذکرہ تحریر کیا ہے آپ کا سال وفات

۱۰۷۴ھ ہے مزار شریف جھونسی میں حضرت مخدوم شاہ تاج الدین کے مزار کے متصل ہے۔ (۳) حضرت شیخ محمد رشید بن مصطفیٰ جونپوری آپ کا لقب شمس الحق فیاض دیوان ہے حضرت شاہ جمال محمد مصطفیٰ بن عبدالحمید کے صاحبزادے ۱۰۰۰ھ، ۱۵۹۱ھ میں موضع برونہ ضلع جونپور میں پیدا ہوئے۔ مولانا افضل جونپوری سے تکمیل علوم کی شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے حدیث پڑھی، والد سے مرید ہوئے (جو شیخ محمد بن حضرت شیخ محمد بن حضرت بندگی نظام الدین امیٹھوی کے مرید تھے) کسب باطن کیا، خلافت پائی پھر حضرت شاہ جمال اولیاء کوڑوی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اکتساب فیض حاصل کیا اور خلافت پائی۔ شروع میں درس دیتے تھے پھر سب ترک کر کے کتب حقائق کے مطالعہ میں مصروف ہوئے۔ حضرت شیخ اکبر ابن عربی قادری قدس سرہٗ کی کتابوں سے خاص شغف تھا۔ حضرت کے اوصاف ومحامد کا تذکرہ سن کر والیٔ ہندوستان شاہجہاں بادشاہ نے ملاقات کی درخواست کی، مگر آپ نے انکار کر دیا۔ ذکر جہر بہت فرماتے تھے اور ہر کام میں متبع شریعت تھے۔ ہزار ہا مخلوق آپ کے در فیض سے مستفیض اور ہدایت یاب ہوئی ۹ رمضان المبارک ۱۰۸۳ھ ۲۹ دسمبر ۱۶۰۲ء میں سنت فجر کی تحریمہ باندھتے ہوئے واصل الی اللہ ہوئے یہ مومن کے لیے ایک قابل رشک موت ہے۔ تصانیف میں مناظرۂ رشیدیہ مشہور عالم کتاب ہے اس کے علاوہ دسیوں کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔ شمسی تخلص اور کلام فارسی میں ہے۔ (تاریخ شیراز ہند، تذکرہ کاملان رامپور، تذکرہ علمائے اہل سنت) شیخ محمد رشید بن مصطفیٰ جونپور (۴) حضرت شیخ لطف اللہ کوڑوی رضی اللہ عنہ۔

اوراد واشغال

آپ کے وصیت نامہ میں آخری اشغال پنجوقتہ بھی مذکور ہے جو اس طرح ہے:

۱؎ شیخ طیب بنارسی ابن معین الدین ابن شاہ حسن ابن شیخ داؤد ابن شیخ قطب ابن خلیل فاروقی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت خلیل عرب سے آ کر نواح غازیپور میں قیام فرمایا آپ کے دو پوتے شیخ داؤد اور شیخ فرید بنارس میں پڑھنے کے لیے آئے اور فراغت کے بعد آپ پیر خواجہ مبارک عرف سوندھو کے حکم سے وہیں رہ گئے ان کے پر پوتے مخدوم شیخ طیب قدس سرہٗ نے جونپور میں آ کر شیخ نوراللہ انصاری ہروی سے کتابیں پڑھیں اور اپنے دادا شاہ حسن کے مرید کے مرید مولانا خواجہ کلاں سے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت پایا اور پیر کے چچازاد بھائی اور خلیفہ یعنی شیخ تاج الدین قدس سرہٗ جھونسوی سے تکملہ کیا اور خلافت واجازت دیگر سلاسل بھی حاصل کی۔ آپ پابند شریعت اور متبع سنت تھے۔ آپ مشائخ کرام کی زیارت کے قصد سے دہلی تشریف لے گئے، اور حضرت مولانا شاہ عبدالحق دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اپنے وقت کے سلسلہ قادریہ کے امام مانے جاتے تھے آپ نے ان کے دست مبارک سے خرقہ پہنا۔ شروع میں آپ کو سماع سے ذوق تھا لیکن آخر وقت میں اس سے پرہیز پیدا ہو گیا اور فرماتے تھے کہ اب سماع نہیں سننا چاہیے اس لئے کہ وہ اپنی شرطوں پر باقی نہ رہا اور زمانہ فاسد وناموافق آ گیا قوال لالچی ہو گئے۔ تیس سال کی عمر میں جذبہ طلب حق نے رہنمائی فرمائی حضرت مولانا خواجہ کلاں کے حکم سے حضرت تاج الدین کی بارگاہ سے اجازت وخلافت لے کر منڈواڈیہہ تشریف لائے جمعہ کی نماز اکبر کی تعمیر کردہ مسجد (گیان واپی) میں ادا فرماتے تھے۔ ایک بار خطبہ میں خطیب نے اکبر کا نام لیا حضرت شاہ طیب قدس سرہٗ نے جوش میں آ کر خطیب کو منبر سے نیچے اتار دینا چاہا اور فرمایا: خطبہ میں ایک کافر کا نام لیتا ہے۔ اس کے بعد مولانا خواجہ کلاں نے آپ کو ہدایت فرمائی کہ موجودہ زمانہ میں بادشاہ کافر ہے۔ جامع مسجد نہ جایا کرو چنانچہ منڈواڈیہہ بنارس میں نماز ادا کی گئی۔ آپ کے اولاد واحفاد کا سلسلہ اب تک بنارس میں قائم ہے اور آپ کی نسل سے بہت سے مشائخ اور مخدوم زادے پیدا ہوئے۔ انتقال کے کچھ پہلے ماہ پور (جھونسی) میں مسجد کے صحن میں وضو فرمایا اور عشاء کی نماز کے لیے جونہی تکبیر تحریمہ کہی جان پاک پرواز کر گئی۔ یہ واقعہ شوال کی ۷ تاریخ شب بروز دوشنبہ ۱۰۴۲ھ کو پیش آیا۔ آپ کا روضہ منڈواڈیہہ میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ (سمات الاخیار)

بعد نماز فجر: ۲۱، بار لا الہ الا اللہ اور آخر میں محمد رسول اللہ پڑھیں۔
بعد نماز ظہر: ۱۱ بار کلمہ توحید۔ بعد نماز عصر ومغرب وعشاء ۲۱ بار کلمہ توحید۔
بعد نماز جمعہ: کلمہ توحید ۴۱ بار، وبعد از فریضۂ پنجوقتہ سبحان اللہ ۳۳ بار
الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھیں اور دس بار قل ھو اللہ اور درود شریف بھی پڑھیں اور ہر روز وشب ستر بار
استغفار پڑھیں۔ (بیاض خاص حضرت جمال اولیاء قدس سرہٗ)

وصال

آپ کا وصال مبارک شب عید الفطر ۱۰۴۰ھ میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (عمدۃ الصحائف وبرکات اولیاء ص ۱۰۰)

مزار مبارک

آپ کا روضہ مبارک قصبہ کوڑہ جہان آباد میں ضلع فتح پور ہنسوا میں ہے آپ کا عرس پہلی شوال کو ہوتا ہے۔

نورسی

سید الاولیاء برہان الاصفیاء
حضرت میر سید محمد کالپوی
(رضی اللہ عنہ)

۱۰۰۶ھ ......۶ شعبان المعظم دوشنبہ ۱۰۷۱ھ

یا محمد یا علم و اخر ز دست غفلتم
ایکہ ہر موئے تو در ذکر خدا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيد محمد رضى الله تعالىٰ عنه ۔

دے محمد کے لیے روزی کر احمد کیلئے
خوانِ فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

ولادت مبارک

آپ کی ولادت باسعادت کالپی شہر میں ۱۰۰۶ھ میں ہوئی۔

اسم مبارک

آپ کا نام نامی واسم گرامی حضرت سیّد میر محمد کالپوی رضی اللہ عنہ ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام حضرت ابوسعید بن بہاء الدین بن عماد الدین بن اللہ بخش بن سیف الدین بن مجید الدین بن شمس الدین بن شہاب الدین بن عمر بن حامد بن احمد الزاہد الحسینی الترمذی ثم الکالپوی ہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ آپ کی ولادت سے قبل ہی حضرت ابوسعید قدس سرہٗ شہر دکن کی جانب تشریف لے گئے اور مفقود الخبر ہو گئے۔

تعلیم وتربیت

آپ اپنی والدۂ مکرمہ کی آغوش تربیت میں پروان چڑھے، یہاں تک کہ جب آپ کی عمر شریف سات برس کی ہوئی تو حضرت شیخ محمد یونس قدس سرہٗ (جواپنے وقت کے عظیم محدث تھے) کی بارگاہ میں پہنچے اور ان سے کسب علوم فرمایا، ان کی خدمت میں آپ نے مطول تفتازانی تک کی تعلیم حاصل فرمائی اور احادیث کی سندیں بھی مرحمت ہوئیں اور استاذ موصوف کی متشرع زندگی کا آپ پر گہرا اثر پڑا، بعد کچھ کتابیں حضرت عمر جاجموئی سے بھی پڑھیں، پھر اس کے بعد آپ نے کوڑہ جہان آباد کا سفر فرمایا اور حضرت شیخ جمال بن مخدوم جہانیاں ثانی قدس سرہما کوڑوی کی بارگاہ میں تمام کتب درسیہ کو اختتام فرمایا۔ (ضیائے محمدی)

خاندانی حالات

آپ کا آبائی وطن ترمذ تھا، آپ کے آباواجداد ترمذ سے ہجرت کر کے جالندھر تشریف لائے اور آپ کے والد ماجد میر سیّد ابوسعید قدس سرہٗ نے وہاں سے کالپی کو اپنا وطن بنایا اس لئے آپ ترمذی سادات کرام سے ہیں۔ (نور مدائح حضور ص ۲۸)

فضائل

سید الاولیاء، برہان اصفیاء، مظہر انواع خوارق مظہر اقسام کرامت حضرت سیّد شاہ میر پور کالپوی رضی اللہ عنہ آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ، رضویہ کے تیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔آپ کی ذات بڑی باکرامت تھی۔ ہر طالب حق کی طلب کو پوری فرماتے اور آن واحد میں عقدہ لاینحل کو کھول دیتے، آپ کی زبان پاک گویا بحر عرفان تھی۔شریعت کی گتھیوں کے سلجھانے میں آپ کے ہم عصروں میں کوئی آپ کا مد مقابل نہ تھا اور آپ ایسے صاحب کمال تھے کہ لعل وگہر کی کوئی حقیقت آپ کی نظر میں نہ تھی، آپ کی توجہ احیائے قلوب کی ضامن ہوتی تھی، آپ درجہ قطبیت کبریٰ پر متمکن تھے، آپ کے فیضان سے بڑے بڑے صاحب کمال اولیاء عصر پیدا ہوئے، عبادت وریاضت، تقویٰ وطہارت کے ساتھ اعلیٰ درجہ کے مدرس تھے، بے شمار طالبان علم نے آپ کے فیض صحبت سے علم کے آفتاب وماہتاب بن کر شریعت مطہرہ کی اشاعت فرمائی آپ علمائے ربانیین میں سے تھے۔

(مکتوبات قلمی ص۲۴ از شاہ خوب اللہ الہ آبادی)

بیعت وخلافت

آپ جب حضرت جمال اولیاء رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں کسب علم کے واسطے تشریف لے گئے تو آپ کے عالی ظرف وصلاحیت کو دیکھتے ہوئے اپنے سلسلہ بیعت میں داخل فرمایا اور تمام سلاسل جیسے قادریہ چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، مداریہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

عادات کریمہ

آپ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر مکمل کاربند تھے۔شریعت وطریقت میں نابغۂ روزگار تھے۔آپ اغیار کی صحبت سے ہمیشہ پرہیز فرماتے اور فقراء کے ساتھ نہایت تواضع وانکساری سے پیش آتے۔اگر بادشاہ وقت آپ کی زیارت کو آتے تو آپ کبھی بھی ان کی تعظیم نہ فرماتے۔(خزینۃ الاصفیاء ج۱ص۴۵۹)

عبادت وریاضت

آپ کی عبادت وریاضت کا عالم بھی ایک عجیب اہمیت کا حامل ہے۔ہر وقت آپ پر ایک کیفیت طاری رہتی، دل بریاں دیدہ گریاں رکھتے تھے، اکثر آنسوؤں سے کئی رومال تر ہو جاتے نماز پنجوقتہ باجماعت ادا فرماتے کہ سات سال کی عمر سے نماز باجماعت آپ کی کبھی قضا نہیں ہوئی۔آخر عمر میں ۲۶ سال تک متصل صائم رہے سوائے ان دنوں کے جس میں کہ روزہ حرام ہے باقی تمام دنوں میں روزہ دار رہتے۔نعرۂ اللہ! آپ اس جذب وشوق سے لگایا کرتے تھے کہ سامعین تڑپ جاتے تھے۔

(ماہنامہ کلیم الہ آباد شعبان ۱۴۵۴ھ)

آپ کی دعا

نفسے چہ سال بیاں نماید کہ ہر مرتبہ کاغذ سیاہ میکند و نامۂ اعمال خوش را سواد ے می بخشد الٰہی ایں سواد را بہ بیاض رسال وکراما کاتبین را کہ بنوشتن سیئات من منادی میشوند از ماذی باز دارد مرا روز قیامت شرمندہ مکن کہ ہمیشہ کتابے از لغو بجناب تو ارسال داشتہ ام یعنی توفیق آں کرامت فرمائی کہ از ہرزہ درائی باز ماتم و بدآنچہ مرض و محبوب تست کہ شم واز آنچہ خلاف آنست اجتناب واعراض نمایم الٰہی تو میدانی کہ در ہر مقامے کہ نام واجب الاحترام حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام مذکور ساختہ ام چہ شادی و بہجت بدل من رسیدہ است بحرمت آں شادی و بہجت و بصدق آں مسرت مرا از آنچہ بناید محفوظ دارید آنچہ شاید محفوظ شاز د چو کرم ایں دعاہا از انابت خداوند کن آنہارا اجابت۔ والسلام

اے نفس کتنے سال کا میں تذکرہ کروں کہ ہر مرتبہ کاغذ کو سیاہ کرتا ہے اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتا ہے الٰہی اس سیاہی کو سفیدی سے بدل دے اور کراماً کاتبین جو ہمارے نامۂ اعمال کو لکھنے پر متعین ہیں تکلیف کی باتوں کو دور رکھیں، ان سے مجھ کو قیامت کے دن شرمندہ مت کر اگر چہ گناہوں سے بھرا نامۂ اعمال تیری بارگاہ کی طرف پیش کیا ہو تو اپنے فضل سے توفیق دے کر فضول بکواس سے میں باز رہوں اور جو کام کہ تجھ کو پسند و محبوب ہے۔ اس کی کوشش کروں اور جو کام تیری مرضی کے خلاف ہے اس سے پرہیز کروں اے اللہ! تو جانتا ہے کہ جب تیرے حبیب واجب التکریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف آتا ہے تو میرے دل میں کتنی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اسی خوشی و مسرت کے صدقے میں غیر مناسب باتوں سے محفوظ رکھ اور جو مناسب ہے اس پر قائم رکھ ان دعاؤں کو تیری بارگاہ کی طرف رجوع کرنے کے سبب تو قبول کر۔ والسلام۔

(مکتوبات قلمی ج ۱ ص ۴۸ از شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس سرہٗ)

ہمارے مشائخ کرام: اپنی عملی، اسلامی زندگی سے ایک انمٹ زندگی چھوڑ گئے اور انہوں نے علمی، ادبی، اخلاقی روحانی زندگی سے ایک عالم کو فیضاب فرمایا اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے زندگی کے انمٹ ایسے نشان چھوڑے جو رہتی دنیا تک مشعل راہ کا کام دیتے ہیں۔

مسند درس و تدریس

آپ اپنے مرشد کامل سے اکتساب فیض کے بعد ان کی اجازت و حکم کے مطابق اپنے وطن کالپی شریف تشریف لائے اور درس و تدریس کا آغاز فرمایا جو ایک زمانے تک جاری رہا۔ بے شمار افراد آپ سے فیض یاب ہوئے اور یہ قدیم اسلامی درسگاہیں انہیں مشائخ کرام سے آباد تھیں جن درس گاہوں سے بڑے بڑے ادیب، عابد، زاہد اور اپنے وقت کے تجربہ کار محقق پیدا ہوئے تھے اور جن کا رعب علم ایک عالم کی ہدایت و رہبری کا کام انجام دیتا تھا۔ انہیں عظیم علمی درسگاہوں کے فیض یافتہ حضرات میں سید نا شیخ محمد رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔

شیخ امیر ابو العلاء احراری کی خدمت میں

آپ نے حضرت ابو العلاء احراری رضی اللہ عنہ سے بھی اکتساب فیض کیا تھا وہ واقعہ یوں ہے کہ ایک شب آپ نے حضرت خواجہ نقش بند قدس سرہ العزیز کو خواب میں دیکھا اور خواب ہی میں آپ سے ارشاد فرمایا: اے میر محمد! ایک شیخ طریقت اپنے سلسلے کے ہیں جو صاحب مقامات عالیہ پر فائز ہیں ان کا قیام اکبر آباد (آگرہ) میں ہے۔ اس لئے اب تم اکبر آباد جاؤ اس سلسلے کو بھی حاصل کرو۔

مگر حضرت نے نام کی بشارت سے آگاہ نہیں فرمایا، آپ خواب سے بیدار ہوئے اور آگرہ کا قصد فرمایا، یہاں تک کہ جب آپ آگرہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ فی الوقت آگرہ میں دو عظیم بزرگ موجود ہیں۔ جن سے مخلوق خدا فیضاب ہو رہی ہے ایک بزرگ حضرت میر نعمان خلیفہ، شیخ احمد سرہندی قدس سرہما اور دوسرے بزرگ حضرت میر ابو العلیٰ قدس سرہ العزیز ہیں۔ آگرہ پہنچ کر آپ نے حضرت نعمان کی خانقاہ پر چلنے کی تاکید فرمائی لیکن کہار آپ کو بجائے حضرت نعمان کی خانقاہ کے حضرت میر ابو العلیٰ کی خانقاہ پر لے گئے۔ آپ کو جب معلوم ہوا کہ یہ حضرت ابو العلیٰ کی خانقاہ ہے تو آپ اس جگہ پالکی سے نہیں اترے اور بیٹھے ہی بیٹھے کہاروں کو تاکید فرمائی کہ حضرت نعمان کی خانقاہ پر پالکی سے چلو؟ کہار روانہ ہوئے، لیکن بجائے نعمان کی خانقاہ پر پہنچنے کے آپ پھر حضرت میر ابو العلیٰ کی خانقاہ پر پہنچے۔ پالکی پھر واپس ہوئی اسی طرح چند مرتبہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ نے پالکی سے اتر کر سوچا کہ رب تعالیٰ کی مرضی ہی یہی ہے اور خانقاہ میں داخل ہوئے۔ حضرت میر ابو العلیٰ قدس سرہٗ اس وقت خانقاہ کے صحن میں تشریف رکھے ہوئے تھے۔ حضرت میر ابو العلیٰ نے آپ کو دیکھ کر ایک نعرہ لگایا اس سے آپ کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ اس کے بعد حضرت میر ابو العلیٰ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر دوسرا نعرہ لگایا تو اس وقت آپ ضبط نہ کر سکے اور بدن میں جنبش، ہاتھ میں لغزش اور قلب میں حرکت پیدا ہوئی اور اسی حرکت کے ساتھ آپ کے قلب میں نسبت ابو العلائیہ پہنچ گئی۔ بعدہٗ آپ کئی ماہ حضرت میر ابو العلیٰ قدس سرہٗ کی صحبت بابرکت میں رہے اور جب آپ واپس ہونے لگے تو آپ کو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کی ایک تسبیح عنایت فرمائی اور بیعت وخلافت سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، مداریہ، ابو العلائیہ سے سرفراز فرمایا۔ یہاں تک کہ اپنے وطن کالپی تشریف لائے اور درس وتدریس ومسند رشد وہدایت پر متمکن ہوئے۔ پھر دس سال بعد آپ حضرت میر ابو العلیٰ قدس سرہٗ کی بارگاہ میں پہنچے اور چار ماہ تک آپ کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوئے۔

(اسرار ابو العلیٰ)

ہند کے راجہ کا بارگاہ خواجہ سے فیضان روحانی

آپ نے حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر بھی حاضری کا شرف حاصل فرمایا یہاں تک کہ آپ مزار مقدس پر گئے تو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ ظاہر ہوئے اور آپ سے

یہ ارشاد فرمایا: ''جب تم میرے ملک میں آئے ہو تو تمہیں چاہئے کہ میرے طریقے کو بھی اپناؤ''۔ چنانچہ حضرت خواجہ رضی اللہ عنہ نے عالم باطن میں فیض چشتیہ سے نواز کر دیگر سلاسل کی اجازت بھی مرحمت فرمائی جس سے آپ مراتب علیا پر فائز ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ کا معمول تھا کہ ہر سال سلطان الہند رضی اللہ عنہ کے مزار پُر انوار کی زیارت کے لیے اجمیر تشریف لے جاتے، ایک روز آپ مزار مبارک کے روبرو حاضر تھے کہ یکا یک آپ پر حالت طاری ہوئی۔ بعدہٗ حضرت خواجہ تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں برگ تنبول عنایت فرمایا۔ پھر آپ جب اپنی حالت پر آئے تو آپ کے دست مبارک میں برگ تنبول موجود تھا۔ حضرت خواجہ کی بارگاہ میں آپ کی روحانیت کا یہ عالم تھا کہ جس جگہ بھی آپ چاہتے روحانی ملاقات سے مشرف ہو جاتے اور فیوض و برکات سے ہمکنار ہوتے۔ (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۴۵۸)

ذوق شاعری

آپ کا ادبی ذوق بھی اچھا خاصا تھا اور میدان شعر و سخن میں آپ اپنا تخلص احقر فرماتے چنانچہ خازن الشعراء سے چند اشعار بطور تبرک حاضر ہیں:

نخواہم نور مہر و مہ مرا روئے تو می باید ‌ ‌ ‌ نماز عاشقاں را قبلہ ابروئے تو می باید
چرا با حاجیاں قطع بیابانم بود خواہش ‌ ‌ ‌ کہ از بحر طوافم کعبۂ کوئے تو می باید
میان ما و مقصود است ہستی آہنیں کوہے ‌ ‌ ‌ پئے ایں کوہ آہن زور بازوئے تو می باید
حدیث حور و غلماں را بگو بازار ہداں اے جاں ‌ ‌ ‌ کہ در مرد و جہاں مارا نظر سوئے تو می باید
بطوبیٰ التفات عاشقاں نبود کہ ایشاں را ‌ ‌ ‌ تماشائے نہاں قد دلجوئی تو می باید
بہار آید دل بلبل بیا ساید ولی دایم ‌ ‌ ‌ دماغم آشفتہ ہجر ترا بوئے تو می باید
قیام شب صیام روزگار زاہداں باشد ‌ ‌ ‌ برائے جان فاخر سندی خوئے تو می باید

(مکتوبات قلمی ج ۱ شاہ خوب اللہ آبادی قدس سرہٗ ص ۴۸ قلمی)

....

چناں زعشق مرا مست و بے خبر کردند ‌ ‌ ‌ کہ گرچہ سر برود مستیم زسر نرود
ایں یکن فس کہ میرود از عمر ما دریغ ‌ ‌ ‌ پس طرفہ گوہریست یقین داں کہ بے بہاست
انتہی وتذکرہ افضاء قدس سرہٗ ‌ ‌ ‌ قلم شکستم و اوراق شسم و دیدم
ببازار جہاں کردیم تحقیق......! ‌ ‌ ‌ بہائے نیست درد دوستی را

(خازن الشعراء قلمی از شاہ سید علی کبیر معروف شاہ میر نجان قدس سرہٗ الٰہ آبادی)

تصنیفی وعلمی خدمات

تصنیفی وعلمی میدان میں بھی آپ ایک اہم وعبقری شخصیت کے حامل ہیں۔ راقم الحروف جب اپنی تحقیق کے دوران دائرہ شاہ اجمل الہ آبادی پہنچا تو ان تمام تصانیف کو سوائے سورۂ فاتحہ کے مخدوم گرامی جناب سیّد اکمل صاحب اجملی کی وساطت سے دیکھنے کا موقع ملا جو قلمی واصلی حالت میں مذکورہ خانقاہ میں موجود ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱)۔تفسیر سورۂ فاتحہ عربی، (۲)۔تفسیر سورۂ یوسف، (۳)۔کتاب التراویح عربی، (۴)۔رسالہ تحقیق روح فارسی مطبوعہ، (۵)۔رسالہ وحدۃ الوجود عربی، (۶)۔ارشادالسالکین فارسی، (۷)۔رسالۃ الغناء فارسی، (۸)۔رسالہ عقائد صوفیہ مطبوعہ، (۹)۔رسالہ واردات عربی، (۱۰)۔رسالہ عمل والمعمول فارسی، (۱۱)۔رسالہ شغل کوزہ فارسی، (۱۲)۔حقائق ومعرفت فارسی، (۱۳)۔مراتب الغناء والوصول الی اللہ سبحانہ، فارسی۔

کشف وکرامات

بدکار کو نیکوکار بنادیا

آپ سے بہت سی کرامتوں کا بھی صدور ہوا چنانچہ منقول ہے کہ ایک شخص صاحب ثروت تھا اور متعدد گناہوں میں مبتلا رہتا تھا۔ اس کی عادت یہ تھی جس درویش کا شہرہ سنتا ان کی صحبت میں جاتا۔ بالآخر ایک مرتبہ اس نے سوچا کہ کالپی شریف حضرت میر سیّد محمد قدس اللہ سرہ العزیز کی بارگاہ میں چلنا چاہئے اور اپنے دل میں یہ خیال باندھا کہ اگر پہلی بار دیکھنے کے ساتھ ہی میرے اوپر کوئی کیفیت طاری ہوگئی تو میں اپنے تمام گناہوں سے تائب ہو جاؤں گا، اور اگر کوئی کیفیت ظاہر نہیں ہوگی تو علی الاعلان شراب نوشی کروں گا؟ جب وہ حضرت کی بارگاہ میں پہنچا تو دیکھتے ہی بے ہوش ہوگیا اور کافی دیر تک عالم بے ہوشی میں پڑا رہا جب افاقہ ہوا تو اپنے گریبان کو چاک کر دیا اور فقر اختیار کر کے تارک الدنیا ہوگیا۔ آپ نے اپنے کشف سے آئندہ حالات کا مشاہدہ فرمایا اور ایک عمدہ جوڑہ مع خادم کے اس کے پاس روانہ فرمایا۔ اس نے خلعت کو قبول نہ کیا۔ خادم نے ہر چند جدوجہد کی مگر وہ انکار ہی کرتا رہا۔ آخر کار حضرت تشریف لائے، اور اس سے ارشاد فرمایا:

تم میری ارادت کی وجہ سے مرجع ارباب سعادت ہو چکے ہو، اس لئے جو کچھ بھی تمہیں دیا جا رہا ہے، اسے قبول کرلو تم کیا جانتے ہو کہ اس میں کیا راز ہے؟ یہاں تک کہ اس نے خلعت کو پہنا اور پھر اس پر راز سربستہ منکشف ہوئے اور وہ آپ کے در کا خادم ہوگیا۔ (مکتوبات ج ا ص ۲۵۔ قلمی از شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس سرہٗ)

اولاد کرام

آپ کی اولاد امجاد میں ا۔حضرت سیّدنا میر احمد رضی اللہ عنہ، ۲۔حضرت سیّد قطب عالم وصال بعمر پانچ سال، ۳، اور ایک بیٹی جن کا نام سیّدہ ناز فلک ہے انہیں کے اسماء ملتے ہیں ایک فہرست آپ کی اولاد امجاد کی دی جاتی ہے، جس کا نقشہ یہ ہے:

شجرۂ نسب

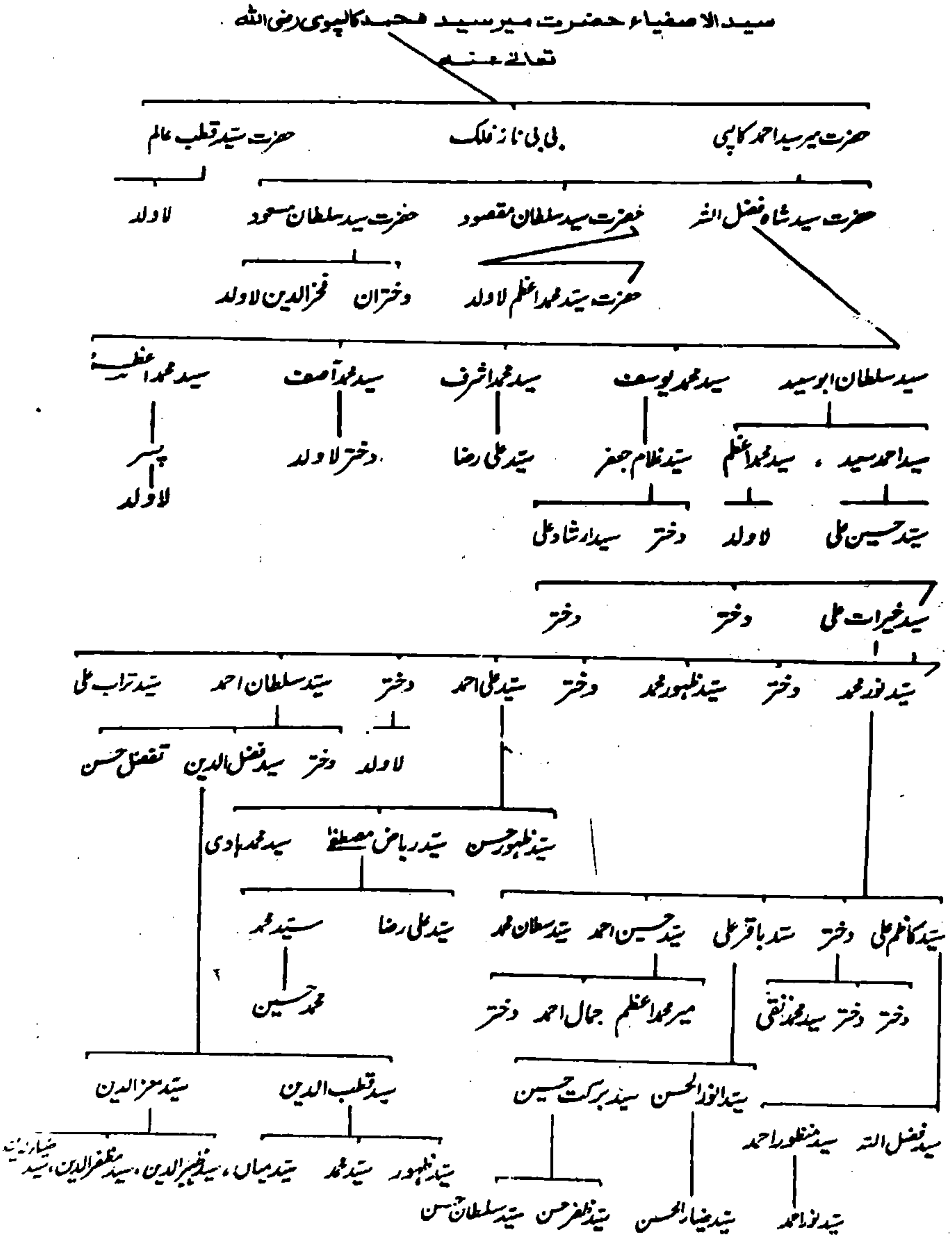
سید الاصفیاء حضرت میر سید محمد کالپوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت میر سید احمد کالپی
بی بی نازک
حضرت سید قطب عالم
حضرت سید شاہ فضل اللہ
حضرت سید سلطان مقصود
حضرت سید سلطان مسعود
لاولد
حضرت سید محمد اعظم لاولد
دختران
فخر الدین لاولد
سید سلطان ابوسعید
سید محمد یوسف
سید محمد اشرف
سید محمد آصف
سید محمد اعظم
سید احمد سعید
سید محمد اعظم
سید غلام جعفر
سید علی رضا
دختر لاولد
پسر
لاولد
سید حسین علی
لاولد
دختر
سید ارشاد علی
سید خیرات علی
دختر
دختر
سید نور محمد
دختر
سید ظہور محمد
دختر
سید علی احمد
دختر
سید سلطان احمد
سید تراب علی
لاولد
دختر
سید فضل الدین
تفضل حسن
سید ظہور حسن
سید ریاض مصطفیٰ
سید محمد ہادی
سید کاظم علی
دختر
سید باقر علی
سید حسین احمد
سید سلطان محمد
سید علی رضا
سید محمد
دختر
دختر
سید محمد نقی
میر محمد اعظم
جمال احمد
دختر
محمد حسین
سید انوار الحسن
سید برکت حسین
سید قطب الدین
سید عز الدین
سید فضل اللہ
سید منظور احمد
سید ظہور
سید محمد
سید میاں، سید ظہیر الدین، سید مظفر الدین، سید ضیاء الدین
سید نور احمد
سید ضیاء الحسن
سید ظفر حسن
سید سلطان حسن

خلفاءعظام

آپ کی فیض بخش خانقاہ سے وقت کے عظیم دانشور اور صاحب فضل وکمال کا ایک قافلہ تیار ہوا جو اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دے کر خود بھی تاریخ ساز بن کر چمکے چند کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔سیدنا میر احمد، (۲)۔حضرت شیخ محمد افضل الہ آبادی[1]، (۳)۔حضرت عاشق محمد، (۴)۔حضرت حاجی جنید، (۵)۔حضرت شیخ عبدالحکیم موہانی، (۶)۔حضرت شیخ کمال متخلص بہ افسری، (۷)۔حضرت شیخ عبدالمومن اکبر آبادی، (۸)۔حضرت میر محمد وارث نظام آبادی، (۹)۔حضرت شیخ کمال کراکتی، (۱۰)۔حضرت حاجی ولد محمد، (۱۱)۔حضرت سیّد مظفر، (۱۲)۔حضرت حافظ ضیاء اللہ بلگرامی ☆ حضرت سیّد جمال محمد گوالیاری، (۱۳)۔حضرت شیخ عبدالحفیظ بلگرامی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت میر سیّد مظفر قدس سرہٗ روایت بیان فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے دریافت کریگا کہ دنیا سے کیالائے تو کہہ دوں گا شیخ محمد افضل کو لایا ہوں جس کو اپنے اشعار میں بھی پیش فرمایا ہے جس کا ایک ٹکڑہ یہ ہے:

چنیں فرمود وصفش گر پُرسد خداوندم　　دراں محشر کو خواہد بود یکسر رونق خاصا

کہ اے سیّد چہ آوردی بما نیکو تریں تحفہ　　بگویم شیخ افضل را بیاوردم بہ از صدجاں

(ماہنامہ کلیم شعبان ۱۳۵۴ھ آلہ آباد)

وصال مبارک

آپ ۲۶ شعبان المعظم بعمر ۶۵ سال ۱۰۷۱ھ بروز دوشنبہ بوقت یک پاس روز برآمد داعی اجل کو لبیک کہا۔اِنَّــا لِلّٰهِ وَاِنَّــا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔(بیاض حضرت شاہ محمد اجمل الہ آباد قدس سرہٗ)

---

[1] محمد افضل الہ آبادی شیخ محمد افضل بن عبدالرحمٰن عباسی اپنے عہد کے ممتاز علماء میں تھے، آپ کی پیدائش ۱۰ ربیع الاول ۱۰۳۸ھ کی شب میں افضل وطن سیّد پور میں ہوئی، اوائل عمری میں جون پور آگئے تھے جہاں آپ نے شیخ حامد سے رسائل فارسی، درویش محمد (خلیفہ شیخ شہباز محمد بھاگلپوری) سے میزان الصرف، شیخ محمد عارف چھتیاپوری اور محمد ماہ بنارسی سے تہذیب، شرح شمسیہ، شرح وقایہ اور مختصر المعانی کا درس لیا، شیخ نور الدین جعفر مداری جونپوری...... سے کتب درسیات اور قاضی محمد آصف صدر پوری سے شرح مطالع، شرح حکمۃ العین اور تفسیر بیضاوی پڑھیں، ملا نور الدین سے علوم مروجہ کی تحصیل کی چھ مہینے درس وتدریس میں مشغول رہے۔ رفتہ رفتہ جذبہ شمع الٰہی کا غلبہ ہوا اور میر سیّد محمد قدس سرہ کی خدمت میں کالپی گئے اور قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ سلسلوں میں بیعت واجازت سے مشرف ہوئے اپنے مرشد کی طرح تمام عمر سنت نبوی کے متبع اور نقشبندی طریقے کے پیرو رہے۔ پھر اپنے مرشد کے حکم کے مطابق الہ آباد میں سکونت اختیار کرلی اور ہمہ تن متوکل ہوکر ہدایت وارشاد کی مسند پر بیٹھ گئے لوگ جوق در جوق آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ۱۰۸۰ھ میں ایک مسجد الہ آباد میں بنوائی ہدایت وارشاد کی مصروفیتوں کے باوجود عربی اور فارسی زبانوں میں نہایت بیش قیمت تصانیف چھوڑیں جن میں حسب ذیل کتابوں کی فہرست خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔(۱)۔شرح گلستان سعدی، (۲)۔شرح بوستان سعدی، (۳)۔شرح زلیخا جامی، (۴)۔شرح فصوص الحکم، (۵)۔رسالہ در بحث ایمان فرعون، (۶)۔شرح قصائد خاقانی وعرفی ودیوان حافظ شیرازی، (۷)۔شرح مثنوی معنوی، (۸)۔شرح الفصوص علیٰ وفق النصوص، (۹)۔شرح تسویہ محب اللہ بہاری ۱۸ ذی الحجہ بروز جمعہ ۱۱۴۴ھ ۱۷۲۱ء آپ کا وصال ہوا۔ کان الشیخ قطبا تاریخ وصال ہے۔

مزارمبارک

آپ کا مزار پُر انوار کالپی شہر کے باہر دکھن اور پچھم گوشہ میں شہر سے ایک میل کے فاصلے پر ہے اس میں کئی عمارتیں ہیں ایک مقبرہ جو صحن مسجد کے محاذی ہے، بجانب جنوب چوڑی ہے اسی کے اندر پچھم جانب آپ کا مزار پُر انوار ہے۔

مادۂ تاریخ از علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی۔

غوث عالم یگانۂ آفاق　　میر سیّد محمد ذیشان
گفت تاریخ زحلتش آزاد　　رفت قطب زماں بسوئے جناں

نورسی ویکم

شیخ المشائخ واقف اسرار حقائق

حضرت میر سیّد احمد کالپوی

(رضی اللہ عنہ)

۱۰ صفر المظفر ۱۰۸۴ھ

اے بنامت شیرۂ جاں شد بنات کالپی
احمدا نوشیں لبا، شیریں ادا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللھم صل وسلم وبارك علیه وعلیھم وعلی المولٰی السیداحمد رضی اللہ تعالٰی عنه ۔

دے محمد کے لئے روزی کر احمد کے لئے
خوانِ فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

ولادت شریف

آپ کی ولادت باسعادت کالپی شہر میں ہوئی، اور وہیں نشونما ہوئی۔

اسم شریف

آپ کا نام نامی واسم گرامی میر سیّد احمد کالپوی رضی اللہ عنہ ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام حضرت میر سیّد محمد بن ابوسعید الحسنی ترمذی قدس سرہما ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ عربی وفارسی کے عالم بے بدل تھے چنانچہ ابتدائی کتب آپ نے اپنے والد ماجد ہی کی بارگاہ میں پڑھیں، اس کے بعد آپ کے والد محترم نے آپ کی تعلیم وتربیت کے لیے اپنے مرید وخلیفہ حضرت سیّد شاہ افضل بن عبدالرحمٰن الہ آبادقدس سرہٗ کو منتخب فرمایا، جن کی خدمت میں آپ نے حسامی سے بیضاوی شریف تک جملہ علوم متداولہ کی تکمیل فرمائی استاذ گرامی آپ کو بے انتہا چاہتے تھے یہاں تک کہ اپنے وقت کے بے مثال مدرس ومصنف بن کر چکے۔

(وفیات الاعلام قلمی از شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس سرہٗ ص ۱۸۶ وخزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۴۷۴)

بیعت وخلافت

آپ نے جملہ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد اپنے والد معظم سے بیعت کا شرف حاصل فرمایا اور صرف ۲۴ سال کی عمر میں مسند والد ماجد پر رونق افروز ہوئے اور تلقین وارشاد کی محفل کو رونق بخشی۔

فضائل

شیخ المشائخ، واقف اسرار حقائق، وارث علم نبی، آفتاب ہدایت، ماہتاب ولایت حضرت سیّد میر احمد کالپوی رضی اللہ عنہ، آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے اکتیسویں امام وشیخ طریقت ہیں، آپ جامع علوم ظاہر وباطن اور شناور بحار حقیقت ومعرفت تھے، زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت میں کامل تھے، اخلاق وعادات میں یگانہ عصر تھے اور علوم ومعارف کے عقدہ کشا تھے، کشف

وکرامات وخوارق عادات اکثر آپ سے سرزد ہوئے، یہاں تک کہ عنفوان جوانی ہی سے نور ہدایت آپ کی جبین ہمایوں سے چمکتا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمال صوری وکمال معنوی دونوں سے ممتاز فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس سرہ[1] فرماتے ہیں کہ میرے شیخ نے مجھ سے فرمایا: پہلی بار جب میں پیر دستگیر کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ تو ان کے اندر سرخی جمال وعشق حقیقی کو مجتمع پایا اور اس کی وجہ سے جو شعاع نورانی ان سے ہویدا ہوتی اس کو دیکھنے سے میری نگاہ خیرہ ہو جاتی تھی۔

(وفیات الاعلام قلمی از شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس سرہ، ص ۱۸۶ و خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۴۷۴)

اخلاق کریمانہ

آپ کے اخلاق وعادات اپنے اسلاف کے قدم بقدم تھے، رحم وکرم، بخشش وعطا، عفو ومعافی میں اپنے اسلاف کے آئینہ دار تھے، اور عالم شباب میں ہی میں آپ سے رشد وہدایت کے چشمے پھوٹنے لگے اور علم نبوی اور اخلاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت میں مثالی کارنامے انجام دیئے کہ حضرت خوب اللہ آبادی فرماتے ہیں۔

در بذل و جود و کرم وفتوح نظر نداشتہ اند　　حسن و جمال وفضل وکمال ایشاں یکے مانند

عادات کریمانہ

آپ عبادت وریاضت میں کامل تھے اور بڑے پابند تھے اس کے علاوہ آپ کا بہترین مشغلہ رسائل توحید مقالات شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کی تشریح بیان کرنا اور ہر فرض نماز کے بعد سلام سے متصل نو مرتبہ کلمہ توحید بآواز بلند کہتے تھے۔ مسئلہ توحید کی وضاحت پر کوئی معترض ہوتا تو اس سے مناظرے بھی کرتے تھے۔

بارگاہ خواجہ میں حاضری

آپ کو حضرت خواجہ معین الحق والدین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ سے خاص نسبت وعقیدت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ اپنے والد ماجد حضرت سیّد میر محمد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ روضہ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور آپ کو بارگاہ خواجہ سے روحانی فیض حاصل ہوا، اور عمامہ بلندی آپ کے سر پر رکھا گیا اور فیض چشتیہ سے نواز کر دوسرے سلاسل کی اجازت بھی مرحمت فرمائی گئی۔

(وفیات الاعلام قلمی از شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس سرہ ص ۱۸۶ و خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۴۷۴)

---

[1] آپ کا نام محمد یحییٰ تھا آپ شیخ محمد افضل الہ آبادی کے بھتیجے، داماد اور خلیفہ تھے علوم شریعت وطریقت کے جامع تھے تیرہ سال کی عمر میں علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ اپنے پیرو مرشد کی تعلیم کے مطابق سلوک کے مدارج طے کئے اور ان کے جانشین ہوئے۔ تمام عمر ان کی خلافت کے فرائض انجام دیئے۔ صاحب تصنیف وتالیف تھے۔ حسب ذیل کتب ورسائل آپ کی یادگار ہیں۔ (۱) القول الصحیح فی صلاۃ التسبیح (۲) الکلام المفید تعلیق بالشیخ والمرید، (۳) الکلمات المؤتلفہ فی المقاصد المختلفہ (۴) بضاعۃ مزجاۃ (۵) ماخذ الاعتقاد فی شان الصحابہ واہل بیت الامجاد (۶) تزئین الاوراق فی مخرق الطباق (۷) خلاصۃ الاعمال (۸) وفیات الاعلام (۹) مکتوبات تصوف کی حقیقت کے بیان میں شب دوشنبہ ۱۱، جمادی الاول ۱۱۴۴ھ/۱۷۳۱ء میں وصال ہوا الہ آباد میں پیرو مرشد کے پہلو میں مزار شریف ہے۔

آپ کی توجہ

آپ کے کشف وتوجہ میں غضب کی تاثیر تھی، جس شخص پر توجہ کی نظر کرتے وہ بے خود ہوکر گر پڑتا۔ چنانچہ حضرت شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس سرہٗ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضور! میرے دل کی سختی اور تنگی اپنے شباب پر ہے کہ میرا کوئی قریبی رشتہ دار یا لڑکا بھی وصال کر جائے تو حالت گریہ نہیں آسکتی۔ اس لئے حضور سے التماس ہے کہ میری اس حالت زار پر توجہ فرمائیں؟ آپ نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑ کر ہلایا مگر اس کی کیفیت بدستور باقی رہی۔ یہاں تک کہ تیسری بار میں اس پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور ہائے ہائے کی صدا بلند کرنے لگا، اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ بعدہٗ جب افاقہ ہوا۔ آپ کی اس عظیم کشف کو دیکھ کر آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوا اور عقیدت مندوں میں داخل ہوگیا۔

(وفیات الاعلام قلمی از شاہ خوب اللہ آبادی ص ۱۸۰/ ۱۸۸ برکات اولیاء ص ۱۱۸)

ذوق شاعری

آپ ہندی وفارسی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے اور اپنے علمی وادبی اعتبار سے بہت سے اشعار بھی آپ نے کہے جو آپ کے ادبی ذوق پر دال ہیں اور بھرپور روشنی آپ کے دیوان شعری سے مل سکتی ہے راقم الحروف یہاں پر چند اشعار تبرکاً پیش کرنے کی سعادت کرتا ہے:

ہر کہ بمیخانہ اقامت کند — از سفر کعبہ ندامت کند
سید محمد بمن این خفیہ گفت — نغمۂ مطرب ہمہ گامت کند
توبہ ازیں شیوۂ نخواہم کرد — گو کہ ہمہ خلق ملامت کند

علمی وتصنیفی خدمات

آپ صاحب تصنیف بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کی باقیات صالحات میں آپ کی تصانیف اپنی اہمیت کی حامل ہیں، اور اس دور کے ادبی، اخلاقی اور دینی مسائل کو پرکھنے کا بہترین سرمایہ اور تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کی تصانیف کی ایک مختصر فہرست جو راقم الحروف کو دستیاب ہوسکی درج ذیل ہے:

(۱)۔ جامع الکلم فارسی، (۲)۔ شرح اسماء الحسنٰی، (۳)۔ شرح بسیط علٰی عقائد نسفیہ، (۴)۔ رسالہ معارف، (۵)۔ مشاہدات الصوفیہ، (۶) دیوان شعر۔ (خزینۃ الاصفیا ضیائے محمدی، ج ا ص ۴۷۴)

اولاد وامجاد

حضرت سیّد شاہ احمد قدس سرہ العزیز کو رب تبارک وتعالٰی نے تین فرزند عطا فرمائے جو اپنے وقت کے بہترین عابد وزاہد

اور شریعت وطریقت میں کامل تھے۔ جنہوں نے آپ کے مشن کو خوب فروغ دیا اور عظمت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا غلغلہ بلند فرمایا اور مذہب اہلسنت کی عظیم خدمات انجام دیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) حضرت سیّد شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ سرکار سید محمد قدس سرہٗ، (۲) حضرت سیّد شاہ سلطان مقصود قدس سرہٗ (۳) حضرت سیّد شاہ سلطان محمود قدس سرہٗ۔

(بیاض شاہ محمد اجمل الہ آبادی قدس سرہٗ)

تاریخ وصال

آپ کا وصال مبارک دس صفر المظفر بروز پنجشنبہ بوقت شام ۱۰۸۴ھ میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(بیاض شاہ محمد اجمل الہ آبادی قدس سرہٗ)

مزار مبارک

آپ کا مزار مبارک کالپی شریف میں مدرسہ موسومہ میاں صاحب والد ماجد کے پہلو میں مشرق جانب مرجع خلائق ہے۔

نور سی و دوم

خضر راہ ہدایت، مشعلِ جادۂ صداقت
حضرت میر سیّد فضل اللہ کالپوی
(رضی اللہ عنہ)

۱۴ ذیعقدہ ۱۱۱۱ھ

شاہ فضل اللہ یاذوالفضل یا فضل الٰہ
چشم در فضل تو بست ایں بینوا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد فضل الله رضى الله تعالٰى عنه .

دے محمد کے لیے روزی کر احمد کے لیے
خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

ولادت شریف

آپ کی ولادت باسعادت کالپی شریف میں ہوئی اور وہیں آپ نے نشوونما پائی۔

اسم مبارک

آپ کا نام نامی واسم گرامی میر سیّد فضل اللہ رضی اللہ عنہ ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام نامی واسم گرامی میر سیّد احمد رضی اللہ عنہ ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے اپنی مکمل تعلیم وتربیت والد ماجد وجد مکرم رضی اللہ عنہما کی زیرنگرانی پوری فرمائی اور اپنے وقت کے جملہ علوم وفنون کو حاصل فرما کر مقتدائے وقت وامام بن کر خلق خدا کی ہدایت ورہنمائی کا عظیم کام انجام دیا ہے۔

(وفیات الاعلام قلمی از شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس سرہ ص ۷۲۵)

فضائل

سید السالکین، زبدۃ الکاملین، سراج العلماء، رہبر فضلاء، خضر راہ ہدایت، مشعل جادۂ صداقت میر سیّد شاہ فضل اللہ کالپی رضی اللہ عنہ۔ آپ سلسلہ عالیہ کے بتیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ اپنے وقت کے عظیم مشائخ سے تھے، آپ جامع علم ودانش ظاہر وباطن تھے اور زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت میں ممتاز اور مشائخین عصر میں معزز ومقبول تھے۔ آپ مجسم ولایت تھے اور ذوق وشوق آپ کے ہر عضو سے پھوٹا پڑتا تھا، تواجد وتواضع وحسن خلق میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔

(وفیات الاعلام قلمی از شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس سرہ ص ۷۲۵)

توجہ میں عجب تاثیر تھی

منقول ہے کہ ایک روز آپ کی خدمت مبارکہ میں چار اشخاص حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہم لوگوں کے دل قساوت وحب دنیوی سے پتھر ہو رہے ہیں اور کبھی ہماری آنکھوں میں آنسو نہیں آتے، آپ کا نام سن کر بہت دور سے ہم لوگ آئے ہیں؟ اس

وقت آپ ایک خط اپنے وطن جالندھر کو لکھ رہے تھے یہاں تک کہ آپ نے خط لکھنا بند کر دیا اور پھر ایسی توجہ فرمائی کہ چاروں شخص مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ آپ کے چہرۂ مبارکہ سے ایک روشنی نکلی اور ستون سے ٹکرائی آئینہ کی طرح چمکنے لگی اس کے ساتھ ہی وہ چاروں دو پہر تک حالت بے خودی اور بے ہوشی میں پڑے رہے۔ پھر افاقہ کے بعد آپ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل فرمایا۔ اس طرح بے شمار افراد آپ کے دست مبارک پر تائب ہوئے اور آپ کی ذات بابرکات سے مستفیض ہوئے۔ (وفیات الاعلام قلمی از شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس سرہٗ ص ۷۲۵)

وصال مبارک

آپ کا وصال مبارک ۱۴ ذیقعدہ بروز پنجشنبہ بوقت شام ۱۱۱۱ھ میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔
(بیاض شاہ محمد اجمل الہ آبادی قدس سرہٗ)

مزار مبارک آپ کا مزار مقدس کالپی شہر میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

نور سی وسوم

سلطان المناظرین، سیّد المتکلمین، سلطان العاشقین، قدوۃ الواصلین، صاحب البرکات

حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی

(رضی اللہ عنہ)

۲۶ جمادی الآخری ۱۰۷۰ھ ..... ۱۰ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ

شاہ برکات' اے ابوالبرکات' اے سلطان جود
بارک اللہ اے مبارک بادشاہ امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيد الشاه بركت الله رضى الله تعالىٰ عنه .

دین ودنیا کی محبت برکات دے برکات سے
عشق حق دے عشقِ عشق انتما کے واسطے

ولادت شریف

آپ کی ولادت باسعادت ۲۶ جمادی الآخر ۱۰۷۰ھ کو بلگرام شریف میں ہوئی۔ (خاندان برکات ص۱۰)

اسم شریف

آپ کا نام نامی سیّد شاہ برکت اللہ رضی اللہ عنہ ہے۔

لقب شریف

آپ کے القاب سلطان العاشقین وصاحب البرکات ہیں۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام حضرت سیّد شاہ اویس رضی اللہ عنہ ہے جو اپنے وقت کے بڑے زبردست اور باکمال بزرگ تھے۔

نسبت نامہ

آپ کا نسب نامہ شریف ۳۵ واسطوں سے حضور سیّد الشہداء سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہوا حضور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس صفات تک منتہی ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حضرت قدوۃ الواصلین سیّد شاہ برکت اللہ بن حضرت شاہ اویس بن حضرت سیّد شاہ عبدالجلیل بن سیّد شاہ عبدالواحد بن سیّد شاہ ابراہیم بن حضرت سیّد شاہ قطب الدین بن حضرت سیّد شاہ مار ہرو شہید بن حضرت سیّد شاہ بدہ بن حضرت سید شاہ کمال الدین بن حضرت سیّد شاہ قاسم بن حضرت سیّد شاہ حسن بن حضرت سیّد شاہ نصیر بن حضرت سیّد شاہ حسین بن سیّد شاہ عمران بن حضرت سیّد شاہ محمد صغریٰ جد قبائل سادات بلگرام بن حضرت سیّد شاہ علی بن حضرت سیّد شاہ حسین بن حضرت سیّد شاہ ابوالفرح ثانی بن حضرت سیّد ابوفراس بن حضرت سیّد ابوالصرح واسطی جد اعلیٰ قبائل سادات زیدیہ بلگرام وبارہا وغیرہما بن حضرت سیّد داؤد بن حضرت سیّد حسین بن حضرت سیّد یحییٰ بن حضرت سیّد زید سوم بن حضرت سیّد عمر بن حضرت سیّد عیسیٰ المعروف بموتم الاشبال بن حضرت زید شہید بن حضرت

سیّد امام زین العابدین الملقب بہ سجاد بن حضرت سیّد الشہداء امام حسین بن حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ زوج سیدۃ النساء فاطمہ زہرا بنت سیّد الانبیاء حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (خاندان برکات ص ۱۰)

خاندانی حالات

آپ کے اجداد میں سراج العارفین حضرت ابوالفرح ہندوستان تشریف لائے اور آپ کے وصال کے بعد ان کے پوتے امام زمانہ حضرت سیّد شاہ محمد صغریٰ رضی اللہ عنہ عازم ہند ہوئے ۔ سلطان شمس الدین التمش نے حضرت سیّد صاحب کی نہایت عزت کی اور آپ کو بلگرام کے راجہ کے مقابلہ میں ایک فوج دے کر بھیج دیا اور بلگرام کو آپ نے فتح فرمایا اس لڑائی میں آپ نے بڑے بڑے سورماؤں کے دلوں کو پانی کی طرح بہا دیا، اور دنیائے کفر کو کھیرہ اور ککڑی کی طرح کاٹ کر پرچم اسلام کو بلند فرمایا، بلگرام کی فتحیابی کے بعد سلطان شمس الدین التمش نے بلگرام آپ کو بطور جاگیر عطا کر دیا اور اس کے تمام توابع بھی آپ کے سپرد کر دیئے یہاں تک کہ آپ اپنے اعزہ کو بلا کر بلگرام میں قیام پذیر ہو گئے۔

بلگرام کی وجہ تسمیہ

بلگرامی کی وجہ تسمیہ کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے کہ پہلے بلگرام کا نام راجہ کی وجہ سے سرینگر تھا ۔ بعد میں بلگرام ہوا بلگرام دو لفظوں سے مرکب ہے ایک ''بیل'' دوسرا ''گرام'' بمعنیٰ مقام وشہر آبادی اور ''بیل'' ایک دیو ملعون کا نام ہے جسے اس زمانے کے جوگی اور جادوگر جو بلگرام میں رہتے تھے، کوہستان کشمیر سے پوجا پاٹ اور جادو کے ذریعہ مسخر کر کے اپنی امداد کے لیے یہاں پر لائے اور رکھا ۔ یہ ملعون دیو اس قدر قوی الجثہ تھا کہ دور دراز تک اپنے مخالف کو نہیں رہنے دیتا تھا، اور سوائے اپنی پرستش اور پوجا گری کے کسی کی پوجا نہیں ہونے دیتا تھا ۔ اگر کوئی شخص اس کو نہ پوجتا تو تکلیف واذیت دیتا مگر وہ ملعون دیو خاک میں ملا دیا گیا اور حضرت سید محمد صغریٰ رضی اللہ عنہ کی ذات برکات کی بدولت بلگرام اسلام آباد بن گیا۔

تعلیم وتربیت

آپ کی نگاہ ایسے ماحول میں کھلی جہاں علم وادب، حکمت وفلسفہ سے پورا ماحول مزین وتاباں تھا، اس لئے آپ نے ابتداء میں کہیں دور دراز کا سفر نہیں فرمایا بلکہ اپنے والد ماجد ہی کی خدمت بابرکت میں، تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ کا درس حاصل کیا اور بڑی قلیل مدت میں ان تمام علوم مروجہ وعلوم دینیہ میں مہارت تامہ حاصل فرمائی ۔ بعدہ علوم باطن وسلوک بھی اپنے والد معظم حضرت سیّد شاہ اویس قدس سرہٗ سے حاصل فرمائے اور والد ماجد نے جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت مرحمت فرما کر سلاسل خمسہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، مداریہ میں بیعت لینے کی بھی اجازت مرحمت فرمائی ان کے علاوہ سیّد العارفین عربی بن سیّد عبد النبی بن سیّد طیب وغلام مصطفےٰ بن سیّد فیروز علیہم الرحمہ سے بھی کسب فیض فرمایا۔

(ماثر الکرام ص ۲۴۹ دفتر ثانی وبرکات مارہرہ ص ۲۱)

عبادت وریاضت

آپ مسلسل ۲۶ سال تک صائم رہے، دن بھر روزے سے رہتے اور صرف ایک کھجور سے روزہ افطار کرتے جذبات واستغراق کا یہ عالم تھا کہ تین سال تک یہ حالت رہی کہ شب وروز میں صرف دو غذا تناول فرماتے اور چاولوں کے صرف پانی پر قناعت کرتے، ہفتوں محویت طاری رہتی اور دنیا ومافیہا سے بالکل بے نیاز ہوجاتے۔ مدت تک رات رات بھر بیدار اور مشغول عبادت رہے۔

آپ کا معمول تھا کہ ظہر کی نماز کے بعد تلاوت قرآن شریف فرماتے۔ عصر کی اذان ہونے پر اٹھتے۔ نماز فجر سے لے کر اشراق تک اوراد ووظائف میں رہتے، چاشت کے وقت مدرسہ میں تشریف لاتے اور مریدین وطلبہ کو درس دیتے مغرب کے بعد سے لے کر عشاء تک بادۂ عرفاں کی برکتوں کو بکھیرتے اور یہی وقت توجہ خاص وتعلیم خاص کا ہوتا تھا۔

فضائل

سلطان المناظرین، سیّد المتکلمین، شہنشاہ تقریر وتحریر، مایہ ناز ادیب، سلطان العاشقین، قدوۃ الواصلین، صاحب البرکات حضرت سیّد شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہ العزیز آپ سلسلہ عالیہ قادریہ، رضویہ کے تینتیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ کی ذات مبارکہ ایسی تھی کہ ہر دیکھنے والا پہلی ہی نظر میں پکار اٹھتا کہ ھٰذا ولی اللہ،ھٰذا قطب العالم آپ کی ولایت وخداشناسی کے لیے یہ دلیل سب پر بھاری ہے کہ آپ نے مکمل زندگی مذہب اہلسنّت وجماعت کی ترویج واشاعت میں گزاری آپ کی ایک نگہہ التفات سے دلوں کے بے شمار ویرانے آباد ہوئے اور لاکھوں انسان مردان خدا کے گروہ میں شامل ہوگئے۔ آپ کی تکمیل سلوک حضور سیدمحی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی اور تاج قطبیت بھی آپ کے سر پر رکھا تھا۔ آپ تفسیر، حدیث، فقہ، معانی، ریاضی، منطق، فلسفہ، تاریخ وسیر میں اپنے عہد کے یگانہ روزگار بزرگ تھے اور انشاوشعر وسخن میں بھی بلند رتبہ رکھتے تھے، آپ نے اپنے پرتاثیر دوہوں سے لاکھوں غیر مسلموں کو دامن اسلام میں داخل فرمایا، کشف وکرامات بھی آپ کے بے شمار ہیں آپ ایک عظیم تاریخ ساز بزرگ ہیں، تیس برس کامل اپنی سجادگی ومصلے سے نہ ہٹے اور مارہرہ شریف کو چھوڑ کہیں باہر تشریف نہ لے گئے۔ آپ حبس نفس کبیر بطریق صعود فرماتے تھے اور دن رات میں صرف دو سانس لیتے تھے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

کالپی شریف میں نزول وشیخ طریقت کا ارشاد

جب آپ نے سیدنا شاہ فضل اللہ کالپوی رضی اللہ عنہ کے علم وحکمت وسلوک ومعرفت کا شہرہ سنا کالپی شریف جانے کا رخت سفر باندھا۔ کالپی شریف جو علم وحکمت وتہذیب وتمدن اسلامی کا قبلہ تھا، آپ سفر کی سعوبتیں اٹھا کر نور العارفین حضرت سیّد

شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ کی بارگاہ عالی وقار میں پہنچے حضرت کی نگاہ آپ پر پڑی اور آگے بڑھ کر اپنے سینے سے لگایا اور ارشاد فرمایا:

دریا بدریا پیوست......دریا بدریا پیوست......دریا بدریا پیوست

اس جملے کو آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا اور صرف اسی کلمے ہی سے حضرت سید میر شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ نے سید شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہٗ کو سلوک وتصوف اور دیگر بہت سے مقامات کی سیر کرادی چنانچہ اس کے متعلق حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں:

روز ازل نصیبۂ عشقی ز راہ عشق　　با شاہ کالپی ہمہ پیاں نوشتہ اند

اور ایک دوسری غزل کا مقطع اس طرح ہے:

اندراں صحرا کہ شہر آنرا گذرگاہیست بس　　عشقیا راہش زشاہ کالپی پرسید نیست

کالپی سے واپسی

یہاں تک کہ حضرت نے آپ کو اجازت مرحمت فرمائی، جب آپ کالپی شریف سے اجازت پا کر روانہ ہورہے تھے تو حضرت سید شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ نے نہایت عقیدت ومحبت سے اپنے فیوض وبرکات سے مزین فرمایا اور چلتے وقت آپ نے اس طرح حضرت سید شاہ برکت قدس سرہٗ سے ارشاد فرمایا:

ذات شماوے ہمہ طور صوری ومعنوی معمور است وسلوک شما بانتہاء رسیدہ رخصت شوید وبخانہ خود قیام دارید، حاجت تعلیم وتعلم نیست ویک دو مقدمات ایں سبیل از معظمات ایں راہ بودند عنایت فرمودہ اجازت سلاسل خمسہ، قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، مداریہ، مع سند خلافت ودیگر اعمال نوازش فرمودہ زیادہ از دوروز حکم اقامت نہ فرمودند واز عنایت برزبان راند کہ جائے کہ ذات بابرکات شما استقامت داشتہ طالبان آنجارا بایں صوبہ حاجت نیست۔

تمہاری ذات جملہ امور صوری ومعنوی سے معمور ہے اور تمہارا سلوک کمال کی انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ تم رخصت ہو اور اپنے مکان میں قیام رکھو تعلیم وتعلم کی حاجت نہیں ہے، پھر ایک دو مقامات جو اس راہ کے معظمات سے تھے عنایت فرما کر اجازت سلاسل خمسہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، مداریہ، مع سند خلافت اور دوسرے اعمال عنایت فرما کر دوروز سے زیادہ حکم اقامت نہ فرمایا اور نہایت مہربانی سے فرمایا: اسی جگہ تمہاری ذات بابرکات استقامت رہے اور وہاں کے طالبوں کو یہاں آنے کی اجازت نہیں۔ (اصح التواریخ)

مارہرہ شریف میں نزول

حضرت صاحب البرکات قدس سرہٗ تمام مقامات فقر کو طے فرمانے کے بعد ۱۱۱۱ھ سے ۱۱۱۷ھ کے درمیان (بعہد حکومت محی

الدین اورنگ زیب شہنشاہ دہلی) مارہرہ مقدسہ تشریف لائے۔ مارہرہ شریف یو۔ پی کے ضلع ایٹہ سے تقریبا سولہ میل کے فاصلہ پر بجانب مغرب واقع ہے۔ علماء کرام اولیاء صوفیائے عظام، اہل علم وہنر اور صاحبان صنعت وحرفت کی بستی ہے اور اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے اپنے ضلع کے ایک پرگنہ کا درجہ حاصل کئے ہوئے ہے۔ قصبہ مارہرہ شریف کا نام روشن ومنور کرنے اور اس کی تاریخ کو عزت وعظمت بخشنے کا اصل سہرا باصفا اولیاء کرام وعلماء عظام کے سر ہے ساتھ ہی اس کو تابناک ودرخشاں زندگی دینے کا بھی اصل سہرا اسی سلسلہ پاک کے سر ہے جو سلسلہ برکاتیہ کے نام سے مشہور ومعروف زمانہ ہے۔ تو ایک دن آپ اپنے چشم سر سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وحضور محی الدین شیخ سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ کو اس جگہ کی بشارت دی جہاں فی الوقت درگاہ برکاتیہ موجود ہے اور ارشاد فرمایا: تم اس جگہ مستقل سکونت اختیار کرو جس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت ونشاندہی کی تھی وہ ایک تالاب کی شکل میں تھی، پھر آپ نے اس واقعہ کا تذکرہ فرمایا، حکم کے بموجب اس جگہ ایک خس پوش مکان حضرت کے لیے بنوادیا گیا اور حضرت اسی مکان میں رہنے لگے۔ پھر رفتہ رفتہ حضرت نے اپنے اہل وعیال کو وہیں بلوالیا حضرت کے قیام سے اس جگہ کے لوگ خوشحال ہوگئے اور کشاں کشاں اردگرد آکر بسنے لگے یہاں تک ۱۱۱۸ھ تک دیکھتے ہی دیکھتے خانقاہ شریف کے اردگرد ایک اچھی خاصی آبادی ہوگئی اور اس کا نام آپ کے تخلص کی بنا پر پیم نگر، برکات نگری رکھا گیا جو صدیاں گزرنے کے بعد آج بھی حسنی پیرزادگان کے نام سے مشہور ہے۔ (اصح التواریخ)

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا فیض

حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی بارگاہ سے آپ کو بڑی قربت وعقیدت حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ سلسلہ بیعت میں آپ کو سلاسل خمسہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، مداریہ سے اجازت وخلافت حاصل تھی مگر آپ سلسلہ قادریہ میں بیعت فرماتے اور قادری فیض ہی کی جانب التفات فرماتے۔ چنانچہ بارگاہ غوثیت سے آپ کو اور آپ کے مریدین ومتوسلین کو ایک عظیم فیض بشارت حاصل ہے۔

> ''حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے خاندان کے مریدوں متوسلوں کی شفاعت کا ذمہ دار ہوں، میں جنت میں ہرگز قدم نہیں رکھوں گا، جب تک تمہارے خاندان کے مریدوں، متوسلوں کو جنت میں داخل نہ کرالوں''۔

شیخ سدو خبیث کی حقیقت

آئین احمدی میں حضرت سیّدنا شاہ اچھے میاں مارہروی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ سدو انسانی طبقہ میں سے تھا، وہ وسط گیارہویں صدی ہجری کے آخری حصہ میں بادشاہ عادل حضرت محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت میں تھا۔ یہ نواح کلکتہ کا باشندہ تھا وہ ایک نہایت درجہ پر اثر عمل جو اونٹ کے بالوں پر پڑھا جاتا ہے اسی عمل کا عامل تھا۔

خبیث شیخ سدو کا کردار

شیخ سدو چونکہ عادتاً ایک بری خصلت کا خوگر تھا اور اسے گناہوں کا ایسا چسکہ لگ گیا تھا کہ شب و روز عادات ذمیمہ اور افعال قبیحہ کا ارتکاب کرتا تھا، وہ اپنے اس قوی الاثر عمل کے ذریعے اپنی خواہشات نفسانیہ کی آگ کو بجھانے کے لیے ہر روز ایک نئی عورت کے ساتھ منہ کالا کرتا تھا اور اچھی سے اچھی حسن و جمال والی لڑکیوں کو اپنے موکلوں کے ذریعے منگواتا تھا، حالانکہ اس کے موکل اس کے اس خلاف شرع کام کرنے سے راضی نہ تھے، وہ خبیث جب زنا کا ارتکاب کرتا تو اپنے چاروں طرف حصار کرلیا کرتا تھا اور اپنے حصار کے اندر ہی پانی رکھ لیا کرتا تھا۔ ایک دن جب وہ زنا میں مبتلا تھا اور پانی رکھنا حصار میں بھول گیا تھا، زنا سے فارغ ہونے کے بعد اس نے دیکھا کہ پانی موجود نہیں ہے تو اس نے موکلوں کو آواز دی موکل اسی تاک میں تھے کہ کب موقع فراہم ہو کہ اس خبیث کو ختم کریں؟ فوراً موکلوں نے اس کو پکڑا اور پہاڑ کی بلندی سے گرا کے مار ڈالا۔ شیخ سدو نے چونکہ اپنی قوت تسخیر یہ کی وجہ سے لوگوں کے دل و دماغ پر اپنا نفس بد چھوڑ دیا تھا۔ اور لوگ اس کے کافی معتقد ہو گئے تھے، بایں وجہ وہ سب سے اپنی پرستش کرواتا اور بھینٹ چڑھواتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا یہ ناپاک اثر مارہرہ مطہرہ تک پہنچ گیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ مارہرہ کے لوگوں کی رشتہ داریاں شیخ سدو کے دیار و امصار میں تھیں۔

شیخ سدو سے مقابلہ

حضرت صاحب البرکات قدس سرہٗ جب مارہرہ تشریف لائے تو آپ نے وہاں سے لوگوں میں ایک عجیب رسم دیکھی کہ کوئی شیخ سدو کی نیاز دلا رہا ہے، کوئی اس کے نام پر کڑھائی پیش کر رہا ہے۔ آپ نے لوگوں کو حکم شرعی سے آگاہ فرمایا: ایسا کرنا ناجائز ہے، ایک بدکردار شخص سے اپنی عقیدت کا رشتہ توڑ دو اور اس کا نام لینے سے باز آجاؤ؟ آپ کی پر تاثیر باتیں لوگوں کے دلوں میں اثر کر گئیں۔ ایک دن شیخ سدو گھبرایا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ تم میرے معتقد نہیں ہو اور لوگوں کو میری طرف سے پھیرتے ہو تو میں تم سے مقابلہ کروں گا؟ آپ نے نہایت ہی گرجدار آواز میں اسے ڈانٹا جس کی وجہ سے وہ فوراً بھاگ گیا۔ آپ کا معمول تھا کہ سال میں دو بار اترنے کھیڑہ پر جا کر اربعین کرتے تھے، حضرت حسب معمول ایک مرتبہ ایک کھیڑہ پر اربعین میں تھے کہ غسل کی حاجت پیش آئی، حضرت دریا کی طرف اس کھیڑہ سے اتر کر جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں ہی اس خبیث شیخ سدو نے آگھیرا، اور کہنے لگا: آپ نے مجھے بہت تکلیفیں پہنچائیں اور انتہائی اذیتیں دی ہیں۔ بس میں آپ سے بدلا لونگا اور اسی وقت میں آپ کو جلا دونگا؟ پھر حضرت نے اسے ڈانٹا اور زجر و توبیخ کی کہ! فقیروں سے نہ الجھو...... لیکن وہ نہ مانا تو آپ نے فرمایا: تو جب جلا دے گا' جلا دے گا اب میرا جلانا دیکھ؟ یہ فرما کر حضرت نے غسل فرمایا اور شیخ سدو کو مضبوط حصار کے ذریعے گھیر میں لے لیا اور حصار کو تنگ کرتے گئے اور اسے بالکل اپنے قریب کرلیا اور فرمایا: دیکھ میں تجھے آن کی آن میں جلا کر نیست و نابود کرتا ہوں۔ وہ رونے چلانے لگا اور گڑگڑا کر رہائی کی درخواست کرنے لگا چنانچہ آپ نے اس سے معاہدہ

لیا اور اس نے یہ کہا:

(۱) میں آپ کے مریدوں اور متوسلوں کو کبھی نہیں ستاؤنگا، (۲) جہاں کہیں آپ اور آپ کی اولاد ہوگی وہاں بھول کر بھی قدم نہیں رکھوں گا، (۳) اگر میرے داخلے کی جگہ پر آپ اور آپ کے خاندان کا کوئی صاحبزادہ تشریف لے جائے گا تو میں وہاں سے اپنا عمل دخل اٹھالوں گا۔

چنانچہ اس معاہدے پر وہ خبیث شیخ سدو آج تک قائم ہے۔ (بیاض اسماعیلیہ)

معاہدے کی پابندی

حضرت حاجی حافظ سیّد شاہ محمد اسمٰعیل حسن صاحب قادری برکاتی، احمدی سجادہ نشین درگاہ عالم پناہ مارہرہ مقدسہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے خلیفہ حضرت شاہ بازگل صاحب کی ایک مریدہ تھی جن کا وصال ۱۳۰۱ھ میں ہوا وہ بیان کرتی تھیں کہ جب میں ایک سال کا بچہ تھا تو وہ مجھے اپنی گود میں لئے ہوئے ایک پٹھان کے گھر (جن کی بیوی سے ان عفیفہ کا بہناپا تھا) میں گئیں، خان صاحب کے یہاں اس دن شیخ سدو کی کڑھائی تھی، بکرا ہو چکا تھا اور پوریاں ہورہی تھی، اور یہ مردود شیخ سدو ان پٹھان کے بیٹے کی جوان بہو کے سر پر چڑھا ہوا تھا، وہ بیچاری بدحواس بے ہوش پڑی تھیں اور گلہ پھولتا جارہا تھا، جیسے ہی میری ماں مجھے گود میں لئے ہوئے اس گھر میں پہنچیں وہ جوان عورت ہوش میں آگئیں اور گلا بھی اصلی حالت پر آگیا، گھر والے چھوٹے بڑے سبھی خوشی میں مچلنے لگے اور کہنے لگے...... کہ میاں نے کڑھائی قبول کرلی؟ غرض جب تک میں وہاں رہا اس عورت کو کچھ بھی خلش نہ ہوئی، مگر جب میری والدہ مجھے لے کر وہاں سے چلی آئی تو پھر اس عورت کی وہی حالت ہوگئی، تو اس کے گھر والوں نے شیخ سدو سے پوچھا کہ جب آپ کڑھائی قبول کرچکے، پھر ستانا کیسا؟ اس خبیث نے جواب دیا کہ اس وقت تک ہمیں نہ تمہاری کڑھائی پہنچی نہ بکرا بات اصل یہ تھی کہ تمہارے گھر میں پیر برکات صاحب کا پوتا آگیا تھا اس وجہ سے میں چلا گیا تھا۔ اب دوبارہ کڑھائی اور بکرا دو؟ تو اس لڑکی کو چھوڑوں گا؟ مجبوراً ان ناعقلوں نے دوبارہ کڑھائی و بکرا کر کے اس کی نذر و نیاز کی۔ اس کے بعد اس لڑکی کی گلوخلاصی ہوئی۔ اس واقعہ کے کئی روز کے بعد جب میری والدہ مجھے لے کر پھر وہاں گئیں تو وہ لوگ میری والدہ پر بہت خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ تمہاری وجہ سے ہمارا بہت نقصان ہوا۔ نہ یہ بچہ یہاں آتا اور نہ ہی اس دن دوبارہ کڑھائی کا صرفہ ہمیں برداشت کرنا پڑتا۔ میری ماں نے جواب دیا کہ اس گھر والوں کے مرید کیوں نہیں ہوجاتے جو ایک مرتبہ کی بھی کڑھائی کا صرفہ برداشت کرنا نہ پڑے اور ہمیشہ ہمیش کو میاں شیخ سدو سے چھٹکارا مل جائے۔ اگر تم لوگ مرید ہوجاؤ تو بھول کر بھی شیخ سدو تمہاری طرف نہ آئے گا۔ غرض کہ وہ تمام گھر کا گھر اس خاندان کا مرید ہوگیا اور اس دن سے اس خبیث نے ان لوگوں کو نہ ستایا۔

قوم گونڈل پر بددعا کا اثر

مارہرہ مطہرہ کی قطبیت کا تاج جب آپ کے فرق مبارک پر جگمگایا اور آپ اس خطے میں تشریف لائے تو آپ نے اپنے

جد بزرگوار حضرت سیّد عبدالجلیل قدس سرہٗ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ اس وقت اس کے اردگرد قوم گونڈل کے مکانات تھے، ضلع کا ضلع ہنود سے لبریز تھا اور فطری شرپسندی کے باعث شرانگیزیوں سے باز نہ آتے تھے، سب سے زیادہ یہ کہ اس قوم میں فسق وفجور انتہا کو پہنچ گیا تھا اور کسی طرح باز نہ آتے تھے، خفیہ طور پر تنگ کرتے تھے اور باز پرس پر صاف مکر جاتے تھے۔ کچھ مدت تو آپ ان کی زیادتیاں برداشت کرتے رہے اور کبھی قصبہ کے زعماء ورؤساء سے شکایت نہ کی، مگر جب انہوں نے سقل (بھانگ) عین اس وقت جبکہ آپ نماز میں مشغول تھے خانقاہ معلیٰ میں پھینک دی، اس وقت آپ پر جلال طاری ہوا اور ارشاد فرمایا

یہ جواں مروک اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے۔

حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ کی زبان سے فیض ترجمان سے ان الفاظ کا جاری ہونا تھا کہ گونڈلوں پر آفات وبلیات کا آغاز ہونے لگا۔ مصائب وآلام کا دور شروع ہوا، اور ایک عرصہ طویل تک یہ حالت رہی کہ ان میں سے جہاں کسی کی عمر تیس سال کی ہوتی وہ مرجاتا بہت سے خاندان تو بالکل ہی تباہ وبرباد ہوگئے۔ آخر حضرت شاہ ظہور اللہ قدس سرہٗ کو ان کے انتقال کے بعد نورالعارفین سیّد شاہ آل رسول احمد قدس سرہٗ کے قدموں پر لاکر ڈال دیا اور انہیں کی نذر کردی۔ اس وقت سے ان کے سر سے یہ وبا ٹلی، مگر یہ مفسد قوم آپ کی دعائے جلال سے بالکل تباہ برباد ہوگئی۔ (برکات مارہرہ وصاحب البرکات ص ۲۸)

ذوق شاعری

آپ فن علم وادب وشاعری میں اپنا نظیر ومثیل نہیں رکھتے تھے عربی، فارسی، اُردو، بھاشا کے علاوہ ہندی وسنسکرت پر آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی، چنانچہ آپ کی شاعری کے متعلق علامہ آزاد بلگرامی اپنی شہرہ اُفاق کتاب مآثر الکرام میں تحریر فرماتے ہیں:

شاہ برکت اللہ پیمی نے پیامی شاعر کے حیثیت سے عالمگیر شہریت حاصل کرلی تھی۔

اور ''مقدمہ تاریخ زبان اُردو'' میں ڈاکٹر مسعود حسین خاں تحریر کرتے ہیں:

عہد عالمگیر کے مشہور مصنف سیّد شاہ برکت اللہ پیمی مارہروی کو ہندی، فارسی اور عربی پر کامل عبور تھا تصوف سے لبریز انسانیت کے پیغام کو انہوں نے دوہوں اور کبتوں کے ذریعے پہنچایا۔ (مآثر الکرام دفتر ثانی ص ۲۴۹، ومقدمہ تاریخ زبان اُردو ص ۱۶۹)

آپ اس ادبی میدان میں اپنا تخلص فارسی اور عربی میں عشقی اور ہندی میں پیمی فرماتے تھے، چنانچہ چند اشعار تبرکا پیش کرتا ہوں۔

یا شفیع الوری سلام علیک — یا نبی الھدی سلام علیک
اے مخلوق کی شفاعت کرنے والے آپ پر سلامتی ہو — اے ہدایت فرمانے والے آپ پر سلامتی ہو
خاتم الانبیاء سلام علیک — سید الاصفیا سلام علیک
اے پیغمبروں کی مہر آپ پر سلامتی ہو! — اے اصفیاء کے سردار آپ پر سلامتی ہو

جئت یا مصطفی سلام علیک ۔۔۔ لك اھلی فدا سلام علیک

اے برگزیدہ نبی میں حاضر ہوں آپ پر سلامتی ہو! ۔۔۔ میرے اہل واولاد آپ پر فدا ہوں آپ پر سلامتی ہو!

اعظم الخلق اشرف الشرفا ۔۔۔ افضل الاذکیا سلام علیک

اے مخلوق میں سب سے معظم شریفوں میں سب سے زیادہ شرافت والے ۔۔۔ پاکیزہ لوگوں میں سب سے افضل آپ پر سلامتی ہو!

طلعت منك کوکب العرفان ۔۔۔ انت شمس الضحیٰ سلام علیک

معرفت کا ستارہ آپ کی وجہ سے طلوع ہوا ۔۔۔ آپ دن کا سورج ہیں آپ پر سلامتی ہو

کشفت منك ظلمة الظلماء ۔۔۔ انت بدر الدجی سلام علیک

آپ کی وجہ سے سب تاریکیاں مٹ گئیں ۔۔۔ آپ تاریکیوں کے لئے ماہ کامل ہیں آپ پر سلامتی ہو!

احمد لیس مثلك احد ۔۔۔ مرحبا مرحبا سلام علیک

آپ کے مثل کوئی نہیں کہ آپ کا اسم گرامی احمد ہے ۔۔۔ (واہ) کیا خوب آپ پر سلامتی ہو!

واجب حبك علی المخلوق ۔۔۔ یا حبیب العلی سلام علیک

آپ کی محبت تمام مخلوق پر ضروری ہے ۔۔۔ اے بلندیوں والے محبوب آپ پر سلامتی ہو

مطلبی یا حبیبی لیس سواك ۔۔۔ انت مطلوبنا سلام علیک

میرے محبوب میری حاجت آپ کے علاوہ اور نہیں ۔۔۔ آپ میرے مطلوب ہیں آپ پر سلامتی ہو

مقصدی یا حبیبی لیس سواك ۔۔۔ انت مقصودنا سلام علیک

اے میرے حبیب میرا مقصد آپ کے علاوہ اور کچھ نہیں ۔۔۔ آپ ہی ہمارے مقصود ہیں آپ پر سلامتی ہو

انك مقصدی وملجائی ۔۔۔ انك المدعا سلام علیک

بیشک آپ ہی میرا مقصد ہیں اور میری پناہ ہیں ۔۔۔ بلاشبہ آپ ہی مقصود ہیں آپ پر سلامتی ہو

سیدی یا حبیبی مولائی ۔۔۔ لك روحی فدا سلام علیک

اے میرے آقا اے میرے محبوب اے میرے مولیٰ ۔۔۔ آپ پر میری روح فدا ہو آپ پر سلامتی ہو

مهبط الوحی منزل القرآن ۔۔۔ صاحب الاهند سلام علیک

آپ ہی پر وحی اتری قرآن مجید نازل ہوا ۔۔۔ اے رہنمائی والے آپ پر سلامتی ہو

ھذا قول غلامك العشقی ۔۔۔ منه یا مصطفی سلام علیک

یہ آپ کے ایک ناچیز غلام عشقی کی پکار ہے ۔۔۔ اس کی طرف سے اے برگزیدہ نبی آپ پر سلامتی ہو

اور ہندی کے چند اشعار دیوان پیم پرکاش سے حاضر ہیں:

ابی بکر اور عمر پن، عثمان علی بکھان
ست، نیتی اورلاج اتی بدیا بوجھ سجان

یعنی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے بعد حضرت عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعریف بیان کرو سچائی، عدل، شرم وحیا اور علم بالترتیب ان کی امتیازی خصوصیات ہیں اور تفضیلیوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مورکھ لوگ نہ بوجھی ہیں دھرم کرم کی چھین
ایک تو چاہیں ادھک کے ایک تو دیکھیں ہین

یعنی بے وقوف لوگ دین ومذہب کی روح تک نہیں پاسکتے اس لئے کہ وہ ایک کو بڑھاتے ہیں اور باقی سب کو گھٹا دیتے ہیں۔

علمی وتصنیفی خدمات

حضرت سلطان العاشقین، صاحب البرکات قدس سرہٗ، عبادت وریاضت کے علاوہ میدان علم وفن وفکر وسخن میں ایک عبقری شخصیت کے مالک ہیں، آپ کے تبحر علمی کا اندازہ کسی قدر آپ کی تصانیف کثیرہ کے پڑھنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔ راقم الحروف یہاں پر آپ کی تصانیف کی نشاندہی کرتا ہے جو اہل تحقیق کے لیے بہترین سرمایہ ہے۔

(۱)۔ رسالہ چہار انواع، (۲)۔ رسالہ سوال وجواب، (۳)۔ عوارف ہندی، (۴)۔ دیوان عشقی، (۵)۔ پیم پرکاش، (۶)۔ ترجیع بند، (۷)۔ مثنوی ریاض العاشقین، (۸)۔ وصیت نامہ، (۹)۔ بیاض باطن، (۱۰)۔ بیاض ظاہر، (۱۱)۔ رسالہ تکسیر، (۱۲)۔ تفسیر سورۂ فاتحہ، (۱۳)۔ روائح بزبان اُردو، (۱۴)۔ رسالہ واردات التوحید، (۱۵)۔ ارشاد السالکین، (۱۶)۔ رسالہ عقائد صوفیہ، (۱۷)۔ رسالہ معمول، (۱۸)۔ رسالہ اشارہ ہندی، (۱۹)۔ اعمال واشغال پر بھی متعدد رسائل موجود ہیں۔

کشف وکرامات

حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ کی سب سے بڑی کرامت استقامت وتصلب فی الدین وتقویٰ اور آپ کی متشرع زندگی ہے، باوجود اس کے آپ سے بے شمار کرامتوں کا بھی ظہور ہوا ہے۔

چنانچہ حضور احسن العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی سیّد شاہ حسن میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین مارہرہ شریف روایت کرتے ہیں کہ حضرت مخدوم شاہ برکات قدس سرہٗ کے پوتے سیّد شاہ حمزہ قدس سرہ العزیز نے کاشف الاستار شریف میں حضور شاہ برکات کے چند کرامات لکھنے کے بعد فرمایا: اگر دادا صاحب البرکات کے کرامات وتصرفات پر کچھ لکھا جائے تو ایک دفتر ناکافی ہوگا۔ اس لئے راقم الحروف چند کرامات کو بطور ثبوت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

خطرات دل پر آگاہی

کاشف الاستار شریف میں سراج العارفین حضرت سیّد شاہ حمزہ قدس سرہٗ روایت کرتے ہیں: ایک بار نواب محمد خاں بنگش والی فرخ آباد کے نوکر شجاع خاں (جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا سالانہ عرس مبارک مارہرہ شریف منعقد کرتے تھے) ایک بار اجمیر شریف گئے اور اسی دوران میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے عرس سراپا قدس کی تاریخ قریب آگئی۔ وہ وہاں سے منزل بمنزل طے کرتے ہوئے مارہرہ شریف آئے تاکہ حضور غوثیت مآب کا عرس کریں، شجاعت خاں نے سرائے میں قیام کیا تو وہاں انہیں ایک نور نظر آیا جس کی وجہ سے ان کا دل دنیا سے پھر گیا اور انہوں نے سوچا کہ میں درویشی اختیار کرلوں اور حضور صاحب البرکات کو صاحب تصرف اس وقت سمجھوں گا کہ وہ مجھے ملاقات کے وقت کچھ کھانے کو دیں؟

یہاں تک کہ عصر کے وقت جب شجاعت خاں آپ سے ملاقات کرنے حاضر ہوئے تو آپ محل سرا میں تشریف فرما تھے وضو کے لئے باہر تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے دست مبارک میں باجرے کی روٹیاں اور گوشت پڑا ہوا میتھی کا ساگ تھا۔ شجاعت خاں کو دیکھ کر مسکرائے تو شجاعت کے پاؤں کپکپانے لگے اور جسم میں لرزہ طاری ہوگیا۔ آپ نے شجاعت خاں کو باجرے کی روٹی اور وہ ساگ عنایت فرمایا اور حکم صادر فرمایا: تجھے درویشی کی حاجت نہیں مخلوق خدا تجھ سے بغیر درویشی کے فیضیاب ہورہی ہے۔ آپ کے اس ارشاد سے شجاعت خاں کو آپ کے صاحب تصرف ہونے کا یقین کامل ہوگیا۔

تین دن میں راہ سلوک طے

اہل دل اس بات سے خوب واقف ہیں کہ منازل سلوک طے کرنے میں کتنی دقت ہوتی ہے اور اس راہ کے طے کرنے کے لیے کتنا طویل عرصہ درکار ہے۔ مگر حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ کی یہ مشہور کرامت ہے کہ آپ طالب کو تین دن میں راہ سلوک طے کرادیتے تھے اور بقول حضور سراج العارفین سیّد شاہ حمزہ قدس سرہٗ کے بعض دفعہ تو صاحب البرکات قدس سرہٗ نے کئی طالبوں کو دو گھڑی میں سالک بنادیا۔

ہر ایک کی زبان پر ذکر خدا

اسی طرح آپ کی ایک روشن کرامت یہ بھی ہے کہ آپ کے دور میں مارہرہ شریف کے مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی اپنی زبانوں پر سوائے ذکر خدا کے کچھ نہ لاتے تھے اور ہر ایک کے دل پر خوف خدا طاری رہتا تھا۔ حتیٰ کہ بقول سرکار سیّد شاہ حمزہ قدس سرہٗ پرندے بھی کلمہ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت شاہ حمزہ قدس سرہٗ اپنے جد مکرم کے دور مبارک کو یاد کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

پھرتے تھے دشت دشت، دیوانے کدھر گئے
وہ عاشقی کے ہائے زمانے کدھر گئے

شاہانِ وقت کی نیازمندی

یہاں تک کہ رفتہ رفتہ آپ کی خانقاہ اور آپ کے روحانی فیضان کا شہرہ ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گیا، دور دور سے آنے والے طالبانِ حق کا ایک تانتا بندھ گیا اور آپ کے روحانی فیضان سے مشرف ہوتے رہے۔ سلاطین مغلیہ میں حضرت اورنگ زیب عالمگیر[1] رحمۃ اللہ علیہ، بہادر شاہ، فرخ شیر، جہاندار شاہ اور محمد شاہ علیہم الرحمہ اپنے اپنے نیاز نامے آپ کی خدمت عالی گھر میں بھیجنے کو عظیم سعادت سمجھتے تھے۔ آپ کے خلیفہ اوّل حضرت شاہ عبداللہ قدس سرہٗ ایک مرتبہ دہلی پہنچ گئے تو محمد شاہ نے آپ کو بلایا مگر تشریف نہیں لے گئے۔ آخر وہ حاضر ہوا اور ایک گاؤں اور بہت کچھ زرِ نقد نذرانہ میں پیش کیا۔ حضرت علم ہونے پر سخت ناراض ہوئے تو وہ دوڑے آئے اور معذرت کی آپ نے ارشاد فرمایا:

"مانا! کہ تمہاری خواہش نہ تھی مگر جب بادشاہ کے آنے کی خبر ملی تھی تو وہاں سے کیوں نہیں چلے گئے، فقیر تو بدقت تمام اللہ کے نام سے تمہارے دلوں کو روشن کرتا ہے اور تم اپنے دل پر محمد شاہ کا نام ثبت کرتے ہو"۔

آخر کار بڑی سفارش سے آپ نے ان کو معاف فرمایا۔

یہاں تک کہ محمد شاہ بادشاہ نے خود ۱۱۴۱ھ میں بڑی اصرار و منت کے ساتھ خانقاہ برکاتیہ کے خرچ کے لیے موضع رادنپور اور موضع تلوکپور عرف برکات نگر دو گاؤں وقف کر دیئے اور اس وقت تک بڑے بڑے امراء شہزادے آپ کی غلامی میں داخل ہو چکے تھے، نواب ثابت خاں کولوی، نواب نصر خاں ناظم اکبر آباد اور نواب جمال خاں جیسے امراء برابر سعی کرتے رہتے۔ عام

---

[1] محی الدین اورنگ زیب عالمگیر شاہ جہاں شب یکشنبہ ۱۵ ذی ۱۰۲۸ھ کو اجین میں پیدا ہوئے۔ آفتاب عالمتاب تاریخ ولادت ہے شاہی ناز و نعم میں پرورش پائی معقولات کی تعلیم میر محمد ہاشم سے پائی کلام پاک کا درس ملا موہن بہاری سے لیا امام غزالی کی اکثر کتابیں خصوصاً احیاء العلوم مولانا سیّد محمد قنوجی سے پڑھیں تفسیر کا درس ملا احمد جیون امیٹھوی (مصنف نور الانوار) سے لیا۔ شیخ بخشی کے مکتوبات اور شیخ محی الدین شیرازی کے رسائل برابر مطالعہ میں رکھتے خط نسخ و نستعلیق کے بہترین خطاط تھے شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی سے شرف بیعت اور شیخ سیف الدین بن محمد معصوم سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ ۱۰۶۸ھ میں تخت نشین ہوئے ہندوستان کے زبردست بادشاہوں میں سے تھے۔ سلطنت مغلیہ کو جتنا عروج آپ کے وقت میں ہوا اتنا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ نہایت دین دار، متشرع، سخت محنتی، جفاکش، بہترین منتظم، منصف مزاج، عادل اور بارعب شہنشاہ تھے۔ اپنے وقت کے مجدد تھے کلام پاک ہاتھ سے لکھنا آپ کا بہترین وظیفہ تھا چنانچہ ایام شہزادگی میں ایک کلام پاک لکھ کر دیگر تحائف اور خطیر رقم کے ساتھ نذرانہ کے طور پر مکہ معظمہ روانہ کیا تخت نشینی کے بعد ایک نسخہ مدینہ منورہ بھیجا جس کی جلد بندی و زیب و زینت پر سات ہزار روپیہ صرف ہوا۔ فتاوی عالمگیری کی تدوین آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔ کئی سال کی لگاتار محنتوں کے بعد چھ جلدوں میں اسلامی قانون کا عظیم سرمایہ تیار کروایا۔ جو اپنی گونا گوں خوبیوں کی وجہ سے اہل علم و بصیرت کے لیے عظیم سرمایہ ہے۔ بزرگان دین کا بہت شیدائی اور کٹر حنفی مسلک پر آپ اور مغلیہ بادشاہ قائم رہے۔ بے شمار رفاہ عام کے کام انجام دیئے، اورنگ آباد سے اکبر آباد اور لاہور سے کابل تک اور کابل سے کشمیر تک سڑکیں بنوائیں بے شمار کنویں، نہریں، پل سرائیں، حمام اور مساجد بنوائیں، علماء مشائخ، پیش اماموں کے وظائف مقرر کیے اس کے علاوہ ایک لاکھ چوبیس ہزار سالانہ صدقہ کیا کرتے تھے بے شمار جاگیریں غیر مسلموں کو بھی دیں مگر اکثر غیر مسلم احسان فراموش آپ کو بدنام کرتے ہیں۔ غرضیکہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ حکومت کے کام انجام دیئے پچاس سال حکومت کرنے کے بعد بانوے سال کی عمر میں اس بادشاہ خدا آگاہ نے ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ مطابق ۲ فروری ۱۷۰۸ء کو وفات پائی اور حسب وصیت حضرت زین الدین چشتی دولت آبادی قدس سرہٗ کے جوار میں مدفون ہوئے۔ (ملا احمد جیون اور ان کے معاصر علماء)

مریدین کو سلسلہ جدید کالپیہ میں اور اہل خاندان کو سلسلہ قدیم میں بیعت فرما کرتے تھے۔نواب غضنفر جنگ فرمانروائے فرخ آباد آپ کی دعا ہی سے اس منصب جلیل پر فائز تھا اور برابر غلامانہ حاضر ہوا کرتا تھا۔(اصح التواریخ وخاندان برکات ۱۰)

عظیم ونادر تبرکات

حضرت مولانا محمد میاں مارہروی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت کے وقت میں موئے شریف حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خانقاہ میں آئے یہ موئے مبارک حضرت کے خلیفہ شاہ روح اللہ از اقربائے خیر اندیش خاں عالمگیری نے نواب موصوف کے متروکہ سے لاکر حضرت کو دیا تھا، اس موئے مبارک کی سند اور جس طرح سے نواب خیر اندیش خاں کو ملا تھا آثار احمدی اور کاشف الاستار شریف میں مفصل ذکر ہے۔ بفضلہ تعالیٰ یہ موئے مبارک اس وقت تک بڑی سرکار کے تبرکات مشترکہ میں چاندی کی چھوٹی پچھی میں ہے اور عرسوں میں زیارت ہوتی ہے اور پھر خرقہ مرتضوی وموہائے مبارکہ، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما بھی حضرت کے پاس تبرکات میں تھے۔

خرقہ کے متعلق یہ روایت ہے کہ یہ خرقہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا ہے جو حضرت غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے پہنا، حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے پہنا، پھر ان سے حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی اوشی کو اور ان سے حضور بابا فرید الدین گنج شکر کو ان سے حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء بدایونی ثم دہلوی کو ان سے حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کو ان سے بواسطہ حضرت مخدوم شاہ بڑے مخدوم اور شاہ صفی اور ان سے حضرت میر عبدالواحد بلگرامی سے واسطہ بواسطہ حضور سلطان العارفین قطب عالم سید شاہ برکت اللہ مارہروی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پہنچا۔مگر اب قدامت کی وجہ سے کافی نازک ہوگیا ہے اس لئے کاندھے پر رکھ لیا جاتا ہے اور اعراس میں اس کی زیارت ہوتی ہے۔ان آثار شریفہ کے علاوہ خود حضرت کے بہت سے خاص ملبوس جیسے خرقہ، تاج، عمامہ، سیلی اور تسبیح وغیرہ تبرکات مشترکہ ہیں اور جداگانہ بھی اہل خاندان میں ہر ایک کے پاس موجود ہیں۔(اصح التواریخ وخاندان برکات ۱۰)

عطیۂ غوثیہ

تبرکات مذکورہ بالا کے علاوہ اسی عہد مبارک میں سات منکے اور ایک دستار بھی آئی جس کی روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضور سرکار غوثیت مآب سے حضرت بوعلی شاہ قلندر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ آپ کے عطا ہوئی آپ کو مراقبہ میں معلوم ہوا تھا کہ حضور سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے کچھ انعام واکرام ملے گا کہ اسی زمانے میں حضرت علاء الدین علی احمد صابر کلیری[1]

---

[1] علاء الدین علی احمد صابر والد ماجد کی جانب سے آپ کا سلسلہ نسب غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔والد کا نام عبدالرحیم اور والدہ کا نام ہاجرہ اور جمیلہ خاتون کے لقب سے مشہور آپ ۱۹ ربیع الاول ۵۹۲ھ کو ہرات پیدا ہوئے۔پانچ سال کی عمر میں والد کا سایہ اٹھ گیا والدہ نے تعلیم پر کافی توجہ دی اجودھن میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی نگرانی میں تعلیم ہوئی عربی فارسی کے علاوہ فقہ، حدیث، تفسیر، منطق، معانی میں دستگاہ حاصل کی والدہ کی معیت میں اپنے ماموں حضرت بابا فرید الدین (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رضی اللہ عنہ کے عرس مبارک کا موسم تھا، آپ کی طرف سے ایک درویش کو حضرت صابر کلیری رضی اللہ عنہ کے عرس مبارک میں حاضری کے لیے بھیجا گیا کہ اثنائے راہ میں ایک شخص ملے جو ایک کھیت کی دیکھ بھال کر رہے ہیں انہوں نے اس درویش کو یہ سات منکے اور دستار دے کر فرمایا:

یہی پیام یہی رسالہ کیہو برکات مارہرہ والا

اس درویش نے آپ کو یہ سب کچھ پیش کرنے کے بعد آپ سے عرض کیا: حضور! یہ کون صاحب تھے! جو یہ چیزیں مجھے دے گئے تھے؟ آپ نے فرمایا: یہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ تھے اور یہ عطیہ غوثیہ ہے جو مرحمت فرما گئے ہیں۔

(خاندان برکات ص ۱۰)

عقد شریف

آپ کا عقد شریف حضرت سیّد مودود بلگرامی بن سیّد محمد فاضل بن سیّد عبد الحکیم بلگرام کی منجھلی صاحبزادی وافیہ بی بی سے ہوا۔

اولاد کرام

آپ کی کل پانچ اولادیں ہوئیں، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱)۔ برہان الواصلین حضرت شاہ آل محمد وخلیفہ، (۲)۔ اسد العارفین حضرت شاہ نجات اللہ قدس سرہٗ...... اور تین صاحبزادیاں (۳)۔ حضرت بی بی بدھن، آپ کا عقد سیّد شاہ لطف اللہ بن شاہ لدھا کے صاحبزادے سیّد نور الحق سے ہوا۔ (۴)۔ حضرت ننھی بی، آپ کا عقد سیّد عزیز اللہ بن سیّد غلام محمد بن سیّد حامد بن سیّد عبد الواحد خورد سے ہوا، (۵)۔ اور تیسری صاحبزادی کا عقد سیّد امان اللہ بن سیّد جان محمد بہتہ سے ہوا، جن کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) گنج شکر کی خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت بابا صاحب نے لنگر تقسیم کرنے کی خدمت آپ کے سپرد کی۔ آپ نے بارہ سال تک کچھ نہیں کھایا۔ حضرت کو جب معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: علاء الدین صابر ہیں، اس روز سے آپ صابر کے خطاب سے مشہور ہوئے حضرت بابا صاحب نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ دہلی کی ولایت آپ کے سپرد فرمائی اور مہر لگوانے کے لیے جمال الدین کی خانقاہ میں تشریف لے گئے، چراغ گل ہو گیا تو آپ نے پھونک ماری تو فوراً روشن ہو گیا یہ بات اس کو نا گوار لگی اور آپ کے خلافت نامہ کو پارہ پارہ کر دیا آپ نے بددعا دی کہ تو نے میری مثال کو چاک کر دیا تو میں نے تمہارے سلسلہ کو مٹا دیا۔ اس کے بعد بابا صاحب نے آپ کو کلیر کی ولایت سپرد فرمائی۔ رئیس کلیر اور قاضی شہر پر آپ کی رشد وہدایت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ جب سرکشی لوگوں کی حد سے بڑھی تو ضبط کا یارا نہ رہا، ایک روز جمعہ کی نماز ادا کرنے جامع مسجد گئے پہلی صف میں بیٹھے تھے کہ رئیس کلیر وقاضی شہر کو ناگوار گزری برا کہا اور پہلی صف سے ہٹا دیا۔ آپ وہاں سے اٹھ کر مسجد سے باہر بیٹھ گئے۔ جب لوگ رکوع میں گئے تو آپ نے مسجد کو حکم دیا کہ وہ بھی سجدہ کرے مسجد گری اور تمام لوگ دب کر مر گئے۔ والدہ کے اصرار پر بابا صاحب نے اپنی لڑکی خدیجہ بیگم عرف شریفہ کا نکاح آپ سے کر دیا تھا مگر آپ نے فرمایا: یہ کیسے ممکن ہو کہ ایک دل میں دو کی محبت کو جگہ دوں، دوسرے کی گنجائش نہیں معاً حجرے میں آگ نمودار ہوئی اور دلہن کو جلا کر راکھ کر دیا۔ شان جلا بدرجہ اتم موجود تھی، ریاضت، عبادت اور مجاہدہ میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ روزے بکثرت رکھتے۔ پانی میں ابلتے ہوئے گولر نمک ملا کر کھاتے، آپ کی کوئی دعا رد نہ ہوتی آپ کی بددعا سے کلیر برباد ہوا۔ آپ کو شعر وشاعری وادب کا اچھا ذوق تھا۔ فارسی میں احمد اور ہندی میں صابر تخلص فرماتے۔ ۱۳ ربیع الاول ۶۰۹ھ کو واصل بحق ہوئے مزار کلیر میں برکات کا سرچشمہ ہے۔ (سیر الاقطاب)

اولاد بلگرام اور آرہ کوات میں ہے۔(خاندان برکات ص۱۰)

خلفاء کرام

حضرت کے خلفاء کا شہرہ بھی چاروں طرف پھیلا اور آپ کے فیض سے مشرف ہو کر مثالی کارنامے انجام دیئے جن کی فہرست درج ذیل ہے:

(۱)۔حضرت شاہ عبداللہ: آپ مارہرہ ہی کے رہنے والے تھے اور قوم کے کنبوہ تھے ہندی میں شاعری کا بھی ذوق تھا پنچھی تخلص فرماتے ۱۱۴۰ھ میں وصال ہوا۔

(۲)۔حضرت شاہ میم: آپ دکن کے باشندے تھے، دکن سے دہلی آئے، فارسی کے صاحب دیوان شاعر تھے ۱۱۵۰ھ میں وصال ہوا۔

(۳)۔حضرت شاہ مشتاق البرکات: آپ حضرت کے نہایت باکمال خلیفہ تھے ۱۱ صفر ۱۱۶۷ھ میں وصال ہوا۔

(۴)۔حضرت شاہ من اللہ: آپ علی شیر خاں کے نام سے موسوم تھے شاہ جہاں پور کے باشندے تھے ۱۱۷۶ھ میں وصال ہوا۔

(۵)۔حضرت شاہ راجو: آپ بلگرام کے باشندے تھے اور حضرت سیّد ابوالفرح کی اولاد میں سے تھے ۱۱۴۳ھ میں وصال ہوا۔

(۶)۔حضرت شاہ ہدایت اللہ: آپ قصبہ کروالی ضلع ایٹہ کے باشندے تھے ۱۱۴۹ھ میں وصال ہوا۔

(۷)۔حضرت شاہ روح اللہ: آپ کا نام محمد مسعود تھا، نواب خیر اندیش خاں عالمگیری کے خاندان سے تھے، فارسی اور ہندی میں شاعری کا اچھا ادبی ذوق تھا، فارسی میں دیوانہ اور ہندی میں اجان تخلص فرماتے ۱۱۷۲ھ میں وصال ہوا۔

(۸)۔حضرت شاہ عاجزہ: آپ مارہرہ کے رہنے والے تھے اور قوم کے کنبوہ تھے اصلی نام محمد معظم تھا۔

(۹)۔حضرت شاہ نظر: آپ کا وصال ۱۱۴۳ھ میں وصال ہوا۔

(۱۰)۔حضرت شاہ صابر: آپ کا نام غلام علی تھا مارہرہ کے مقیم تھے ۱۱۶۷ھ میں وصال ہوا۔

(۱۱)۔حضرت شاہ جمعیت: آپ مارہرہ ہی کے رہنے والے تھے اور قوم کے کنبوہ تھے۔

(۱۲)۔حضرت شاہ حسین بیراگی: قوم کے سنار اور ہندی میں شعروادب کا بھی ذوق رکھتے تھے۔

(۱۳)۔حضرت شاہ صادق: آپ حضرت کے بڑے چہیتے خلیفہ تھے بھرگین ضلع ایٹہ میں وصال ہوا۔مزار وہیں ہے۔

(۱۴)۔حضرت شاہ سیّد آل محمد قدس سرہٗ حالات آگے دیکھیں۔(شاہ برکت اللہ ص۲۴/۲۶)

اقوال زرّیں

جن باتوں کی نصیحت آپ نے اپنے صاحبزدگان حضرت سیّد آل محمد و سید نجات اللہ کو فرمائی تھی اور اس پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید فرمائی تھی وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔خدائے تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہیں، (۲)۔اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کے لیے کسی حاکم سے رجوع نہ کریں، (۳)۔ان لوگوں کے گھر ہرگز ہرگز نہ جائیں جو دنیا کے لہو ولعب میں لگے رہتے ہیں، (۴)۔ان لوگوں سے ضرور، ضرور ملیں جن کا ظاہر دین و دیانت سے آراستہ ہو، (۵)۔زیارت قبور کے لیے حاضری ضروری ہے، (۶)۔جہاد اکبر یہ ہے کہ نفس کے ساتھ لڑتے رہیں، (۷)۔مخلوق کے محتاج نہ ہوں دست طلب ہمیشہ خالق کائنات کی بارگاہ میں دراز کریں، (۸)۔علم وعمل کو اولیت دیں اور ان پر کبھی غرور نہ کریں، (۹)۔مخلوق الٰہی کے ساتھ نرمی سے گفتگو کریں، (۱۰)۔ہمیشہ یہ تمنا کریں کے علم خالص اللہ تعالیٰ کی مدد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ملے گا۔(شاہ برکت اللہ ص ۲۴/۲۶)

وصال مبارک

آپ نے دس محرم الحرام ۱۱۴۲ھ ۱۷۲۹ء کو بوقت صادق ۷۱ برس چند ماہ میں داعی اجل کو لبیک کہا: اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ۔ (خاندان برکات ص ۱۲، و مآثر الکرام موسوم بہ سرو آزاد دفتر ثانی ص ۲۴۹ مطبوعہ لاہور)

مزار پُر انوار

آپ کا مزار مبارک مارہرہ مقدسہ ضلع ایٹہ میں زیارت گاہ خلائق ہے۔آپ کے مزار مبارک پر محمد خان بنگش مظفر جنگ والی فرخ آباد نے باہتمام شجاعت خاں ناظم ایک عالیشان روضہ ۱۱۴۲ھ ہی میں تعمیر کرایا جو اب درسگاہ شاہ برکت اللہ کے نام سے مشہور ہے۔

۱۱۴۲ھ/ فنا فی اللہ شد آں پیر مردم

نورسی و چہارم

قدوۃ الواصلین

حضور الشاہ ابوالبرکات سید آلِ محمد مارہروی

(رضی اللہ عنہ)

۱۸ رمضان پنجشنبہ ۱۱۱۱ھ......۱۶ رمضان دوشنبہ ۱۱۶۴ھ

بے خوداؤ باخدا آلِ محمد مصطفےٰ
سیدا حق واجدا یا مقتدا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى السيد الشاه ال محمد رضى الله تعالىٰ عنه .

حب اہل بیت دے آل محمد کے لیے
کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

ولادت شریف

آپ کی ولادت شریف ۱۸ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ بروز پنجشنبہ کو بلگرام میں ہوئی۔

آپ کے والد مکرم نے آپ کا سنۂ تولد لفظ ''ظہور'' سے نکالا اور سیّد خیر اللہ بلگرام نے مندرجہ ذیل ابیات میں آپ کی تاریخ ولادت کہی ہے۔

از بسکہ ز شادیش بیالد ہرکس — چسپاں شدہ جامہائے مردم بہدن
تاریخ تولدش چو جستم از دل — ''حق حافظ اوباد'' خرد گفت بمن

(خاندان برکات ص ۱۴)

اسم گرامی

آپ کا اسم گرامی ابوالبرکات سیّد شاہ آل محمد قدس سرہٗ ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد گرامی کا نام نامی واسم گرامی سلطان العاشقین سیّد شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت والد گرامی کی آغوش میں ہوئی اور والد مکرم ہی سے شرف بیعت وخرقۂ خلافت واجازت حاصل تھا، اور ساتھ ہی سیّد العارفین میر شاہ لطف اللہ لدھان قدس سرہٗ نے بھی شال خلافت سے آپ کو سرفراز فرمایا تھا۔

فضائل

قدرۃ العارفین، اسوۃ الواصلین، حضور الشاہ ابوالبرکات سیّد آل محمد رحمۃ اللہ علیہ آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ، رضویہ کے چونتیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔آپ اپنے والد گرامی کے نہایت چہیتے فرزند تھے۔ والد ماجد کو آپ کی جدائی شاق گزرتی تھی۔آپ کی پوری عمر بزرگوں کے زیر سایہ گزری اور فیوض وبرکات سے مستفیض ہوئے۔عبادت وریاضت اور تقویٰ وطہارت میں آپ درجۂ کمال پر تھے،اور اخلاق وعادات میں اپنے اسلاف کے صحیح ترجمان تھے۔والد ماجد نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں

آپ کو اپنا مکمل جانشین مقرر فرما دیا تھا، اور جب کوئی طالب آپ کے پدر بزرگ وار شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ کی بارگاہ میں پہنچتا تو آپ ارشاد فرماتے کہ آل محمد کے پاس جاؤ، اس نے میرے سر سے بہت سا بوجھ ہلکا کر دیا ہے اور راحت بخشی ہے۔ پھر والد گرامی نے تمام خدمات راہ سلوک ومعرفت آپ ہی کے سپرد فرما دیں اور آپ کا بیشتر وقت کتب تصوف خصوصاً والد بزرگوار کی مصنفات کے مطالعہ میں گزرتا تھا۔

شان عبادت وریاضت

آپ عبادت الٰہی میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے، اٹھارہ برس تک ریاضت میں مصروف رہے اور کامل تین سال تک اعتکاف میں خلوت گزیں رہے اور جو کی روٹی سے افطار فرماتے تھے۔ ان ایام میں اعمال واوراد ومراقبہ اور اذکار واشغال ہر طریقہ کے جاری رہے۔ جس سے فضل وانوار وتجلیات بے حد وشمار حاصل ہوئے۔ پھر حبس نفس کی طرف آپ متوجہ ہوئے اور اس کو درجہ کمال تک پہنچایا۔ ان ایام میں تین مہینے تک پیسے بھر پانی پیتے اور باجرہ کی خشک روٹی تناول فرماتے، بیان کیا گیا ہے کہ ریاضت کی وجہ سے آپ کے سر مبارک میں گڈھا پڑ گیا تھا اور تالو تک گر گیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے حبس نفس کے سلوک مشکلہ کو بھی تمام فرما دیا۔

درس سلوک

والد گرامی نے طالبان وسالکان کی خدمات وتعلیم وتعلم آپ کے حوالے کر دیا تھا۔ بایں وجہ آپ کی خدمت میں جو شخص آتا، اس کو ظاہر وباطن میں پورا پورا شریعت مطہرہ سے پیراستہ ہونے کی وصیت وتاکید فرماتے اور ناخواندہ مبتدی کو الف سے شروع کرا کر سبق باطنی کا ہمراز بھی بنا دیتے تھے یہی نہیں بلکہ ہر ایک کی صفائے ضمیر پر روشنی بھی معلوم کر کے اس کو منزل مقصود تک پہنچاتے تھے اور ماثر الکرام میں ہے کہ حضرت آل محمد امراض قلبی کے ازالہ میں شانِ مسیحائی رکھتے تھے۔

شان بے نیازی

آپ کی شان بے نیازی واستغناء کا یہ عالم تھا کہ بادشاہوں اور نوابوں سے اکثر دور رہتے اور ان کو اپنے پاس تک آنے نہیں دیتے چنانچہ نواب نجیب الدولہ ونواب علی خان، نواب غازی الدین خاں، عماد الملک اور نواب عبد المنصور خاں صفدر جنگ شاہان عہد نے ہر چند کوشش کی کہ انہیں قدم بوسی یا کم از کم نذرانے بھیجنے کی اجازت مل جائے۔ مگر آپ صاف کہہ دیا کرتے: فقیر یہیں سے دعا کر رہا ہے، آنے کی ضرورت نہیں البتہ نواب احمد خاں غالب جنگ والی فرخ آباد ساختہ پرداختہ اسی سرکار کا تھا اسی لئے وہ دعا کرانے میں کامیاب ہو گئے۔

آپ کی دعا سے بادشاہی ملی

آپ اپنی خدمت میں کسی بھی حکمراں یا نواب کو باریابی کا موقع نہیں دیتے تاہم نواب احمد خاں غالب جنگ والی فرخ

آباد، اس کے والی و بادشاہ ہونے کا کسی کو گمان تک نہ تھا، ایک مرتبہ وہ بہ ہزار کوشش آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ حضور سیّد شاہ آل محمد رضی اللہ عنہ نے نواب مذکور کے حق میں دعا فرمائی جس دعا کے اثر سے وہ فرمانروائے فرخ آباد ہوا۔ احمد خاں غالب جنگ نے ۱۱۸۵ھ میں شاندار درگاہ اور خانقاہ تعمیر کرائی اور بارہ مسلم گاؤں خانقاہ کے اخراجات کے لیے وقف کر دیئے اور مزید چار سو سالانہ نذرانہ بھی مقرر کر دیا یہاں تک ۱۱۸۹ھ میں شاہ عالم بادشاہ نے اپنی طرف سے پانچ اور گاؤں کا اضافہ کر کے نذرانے میں پیش کئے۔ غرض ۲۵ گاؤں مختلف اوقات میں سلاطین و امراء نے نذر میں پیش کئے۔ تا کہ ان کی آمدنی سے درگاہ خانقاہ شریف کے اخراجات پورے ہوں اور امور دینیہ کی انجام دہی میں معاشی دشواریاں حائل نہ ہوں۔ (خاندان برکات ص۱۴)

تصانیف

آپ کی تصانیف کے متعلق حضرت علامہ شاہ سیّد محمد میاں قادری مارہروی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ سیّد آل محمد صاحب قدس سرہٗ کی تصنیف سے فقیر نے کوئی کتاب نہ دیکھی نہ سنی، صرف آپ کے دست و قلم کی تحریر فرمائی ہوئی دو دعائیں فقیر کے پاس ہیں اور حضرت شاہ حمزہ صاحب قدس سرہٗ نے آپ کی مؤلفہ ایک بیاض کا ''بیاض دہلی'' کے نام سے حوالہ دیا ہے، اور اس کے اعمال وغیرہ اپنے مجموعۂ اعمال میں نقل فرمائے ہیں جو حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ (خاندان برکات ص۱۴)

اولادِ کرام

حضرت کا عقد اپنے چچا سیّد شاہ عظمت اللہ صاحب کی صاحبزادی غنیمت فاطمہ سے ہوا جن کے بطن دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئیں جن کے اسماء یہ ہیں: (۱)۔ حضرت سیّد شاہ حمزہ قدس سرہٗ آپ کے حالات اگلے صفحات پر ہیں، (۲)۔ حضرت سیّد شاہ حقانی آپ کی ولادت غالباً سنہ گیارہ سو پینتالیس ہجری میں اور وصال سترہ ذی الحجہ بروز نماز جمعہ ۱۲۱۰ھ میں مارہرہ شریف میں ہوا۔ آپ کو عمارت اور باغ کا بہت شوق تھا حصار پختہ جو ہر چہار جانب بستی پیرزادگان کے ہے وہ آپ ہی کا بنایا ہوا ہے اور ایک عالی شان دیوان خانہ سرکار کلاں میں بھی آپ کا تعمیر کردہ تھا۔ اس کے علاوہ کئی مکانات پختہ اور بھی بنائے تھے اور حصار باغ پختہ مع امکنہ و حمام وغیرہ بھی آپ ہی کا بنایا ہوا ہے۔ آپ نے علمی و تصنیفی خدمات بھی انجام دیں چنانچہ آپ کی تصنیف میں تفسیر قرآن اردو مسمی ''عنایت رسول کی'' اور ترجمہ اُردو الاخبار مسمیٰ ''نعمت رسول کی'' اور ایک بیاض فوائد متفرقہ حضرت شاہ محمد میاں مارہروی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ آپ نے شادی نہیں کی تھی، (۳)۔ ایک صاحبزادی تھیں جن کا نکاح آپ کے ہمشیرہ زادہ حافظ سیّد محمد رضا بن سیّد امان اللہ بن قبیلہ بہتہ سے ہوا، جن کی اولاد آرہ کوات بلگرام مارہرہ میں ہے۔ (خاندان برکات ص۱۴)

خلفاء کرام

آپ کے مشاہیر خلفاء کے نام یہ ہیں جنہوں نے آپ کی تعلیمات ومشق کی ترویج واشاعت کی، (۱)۔حضرت قطب الکاملین سیّد شاہ حمزہ قدس سرہٗ، (۲)۔شاہ ظہوراللہ کشمیری، (۳)۔حضرت شاہ واصل، (۴)۔حضرت شاہ عبدالہادی، (۵)۔حضرت شاہ شہباز کنبوہ سنبھلی، (۶)۔حضرت شاہ فخر الدین احمد ملقب شاہ باقی باللہ پنجابی وصال ۱۱۵۴ھ (۷)۔حضرت شاہ فقیراللہ عرف شاہ عارف باللہ، (۸)۔شاہ بزرگ مارہروی وصال ۱۱۴۹ھ، (۹)۔حضرت شاہ مکن، (۱۰)۔حضرت شاہ انور، (۱۱)۔حضرت شاہ رحمت اللہ، (۱۲)۔حضرت شاہ مولوی غلام نبی اترولوی، (۱۳)۔حضرت شاہ حفیظ اللہ، (۱۴)۔حضرت شاہ اسرار اللہ، (۱۵)۔حضرت شاہ نادر العصر ۱۱۶۹ھ، (۱۶)۔حضرت شاہ بیرنگ مجذوب، (۱۷)۔حضرت شاہ رفیق، (۱۸)۔حضرت شاہ شیدا ۱۱۶۳ھ، (۱۹)۔حضرت شاہ بوعلی، (۲۰)۔حضرت فضل اللہ، (۲۱)۔حضرت شاہ محبوب اللہ شاہ، (۲۲)۔حضرت مفتی جلال الدین، (۲۳) حضرت شاہ محمد شاکر مصنف قاسمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(نور مدائح حضور مطبع امیر اقبال بدایوں ص ۳۸)

وصال مبارک

آپ نے سولہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۱۶۴ھ آخری شب دوشنبہ کو اس خاک دان گیتی سے کوچ فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (خاندان برکات ص ۱۴)

مزار مبارک

آپ کا مزار شریف مارہرہ مطہرہ میں والد بزرگوار کے روضہ میں بجانب مشرق واقع ہے۔

قطع تاریخ: ۱۱۶۴ھ

چراغ آل عبا شمع دو دمان علا — فزود جلوہ او رونق حریم بہشت
اناده کرد بہ من سال رحلتش ہاتف — نصیب آل محمد بود نعیم بہشت

نورسی و پنجم

اسد العارفین، قطب الکاملین
الشاہ سیّد حمزہ مارہروی
(رضی اللہ عنہ)

۱۴ ربیع الآخر ۱۱۳۱ھ ...... ۱۴ محرم الحرام ۱۱۹۸ھ

اے حریم کلیۂ توحید را کوہ اُحد
یا جبل یا حمزہ یا شیر خدا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الشاه حمزه رضى الله تعالىٰ عنه .

حب اہل بیت دے آل محمد
کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

ولادت شریف

آپ کی ولادت مقدسہ بمقام مارہرہ مطہرہ میں ۱۴ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔

(انوار العارفین، عمدۃ الصحائف وکاشف الاستار شریف)

اسم شریف

آپ کا نام نامی واسم گرامی شاہ سیّد حمزہ قدس سرہٗ ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام نامی واسم گرامی الشاہ ابوالبرکات آل محمد قدس سرہٗ ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے اپنے والد ماجد ہی کی خدمت باعظمت میں جملہ علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل کی نیز مقلمات سلوک وبیعت وخلافت بھی اپنے والد ماجد ہی سے پائی اور انہیں کے فیض تربیت سے آپ نے جملہ مقامات رفیعہ کی تکمیل فرمائی والد گرامی کے علاوہ حضرت شمس العلماء مولانا محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے علوم ظاہری حاصل فرمائے اور فن طب علماً وعملاً حکیم عطاء اللہ صاحب سے حاصل فرمایا اور شیخ ڈھڈھا لاہوری سے بھی متعدد درسیات کو حاصل فرمایا۔ (تذکرۂ علمائے اہل سنت وخاندان برکات ص ۱۴)

فضائل

اسد العارفین، قطب الکاملین، الشاہ سیّد شاہ حمزہ قدس سرہٗ آپ سلسلۂ قادریہ، رضویہ کے پینتیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ علم وفضل میں یکتا، مایہ ناز مصنف، عدیم النظیر عارف اور اولیاء اکابرین سے تھے آپ صاحب کرامت وتصرف تھے اور بڑے بڑے مجاہدات کی منزلوں کو آپ نے طے فرمایا۔ آپ نہایت ہی ذہین تھے۔ گیارہ سال کی عمر شریف میں ہی آپ نے جملہ علوم وفنون کو حاصل کرلیا تھا اور گیارہ سال کی مدت تک اپنے جد امجد حضرت سیّد شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ کی تربیت میں رہ کر فیوض وبرکات حاصل کئے یوں تو حضرت نے اپنے کلاہ مبارک کو آپ کے سر پر چار سال کی عمر ہی میں رکھ دیا تھا اور سیلی آپ

کے کمر میں باندھی حضرت شیخ الشیوخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ[1] کی تصنیفات سے خاص ذوق تھا خود اکثر ملاحظہ فرماتے اور خاص خدام کو ان کا درس دیتے، آپ کی علمی جلالت کا اندازہ آپ کی تصنیفات خصوصاً فص الکلمات سے بآسانی مل سکتا ہے۔ یہ کتاب دنیا بھر کے علوم پر حاوی ہے اور پھر کسی کتاب سے اخذ و خلاصہ نہیں۔ اصول فن اور کلیات و ضروریات کے مسائل عجب دلکش انداز سے تحریر فرمائے گئے ہیں۔ جس کی دو جلدیں ہیں۔ جلد اوّل الہ آباد میں صاحبزادگان حضرت شاہ افضل الہ آبادی کے پاس مستعار ہے، اور دوسرا حصہ سرکار مارہرہ میں موجود ہے۔ آپ کی شان بڑی نرالی ہے کبھی آپ ایک عالم دین پرور ہیں کہ ہمہ تن حمایت شریعت میں محو ہیں۔ کبھی ایک شہنشاہ بیکس نواز ہیں کہ سراپا رعیت پروری میں مشغول ہیں۔ کبھی ایک شیخ عارف ہیں کہ ہزاروں بندگان خدا آپ سے فیضیاب ہیں کبھی ایک طبیب مسیحاء نفس ہیں کہ صدہا مریض شفا پا رہے ہیں۔ کبھی ایک کریم دریا دل کہ سائلوں کی تلاش میں مستغرق ہیں، کبھی ایک مدبر شجاع ہیں کہ بڑے بڑے عقلا امور مشکلہ میں۔ حضور سے تدابیر پوچھ رہے ہیں اور بڑے بڑے امور سلطنت حضور کے اشاروں سے فیصل ہو رہے ہیں۔ پھر ہر شان میں شان وحدت وعینیت ہویدا تھی۔ واقعی جمع دنیا و دین، فقیری و شاہنشاہی بہت دشوار ہے۔ مگر یہ حضور ہی کا خاص حصہ ہے۔ دس برس کی عمر شریف سے نماز تہجد شروع فرمائی تو وصال شریف تک کبھی قضا نہ ہوئی۔ (خاندان برکات و نور مدائح حضور ص ۴۰/۴۱)

عادات وصفات

آپ کے عادات وصفات اپنے اسلاف کرام خصوصاً والد معظم کے نقش قدم پر تھے، جود و سخا، اخلاق و مروت میں اپنی مثال آپ تھے، ہمہ وقت تلقین وہدایت اور مخلوق خدا کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہوتے عبادت و ریاضت میں بھی یگانہ عصر تھے۔ دس برس کی عمر شریف سے آپ نے تہجد کی نماز شروع فرمائی۔ جو روز وصال تک بلا ناغہ جاری و قائم رہا۔ اشاعت اسلام واصلاح مسلمین کے لیے آپ کی مساعی وقف تھیں۔ (خاندان برکات ۳۰)

مسند خلافت

آپ کے فرق انور پر ۳۴ سال کی عمر شریف میں تاج خلافت رکھا گیا اور والد معظم کے عرس چہلم میں مشائخ کرام کے مقدس ہاتھوں سے دستار فضیلت سے سرفراز کئے گئے۔ آپ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''۳۴ برس ہوئے کہ میں نے اس مکان میں اقامت اختیار فرمائی اور میری عمر ۶۳ برس کو پہنچی''۔ (خاندان برکات)

---

[1] محی الدین ابن عربی ملقب بہ شیخ اکبر۔ فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کے مصنف، بہت سے علوم بالخصوص تصوف اور فلسفہ کے زبردست عالم، اندلس کے شہر مرسیہ میں ۷ ارمضان ۵۶۰ھ کو پیدا ہوئے۔ کثیر التصانیف آزاد، نڈر اور نہایت صاف بیان مخلص تھے۔ آپ نے ۶۳۸ھ میں بمقام دمشق رحلت کی اور میدان قاسیون میں دفن ہوئے۔ آپ کی تصنیف لطیف فصوص الحکم بیشمار صوفیائے کرام کے درس میں رہی۔ آپ وحدۃ الوجود کے قائل تھے جس پر اکابر اولیاء بھی گذرے ہندوستان کی تمام خانقاہیں اسی تصور پر تھیں۔ حضرت مجدد الف ثانی، شاہ محب اللہ الہ آبادی، حضرت سرمد، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، مولانا امداد اللہ چشتی، صابری غرض کہ تمام اولیائے کرام نے اسی مسلک کی اشاعت کی ہے اور وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے دو نظریئے۔ ایک نصب العین پر چلے۔

ایک روز فقیر کو خیال آیا کہ نسبتِ ظنّی سے ہر چند کہ سیادت سادات بلگرام مشہور و مسلم ہے، لیکن یقین و وثوق نہیں، معاً دیکھتا ہوں کہ حضور مولی المسلمین، امیر المومنین سیّدنا مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف فرما ہیں۔ اور دونوں بازو چوکھٹ سنگی کے جو خانقاہ برکاتیہ میں نصب ہے تھامے کھڑے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: تم ہمارے بیٹے ہو اور پیارے بیٹے ہو۔ الحمد للہ علی ذلک (نور مدائح حضور ص ۶۰)

جود و سخا

آپ جود و سخا بخشش و عطا میں یگانۂ عصر تھے، اور اپنے والد ماجد کے عرس میں مہمانوں کی خاطر داری کی ایک ایسی مثال چھوڑی ہے کہ اپنے وقت کہ شہنشاہ بھی ایسی پر تکلف دعوت شاید ہی کر سکے۔ چنانچہ مارہرہ شریف کے عرس میں بیک وقت آدمیوں کا ہجوم ہوتا تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک سال عرس میں باغات آستانہ کے بیر اور آم تقسیم ہوئے سب کو ایک ایک بیر دیا گیا، جب اس کا شمار کیا گیا تو چوبیس ہزار کی تعداد معلوم ہوئی، اور عرس مبارک اس شان و اہتمام سے منایا جاتا تھا کہ ہندوستان بھر میں اس عرس مبارک کی شہرت تھی، آپ عرس مبارکہ میں بلا مبالغہ سو قسم کے کھانوں سے زائرین کی مہمان نوازی فرماتے اور آخری وقت میں حضرت نے مصارف عرس میں بہت تخفیف کر دی تھی، پھر بھی مہمانوں کو ۲۵ اقسام کے کھانے ہر سال برابر تقسیم ہوتے تھے جس میں امیر و غریب، شاہ گدا کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ (خاندان برکات)

شان بے نیازی

حضور قطب الکاملین الشاہ سیّد حمزہ قدس سرہٗ کی ذات اپنے اسلاف کی آئینہ دار تھی اور بڑے بڑے امراء و سلاطین وقت اپنے خدام و فوج و لشکر کے ساتھ آپ کی خدمت میں مارہرہ شریف پہنچتے مہینوں خانقاہ میں قیام رہتا اور انواع و اقسام کے کھانوں سے ان لوگوں کی مہمان نوازی کی جاتی مگر حضرت کبھی بھی ان لوگوں کو باریابی کی اجازت نہیں دیتے بلکہ اپنے معمولات مقررہ میں مصروف رہتے۔

زیارت سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم

منقول ہے کہ ایک پشاوری باکمال درویش نے آپ کی خدمت مبارکہ میں ایک درود شریف نذر کیا، حضرت نے اسے پسند فرما کر اس کو رکھ لیا، اور اسی شب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور ارشاد فرمایا:

صاحبزادے اٹھو! اور درود شریف پڑھو؟

حضرت بیدار ہوئے، غسل فرمایا، عطر لگایا، بخور وغیرہ روشن کئے اور اس درود شریف کا درود شروع کیا، ہنوز درود شریف ختم بھی نہ کیا تھا کہ زیارت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوتے ہیں اور آپ نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائی تو اس وقت آپ تعظیماً کھڑے ہو گئے اور درود شریف کے بقیہ اعداد پورے کئے۔ درود شریف تمام ہونے

تک آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس تشریف فرما رہے۔ پھر حضرت نے چند اشعار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سنائے جنہیں سرکار نے پسند فرمایا اور کونین کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا، یہ وصیت مع اشعار کے حضرت شاہ مہدی حسن وحضرت سیّد شاہ کے دعاخوانوں میں موجود ہے مذکورہ پشاوری درویش کا نام مولوی محمد مکرم مرید شاہ پشاوری ہے۔ جو ۱۱۷۳ھ میں احمد شاہ درانی کے ساتھ ہندوستان آئے اور باریاب خدمت ہو کر مذکورہ درود جسے صلوٰۃ الختام کہتے ہیں پیش فرمایا۔ (نور مدائح حضور ص ۵۹/۶۰)

آپ کی خانقاہ عظمت پناہ سے الفت

۱۱۸۵ھ میں ایک بڑی فوج مرہٹہ کی مارہرہ شریف پہنچی، حضرت سیّد شاہ نجات اللہ صاحب قدس سرہٗ معہ صاحبزادوں اور عمائدین شہر کے پہلے سے مارہرہ مطہرہ سے تشریف لے گئے تھے، لیکن حضور اسد العارفین الشاہ حمزہ قدس سرہٗ مع چند فقراء خانقاہ برکاتیہ میں مقیم تھے، ایک شب باشارغیبی حضرت نے شہاور کا قصد فرمایا، مفتی جلال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ باوجود اطلاع اصرار عزیزان قبل واقعہ قیام اور بعد معرکہ سفر کی وجہ دریافت کی۔ مفتی صاحب خود سرکار کے مرید اور راز دار تھے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

> فضائل دستگاہ، حقائق آگاہ سلمہ اللہ تمہارا خط جو واردات وحالات زمانہ پر مشتمل تھا پہنچا۔ الحمد اللہ کہ ناموس اور میری جان حافظ حقیقی کی حفاظت میں محفوظ ہے اور باطنی طور پر احباب کی خاطر داری ملحوظ تھی کہ بادشاہ جب بھی کسی دیہات میں داخل ہوتا ہے تو فساد پھیلاتا اور وہاں کے باشندوں کی عزت وآبرو کو ختم کر دیتا ہے، اور فقیر کو اپنے اسلاف کرام سے حرکت کرنے وجانے کی اجازت نہ تھی اور اسی اقرار......

ذوق شاعری

آپ کا ادبی اور شاعری ذوق بھی بہت عمدہ تھا اور برجستہ اشعار کہا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے اشعار اُردو فارسی میں اکثر ملتے ہیں، میدان شعر وشاعری میں آپ اپنا تخلص عینی فرماتے تھے۔ چند اشعار تبرکات پیش کیے جاتے ہیں:

غزل

وقت آں آمد کہ عزم لامکاں بریاں کنم — ایں جہاں وآں جہاں درہم وشیدا کنم
وقت آں آمد کہ ازیاراں تن باشم جدا — عزم سوئے دوستانِ عالم بالا کنم
نکتۂ اول بآخر میرسانم اے فلاں — دورۂ قوسین را اقرب بہ او ادنیٰ کنم
بعد وہمی رابقرب وسوسہ سازم بہم — ایں خیالات تو ہم را بخود رسوا کنم
صورت تن ازہیولائے قفس آرم بروں — طائر قلہ نشین را مادۂ عنقا کنم

بیخود آء تا با خدائے خویش گردم ہم عنا بے خدا شو از خدا تا باخدا یکتا کنم
ہمزہ قطعی بوصل جان کنم عینی نما دورہ ہائے مرکز اللہ را یغما کنم

اور ایک دوسری مشہور نظم جو غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے وہ اس طرح ہے۔

غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے قبلۂ دیں مددے کعبہ ایماں مددے
مظہر سرازل گوشۂ چشمے کرے مہبط فیض ادب واقف پنہاں مددے
گشتہ ام برگ خزاں دیدۂ آشوب جہاں اے بہار کرم گلشن امکاں مددے
نہ بود در دوجہاں جز تو مددگار مرا مدد اے سرور سرکردۂ پاکاں مددے
ذرہ ام چند طپد در شب ظلمت بے نور صبح رحمت کرے مہر درخشاں مددے
ماگدائیم تو سلطان دو عالم ہستی از تو داریم تمنا شہ جیلاں مددے
خاک بغداد بود سرمۂ بینائی من دیدۂ ام راچہ کند کحل صفاہاں مددے
مددے کن تہمن اے بادکش بزم حضور ساقی میکدۂ عالم عرفاں مددے
بلبل مدح سرائے توام اے اشک بہار گل روئے سیّد عالم امکاں مددے
انتظار کرم تست بعینی مارا اے خدا بیں خدا جو وخدا داں مددے

کاسگنج بارونق ہوگیا

دنیا کو شاید علم نہ ہو کہ وہ کاسگنج جو آج جنکشن اور ایک مشہور تجارتی مرکز اور پر رونق قصبہ ہے جو پہلے ایک صحرائے ویران اور رہزنوں کا مسکن تھا۔ حضرت ہی کے حکم سے ایک مرید خاص سردار یاقوت خاں نے آباد کیا تھا، جس کی وجہ سے ضلع ایٹہ کے اندر پٹیالی، سہاور گنج، ڈنڈواڑہ اور جلیسر وغیرہ ہیں جہاں اسلام کی شعاع پھیلی اور لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے وہ آپ ہی کی ذات برکات کا ثمرہ ہے۔ (خاندان برکات ص ۱۵)

نواب احمد خاں کی عقیدت

نواب احمد خاں بنگش والی فرخ آباد نے ۱۱۷۵ھ میں بارہ مواضعات کو درگاہ معلیٰ خانقاہ برکاتیہ کے لیے وقف کر دیا۔ موصوف کو حضور الشاہ سیّد حمزہ مارہروی قدس سرہٗ سے بھی کافی عقیدت تھی جس عقیدت کا اظہار اس طور پر کیا کہ بارہ مواضعات سے نصف حضور شاہ حمزہ قدس سرہٗ کی خدمت میں نذر کیا اور نصف مواضعات بنام حضرت شاہ نجات اللہ صاحب سرکار خورد کی خدمت میں پیش فرمایا، جن کے نام اس طرح ہیں:

(۱)۔حیات پور، (۲)۔فتحپور، (۳)۔لالپور، (۴)۔کوٹینہ، (۵)۔بی نگر، (۶)۔عمر پور پھوٹا، (۷)۔رتن پور، (۸)۔سند ھاوی، (۹)۔رشید پور، (۱۰)۔عبداللہ پور، (۱۱)۔قاضی کھیرہ، (۱۲)۔قاسم پور پرگنہ مارہرہ۔ ان گاؤں میں چند کو چھوڑ کر تمام

زمینداری بعد کے متولیان نے بیع و رہن وغیرہ کر کے تلف کر ڈالیں اور بعض متولیوں نے اپنے حقوق معافی داری بھی رہن کر دیئے۔ (خاندان برکات ص ۲۱/۲۲)

تصنیفی و علمی خدمات

حضرت کا گھرانہ علمی و روحانی اعتبار سے تاریخ ساز گھرانہ ہے جس کے اثرات آپ کے اندر بھی بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ کو مطالعہ کا خاص ذوق تھا اور جو کتابیں مطالعہ فرماتے اول سے آخر تک دیکھتے اور پسندیدہ فوائد اس کے اول یا آخر یا حاشیہ پر تحریر فرما دیتے۔ حضرت کے پاس ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ جس میں ہزاروں جلدیں کتب مختلف علوم و فنون کی جمع تھیں جس کی تعداد سولہ ہزار کے قریب تھی۔ بہت سی کتابیں جو نادر و نایاب ہوتیں، ان کو خود اپنے دست مبارک سے اور دوسرے کاتبوں سے لکھوا کر کتب خانہ میں داخل فرماتے، جس میں آپ کی مندرجہ ذیل تصنیفات ہیں جن سے آپ کی عبقری شخصیت کی کماحقہ، معرفت و ادراک ہو سکتا ہے۔ ان کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔ کاشف الاستار شریف، (۲)۔ فیض الکلمات یہ کتاب دنیا بھر کے علوم و فنون میں شامل ہے جلد اوّل الہ آباد میں اور جلد ثانی مارہرہ شریف میں ہے، (۳)۔ مثنوی اتفاقیہ، (۴)۔ قصیدہ گوہر بار اُردو، (۵)۔ رسالہ عقائد۔[۱]

اس کے علاوہ چند بیاض میں اعمال و اشغال و اوراد و اذکار تحریر فرمائے ہیں۔

اولاد کرام

حضرت کا عقد سید محسن بلگرامی عرف سیّد محمد روشن بن سیّد محمد سعید خیر اللہ کی صاحبزادی دیانت فاطمہ سے ہوا۔ جن سے چار صاحبزادے سیّد شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ (۲) سید شاہ برکات ستھرے میاں صاحب قدس سرہٗ، (۳) سیّد شاہ آل حسین سچے میاں صاحب قدس سرہٗ (۴) حضرت سیّد اعلیٰ قدس سرہٗ آپ کا وصال صغر سنی ہی میں ۲۲ صفر کو ہوا۔ (۵) اور ایک صاحبزادی وافی بی بی عرف بوبو صاحبہ تھیں جن کا عقد حضرت کے ہمشیر زادہ سیّد امیر علی بن سیّد محمد احسن بن سیّد محمد رضا سے ہوا۔ ان کی اولاد آرہ کوات وغیرہ میں ہے۔ (خاندانِ برکات، ص ۲۱/۲۲)

خلفائے کرام

حضرت کے مشہور خلفائے کرام کے نام مندرجہ ذیل ہیں جنہوں نے آپ کے مشن کو آگے بڑھایا اور دین و مذہب کی عظیم خدمات انجام دیں۔ (۱)۔ حضرت ابوالفضل آل احمد اچھے میاں مارہروی قدس سرہٗ، (۲)۔ حضرت شاہ مسیح اللہ قدس سرہٗ، (۳)۔ حضرت شاہ عین الحق، (۴)۔ شاہ علی شیر، (۵)۔ شاہ حفیظ اللہ، (۶)۔ حضرت شاہ رحیم اللہ، (۷)۔ حضرت شاہ سیف اللہ سہاوی، (۸)۔ حضرت شاہ رمضان اللہ، (۹)۔ حضرت شاہ مولوی غلام محی الدین، (۱۰)۔ حضرت شاہ دیدار علی از احفاد،

---

[۱] وہابیوں نے آپ کے نام ایک کتاب خزینۃ الاولیاء لکھ کر عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں خبردار خبردار جو بھی یہ جھوٹی تاریخ بیان کرتا ہے وہ وقت کا سب سے بڑا دھوکہ باز ہے اور آپ نے کوئی کتاب اس نام کی تصنیف نہیں فرمائی ہے۔ صرف ایک جھوٹے کا افتراء ہے۔

(۱۱)۔حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری، (۱۲)۔حضرت شاہ شامل، (۱۳)۔حضرت شاہ خیرات علی، (۱۴)۔حضرت شاہ مولی، (۱۵)۔حضرت شاہ عابد (۱۶) حضرت شاہ ماجد، (۱۷) حضرت شاہ عزت اللہ، (۱۸) حضرت شاہ نور اللہ، (۱۹) حضرت شاہ کرم علی، (۲۰) حضرت شاہ عبداللہ، (۲۱) حضرت شاہ محفوظ، (۲۲) حضرت شاہ غلام رسول، (۲۳) حضرت شاہ میر حسین ملقب شاہ حسن، (۲۴) حضرت شاہ عبدالغنی (۲۵) حضرت شاہ عبدالحکیم، (۲۶) حضرت شاہ تحقیق، (۲۷) حضرت شاہ نصیرالدین، (۲۸) حضرت شاہ زاہد، (۲۹) حضرت شاہ مکن، (۳۰) حضرت شاہ بزرگ، (۳۱) حضرت شاہ دیدار علی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین اکثر خلفائے کرام سے سلسلہ جاری ہے۔

وصال مبارک

آپ نے ۱۴محرم الحرام ۱۰۹۸ھ بروز چہار شنبہ بعد نماز مغرب ایک گھڑی رات گزرنے اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

مزار شریف

آپ کا مزار مقدس مارہرہ شریف میں وسط برآمدہ مشرقی، مقبرہ قدیم میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

تاریخ وصال...... اُدۡخُلِیۡ فِیۡ جَنَّتِیۡ......۱۰۹۸ھ ......

آثار مقدسہ

حضرت سیّد الشاہ حمزہ قدس سرہٗ کو موئے شریف حضور سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور قدم شریف اور نعلین شریف حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حاجی جمال الدین کی معرفت جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ یا ان کے بھائی کی اولاد میں تھے ملے۔ جو بفضلہٖ تعالیٰ اس وقت موجود ہیں اور تبرکات مشترکہ سرکار کلاں میں ہیں۔جن کی زیارت اعراس میں ہوتی ہے، اور ایک پارچۂ سنگ خیبری جس سے ریشم نکلتا ہے اور جو ظہور کرامت مرتضوی ہے اور ایک خشت فرش مزار مقدس مرتضوی بھی آئی جو تبرکات مشترکہ میں ہے اور پارچۂ سنگ کی زیارت اعراس میں ہوتی ہے اور ایک بسم اللہ شریف حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اور مرقعہ بزرگان بھی آیا ہے یہ دونوں حضور سیّد محمد میاں قدس سرہٗ کے والد محترم کے پاس موجود ہیں۔

نور سی و ششم

شمس الدین ابوالفضل

حضرت سیّد شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی

(رضی اللہ عنہ)

۲۸ رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ ...... ۱۷ ربیع الاوّل ۱۲۳۴ھ

یا ابوالفضل آل احمدؔ حضرت اچھے میاں
شاہ شمس الدین ضیاء الاصفیا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيد الشاه ابى الفضل شمس الملة والدين آل احمد اچھے میاں رضی الله تعالیٰ عنه .

دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پُر نور کر
اچھے پیارے شمس دیں بدر العلیٰ کے واسطے

ولادت شریف

آپ کی ولادت باسعادت ۲۸ رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ میں ہوئی جس کا مادۂ تاریخ ''سلطان مشائخ جہاں'' ہے۔

اسم شریف ولقب

آپ کا نام نامی واسم گرامی سیّد آل احمد اور لقب اچھے میاں قدس سرہٗ ہے۔

والد ماجد

آپ خلف رشید وسجادہ نشین حضرت سیّد شاہ حمزہ قدس سرہٗ کے ہیں۔

ولادت کی بشارت

حضور صاحب البرکات، سلطان العاشقین سیّد شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ نے یہ بشارت دی تھی کہ مجھے بفضل الٰہی چار واسطوں کے بعد ایک لڑکا عنایت ہوگا جس سے رونق خاندان دوبالا ہوگی۔ بعدہٗ حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ نے اپنا ایک خرقہ عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ یہ اس صاحبزادے کے لیے ہے۔ استاذ المحققین حضرت سیّدنا شاہ ال محمد قدس سرہٗ (حضور صاحب البرکات کے بڑے شہزادے) نے حضور اچھے میاں قدس سرہٗ کو تسمیہ خوانی کے وقت گود میں بٹھا کر ارشاد فرمایا: یہ وہی شہزادے ہیں جن کی بشارت والد ماجد نے دی تھی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے علوم ظاہری وباطنی ومنازل سلوک کی تکمیل اپنے والد ماجد سے فرمائی اور آپ کے روحانی معلم حضور سیّدنا غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے فن طب باقاعدہ حکیم نصر اللہ صاحب مارہروی سے حاصل فرمایا تھا مگر اس علم سے سوائے ستر تصرفات کے کام نہ لیا جاتا تھا، بظاہر مریض کو معمولی دوا یا کسی درخت کے پتے تجویز فرماتے، مگر حقیقتاً خود چارہ سازی فرماتے۔

فضائل

قدوۃ الکاملین، قطب العارفین، عاشق خدا، معشوق سرکار مصطفیٰ، مظہر جناب غوثیت مآب سیّد فخر الاولیاء، شمس الدین ابوالفضل حضرت سیّد شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہٗ، آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے چھتیس ویں امام وشیخ طریقت تھے۔ آپ بڑے باکمال وعارف باللہ تھے، کرامات وتصرفات میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علوم ظاہر و باطن میں بے ہمتاء تھے آپ نے سخت ترین ریاضتیں کیں اور مجاہدات وسلوک میں ایک خاص شان کے حامل تھے، غلاموں کی حفاظت، کفالت خود فرماتے اور اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیکر تھے۔

عام مخلوق پر آپ کی نظر مہربانی ہوتی ہی تھی لیکن خدام ساکنانِ بدایوں پر آپ کی خاص نوازشیں ہوتی تھیں اور ارشاد فرماتے کہ بدایوں ہماری جاگیر ہے جو جاگیر ہم کو حضور غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے عطا ہوئی ہے۔ آپ علوم ظاہر و باطن کے بہترین عالم تھے اکثر علماء فضلاء آپ کے خدام تھے۔ علماء کے دقیق ومشکل مسائل ایسی خوبی سے حل فرمادیتے کہ عقلیں حیران رہ جاتیں ایک بار حضرت کے آخری عہد میں حضرت مولانا شاہ عبدالمجید الحق بدایونی[1] رحمۃ اللہ علیہ جو اجلۂ خلفاء میں سے ہیں عرض کیا: مسئلہ قرطاس میں ہر چند علماء نے جواب دیئے ہیں لیکن حضور میر تسکین خاطر فرمادیں؟ حضرت نے دوات قلم کا حکم فرمایا معاً حضرت شاہ عین الحق پر مسائل کی تحقیق وارد ہوئی اور فرمایا: فقیر کو ہدایات شافی مل چکے ہیں اور حضرت کے فضائل ومناقب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی[2] قدس سرہٗ کے ''ملفوظات عزیزی'' میں بلند کلمات کے ساتھ موجود ہیں۔

---

[1] حضرت مولانا شاہ عبدالمجید الحق بدایونی قدس سرہٗ، حضرت شاہ عبدالحمید عثانی المتوفی ۱۲۳۳ھ کے بڑے صاحبزادے ۲۹ رمضان المبارک ۱۱۷۷ھ کو پیدا ہوئے ظہور اللہ، تاریخی نام تجویز ہوا۔ بزرگ خاندان اور والد ماجد کے پھوپھا بحر العلوم حضرت مولانا شاہ محمد علی عثانی اور اپنے ماموں حضرت مولانا محمد عمران خطیب اور پھوپھا حضرت مولانا عبدالغنی قدست اسرارہم سے پڑھنے کے بعد لکھنؤ میں حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوادی سے تکمیل علوم کی۔ باشارۂ حضور سرور کائنات فخر موودات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شاہ اچھے میاں قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر مرید ہوئے بیعت کے بعد آپ نے شب وروز شیخ کی خدمت میں حاضری کا التزام کرلیا، بدایوں سے طلبی کا کوئی خط ہوتا اور حضرت اچھے میاں قدس سرہٗ کو خبر ہو جاتی تو حضرت وطن جانے کی تاکید فرماتے، آپ اچھا کہہ کر تعمیل حکم والا کا قصد فرماتے لیکن دل جدائی پر راضی نہ ہوتا تھا۔ ادھر اُدھر پھر کر حاضر دربار ہو جاتے یہاں تک کہ حضرت اچھے میاں قدس سرہٗ، خود ہی سواری کا انتظام فرما کر جانے کا حکم فرماتے، مجبوراً بدایوں جاتے اور دو چار دن رہ کر واپس آجاتے اور آثار احمد میں حضرت اچھے میاں قدس سرہٗ نے آپ کے بارے میں نہایت بلند کلمات تحریر فرمائے ہیں۔ حضرت نے تکمیل مراتب کے بعد آپ کو خلافت عطا کی اور شاہ عین الحق کے خطاب سے عزت افزائی فرمائی۔ ۱۲۵۱ھ میں شیخ وصال کے بعد مستقل بدایوں میں رہنے لگے۔ ۱۲۵۶ھ میں آپ نے زیارت حرمین طیبین کا شرف حاصل فرمایا، یوں تو بدایوں کا خاندان عثانی ہمیشہ سے علم ومعرفت میں مشہور چلا آتا ہے۔ مگر آپ کے زمانہ میں اس نے کافی شہرت پائی اور آپ کی ذات بابرکات سے بے شمار خلائق نے راہ ہدایت پائی۔ شنبہ ۷ المحرم الحرام ۱۲۶۳ھ میں پچاس سال تین ماہ اٹھارہ دن کی عمر پا کر واصل بحق ہوئے ''داد رونق بخلد بریں'' تاریخ وصال ہے۔ حضرت آل رسول مارہروی قدس سرہٗ، مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی آپ کے نامور شاگرد ہیں، اور حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی آپ کے صاحبزادہ وجانشین تھے۔ (تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۱۲۶/۳۵)

[2] حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ ۱۱۵۹ھ، ۱۷۴۶ء سال ولادت ''غلام علیم'' تاریخی نام والد ماجد سے تکمیل علوم کی، سولہ برس کی عمر میں فاتحہ فراغ پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کی عمر کا سترہواں برس تھا جب حضرت شاہ ولی اللہ نے ۱۱۷۶ھ میں انتقال کیا۔ شاہ عبدالعزیز اپنے سب بھائیوں میں باعتبار علم وفضل کے بڑے تھے۔ اس لئے والد کے جانشین ہوئے سوم کے دن آپ کی دستار بندی کا جلسہ ہوا۔ حضرت مولانا شاہ فخر الدین محمد چشتی نے آپ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ وحدۃ الوجود

واقعہ یوں ہے کہ ایک شخص نے حضرت نقیب الاشراف بغداد قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر مسئلہ وحدۃ الوجود سمجھنا چاہا۔ تو حضرت نے ہندوستان کے سفر کی ہدایت فرمائی' وہ صاحب علماء ومشائخ سے ملتے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی خدمت میں پہنچے، عرض مدعا کیا مگر تشفی نہ ہوئی، حضرت محدث دہلوی نے فرمایا: آپ مارہرہ میں حضرت اچھے میاں قدس سرہٗ کی خدمت میں جایئے وہ آپ کی تسکین خاطر فرمادیں گے۔

عبادت وریاضت

حضرت عبادت وریاضت میں بہت بلند رتبہ کے حامل تھے۔ آپ ہمیشہ اکتساب واذکار ومراقبات واشغال میں مصروف رہتے یہاں تک کہ فرائض پنج وقتہ کے علاوہ حبس کبیر، صلوۃ منکوس وصوم نوافل اور مجاہدات قویہ وریاضات باطنیہ اور دواشغال کاالتزام رکھتے تھے اور طاعات پر طاعات بجالاتے تھے۔

عادات ومعمولات

حضور قدوۃ السالکین سیّد شاہ آل احمد اچھے میاں قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کے معمولات روز شب اس طرح سے تھے: آپ آخر شب میں اٹھ کر حوائج ضروریہ سے فارغ ہوتے، پھر وضو فرما کر نماز تہجد ادا کرتے بعدہ دست مبارک اٹھا کر دین کی ترقی اور متوسلین کے لیے دعائے مغفرت فرماتے، جب دعا سے فارغ ہوجاتے تو فقراء گیارہ بار ذکر کلمۂ شریف بآواز بلند کرتے، اس وقت دروازہ بند ہوجاتا تھا اور کسی غیر کو خلوت خاص میں باریابی کی مجال نہ ہوتی۔ بعدہٗ محل سرا میں تشریف لے جاتے، تھوڑی دیر بعد برآمد ہوکر خانقاہ میں رونق افروز ہوتے اور درویشوں کو طلب فرما کر استفسار واردات فرماتے اور بقدر حوصلہ ہر ایک کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) کے سر پر دستار باندھی اور بطور ہدایت بزرگانہ ارشاد فرمایا: آپ کے والد سے جو غلطیاں ہوگئی ہیں ان کو مٹانے کی کوشش کیجئے گا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز نے مسند ارشاد پر رونق افروز ہوکر درس وتدریس میں معروفیت اختیار کی، شائقین علم نے دور دور سے آکر آپ سے اکتساب علم کیا آپ کا سلسلہ تلمذ بہت وسیع ہوا۔ ہندوستان کے تقریباً تمام علماء کا سلسلۂ حدیث آپ ہی سے وابستہ ہے، حضرت شاہ صاحب ہر جمعہ اور منگل کو پرانے مدرسہ کوچہ جیلان میں وعظ فرماتے تھے حضرت مخدوم آل رسول مارہروی، حضرت مولانا مفتی صدر الدین خاں، حضرت شاہ غلام علی برادرزادہ مولانا مخصوص اللہ اور مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی، حضرت شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادی، حضرت شاہ ابوسعید مجددی، مولانا شاہ ظہور الحق پھلواروی، مولانا شاہ عبدالغنی پھلواروی قدس اسرارہم آپ کے مشہور اور نادرۂ روزگار تلامذہ سے ہیں۔ آپ کا پورا گھرانہ سلاسل اربعہ کے مشائخ کے نقش قدم پر تھا۔ غیر مقلدین وہابی کا جو نظریہ ہے اس کے سخت مخالف تھا مقلد ہی رہے اور ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کی تمام نامور ہستیاں مقلد ہی تھیں۔ جس کی پیروی کرنے والوں میں بڑے بڑے فقہاء محدثین ونابغۂ روزگار ہستیاں پیدا ہوئیں۔ بروز یکشنبہ ۷ شوال الکرام ۱۲۳۹ھ ۱۸۲۴ء میں حضرت کا وصال ہوا۔ تصانیف میں تفسیر عزیزی اور روافض کے رد میں تحفۂ اثنا عشریہ مشہور کتاب ہے۔ آپ عربی کے بہترین شاعر بھی تھے، اور اس میدان شعر وادب میں بھی آپ نے کمال حاصل کیا تھا سچ تو ہے کہ ادب ہمیشہ ان مشائخ سلاسل سے ہی دنیا کو ملے اور شعور دینی بیدار ہوا۔ کسی دنیادار، درم ودینار پر شاعری کرنے والے نے مذہب ودین سے آگاہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے مذہب ودین کو مجروح کیا یہی وجہ ہے کہ اس کا وجود دنیا سے مٹ گیا۔ ادبی تاریخ میں مشائخ وقت نے ہی نمایاں کردار ادا فرمایا ہے اور قوم کو دین ومذہب کے دائرے میں رہ کر زندگی گزارنے کا سبق دیا ہے۔ (تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۱۴۱، ۱۴۲)

اصلاح فرماتے، پھر درگاہ شریف جا کر پہلے اپنے والد ماجد کے مزار پر فاتحہ وقدم بوسی کے لیے حاضر ہوتے اور پھر والدہ ماجد، جدامجد وعم مکرم کے مزارات پر فاتحہ خوانی کرتے اکثر اوقات درگاہ معلیٰ سے متصل پاکتی باغ میں تشریف لے جاتے اور جامن کے درخت کے نیچے دری بچھا کر جلوہ افروز ہوتے وہاں سے اٹھ کر خانقاہ تشریف لے جاتے، اس وقت دربار عام ہوتا، ہر ایک اپنا اپنا مطلب عرض کرتا، آپ اپنے خدام کو سخت محنت اور ریاضت سے بچاتے اہل حاجات کو بھی وظائف واعمال بہت کم مرحمت فرماتے، زبانی عرض یا عرضی پر حکم ہوتا اور کام پورا ہو جاتا، اپنے اکابر کی طرح تصرفات میں پوشیدگی فرماتے، دوپہر کے وقت کھانا طلب ہوتا تو گیہوں کی دو یا تین ہلکی چپاتیاں شوربہ یا مونگ کی دال کے ساتھ تناول فرماتے، پھر قیلولہ کرتے بعدۂ حاجات ضروریہ سے فارغ ہو کر وضو فرماتے اور ظہر کی نماز ادا فرماتے بعدۂ تلاوت کلام پاک میں مشغول ہوتے۔ پھر خانقاہ میں جلوہ افروز ہو کر درود کا وظیفہ پڑھتے پھر نماز عصر مسجد میں ادا کر کے خانقاہ میں رونق افروز ہوتے، پھر نماز مغرب مسجد میں باجماعت ادا فرماتے بعدۂ فقراء ختم خواجگان کرتے بعدۂ خانقاہ میں حاضر ہوتے، اس وقت خدام ودنیدار دست بستہ مجرا اور آداب بجالاتے۔ حضرت قبلہ سجادہ پر رونق افروز ہو کر تسبیح درود وشریف کا وظیفہ پڑھتے۔ پھر نماز عشاء مسجد میں باجماعت ادا فرماتے اور بعد عشاء دروازے مغلوق ہو جاتے تھے۔

تصانیف وعلمی خدمات

آپ کی تصانیف کے بارے میں حضرت علامہ مولانا شاہ سیّد محمد میاں مارہروی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت کی تصنیف وتالیف سے سب سے بڑی ضخیم کتاب آئین احمدی ہے۔ سنا ہے کہ اس کی چونتیس وبروایتے ساٹھ جلدیں بہت مسبوط علوم وفنون مختلفہ میں تھیں اپنے نزدیک علوم متداولہ میں سے کوئی علم وفن ایسا نہیں چھوڑا تھا جو اس میں نہ ہو اس کی بہت سی جلدیں تلف ہو گئیں، اب فقیر کے کتب خانہ میں چند جلدیں ہیں جن میں ایک عقائد وفقہ میں بطور متکلمین وصوفیہ اور بقیہ اشغال واوراد وغیرہ میں ہیں، اور کچھ جلدیں حضور سیّد مہدی حسن عم مکرم کے کتب خانہ میں بھی تھیں، اور کچھ جلدیں مدرسہ قادریہ بدایوں میں حضرت علامہ مولانا فضل رسول بدایونی قدس سرہٗ[1] نے کتب خانے میں موجود ہیں۔ (۲) بیاض عمل ومعمول دوازدہ ماہی (۳) آداب السالکین مطبوعہ، (۴) مثنوی اشعار تصوف میں، (۵) دیوان اشعار فارسی وغیرہ۔

---

[1] حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عین الحق شاہ عبدالمجید بدایونی کے بڑے صاحبزادے فضل رسول نام ماہ صفر ۱۲۱۳ھ میں ولادت ہوئی دادا بزرگوار حضرت شاہ عبدالمجید بدایونی نے ''ظہور محمدی'' تاریخی نام رکھا، صرف ونحو کی کتابیں دادا سے پڑھیں، ۱۲۲۵ھ میں بغیر اجازت بارادۂ تعلیم براہ شاہجہان پور چوتھے دن فرنگی محل لکھنؤ پہنچے مولانا شاہ نور الحق بن مولانا شاہ انوار الحق فرنگی محلی کے درس میں شریک ہو کر کامل تین برس کسب علوم کیا۔ استاذ کے حکم کے بموجب حضرت شیخ العالم مخدوم احمد عبدالحق رودولوی کے عرس میں حاضر ہوئے ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۲۸ھ کو صبح کے وقت مواجہہ مزار میں مجلس علماء کی موجودگی میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ واپسی میں مولانا نور الحق نے مولانا کو اپنے والد ماجد مولانا شاہ انوار الحق کی رونمائی کے لیے پیش کیا۔ انہوں نے آپ کو قریب بلا کر خیر وبرکت کی دعا دی اور فرمایا صاحبزادے! ایک دن وہ آنے والا ہے کہ جب حفاظت دین کا سہرا تمہارے سر سجایا جائے گا تو مسند فقر وعرفان تمہاری ذات سے فروغ پائے گی۔ فرزند ارجمند مولانا نور کا، نور علم تمہارے دم سے فیض بخش عالم ہوگا۔ والد ماجد کی زبان سے یہ کلمات خیر سن کر مولانا نور الحق بہت مسرور ہوئے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کشف وکرامات

آپ کے کشف وکرامات بھی بے حد ہیں۔ جس کو تحریر کرنا دشوار ہے راقم السطور یہاں پر چند کرامات کو بطور تبرک پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

برص زدہ اچھا ہو گیا

جناب شیخ رسول بخش بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک برص زدہ سپاہی حاضر ہوا، اور دور ہی کھڑا رہا۔ حضرت نے فرمایا بھائی آگے آؤ؟ وہ عرض کرنے لگا: حضور! میں اس قابل نہیں ہوں۔ فرمایا: آگے آؤ۔ وہ شخص آگے آیا، تو جس جگہ سفید داغ تھا حضرت نے اپنے دست مبارک کو رکھا اور ارشاد فرمایا: یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے؟ بعدہٗ سپاہی نے دیکھا تو سفید داغ بالکل غائب تھا۔

راہ سلوک درود شریف سے طے

آثار احمدی میں لکھا ہے کہ بخارا کا رہنے والا ایک شخص مارہرہ شریف حاضر ہوا، اور نماز ظہر خانقاہ شریف میں پڑھ کر آپ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) سیف المسلول تحصیل علم کے بعد مولانا نور صاحب کے حکم سے وطن آئے۔ دادا بزرگوار حضرت مولانا شاہ عبد الحمید کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے تکمیل علم کی سند ان کے روبرو رکھ دی ان کے حکم سے اپنے قدیم آبائی مدرسہ محمدیہ کو مدرسہ قادریہ کے نام سے منسوب کر کے درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ بہت جلد حضرت کے درس کی شہرت دور ونزدیک پہنچ گئی اور آپ علوم ظاہری وباطنی کے مرجع قرار پائے۔ حضرت طلبہ پر نہایت شفیق تھے، ان کی تھوڑی سی پریشانی سے بے چین ہو جاتے تھے۔ اسی دوران راجہ بنارس کی لڑکی کے علاج کے لیے تھوڑے دنوں بنارس مقیم رہے، وہاں سے واپسی کے بعد کچھ دنوں مفتی عدالت رہے، ساڑھے تین سال سہسوان میں سرشتہ دار رہے۔ دوبار حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ پہلے حج میں حضرت علامہ محمد عابد سندھی مدنی المتوفی ۱۲۵۷ھ سے سند حدیث حاصل کی، حضرت مولانا عبد اللہ سراج مکی نے مکہ مکرمہ میں سند خاص عطا فرمائی، یہ سفر دہلی سے پاپیادہ طے ہوا تھا، دوسرا حج والد ماجد کی معیت میں کیا، خدمت وسعادت کے صلے میں معین الحق کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ ۱۲۷۸ء میں سرکار بغداد کا سفر کیا، یہ حضرت نقیب الاشرف مولانا سید علی قادری کا زمانہ تھا۔ انہوں بہت اکرام کیا اور تعظیم کی اور اپنے صاحبزادہ مولانا سید سلیمان قادری کی تلمذ واجازت حاصل کرنے کا حکم دیا بسلسلۂ رشد وہدایت حیدر آباد دکن بھی قیام رہا۔ نیز بسلسلۂ طبابت بریلی میں بھی مقیم رہے۔ حضرت نے فتنۂ وہابیت کے انسداد کے لیے کوشش فرمائی، مولوی رضی الدین بسمل بدایونی نے تذکرۃ الواصلین میں لکھا ہے کہ آپ حضرت قطب صاحب کے مزار شریف میں معتکف تھے، عین مراقبہ میں دیکھا کہ حضور جناب خواجہ صاحب رونق افروز ہیں اور دونوں دست اقدس پر قدر کتب کا انبار ہے کہ آسمان کی طرف حد نظر تک کتاب نظر آتی ہے۔ آپ نے عرض کیا: اس قدر تکلیف حضور نے کس لئے گوارا فرمائی۔ ارشاد مبارک ہوا کہ تم یہ بار اپنے ذمہ لے کر شیاطین وہابیہ کا قلع قمع کرو، اس ارشاد کے بعد آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور تعمیل ارشاد والا ضروری خیال فرما کر اسی ہفتہ کتاب مستطاب ''بوارق محمدیہ'' تالیف فرمائی۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت سیف اللہ المسلول صف اوّل کے ان ممتاز علماء ومشائخ میں سے تھے جنہوں نے فتنۂ وہابیت کے سد باب کے لیے کوششیں بلیغ فرمائیں۔ آپ کی اور علامہ فضل حق خیر آبادی کی ذات قدسی صفات کی وجہ سے اہل باطل کے مقابل میں اہل حق دور اوّل میں بدایونی اور خیر آبادی کے لقب سے پکارے جاتے تھے، مولانا مفتی اسد اللہ الہ آبادی المتوفی ۱۳۰۰ھ مولانا مفتی عنایت رسول چریاکوٹی۔ مولوی خرم علی وہابی، مولانا احمد سعید مجددی، مولوی کرامت علی جونپوری المتوفی ۱۲۵۰ھ وغیرہ مشہور تلامذہ ہیں۔ بروز پنجشنبہ ۲ جمادی الاوّل ۱۲۸۹ھ کو وصال ہوا۔ درگاہ قادری بدایوں میں مرقد مقدس ہے۔ (تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۲۰۸/۲۱۰)

کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضرت کا نام سن کر طلب حق کے واسطے یہاں آیا ہوں، کیونکہ مجھ میں مجاہدہ کرنے کی طاقت نہیں ہے حضور کی توجہ سے بے محنت اس عظیم فیض سے مشرف ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت نے تبسم آمیز لہجے میں فرمایا: اتنی بڑی دولت اس قدر جلدی چاہتے ہو؟ حاضرین میں سے ایک شخص نے طعنہ دیا کہ یہ بھی کوئی حلوہ ہے، جو تمہارے منہ میں رکھ دیا جائے؟ حضرت نے فرمایا: ایسا نہ کہو، خدا سے کیا بعید ہے۔ پھر اس نوجوان کو ایک درود شریف معہ ترکیب تعلیم فرما کر کہا: آج رات کو پڑھنا؟ اس نے حسب حکم پڑھا۔ درود شریف پڑھنے کی حالت میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور ایک حالت اس پر طاری ہوگئی جس سے اس کا عقدۂ باطنی کھل گیا، صبح کو حضرت کی خدمت بابرکت میں آکر عرض کرنے لگا۔ سبحان اللہ! رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ہر صدی کے بعد میری امت میں ایک شخص ایسا ہوگا جو میرے دین کی زندہ کرے گا تو وہ ذات مقدس آج اس صدی میں حضور آپ کی ہے۔

تین اولاد کی بشارت

خلیفہ محمد ارادت اللہ بدیوانی آپ کے مرید تھے جو ہمہ وقت اسی فکر میں رہتے تھے کہ خداوند تعالیٰ ایک بیٹا عطا فرمائے؟ ایک مرتبہ حضور صاحب البرکات کے عرس میں اپنے مرشد کے روبرو کھڑے تھے، دریائے سخاوت عرفانی جوش پر تھا۔ ارشاد فرمایا: ارادت اللہ کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: غلام کا کوئی فاتحہ خواں نہیں ہے؟ حضرت نے فرمایا: رب کریم ہمارے ارادت اللہ کو فرزند دے، اس کے بعد فرمایا: خلیفہ! پہلے بیٹے کا نام کریم بخش رکھنا، دوسرے کا رحیم بخش اور تیسرے کا الٰہی بخش رکھنا۔ خلیفہ موصوف قدموں پر گر پڑے اور عرض کرنے لگے کہ حضور! مجھ کو امید نہیں، تو حضرت نے اپنے سر مبارک کا کلاہ عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: خدا کی ذات سے مجھ کو امید ہے۔ خلیفہ ارادۃ اللہ واپس ہوئے۔ جلد ہی خدا کی قدرت ظاہر ہوئی، بعد مدت معمول کے بیٹا پیدا ہوا۔ خلیفہ نے اس کا نام کریم بخش رکھنا۔ یہاں تک کہ تین سالوں میں تین بچے پیدا ہوئے اور تینوں کا نام حضرت کے حکم کے بموجب رکھا۔ بعنایت الٰہی تینوں بیٹے جوان وعاقل ہوئے دو بیٹوں نے اپنا آبائی پیشہ حجامت اختیار کیا اور کریم بخش نے علم حاصل کیا اور علوم مروجہ سے فراغت حاصل کر کے انگریزی گورنمنٹ کے ملازم ہوئے۔ کریم اللغات انہیں کی تصنیف کردہ ہے۔

لاتعداد مریدوں کی پہچان

گلشن ابرار میں حضور اچھے میاں قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کے خلیفہ مولوی ریاض الدین سہوانی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حاضر خدمت ہو کر مرید ہوا۔ بعدہٗ عرصۂ دراز تک دربار قدس میں حاضری کی سعادت کا موقع نہ ملا۔ اتفاقاً ایک سال حضور سیدنا حمزہ قدس سرہٗ کے عرس مبارک میں حاضر ہوا۔ جہاں ہزاروں آدمیوں کا مجمع تھا۔ اس شخص کے دل میں یہ خیال آیا کہ حضرت کے ہزاروں مرید ہیں، اور روزانہ ایک گروہ آکر مرید ہوتا ہے، بھلا حضرت کو کیا یاد ہوگا کہ ہمارا یہ مرید ہے؟ کچھ دیر کے بعد وہ دیہاتی بھی باریاب ہوا۔ سلام وکلام کے بعد حضرت نے خصوصیت سے ان کو قریب طلب فرمایا۔ خیریت پوچھی، گاؤں

کا حال دریافت فرمایا اور ارشاد فرمایا: میاں تم اپنے مویشیوں کے ساتھ گاؤں والوں کے جو چوپائے جنگل میں لے جاتے ہو، ان میں اپنا اور پرایا کیسے پہچان لیتے ہو؟ انہوں نے کچھ عرض کیا۔ اس کے کہنے پر حضرت نے ارشاد فرمایا: میاں! فقیر بھی اپنے گلہ کو اسی طرح خوب پہچانتا ہے۔ ان کے گلے میں ایک محبت کا ڈورا بندھا ہوتا ہے۔ (نور مدائح حضور ص ۶۴)

بادشاہوں کے نذرانے

بادشاہ عالی گہر شاہ عالم نے اپنے فرماں بردار نواب آصف الدولہ لکھنؤ کے ذریعے ۱۱۹۸ھ میں متعدد گاؤں خانقاہ برکاتیہ کے اخراجات کے وقف کیا جن کے نام حسب ذیل ہیں: صورت پور، اسلام پور، پہلی پرگنہ، مارہرہ بصیغہ آل تمغا، رحمت پور، وبسورہ خورد، پرگنہ بدام۔ ان تمام گاؤں کو بصیغۂ جاگیر خرچ خانقاہ کے لئے وقف کئے۔

خزانۂ غوثیہ

حضرت کی تحویل میں ایک چھوٹا سا خزانہ تھا جسے غوثیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کی وسعت کی کوئی انتہا نہ تھی ہزارہا روپے کے انعام وعطیات اس خزانۂ عامرۂ غوثیہ سے ہوتے، صدہا خدام تھے جن کی کفالت خود حضرت فرماتے تھے اور اسی خزانہ سے آستانہ کے حاضرین خدام کی جملہ آسائش کا سامان منگواتے باوجود ان اخراجات کے عطیۂ غوثیہ میں کمی نہ ہوتی جو حضرت کی عظیم کرامتوں میں سے ایک زندہ کرامت تھی۔

اولاد کرام

حضرت کا عقد شریف سیّد غلام علی سلہروی بلگرامی کی صاحبزادی فضل فاطمہ سے ہوا۔ جن سے ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے تولد ہوئے۔ (۱) صاحبزادی ۱۱ ربیع الاول ۱۱۹۶ھ کو انتقال کر گئیں۔ (۲) حضرت سائیں صاحب جو حضرت کے صاحبزادے تھے، موصوف مادرزاد ولی تھے، جو منہ سے نکل جاتا اللہ تعالیٰ اسے پورا فرماتے دیتا تقریب تسمیہ خوانی کے بعد بخار آیا اسی سبب سے تیرہ ربیع الاوّل ۱۱۹۶ھ کو وفات پائی، اور درگاہ شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ میں بچوں کے خطیرہ میں دفن ہوئے۔ (خاندان برکات ص ۱۷)

خلفائے کرام

آپ کے خلفاء چار دانگ عالم میں تھے اور آپ کے مریدین کی صحیح تعداد نہیں بتائی جاسکتی ایک اندازے کے مطابق قریب دو لاکھ کی تعداد پہنچتی ہے اور خلفائے کرام کے نام حسب ذیل ہیں جنہوں نے مذہب اہلسنت کی ترویج واشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔

(۱)۔ حضرت سیّد شاہ آل رسول مارہروی، (۲)۔ حضرت پیر بغدادی صاحب، صاحبزادہ حضور غوثیت رضی اللہ عنہ، (۳)۔ حضرت شاہ خیرات علی نبیرۂ وسجادہ نشین مخدوم سیّد شاہ فضل اللہ کالپوی، (۴)۔ حضرت مولانا عبدالمجید عین الحق بدایونی،

(۵)۔حضرت مولانا عبدالمجید عثمانی بدایونی، (۶)۔حضرت حافظ سیّد غلام علی شاہجہانپوری، (۷)۔حضرت مولوی ریاض الدین سہوانی، (۸)۔حضرت مولانا فخر الدین عثمانی بدایونی، (۹)۔حضرت مولانا ذکراللہ صاحب فرشوری بدایونی، (۱۰)۔حضرت سیداحمد شاہ شاہجہانپوری، (۱۱)۔حضرت سیّد شاہ میرن بریلوی، (۱۲)۔حضرت غلام جیلانی بدایونی، (۱۳)۔حضرت مولانا ابوالحسن عثمانی بدایونی ثم بریلوی، (۱۴)۔حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب عباسی بدایونی، (۱۵)۔حضرت مولانا محمد بہاء الحق عباسی بدایونی، (۱۶) حضرت سیّد محمد علی صاحب ملقب غلام درویش لکھنوی، (۱۷)۔حضرت مولانا فضل امام رائے بریلوی، (۱۸)۔حضرت شاہ محمد غلام غوث بدوایونی ثم ،زمانیہ عازیپوری، (۱۹)۔حضرت شاہ گل، (۲۰)۔حضرت میاں حبیب اللہ شاہبہ دایونی، (۲۱)۔حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب عباسی بدایونی، (۲۲)۔حضرت میاں شاہ عالم، (۲۳)۔حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ بدایونی ثم کانپوری، (۲۴)۔حضرت میاں شاہ حسن، (۲۵)۔حضرت شاہ حسین مغل، (۲۶)۔حضرت مولانا محمد افضل صدیقی بدایونی، (۲۷)۔حضرت مولانا غلام عباس بردوانی، (۲۸)۔حضرت خواجہ کلن قاضی سرونج، (۲۹)۔حضرت علامہ محمد اعظم سہوانی، (۳۰)۔حضرت حافظ مرادشاہ، (۳۱)۔حضرت مولانا نور محمد، (۳۲)۔حضرت شاہ غلام قادر، (۳۳)۔حضرت شاہ شہاب الدین مست، (۳۴)۔حضرت چودھری نیازعلی کمبوہ مارہروی، (۳۵)۔حضرت مولانا بدرالدین بخاری، (۳۶)۔حضرت مولانا شیخ احمد دہلوی، (۳۷)۔حضرت مولانا عبدالجبار شاہجہان پوری، (۳۸)۔حضرت مولانا عبدالقادر داعستانی، (۳۹)۔حضرت شاہ بے فکر، (۴۰)۔حضرت خواجہ غلام نقشبند خاں دہلوی، (۴۱)۔حضرت میانجی عبدالملک انصاری بدایونی، (۴۲)۔حضرت قاضی ظہیر الدین صدیقبدایونی، (۴۳)۔حضرت سید قدرت علی شاہ جہانپوری، (۴۴)۔حضرت شاہ نجف علی شاہ، (۴۵)۔حضرت سیّد منورعلی شاہ جیجری، (۴۶)۔حضرت حافظ محمد محفوظ آنولہ، (۴۷)۔حضرت مولانا عبدالعلی فرشوری بدایونی، (۴۸)۔حضرت شاہ ازایار شاہجہانپوری، (۴۹)۔حضرن میانجی شہاب الدین کھالہ بدایونی، (۵۰)۔حضرت سیّد شاہ فضل غوث بریلوی، (۵۱)۔حضرت حافظ مراد شاہ پنجابی، (۵۲)۔حضرت دنیدار شاہ رامپوری، (۵۳)۔حضرت شاہ عبدالحق شاہجہانپوری، (۵۴)۔حضرت مولانا عبادت اللہ صدیقی بدایونی، (۵۵)۔حضرت نعمت اللہ شاہ عرف کوارے میاں ساکن کانٹ، (۵۶)۔حضرت لطف علی شاہ، (۵۷)۔حضرت شیخ بارک اللہ صدیقی بدایونی، (۵۸)۔حضرت شیخ اشرف علی انصاری منداوری، (۵۹)۔حضرت منشی ذوالفقار الدین بدایونی، (۶۰)۔حضرت شیخ مبازرالدین بدایونی، (۶۱)۔حضرت سیّد رفعت علی شاہ، (۶۲)۔حضرت مولانا قاضی عباسی بدایونی، (۶۳)۔حضرت قاضی امام بخش صدیقی بدایونی، (۶۴)۔حضرت میاں عبداللہ شاہ صحرائی بدایونی، (۶۵)۔حضرت اصالت خاں، (۶۶)۔حضرت سیّد محمود مکی، (۶۷)۔حرضت جلال الدین پوربی، (۶۸)۔حضرت مولانا نصیر الدین بدایونی، (۶۹)۔حضرت شاہ خاموش قدس اللہ تعالیٰ مرہم۔(نور مدائح حضور ص ۷۱)

ملفوظات

حضور سید شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہٗ کی تصنیف کردہ کتاب ''آداب السالکین'' جس کا اُردو ترجمہ ''رہنمائے مسترشدین'' کے نام سے حضرت علامہ سیّد اولادِ رسول محمد میاں قادری مارہروی قدس سرہٗ نے کیا تبرکات نجوف طوالت چند ضروری حصوں کو راقم السطور نقل کرتا ہے جو تصوف کے موضوع پر بڑی مفید کتاب ہے تفصیل کے لئے اصل کتاب مطبوع سے استفادہ کریں۔

ان آداب کے بیان میں کہ اگر ان پر سالک اپنی سمجھ کے موافق مرشد کی حضوری میں ہمیشہ عمل درآمد کرے تو ان کیفیتوں سے اپنی قوت آخذہ جلد قوی ہو جائے۔ اس کی نمبر دار بارہ ادبوں میں تحریر فرماتے ہیں۔

(۱)۔ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے خدا سے خدا کے سوا طلب نہ کرے، جب اللہ عزوجل ہی اس کا ہو گیا تو سب خلق اس کی ہو گئی، (۲)۔ یہ ہے کہ کبھی کوئی حرف ایسا زبان پر نہ لائے جو نیاو بندگی و عجز و سرافگندگی کے سوا دوسرے معنی کا ایہام و احتمال بھی رکھتا ہو، حضرات محبوبان خدا کا مقام بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ ان سے برضاء حق سبحانہ وتعالیٰ مرتبہ محبوبیت میں کچھ ناز و محبت کا کلام صادر ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کو پسند آتا ہے، (۳)۔ یہ ہے کہ اپنے نفس کو آثار نعمت الٰہی جل وعلا کے ظہور سے اختصاء میں رکھے، یعنی قرب الٰہی کا ہر مرتبہ خواہ وہ قرب نوافل سے ہو یا قرب فرائض سے چھپا ہوا ہے، (۴)۔ یہ ہے کہ جس طرح حق تعالیٰ جل شانہ کو بالذات اپنے ظاہر و باطن کے سب احوال میں اس سے خدا جل وعلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہ ہو سکے گی۔ بلکہ مطابق الشیخ قومہ کا لنبی فی امتہ اپنے شیخ کو بھی عنایت الٰہی جل وعلا کا پرتو اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا نائب ہے۔ اپنے ظاہر و باطن احوال پر دانا و بینا جانے کی مخالفت شیخ کی عین مخالفت خداوند رسول ہے وہ بھی اس سے نہ ہو سکے، (۵)۔ یہ ہے کہ حضرت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہر چھوٹے بڑے کام میں بہت کوشش سے اپنے اوپر لازم جانے کہ محبوبی کا درجہ اسی سے ملتا ہے، (۶)۔ یہ ہے کہ وہ حضرات جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتے ہیں، جیسے سادات کرام اور مشائخ عظام اور علماء اعلام ان کی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وسلم کا نائب جان کر ان کی تعظیم و احترام میں دل و جان سے کوشش کرے۔ (۷)۔ یہ ہے کہ اپنے پیر و مرشد کو اپنے حق میں کل جہان کے شیوخ افضل جانے کہ اس کا حکم اس کے حق میں بحیثیت تبلیغ عین حکم نبوی ہے اور اس کے قول و فعل کو ہرگز ضعیف و حقیر نہ سمجھے، (۸)۔ یہ ہے کہ مرید اپنا اختیار اپنے پیر و مرشد ہی کے ہاتھوں میں رکھے اور خود اس کے سامنے ایسا ہو جائے جیسے میت نہلانے والے کے ہاتھوں میں اور کوئی کام ظاہر کا ہو یا باطن کا بغیر حکم مرشد نہ کرے، (۹)۔ یہ ہے کہ جذبہ ورد تجلیات کی وجہ سے کیسا ہی جوش باطن اس کے فہم و ہم سے باہر ہو۔ اس میں پیدا ہو پھر بھی اپنے مرتبہ کو پہچانتا رہے، اس سے قدم کو آگے نہ بڑھائے اور بزرگان دین سے ہمسری نہ چاہئے۔ بلکہ اس کے حق میں بہتر وانسب یہ ہے کہ اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھے اور یہ کمال انسانی کا مرتبہ ہے، (۱۰)۔ یہ ہے کہ اپنے کل امور میں خواہ وہ نفس کے ورغلانے سے ہو یا قلب و روح کے قوت دینے سے بہر حال

تمام وقتوں میں خود کو حوالہ بخدا کرنا چاہئے، (۱۱)۔ یہ ہے کہ خلق سے خلوت اور اپنے نفس سے عزلت اختیار کرے یعنی خلق سے تنہائی اختیار کرے اور اپنے نفس سے غرور اور گھمنڈ نکال ڈالے، (۱۲)۔ یہ ہے کہ جس قدر ہو سکے کم کھانے اور کم سونے کی کوشش کرے اس میں بہت سے فائدے ہیں۔ پھر حضرت نے مسئلہ فنا کی نشاندہی فرمائی ہے جو اس طرح ہے۔

یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ فنا تین طرح کی ہے اور ہر ایک کے لیے ایک امر معین ہے جب تک کہ تینوں فنا حاصل نہ ہوگی بقا سے کچھ نہ پاؤ گے، اس ارشاد کی پہلی تفصیل اگرچہ بہت طویل ہے۔

پہلی فنا:

فنافی الشیخ ہے یعنی اپنے آپ کو تصور مرشد میں ایسا فراموش اور ایسا گم کردے کہ اپنے آپ کو غیر مرشد نہ سمجھے مطلب یہ ہے کہ اپنی ہستی بالکل بھلادے اور اپنے بجائے صرف مرشد کو ہی موجود جانتے اور اعضاء سے جو کچھ حرکات وسکنات ظاہر ہوں یہی جانے کہ یہ اعضاء مرشد کے ہیں اور ان کی حرکت وسکون باختیار مرشد ہے، اپنے آپ کو بدن شیخ کے مفہوم یا معقول یا موہوم کے مانند تصور کرے اور وجود صرف فہم وہم وعقل شیخ کے لئے جانے اور اپنے سب اطوار میں سرموئے وجود نہ جانے نہ حقیقتاً نہ فرضاً۔

دوسری فنا:

فنافی الرسول ہے۔ یہاں ان سب اوپر لکھی ہوئی باتوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مطہر سے سمجھے اور قطعاً اپنا وجود وہم میں بھی نہ لائے، یہ فنا اوّل سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ سالک اول اپنے شیخ میں فانی ہوا ہے اور شیخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں فانی ہے، بس یہ فنا بسہولت میسر ہوجاتی ہے۔

تیسری فنا:

فنافی اللہ تعالیٰ ہے اور جب یہ فنا انتہا پر پہنچتی ہے تو بقا کی ابتدا ہوتی ہے۔ جب یہ فنا حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی تو فرمایا: میں تو چالیس برس سے اپنے خدا سے کلام کر رہا ہوں اور خلق سمجھتی ہے کہ ہم سے کلام کر رہے ہیں اور اسی طرح کے اور بہت سے بزرگوں کے اقوال ہیں۔ اس لئے کہ اس کا طور اسی طرح اور بہت سے بزرگوں کے اقوال کا ہوتا ہے، اور اس فنا کے حصول کے بعد سالک موحد بالذات ہوتا ہے کہ شرک وجود کا دریا بھی باقی نہیں رہتا۔ (آداب السالکین ص ۲-۹)

وصال مبارک

آپ نے ۱۷ ربیع الاوّل ۱۲۳۹ھ سترہ ربیع الاوّل بارہ سو تیس ہجری بروز پنجشنبہ بوقت چاشت بعمر ۷۵ سال بعارضہ سرطان اس جہان فانی سے سفر آخرت فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (خاندان برکات ص ۱۷)

مزار مبارک

آپ کا مزار مقدس حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ کی مزار مبارک کے دائیں جانب مرجع خلائق ہے۔

نور سی و ہفتم

خاتم الاکابر

حضرت مخدوم الشاہ آلِ رسول مارہروی

(رضی اللہ عنہ)

رجب المرجب ۱۲۰۹ھ ...... ۱۸ ذالحجہ ۱۲۸۶ھ

تاجدار حضرت مارہرہ یا آل رسول

اے خدا خواہ وجدا از ما عدا امداد کن

(اعلیٰ حضرت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيد الكريم الشاه اٰل رسول الاحمدى رضى الله تعالىٰ عنه ۔

دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر
حضرت آلِ رسول مقتدا کے واسطے

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت بماہ رجب المرجب ۱۲۰۹ھ میں مارہرہ شریف میں ہوئی۔

اسم مبارک

آپ کا نام نامی آل رسول ہے اور لقب خاتم الاکابر ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام نامی سیّد شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب قدس سرہٗ ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت والد ماجد کی آغوش شفقت میں ہوئی اور انہیں کی نگرانی میں آپ کی نشو ونما ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم حضرت عین الحق شاہ عبدالمجید بدایونی صاحب، حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی قدس سرہما سے خانقاہ برکاتیہ میں پڑھ کر فرنگی محل کے علماء مولانا انوار صاحب فرنگی محلی، حضرت مولانا عبدالواسع سیّد نپوری اور حضرت مولانا شاہ نورالحق رزاقی لکھنوی عرف ملا نور سے کتب معقولات علم کلام فقہ واصول فقہ کی تحصیل وتکمیل فرمائی۔

سلسلہ رزاقیہ کی سند واجازت حاصل فرمائی ۱۲۲۶ھ میں حضرت مخدوم شیخ العالم عبدالحق رودولوی[1] المتوفی ۸۰۷ھ کے عرس

---

[1] حضرت مخدوم شیخ العالم عبدالحق رودولوی قدس سرہٗ مرید شیخ جلال پانی پتی درویش صاحب تصرف اور مظہر خوارق عادات وکرامات وصاحب ذوق وشوق وسکر اور حالت فقر وتجرید میں یگانہ، آپ کا جذبہ بڑا قوی تھا۔ احمد نام عبدالحق لقب والد کا نام عمر تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے دادا الشیخ داؤد سلطان علاء الدین خلجی ۷۱۶ھ، ۶۹۶ھ کے عہد میں بلخ سے ہندوستان آئے، اور سلطان علاؤالدین نے شیخ داؤد کو رودولی میں جاگیری دی تھی اس لئے وہیں سکونت اختیار کرلی۔ آپ کے آباؤ اجداد شیخ وقت تھے۔ والدہ بھی بڑی عابدہ زاہدہ تھیں چنانچہ جب رات کو نماز کے لیے اٹھتیں تو آپ بھی اٹھ کر نماز ادا فرماتے بچپنے سے آپ کے اندر زہد وطاقت بدرجہ کمال تھا۔ شیخ تقی الدین پڑھانے کے لیے مختلف اساتذہ کی خدمت میں لے گئے مگر آپ کا علم باطن بہت گہرا تھا۔ حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء کے مرید وخلیفہ تھے۔ شیخ آپ کی بڑی عزت وتوقیر کرتے اور عبدالحق کے خطاب سے نوازا بے پناہ دعائیں دیتے اور فرماتے کہ میرا سلسلہ تم سے جاری ہوگا تم سارے عالم کو نور معرفت سے منور کروگے اس کا اثر قیامت تک باقی رہے گا اور اس کا غلغلہ کبھی کم نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ آپ مسند رشد وہدایت پر متمکن ہوئے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مبارک کے موقع پر مشاہیر علماء ومشائخ کی موجودگی میں دستار فضیلت سے سرفراز فرمایا گیا اور اسی سنہ پہ حضرت اچھے میاں قدس سرہٗ کے ارشاد کے بموجب حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے درس حدیث میں شریک ہوئے۔ صحاح ستہ کا دورہ کرنے کے بعد سلاسل حدیث وطریقت کی سندیں مرحمت ہوئیں، اور سند علم ہندسہ دو مقالہ اقلیدس سنا کر مولانا شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی سے حاصل کی۔ (برکات مارہرہ نور مدائح حضور ص ۸۱)

فن طب

آپ نے فن طب اپنے والد ماجد سیّد شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہٗ سے وحکیم فرزند علی خاں موہانی سے عملاً وعلماً حاصل فرمایا۔

بیعت وخلافت

حضرت کو خلافت واجازت حضور سیدی اچھے میاں قدس سرہٗ سے تھی، والد ماجد نے بھی اجازت مرحمت فرمائی تھی مگر مرید حضرت اچھے میاں قدس سرہٗ کے سلسلے میں فرماتے تھے۔

فضائل

خاتم الاکابر حضرت مخدوم الشاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ العزیز آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے سینتیسویں امام اور شیخ طریقت ہیں آپ تیرھویں صدی ہجری کے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے۔ آپ کی وہ عظیم شخصیت تھی جس کی مساعی وکوشش سے اسلام ومذہب اہلسنّت وجماعت کو استحکام حاصل ہوا۔ بڑے نڈر، بے باک، شفیق اور مہربان تھے، غرباء ومساکین کی ضرورتوں کو پوری کرتے، علوم ظاہر وباطن میں ماہر تھے۔ آپ کے مکاشفہ میں عجیب شان تھی۔ آپ اپنے اسلاف کی زندہ وتابندہ یادگار رہتے۔ آپ کے دور میں سلسلۂ برکاتیہ کی کافی اشاعت ہوئی، آپ کی شان بڑی ارفع واعلیٰ ہے چنانچہ امام اہلسنّت مجدد اعظم فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے بزبان فارسی آپ کے فضائل میں ۱۴۲ اشعار قلمبند فرمائے ہیں جس کا مطلع اس طرح ہے:

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) آپ شریعت کا بیحد احترام فرماتے پانچوں وقت کی نماز مسجد میں باجماعت ادا فرماتے مسجد میں اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے پوری رات شب بیداری میں بسر ہوتی کامل بتیس سال تک تکیہ پر سر نہ رکھا۔ آپ فرماتے کہ حقیقی عبادت وہ ہے جس میں کوئی دنیوی غرض شامل نہ ہو۔ مریدوں کی اتباع کے طفیل میں نے خدا کو پالیا، دونوں جہاں کو زیر قدم چھوڑ کر بلند ترین مقام پر فائز ہوگئے۔ آپ ہندی اور فارسی کے بہترین شاعر تھے اور احمد تخلص فرماتے ۱۵ جمادی الثانی ۸۳۷ھ میں ایک سو آٹھ سال عمر میں وفات پائی آپ کا مزار آج تک مرجع خلائق ہے ''دستگیر بے کساں'' تاریخ وصال ہے۔ آپ کے فرزند شیخ عارف جانشین ہوئے جن کی عمر کل ۴۰ سال کی ہوئی بڑے باکمال شیخ تھے ۸۵۹ھ میں وصال ہوا۔ (اخبار الاخیار فارسی)

عادات وصفات

آپ کے عادات وصفات میں بھی شریعت کی پوری جلوہ گری تھی، اور شریعت مطہرہ کی غایت درجہ پابندی فرماتے۔ نماز باجماعت مسجد میں ادافرماتے اور تہجد کی نماز کبھی قضا نہ ہونے دیتے۔ نہایت کریم النفس، عیب پوش اور حاجت برآری میں یگانہ عصر تھے جو احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ وہی دعائیں مرحمت فرماتے، ہمیشہ لباسِ درویش وعلماء میں رہتے' تکلفات مشایخانہ سے احتراز فرماتے۔ محافل سماع قطعاً مسدود بلکہ صرف مجالس وعظ ونعت خوانی ومنقبت وختم قرآن وقرأت دلائل الخیرات حضار عرس کی مہمانداری باقی رکھی تھی فضولیات کی حضور کے دربار میں جگہ نہ تھی، ظاہر شریعت سے ایک ذرہ تجاوز گوارہ نہ فرماتے۔

جودوسخا

آپ کے جودوسخا کا یہ عالم تھا کہ لوگ مصنوعی ضروریات بتا کر جب چاہتے روپیہ مانگ کر آپ سے لے جاتے اور چور بدمعاش مسافروں کی صورت میں آتے اور آپ کی بارگاہ سے بامراد لوٹتے، آپ کی اہلیہ محترمہ عرض کرتیں کہ آپ ولی ہیں تو سب کو ولی ہی سمجھتے ہیں کچھ احتیاط فرمائیں مگر آپ خود گھر میں جا کر سائل کے لئے ضروری اشیاء لاتے اور دے دیتے جو حاجت مند آتا اس کی حاجت برآری پہلے کرتے اور اکثر ایسا ہوتا اپنے کپڑے تک اتار کر دے دیتے تھے، ہر خادم ومرید سے نہایت شفقت ورافت سے معاملہ فرماتے ان کی پرسش حال' حوائج کا انصرام' خطا پر معافی، خفیہ معاونت عادت کریہ تھی۔

کسر نفس اور کمال درویشی کا یہ ہے کہ باوجود ہر قسم کے استحقاق فائق کے حضور نماز جماعت ایک حافظ سے پڑھواتے کبھی امام نہ بنتے ایک بار مفتی عین الحسن صاحب بلگرامی نے جن کا مکاشفہ بہت بڑھا ہوا تھا جماعت میں شریک ہو کر نماز توڑ دی اور سلام کے بعد حافظ صاحب سے فرمایا: مردخدا! نماز میں بازار جانے اور سودا خریدنے کی ضرورت نہیں، ہم تمہارے ساتھ کہاں کہاں پریشان پھریں؟ حضرت، مفتی صاحب کا سوال سن کر ان پر سخت برہم ہوئے اور ارشاد فرمایا: بہتر ہے کہ آپ خود نماز پڑھائیں ورنہ حافظ صاحب کے ساتھ ساتھ پھریں اور شریعت کا استہزا نہ کریں، آپ کو نماز میں خود حضور نہیں ورنہ دوسروں پر نظر کیوں جاتی۔

آپ کا مثالی کارنامہ

آپ نے اپنے دور میں خانقاہ برکاتیہ کی بڑی خدمات کی ہیں مدرسہ ومدرسین ومشائخ حجرات وخلوات فقراء تعمیر کرائے عالم، حافظ، قاری، طبیب درگاہ شریف میں معین کئے ایک محاسب مقرر فرمایا جو تمام حسابات درگاہ شریف رکھے، خود آستانہ کی خدمات مقرر فرمائی مسجد میں امام وموذن مقرر فرمایا، پہلے اکثر خدمات درگاہ وخانقاہ ومسجد، مریدین وخلفاء کے سپرد تھیں' جو عقیدتاً بلا معاوضہ کرتے تھے مگر حضرت نے وہ تمام کام اپنے ذمے لے لیے اور خود ہی انجام دیتے۔

اسنادِ علومِ ظاہری و باطنی

حضرت نے اپنے استاذ مکرم مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ سے جو اسناد حاصل فرمائی اس کی تفصیل اس طرح ہے: علومیہ، عنامیہ، مصافحات مشابکہ سند حدیث مسلسل بالاولیہ حدیث مسلسل بالاضافہ چہل اسماء حزب البحر[1] سند قرآن کریم، دلائل الخیرات، حصن حصین[2]، صحاح ستہ اور کتب حدیث وفقہ تفسیر کی اجازت واسناد مرحمت ہوئیں۔

---

[1] شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ آپ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ہیں ۵۹۳ھ میں مراکش میں پیدا ہوئے، کچھ مدت تک تیونس میں قیام پذیر رہے پھر مصر، اسکندریہ، قاہرہ اور صحرائے عیذاب میں مستفیض ہوتے رہے مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور یمن میں آپ کے نام کا غلغلہ بلند ہوا، ہزارہا علماء اور صوفیا آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ ۶۵۶ھ میں ایک سو پانچ سال کی عمر میں اس دار افانی سے کوچ فرمایا، دعائے حزب البحر آپ کی بڑی کامیاب اور روح بخش ہے جو مشائخ طریقت کے وظائف میں داخل ہے۔ محمد ابوعبداللہ بن سلیمان آپ کا نام آپ کا آبائی وطن ضلع سوس ملک بربر افریقہ میں واقع ہے۔ آپ کا نسبی سلسلہ انیس پشتوں کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ علم ظاہر باطن میں یکتائے روزگار تھے زہد تقویٰ میں لاثانی، عمدہ اخلاق اور مخلوق خدا کی خدمت کرنا آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔ چودہ سال متواتر مراقبہ اور ریاضت میں گزارے اور چودہ سال کے بعد رشد وہدایت کا مشغلہ شروع کیا بارہ ہزار سے زائد افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور بے شمار افراد اپنے گناہوں سے تائب ہوئے آپ سے بیشمار کرامات وخوارق کا ظہور ہوا کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے انتہائی پابند تھے اپنے شاگردوں کے ساتھ بربر افریقہ میں ہدایت خلق کے لئے گشت کرتے آپ کی ترتیب دلائل الخیرات ایک لڑکی کی حیرت انگیز کرامت اس کتاب کے لکھنے کا سبب بنی یہ دلائل تقریباً سات سو سال سے علماء ومشائخ کے درمیان نہایت مقدس اور وظیفے میں داخل ہیں۔ آپ کی وفات ۸۷۰ھ یکم ربیع الاوّل کے دن نماز صبح کی پہلی رکعت کے سجدہ میں بمقام سوس ملک بربر میں واقع ہوئی اور ظہر کے وقت مسجد کے قریب مدفون ہوئے آپ کی کوئی اولاد ذکور نہ تھی۔ ستر سال بعد شاہ مراکش نے آپ کی نعش کو سوس سے نکلوا کر مراکش کے مشہور قبرستان ریاض الفردوس میں دفن کرایا اور اس پر ایک عالی شان قبہ بنوایا۔ جب آپ کی نعش برآمد ہوئی تو بالکل تازہ معلوم ہوتی تھی اور داڑھی کے خط کے نشان بھی علیٰ حالہ باقی تھے اور آپ کی نعش کو انگلی سے دبایا گیا تو خون اپنے مقام سے سرکتا نظر آیا اور جب انگلی اٹھائی گئی تو خون اپنی جگہ پر پہنچ گیا، آپ کی قبر مبارک پُر انوار عظیمہ کا نزول ہوتا اور ہمہ وقت زائرین کا ازدہام رہتا ہے۔

[2] محمد نام ابوالخیر کنیت شمس الدین لقب اور ابن الجزری عرف ہے۔ آپ کے والد تاجر تھے شادی کے چالیس سال بعد جب کوئی اولاد نہ ہوئی، حج کو تشریف لے گئے اور طواف کے بعد زمزم شریف پر گئے زمزم پیا اور دعا کی بارالٰہ نیک اولاد عطا فرما؟ دعا مقبول ہوئی اور شب شنبہ ۲۵ رمضان ۷۵۱ھ میں دمشق کے محلہ قصاعین میں ان ابن الجزری کی ولادت ہوئی۔ نہایت حسین وجمیل اور بڑے شکیل انشان تھے بڑے دولت مند بھی تھے آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں دمشق علوم کا مرکز تھا تعلیم شروع کی صرف بارہ سال کی عمر میں پورا قرآن حفظ کرلیا اور ہر سال تراویح میں سنایا قرأۃ سبعہ کی مشق ابن الحین سے کی پھر حج فرمایا، اور قاہرہ، اسکندریہ، مصر وغیرہ میں ارباب کمال سے اس فن کو حاصل فرمایا۔ یہاں تک فقہ، اصول فقہ، حدیث وجملہ علوم پر جلد ہی مہارت تامہ حاصل کی اور درس وتدریس کا غلغلہ اکناف عالم میں پھیل گیا۔ بے شمار افراد نے آپ سے علوم حدیث وقرآن سیکھا متعدد دار العلوم میں درس دیا، دار العلوم عادلیہ کے شیخ القرار مقرر رہوئے پھر دار الحدیث اشرفیہ میں شیخ القرار رہے، خطابت کا یہ عالم تھا کہ ملک الظاہر سیف الدین برقوق متوفی ۸۰۱ھ نے آپ کو جامع توبۃ کا خطیب مقرر کردیا۔ آپ کو شعر وسخن کا فطری ذوق تھا موصوف نے اس فن سے بھی قرآن وحدیث کی خدمت کی۔ فن تجوید کے اصول اور قوائد کو اشعار میں منضبط کیا اور اختلاف قرأت کو نظم کیا تاکہ ضبط میں سہولت ہو۔ آپ کا شمار اپنے دور کے فصیح لوگوں میں تھا۔ حافظہ نہایت قوی تھا جو چیز ایک مرتبہ یاد کرلی گویا وہ کتاب میں محفوظ ہوگئی۔ ایک لاکھ حدیثیں سندوں کے ساتھ یاد تھیں۔ بڑے ملنسار شیریں گفتار اور خداترس تھے۔ جملہ جملہ سے فصاحت وبلاغت ٹپکتی تھی۔ مزاج میں انکسار وتواضع بے حد تھا۔ اہل حجاز کے ساتھ خصوصیت سے بہت احسان کرتے تھے۔ بڑے عابد وزاہد بزرگ تھے۔ آپ نے زندگی کو تین حصوں میں تقسیم کررکھا تھا۔ قرأت کی تعلیم اور درس حدیث، ۲۔ تصنیف وتالیف، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کشف وکرامات

فلسفۂ معراج

منقول ہے کہ بدایوں کے ایک صاحب جو آپ کے مرید خاص تھے، وہ ایک مرتبہ سوچنے لگے کہ معراج شریف چند لمحوں میں کس طرح ہوگئی؟ آپ اس وقت وضو فرما رہے تھے اور فوراً اس سے کہا: میاں اندر سے ذرا تولیہ تو لاؤ؟ موصوف جب اندر گئے تو ایک کھڑکی نظر آئی، اس جانب نگاہ دوڑائی تو دیکھتے کیا ہیں کہ پُرفضا باغ ہے یہاں تک کہ اس میں سیر کرتے ہوئے ایک عظیم الشان شہر میں پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے کاروبار شروع کر دیا، شادی بھی کی اولاد بھی ہوئے یہاں تک کہ بیس سال کا عرصہ گزر گیا۔ جب ایک بیک حضرت نے آواز دی تو وہ گھبرا کر کھڑکی میں آئے اور تولیہ لئے ہوئے دوڑے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ابھی وضو کے قطرات حضرت کے چہرۂ مبارکہ پر موجود ہیں اور آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور دست مبارک بھی تر ہیں۔ وہ انتہائی حیران وششدر ہوئے تو حضرت نے تبسم آمیز لہجے میں فرمایا: میاں وہاں بیس برس رہے اور شادی بھی کی اور یہاں ابھی تک وضو خشک نہیں ہوا اب تو معراج کی حقیقت کو سمجھ گئے ہو گے؟

ایام حج میں موجود

منقول ہے کہ حاجی رضا خاں صاحب مارہروی نے حج سے فارغ ہو کر، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مہاجر سے بیعت کرنے کی پیش کش کی۔ مولانا موصوف نے فرمایا: تم نے حضرت شاہ آل رسول صاحب مارہروی قدس سرہٗ سے ہی بیعت کیوں نہ کرلی، وہ اب تک ہمارے ساتھ تھے! یہاں تک کہ حاجی صاحب موصوف مارہرہ شریف جب لوٹے تو حضرت کے سامنے اس واقعہ کو ذکر کیا، حضرت نے ارشاد فرمایا: میاں! انہیں شبہ ہوا ہوگا میں تو اب تک خانقاہ شریف کی سجادگی چھوڑ کر کہیں گیا ہی نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) ۳۔ عبادت اور یاد الٰہی، تمام عمر ان امور ثلاثہ پر بڑی پابندی سے عمل پیرا رہے ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ اس کے علاوہ تھا جو کبھی قضا نہ ہوا۔ آپ کی کم وبیش چالیس تصانیف ہیں، اپنے موضوع کے اعتبار سے ہر تصنیف اپنے اندر بے شمار معلومات رکھتی ہے انہیں اہم تصانیف میں ''الحصن الحصین من کلام سیّد المرسلین'' ہے جس کے معنی سیّد المرسلین کے کلام سے انتخاب کیا ہوا مضبوط قلعہ ہے۔ یہ کتاب اذکار واوراد کی اس وقت تک علماء ومشائخ کے معمولات میں داخل ہیں جس کی تاثیر سب پر عیاں ہے جس کے پڑھنے کا طریقہ مشائخ سے اس طرح منقول ہے شب پنجشنبہ کو فرض یا سنت اور نفل سے فارغ ہو کر شروع کتاب سے کیفیۃ الصلوٰۃ تک دوسرے دن کیفیۃ الصلوٰۃ سے ''اذا ابا کورۃ تمرۃ'' تک پڑھے تیسرے دن ''اذا رائی باکورۃ ثمرۃ'' سے فصل ''الادعیۃ التی ہی غیر محضوصہ'' تک چوتھے دن فصل ''الادعیۃ التی غیر مخصوصۃ'' سے آخر کتاب تک پڑھے۔ اس ترتیب سے چار دن میں فتح کرے اس ختم کو خواہ ایک بار کرے یا سات بار چالیس بار پڑھنا قبولیت کے لئے اکسیر ہے آپ نے کم وبیش ۵۵ سال تک قرآن وحدیث کی خدمت کی ۲۷ سال کی عمر میں جمعہ کے دن نماز جمعہ سے قبل ۵ ربیع الاوّل میں (جو مرزا شاہ رخ کا عہد تھا) شیراز کے اندر اپنی قیام گاہ محلہ اس کافین میں انتقال فرمایا۔ جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو اتنا ہجوم تھا کہ عیانِ مملکت، عوام وخواص جنازہ کو کندھا دینے، چھونے اور بوسہ دینے میں ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے تھے جن لوگوں کو جنازہ تک پہنچنا ممکن نہ تھا وہ ان لوگوں کو ہاتھ لگا کر برکت حاصل کرتے جنہیں امام الجزری کے جنازہ کے ہاتھ لگانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ آپ نے چھ فرزند اور تین دختر یادگار چھوڑی تھیں۔ (مقدمہ حصن حصین)

اولاد کرام

آپ کا عقد شریف نثار فاطمہ بنت سیّد منتخب حسین صاحب بلگرامی سے ہوا۔ جن سے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ (۱) سیّد شاہ ظہور حسین بڑے میاں، (۲) سیّد شاہ ظہور حسین چھوٹے میاں، (۳) انصار فاطمہ، (۴) ظہور فاطمہ، (۵) رحمت فاطمہ سرھم۔

انصار فاطمہ اور ظہور فاطمہ کو یکے بعد دیگرے سیّد حافظ حسن صاحب آپ کے بھانجے کے عقد میں دیا گیا جو لاولد فوت ہوگئیں تیسری صاحبزادی رحمت فاطمہ جن کا عقد سید محمد حیدر بن سیّد دلدار حیدر بن سیّد منتخب حسین سے ہوا۔ ان کا انتقال مکہ معظمہ میں بمقام منیٰ آٹھویں ذوالحجہ بروز پنجشنبہ ۱۳۱۰ھ میں ہوا اور وہیں دفن ہوئیں۔ یہ صاحب اولاد تھیں ان کی اولاد مارہرہ شریف میں ہے۔

اور سیّد شاہ ظہور حسین صاحب کی ولادت ۱۲۲۹ھ میں ہوئی۔ آپ کا عقد اول اکرام فاطمہ بنت سیّد دلدار حیدر بن سیّد منتخب حسین سے ہوا۔ ان سے ایک صاحبزادہ حضرت سیّد شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہٗ اور ایک صاحبزادی کلثوم فاطمہ جو سیّد شاہ نور المصطفیٰ بن سیّد شاہ غلام محی الدین قدس سرہٗ کے نکاح میں تھیں جو صاحب اولاد تھیں، پیدا ہوئے۔

آپ کی ذات مجمع الکمالات تھی حضرت سیّد شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ کا فیضان عام تھا بڑے بڑے فضلاء وعلماء اپنے زانوے ادب آپ کی بارگاہ میں تہ کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ مولانا صوفی عبدالرحمان صاحب جو مرید وخلیفہ حضرت حافظ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کے تھے اپنا حال بیان فرماتے تھے کہ سلوک ومعرفت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد میرے پیرومرشد قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا: مارہرہ حاضر ہو اور حضرت خاتم الاکابر سیّد شاہ آل رسول مارہروی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ سے سند تکمیل لاؤ؟ میں حاضر خدمت حضرت خاتم الاکابر ہوا اور عرض حال کیا درود اویسیہ کی اجازت چاہیے حضرت نے ارشاد فرمایا: چار اربعین یہاں حاضر رہو، اس وقت دیکھا جائے گا، میں حاضر رہا اور حسب ہدایات حضور کسب دور داشغال کرتا رہا، چار اربعین کے ختم پر سند تکمیل واجازت عامہ وخلافت مرحمت فرمائی۔

حضرت کا یہ معمول تھا کہ اپنے صاحبزادوں کو باوجود تکمیل، اپنے گھر کے خلفاء وخدام سے اخذ علوم وفیوض کا حکم فرماتے یہاں تک کہ آپ کے خلف اکبر حضرت سیّد شاہ ظہور حسن قدس سرہٗ نے جب سلوک ختم فرمالیا تو آپ نے حکم دیا کہ تمہارے گھر کی بڑی دولت مولانا عبدالمجید بدایونی قدس سرہٗ کے پاس ہے، جاؤ ان سے اپنا حصہ لاؤ؟ یہاں تک کہ بدایوں کے لئے روانہ فرمادیا۔ حسب الحکم صاحبزادہ بدایوں پہنچے حضرت مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہٗ عمائدین شہر کے ساتھ شہر کے باہر برائے استقبال تشریف لائے اور بکمال احترام اس پالکی کو جس پر صاحبزادہ سوار تھے کندھا دیا اور مدرسہ قادریہ میں اتارا حضرت صاحبزادہ نے فرمایا: میں پیرزادگی کے طور پر اپنے گھر کے خادم وخلیفہ کے یہاں نہیں آیا ہوں۔ حضور والد ماجد نے آپ کے پاس اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ نعمت جو ہمارے جد امجد سے آپ کو ملی ہے اس فقیر مستحق کو بھی کچھ مرحمت ہو؟ حضرت مولانا

قدس سرہٗ نے بکمال ادب عرض کیا: یہ خادم اور نعمت سب آپ کا مال ہے تشریف رکھئے جو مجھ کو معلوم ہے حاضر کروں گا، اور عشاء کی نماز سے بعد صاحبزادہ قدس سرہٗ اس حجرہ میں تشریف لے گئے جو آپ کے واسطے متعین کیا گیا تھا اور اشغال باطنی میں مصروف ہو گئے۔ نماز صبح کی اذان سن کر حضرت صاحبزادہ حجرہ سے برآمد ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ مولانا عبد المجید قدس سرہٗ حجرہ کے دروازے پر دست بستہ کھڑے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تمام رات آپ کی اسی طرح گزری ہے صاحبزادہ صاحب نے اس تکلیف کا عذر فرمایا مولانا نے عرض کیا: یہی نعمت ہے جو میں آپ کے گھر سے لایا ہوں اور مجھ کو یہی حکم ہے۔ الحمد للہ کہ آپ کا سلوک تکمیل کو پہنچ گیا۔ یہ نکتہ تھا جس کی تکمیل کو آپ بدایوں بھیجے گئے کہ راہ سلوک میں ادب و محبت، ترک رعونت ایک لازمی امر ہے، بس آپ تشریف لے جایئے اور سند اجازت حاضر کی۔ (نور مدائح حضور ص ۸۷)

خلفاء کرام

حضرت کے خلفائے کرام اپنے وقت کی نابغۂ روزگار ہستیاں ہیں جن کی ایک ہلکی فہرست راقم الحروف پیش کرتا ہے:

(۱)۔ حضرت سیّد شاہ ظہور حسین، (۲)۔ حضرت سیّد شاہ مہدی حسن مارہروی، (۳)۔ حضرت سیّد شاہ ظہور حسن مارہروی، (۴)۔ حضرت سیّد شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں مارہروی، (۵)۔ حضرت سیّد شاہ ابو الحسن خرقانی، (۶)۔ حضرت سیّد شاہ محمد صادق برادر زادہ، (۷)۔ حضرت سیّد شاہ امیر حیدر ہمشیرہ زادہ حضور، (۸)۔ حضرت سیّد شاہ حسین حیدر، (۹)۔ اعلیٰ حضرت مجدد اعظم شاہ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، (۱۰)۔ حضرت سیّد شاہ علی حسین[1] اشرفی کچھوچھوی۔ (۱۱)۔ حضرت قاضی عبد السلام

[1] حضرت مولانا شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی قدس سرہٗ، علی حسین نام، پیر شاہ اور شیخ المشائخ خاندانی خطاب اشرفی تخلص ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ بروز دوشنبہ صبح صادق کے وقت ولادت ہوئی۔ حضرت مولانا گل محمد خلیق آبادی علیہ الرحمہ نے بسم اللہ خوانی ادا کرائی۔ مولوی امانت علی کچھوچھوی اور مولانا قلندر بخش کچھوچھوی علیہم الرحمہ سے فارسی عربی کی تحصیل کی ۱۲۸۲ھ میں اپنے برادر اکبر قطب المشائخ حضرت شاہ اشرف حسین قدس سرہٗ سے مرید ہو کر تکمیل سلوک فرما کر اجازت و خلافت حاصل فرمائی۔ ۱۲۹۳ھ میں پہلا حج کیا دربار نبوی سے خاص نعمتیں مرحمت ہوئیں۔ ۱۲۹۸ھ میں مسند سجادگی پر فائز ہو کر مصروف ہدایت و ارشاد ہوئے۔ ۱۳۲۳ھ میں دوبارہ حج و زیارت کا سفر کیا۔ تیسری بار ۱۳۲۹ھ میں مناسک حج کی ادائیگی اور دیدار روضۂ نبوی کے بعد بیت المقدس، شام، مصر، حامہ شریف، حمص شریف، کربلائے معلیٰ، بغداد مقدس کی زیارتوں سے مشرف ہوئے۔ چوتھا اور آخری حج و زیارت ۱۳۵۴ھ میں کیا۔ مذکورہ بالا دیار میں صدہا علماء و مشائخ داخل سلسلہ ہوئے اور اجازت و خلافت سے سرفراز کئے گئے، حضرت میاں راج صاحب سوندہ شریف ضلع گڑگانواں نے سلسلہ قادریہ زاہدیہ کی اجازت کے ساتھ نوازا۔ حضرت شاہ آل رسول مارہروی حضرت شاہ حافظ احمد حسین خاں شاہجہانپوری، حضرت شاہ خلیل احمد مخاطب بہ عین اللہ صفی پوری نے اپنے سلاسل کی اجازتیں عطا فرمائیں، شیخ المشائخ سرکار کچھوچھہ علاوہ باطنی و اعلیٰ اوصاف و خصوصیات کے ظاہری شکل و صورت میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہم شکل و صورت تھے، ارباب مشاہدہ نے اس کی تصدیق کی ہے، ولیعہد سجادہ سرکار کلاں حضرت مولانا شاہ اظہار اشرف مدظلہ کی روایت ہے کہ ایک بار شیخ المشائخ قدس سرہٗ، حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے مزار پاک کے اندر سے فاتحہ پڑھ کر نکل رہے تھے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز بغرض فاتحہ جا رہے تھے کہ فاضل بریلوی کی نظر حضرت علی حسین قدس سرہٗ پر پڑی، دیکھا تو بالکل ہم شکل محبوب الٰہی تھے اسی وقت برجستہ یہ شعر کہا:

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں
اے نظر کردۂ پروردۂ سہ محبوباں

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عباسی بدیوانی، (۱۲)۔حضرت شاہ احسان اللہ فرشوری بدیوانی، (۱۳)۔حضرت شکر اللہ خاں فرشوری بدیوانی، (۱۴)۔حضرت حافظ حاجی محمد احمد فرشوری بدیوانی، (۱۵)۔حضرت حاجی فضل رزاق فرشوری بدیوانی، (۱۶)۔حضرت حافظ مظہر حسین فرشوری بدیوانی، (۱۷)۔حضرت حافظ مجاہد الدین صدیقی بدیوانی، (۱۸)۔حضرت مفتی محمد شرف علی صدیقی بدیوانی، (۱۹)۔حضرت شیخ منور علی، (۲۰)۔حضرت مفتی محمد حسن خان بریلوی، (۲۱)۔حضرت سیّد شاہ تجمل حسین قادری شاہجہانپوری، (۲۲)۔حضرت مولوی عبدالرحمان صاحب، (۲۳)۔حضرت قاضی مولوی شمس الاسلام عباسی بدیوانی، (۲۴)۔حضرت مولوی ضیاء اللہ خاں عباسی بدیوانی ثم بریلوی، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔(نور مدائح حضور ص ۹۳/۹۴)

اقوال وملفوظات

حضرت کے چند اقوال راقم الحروف قلمبند کرتا ہے جو تصوف ومعرفت کا گنجینہ ہیں اور اہل ذوق کے لیے ضابطہ حیات ہیں، فرماتے ہیں:

(۱)۔راہ سلوک میں ادب ومحبت اور ترک رعونت ایک لازمی امر ہے، (۲)۔علماء وفقرا اور مساکین کی تعظیم پوری سعی سے کرتے رہو، اور جو کچھ بھی میسر ہو پوری تواضع کے ساتھ سامنے رکھ دو قبول کرلیں تو بہتر، نہ کریں تو تم پر کوئی مواخذہ نہیں، (۳)۔نیاز وفاتحہ میں ہرگز تکلف نہ برتیں کہ شرع میں تکلف روا نہیں ہے، اور صرف سوا پاؤ بتاشوں پر فاتحہ دلانے پر اکتفا کریں، (۴)۔درویش کا ظاہر تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مانند ہونا چاہئے اور باطن حضرت حسین بن منصور حلاج رضی اللہ عنہ جیسا ہونا چاہئے، (۵)۔ہر حالت میں دل بلند وقوی اور امید صادق رکھنی چاہیے تاکہ ظہور دولت اس جگہ سے ہو جہاں عقلاء کی عقلوں کی بھی رسائی نہیں۔

آخری وصیت

وقتِ رحلت آپ سے لوگوں نے استدعا کی کہ حضور! کچھ وصیت فرمادیجئے؟ بہت اصرار پر فرمایا: مجبور کرتے ہو تو لکھ لو یہ ہمارا وصیت نامہ ہے۔: اطیعو اللہ و اطیعو الرسول، بس یہی کافی ہے اور اس میں دین ودنیا کی فلاح ہے۔
(نور مدائح حضور ص ۹۱/)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) ہزاروں افراد تو صرف آپ کے حسن خداداد کی زیارت سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔آپ کی تقریر نہایت مؤثر ہوتی تھی، مواعظ میں جس انداز میں آپ مثنوی پڑھتے وہ بے نظیر تھی۔حضرت مخدوم سلطان سیّد اشرف سمنانی کچھوچھوی کے بعد سلسلہ عالیہ اشرفیہ میں آپ جیسے مرجع الخلائق کوئی دوسرے بزرگ نہیں گزرے۔آپ ہی کی ذات مبارکہ سے شرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک صدیوں بعد سلسلہ اشرفیہ بلاد اسلامی میں پھیلا۔آپ کا دربار عالیہ دربار عرفان وآگہی تھا۔جہاں بادہ گساران طریقت کا ہروقت میلہ لگا رہتا تھا۔آپ متقدمین صوفیہ کی روش پر فکر سخن بھی فرماتے تھے۔آپ کے محبوب مرید اور مشہور مبلغ اسلام میر غلام بھیگ نیرنگ وکیل انبالہ نے دیوان عرفان ترجمان کا مجموعہ بنام تحائف اشرفی ۱۳۳۳ھ میں شائع کرایا۔گیارہویں رجب ۱۳۵۵ھ کو طویل عمر میں حضرت کا وصال ہوا۔مرقد درگاہ مخدوم سیّد اشرف میں زیارت گاہ خلائق ہے۔(تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۱۸۸/۱۹۰)

تاریخ وصال

آپ نے ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ بروز چہار شنبہ کو مارہرہ شریف میں وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مزار شریف

آپ کا مزار شریف مارہرہ میں مشرقی دالان درگاہ گنبد حضور صاحب البرکات میں بالیں مزار حضرت شاہ حمزہ قدس سرہٗ مرجع خلائق ہے۔

مادۂ تاریخ

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

۱۲۹۶ ہجری

نور سی و ہشتم

سراج السالکین، نور العارفین

حضرت سیّد ابوالحسین احمد نوری

(رضی اللہ عنہ)

۱۹ شوال المکرّم ۱۲۵۵ھ......۱۱ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ

بوالحسین احمد نوری میاں شاہِ ہدیٰ
سیدا از بہرِ آلِ مصطفےٰ امداد کن

(یامین رضوی مرادآبادی)

(جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلی المولیٰ الکریم سراج الساکین سیدی ابی الحسین احمد النوری المارھروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا ۔

نورِ جان و نورِ ایماں نور قبر وحشر دے
بوالحسین احمد نوری لقا کے واسطے

ولادت شریف

آپ کی ولادت باسعادت ۱۹ شوال المکرم ۱۲۵۵ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۸۳۹ء بروز پنجشنبہ مارہرہ شریف میں ہوئی۔
(تذکرہ نوری ص ۵۴)

اسم شریف

آپ کا نام نامی واسمِ گرامی سیّد ابوالحسین احمد نوری ہے اور تاریخی نام مظہر علی ہے الملقب بمیاں صاحب قدس سرہٗ۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام نامی حضرت سیّد شاہ ظہور حسن مارہروی قدس سرہٗ ہے۔
(آپ کے صغر سنی ہی میں والد ماجد کا ۱۲۶۶ھ میں وصال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

خاندانی حالات

آپ سادات حسینی زیدی واسطی بلگرامی والد ماجد کی جانب سے ہیں۔ نیز والد ماجدہ حضرت سیّد محمد صغریٰ بلگرامی قدس سرہٗ کی بیسویں پشت میں ہیں۔ جیسا کہ پچھلے اوراق میں سلسلہ نسب کی تفصیل ہے۔ آپ کے آبائے کرام ہر عہد میں سردار ومقتدا رہے ہیں یہ خاندان آپ کا ۶۱۴ھ ۱۲۱۷ء میں بلگرام کو فتح کر کے اس مقام پر رونق افروز ہوا اور جاگیر وخطابات شاہی سے معزز رہا۔ ۱۰۱۷ھ ۱۶۸۹ء میں میر عبدالجلیل قدس سرہٗ یعنی آپ کے جد امجد صاحب غوث وقطب مارہرہ مقرر ہو کر رونق افروز مارہرۂ مطہرہ ہوئے۔ (تذکرۂ نوری ص ۱۴)

حلیہ مبارک

حضور سراج السالکین، نور العارفین سیدی شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں قدس سرہٗ کا سراپا اس طور پر ہے:

قد: میانہ لیکن باوجود میانہ قد وقامت ہونے کے مجمع میں سب سے بلند نظر آتے۔

رنگ: مبارک گندمی تھا۔

سر: سر مبارک بڑا اور مملور۔
پیشانی: خوب بڑی۔
بھنویں: باریک اور یہ حضرات سادات بلگرامی میں عموماً ہے۔
پلکیں: دراز،
آنکھیں: بڑی اور روشن سپیدی اور سیاہی تیز سرخی کے ڈورے پڑے، شغلِ محمودہ میں سیاہی مطلق نظر نہ آتی، اور شغل بروز میں دونوں پتلیاں ایک ساعت برابر آجاتیں۔
بینی: بلند پترہ بینی وسیع۔
دہانہ فراخ - دندان مبارک: نہایت صاف چمکدار اور مضبوط جو غالباً وقت وفات شریف تک سب موجود تھے کوئی گرا نہ تھا۔
ریش مبارک: نہ انبوہ اور نہ کم بلکہ پوری بھری ہوئی۔
مرسلہ، سینہ مبارک: چوڑا۔
ہاتھ: لمبے۔
انگلیاں: باریک دراز، شکم مبارک پر ایک باریک سیلی بالوں کی پڑی ہوئی۔ آخر عمر شریف میں کمر مبارک خم ہوگئی تھی جو چلنے میں محسوس ہوتی تھی۔ پاؤں کی ایڑیاں چھوٹی اور نہایت خوبصورت۔
رفتار: تیز۔
ہنسی: آپ کی صرف تبسم تھی۔
بیشتر عمامہ، رنگین کرتہ، سفید نقشبندی پاجامہ، ڈھیلی کلاہ مبارک دوپلی گوشے کھلے ہوئے، کبھی قادری قمیص اور لمبا بھی پہنتے۔ جاڑوں میں بنی مرزئی پوری ڈھیلی آستینوں کی ناف سے نیچے لباس ہوتا تھا۔ ایک چھوٹا دوپٹہ جو بشکل لا گلے میں ہوتا۔ رومال سفید استعمال فرماتے۔ (تذکرۂ نوری ص ۵۴)

تعلیم و تربیت

آپ کی عمر شریف جب ڈھائی سال کی ہوئی تو والد ماجد کا وصال ہوگیا۔ اس لئے آپ کی تعلیم و تربیت کی تمام تر ذمہ داری جد امجد حضرت سیّد شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ کی آغوش تربیت میں ہوئی، آپ کے درس کا آغاز حضرت سیّد شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ نے حسب قاعدہ اقراء شریف کی چند آیات سے فرمایا بعدہٗ سینہ مبارک سے لگایا اور ربّ یسّر و تمم بالخیر کے ساتھ خاص دعائیں دیں اور درگاہ شریف کے مکتب فارسی میں داخل فرما دیا۔
مکتب میں باقاعدہ داخلہ کے بعد آپ نے فارسی، عربی، فقہ، تفسیر، حدیث، لغت، منطق و دیگر علوم و فنون کو حاصل فرمایا۔

آپ کے اساتذہ کرام کی فہرست حسب ذیل ہیں: اگر آپ نے کسی سے کچھ علمی باتیں دریافت فرمائیں تو ان کی بھی تعظیم اساتذہ کی طرح کرتے۔

(۱) حضرت میاں جی رحمت اللہ صاحب، (۲) حضرت جمال روشن صاحب، (۳) حضرت عبداللہ صاحب قدس سرہم۔

○ مذکورہ بالا اساتذۂ کرام کے علاوہ اور بھی دیگر اساتذۂ کرام کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

(۴)۔ حضرت شیر باز خاں مارہروی، (۵)۔ حضرت اشرف علی مارہروی، (۶)۔ حضرت امانت علی مارہروی، (۷)۔ حضرت امام بخش مارہروی، (۸)۔ حضرت سیّد اولاد علی مارہروی، (۹)۔ حضرت احمد خاں جلیسری، (۱۰)۔ حضرت مولوی محمد سعید عثمانی بدایونی ف ۱۲۷۷ھ، (۱۱)۔ حضرت الٰہی خیر مارہروی، (۱۲)۔ حضرت حافظ عبدالکریم پنجابی، (۱۳)۔ حضرت حافظ قاری محمد فیاض رامپوری، (۱۴)۔ حضرت مولوی فضل اللہ جالیسری ف ۱۲۸۳ھ، (۱۵)۔ حضرت مولانا نور احمد عثمانی بدایونی ف ۱۳۰۱ھ، (۱۶)۔ حضرت مولانا مفتی حسن خاں عثمانی بلویری، (۱۷)۔ حضرت حکیم محمد سعید بن حکیم امداد حسین مارہروی، (۱۸)۔ حضرت مولوی ہدایت علی بریلوی، (۱۹)۔ حضرت مولوی محمد تراب علی امروہوی، (۲۰)۔ حضرت مولوی شاہ ولایتی، (۲۱)۔ حضرت مولوی محمد حسین بخاری کشمیری، (۲۲)۔ حضرت مولانا محمد عبدالقادر عثمانی بدیوانی ف ۱۳۱۹ھ قدس سرہم۔ (تذکرۂ نوری ۱۱۰/۱۱۴)

اسنادِ علوم علوم باطنیہ

آپ نے جن سے علوم باطنی کا اکتساب فرمایا اس میں سرفہرست حضور سیّد شاہ آل رسول احمد قدس سرہ ہیں جن کی بارگاہ عالی وقار میں آپ نے بدرجۂ اتم فیض روحانی واسناد روحانی حاصل فرمایا۔ حضرت کے علاوہ جن اساتذۂ کرام سے اذکار و اوراد وسلوک کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔ حضرت سیّد غلام محی الدین، (۲)۔ حضرت مفتی سید عین الحسن بلگرامی، (۳)۔ حضرت شاہ شمس الحق عرف تنکا شاہ، (۴)۔ مولوی احمد حسن مرادآبادی، (۵)۔ حضرت حافظ شاہ علی حسین مرادآبادی قدس اللہ تعالیٰ سرہم۔ (تذکرۂ نوری ص ۱۱۰)

اجازت وخلافت

آپ کو خلافت واجازت اپنے شیخ طریقت حضرت سیّد شاہ آل رسول ماہروی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ سے تھی چنانچہ راہ معرفت کی تکمیل کے بعد آپ کو اجازت عام مرحمت فرمائی اور جس سند کو آپ کے شیخ طریقت نے عطا فرمایا تھا وہ یہ ہے:

اللہ ولا سواہ

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میگوید فقیر حقیر آل رسول احمدی کہ چوں نور دیدہ وسرور سینہ قرۃ عینی وفواد قلبی سیّد ابوالحسین احمد نوری ملقب بمیاں

صاحب طول عمرہ، وزید قدرہ، رااجازت سلاسل خمسہ قادریہ، چشتیہ ونقشبندیہ وسہروردیہ ومداریہ قدیمہ وجدیدہ قادریہ رزاقیہ وعلویہ منامیہ وہم اجازت جملہ اذکار واشغال واوراد معمولہ خاندان برکاتی بہ نہجے کہ فقیررااز جناب عمی ومرشدی ومولائی حضرت سیّد شاہ ابوالفضل آل احمد اچھے میاں صاحب انار اللہ تعالیٰ برہانہٗ وہم از جناب ابووقبلہ گاہی حضرت سیّد آل برکات عرف ستھرے صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ اجازت رسیدہ است دادم ومجاز وماذون گردانیدم ہرکسیکہ ارادہ بیعت نماید ومرید شود وداخل سلسلہ عالیہ نمائند ومرید کنند وموافق استعداد وازذکر وشغل ودوخاندانی مامور سازند۔ **والمسئول من الله سبحانه الاستقامة على جادة اكابر تلك الطريقة والله المستعان وعليه التكلان۔**

تحریر تاریخ دوازدہم ربیع الاوّل ۱۲۶۷ھ.....آل رسول۔ (تذکرہ نوری ص ۱۳)

مذکورہ بالا سند کے علاوہ حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ نے آپ کو اجازت قرآن مجید وصحاح ستہ ومصنفات شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی 'حصن حصین' دلائل الخیرات' واسماء اربعینہ' وحزب البحر' وحدیث مسلسل بالاولیہ وحدیث مسلسل بالاضافہ، مصافحات اربعہ' مصافحہ ومشابکہ اور تمام علوم کی سندیں جو آپ کو اپنے اساتذہ سے پہنچی تھیں مرحمت فرمائیں، جن میں سے اکثر اسناد ''النور والبہا'' میں طبع ہو چکی ہیں۔ (تذکرہ نوری ص ۵۷)

فضائل

سراج السالکین، نور العارفین، شیخ طریقت، عالم شریعت حضرت سیّد الشاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس اللہ سرہ العزیز آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ، رضویہ کے اڑتیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ اپنے وقت کے نامی گرامی شیخ طریقت ہیں۔

آپ کے فضائل ومناقب پر امام اہلسنّت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے ایک طویل نظم تحریر فرمائی ہے جس کا پہلا مصرع اس طرح ہے جو حدائق بخشش حصہ اوّل میں موجود ہے:

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعتِ بام ابوالحسین

آپ کا حلقۂ بیعت وارشاد بہت وسیع تھا۔ آپ اصلاح باطن سے پہلے اصلاح ظاہر کا خصوصاً عقیدہ کی صحت کا خاص خیال فرماتے تھے۔ آپ کا وہی مسلک ومشرف تھا جس پر حضرت تاج الفحول اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہما تھے، شیعیت تفضیلیت اور نیچریت کا تحریری رد فرمایا اور ان کے انسداد میں کوشش بلیغ فرمائی۔ ابھی آپ کی عمر شریف سات سے زیادہ نہ کی تھی کہ حضور خاتم الاکابر شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ کے حکم کے مطابق صوم وخلوت اور اشغال واوراد میں مصروف ہوئے یہاں تک کہ اٹھارہ سال تک ذکر جلالی وجمالی وخلوت گزیں رہے اور سلوک کو باقاعدہ حاصل فرما کر فنائے معنوی سے بقائے حقیقی کے مقام پر فائز ہوئے۔ تصلب فی الدین میں آپ اور آپ کے خاندان نے جو نقوش چھوڑے وہ رہتی دنیا تک کے لیے آپ کے

تصانیف سے ظاہر و باہر ہیں۔ تصوف کے ذریعے ہندوستان میں اسلامی معاشرہ و دینی حمیت کی ترویج و اشاعت آپ تمام عمر فرماتے رہے ان بے شمار خوبیوں کے ساتھ اخلاق و مروّت اور جود و سخا کے پیکر تھے۔ (تذکرۂ نوری ص ۵۵/۵۶)

رہے پابند احکام شریعت ابتدا ہی سے

آپ کو گیارہ سال کی عمر شریف میں آپ کے جد اکرم و شیخ طریقت حضور خاتم الاکابر نے مجاہدات و سلوک و ریاضات طریقۂ مجاہدات اور خاص خاص ادعیہ خاندان مثل حروف ہجا، حزب البحر، چہل اسم، حرز یمانی، حیدری بانت العظمت فرتیا بر ہستی کی دعوت با قاعدہ آپ سے ادا کرائیں آپ کے جد امجد نے آپ کے اوقات کو بچپن ہی میں ایسا منضبط کر دیا تھا کہ آخر وقت تک ریاضت و صوم و خلوت شب بیداری تہجد، تلاوت و ذکر عادت کریمہ ہو گئے تھے اور آپ کی ریاضت کو دیکھ کر آپ کی جدہ ماجدہ گھبرا جاتیں اور روکنا چاہتیں، تو آپ کے جد امجد ارشاد فرماتے کہ رہنے دو ان کو عیش و آرام سے کیا کام یہ کچھ اور ہی ہیں اور ان کو کچھ اور ہی ہونا ہے۔ یہ اقطاب سبعہ میں سے ایک قطب ہیں جن کی بشارت حضرت شاہ بوعلی قلندر پانی پتی اور حضرت شاہ بدیع الدین قطب مدار رضی اللہ عنہما نے دی ہے اور یہی اس سلسلہ بشارت کے خاتم ہیں۔ (تذکرۂ نوری ص ۵۵/۵۶)

روحانی اکتساب فیض

حضور نور العارفین سیّد شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہٗ نے روحانی اکتساب فیض مندرجہ ذیل انبیاء کرام و اولیاء عظام سے حاصل فرمایا:

(۱)۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدمہ و مصافحہ و معانقہ و بیعت و اخذ فیض کی اور آغوش رحمت میں بیٹھے، (۲)۔ حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام، (۳)۔ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام، (۴)۔ حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السلام کی زیارت فرمائی اور ان حضرات انبیاء کرام سے بھی اخذ فیض فرمایا۔ (۵)۔ حضرت امیر المومنین سیّدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و سید الشہداء حضرت سیّد امام حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت فرمائی اور اخذ فیض فرمایا، (۶)۔ حضرت غوث الثقلین، قطب الکونین سیّدنا الشیخ ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ، (۷)۔ حضرت خواجۂ خواجگان شہنشاہ ہند غریب نواز حضرت شیخ خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ عنہ، (۸)۔ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ، (۹)، اور حضرت خواجہ عثمانی ہارونی رضی اللہ عنہ جیسے اولیاء کبار کی بھی زیارت فرمائی اور ان حضرات سے بھی اکتساب فیض فرمایا، (۱۰)۔ نیز اپنے اکابر اقطاب مارہرہ قدست اسرارہم (از حضرت میر سیّدنا عبد الجلیل رضی اللہ عنہ تا حضور خاتم الاکابر قدس سرہما) کی زیارتوں و خاص توجہ سے بہرہ مند ہوئے۔ (تذکرۂ نوری ص ۱۴۴)

اخلاقِ حسنہ

شریعت و طریقت کی اس عظیم منزل پر فائز ہونے کے باوجود آپ اہل حاجات و حاضر باش لوگوں سے ہمیشہ خندہ روئی اور

نہایت نرمی سے کلام فرماتے، کبھی چیں بجبیں نہ ہوتے، آپ اعلیٰ درجہ کے خوش خواور خوش خلق تھے۔ چھوٹے بچوں کو بکمال محبت وشفقت پاس بلاتے، سر پر ہاتھ پھیرتے، کچھ چیزیں مرحمت فرماتے اوران کی باتیں سنتے، جوانوں پر عنایت اور بوڑھوں کا وقار فرماتے اور یہی ہدایت اپنے خدام کو بھی فرماتے۔

صبر وثبات قدمی

صبر وثبات قدمی میں بھی آپ کا مقام بہت بلند ہے۔آپ کے صاحبزادے جن کا نام سیّد محی الدین جیلانی تھا صغرسنی ہی میں انتقال فرماگئے مگر آخر عمر تک کبھی شکوہ افسوس نہ فرمایا۔ یونہی ایک بار تپ محرقہ عارض ہوگئی۔ تواس حالت میں بھی نہایت فرحت وسرور سے ارشاد فرماتے کہ تمام نعمت کا شکرانہ کیوں نہ ادا کریں؟ عامی کو بخار میں ہذیان اور سالک کو مکاشفہ ہوتا ہے، یہ کمال صبر ورضا ہے۔شدت مرض میں افسوس صرف مسجد کے ترک کا فرماتے مسجد کے علاوہ کبھی مرض کی شکایت نہ فرماتے اور ارشاد ہوتا کہ صحت ومرض دونوں محکوم ہیں فرق کچھ نہیں۔ خدائے تعالیٰ عرض عصیان وافلاس ایمان سے بچائے، اوراس وقت بھی آپ نے ثبات قدمی کا بہترین نمونہ پیش فرمایا: والدین کریمین کا وصال صغرسنی ہی میں ہوگیا تھا۔حضور خاتم الاکابر قدس سرہ آپ کے جد اکرم کی وفات پر باوجود مدارات بعض حضرات نے آپ پر سخت حملے کیے اور کوشش کی کہ آپ کے......اور آپ کے عم مکرم کے درمیان نزاع کی کیفیت پیدا کرادیں لیکن آپ نے صدمات برداشت کیے اور حفظ مراتب وایثار میں کمی نہ فرمائی۔
(تذکرۂ نوری ص۸۶)

جود وسخا

اخلاق وثبابت کے ساتھ جود وسخا تو آپ کا موروثی مشغلہ تھا کہ کبھی کوئی سائل آپ کے در سے محروم نہ جاتا اور اپنی ضروریات وسوال سے زیادہ پاتا۔ بعض کو تحائف وہدایت کے طور پر چیزیں مرحمت فرماتے۔ بہت سے مفلس خدام کی پروش کو ضروری تصور کرتے اوران کے حال کا اظہار بھی پسند نہیں کرتے۔ان کی ضروریات کی چیزیں خراب وخستہ پسند فرمالیتے اور نئی اور عمدہ چیزیں ان کو عطا فرماتے اورارشاد یہ فرماتے کہ اس نمونہ کی ہم کو مدت سے تلاش تھی، یہ ہم کو بہت پسند ہے۔ یہاں تک کہ آپ کسی کا لوٹا، کسی کا پاندان اور کسی کا صندوق وغیرہ لے لیتے اور فوراً نیا عمدہ سامان عطا فرمادیتے پھراس کے بعد وہ سامان بھی ان لوگوں کو دیتے ہوئے کہتے کہ ہمارے پاس اور آگئی ہیں اب اس کی ضرورت نہیں، اور شاید ہی ہفتہ بھر لحاف، تو شک، چادر، کپڑے آپ کے پاس رہ جاتے بلکہ اسے بھی بخش دیتے، صبح سے شام تک اہل حاجات کا سلسلہ بندھا رہتا اور ہر وقت دریائے کرم جاری رہتا۔آپ ارشاد فرماتے بخیل کی صحبت سے اجتناب چاہئے اوران سے بچنے کی عمدہ تدبیر یہ ہے کہ ان پر کوئی مالی فرمائش کی جائے وہ خود دوبارہ حاضر نہ ہوں گے۔ایک سوداگر صاحب نے عمدہ گھڑی آپ کی خدمت میں نذر کی، صاحبزادہ صاحب نے پسند فرمالیا اور چاہا کہ کسی دوسرے وقت میں مانگ لوں گا، پھر جب شام کو آپ سے دریافت کیا کہ گھڑی کہاں ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ تو دے دی، تم نے اسی وقت کیوں نے لے لی، یہاں تک کہ کبھی بھی کسی چیز کو آپ نے جمع نہیں

فرمایا جو پہنچتا وہ عطا میں خرچ کر دیتے۔ (تذکرۂ نوری ص ۸۱)

عیوب کی پردہ پوشی

ان تمام خوبیوں کے ساتھ ستر حال وعیب پوشی میں آپ یگانۂ روزگار تھے۔ چنانچہ ''سراج العوارف فی الوصایا والمعارف'' کے لمعہ سادسہ نور ۲۲ صفحہ ۱۸ پر ارقام ہے کہ کسی کا عیب دیکھ کر اس کو چھپانا بڑے اجر کا باعث ہے اور اہل اللہ کی عادت ہے اگر نصیحت بھی منظور ہو، برملا نہ کرے بلکہ خلوت میں کہ یہی عادت بندگان دین واکابر ماہرہ قدس اسرارہم ہے۔ اس صورت میں ایک پردہ پوشی اور خدائے ستار کا ایک پرتو بندہ پر پڑتا ہے جس سے از دیاد ترقی مراتب کی امید ہے''۔

اور یہ عادت کریمہ آپ کی بن چکی تھی۔ ایک خادم جو چند بار بلا اطلاع حضور قلمدان سے روپے غائب کرتے رہتے، آپ نے دریافت فرمایا تو اس شخص نے کہا: حضور کی خدمت میں موکل برابر آتے جاتے رہتے ہیں کوئی لے جاتا ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے خوب بتایا آج موکلوں کو جمع کر کے چور کو گرفتار کریں گے اور سخت سزا دیں گے۔ اب اس خادم صاحب کو خوف ہوا اور انہوں نے وہ ستر روپے چپکے سے قلمدان میں رکھ دیئے اور آپ کی خدمت میں آکر عرض کیا: روپے قلمدان میں موجود ہیں۔ آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا: میاں وہ موکل ڈر گیا، اچھا ہوا ورنہ آج ضرور حاضرات ہوتی اور اس کو سخت ندامت ہوتی۔

(تذکرۂ نوری ص ۱۰۷/۱۱۶)

احترام فقراء وسادات کرام

اور یہ بھی آپ کی عادت کریمہ تھی کہ ہر سالک متشرع فقیر چاہے کسی بھی خاندان سے ہوں نہایت محبت سے ملتے اور فقراء قادریہ سے خصوصیت برتی جاتی نیز صاحبزادگان کالپی شریف وبانسہ اور حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اولا دوذریات کی نہایت تعظیم وتوقیر فرماتے، سجادہ نشینان وخدام آستانہ حضرات اکابر کی خاطر ومدارت فرماتے۔ آپ مجذوبوں سے دور رہنے کی ہدایت فرماتے اور عام خدام کو بھی حکم تھا کہ ہر درویش صاحب سلوک متبع شریعت سے بلا لحاظ قادریت وچشتیت بلاغرض دنیوی صرف بقدر زیارت ملو، اور سوائے دعائے دینی، مطالب دنیوی نہ چاہو، فقیر کی تعظیم وخدمت کرو اور ان کے خفیہ حالات کا تجسس نہ کرو، کم از کم یہ ضروری ہے کہ بلا تحقیق وتفتیش جلال کھانا جو حاضر ہو ضرور پیش کرو کہ بہترین خیرات بھوکے کو کھانا کھلانا ہے اور ہمیشہ نیک گمان رکھو، جس فقیر کا ظاہر خلاف شرع ہو اس سے سروکار نہ رکھو، لیکن برا کہنا اور غیبت وعیب جوئی بہتر نہیں۔ حضرات سادات کرام کی عموماً مدارات فرماتے اور غیر سادات پر ان کو ہر حیثیت سے مقدم فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ سادات کرام کی تعظیم اس نسبت کہ وہ ذریت طاہرہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کرنی چاہئے۔ دوسری نسبتیں اور حالتیں اس کے بعد ہیں۔ ان کا نسب وشریف کسی حال میں منقطع نہیں ہوتا اور یہی موجب تعظیم ہے۔ اگر حضرات سادات کسی غیر سیّد سے ارادت وتلمذ بھی کر لیں جب بھی، شیخ واستاد پر ان کی تعظیم سیادت ضروری ہے۔ سوائے کسب طریقہ اور کوئی خدمت سے ان سے نہ لی جائے۔ اس لئے کہ یہ مخدوم زادۂ عالمیان ہیں اور تمام جہان کے حقیقی اور سچے پیرزادے ہیں۔ جو دولت دین ودنیا، علم وفقر عالم

میں ہیں، سب ان کے گھر کی دی ہوئی ہیں اور انہیں کے ذریعہ سے ہیں۔ (تذکرۂ نوری ص ۱۳۰/۱۳۱)

الحب للّٰہ والبغض للّٰہ

کسی سے دوستی اور دشمنی میں بھی آپ اپنے اسلاف کے نقش قدم کے سخت پابند تھے، اور آپ کی عادت کریمہ تھی کہ اللہ ہی کے لیے دوستی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی کسی سے کرتے اگر منافقین و بدمذہب فاسق معلن دربار میں حاضر ہوتے اور اپنے معروضات میں کامیاب بھی ہوجاتے لیکن آپ کے عمل سے ظاہر ہوتا کہ اس سے آپ بے اعتنائی فرمارہے ہیں اور وہ قلبی لگاؤ نہیں جو ایک صحیح العقیدہ سنی کے ساتھ ہوتا۔ بلکہ جلد سے جلد اس کو رخصت کرنے کا حکم فرماتے اور خدام سے فرماتے کہ معاملات دنیاوی میں ہم نہیں روکتے، لیکن کسی بدمذہب سے دوستی بری بات اور حرام ہے ان لوگوں کی مجالس مذہبی اور خاص صحبتوں میں ہرگز شرکت نہ کروکہ یہ کم از کم مورث مداہنت اور سستی اعتقاد ہے۔ (تذکرۂ نوری ص ۸۳/۴۴)

ظاہر شریعت

آپ کی ذات باعظمت شریعت مطہرہ کے التزام میں بھی یگانۂ عصر تھی کہ عبادت و عادات کریمہ میں مستحبات تک کبھی ترک نہ ہوتے، بدعات و شبہات اور رسوم مروجۂ مشائخ عصر سے احتراز قطعی فرماتے، وقتِ بیعت کبھی مریدہ کا ہاتھ نہ چھوتے اور نہ روبرو آنے کی اجازت دیتے آیات و اسماء لکھ کر چراغ میں جلانے کی اجازت نہ ملتی، فلیتہ میں عبارت نہ ہوتی، صرف اعداد تحریر فرماتے کہ حروف کا جلانا ممنوع ہے۔ سوائے چند ادعیہ سریانیہ کے جن کے معانی معلوم ہیں دوسرے وہ ادعیہ جن کے معانی معلوم نہیں اس دعا کے پڑھنے سے منع فرماتے بعض نقوش جو مشائخ حال نے خون سے لکھنا تجویز کئے ہیں۔ ان کو مشک و زعفران کے سوا کبھی خون سے نہ لکھنے دیتے، اور وہ اعمال جو مضرت مخالف کے واسطے ہیں، اس طور پر مرحمت فرماتے کہ پہلے کسی عالم متدین سے استفتاء کروکہ فلاں سبب کی وجہ سے وہ شخص کسی سزا کا مستحق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو بقدر اسی سزا کے اس کو مضرب جو حقیقتاً دفع مضرت ہے پہنچا سکتے ہو۔ پھر بھی بہتر یہی ہے کہ ظالم کے ظلم پر صبر کرو۔ خدائے تعالیٰ قہار ہے وہ تمہارے ساتھ ہوگا، اور ظالم سے انتقام ضروری ہے، اور خدام میں سے جو علم ظاہر سے آراستہ نہ ہوتے ان کو ترغیب دیتے اور فرماتے کہ بے علم دین سیکھے اس راہ طریقت کو جاننا اس پر سلوک سخت دشوار ہے۔ ظاہر شریعت پر استقامت کو لازمی ارشاد فرماتے، حضور شیخ فریدالدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرماتے: عارف ذلت سے گر کر طریقت میں اور ذلت طریقت سے گر کر شریعت میں آجاتا ہے، مگر جو شریعت سے گرے گا تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے طریقت، شریعت سے جدا نہیں ہے بلکہ انتہائے کمال شریعت کو طریقت کہتے ہیں۔ شریعت ایک سیدھی اور خطروں سے محفوظ راہ ہے مگر طریقت کی راہ نہایت پیچیدہ اور مشکل، ہزاروں خطرات پر مشتمل ہے اور اس میں مرشد کامل کی دستگیری کے بغیر کامیابی دشوار ہے۔ (تذکرۂ نوری ص ۵۵/۵۶)

غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے قلبی لگاؤ

غوث پاک رضی اللہ عنہ سے محبت و قلبی لگاؤ کا یہ عالم تھا کہ آپ اکثر ارشاد فرماتے حضور غوثیت مآب رضی اللہ عنہ وارضاہ

عنا اور اکابر خاندان ماہرہ مقدسہ قدست اسرارہم بڑے غیور ہیں، ان کا متوسل جب بھی کہیں جائے گا پریشان نہ ہوگا اور اس بات کی تصدیق میں حضرت شیخ اکبر امام الطریقہ محی الدین عربی رضی اللہ عنہ کا قول ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"لن يفلح المرأة بين الزوجين و الطالب بين الشيخين"

"یعنی ایک عورت دو شوہروں کی بیوی نہیں ہوسکتی اور نہ ہی ایک طالب دو شیخوں کا مرید"۔

راہ سلوک میں اوّل و آخر مرحلہ اعتقاد شیخ طریقہ کا ہے، جب تک یہ نہیں کچھ نہیں اور جو ایک دروازے کا مردود ہے اس کی راہ بھی مسدود ہے ہمارے گھر میں کون سی نعمت نہیں جو کسی دوسرے دروازے پر جائیں اور سائل ہوں۔ بعض ہمارے منتسبان نے دوسری بیعت کی، جس کی وجہ سے طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے کہ فلاں نے بددعا کی ہے؟ حاشا! ہم کو اس کا خیال بھی نہ آیا کیا کیجئے اس خاندان برکاتیہ کے بعض متاخرین بھی قدم بقدم حضور غوثیت مآب رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا ہیں۔ اس لئے وہ گوارہ نہیں فرماتے کہ ان کے منتسب حقیر و ذلیل ہوں۔ اس لئے جو اس خاندان کی توہین کرے گا وہ خوار و ذلیل ہوگا اس لیے کہ ہم نو پشتوں سے قادری ہیں اور اسی نسبت پر فخر کرتے ہیں ہم کو دعویٰ ہے کہ کم از کم اس خاندان کے منتسب میں دو باتیں ضروری ہوں گی۔ اگرچہ بالکل طریقہ سے ناواقف ہو اور عمل سے خالی ہو اول یہ کہ کسی دوسرے خاندان کے فقیر کے ہاتھ سے صدمہ نہیں اٹھائے گا اور دوسرا یہ کہ عمر بھر کسی حالت میں رہا انشاء اللہ تعالیٰ وقت آخر توبہ و ندامات پر مرے گا کہ سرکار بہت عالی ہیں۔ (تذکرہ نوری ص ۹۱/۹۲)

آپ کے روز و شب

سراج السالکین حضرت سیّد شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ العزیز کی عادت کریمہ تھی کہ طہارت فرما کر نماز تہجد ادا فرماتے، بعدہٗ اوراد و اشغال معمولہ خاندان میں مشغول ہو جاتے نماز صبح کے لیے تازہ وضو فرما کر سنن مصلیٰ پر پڑھ کر بحالت صحت مسجد میں تشریف لے جاتے۔ اگر کوئی بھی شخص جو قرآن کریم باقاعدہ پڑھتا اور کم از کم مسائل طہارت و نماز اور جماعت سے واقف ہوتا اس کو حاضر پاتے تو اقتداء فرماتے ورنہ خود نماز پڑھاتے، بعد نماز ابتداء ذکر بجہر اور عہد آخر میں بہ اخفا فرماتے۔ پھر دعا و ظائف معمولہ پڑھ کر صلوۃ الاشراق و چاشت سے فارغ ہو کر کچھ ہلکا ناشتہ فرماتے۔ پھر خدام حاضر ہوتے اور ضروری معروضات پیش کرتے نقوش و ادعیہ مرحمت ہوتے بعض خدام کو اس دن کے لیے ہدایات ضرور ملتیں اور کبھی سلوک، فقہ و تاریخ کی کتاب کا مطالعہ بھی فرماتے اور حاضرین سے فوائد ضروریہ بھی بیان فرماتے جاتے اگر کسی جگہ تشریف لے جانا یا دعوت منظور فرمانی ہوتی تو زوال کے قریب تشریف لے جا کر باوضو کھانا تناول فرماتے، اکثر حاضرین شریک ہوتے، کسی کو کوئی شئی مرحمت ہوتی بعض مریضوں کو کھانے میں کچھ تناول فرما کر رحمت فرماتے۔ فارغ ہو کر پان نوش فرماتے اور فوراً پان تھوک کر غرارہ اور کلی سے منہ صاف فرما لیتے اب اس وقت جماعت عام رخصت ہو جاتی اور خاص لوگ موجود رہتے جو اپنے اپنے معروضات پیش کرتے سب کے جوابات مرحمت ہوتے کبھی کوئی کتاب ملاحظہ فرماتے اور کبھی حسب روش حضور سیّد العارفین سیّدنا شاہ حمزہ

قدس سرہ العزیز کی کتاب سرہانے رکھ کر آرام فرماتے صرف دو ایک خدام مخصوص حاضر رہتے موسم گرما میں پنکھا جھلتے ورنہ باہستگی پاؤں ایک گھنٹہ جاڑے میں اور قدرے زیادہ گرما میں آرام فرما کر اٹھتے اور طہارت فرما کر نماز ظہر باجماعت ادا فرماتے، بعد نماز قرآن کریم کی ایک پوری منزل پڑھتے پھر دلائل الخیرات، حصن حصین اور بعض ادعیہ پڑھنے کے بعد دربار عام ہوجاتا اور خدام حاضر ہوکر معروضات پیش کرتے، ڈاک خطوط کے جوابات بھی بیشتر اسی وقت ارقام فرماتے اور حاجت روائی مخلوق خدا میں بکمال فرحت مصروف ہوجاتے اور علمی وعمدہ نصیحت کا آغاز فرماتے، یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوجاتا۔ نماز عصر کے لیے تازہ وضو فرما کر نماز ادا فرماتے اور اورادِ مخصوصہ پڑھتے، خواص حاضر ہوتے اور پھر وہی دریائے رحمت وکرم کی طغیانی ہوتی، نماز مغرب ادا فرما کر بہت قلیل سا کھانا تناول فرما کر نماز عشاء ادا کر فرماتے بعد نماز اخص الخواص کچھ واردات عرض کرتے بعض ہدایات پاتے اور رخصت ہوجاتے یہاں تک کہ مجمع برخواست ہوجاتا اور خدام خاص سے ذکر حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ سنتے ہوئے استراحت فرماتے۔ (تذکرۂ نوری ص ۱۲۱/۱۲۳)

تصنیفی وعلمی خدمات

آپ کی تصانیف میں بے شمار علمی نکات مضمر ہیں جن کا مطالعہ اہل علم ودانش کے لیے دینی ودنیاوی فوائد سے خالی نہیں اور آپ کی فقید المثال شخصیت کی ایک جھلک آپ کی تصنیفات ہی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ مذکورہ تصانیف سے کچھ طبع ہوئی ہیں، باقی ہنوز تشنۂ طباعت ہیں جس کی فہرست مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔ **العسل المصفی فی عقائد ارباب سنة المصطفیٰ**۔ اُردو، عقائد حقہ اہلسنّت کے بیان میں مطبوعہ۔

(۲)۔ سوال جواب اُردو یہ مختصر مگر جامع مسئلہ تفضیل کا فیصلہ ہے۔

(۳)۔ اشتہار نوری، یہ ندوہ کے مکائد پر ہے۔

(۴)۔ تحقیق التراویح: غیر مقلدین وہابیہ کے رد اور تعداد رکعات تراویح پر ہے۔

(۵)۔ دلیل الیقین من کلمات العارفین: یہ روافض کے رد میں ہے جو تفضیل علی رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں۔

(۶)۔ عقیدۂ اہلسنّت اُردو یہ جنگ جمل، صفین اور نہروان کی تفصیلات وموقف اہلسنّت کی وضاحت ہے۔

(۷)۔ الجفر: یہ قواعد علم جفر میں ہے۔

(۸)۔ لطائف طریقت کشف القلوب، یہ سلوک میں ہے۔

(۹)۔ النور والبہاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء عربی یہ اذکار و اوراد میں ہے۔

(۱۰)۔ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، اس میں وصایا وہدایات درج ہیں۔

(۱۱)۔ النجوم، علم نجوم پر یہ لاجواب رسالہ ہے۔

(۱۲)۔ صلوٰۃ غوثیہ، اس میں شجرہ عالیہ قادریہ مع اسمائے حسنیٰ درج ہے۔

(۱۳)۔صلوٰۃ معینیہ،شجرۂ چشتیہ اس میں بطور اوراد درج ہے۔

(۱۴)۔مجموعہ: اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت علی وحضرات حسنین کریمین وغوث اعظم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ۹۹ اسماء عالیہ کا ذکر ہے۔

(۱۵)۔صلوٰۃ نقشبندیہ،اس میں بھی حضرت خواجہ نقشبند کے ۹۹ صیغے واسماء کا ذکر ہے۔

(۱۶)۔صلوٰۃ صابریہ،صلوٰۃ ابی العلائیہ،صلوٰۃ مداریہ اس میں بھی اکثر اسماء ننانوے صیغے کے ساتھ درج ہیں۔

(۱۷)۔صلوٰۃ الاقرباء،اس میں بیشتر خاندانی بزرگوں کے اسمائے گرامی مذکور ہیں۔

(۱۸)۔صلوٰۃ المرضیہ لفقراء المارہریہ۔اس میں اکثر خاندانی خلفاء کے نام درج ہیں۔

(۱۹)۔اسرار اکابر برکاتیہ۔یہ آخری تصنیف جس میں خاندانی اسرار ونکات مذکور ہیں۔

(۲۰)۔مجموعہ ہائے اعمال وانتقال،اس کا شمار نہیں،قریب چند مجموعہ ہر سال خود تحریر فرماتے جو چند حضرات کے پاس ہیں۔(تذکرۂ نوری ص ۱۳۱/۱۴۰)

ادبی وشعری ذوق

آپ ان تمام ہمہ گیر خصوصیات کے ساتھ بڑا پاکیزہ ادبی ذوق بھی رکھتے تھے،چنانچہ آپ کے نظم کردہ کلام سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اُردو،فارسی،عربی کے قادر الکلام شاعر تھے،آپ کبھی نورؔ اور کبھی نوریؔ تخلص فرماتے ذیل میں آپ کے کلام سے چند اشعار بطور اختصار ملاحظہ فرمائیں۔

یارسول اللہ جمل حالنا　　یاحبیب اللہ حسن تالنا

............O............

یامنبع الکمال ویا صاحب الظفر　　من فضلك الشریف لقد کرم البشر

............O............

لاتمکن النعوت کما انت اھلھا　　بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

............O............

دور آنکھوں سے ہیں اور دل میں جلوہ ان کا　　ساری دنیا سے نرالا ہے یہ پردہ اِن کا

دل کی آنکھوں سے کرے کوئی نظارا ان کا　　نگہ دیدۂ ظاہر سے ہے پردا ان کا

............O............

واہ کیا کہنا تمہارے وعدۂ دیدار کا　　جس سے دل ٹھہرا ہوا ہے ہجر کے بیمار کا

تو بھی چل کے دیکھ آغافل کہ اب وہ وقت ہے　　پاس سے منہ تک رہے ہیں سب تیرے بیمار کا

نگاہوں میں سب ہیں جو پردے میں تو ہے　　چھپے سب نظر سے کہ تو روبرو ہے
خودی کا جو پردہ اٹھے تو بتا دیں　　نہ ہم اور کچھ ہیں نہ کچھ اور تو ہے

(تذکرۂ نوری ص۱۳۴/۱۳۵۔ ومفتی اعظم ہند نمبر استقامت ص۱۵، ۱۶)

کشف وکرامات

دوروراز آن واحد میں تشریف لے گئے

حضرت صاحبزادہ سیّد حسین حیدر صاحب، وصاحبزادہ حکیم سیّد آل حسین صاحب جناب ڈاکٹر محمد ناصر خاں مارہروی سے خودسنی ہوئی روایت بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب ایٹہ ضلع کے بعض مواضعات میں معالج تھے ایک انجان شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ قریب ہی ایک گاؤں میں ایک مریض ہے آپ چل کر دیکھیں اور دوا تجویز کردیں؟ اس شخص نے معقول فیس بھی پیش کی ڈاکٹر صاحب اس کے ہمراہ روانہ ہوگئے۔ آبادی سے چندکوس چل کر دریا کے کنارے ایک وحشت ناک جنگل میں پہنچے تو اس شخص نے وہاں رک کر آواز دی اس آواز پر فوراً دو شخص لاٹھیاں لئے ہوئے آگئے اوران تینوں بدمعاشوں نے ارادہ کیا کہ ڈاکٹر صاحب کا سامان اور نقد روپے چھین لیں اور قتل کرکے دریا میں ڈال دیں ان لوگوں کی بھیانک شکل، تنہائی، جنگل اور ارادۂ قتل سے ڈاکٹر صاحب موصوف کو سخت خوف پیدا ہوا۔ اس مشکل وقت میں ڈاکٹر صاحب نے حضرت کو یاد فرمایا اور استغاثہ کیا بغیر حضرت کی امداد کے ان کے جنگل سے چھوٹنا مشکل ہے۔ للہ! مدد فرمایئے اور اپنے خادم کو اس بلائے ناگہانی سے نجات دلایئے؟ اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب نے دیکھا کہ دوسری جانب حضرت تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرمارہے ہیں کہ گھبراؤ نہیں ہم آگئے ہیں۔ حضرت کے اشارہ سے وہ تینوں بھاگ گئے۔ اس کے بعد میں پریشان ہوا کہ اندھیری رات میں کہاں جاؤں؟ حضرت نے ارشاد فرمایا: ہمارے ساتھ چلے آؤ۔ روانہ ہوئے اور تھوڑی ہی دیر میں اپنے گاؤں میں پہنچ گئے، آبادی میں پہنچ کر اچانک حضرت ہم سے علیحدہ ہوگئے اور مجھ سے ارشاد فرمایا تم آبادی میں چلے آئے ہو گھر پہنچ کر صبح تک شدید بخار اور غشی میں مبتلا رہا۔ دوسرے دن حسب الحکم خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے تبسم آمیز لہجے میں فرمایا: الحمدللہ! انجام بخیر ہوا، گھبراؤ نہیں، یہ بات قابل تذکرہ نہیں۔ (تذکرۂ نوری ص۱۷۷ تا ۱۷۸)

آئندہ باتوں کا علم

جناب منشی عبدالقادر منشی عبدالعزیز صاحب بدایونی پر قتل کا ایک مقدمہ چلا، اور پولیس نے موقع کی شہادت بھی پیش کردی۔ انہوں نے حضرت کی خدمت مبارکہ میں آکر استغاثہ پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا: مطمئن رہو کچھ نہ ہوگا تمام کاغذات پولیس داخل دفتر ہوجائیں گے اور تم سے جواب نہ لیا جائے گا۔ چنانچہ باوجود افسر کی رپورٹ کے کچھ نہ ہوسکا اور بلا جواب رہا ہوگئے۔ (۲) اسی طرح مولوی حاجی عطا محمد ومولوی محبوب احمد ساکنان بدایوں پر مقدمہ چلا اور بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔

حضرت نے حکم فرمایا: کچھ نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ تمام مخالفین عاجز آ گئے اور کچھ نہ کر سکے۔ (تذکرۂ نوری ص ۱۵۰/۱۵۱)

بارگاہ خواجہ میں عرضیاں

جناب مولانا شبیر بدایونی تذکرۂ نوری میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت اپنے خدام کی جماعت کے ساتھ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن اجمیری رضی اللہ عنہ کے عرس مبارک میں حاضر ہوئے اور رجب المرجب شریف کی پانچویں تاریخ کو حضرت نے ارشاد فرمایا: حضرت غریب نواز رضی اللہ عنہ کے دربار سے فقیر کو حکم ہوا ہے کہ تمہیں خدام میں سے جس کسی کو کچھ خاص عرض کرنا ہو تو درخواست لکھ کر حضور میں پیش کرو وہ عرضیاں ہمارے ذریعے سے حضور میں پیش ہوں گی اور تم کو حکم ملے گا۔ خادم نے عرض کیا: وہ عرضیاں کس طریقہ سے دربار تک پیش ہوں گی، تو ارشاد فرمایا: آستانہ کے خدام کچھ جنات بھی ہیں، جو اس کام پر مامور ہیں کہ تمہاری عرضیاں لے جا کر پیش کر دیں۔ یہ معلوم کر کے خادم کو خیال ہوا کہ حضور سے وہ عرضیاں لے کر اس آستانہ کے خادم کی زیارت اور کچھ خاص خاص حال عرض کروں گا؟ یہاں تک کہ عرضیاں مرتب ہوئیں اور سبھوں نے جمع کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر کیں حضرت نے وہ تمام خطوط حافظ نذر اللہ خاں صاحب بدایونی کو عنایت کر کے حکم فرمایا کہ آستانۂ عالیہ کے غرب و جنوب والے گوشہ پر کوہ چلہ کی جانب جو ایک سربستہ درہ ہے وہاں جاؤ اور جو شخص تم سے عرضیاں طلب کرے اسے دے دو؟

یہ خادم (مولانا غلام شبیر بدیوانی) حکم والا سنکر حافظ نذر اللہ خاں صاحب کے پیچھے لگا، اور ہر چہار جانب نہایت ہوشیاری سے نظر ڈالتا ہوا یہ خیال لئے چل رہا تھا کہ شاید موقع زیارت مجھے بھی مل جائے گا۔ جب مذکورہ درہ میں داخل ہوئے تو حافظ نذر اللہ صاحب اور میرے درمیان چند سکینڈ کا فاصلہ ہوگا۔ بہت جلد میں نے آگے بڑھ کر غور کیا کہ مذکو ہر جگہ یہی ہے اب ضرور کوئی تشریف لا کر ملیں گے اور عرضیاں طلب کریں گے لیکن دیکھتا کیا ہوں کہ حافظ نذر اللہ صاحب خالی ہاتھ ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ عرضیاں کہاں ہیں؟ موصوف نے جواب دیا کہ مذاق کرتے ہو! ابھی تم نے مجھ سے یہ کہہ کر کہ حضور نے عرضیاں طلب فرمائی ہیں، سب عرضیاں مجھ سے لے لیں اب مجھی سے پوچھتے ہو؟ اس جواب پر میں حیران سا ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرت کی خدمت میں واپس آ کر حافظ صاحب نے عرض حال کیا اور میں کھڑا رہا۔ اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا: وہی خادم آستانہ تھے جو اس صورت میں تم سے عرضیاں لے گئے...... پھر مجھ سے دریافت فرمایا: کیا تو بھی گیا تھا؟

میں نے عرض حال کیا۔ ارشاد ہوا یہ تمہارے سبب سے ہوا ہے، بتاؤں تمہارا کیا ارادہ تھا؟ جواب دینے پر حضرت نے ارشاد فرمایا: یہ بھی حضور سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کا خاص کرم تھا۔ ورنہ مجھ جیسے ہزاروں فقراء اس دربار عالی میں حاضر ہوتے ہیں اور اپنا اپنا سالانہ لے جاتے ہیں مگر یہ خاص نگاہ کرم بعض خدام خاص پر ہوتی ہے کہ وہ اپنے متوسلوں کی عرضیاں حضور میں پیش کریں۔ تیسرے دن عرضیاں ہم سب کو واپس ملیں اور سب پر احکامات درج تھے جو نوادرات سے تھے۔

(تذکرۂ نوری ص ۱۴۵/۱۴۶)

عقد مبارک

آپ کا عقد شریف عم مکرم حضرت چھٹو میاں صاحب قدس سرہٗ کی دختر نیک اختر سے ہوا درجہ اوّل صاحبہ کی وفات کے بعد حضرت کا دوسرا عقد اپنے پھوپھا سیّد محمد حیدر عباس قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوا جو نواسی تھیں حضرت شاہ اولاد رسول صاحب قدس سرہ العزیز کی۔ ان دونوں میں کسی سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ (تذکرۂ نوری ص ۱۵۴)

خلفائے کرام

اگر چہ حضرت کی کوئی اولاد نہیں تھی مگر آپ کی روحانی اولادوں کی تعداد بے شمار ہے۔ جنہوں نے آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہو کر عالم اسلام کی عظیم خدمات سرانجام دی ہیں۔ جن سے آپ کا سلسلہ قیامت تک زندہ وتابندہ رہے گا۔ چند مشاہیر خلفاء کرام کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں:

(۱)۔ مجدد اعظم حضرت شاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی، (۲)۔ حضرت شاہ مہدی حسن، (۳)۔ حضرت سیّد شاہ ظہور حیدر، (۴)۔ حضرت حاجی سیّد شاہ حسن، (۵)۔ حضرت سیّد ابن حسن، (۶)۔ حضرت حاجی سیّد شاہ اسمٰعیل حسن، (۷)۔ حضرت سیّد شاہ ارتضیٰ حسین عرف پیر میاں، (۸)۔ حضرت سیّد محمد ایوب حسن، (۹)۔ حضرت نواب معین الدین خاں، (۱۰)۔ حضرت سیّد اسحاق حسن، (۱۱)۔ حضرت سیّد اقبال حسن، (۱۲)۔ حضرت سیّد فضل حسین، (۱۳)۔ حضرت حکیم سید آل حسن، (۱۴)۔ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ خاں، (۱۵)۔ حضرت مولانا محمد جمیل الدین، (۱۶)۔ حضرت مولانا حکیم محمد عبدالقیوم، (۱۷)۔ حضرت مولانا محمد طاہر الدین، (۱۸)۔ حضرت مولانا غلام حسنین، (۱۹)۔ حضرت محمد جعفر خاں الملقب عارف شاہ، (۲۰)۔ حضرت مولانا محمد طاہر الدین، (۲۱)۔ حضرت مولانا مشتاق احمد سہارنپوری، (۲۲)۔ حضرت سکندر شاہ خاں، (۲۳)۔ حضرت حکیم عنایت اللہ بریلوی، (۲۴)۔ حضرت سیّد محمد ابراہیم میاں، (۲۵)۔ حضرت شاہ حسام الحق عرف فیض محمد شاہ، (۲۶)۔ حضرت قاضی حسن شاہ، (۲۷)۔ حضرت میاں محمد رمضان شاہ، (۲۸)۔ حضرت مولانا بخاری، (۲۹)۔ حضرت ملا طفیل محمد، (۳۰)۔ حضرت حاجی سیّد محمد علی نقوی، (۳۱)۔ حضرت حاجی مولانا عطا محمد، (۳۲)۔ حضرت حافظ محمد سراج الدین، (۳۳)۔ حضرت شاہ ثقلین شاہ، (۳۴)۔ حضرت مولانا سید محمد نذیر، (۳۵)۔ حضرت محمد عبدالغنی، (۳۶)۔ حضرت مفتی عزیز الحسن، (۳۷)۔ حضرت سیّد شاہ فخر عالم، (۳۸)۔ حضرت ملا سیّد احمد شاہ، (۳۹)۔ حضرت نواب سیّد یحییٰ حسن خاں، (۴۰)۔ حضرت مولانا شاہ حافظ محمد عمر، (۴۱)۔ حضور سیدی ومرشدی تاجدار اہلسنّت قطب عالم مفتی اعظم ہند شاہ مصطفےٰ رضا قادری بریلوی، (۴۲)۔ حضرت امین الدین، (۴۳)۔ حضرت شیخ اشرف علی، (۴۴)۔ حضرت مولانا محمد عادل (۴۵)۔ حضرت شاہ عبدالعزیز، (۴۶)۔ حضرت شیخ کرامت حسین، (۴۷)۔ حضرت سیّد احمد حسین، (۴۸)۔ حضرت نواب رستم علی خاں، (۴۹)۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن دہلوی، (۵۰)۔ حضرت مولانا حافظ محمد امیر، (۵۱)۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن خاں، (۵۲)۔ حضرت حاجی سیّد عبداللہ، (۵۳)۔ حضرت مولانا مفتی احمد حسن خان، (۵۴)۔ حضرت مولانا محمد صدیق، (۵۵)۔ حضرت مولانا سراج الحق، (۵۶)۔ حضرت مولانا ریاض

الاسلام، (۵۷)۔حضرت مولانا غلام قنبر، (۵۸)۔حضرت مولانا حافظ اعجاز احمد، (۵۹)۔حضرت مولانا عبدالحیٔ (۶۰)۔حضرت مولانا عطاء احمد، (۶۱)۔حضرت مولانا غلام سادات، (۶۲)۔حضرت مولانا محمد نور الدین، (۶۳)۔حضرت کفایت اللہ خاں، (۶۴)۔حضرت مولانا مفتی عزیز الحسن بریلوی، (۶۵)۔حضرت مولانا مفتی بدر الحسن، (۶۶)۔حضرت مولانا غلام شبیر بدایونی، (۶۷)۔حضرت میر شاہ علی گڑھی، (۶۸)۔حضرت امین الدین خاں میرٹھی۔ (تذکرۂ نوری ص۱۵۹ تا ۱۷۴)

اقوال زریں

آپ کے اقوال زریں سے کچھ کلمات بطور تبرک نقل کئے جاتے ہیں۔ جو علم وحکمت وشریعت وطریقت کا انمٹ قول ہے۔

حصول ورع کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ ورع کامل اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اپنے لئے ان دس صفات جلیلہ کی پابندی ضروری قرار نہ دے۔ (۱)۔زبان کو قابو میں رکھنا، (۲)۔غیبت سے احتراز کرنا، (۳)۔کسی بھی آدمی کو اپنے سے حقیر نہ جانے، (۴)۔محارم جن کا دیکھنا حرام ہوان پر نظر نہ ڈالے، (۵)۔جب بات کہے تو سچ اور انصاف کی کہے، (۶)۔انعامات واحسانات الٰہیہ کا اعتراف کرتا رہے، (۷)۔مال ومتاع راہ خدا میں صرف کرتا رہے، (۸)۔اپنی ہی ذات کے لیے بھلائی کا خواہاں نہ رہے، (۹)۔پنج وقتہ نماز کی پابندی کرے، (۱۰)۔سنت نبوی اور اجماع مسلمین کا احترام کرے۔

○ بخیل کی صحبتوں سے دور رہو، ○ بدمذہبوں کی صحبت سے دور رہو کہ اس کی وجہ سے اعتقاد میں فرق وسستی آتی ہے، ○ چالیس دن تک لگاتار گوشت کھانے سے قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے، ○ طریقت شریعت سے الگ نہیں ہے بلکہ انتہائے کمال شریعت کو طریقت کہتے ہیں، ○ سماع مروجۂ حال سراسر لغو ولہو ہے ایسے مجمع میں اہل سماع کو جانا بھی درست نہیں کہ سماع کے لیے بہت سے شرائط ہیں، ○ اور فرماتے ہیں:

غلام غوث اعظم بے کس ومظفر ماند　　اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

(تذکرۂ نوری ص۱۵۹ تا ۱۷۴)

وصال مبارک

آپ نے ۱۱رجب المرجب ۱۳۲۴ھ مطابق ۳۱ اگست ۱۹۰۶ء میں وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مزار مبارک

درگاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے برآمدۂ جنوب میں آپ کا مزار مقدس زیارت گاہ خلائق ہے۔

مادۂ تاریخ وصال

○ خاتم اکابر ہند،

۱۳۲۴ ہجری

نور سی و نہم

شیخ الاسلام والمسلمین، حسان الہند، مجدد زماں الشاہ

حافظ و قاری مفتی احمد رضا خاں قادری، برکاتی، بریلوی

(قدس سرہٗ)

۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ ...... ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ

۱۴ جون ۱۸۵۶ء ...... ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء

پاسبان اہلسنّت اے شہ احمد رضاؔ
رحم کن بر حال ما، اے باخدا امداد کن

(امین مرادآباد)

جامعہ حمیدیہ رضوی بنارس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى الهمام امام اهل السنة مجدد الملة الشيخ احمد رضا رضى الله تعالىٰ عنه بالرضا السر مدى .

کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے
میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے

ولادت شریف

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ بوقت ظہر بریلی شریف میں ہوئی۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۲)

آپ نے اس آیت کریمہ سے اپنا سنہ ولادت نکالا ہے

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط

"وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کردیا ہے اور اپنی طرف سے روح کے ذریعہ ان کی مدد فرمائی"۔

اسم مبارک

آپ کا نام نامی واسم گرامی محمد ہے تاریخی نام المختار اور جد امجد نے احمد رضا تجویز فرمایا بعد میں آپ نے خود اس اسم شریف کے ساتھ عبدالمصطفیٰ کا اضافہ فرمایا ۱۲۷۲ھ۔ چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ   تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

نسب شریف

آپ کا نسب نامہ اکثر کتب میں مستند روایتوں کے ساتھ درج ہے جو اس طرح ہے:

امام احمد رضا خاں بن مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں بن مولانا حافظ محمد کاظم علی خان ابن مولانا شاہ محمد اعظم خاں بن محمد سعادت یار خاں بن محمد سعید اللہ خاں رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۴ وانوار رضا ص ۱۲۳)

خاندانی حالات

آپ کے آباؤ اجداد قندھار کے موقر قبیلہ بڑہیچ کے پٹھان تھے۔ جسے افغان بھی کہا جاتا ہے۔ محمد سعید اللہ خاں صاحب جو

عالی جاہ شجاعت جنگ بہادر کے لقب سے مشہور تھے اور قندھار سے مغل بادشاہوں کے عہد میں سلطان محمد نادر شاہ کے ہمراہ لاہور تشریف لائے اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کی وجہ سے حکومت وقت نے انہیں "شش ہزاری" منصب جلیلہ سے سرفراز کیا تھا۔ لاہور کا شیش محل آپ کی جاگیر میں تھا کچھ دنوں کے بعد دہلی پہنچے تو اس وقت آپ شش ہزاری کے عہدے پر فائز تھے اور شجاعت جنگ کو حکومت کی جانب سے ایک عظیم تمغہ وخطاب دیا گیا تھا۔ حضرت سعید اللہ کے صاحبزادے حضرت سعادت یار خاں سلطان وقت کی حکومت کے وزیر مالیات تھے ان کی امانت داری اور دیانت داری کا یہ عالم تھا کہ سلطان محمد شاہ نے بدایوں کے کئی مواضعات انہیں عطا کئے جو آج بھی اس خاندان کے حصے میں ہیں۔ ان کے صاحبزادے حضرت محمد اعظم خاں صاحب بھی وزارت اعلیٰ کے عہدے پر فائز رہے مگر کچھ برسوں کے بعد سلطنت کی ذمہ داریوں سے سبکدوشی اختیار کر کے زہد واتقاء اور ریاضت وروحانیت کی جانب مکمل طور پر مائل ہو گئے[1] اور حضرت محمد اعظم ہی کی ذات والا تبار سے قندھار کے خانوادوں میں علم وفضل، درود ووظائف، زہد وتقویٰ کا بول بالا شروع ہوا، اور یہی وہ عظیم خاندان ہے جن کی روحانی کرنوں نے پورے عالم کو علم وحکمت کا درس دے کر تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا۔

حلیہ مبارک

مجدد اعظم، امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ کا شبستان عقیدت اس طور پر ہے، آنکھیں موزوں اور خوبصورت، نگاہ قدرے تیز جو حقائق کی تہ تک پہنچنے میں بے مثال اور مشہور روزگار تھی۔

پیشانی: کشادہ، بلند اور دمکتی ہوئی، جس پر عظمت اسلام کی لکیریں ہویدا تھیں۔ مخالفتوں کے طوفان اور پیہم یلغار میں بھی جس پر کبھی بل نہ آیا۔

چہرہ: ملیح، شگفتہ وشاداب، جلال وجمال کی کھلی ہوئی تفسیر جس پر پیار ومحبت اور خلوص ووفا کی شعائیں جھلمل جھلمل کرتی نظر آتیں اور اگر کبھی تیور بگڑ جاتے تو دہکتا ہوا شعلہ اور برستا ہوا انگارہ۔

ناک: جو ہمیشہ اونچی اور سر بلند رہی جس نے خارجی اور داخلی ہر محاذ پر اسلام دشمن طاقتوں کی ناکیں خاک آلود کر دی۔

آواز: نکلتی تو دہن سے پھول جھڑتے، نہایت پر درد اور کسی قدر بلند بھی تھی، اور اگر گرجدار ہوتی تو دل سینوں میں لرز اٹھتے اس میں ایسی گھن گرج اور غراہٹ شامل ہوتی کہ گویا:

ضیغم ڈکارتا ہوا نکلا کچھار سے

سینہ: علوم ومعارف کا گنجینہ، حامل شریعت وطریقت، امین ادب وشاعری جو عشق رسول کی آتش سوزاں میں انگاروں کی طرح بھڑکتا اور آتش مجمر کی طرح سلگتا رہا۔

دل: آئینہ کی طرح صاف وشفاف، خوف خدا، فکر آخرت، فروغ دین، اصلاح امت کے لیے بے قرار اور مہکتے ہوئے ارمانوں کا گہوارہ جو اپنوں کے لیے وسیع تھا اور غیروں کے لیے جس میں کوئی جگہ نہ تھی، کیونکہ وہ لذت چشیدہ بادۂ حب نبی تھا۔

ذہن دماغ: عالمانہ ومجتہدانہ، باریک بیں ونکتہ رس، ذکاوت وفطانت جس کی بے نظیر، دینی وعلمی مباحث ومسائل میں بڑا اثر رف نگاہ اور فکری کجروی کی گرفت شہرۂ آفاق۔

پنجہ: فولادی اور اسد اللٰہی، جس سے گستاخانِ رسول کا خون ہمیشہ ٹپکتا رہا۔ جس نے بڑے سورماؤں کی کلائیاں مروڑ کر رکھ دیں۔

قلم: رواں دواں، سیال، لیکن محتاط اور ذمہ دار، نڈر اور بے باک، شارح دین متین، محافظ ناموس رسالت جو دنیا کے ہر حربے کا جواب اپنی تحریر سے دے سکتا تھا اور جو سینۂ باطل میں نشتر بن کر چبھ جاتا گویا:

کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار اعداء سے کہد وخیر منائیں نہ شر کریں

قدم: جو ہمیشہ صراطِ مستقیم پر گامزن رہا جس کے لیے بوریائے بوذر اور سریر سلیمان دونوں برابر تھے اور جس کی دھمک سے ایوان باطل کے فصلیں تڑخ اٹھیں۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق وباطل ہو تو فولاد ہے مومن

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت جد امجد حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب ووالد گرامی حضرت مولانا شاہ نقی علی خاں صاحب قدس سرہما کی آغوش تربیت ومحبت میں ہوئی، اور باقاعدہ ۱۲۷۵ھ کے اوائل میں تعلیم کا آغاز فرمایا چنانچہ اس وقت ایک حیرت انگیز واقعہ پیش ہوا۔ جو اس طرح ہے کہ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بعد استاذ محترم کے پڑھانے کے مطابق آپ ابجدی تمام حروف کو پڑھتے رہے اور جب لآ کی باری آئی تو خاموش رہے۔ استاد نے کہا: پڑھو میاں؟ تو آپ نے فرمایا: علیحدہ علیحدہ تو دونوں حرفوں کو پڑھ چکا ہوں دوبارہ کیوں؟ جد امجد مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب قدس سرہٗ موجود تھے آپ نے فرمایا: بیٹا استاذ کا کہا مانو؟ حسب الحکم پڑھ تو لیا مگر چہرے سے الجھن دور کرنے کے لیے فرمایا: بیٹا! تمہارا خیال درست ہے اور تمہارا سمجھنا بجا ہے، مگر بات یہ ہے کہ شروع میں جس کو تم نے الف پڑھا تھا حقیقت میں وہ ہمزہ ہے اور ل کے ساتھ الف ہے چونکہ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اس لئے لام کے ساتھ ملا دیا گیا۔ تو آپ نے پھر...... اعتراض کیا کہ اس کو کسی بھی حرف کے ساتھ ملا دینا کافی تھا۔ لام ہی کے ساتھ کیوں ملایا گیا؟ جد مکرم نے غایت محبت سے گلے سے لگالیا اور فرمایا: بیٹا دراصل لٓ اور الف میں صورۃً اور سیرۃً دونوں اعتبار سے مناسبت ہے۔ ظاہراً لکھنے میں دونوں کی صورت ایک ہی سی ہوتی ہے اور سیرۃً اس وجہ سے کہ لآم کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے یعنی وہ اس کے بیچ ہے اور وہ اس کے درمیان، تب آپ مطمئن ہوکر استاذ کے پڑھانے کے مطابق پڑھتے رہے۔ (امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں ص ۱۹۶، ۱۹۷)

آپ کی عمر شریف ابھی چار سال کی تھی کہ آپ نے قرآن پاک کا ناظرہ ختم کرلیا۔ چھ سال کی عمر شریف میں ربیع الاول کی

تقریب میں منبر پر رونق افروز ہو کر بہت بڑے مجمع کی موجودگی میں میلاد شریف پڑھا، آٹھ سال کی عمر میں فن نحو کی مشہور کتاب ہدایۃ النحو پڑھی اور خداداد علم کے زور کا یہ عالم تھا کہ اس ننھی عمر میں ہدایۃ النحو کی شرح عربی میں لکھ ڈالی۔ نیز کتاب کا صرف چوتھائی حصہ استاد سے پڑھتے اور باقی خود سنا دیتے۔ اُردو فارسی کی ابتدائی کتابیں آپ نے جناب مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔ (بعد میں مرزا صاحب نے آپ سے ہدایہ کا سبق لیا) پھر تمام دینیات کی تعلیم و جملہ علوم وفنون اپنے والد ماجد امام المتکلمین حضرت مولانا شاہ نقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز سے مکمل فرمائی۔ تیرہ برس کی مختصری عمر میں ۱۲۸۶ھ میں والد ماجد سے درسیات کی تکمیل کی تعویذ وغفور مادۂ فراغت ہیں ۱۲۹۱ھ بعد تھوڑے دنوں کے رامپور میں قیام کر کے مولانا عبد العلی ریاضی داں سے شرح چغمینی کے چند سبق پڑھے۔ (تذکرۂ علمائے اہلسنت ص ۴۲، ۴۳، تذکرہ نوری)

آپ نے اپنی فراغت کا ذکر خود ہی اس طرح فرمایا ہے:

وذالك لمنتصف شعبان ١٢٨٦ھ الف ومأتين وسنت وثمانين وانااذذاك ابن ثلثة عشر عاما وعشرة اشهر وخمسة ايام وفى هٰذا التاريخ فرضت على الصلوٰة وتوجهت الى الاحكام ۔

ترجمہ: ’’وسط شعبان ۱۲۸۶ھ میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی اور اس وقت میں ۱۳ سال دس ماہ اور ۵ دن کا ایک نو عمر لڑکا تھا اور اسی تاریخ کو مجھ پر نماز فرض ہوئی اور شرعی احکام میری طرف متوجہ ہوئے‘‘۔

(فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۶۳)

علوم عربیہ سے فراغت کے بعد ہی والد ماجد مولانا شاہ نقی علی خاں قدس سرہٗ نے افتاء کی ذمہ داریاں بھی سونپ دیں اور اس چھوٹی سی عمر میں فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا چنانچہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک سوال پیش ہوا:

بچے کی ناک میں دودھ چڑھ کر حلق میں اتر جائے تو رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا: منہ ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے جوف میں پہنچے گا حرمت رضاعت لائے گا اور فرمایا: یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء میں سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ میں منصب افتاء عطا ہوا، اور اسی تاریخ سے بحمد اللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت بکری۔ تو منصب افتاء ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ برس ۱۰ مہینے ۴ دن کی تھی۔ جب سے اب تک برابر یہی خدمت دین جاری ہے۔ والحمد للہ (فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۶۳)

یہ بات واضح رہے کہ فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے تعلیم کی غرض سے کسی دیگر مدرسہ میں داخلہ نہیں لیا بلکہ جملہ علوم وفنون کو اپنے والد گرامی کی بارگاہ میں اور اپنے مکان کے اندر ہی حاصل فرمایا۔ بعض کوتاہ اندیش آپ پر یہ بھی الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے فلاں مدرسہ یا فلاں کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی ذاتی چپقلش کی وجہ سے یہ جھگڑا پیدا ہوا ہے۔ یہ بات تاریخ کے بالکل خلاف اور سراسر بہتان ہے۔

فضائل

شیخ الاسلام والمسلمین، امام العصر، آیۃ من آیات اللہ الکریم، حسان الزماں، برہان الاولیاء، مجدد زماں، حامی سنت ماحی بدعت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت الشاہ حافظ قاری مفتی احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز آپ سلسلہ قادریہ رضویہ کے انتالیسویں امام و شیخ طریقت ہیں۔ آپ کے فضائل بے حد و شمار ہیں ذیل میں صرف چند اکابر اسلام کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔ تفصیل کے لیے حسام الحرمین الدولۃ المکیہ کا مطالعہ کریں۔

(۱) حضرت شیخ عبداللہ بن محمد صدقہ بن زینی وحلان جیلانی مسجد حرام مکہ معظمہ:

فسبحن من خص مؤلفه بكمالات الفضائل وجنائه لهذا الدهر ۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اس کے مؤلف (مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ) کو فضائل و کمالات سے مشرف ومختص فرمایا اور اسے اس زمانے کے لیے چھپا رکھا (اور بالآخر وقت آنے پر ظاہر فرمادیا)۔

(۲) حضرت شیخ موسیٰ شامی ازہری احمدی علیہ الرحمہ دردیری مدنی۔

امام الائمة المجدد لهذه الامة امردينها المؤيد النور قلوبها ويقينها الشيخ احمد رضا خان بلغه الله في الدارين القبول والرضوان ۔

امام الائمہ، ملت اسلامیہ کے مجدد، نور یقین اور نور قلب کو تقویت دینے والے یعنی شیخ احمد رضا خاں اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں ان کو قبول و رضوان عطا فرمائے۔ (الدولۃ المکیہ ص ۴۶۲)

(۳) شیخ اسمٰعیل بن سید خلیل وحافظ کتب الحرام علیہ الرحمہ مکہ معظمہ۔

واحمد الله تعالىٰ علىٰ ان قبض هذا العالم العامل والفاضل الكامل صاحب المناقب والمفاخر، مظهر كم ترك الاول للاواخر فريد الدهر ، وحيد العصر مولٰينا الشيخ احمد رضا خان سلمه الله الرب المنان، كيف لاوقد شهد له علماء مكة بذالك ولولم يكن بالمحل الارفع لماوقع منهم بذالك بل اقول لوقيل في حقه انه مجدد هذا القرن لكان حقا وصدقا

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعمل، عالم فاضل، صاحب مناقب و مفاخر، جس کو دیکھ کر یہ کہا جائے کہ اگلے پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے، یکتائے روزگار، وحید عصر مولانا شیخ احمد رضا خاں کو مقرر فرمایا اور وہ کیوں ایسا نہ ہو کہ علماء مکہ معظمہ اس کے لیے ان فضائل کی گواہی دے رہے ہیں۔ اگر وہ اس مقام رفیع پر متمکن نہ ہوتا تو علماء مکہ معظمہ اس کے لیے یہ گواہی نہ دیتے، ہاں ہاں میں کہتا ہوں کہ اس کے حق حیق یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو حق و صحیح ہے۔ (حسام الحرمین ص ۱۲۶)

(۴) شیخ محمد کریم اللہ مہاجر مدنی۔

انی مقیم بالمدینة منذ سنین ویاتیها من الهند الوف من العلمین فیهم علماء وصلحاء واتقیاء رأیتهم یدورون فی سلك البلد لایلتفت الیهم من اهله احد واری العلماء والکبارا لعظماء الیك مهرعین با جلالك مشرعین ذالك فضل الله یؤتیه من یشآء والله ذوالفضل العظیم ۔

میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں ہندوستان سے ہزاروں صاحب علم آتے ہیں ان میں علماء صلحا اور اتقیاء سب ہی ہوتے ہیں میں نے دیکھا کہ وہ شہر کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں کوئی بھی ان کو مڑ کر نہیں دیکھتا لیکن (فاضل بریلوی کی عجیب شان ہے) یہاں کے علماء اور بزرگ سب ہی ان کی طرف جوق در جوق چلے آ رہے ہیں اور ان کی تعظیم وتکریم میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں یہ اللہ کا فضل خاص ہے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔ (فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص۴۳،۴۴)

خصائل مبارکہ

آپ کے خصائل مبارکہ پر بھی اگر غور کیا جائے تو شریعت وطریقت میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں گویا کہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی بان
رفتار میں گفتار میں اللہ کی برہان

آپ ہنستے وقت کبھی قہقہہ نہ لگاتے، جماہی آنے پر انگلی دانتوں میں دبا لیتے جس کی وجہ سے کوئی آواز نہ آتی، قبلہ کی طرف منہ کر کے کبھی نہ تھوکتے، نہ قبلہ کی طرف کبھی پاؤں پھیلاتے، خط بنواتے وقت اپنا کنگھا اور شیشہ استعمال کرتے، ہمیشہ نماز باجماعت ادا فرماتے۔ چوبیس گھنٹے میں صرف ڈیڑھ گھنٹہ آرام فرماتے باقی تمام وقت تصنیف وکتب بینی اور دیگر خدمات دینیہ میں صرف فرماتے اور ہمیشہ بشکل نام اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم سویا کرتے۔ اس طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے میم کہنیاں، ح کمر میم پاؤں، دال بن کر گویا نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشہ بن جاتا۔ آپ کا ظاہر وباطن ایک تھا جو کچھ آپ کے دل میں ہوتا وہی زبان مبارک سے ادا فرماتے اور جو کچھ زبان سے فرماتے تو اس پر عمل ہوتا۔ (حاشیہ تذکرۂ نوری ص۱۵۹،۱۶۰)

اخلاقِ حمیدہ

آپ الحب للہ والبغض فی اللہ کی زندہ تصویر تھے اور اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ کے مطابق بددینوں ملحدوں، مرتدوں اور کفار پر چٹان کوہ کی طرح سخت تھے۔ اپنوں کے لیے آغوش مادر اور بازوئے برادر تھے اور غیروں کے لیے ایک غضبناک اور بپھرا ہوا شیر جس میں نرمی ومروت بھی تھی، اور سختی وحلاوت بھی، رقت ولطافت بھی تھی اور شدت وصلابت بھی جب کسی سنی عالم سے ملاقات ہوتی تو دل باغ باغ ہو جاتا، اس کی اتنی عزت کرتے جس کے لائق وہ اپنے آپ کو نہ سمجھتا۔ جب جب حاجی حج بیت اللہ کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان سے پہلے یہی پوچھتے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس

پناہ میں بھی حاضری دی ہے؟ اگر وہ ہاں کہتے تو فوراً ان کے قدم چوم لیتے اور اگر کہتے کہ نہیں تو پھر ان کی جانب بالکل توجہ نہ فرماتے۔

اور آپ خود ہی ارشاد فرماتے کہ بحمد اللہ! میری ولادت کی تاریخ اس آیت میں ہے: اولٰئک کتب الخ بحمد اللہ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ نفرت اعداء اللہ گھٹی میں پلادی گئی ہے، اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا بفضل اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ۔ چنانچہ صرف دو واقعے درج کیے جاتے ہیں:

(۱) ایک دفعہ حضرت ننھے میاں مولانا محمد رضا نے عصر کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کیا: حیدرآباد دکن سے ایک رافضی صرف آپ کی زیارت کے لیے آیا ہے اور ابھی حاضرِ خدمت ہوگا۔ تالیف قلب کے لیے اس سے بات چیت کر لیجئے۔ دورانِ گفتگو وہ رافضی بھی آگیا حاضرین مجلس کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت اس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوئے یہاں تک کہ ننھے میاں صاحب نے اس کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ بیٹھ گیا، اعلیٰ حضرت کے گفتگو نہ فرمانے سے اس کو بھی کچھ بولنے کی جرأت نہ ہوئی تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ چلا گیا، اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے اعلیٰ حضرت کو یہ کہا: وہ اتنی دور سے صرف ملاقات کے لیے آیا تھا، اخلاقاً توجہ فرمالینے سے کیا حرج تھا؟

حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے جلال میں آکر فرمایا: ''میرے اکابر پیشواؤں نے مجھے یہی اخلاق بتائے ہیں'' پھر اس پر متعدد احادیث مبارکہ بیان کیں۔

(۲) اسی طرح ایک بار حضرت صدر الافاضل مولانا شاہ نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: حضور کی کتابوں میں وہابیوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتے ہیں آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں گالیاں بھری ہیں۔ اس طرح وہ حضور کے دلائل و براہین کو بھی نہیں دیکھتے اور ہدایات سے محروم رہ جاتے ہیں۔

لہٰذا اگر حضور نرمی اور خوش بیانی کے ساتھ دہابیوں، دیوبندیوں کا رد فرمائیں تو نئی روشنی کے دلدادہ جو اخلاق و تہذیب والے کہلاتے ہیں وہ بھی آپ کی کتابوں کے مطالعہ سے مشرف ہوں اور حضور کے لاجواب دلائل دیکھ کر ہدایت پائیں؟ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سنکر آپ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا: مولانا تمنا تو یہ تھی کہ احمد رضا کے ہاتھ میں تلوار ہوتی اور احمد رضا کے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی گردنیں ہوتیں اور اپنے ہاتھ سے ان گستاخوں کے سر قلم کرتا اور اس طرح گستاخی اور توہین کی سد باب کرتا لیکن تلوار سے کام لینا تو اپنے اختیار میں نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے قلم عطا فرمایا ہے۔ تو میں قلم سے ان بے دینوں کا شدت کے ساتھ اس لئے رد کرتا ہوں تاکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی کرنے والوں کو اپنے خلاف شدید دیکھ کر مجھ پر غصہ آئے، پھر جل بھن کر مجھے گالیاں دینے لگیں اور میرے آقا و مولیٰ صلی

اللہ علیہ وسلم کی شان میں گالیاں بکنا بھول جائیں، اس طرح میرے آباؤ اجداد کی عزت وآبرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے لیے سپر بن جائیں۔ (الملفوظ)

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجسمۂ عشق بنادیا تھا اسلاف کی سچی تصویر، مظہر جلال عمر رضی اللہ عنہ کے پیکر اور اخلاف کے لیے نمونہ تھے:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

جودوسخا

آپ کی مکمل زندگی سلف صالحین کے طریقے پر گزری۔ اخلاق وعادات، عبادت وریاضت کے علاوہ بخشش وعطا کے میدان میں بھی آپ کی زندگی تقلیدی زندگی ہے۔ چنانچہ کاشانۂ اقدس سے کوئی سائل خالی واپس نہ ہوتا، بیوگان کی امداد اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کے لیے آپ کی جانب سے ماہوار رقمیں مقرر تھیں، اور یہ امداد صرف مقامی لوگوں کے لیے ہی نہ تھیں بلکہ باہر بذریعہ منی آرڈر امدادی رقمیں روانہ فرمایا کرتے تھے۔ (حاشیہ تذکرہ نوری ص ۴۰)

بیعت وخلافت

آپ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں اپنے والد ماجد شاہ مولانا محمد نقی خاں، حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر محب الرسول بدایونی کے ہمراہ حضرت شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے اور اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے۔ آپ کو جن سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت حاصل تھی اس کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱)۔قادریہ برکاتیہ جدیدہ، (۲)۔قادریہ آبائیہ قدیمہ، (۳)۔قادریہ اہدائیہ، (۴)۔ قادریہ رزاقیہ، (۵)۔قادریہ منصوریہ، (۶)۔ چشتیہ نظامیہ قدیمہ، (۷)۔چشتیہ محبوبیہ جدیدہ، (۸)۔سہروردیہ واحدیہ، (۹)۔ سہروردیہ فضیلیہ، (۱۰)۔نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ، (۱۱)۔نقشبندیہ علائیہ علویہ، (۱۲)۔بدیعہ، (۱۳)۔علومیہ منامیہ وغیرہ وغیرہ۔

مندرجہ بالا سلاسل میں اجازت کے علاوہ فاضل بریلوی کو مصافحات اربعہ کی سندات بھی ملیں جن کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) مصافحة الجنيّة، (۲) مصافحة الخضريه، (۳) مصافحة المعمرية،

ان مصافحات واجازات کے علاوہ مختلف اذکار، اشغال واعمال وغیرہ کی بھی آپ کو اجازت حاصل تھی مثلاً خواص القرآن، اسماء الٰہیہ، دلائل الخیرات، حصن حصین، حزب البحر، حزب البر، حزب النصر، حرز الامیرین، حرز الیمانی، دعاء مغنی، دعاء

حیدری، دعاء عزرائیلی، دعاء سریانی، قصیدہ غوثیہ، صلوٰۃ الاسرار، قصیدہ[1] بردہ وغیرہ وغیرہ (فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۶۸)

شیخ کی عقیدت

آپ کو آپ کے شیخ طریقت نے اسی وقت بیعت کے ساتھ ہی خلافت واجازت سے نواز دیا جس کا اظہار حضرت شاہ مولانا ابوالحسین نوری میاں قدس سرہٗ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے شیخ طریقت سے اس طرح فرمایا:

حضور! آپ کے یہاں تو طویل عرصہ بامشقت مجاہدات وریاضات کے بعد خلافت واجازت دی جاتی ہے، تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ان دونوں (اعلیٰ حضرت اور آپ کے والد ماجد قدس سرہما) کو بیعت کرتے ہی خلافت دے دی گئی؟۔

تو حضرت نے ارشاد فرمایا: میاں صاحب! اور لوگ زنگ آلود میلا کچیلا دل لے کر آتے ہیں اس کی صفائی اور پاکیزگی کے لیے مجاہدات طویلہ، ریاضات کی ضرورت پڑتی ہے، یہ دونوں حضرات صاف ستھرا دل لے کر ہمارے پاس آئے ان کو صرف اتصال نسبت کی ضرورت تھی اور وہ مرید ہوتے ہی حاصل ہوگئی۔ پھر آپ کے مرشد گرامی نے یہ بھی فرمایا:

مجھے اس بات کی بہت بڑی فکر رہتی تھی کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آل رسول! تو میرے لئے دنیا سے کیا لایا ہے؟ تو میں بارگاہ الٰہی میں کونسی چیز پیش کروں گا لیکن آج وہ فکر میرے دل سے دور ہوگئی، کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اے آل رسول! تو میرے لئے کیا لایا ہے تو میں عرض کروں گا: الٰہی تیرے لئے احمد رضا لایا ہوں۔ (حاشیہ تذکرہ نوری ص ۴۰)

تاجدار کشور علوم وفنون

آپ حیرت انگیز ذہانت وفطانت کے مالک تھے، چنانچہ آپ کو چودھویں صدی کا بے مثال عبقری شخص کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، آپ نے علوم درسیہ کے علاوہ دیگر علوم وفنون کی بھی تحصیل کی اور بعض علوم وفنون میں خود آپ کی طبع سلیم نے رہنمائی کی۔ ایسے تمام علوم وفنون کی تعداد ۴۵ ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

(۱)۔علم قرآن، (۲)۔علم حدیث، (۳)۔اصول حدیث، (۴)۔فقہ جملہ مذاہب، (۵)۔اصول فقہ، (۶)۔جدل، (۷)۔تفسیر، (۸)۔عقائد، (۹)۔کلام، (۱۰)۔نحو، (۱۱)۔صرف، (۱۲)۔معانی، (۱۳)۔بیان، (۱۴)۔بدیع، (۱۵)۔منطق، (۱۶)۔مناظرہ، (۱۷)۔فلسفہ، (۱۸)۔تکسیر، (۱۹)۔ہیأۃ، (۲۰)۔حساب، (۲۱)۔ہندسہ، (۲۲)۔قرأۃ، (۲۳)۔تجوید، (۲۴)۔تصوف، (۲۵)۔سلوک، (۲۶)۔اخلاق، (۲۷)۔اسماء الرجال، (۲۸)۔سیر، (۲۹)۔تاریخ، (۳۰)۔لغت، (۳۱)۔ادب، (۳۲)۔ارثماطیقی، (۳۳)۔جبرومقابلہ، (۳۴)۔حساب سیتینی، (۳۵)۔لوگارثمات،

---

[1] قصیدہ بردہ حضرت علامہ شاہ شرف الدین محمد بن سعید بوصیری قدس سرہٗ کی تصنیف ہے آپ کی ولادت ۶۱۰ھ ۱۲۱۲ء میں ہوئی آپ ایک بار مرض فالج میں مبتلا ہوئے جملہ اطباء علاج سے عاجز آگئے چنانچہ آپ نے اس قصیدے کو بارگاہ رسالت میں وسیلہ بنا کر پیش فرمایا جس کی وجہ سے سرکار نے کرم فرمایا اپنا دست مبارک شیخ کے جسم پر پھیرا اور صلے میں ایک بردیمانی عطا فرمائی جب آپ بیدار ہوئے تو خود کو بالکل تندرست اور ایسا پایا جیسے انہیں کوئی مرض لاحق نہیں ہوا تھا اور وہ چادر بھی آپ کے مبارک ہاتھ میں فی الواقع موجود تھی جو شب کو عطائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی تھی یہ قصیدہ آج تک مشائخ کے ورد میں ہے جس کے بیشمار فوائد ہیں۔ آپ کا وصال ۶۹۴ھ ۱۲۹۶ء میں ہوا۔

(۳۶)۔توقیت، (۳۷)۔مناظر ومرایا، (۳۸)۔اکر، (۳۹)۔زیجات، (۴۰)۔مثلث کردی، (۴۱) مثلث مسطح، (۴۲) ہیأۃ جدیدہ، (۴۳) مربعات، (۴۴) جفر، (۴۵) زائچہ۔

مندرجہ بالا علوم کے علاوہ علم الفرائض، عروض وقوانی، نجوم، اوفاق، فن تاریخ (اعداد) نظم ونثر فارسی، نثر ونظم ہندی، خط نسخ اور خط نستعلیق وغیرہ میں بھی کمال حاصل کیا۔ اس طرح آپ نے جن علوم وفنون پر دسترس حاصل کی ان کی تعداد ۵۴ سے متجاوز ہو جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں عالم اسلام میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم نظر آئے گا جو اس قدر علوم وفنون پر دستگاہ رکھتا ہو۔
(فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۶۸)

تجلیات حرمین شریفین

آپ پہلی بار ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کی معیت میں زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے۔ اس سفر مبارک میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانگی کے وقت ایک نظم تحریر فرمائی جو واردات وکیفیات قلبیہ کی آئینہ دار ہے اور جس کے حرف حرف سے بوئے محبت پھوٹ رہی ہے اس نظم کا مطلع ہے:

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

اس سفر مقدس میں حرمین شریفین کے اکابر علماء مثلاً مفتی شافعیہ احمد دحلان م ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء اور مفتی حنفیہ شیخ عبد الرحمن سراج م ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء وغیرہم سے حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول فقہ میں سندیں حاصل کیں اور اسی سفر مبارک میں حرم شریف میں نماز مغرب کے بعد ایک اور امام شافعیہ شیخ حسین بن صالح م ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء بغیر کسی سابقہ تعارف کے آگے بڑھ کر فاضل بریلوی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ گھر لے گئے فرط محبت سے دیر تک آپ کی نورانی پیشانی دیکھتے رہے اور جوش عقیدت میں فرمایا: انی لاجد نور اللہ فی ھذا الجبین۔ "یعنی بیشک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور محسوس کر رہا ہوں"۔ شیخ حسین بن صالح موصوف نے آپ کو صحاح ستہ کی سند اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے عنایت فرمائی اور آپ کا نام ضیاء الدین احمد رکھا۔

دوسری بار ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں آپ حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کے لئے گئے اس موقع پر بھی ایک نظم لکھی تھی جس کا مطلع یہ ہے:

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح وظفر کی ہے

اس مبارک سفر میں علمائے حجاز نے آپ کی بڑی قدر ومنزلت کی جس کا بخوبی اندازہ آپ کی شہرۂ آفاق کتاب حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ اور کفل الفقیہ الفاہم وغیرہ کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

مولانا حامد رضا خاں قدس سرہٗ اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے الاجازت المتینہ کے مقدمے میں لکھا ہے کہ اجازت طلبی کے لیے سب سے پہلے مولانا سیّد عبدالحیٔ مکی تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ ایک نوجوان صالح شیخ حسین جمال بن عبدالرحیم بھی تھے دونوں حضرات کو سندات اجازت مرحمت فرمائی، ان کے بعد مولانا شیخ صالح کمال اور بعض دوسرے اہل علم آئے اور اجازت سے مشرف ہوئے۔ یہاں تک کہ علماء کا آپ کے پاس ہجوم رہتا تھا۔ ملاقات وزیارت کرنے والوں کی بھیڑ بارہ بجے رات سے پہلے ہٹنے کا نام نہ لیتی تھی۔ یہاں تک کہ اگر کسی کو تنہائی میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے ملنا ہوتا تو وہ آدھی رات کے بعد ہی مل سکتا تھا۔ آپ کے ساتھ خلوص وعقیدت میں مدینہ طیبہ کے حضرات کرام نے باشندگان مکہ معظمہ سے زیادہ حصہ لیا اور آپ نے کثیر علمائے کرام کو سندیں اور اجازتیں اور خلافتیں دیں۔

وہابی تحریک کا ہولناک فتنہ

وہابی اور اس خطرناک تحریک کی ایک ہلکی روئیداد ضروری ہے تاکہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو کہ یہ فتنہ جس کی نشاندہی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے فرماتے ہے: **اللهم بارك لنافي شامنااللهم بارك لنافي يمننا قالو اوفي نجدنا قال اللهم بارك لنا في يمننا قالوا يارسول الله وفي نجدنا فاظنه قال في الثالثة هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان** ۔ یعنی اے اللہ! تو ہماری خاطر ہمارے ملک شام اور یمن میں برکت عطا فرما (حاضرین مجلس میں سے) کچھ حضرات نے گزارش کی حضور اور یہ دعا بھی کر دیں کہ اے اللہ تو برکت عطا فرما ہمارے ملک نجد میں (سرکار مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی گزارش قبول نہ فرمائی اور پھر دوبارہ شام ویمن کے لیے) دعا کی: اے اللہ! تو ہماری خاطر ہمارے شام میں برکت دے۔ اے اللہ! تو ہماری خاطر ہمارے یمن میں برکت دے (ان حضرات نے پھر عرض کی: یارسول اللہ! اور یہ بھی دعا کریں کہ اے اللہ! تو برکت دے) ہمارے نجد میں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ سرزمین نجد کی نحوست آشکارا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **هناك الزلال والفتن وبها يطلع قرن الشيطان** ۔ یعنی سرزمین نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کی جماعت پیدا ہوگی۔ چنانچہ مخبر غیب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خبر بارہ سو برس کے بعد محمد بن عبدالوہاب کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

یہ تحریک رئیس الخوارج محمد بن عبدالوہاب نجدی سے منسوب ہے۔ اس نے تمام اہل اسلام کو کھلم کھلا کافر ومشرک بنایا حرمین شریفین پر حملہ کیا اور گستاخی وبے ادبی، شرارت وظلم اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کیا۔ ساری دنیائے اہلسنّت وجماعت کے لیے فتنہ اور وبال عظیم ثابت ہوا۔ ہزاروں علماء نے اس کے خلاف جہاد بالسیف والقلم کیا کتابیں اور مضامین لکھے اور اس کی کتاب التوحید کا رد کیا جن میں چند کتابوں کے نام یہ ہیں:

(۱) سیّد محمد امین بن عمر معروف بہ ابن عابدین نے درمختار کی شرح رد المختار کی تیسری جلد باب البغات میں لکھا:

جیسا کہ ہمارے زمانہ میں پیش آیا کہ نجد سے عبدالوہاب کے پیروان نکلے اور انہوں نے حرمین پر قبضہ کیا وہ اپنے کو اگرچہ

حنبلی کہتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں، جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو وہ مشرک ہے، بنابریں انہوں نے اہل سنت کو اور ان کے علماء کو قتل کرنا مباح قرار دیا۔ تاکہ آں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت اور طاقت توڑی ۱۲۳۳ھ میں مسلمان افواج کو ان پر فتح دی اور ان کا وطن برباد کیا۔

(۲) ذی الحجہ ۱۲۲۰ھ میں نجدیوں نے اچانک طائف پر حملہ کیا۔ خلق خدا کو قتل کیا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مسجد گرائی اور پھر محمد بن عبدالوہاب کا ایک مختصر رسالہ مکہ معظمہ ارسال کیا۔ یہ رسالہ جمعہ ۷ محرم ۱۲۲۱ھ کو چاشت کے وقت مکہ مکرمہ پہنچا، اسی وقت مکہ مکرمہ کے مدیر نے (ترکی فوجی افسر ہوا کرتا تھا) مکہ مکرمہ میں موجودہ تمام علماء کو حرم شریف میں جمع کیا اور احمد بن یونس الباقی علوی کو مقرر کیا کہ علماء کرام اس کا جواب تحریر کریں۔ چنانچہ بیت اللہ شریف کے مبارک دروازہ کے سامنے اجتماع ہوا، اور نجدی رسالہ کا کچھ حصہ پڑھا جاتا تھا اور پھر اس کا جواب لکھوایا جاتا تھا عصر کی اذان تک اس سے فارغ ہوئے۔ زیادہ تر جوابات شیخ عمر عبدالرسول اور عقیل بن یحییٰ علوی نے لکھوائے اور کچھ جوابات شیخ عبدالملک اور حسین مغربی کے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب کا یہ مختصر رسالہ ہندوستان بھی بھیجا گیا اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی حیات میں دہلی پہنچا اور مولانا اسمٰعیل دہلوی نے جزوی ردوبدل کے ساتھ تقویۃ الایمان کے نام سے اسے مشہور کیا۔

(۳) علامہ شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نجدی برادر محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے بھائی کے مسلک کے رد میں ''**الصواعق الالٰھیة فی الرد علی الوھابیة**'' علمی رسالہ ان کی دعوت کے آٹھویں سال لکھا۔

(۴) علامہ ابوحامد بن مرزوق نے **التوسل بالنبی وجھلة الوھابیین** لکھی ہے۔ نیز علامہ ابن مرزوق نے ان علماء کرام کا ذکر کیا ہے یا ان کی کتابوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے محمد بن عبدالوہاب کا رد کیا ہے جن کے اسماء حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ علامہ بن سلیمان کردی شافعی، یہ محمد بن عبدالوہاب کے استاذ ہیں، انہوں نے محمد بن عبدالوہاب کے بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوہاب کی کتاب **الصواعق الالھیه** پر کئی اوراق کی تقریظ لکھی ہے۔ (۲)۔ علامہ عفیف الدین عبداللہ بن داؤد حنبلی نے رسالہ ''**الصواعق والرعود**'' لکھا اور اس کا خلاصہ لکھا، (۳)۔ علامہ محمد بن عبدالرحمٰن بن عفالق حنبلی نے رسالہ ''**تھکم المقلدین بمن ادعی تجدد الدین**'' لکھا اور چند سوالات کے ساتھ یہ رسالہ محمد بن عبدالوہاب کو بھیجا وہ جواب سے قاصر رہا، (۴)۔ علامہ عطاء مکہ مکرمہ کے علماء کرام میں سے ہیں انہوں نے رسالہ ''**الصارم الھندی علی عنق النجدی**'' لکھا، (۵)۔ بیت المقدس کے عالم نے رسالہ ''**السیوف المصقله**'' لکھا، (۶)۔ علامہ سیّد علوی بن الحداد نے رسالہ ''**السیف الباتر لعنق المنکر علی الاکابر**'' لکھا پھر دوسرا رسالہ ''**مصباح الانام وجلاء الظلام**'' لکھا، (۷)۔ علامہ عبداللہ بن ابراہیم میرغنی نے رسالہ ''**تحریض الاغبیاء**'' لکھا، (۸)۔ علامہ سیّد عبدالرحمٰن احساء کے مشہور عالم ہیں انہوں نے ۶۷ اشعار کا قصیدہ قافیہ محمد بن عبدالوہاب کے رد میں لکھا، (۹)۔ علامہ احمد بن علی قبانی بصری شافعی نے ایک رسالہ لکھا، (۱۰)۔ علامہ عبداللہ بن عیسیٰ الموسیی نے رسالہ لکھا، (۱۱)۔ علامہ عبدالوہاب بن برکات شافعی نے ایک رسالہ لکھا،

(۱۲)۔ شیخ احمد مصری احسائی نے رسالہ لکھا، (۱۳)۔ شیخ محمد صالح زمزمی شافعی نے رسالہ لکھا، (۱۴)۔ علامہ طاہر سنبل حنفی نے کتاب "الانتصار للأولياء الابرار" لکھی، (۱۵)۔ محدث شہیر علامہ صالح الفلانی اپنے وطن سے حرمین شریفین ایک کتاب لائے۔ اس میں چاروں مذاہب کے علماء کی تحریریں محمد بن عبدالوہاب کے رد میں تھیں، (۱۶)۔ شیخ محمد بن احمد بن عبداللطیف احسائی نے رسالہ لکھا، (۱۷)۔ تونس کے شیخ الاسلام علامہ اسماعیل تیمی مالکی نے رسالہ لکھا، (۱۸)۔ علامہ محقق صالح الکواش تونسی نے رسالہ لکھا، (۱۹)۔ علامہ محقق سیّد داؤد بغدادی حنفی نے رسالہ لکھا، (۲۰)۔ محمد بن عبدالوہاب نے ایک جماعت سے کہا: اپنے سر کے بال منڈوالو، جماعت نے انکار کیا محمد بن عبدالوہاب نے ان سب کے سرقلم کرادیئے۔ اس جوروستم کو دیکھ کر سیّد منعمی نے محمد بن عبدالوہاب کے ردّ میں ایک قصیدہ دالیہ کہا اس کا پہلا شعر یہ ہے:

افی حلق راسی بالسکا کین والحد حدیث صحیح بالا سانید عن جدی

''کیا میرا سر چھریوں سے مونڈنے اور حد جاری کرنے کی کوئی صحیح حدیث میرے نانا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہے''۔

(۲۱)۔ سید مصطفےٰ مصری بولاقی نے ۱۲۶ اشعار کا قصیدہ محمد بن عبدالوہاب کے رد میں لکھا، (۲۲)۔ علامہ سمنودی نے دو جلد میں کتاب ''سعادة الدارين'' لکھی، (۲۳)۔ علامہ سیّد احمد زینی دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ نے رسالہ الدرر السنيه لکھا، (۲۴)۔ علامہ یوسف نبہانی نے کتاب ''شواهد الحق فی التوسل بسيد الخلق ''لکھی، (۲۵)۔ جمیل صدقی زہادی بغدادی نے رسالہ ''الفجر الصادق '' لکھا، (۲۶)۔ شیخ مہدی مفتی فاس، مراکش نے مسئلہ توسل میں عبدالوہاب نجدی کا ردّ لکھا، (۲۷)۔ شیخ مصطفےٰ حمامی مصری نے رسالہ ''غوث العباد '' لکھا، (۲۸)۔ شیخ ابراہیم حلمی قادری اسکندرانی نے رسالہ ''جلال الحق فی کشف احوال شرار الحق '' لکھا، (۲۹)۔ علامہ سیّد الخرامی نے ''رسالہ البراهين الساطعة '' لکھا، (۳۰)۔ علامہ حسن شطی حنبلی دمشقی نے رسالہ "النقول الشرعية فى الرد على الوهابية" لکھا، (۳۱)۔ علامہ اجل شیخ محمد حسنین مخلوف نے رسالہ ''التوسل بالانبياء والاولياء '' لکھا، (۳۲)۔ شیخ حسن خزبک نے رسالہ ''المقالات الوفية فى الرد على الوهابيه '' لکھا، (۳۳)۔ علامہ اجل شیخ یوسف الدیجوی شافعی نے "مجله الازهر" میں تین مقالے لکھے۔ (مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۳۲/۳۴)

(۵) علامہ عبدالحفیظ بن عثمان قادری طائفی نے ''جلاء القلوب و کشف الکروب ''میں لکھا ہے کہ یمن اور مکہ مکرمہ کے علماء اعلام نے استغاثہ کے جواز میں کئی رسالے لکھے ہیں کیونکہ ان کا پالا غبی اور جاہل محمد بن عبدالوہاب سے پڑا ہے۔

(۶) انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں لکھا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی بے وقوف اور کم علم شخص تھا کافر کہنے کے حکم میں استعجاب کرتا تھا، کفر سازی کی وادی میں اس شخص کو قدم رکھنا چاہئے جس کی چاروں طرف نظر ہو، اچھا سمجھدار ہو اور کفر کے اسباب اور وجوہ سے پوری طرح باخبر ہو۔ یہ ایک نا تمام خاکہ پیش کیا گیا ہے کہ رسوائے زمانہ کتاب التوحید نے عالم اسلام میں کتنا عظیم زہر پھیلایا جس کا فتنہ ہندوستان میں اسماعیل دہلوی کے ذریعہ پھیلا اور بے شمار کتابیں تقویۃ الایمان کے رد میں لکھی

گئیں۔

شاہ اسماعیل نے ہندوستان میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی وہابیت کو اس کتاب کے ذریعے فروغ دیا، اور اپنی دعوت کو جب عام کرنے کی کوشش کی تو صوفیاء و مشائخ کرام نے بھی اس کی زبردست مزاحمت کی چنانچہ حضرت شاہ محمد مظہر نقشبندی مجددی مہاجر مدنی اپنے والد گرامی حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی دہلوی قدس سرہٗ کے بارے میں صراحت کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہٗ کسی شخص کا تذکرہ برائی کے ساتھ نہ کرتے تھے مگر فرقہ ضالہ: وہابیہ کا مقصد یہ ہوتا کہ لوگوں کو ان کے افعال واقوال کی برائیوں سے ڈرائیں۔ حضرت شاہ احمد سعید صاحب فرمایا کرتے کہ وہابیوں کی صحبت کا معمولی اثر یہ ہوتا ہے کہ محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دین کا ایک رکن اعظم ہے وہ لحظہ بہ لحظہ کم ہوجاتی ہے یہاں تک کہ صرف نام ونشان باقی رہ جاتا ہے جب معمولی ضرر کا یہ حال ہے تو بڑے نقصان کا کیا حال ہوگا۔ لہٰذا ان کی صحبت سے بچو، ضرور بچو بلکہ ان کی صورت تک دیکھنے سے ضرور بالضرور اجتناب واحتراز کرو۔

(امام احمد رضا رد بدعات ومنکرات ص۲۶۲، ۲۶۳)

صرف یہی نہیں بلکہ دلی کی جامع مسجد (۱۲۴۰ھ) میں اسماعیل دہلوی سے مناظرہ ہوا جس میں تمام علماء دہلی اس کے خلاف تھے سینکڑوں کتابیں اس کے رد میں لکھی گئیں جن میں چند کے اسماء یہ ہیں:

(۱) حضرت شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین میں نے اس کا نام تفویۃ دہلوی نے تقویۃ الایمان کے رد میں معید الایمان لکھی، اور فرماتے ہیں کہ تقویۃ الایمان، میں نے اس کا نام تفویۃ الایمان فا کے ساتھ رکھا ہے۔ اس کے رد میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے اس کا نام معید الایمان رکھا ہے۔ اسماعیل کا رسالہ ہمارے خاندان کے کیا تمام انبیاء اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے۔

(۲) قائد تحریک آزادی مولانا شاہ فضل حق خیرآبادی نے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ لکھی جو اپنے موضوع پر لاجواب ہے، جس کے آخر میں وہابیوں، دیوبندیوں، نیچریوں، ندویوں، مودودیوں کے پیشوائے کبیر مولانا اسمٰعیل دہلوی کو کافر، بے دین قرار دیتے ہوئے ۱۸ رمضان ۱۲۴۰ھ مطابق ۵ مئی ۱۸۰۵ء کو یہ فتویٰ صادر کیا۔

(۳) مولانا منور الدین دہلوی تلمیذ رشید شاہ عبدالعزیز دہلوی آپ نے متعدد کتابیں تقویۃ الایمان اور جلاء العینین کے رد میں لکھیں۔

(۴) علامہ شاہ فضل رسول بدایونی نے ''سوط الرحمٰن علی قرن الشیاطین'' اور ''سیف الجبار'' لکھیں ان دونوں کتابوں میں آپ نے وہابیوں کی مکاریوں اسماعیل دہلوی وسید احمد رائے بریلوی کی چال بازیوں کو بے نقاب فرمایا ہے جو ۱۲۶۵ھ ۱۸۴۸ء کی تصنیف ہے۔

(۵) مولانا خیر الدین والد ماجد ابوالکلام آزاد۔ آپ نے ''نجم الرجم الشیاطین ''دس جلدوں میں لکھی اور ہر جلد بہت ضخیم ہے۔ جس کا مقدمہ ہی پورے ایک ضخیم جلد میں پھیلا ہوا ہے۔ ابوالکلام آزاد ی خود ہی کہتے ہیں کہ جہاں تک مجھے خیال ہے وہ (مولانا خیر الدین) وہابیوں کے کفر پر وثوق کے ساتھ یقین رکھتے تھے کہ انہوں نے بارہا فتویٰ دیا کہ وہابیہ یا وہابی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ کسی حنفی کے لیے کسوٹی یہ تھی کہ اسے سیّد احمد صاحب رائے بریلوی، مولانا اسمٰعیل شہید، مولانا اسحاق اور تقویۃ الایمان، مائۃ مسائل، اربعین کی نسبت (والد مرحوم) سوال کرتے اگر وہ شخص بدقسمتی سے ان بزرگوں اور کتابوں کے خلاف عقیدہ ظاہر کرنے میں ذرا بھی تامل کرتا تو بس یہ وہابیت کا قطعی ثبوت ہوتا علاوہ بریں اور جزئیات جن پر ان کا اصرار تھا ان کے انکار کو بھی وہابیت قرار دیتے تھے۔ (آزاد کی کہانی ص ۱۶۵)

(۶) شاہ مخلص الرحمٰن چاٹگامی نے شرح الصدور نامی ایک کتاب فارسی میں لکھی ہے جس کا خلاصہ اُردو میں شائع ہو چکا یہ تقویۃ الایمان کا بہترین ردّ ہے۔

(۷) مولانا محمد موسیٰ بن شاہ رفیع الدین دہلوی نے ''حجۃ العمل فی اثبات آلخیل ''تحریر فرمائی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے انہیں علمائے اہلسنّت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی تحریری قوت سے ان منتشر قوتوں کو اکٹھا کیا اور زندگی کی آخری سانس تک اس کے خلاف برسر پیکار رہے۔ چنانچہ عقائد باطلہ کی جن کتابوں پر سینکڑوں علماء اہلسنّت نے رد لکھا آپ نے ایک عظیم کارنامہ یہ انجام دیا کہ ان تمام عبارت قبیحہ کو جمع فرمایا اور حضرت شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کی تصنیف المعتقد المنتقد پر تعلیقات وحواشی کا اضافہ فرمایا اور ان کے مجموعہ کا نام المعتمد المستند رکھا۔ اسی زمانے میں ان تعلیقات کا خلاصہ علمائے حجاز کی خدمت میں تصدیقات کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ حرمین شریفین کے ۳۴ علماء وفضلاء نے اس کو اپنی تقریظات اور تصدیقات سے مزین فرمایا اور ان تقاریظ وتصدیقات کو مرتب فرما کر حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین نام رکھا۔ حسام الحرمین کے بنیادی مباحث یہ تھے۔ الف...... انجاس قادیانی۔

(۱) انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور اپنی نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرنے والے۔

ب...... ارجاس شیطانی

(۲) شیطان کی وسعت علم کو نص سے ثابت ماننے والے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم کا انکار کرنے والے۔

ج...... تکذیب رحمانی

(۳) خداوند تعالیٰ کے لئے جھوٹ کو ممکن پھر واقع ماننے والے۔

د...... نبوت والے

(۴) یہ عقیدہ رکھنے والے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انبیاء کا مبعوث ہونا مستبعد نہیں۔

ہ......جنون سگانی

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں سے مماثل قرار دینے والے۔

حالانکہ یہ وہ مباحث ہیں جن پر عالم اسلام کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں علماء نے گرفت فرمائی ہے اور اس کی تکفیر صرف آپ ہی نے نہیں فرمائی بلکہ پشاور سے لے کر بنگال تک کے دوسو اڑسٹھ علماء اہلسنت و مشائخ کرام نے اپنی مبارک تصدیقات سے اس کی تائید و توثیق کی اور اس کا مجموعہ "الصوارم الہندیہ" کے نام سے شائع ہوا، اور علم غیب پر بے مثال رسالہ "الدولة المکیہ" صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تصنیف فرمایا اور علماء حرمین شریفین کے ۶۱ علماء و مشائخ نے اس پر دستخط ثبت فرمائے۔ تاریخ کو غلط ڈھنگ سے پیش کرنے والوں کا آج کل یہ شیوہ ہو چلا ہے کہ دوسرے ہزاروں علماء اہلسنت کا نام چھوڑ کر صرف فاضل بریلوی کا نام لے کر مسلمانوں کو بھڑکانے کی کوشش کرتے ہیں کہ انہوں نے تکفیر کا بیڑہ اٹھایا اور وہابیوں کے خلاف ہندوستان میں اتنی شورش پیدا کی تاریخ کی گردن مروڑنے والے ان خود ساختہ توحید پرستوں سے کوئی پوچھے کہ اسمٰعیل دہلوی کے وقت میں بھی ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے سینکڑوں ہزاروں علماء اہل سنت جنہوں نے اس کی بیخ کنی کی انہیں جانے دو صرف یہ بتاؤ کہ ۱۲۴۰ھ میں مناظرہ جامع مسجد دہلی میں جو علماء اسلام شاہ اسمٰعیل اور مولوی عبدالحئی کے خلاف صف آرا تھے اس وقت مولانا احمد رضا خاں بریلوی بھی ان علماء میں شامل تھے، انہوں نے ہی مناظرہ کرایا تھا اور وہ سارے علماء بریلی کے کس محلہ کے رہنے والے تھے؟......حقیقت تو یہ ہے کہ سب سے زیادہ اس میدان میں شاہ ولی اللہ دہلوی کے خانوادے کے علماء نے بھرپور مقابلہ کیا جس میں شاہ مخصوص اللہ دہلوی شاہ محمد موسیٰ بن شاہ عبدالقادر دہلوی وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں۔

تفسیر و ترجمہ قرآن

آپ نے عشق و محبت کی زبان میں قرآن حکیم کا ایک فقید المثال ترجمہ کیا ہے، جو علمی ادبی اعتقادی ہر حیثیت سے معیاری ہے اور قرآن مجید کی حقیقی جھلک کا آئینہ دار ہے۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ (مصنف بہار شریعت) کے شدید اصرار پر ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں یہ ترجمہ مکمل ہوا جس کا نام "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" رکھا گیا۔ کتب تفسیر و لغت وغیرہ بغیر دیکھے آپ زبانی فی البدیہہ برجستہ بولتے جاتے اور حضرت صدر الشریعہ اسے لکھتے جاتے، بعد میں جب حضرت صدر الشریعہ و دیگر علماء کرام اس ترجمہ کا کتب تفاسیر و لغت سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر دنگ رہ جاتے کہ یہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے بالکل مطابق اور ان کا ترجمان ہے۔ پھر اس پر آپ کے خلیفہ صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے "خزائن العرفان فی تفسیر القرآن" کے عنوان سے تفسیر و حواشی لکھے۔ (سوانح اعلیٰ حضرت)

ذیل میں چند آیات کے تراجم بطور تقابل پیش کر رہا ہوں تفصیل کے لیے توضیح البیان و محاسن کنز الایمان کا مطالعہ کریں۔

(۱) وَمَكَرُوا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا (پ۱۹، ع۱۹ سورۂ نمل)

○ اور انہوں نے بنایا ایک فریب اور ہم نے بنایا ایک فریب، (محمود الحسن)، ○ غرض وہ ایک داؤ چلے اور ہم بھی ایک داؤ

چلے، (ڈپٹی نذیر احمد)، ○ اور یہ چال تو وہ چلے اور پھر ایک چال ہم نے چلی، (مودودی)، ○ اور وہ ایک چال چلے اور ہم بھی ایک چال چلے، (فتح احمد) ○ اور انہوں نے کیا ایک مکر اور ہم نے بھی، (محمد دہلوی غیر مقلد)، ○ اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی، (اعلیٰ حضرت)

مذکورہ بالا تراجم پر غور فرمائیں اور بغور پڑھیں کہ تمام لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی پاک ذات پر مکر، فریب، داؤ اور چال جیسے بازاری الفاظ کا استعمال کیا جس کو پڑھ کر ہر انصاف پسند ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ ان تمام مترجمین نے صرف لغت کے معانی کا اعتبار کر کے ذات باری پر کیسے رکیک حملے کیے اور ان الفاظ نے ذات باری کے تقدس کو مجروح و پامال کیا۔ اس کے برخلاف امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا ترجمہ آپ پڑھیں گے تو ان تمام شکوک وشبہات کو آپ نے ترجمے ہی میں حل فرما دیا اور ذات باری کے تقدس کو بھی برقرار رکھا اور فرمایا: انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی۔ سبحان اللہ

(کنز الایمان اُردو تراجم کی جان)

(۲) اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ (سورۃ بقرہ پ ۱)

○ تم میرے بندوں سے ہنسی کرتے ہو ان کی طرف میں تمہارے ساتھ ہنسی کرتا ہوں، (اشرف علی)، ○ اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے، (محمود الحسن)، ○ اللہ جل شانہ ان سے دل لگی کرتا ہے، (نواب وحید الزماں)، ○ اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے، (سر سید)، ○ اللہ ان کو بناتا ہے، (ڈپٹی نذیر احمد)، ○ اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے، (مودودی)، ○ اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے، (مولوی محمد دہلوی غیر مقلد)، ○ اللہ ہنسی اڑاتا ہے ان کی، (مرزا حیرت دہلوی)، ○ ان منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے، (فتح محمد جالندھری)، ○ اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے)، (اعلیٰ حضرت)۔

(کنز الایمان اُردو تراجم کی جان)

اس مقام پر بھی امام احمد رضا قدس سرہٗ کو چھوڑ کر جملہ مترجمین نے صرف لغت ہی کا سہارا لیا ہے اور لغت کے چکر میں پڑ کر قرآن کی ایسی ترجمانی کی کہ ٹھٹھا کرنا، دل لگی کرنا، مذاق اور ہنسی جیسے عیوب قبیحہ کو رب تعالیٰ کے لیے ثابت کیا جو شان باری تعالیٰ کے بالکل خلاف ہے مگر قربان جایئے اپنے شیخ طریقت کی قرآن دانی پر کہ خود ہی فرماتے ہیں:

قرآن سے میں نے لغت گوئی سیکھی — یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

(۳) وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۔ (سورۃ الضحیٰ)

○ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلا دیا، (اشرف علی)، ○ اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی، (محمود الحسن)، ○ اور راستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا راستہ دکھایا، (فتح محمد جالندھری)، ○ اور تم کو دیکھا کہ راہ کی تلاش میں بھٹکتے پھر رہے ہو تو تم کو دین کا سیدھا راستہ بتلا دیا، (ڈپٹی نذیر احمد)، ○ اور تمہیں گم کردہ راہ پایا تو تمہیں ہدایت کی، (مرزا حیرت دہلوی)، ○ اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتا دیا، (عبدالماجد دریابادی)، ○ اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی، (مودودی)، ○ اور تجھے راہ بھولا کر پا کر ہدایت دی، (مولوی محمد غیر مقلد)، ○ اور تمہیں بے خبر پایا تو رہنمائی کی،

(ثناءاللہ غیر مقلد)، ○اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی، (اعلیٰ حضرت)۔ (کنز الایمان اُردو تراجم کی جان)

دیکھا آپ نے کیسے کیسے الفاظ قرآن کریم کے مترجمین نے ادا کئے۔ جہاں ایک انجان و اسلامی عقائد کی معلومات نہ رکھنے والا الٹے پاؤں پھر جائے اور کہے گا کہ جب اسلام کے پیغمبر شریعت جانتے ہی نہیں ہیں اور یہاں پر بھی (معاذ اللہ) تاریکی ہی ہے تو پھر ان سے ہدایت کس طرح لی جائے۔ مگر قربان جایئے اپنے امام شریعت وطریقت کی قرآن دانی اور اللہ ورسول کی جناب میں ان کے حسن ادب پر کہ کتنا عشق ومحبت سے بھرا ہوا جملہ فرمایا: تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! اور یہ کوئی مبالغہ نہیں آپ کی قرآن دانی کو اپنے تو اپنے غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے اور اس کا برملا اعتراف کیا ہے کہ ہندوپاک میں آپ جیسا قرآنی مفہوم کو ادا کرنے والا ہم نے کسی بھی مکتبہ فکر کے علماء کو نہیں دیکھا چنانچہ ایک غیر مقلد اس طرح اعتراف کرتے ہیں: ''میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ کہونگا کہ الم سے لے کر والناس تک ہم نے کنز الایمان میں نہ تو کوئی تحریف پائی ہے اور نہ ہی ترجمہ میں کسی قسم کی غلط بیانی کو پایا ہے نہ ہی کسی بدعت اور شرک کے کرنے کا جواز پایا ہے بلکہ یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت، علوت، تقدس وعظمت وکبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے جبکہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علماء کے ہوں ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے، اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا، شفیع روز جزاء، سیّد الاولین والآخرین، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہاں پر بھی اوروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ صاحب وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ، کے مقام عالی شان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے، یہ ایک ایسی خوبی ہے جو دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے، اور اتنا ہی نہیں بلکہ اس کی تمام خوبیوں کو شمار کرنے کے بعد آخر میں کہتے ہیں: ''ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ترجمے میں وہ چیزیں پیش کی ہیں جس کی نظیر علمائے اہل حدیث کے ہاں بھی نہیں ملتی۔ کنز الایمان واقعی ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے جو کہ ہر ایک متبع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھنا چاہئے میں یہ بات برملا کہوں گا کہ کنز الایمان کا مطالعہ ہر اس شخص کے لیے مفید ہے جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح معنوں میں اطاعت گزار ہے۔ حق وہ جس کا اعتراف غیر بھی کرے آپ کا ترجمہ کلام پاک ہر اعتبار سے اس قابل ہے کہ اس کو اپنایا جائے اس لئے کہ سلاست، اسلوب تحریر اور ادب الوہیت اور ادب رسالت کا دامن کہیں سے بھی علیحدہ نہیں ملتا۔ چنانچہ پروفیسر مجید اللہ صاحب قادری اس کی خوبیوں کو گناتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ''یقین جانئے کہ اگر ان پہلوؤں پر تعصب وحسد کی آگ سے علیحدہ ہو کر غور کیا جائے تو ہر بالغ وعاقل انصاف پسند یہ پکار اٹھے گا کہ واللہ اس سے بڑھ کر اُردو زبان کی دنیا میں کوئی مترجم بھی آج تک اس معیار کا ترجمہ نہ کر سکا۔

(معارف رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۹۳/۹۴ (۲) معارف رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۹۳/۹۴ (۳) معارف رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۵ء ص ۴۶ ☆

اور جناب پروفیسر امتیاز سعید احمد صاحب قبلہ فرماتے ہیں۔ مختصر یہ کہ مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ قرآن کنزالایمان تمام اُردو تراجم میں ایک منفرد و ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور اس کے مطالعہ سے حب الٰہی اور عشق رسول کے جذبات اجاگر ہوتے ہیں، اور حضرت علامہ پروفیسر مسعود احمد قبلہ مدظلہ العالی آپ کے ترجمہ کلام پاک کی خوبی اس طرح بیان فرماتے ہیں:

(معارف رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۵ء ص ۵۱)

''آپ کا دوسرا کارنامہ کنزالایمان کے نام سے قرآن کریم کا ملت اسلامیہ کو ایسا اُردو ترجمہ دے دینا ہے جسے اگر ایمانی عینک لگا کر پڑھا جائے تو یقیناً یہی کہنا پڑے گا کہ کلام الٰہی کی ترجمانی کا اُردو میں اگر کسی نے حق ادا کیا تو وہ کنزالایمان ہے جو ملت اسلامیہ کو ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۱ء میں مرحمت فرمایا گیا تھا''۔ (مقدمہ مدروحوں کی دنیا۔ ص ۲۲)

اور ماہنامہ الحسنات رام پور میں رقم طراز ہیں:

فقہ میں جدالممتار اور فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ایک اور علمی کارنامہ ترجمہ قرآن مجید ہے جو ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۱ء ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے نام سے مولانا احمد رضا خان صاحب نے کیا ہے اور اس پر حاشیہ مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے تحریر کیا ہے۔ یہ ترجمہ اس حیثیت سے ممتاز نظر آتا ہے کہ جن چند آیات قرآنی کے ترجمے میں ذرا سی بے احتیاطی سے حق جل مجدہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے ادبی کا شائبہ نظر آتا ہے، احمد رضا خاں نے ان کے بارے میں احتیاط برتی ہے۔ (۲) شخصیات نمبر سالنامہ ۱۹۷۹ء)

امام اہلسنّت شیخ طریقت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے ترجمہ قرآن کی خوبیوں کو گناتے ہوئے حضرت علامہ غلام رسول سعیدی استاذ جامعہ نعیمیہ لاہور اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

اس ترجمہ میں اُردو، عربی کے اسلوب میں رنگی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور فصاحت بیان کے آئینہ میں اعجاز قرآن کا عکس نظر آتا ہے، اس ترجمہ میں علم کلام کی الجھی ہوئی گتھیاں سلجھا کر عبارت سلیس فقروں میں رکھ دی ہے۔ ذات وصفات، جبر وقدر اور نبوت ورسالت کے نازک مسائل کو جس عمدگی اور اختصار کے ساتھ ترجمہ کی سحر کاری سے سہل کیا ہے۔ امام رازی اگر اسے دیکھ پاتے تو بے اختیار آفریں کہتے، ابن عطاء جبائی کے سامنے یہ ترجمہ ہوتا تو شائد اعتزال سے توبہ کر لیتا، خامۂ تصوف سے جس طرح اعلیٰ حضرت نے آیات کے بطن کو ترجمہ میں ڈھالا ہے۔ غزالی ہوتے تو دیکھ کر وجد کرتے، ابن عربی شاد کام ہوتے اور سہروردی دعائیں دیتے ترجمہ کے ضمن میں جو فقہی نگینے لائے ہیں اگر امام اعظم پر پیش کئے جاتے تو یقیناً مرحبا کہتے، اور اگر ابن عابدین اور سیّد طحطاوی کے سامنے یہ فقہی آبگینے ہوتے تو اعلیٰ حضرت کے تلمذ کی آرزو کرتے۔

قرآن مجید کے علوم وفنون اس کی فصاحت وبلاغت اور اس کی تاویل وتفسیر پر جو شخص نگاہ رکھتا ہو وہ جب اس ترجمہ کو پڑھے گا تو یقیناً سوچے گا کہ اگر قرآن مجید اُردو میں اترا ہوتا تو یہ عبارت اس کے قریب تر ہوتی اور جو فصاحت زبان سے آشنا ہو اسے کہنا پڑے گا کہ اس ترجمہ میں زبان وبیان کی بلاغت اعجاز کی سرحدوں کی چھوتی معلوم ہوتی ہے۔

(محاسن کنزالایمان ص ۵۴/۵۵)

اور علامہ سیّد ریاست علی قادری کراچی آپ کے ترجمہ قرآن کی خوبیوں کو اس طرح سراہتے ہیں:

''امام احمد رضا عربی، فارسی اور اُردو کے صاحب طرز ادیب تھے اور علم وفضل کے ساتھ معانی قرآن کے نبض شناس بھی، ان کا ترجمہ قرآن مجید کنزالایمان مخصوص خوبیوں کے علاوہ اُردو نثر کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ یہ ترجمہ آج لاکھوں کی تعداد میں شائع ہورہا ہے۔ اس کی مکمل کیسٹ بھی تیار ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں۔ ہندوستان پاکستان اور انگلستان میں اس کے انگریزی ترجمے بھی ہوچکے ہیں امام احمد رضا نے قرآن مجید کا ایسا ترجمہ کیا جو تعظیم وتوقیر رسالت کے جذبہ سے لبریز ہے۔

(معارف رضا ۸۵ء ص ۱۹۵)

فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے قرآن مجید کی کوئی مستقل تفسیر نہیں لکھی اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر ضروری دینی امور ایسے تھے جن پر کام کرنا از حد ضروری تھا۔ مگر بعض اہم تفاسیر پر آپ نے جو محققانہ حواشی قلمبند کئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ فن تفسیر میں بھی آپ یگانۂ روزگار تھے۔ چند حواشی جو آپ نے تحریر فرمائے ہیں وہ اس طرح ہیں:

(۱)۔الزلال الانقی عن بحر سفینۃ اتقی عربی، (۲)۔حاشیہ خازن عربی، (۳)۔حاشیہ تفسیر بیضاوی عربی، (۴)۔حاشیہ الدر المنثور عربی، (۵)۔حاشیہ معالم التنزیل عربی، (۶)۔حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن عربی، (۷)۔حاشیہ عنایت القاضی شرح بیضاوی عربی۔ (امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں ص ۲۲)

محدثانہ مقام

فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا علم حدیث میں مقام بہت ہی بلند وبالا ہے۔ جس کا اعتراف محدثین وقت ومشائخ عصر نے بھی کیا ہے۔

چنانچہ عارف باللہ امام اہل سنت حضرت مولانا مولوی سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب قبلہ گولڑوی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ اعلیٰ حضرت کی زیارت کے لیے بریلی شریف حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت حدیث پڑھا رہے تھے۔ فرماتے تھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ دیکھ کر آپ کی زیارت شریفہ کے انوار کی روشنی میں حدیث پڑھا رہے ہیں۔ (امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات ص ۱۳۴)

آپ کا علم حدیث میں کمال وبلندی حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے:

''ایک بار میں نے استاذ محترم محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ علم حدیث میں ان کا (فاضل بریلوی کا) کیا مرتبہ ہے۔ فرمایا: ''وہ اس وقت امیر المومنین فی الحدیث ہیں، پھر فرمایا: صاحبزادے! اس کا مطلب سمجھا؟ یعنی اگر میں اس فن میں عمر بھر ان کا تلمذ کروں تو بھی ان کے پاسنگ کو نہ پہنچوں، میں نے کہا: سچ ہے، ولی را ولی می شناسد وعالم را عالم می داند۔ (امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرت ص ۱۹۲،۱۹۱)

علامہ مولانا یٰسین اختر مصباحی مدظلہ العالی نے فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی حدیث دانی پر ایک تحقیقی مقالہ ترتیب دیا

ہے، جس میں ایک جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ اکبر بصیرو ژرف نگاہی کا یہ امنڈتا ہوا سیلاب آسمان تحقیق وتدقیق کا یہ نیر تاباں، حدیث نبوی اور فقہ حنفی کا یہ قصر عظیم جس کی رفعت خداداد کے سامنے بڑے بڑے کجکلاہوں کی ٹوپیاں زمین پر آگریں۔ حدیث واصول حدیث کا امتیاز بردست عالم کہ چشم فلک بھی اس کی مہارت وعبقریت دیکھ کر دیدۂ حیران بن جائے۔

میں پورے وثوق واعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس دور کے بڑے بڑے محدثین اور ارباب علم وفن بھی اگر انصاف ودیانت کے ساتھ ان تحقیقات عالیہ اور اس وسعت مطالعہ کو دیکھ پائیں تو اپنا سارا دعویٰ فضل وکمال بھول کر محدث اکبر امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے تلمذ وشاگردی کو اپنی سعادت سمجھیں۔ (امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرت ص ۱۶۲)

امام اہلسنّت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی یہی وہ علمی عبقریت تھی جس کی وجہ سے عرب وعجم ہی نہیں بلکہ آج پورے عالم میں عظیم محقق اور بےمثال حافظ حدیث کے جلیل القدر خطابات سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔

فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے علم حدیث میں جو فقید المثال کارنامے انجام دیئے ہیں وہ اب تک یکجا نہیں ہوسکے ہیں حدیث کے وہ تمام سرمائے آپ کی لاتعداد مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں میں الگ الگ پھیلے ہوئے ہیں نیز کتب احادیث کے جو حواشی آپ نے قلمبند فرمائے وہ ابھی تک منظر عام پر نہیں آئے ہیں۔ انشاء اللہ عنقریب حضرت علامہ سیّد ریاست علی قادری مدظلہ العالی و پروفیسر محمد مسعود احمد قبلہ کی نگرانی میں ترتیب پاکر زیور طبع سے آراستہ ہوں گی۔ ایک اجمالی خاکہ یہ ہے کہ الملفوظ جس میں صرف دو سال کے اندر آپ کی علمی وروحانی مجلس میں جو احادیث آپ نے بیان فرمائیں اس کی تعداد تقریباً ساڑھے چار سو ہے۔

الدولۃ المکیہ	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت ہیں۔
الزبدۃ الزکیہ	صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں اپنے حافظے کی قوت پر لکھا علم حدیث کے جواہر دکھائے۔ سجدہ تعظیمی کی حرمت میں۔
رادالقحط والوباء	صدقہ دینے کی فضیلت، قرآن وحدیث سے مسئلہ کو واضح فرمایا۔
ذوام العیش	خلافت شریعہ کے لیے قرشیت قطعی اجماع ہے۔ قرآن وحدیث سے مسئلہ کو واضح فرمایا۔
الامن والعلیٰ	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلا کہنے کے ثبوت میں۔ قرآن احادیث سے آپ نے اس کی وضاحت فرمائی۔
جزاء اللہ عدوہ	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے ثبوت میں قرآن احادیث سے آپ نے اس کی وضاحت فرمائی۔

تجلی الیقین	فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و مرسلین سے افضل و برتر ہیں قرآن احادیث سے آپ نے اس کی وضاحت فرمائی۔
سرور العید	نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت۔ قرآن احادیث سے آپ نے اس کی وضاحت فرمائی۔
حیات الموات	موت کے بعد روحوں کی زندگی کا ثبوت۔ قرآن احادیث واقوال بزرگان دین سے واضح کیا۔

اور فتاویٰ رضویہ تو آپ کی علمی عبقریت کی ایسی انسائیکلو پیڈیا ہے جس کی احادیث کو اگر الگ ترتیب دیا جائے تو کئی مجلدات اس سے پر ہو جائیں گے۔ فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے اپنی تمام کتابوں میں اس بات کا خاص اہتمام فرمایا ہے کہ اپنے موضوع کو قرآن وحدیث واجماع امت اور بزرگوں کے اقوال سے ایسا مبرہن کر دیا ہے کہ کسی شخص کو اعتراض کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی۔

علاوہ ازیں آپ کا فن حدیث میں ان کتابوں سے بھی مہارت تامہ کا پتہ چلتا ہے۔

(۱)۔الروض البہیج فی آداب التخریج، (۲)۔مدارج طبقات الحدیث، (۳)۔النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب، (۴)۔حاشیہ صحیح البخاری، (۵)۔حاشیہ صحیح المسلم، (۶)۔حاشیہ ترمذی، (۷)۔حاشیہ نسائی، (۸)۔حاشیہ ابن ماجہ، (۹)۔الفضل الموہبی، ان کے علاوہ ۳۷ کتابیں عربی زبان میں اور ہیں۔

فقہی مقام

آپ کی فقاہت کا اعتراف عرب وعجم کو ہے۔ ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل آپ کا ایسا فقید المثال شاہکار ہے جسے بجا طور پر علوم ومعارف کا گنجینہ اور فقہی جزئیات وتشریحات کا عظیم انسائیکلو پیڈیا قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ کے دارالافتاء میں ہندوستان، پاکستان، برما، چین، امریکہ، افغانستان، افریقہ، حجاز مقدس اور بلاد اسلامیہ سے بکثرت فتویٰ آتے تھے۔ جن کی تعداد ایک وقت میں کبھی چار سو اور کبھی پانچ سو تک جا پہنچتی تھی۔ آپ کے فتوے عربی، اردو، فارسی اور انگریزی میں ہیں۔ انگریزی فتوے ان قلمی مجلدات میں ہیں جو بریلی شریف میں محفوظ ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۴۹)

مشہور علمائے اسلام کا خیال ہے کہ تقریباً دو صدی سے آپ جیسا کوئی دوسرا متبحر فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ حضرت شیخ سید محمد اسمٰعیل محافظ کتب خانہ حرم شریف مکہ مکرمہ کا بیان دیدۂ حیرت سے پڑھنے کے لائق ہے کہ آپ کی فقاہت پر وہ اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''خدا کی قسم! کھا کر کہتا ہوں اور بالکل سچ کہتا ہوں کہ اسے امام اعظم ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ دیکھتے تو بلاشبہ یہ

مسئلہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا اور یقیناً اس کے مؤلف کو وہ اپنے اصحاب میں شامل فرمالیتے''۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ:

''امام احمد رضا قدس سرہٗ بیحد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور ہندوستان کے کیسے نابغہ روزگار فقیہہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہہ مشکل سے ملے گا''۔

(امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں ص ۲۷)

مشہور تبلیغی جماعت کے پیشواز کریا شاہ بنوری پشاوری نے کہا:

''اگر اللہ تعالیٰ ہندوستان میں احمد رضا خاں بریلوی کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہو جاتی''۔

(فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۱۰۰)

حکیم عبد الحئی لکھنوی ندوی نے اعتراف کیا ہے کہ:

''فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر مولانا احمد رضا خاں کو جو عبور حاصل تھا اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے، اور اس دعویٰ پر ان کا مجموعہ فتاویٰ شاہد ہے''۔ (امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری ص ۲۶، ج ۲)

اور جناب شمس بریلوی آپ کی عبقری شخصیت کا اس طرح اعتراف کرتے نظر آتے ہیں:

''بارہ سو سال تک کی مدت میں جو کتب علوم اسلامیہ پر تصنیف ہوئیں، خواہ وہ علوم نقلیہ سے ہوں یا علوم عقلیہ سے وہ کتب تاریخ ہوں یا کتب طبقات، کتب جدل وخلاف ہوں یا کتب حکمت ومنطق ہوں ہر ایک پر آپ (فاضل بریلوی) کی نظر اس قدر گہری تھی کہ محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کتاب آپ کے مطالعہ میں عرصہ تک رہی ہے''۔

(امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری ص ۵۹، ج ۲)

اور پروفیسر ایس، ٹی، علی نقوی صدر شعبہ کیمیا گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ لکھتے ہیں:

''وہ اپنے عہد کے عظیم فقیہہ اور مصنف تھے، ان کا علم وسیع اور بوقلموں تھا وہ، ۵۵ علوم وفنون پر مہارت رکھتے تھے''۔

(معارف ۱۹۸۴ء ص ۱۶۴)

بلاشبہ فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اپنے عہد کے فقیہ اعظم تھے۔ آپ قرآن کریم کے حافظ تھے اور قرآنی مضامین واحادیث سے آپ کے فکر وخیال آباد تھے۔ طبقات فقہا میں جو مقام آپ کو حاصل تھا۔ آپ کے معاصرین میں سے کسی کو وہ مقام حاصل نہ ہوا۔ چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد استاد شعبہ علوم اسلامیہ کراچی یونیورسٹی کراچی لکھتے ہیں۔

''فقہ کے میدان میں آپ کا فتاویٰ رضویہ فقہ اسلامی کا وہ عظیم کارنامہ ہیں جو آپ کو مجتہد کے درجے پر فائز کرنے کے لیے کافی ہے''۔ (معارف ۱۹۸۴ء ص ۱۶۸)

اور ماہنامہ معارف اعظم گڑھ نے آپ کی فقاہت کا اعتراف اس طرح کیا ہے:

''دینی علوم خصوصاً فقہ وحدیث پر ان کی نظر وسیع اور گہری تھی مولانا جس وقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات تحریر فرماتے ہیں اس سے ان کی جامعیت علمی بصیرت فقہی جزوی استحضار ذہانت طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے کمالانہ اور محققانہ فتاویٰ مخالف وموافق ہر طبقے کے مطالعہ کے لائق ہیں''۔

(معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۴۹ء ص ۴۳/۴۴ ماخوذ معارف رضا کراچی ۸۴ء ص ۱۶۹)

فقہ کے موضوع پر آپ نے کتابوں کا عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے جن کا مطالعہ بہت ہی ضروری ہے، سب سے پہلے آپ نے ۸ برس کی عمر میں وارثت کا ایک مسئلہ تحریر فرمایا تھا آپ کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں قدس سرہٗ نے دیکھا تو فرمایا:

''انہیں ابھی نہ لکھنا چاہئے مگر ایسا مسئلہ کوئی بڑا لکھ کر لائے تو جانیں''۔

فقہ کے موضوع پر آپ نے کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ چھوڑا جن کی مختصر اور نا تمام فہرست حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ جد الممتار علیٰ رد المختار کامل پانچ جلدیں عربی، (۲)۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم عربی، (۳)۔ حاشیہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت عربی، (۴)۔ حاشیہ الحموی شرح الاشباہ والنظائر عربی، (۵)۔ حاشیہ میزان الشریعۃ الکبریٰ عربی، (۶)۔ حاشیہ کتاب الخراج عربی، (۷)۔ حاشیہ معین الاحکام عربی، (۸)۔ حاشیہ ہدایہ عربی، (۹)۔ حاشیہ فتح القدیر عربی، (۱۰)۔ حاشیہ البدائع والصنائع عربی، (۱۱)۔ حاشیہ الجوہرۃ النیرہ عربی، (۱۲)۔ حاشیہ مراقی الفلاح عربی، (۱۳)۔ حاشیہ بحر الرائق عربی، (۱۴)۔ حاشیہ طحطاوی، (۱۵)۔ حاشیہ فتاویٰ عالمگیری عربی، (۱۶)۔ حاشیہ بزازیہ عربی، (۱۷)۔ حاشیہ فتاویٰ سراجیہ عربی، (۱۸)۔ حاشیہ خلاصۃ الفتاویٰ عربی، (۱۹)۔ حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ عربی، (۲۰)۔ کاسر السفیہ الواہم فی ابدال قرطاس الدراہم عربی، (۲۱)۔ [illegible] (۲۲)۔ [illegible] الصلاۃ وراء عدا التقلید عربی، (۲۳)۔ سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید [illegible] (۲۴)۔ [illegible] الفتاویٰ الرضویہ بارہ جلدیں اُردو، (۲۵)۔ السنیۃ الانیقہ فی فتاویٰ افریقہ اُردو، (۲۶)۔ [illegible] احکام شریعت اُردو وغیرہ وغیرہ۔

نعتیہ شاعری اور عشق رسول

[illegible] تو اپنے غیروں نے بھی آپ کے علمی [illegible] آپ کی علمی وادبی خدمات [illegible]

قدیما قیل ان التحقیق العلمی الاصیل والخیال الذہنی الخصیب [illegible] [illegible] والعربیۃ ودیوانہ المعروف باسمۃ ''حدائق بخشش'' ''حدائق [illegible]'' [illegible]

مشهور فی اوساط شعر الهند بجانب مؤلفاته القیمه فی علوم الفلسفه و الفلك و الریاضة والدین و الادب .

پرانا مشہور مقولہ ہے کہ شخص واحد میں دو چیزیں تحقیقات علمیہ نازک خیالی نہیں پائی جاتیں۔ لیکن مولانا احمد رضا کی ذات گرامی اس تقلیدی نظریے کے عکس پر بہترین دلیل ہے۔ آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے۔ جس پر آپ کے دیوان ''حدائق بخشش''، ''حدائق العطیات'' و ''مدح رسول'' بہترین شاہد ہیں۔ اس کے علاوہ فلسفہ، علم فلکیات، ریاضی اور دین وادب میں آپ برصغیر میں صف اوّل کے ممتاز علماء اور شعراء میں تھے۔ (صورت الشرق قاہرہ، ماخوذ انوار رضا ص ۶۸۰)

فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے کلام میں نازک خیالی ہی نہیں بلکہ ایسے ایسے مضامین کو آپ نے قلمبند فرمایا ہے جسے سے اُردوئے معلّیٰ کا دامن خالی تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ اُردو ادب پر آپ کا عظیم احسان ہے سادگی، بے ساختگی، سلاست وروانی آپ کے کلام کی خصوصیات ہیں۔ الفاظ کے برمحل استعمال پر آپ کو مکمل قدرت حاصل تھی، تشبیہات واستعارات، صنائع وضرب الامثال کا بے تکلف اور مناسب انداز میں استعمال ہے۔ آپ کا کلام تصنع اور شعری عیوب سے پاک ہے آپ اپنے نظم میں مشکل پسندی کے قائل نہیں تھے، اور زیادہ تر برجستہ ہی موزوں ومقفّیٰ لکھتے آپ کی اردو شاعری اُردوئے معلّیٰ کا شاہکار ہے اور عشق رسول آپ کے ہر ہر شعر میں پھوٹا پڑتا ہے۔ میدان ادب وکلام میں آپ رضا تخلص فرمایا کرتے اور شعروادب میں اسی نام سے مشہور ہوئے۔

ایک مرتبہ مسجد نبوی کے باہر ایک مجلس جمی ہوئی تھی۔ سب روضۂ مبارکہ کی طرف متوجہ بیٹھے ہیں۔ نواب رامپور بھی ہیں۔ ایک نعت خواں نے فاضل بریلوی کی یہ نعت پڑھی جس کا مطلع یہ ہے:

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

اک کیف وسرور کا عالم ہے مجلس پر رقت طاری ہے علماء مدینہ فاضل بریلوی کی حکمت کلامی کو دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے۔

کان صاحب المشاهدة وصاحب مقام الفنا فی الرسول صلی الله تعالیٰ علیه وسلم .

اس لئے تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے دل کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں تو خدا کی قسم! ایک پر لکھا ہوگا: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اُردو نعت گوشعراء کے امام اور اردو نعت گوشعراء کی تاریخ کے مقدمۃ الجیش ہیں۔ نعت گوئی مشکل ترین اصناف سخن اور انتہائی دشوار گزار میدان ہے جہاں بڑے بڑے شعراء ٹھوکریں کھاتے دیکھے جاسکتے ہیں۔ آپ نعت گوئی کے متعلق خود ہی ارشاد فرماتے ہیں:

''حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔

(الملفوظ ج۲ص ۱۴۴/۱۴۵)

فاضل بریلوی کا نعتیہ دیوان حدائق بخشش حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی شعری تصویر ہے۔ سوز ودرد اور جذب واثر نے الفاظ کو گویا زبان دے دی ہے۔ یہ انداز بیان اور یہ سلیقہ نعت آپ کے علاوہ اور کسی کے یہاں نظر نہیں آتا۔ آپ نے الفاظ میں عشق حبیب کا وہ علم پھونک دیا ہے کہ مفاہیم کے پرت پرت کھولتے جایئے مگر شاعر کے جذبے کی گہرائی ہاتھ نہیں آنے پاتی۔ اُردو کے مشہور نعت گو شاعر حضرت محسن کاکوروی نے ایک بار اپنا قصیدہ سنانے کے لیے حضرت رضا کی بارگاہ میں بریلی حاضری دی ان کا قصیدہ بھی معراجیہ ہی تھا جس کا مطلع ہے:

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

ظہر کی نماز کے بعد حضرت محسن نے اس کے اشعار سنانے شروع کیے، ابھی دو ہی اشعار پڑھ سکے تھے کہ حضرت رضا نے فرمایا: اب بس کیجیے عصر کی نماز کے بعد بقیہ اشعار سنے جائیں گے، اسی ظہر وعصر کے درمیان آپ نے اپنا قصیدہ سنایا۔ اس کو سن کر حضرت محسن نے فرمایا: مولانا! اب بس کیجیے اس کے بعد اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا۔

فاضل بریلوی کی نعت گوئی کی ایک خصوصی یہ ہے کہ ان کی ادبی وشعری گلکاریوں کی بنیاد قرآن واحادیث کے مضامین پر ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

آپ کے کلام کی یہ عظیم خوبی ہے کہ ایک ایک شعر میں کئی کئی صنعتیں نظر آتی ہیں، اور جمال مصطفوی کا نکھار اور عشق حبیب کی بہاریں اس مطلع میں دیکھیں۔

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

قصیدۂ درود انسٹھ اشعار پر مشتمل ہے جس میں سات مطلع ہیں۔ ہر شعر کا پہلا مصرع ذوقافتین ہے اور ہر قافیے میں حروف ہجا کی ترتیب کا التزام ہے۔

طیبہ کے ماہ تمام جملہ رسل کے امام تم پہ کروڑوں ثنا تم پہ کروڑوں درود

چنانچہ بڑے بڑے علم وفن اور اہل ادب نے آپ کی شاعری پر اپنے قیمتی تاثرات کا اظہار فرمایا ہے حکیم محمد سعید دہلوی فرماتے ہیں:

''مولانا شریعت وطریقت دونوں کے رموز سے آگاہ تھے۔ اگر ایک طرف ان کے فتاویٰ نے عرب وعجم میں ان کی دینی وعلمی بصیرت کی دھاک بٹھادی تھی تو دوسری طرف عشق رسول نے ان کی نعتیہ شاعری کو فکر وفن کی بلندیوں پر پہنچادیا تھا''۔

نعیم صدیقی کہتے ہیں:

''مولانا کی جو نعتیں پڑھنے یا سننے میں آئیں ان میں خصوصی طور پر والہیت کی روح کارفرما ہے۔ زبان پر قدرت ہے۔ ان کا تخیل نئی نئی کونپلیں نکالتا ہے اور تشبیہات وتلمیحات سے وہ خوب کام لیتے ہیں''۔

اور جناب ڈاکٹر سلام سندیلوی شعبہ اُردو گورکھپور یونیورسٹی فرماتے ہیں:

''حضرت امام احمد رضا نے اپنی نعت میں خلوص کی مہک بھردی ہے۔ یہ خلوص ان کے ذاتی تجربہ پر مبنی ہے انہوں نے ہر نفس پر بوئے محمد کو محسوس کیا ہے، اور اسی کی موجیں ہم کو ان کی شاعری میں رقصاں نظر آتی ہیں''۔

ملک زادہ منظور احمد لکھنؤ یونیورسٹی فرماتے ہیں:

شعر گوئی کا جو ملکہ انہیں حاصل ہے اس کی غمازی حدائق بخشش میں شامل وہ نعتیں اور منقبتیں کرتی ہیں جو آج بھی گھر گھر پڑھی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صدر شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی فرماتے ہیں:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے اُردو نظم ونثر دونوں میں اُردو کے بے شمار محاورات استعمال کیے ہیں، اور اپنی علمیت سے اُردو شاعری میں چاند لگا دیئے ہیں''۔

چند اشعار آپ کے عربی فارسی اور اردو کے پیش کیے جارہے ہیں [illegible] عربی [illegible] جو حال ہی میں المجمع الاسلامی مبارک پور سے شائع ہوا ہے [illegible] حضرت [illegible] قارئین ہے جو فن [illegible] بلا کی تاثیر ہے تفصیل کے لیے حدائق بخشش اوّل ودوم کا مطالعہ کریں۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

☆☆☆☆☆☆☆

[illegible]

[illegible]

نوادراتِ رضا

۷۸۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی الحبیب وآلہ وصحبہ اجمعین

قصیدتان مشتملتان علی ۳۱۲ شعر العدد

اصحاب بدر رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین فی مدح

تاج الفحول السیف المسلول علی اعداء الرسول صلی اللہ

تعالی علیہ وسلم مولینا المولوی فضل رسول

العثمانی القادری السنی البدایونی رحمۃ اللہ تعالی

علیہ تولی غرس اشجارہما واجتناء ثمارہما وفتق

ازہارہما الفقیر الی ربہ المقتدر احمد رضا

القادری البرکاتی البریلوی غفر لہ ذنبہ کلہ دقہ وجلہ

القصیدۃ الاولی

[illegible]

الحمد للہ رب الکون والبشر — حمداً یدوم وما أحصیہ منحصر
وأفضل الصلوات الزاکیات علی — خیر البریۃ منجی الناس من سقر
یلق الثنا إلی إن أشا أختما — بمالک یا إلٰہنا یا منزل الذکر

الحمد للہ المتوحد — بجلالہ المتفرد
وصلاتہ دوماً علی — خیر الأنام محمد ﷺ
والآل والأصحاب ھم — مأوی عند شدائدی
فإلی العظیم توسلی — بکتابہ وبأحمد ﷺ

زعکس ماہ تاباں آفریدند — زبوئے گلستاں آفریدند
صبا را مست از بویت بہر سو — چناں افتاں و خیزاں آفریدند
برائے جلوۂ یک گلبن ناز — ہزاراں باغ و بستاں آفریدند
ز مہر تو مثالے بر گرفتند — و زاں مہر سلیماں آفریدند
چو انگشت تو شد جولاں و برق — قمر را بہر قرباں آفریدند
ز لعل نوشخند جاں فزایت — ز لال آب حیواں آفریدند
نہ غیر کبریا جاں آفرینے — نہ خود مثل تو جاناں آفریدند
پئے نظارۂ محبوب لاہوت — جبینت آئینہ ساں آفریدند
بنا کردند تا قصر رسالت — ترا شمع شبستاں آفریدند
ز مہر و چرخ بہر خوان جودت — عجب قرص نمکداں آفریدند

ز حسنت تا بہار تازۂ گل
رضایت را غزل خواں آفریدند(۲)

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا!
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دو سرا جانا!
البحر علیٰ والموج طغیٰ من بیکس وطوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا!
یا شمس نظرت الیٰ لیلی چوں بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا
لک بدر فی الوجہ الاجمل خط ہالہ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا
انا فی عطش وسخاک اتم اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم، دو بوند ادھر بھی گرا جانا
یا قافلتی زیدی اجلک رحمے بر حسرت تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا
واھا لسویعات ذھبت آں عہد حضور بار گہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دردا وہ مدینہ کا جانا
القلب شج والھم شجوں دل زار چناں جاں زیر چنوں
پت اپنی بپت میں کاسے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا
الروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دگر برزن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا
بس خامۂ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

.............o.............

پل سے اتارو راہ گذر کو خبر نہ ہو — جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو
کانٹا میرے جگر سے غم روزگار کا — یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو
فریاد اُمتی جو کرے حال زار میں — ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو
کہتی تھی یہ براق سے اس کی سبک روی — یوں جائیے کہ گرد سفر کو خبر نہ ہو

فرماتے ہیں، یہ دونوں ہیں، سردار دو جہاں　　اے مرتضیٰ عتیق وعمر کو خبر نہ ہو
ایسا گمادے ان کی ولائیں، خدا ہیں　　ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو
اول حرم کو روکنے والوں سے چھپکے آج　　یوں اُٹھ چلیں کہ پہلو وبر کو خبر نہ ہو
طیر حرم ہیں یہ کہیں رشتہ بپا نہ ہو　　یوں دیکھئے کہ تارِ نظر کو خبر نہ ہو
اے خار طیبہ دیکھ کر دامن نہ بھیگ جائے　　یوں دلمیں کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو
اے شوق دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں　　اچھا وہ سجدہ کیجئے سر کو خبر نہ ہو

ان کے سوا رضا کوئی حامی نہیں جہان
گزرا کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

..........O..........

سید کونین سلطان جہاں　　ظل یزداں شاہ دیں عرش آستاں
کل سے اعلیٰ کل سے اولیٰ کل کی جاں　　کل کے آقا کل کے ہادی کل کی شان
دلکشا دلکش دل آراء دلبستاں　　کانِ جان وجان وشایان شاں
ہر حکایت ہر کنایت ہر ادا　　ہر اشارت دلنشیں ودل نشاں
دل دے دل کو جان جاں کو نور دے [illegible] جانِ جہاں [illegible] جان جہاں
آنکھ دے [illegible] راحِ جناں
اللہ اللہ [illegible] یہ آستاں
تو ثناء کو [illegible] دیگر داستاں
تو نہ تھا تو [illegible] جانِ جہاں
تو ہو داتا [illegible] یادِ دیگراں
التجا اس [illegible] این وآں
جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں　O　دل سے یوں ہی دور ہو ہر ظن وظاں

[illegible] ....O.......... [illegible]

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام　　شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود　　گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام
شہرِ یارِ ارم تاجدارِ حرم　　نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

نقطۂ سر وحدت پہ یکتا درود — مرکز دور کثرت پہ لاکھوں سلام
صاحب رجعتِ شمس و شق القمر — نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام
عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں — اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام
فتح باب نبوت پہ بے حد درود — ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے سر سروراں خم رہیں — اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا — اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام
پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں — ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا — چشمہ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں — اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا — اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن — اس خدا بھائی صورت پہ لاکھوں سلام
جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء وملک — اس جہانگیر بعثت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے کھینچی گردنیں جھک گئیں — اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو — اور بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

یہ مقدس سلام ہند و پاک کی ہزاروں آبادیوں میں روزانہ لاکھوں بار پڑھا جاتا ہے۔

نثر نگاری

فاضل بریلوی قدس سرہٗ اُردو ادب کے نظم و نثر پر یکساں عبور رکھتے اور آپ کا نثری کارنامہ اس قدر ہے کہ ایک بچہ پیدا ہونے کے ساتھ آپ کے نثری شہ پارے کو نقل کرنا چاہئے تو اس کی پوری عمر گزر جائے گی مگر وہ صرف نقل نہیں کر سکتا۔ بلکہ مولانا وارث جمال مدظلہ العالی یوں فرماتے ہیں:

''ان کے (اعلیٰ حضرت) علمی کارنامے وسعت، تنوع، مضامین کی بلندی، جودت فکر اور تعداد کی کثرت کے لحاظ سے ایک پوری اکیڈمی کی صد صالہ خدمات پر بھاری بھر کم ہیں۔ ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں نے تنہا انجام دے کر اپنی ہمہ گیر و جامع وتابندہ شخصیت کے انمٹ نقوش چھوڑے''۔

(امام شعر وادب ص ۱۲)

مذکورہ بالا شہادت سے آپ کی نثری خدمات کا ایک عظیم خاکہ ذہن پر ابھرتا ہے اور اُردو ادب کی پوری نثری تاریخ پر امام احمد رضا جیسا نثری شہ پارہ کسی کے یہاں نہیں۔ ایک دو کتاب یا چند خطوط کو اُردو کی ادبی خدمات کے لیے تسلیم کر لینا یا اس سے ادبی دنیا سے انقلاب کا درجہ دے دینا ایک مفروضہ فسانہ ہے ورنہ اب ہر دور اور ہر زمانے میں مذہب کے دوش بدوش رہا ہے اور مذہب وملت کی ترجمانی ہی سے ادب نکھرتا اور سنورتا ہے اور آپ کے نثری اور ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت علامہ سیّد ریاست علی قادری کراچی پاکستان فرماتے ہیں:

''ان (اعلیٰ حضرت) کی ادبی خدمات سے کسی طرح صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ایک کہنہ مشق ادیب اور بے باک قلمکار تھے، ان کی تحریروں میں بلا کی سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔ ان میں جگہ جگہ ایسے ادبی شہ پارے نظر آتے ہیں کہ طبیعت جھوم اٹھتی ہے، ان کا حسین انداز بیان، زبان کی چستگی وٹھہراؤ، برمحل شیریں الفاظ کا دروبست، استعارات کی جودت، طرز اد میں نفاست، جذبات میں خلوص، ادائیگی بیان میں مہارت، فکر میں گہرائی، اظہار میں بے ساختگی اور رفعت، خیالوں میں شادابی وطہارت، ان ہی عناصر کے امتزاج سے وہ اپنی تحریروں کے چہرہ کا غازہ تیار کرتے تھے۔ سرعت نگارش کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی نشست میں پورا رسالہ قلمبند کر لیتے، نفس موضوع اور بندش الفاظ پر ایسی قدرت کہ ایک دفعہ کے لکھے ہوئے جملے کو قلمزد کرنے کی نوبت نہ آتی۔

(امام احمد رضا کی نثری شہ پارے ص۷)

یہاں صرف تین اقتباسات دیئے جاتے ہیں تفصیل کے لیے تصنیفات امام احمد رضا قدس سرہٗ کا مطالعہ کریں فرماتے ہیں:

''مسلمانو! وہابیوں کے اس ظلم وجور وتعصب کا ٹھکانہ ہے کہ بیمار پڑیں تو حکیم کے پاس دوڑیں۔ دوا پر گریں، کوئی مارے پیٹے تو تھانے کو جائیں۔ رپٹ لکھوائیں، ڈپٹی یا سارجنٹ سے فریاد کر دیں۔ کسی نے زمین دبالی، یا تمسک کا روپیہ نہ دیا تو منصف صاحب مدد کیجیو، جج بہادر خبر لیجیو، نالش کریں۔ استغاثہ کریں۔ غرض دنیا بھر سے استعانت کریں اور حصر ایاك نستعین کو اس کے خلاف نہ جانیں۔ ہاں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے استعانت کی اور شرک آیا۔ ان کاموں کے وقت آیت کا حصر کیوں نہیں یاد آتا۔ وہاں تو یہ حکم ہے کہ ہم خاص تجھی سے استعانت کرتے ہیں۔ (برکات الامداد)

اور جب ایک عیسائی نے قرآن مجید پر اعتراض کیا تو آپ نے اپنی کتاب الصمصام میں عیسائیوں کے عقائد پر اس طرح تبصرہ کیا:

''خدارا انصاف! وہ عقل کے دشمن، دین کے رہزن، جنم کے کودن ایک اور تین میں فرق نہ جانیں۔ ایک خدا کو تین مانیں۔ پھر تینوں کو ایک ہی جانیں۔ بے مثل، بے کفو کے لیے جورو بتائیں، بیٹا ٹھہرائیں۔ اس کی پاک بندی، ستھری، کنواری پاکیزہ بتول مریم پر ایک بڑھئی کی جورو ہونے کی تہمت لگائیں۔ اللہ اللہ! یہ قوم! یہ قوم! سراسر لوم۔

یہ لوگ! یہ لوگ! جنہیں نہ عقل سے لاگ۔ جنہیں جنون کا روگ۔ یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں۔ (الصمصام علی مسلک فی آیۃ علوم الارحام)

مسٹر گاندھی کی تحریک ترک موالات سے فاضل بریلوی قدس سرہٗ کو سخت اختلاف تھا اس لئے اس تحریک کو آپ مسلمانان ہند کے لیے خطرناک سمجھتے تھے، مگر گاندھی نے ایسا جادو چلایا کہ عوام تو عوام بڑے بڑے علماء اس کے گرویدہ ہو گئے۔ باوجودیکہ انہوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا، بے گھر کیا، مگر قوم پرست علماء و عوام نے ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نہ نکالا۔ مگر فاضل بریلوی بے باک ادیب تھے، غیر منقسم ہندوستان کے مقتداء و رہبر تھے ان حالات سے آپ بہت متاثر ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''ان پر ثبوت اشد جرائم کے انبار ہوئے تمہاری چھاتی دھڑکی۔ تمہاری ممتا بھڑکی۔ گھبرائے، تلملائے سٹپٹائے جیسے اکلوتے کی پھانسی سن کر ماں کو درد آئے۔ فوراً گرما گرم دھواں دھار ریزولیشن پاس کیا ہے کہ ہے یہ ہمارے پیارے ہیں۔ یہ ہماری آنکھ کے تارے ہیں۔ اپنوں نے مسلمانوں کو ذبح کیا، جلایا، پھونکا، مسجدیں ڈھائیں، قرآن پھاڑے۔ یہ ہماری ان کی خانگی شکر رنجی تھی۔ ہمیں اس مطلق پرواہ نہیں۔ یہ ہمارے سگے ہیں، کوئی سوتیادہ نہیں۔ ماں بیٹی کی لڑائی، دودھ کی ملائی، برتن ایک دوسرے سے کھڑک ہی جاتا ہے۔ ان کے درد سے ہمیں غش پہ غش آتا ہے۔ ان کا بال بیکا ہوا اور ہمارا کلیجہ پھٹا، اللہ ان کو معافی دی جائے۔ فوراً ان سے درگذر کی جائے۔

(المحجۃ الموتمنہ فی ایۃ الممتحنہ)

فلسفہ، ہیئت و نجوم اور سائنس

اردو نظم و نثر پر عبور کے ساتھ ساتھ علم ہیئت و نجوم میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ انگریزی اخبار ایکسپریس پٹنہ شمارہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء ۱۳۳۸ھ میں امریکی منجم پروفیسر البرٹ نے ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کے بارے میں ایک دل دہلانے والی پیشین گوئی کی تھی۔ جب آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے علمی طور پر اس کا رد کیا اور اس کو لغو قرار دیا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن امریکی منجم کی پیشین گوئی کا رد آپ نے ایسے تحقیقی پیرائے میں فرمایا: اس پیشین گوئی کا رد علم ہیئات اور فلسفہ و سائنس سے متعلق تین رسالوں کا دیباچہ بن گیا۔

(۱) الکلمۃ الملھمہ فی الحکمۃ لوھاء الفلسفہ المسئمہ، (۲) فوز مبین در رد حرکت زمین، (۳) نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان۔ (امام اہلسنت ص ۲۸)

جس کا اعتراف ماہنامہ سنی دنیا نے اس طرح کیا ہے:

باطل نے جس محاذ پر بھی دین وسنیت پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی ہے چاہے تھیوریز اور نظریات کا لبادہ اوڑھ کر چاہے وتہذیب کا بھیس بدل کر، چاہے فلسفہ اور سائنس کا روپ دھار کر امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اسے ہر موڑ پر پسپا کیا اور باطل کے دام فریب کو تار تار کیا! امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس رسالہ (فوز مبین) میں نقلی دلائل سے

زمین کی گردش کی نفی کی ہے اور تمام قدیم وجدید فلاسفہ خصوصاً کو پرنیکس، کپلی لو، نیوٹن، البرٹ، الیف پورٹا اور آئین سٹائن وغیرہ کا رد کیا بس اتنا کہتا ہوں کہ فاضل بریلوی کو کیمسٹری، فزکس، جغرافیہ، اسٹرونومی اور ریاضی کے مختلف شعبوں، ڈائنامکس، اسپٹکس، بائرالجبرا اور سولڈ جیومیٹری میں بے پناہ مہارت تھی اور انہوں نے مختلف تھیوریوں مثلاً ماش اینڈ ویٹ، حجم، اسپیفک گریویٹی اٹریکشن، ریپلشن، گریویٹشنل فورس، سینٹری، پٹیل، سینٹری فیوگل فورس اور میتھی میٹکس کی مختلف تھیوریوں اور نکات کو آپ نے پیش کیا ہے کہ علوم عقیلہ میں جتنے جمیکلس آج کی یونیورسٹیوں میں رائج ہیں ان سب کا محقق دنگ رہ جائے گا۔ (ماہنامہ سنی دنیا، بریلی ص ۱۵/۱۶)

اور صوتیات وعلم التوقیت میں بھی آپ کہ مہارت حاصل تھی مندرجہ ذیل رسائل اس پر شاہد ہیں:

(۱) البیان شافیا لفونوغرافیا، (۲) الجواهر والیواقیت فی علم التوقیت (امام اہلسنت ص ۲۹)

فن توقیت میں آپ کا یہ عالم تھا کہ سورج آج کب نکلے گا اور کب ڈوبے گا۔ ان کو بلا تکلف معلوم کر لیتے اور سورج دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے، اور ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا تھا۔ (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۸۸)

علم تکسیر!

حضرات مشائخ کرام میں بیس فی صد ایسے ہیں جو نقش مثلث یا مربع مشہور قاعدہ سے بھرنا جانتے ہیں۔ لیکن پوری چال سے نقوش کی خانہ پری کرنے پر تو شاید چار یا پانچ سو میں دو یا چار حضرات کو عبور ہوگا۔ آپ کے شاگرد مولانا ظفر الدین صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک صاحب ملے جن کا خیال تھا کہ فن تکسیر کا علم صرف مجھ کو ہے۔ دوران گفتگو مولانا بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے دریافت کیا کہ جناب نقش مربع کتنے طریقے سے بھرتے ہیں؟ شاہ صاحب نے بڑے فخریہ انداز میں جواب دیا کہ سولہ طریقے سے۔ پھر انہوں نے مولانا بہاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ کتنے طریقے سے بھرتے ہیں؟ مولانا نے بتایا کہ الحمد اللہ! میں نقش مربع کو گیارہ سو باون طریقے سے بھرتا ہوں۔ شاہ صاحب سن کر محو حیرت ہو گئے، اور پوچھا کہ مولانا آپ نے فن تکسیر کس سے سیکھا ہے؟ مولانا بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضور پر نور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کتنے طریقے سے بھرتے ہیں۔ جواب دیا: دو ہزار تین سو طریقے سے۔ پھر تو شاہ صاحب نے ہمہ دانی کا کیڑا اپنے دماغ سے نکال باہر کیا۔

تاریخ گوئی

فاضل بریلوی قدس سرہٗ کو فن تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا، اور لاتعداد تاریخیں آپ نے کہی ہیں۔ اگر ان تمام کو جمع کیا جائے تو ایک کتاب کی ضخامت ہو جائے۔ صرف چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت علامہ حسنین رضا فرماتے ہیں:

فن تاریخ گوئی سے بعض جگہ خاص پیدائش اور خاص ہی وقت کے موقع پر کام لیا جاتا تھا۔ یہ فن بھی دنیا سے اٹھ چلا تھا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس کی طرف توجہ کی۔ (سیرت اعلیٰ حضرت ص ۱۷)

اور حضرت علامہ ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عالم الغیب والشہادہ علیم وخبیر جل جلالہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اعلیٰ حضرت کو جملہ کمالات انسانی جو ایک ولی اللہ یکتائے زمانہ میں ہونے چاہئیں۔ بروجہ کمال جمع فرما دیا تھا، جس وصف کمال کو دیکھئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اسی میں تمام عمر صرف فرما کر اس کو حاصل فرمایا ہے' اس میں کمال پیدا کیا ہے حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے...... ایک ادنیٰ توجہ سے زیادہ اس کی طرف کبھی صرف نہیں فرمائی۔ ازانجملہ تاریخ گوئی ہے اس میں وہ کمال اور ملکہ تھا کہ انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت اتنی ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے فرمایا کرتے تھے۔ جس کا بہت بڑا ثبوت حضور کی کتابوں میں اکثر وبیشتر کا تاریخی نام ہے۔

سید ایوب علی صاحب بریلوی بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کے پاس ہر جمعہ کے بعد ایک بڑا مجمع ہوتا تھا۔ جس میں لوگ مسائل دریافت کرتے اور اوراد ووظائف پوچھتے ایک بار ایک صاحب نے سوال کیا اسم اعظم میرے لئے کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ہر شخص کے لیے اسم اعظم جدا ہے اس کے بعد ہی ایک جانب سے نظر مبارک حاضرین پر ڈالی اور ہر ایک سے بلا تکلف فرمایا: تمہارے لئے اسم اعظم یہ ہے، دوسرے کو فرمایا: تمہارے لئے اسم اعظم یہ ہے۔ (سیرت اعلیٰ حضرت ص ۱۴۷)

آپ نے اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں بریلوی قدس سرہٗ التوفی ۱۲۹۷ھ؍۱۸۸۰ء کی تاریخ ولادت اور تاریخ وصال کے تاریخی مادے نکالے جو آپ کی تاریخ دانی کو واضح کرتے ہیں جو اس طرح ہیں:

(۱) جاء ولی نقی الثیاب علی الشا ۱۲۴۶ھ	(۲) بری من الخوف والکلف ۱۲۴۶ھ
(۲) رضی الاعمال بھی المکان ۱۲۴۶ھ	(۴) وھوا جل محققی الافاضل ۱۲۴۶ھ
(۵) شھاب المدققین الاماثل ۱۲۴۶ھ	(۶) قمر فی برج الشرف ۱۲۴۶ھ
(۷) افضل سباق العلما ۱۲۴۶ھ	اقدام حذاق الکرما ۱۲۴۶ھ

اور تاریخ وصال

(۱) کان نهاية جمع العظماء	(۲) خاتم اجله الفقهاء
۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ
(۳) امین الله فی الارض ابدا	(۴) ان موتة العالم موته العالم
۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ
(۵) وفاة عالم الاسلام ثلمة فی جمع الانام	(۶) خلل فی باب العباد لا بندالی یوم القیام
۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ
(۷) یا غفور	(۸) کمل له ثوابك یوم النشور
۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ
(۹) امنجه جنة اعدت للمتقین	صلی الله تعالیٰ علی سیدنا محمد و آله واهله اجمعین (٦)
۱۲۹۷ھ	۱۲۹۷ھ

(حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۴۷۔)

....

اس کے علاوہ بھی بے شمار تاریخی مادے ہیں جن کو بخوف طوالت ترک کیا جاتا ہے۔

تجدید ملت

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی پوری زندگی احیاء سنت اور تجدید ملت میں گزری آپ کے اندر وہ تمام خصوصیات اور نشانات پائے جاتے ہیں جو ایک مجدد کے اندر ہونے چاہئیں۔ آپ کے تجدیدی کارناموں کی پوری وضاحت آپ کی کتابوں سے ظاہر ہے اور ان تمام مجددین کی تعلیمات کے پیکر اور اخلاق سے مرصع ہیں۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے:

پہلی صدی: حضرت عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) حضرت امام محمد بن سیرین (م ۱۱۰ھ)

دوسری: حضرت امام ابوسعید حسن بصری (م ۱۱۰ھ ۷۲۸ء) حضرت امام مالک بن انس (م ۱۷۹ھ)

حضرت امام محمد بن ادریس شافعی (م ۲۰۴ھ) حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم (م ۲۰۳ھ)

حضرت امام حسن بن زید، حضرت امام یحییٰ بن معین، حضرت امام محمد بن حسن شیبانی ۱۸۵ھ

حضرت اشہب مالکی، حضرت معروف کرخی م ۲۰۰ھ

تیسری صدی: حضرت ابوالحسن اشعری م ۳۳۰ھ، حضرت امام احمد بن حنبل م ۲۴۱ھ، حضرت قاضی ابوالعباس بن شریح شافعی، حضرت امام ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی م ۳۰۶ھ، حضرت امام نسائی۔

چوتھی صدی: حضرت امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی م ۳۲۱ھ، حضرت امام ابوحاتم رازی م ۳۲۷ھ۔

حضرت امام ابوبکر باقلانی، حضرت اسماعیل بن حماد جوہری لغوی م ۳۹۳ھ، حضرت ابوبکر محمد خوارزمی حنفی، حضرت ابوحامد اسفرائنی، حضرت امام ابوجعفر بن جریر طبری م ۳۱۰ھ۔

پانچویں صدی: حضرت امام محمد بن محمد غزالی م ۵۰۵ھ، حضرت امام حسین بن محمد راغب اصفہانی م ۵۰۲ھ، حضرت امام ابونعیم اصفہانی م ۴۳۰ھ، حضرت امام ابوالحسن احمد بن محمد بن البکری القدوری م ۴۲۸ھ، حضرت قاضی فخر الدین حنفی۔

چھٹی صدی: حضرت امام فخر الدین ابوالفضل محمد بن عمر رازی م ۶۰۶ھ، حضرت امام عمر نسفی م ۵۳۸ھ، حضرت امام قاضی فخر الدین حسن منصور م ۵۹۲ھ، حضرت امام محمد حسین بن منصور فراء م ۵۱۶ھ۔

ساتویں صدی: شیخ المشائخ حضرت امام شہاب الدین سہروردی ۶۳۲ھ، امام الاولیاء حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری م ۶۳۳ھ، حضرت شیخ اکبر محی الدین محمد المعروف بہ ابن عربی م ۶۳۲ھ، حضرت امام ابوالفضل جمال الدین محمد بن منظور افریقی م ۷۱۱ھ، حضرت امام ابوالحسن عزالحسن عزالدین علی بن محمد المعروف بہ ابن اثیر م ۶۳۰ھ، حضرت امام تقی الدین بن دقیق العید۔

آٹھویں صدی: حضرت علامہ عمر بن مسعود تفتازانی م ۷۹۲ھ، سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی م ۷۲۵ھ، حضرت امام تاج الدین بن عطاء اللہ سکندری م ۷۰۷ھ، حضرت امام زین الدین عراقی، حضرت علامہ شمس الدین جزری۔

نویں صدی، حضرت امام علامہ جلال الدین سیوطی شافعی م ۹۱۱ھ، حضرت امام شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی م ۹۰۲ھ، حضرت امام نورالدین علی بن احمد مصری سمہودی ۹۱۱ھ، حضرت علامہ سیّد شریف علی بن محمد جرجانی م ۸۱۶ھ، حضرت امام محمد بن یوسف کرمانی م ۸۸۶ھ۔

دسویں صدی: حضرت امام شہاب الدین ابوبکر احمد بن محمد خطیب قسطلانی م ۹۱۳ھ، حضرت امام محمد بن شربینی صاحب تفسیر سراج منیر م ۹۱۹ھ، حضرت علامہ شیخ محمد طاہر محدث پٹنی صاحب مجمع بحارالانوار م ۹۸۶ھ حضرت امام شہاب الدین رملی۔

گیارھویں صدی: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی م ۱۰۵۲ھ، حضرت امام علی بن سلطان قاری م ۱۰۱۴ھ، حضرت علامہ میر عبدالواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل' مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی م ۱۰۳۴ھ۔

بارھویں صدی: حضرت شیخ احمد ملاجیون م ۱۱۲۵ھ حضرت امام ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی م ۱۱۳۸ھ، حضرت محب اللہ بہاری م ۱۱۱۹ھ، حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی م ۱۱۴۳ھ، حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی م ۱۱۴۳ھ، حضرت شیخ غلام نقشبند لکھنوی، حضرت محی

الدین اورنگ زیب سلطان عالمگیر م ۱۱۱۸ھ، ۱۷۰۷ء۔

تیرھویں صدی: حضرت شیخ احمد اسمٰعیل طحطاوی م ۱۲۲۶ھ، حضرت شیخ احمد صاوی مالکی م ۱۲۴۱ھ۔

چودھویں صدی: امام اہلسنّت حضرت مولانا شاہ احمد رضا قادری فاضل بریلوی ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء۔

(امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات ص ۲۴۲/۲۴۴)

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب بے شک اللہ عزوجل اس امت کے لیے ہر صدی کے اختتام پر ایسا شخص بھیجے گا جو اُمت کے لیے اس کا دین تازہ کرے گا۔

امام اہلسنّت خاص بریلوی قدس سرہ العزیز نے احقاق حق اور ابطال باطل میں وہ نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے کہ اسلامی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ علامہ یٰسین اختر مصباحی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

''فرق باطلہ اور گمراہ کن افکار وتحریکات کی بیخ کنی میں آپ نے جس دینی جوش وخروش ایمانی غیرت وحمیت اور ملی سرگرمی وحرارت کا ثبوت دیا اور اس کی مثال ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں مشکل ہی سے ملے گی''۔ (ایضاً، ایضاً ص ۲۴۶)

رفض

اہلسنّت اور روافض کے اختلاف کا آغاز عہد صحابہ ہی میں ہو چکا تھا۔ رفتہ رفتہ اس میں شدت پیدا ہوئی اور روافض نے اعمال وعقائد ہر چیز میں اپنا الگ تشخص قائم کیا۔ ہندوستان کے اندر بھی ان کی اچھی خاصی تعداد ہے۔ دور اخیر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ نے ان کے رد میں ''تحفہ اثنا عشریہ'' جیسی عظیم الشان کتاب لکھی جواب تک لاجواب ہے۔ امام اہلسنّت فاضل بریلوی نے بھی اتباع سلف میں ان کی پرزور تردید فرمائی، اور ''ردالرفضہ'' جیسی کتاب ان کے خلاف تصنیف فرمائی جو اپنے اختصار کے باوجود نہایت جامع ہے جس میں فرماتے ہیں:

روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً کفار مرتدین ہیں یہاں تک کہ علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جو انہیں کافر نہ جانے خود کافر ہے۔ بہت سے عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں ان کے عالم جاہل مرد عورت چھوٹے بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں۔

کفر اوّل: قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کہتا ہے اس میں کچھ سورتیں گھٹا دی گئیں ہیں، کوئی کہتا ہے کچھ آیتیں کم کر دی گئیں ہیں، کوئی کہتا ہے کچھ لفظ بدل دیئے یہ نقص وتبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے اور کسی طرح قرآن میں تصرف بشری ماننے والا بالاجماع کافر ومرتد ہے۔ الخ

کفر دوم: ان کا ہر متنفس سیّدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ودیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی سے افضل کہے باجماع مسلمین کافر بے دین ہے۔ (ایضاً، ایضاً ص ۲۵۸، ۲۵۹)

قادیانیت: قادیان پنجاب میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام تھا مرزا غلام احمد چونکہ ازلی شقاوت و بدبختی اس کی قسمت میں لکھی تھی۔ اس لئے ۱۸۹۱ء میں اس نے حیات مسیح علیہ السلام کا انکار کرتے ہوئے خود ہی مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۰ء میں ختم نبوت کے عقیدے کو لغو و باطل کہہ کر خود نبی بن بیٹھا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے:

''یہ کس قدر لغو و باطل عقیدہ ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ جلد ۵، ص ۳۵۴۔)

فاضل بریلوی نے انکار ختم نبوت کی زبردست تردید فرمائی اور کتاب و سنت کی روشنی میں عقیدۂ ختم نبوت کا اثبات کرتے ہوئے اس موضوع کی ایک مشہور کتاب ''جزاء اللہ عدوہ'' میں رقم طراز ہیں:

بحمد اللہ بیس احادیث علویہ کے علاوہ خاص مقصود محمود ختم نبوت پر ایک سو ایک حدیثیں ہیں، اور مع احادیث ایک سو اٹھارہ جن میں نوے مرفوع ہیں اور ان کے رواۃ اصحاب اکثر صحابہ و تابعین، جن میں صرف گیارہ تابعی۔

(امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات۔)

یہاں تک کہ علماء اہلسنت کی قیادت اور مختلف جماعتوں کے تعاون سے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی (پاکستان) نے ۴ بجے دن میں قادیانیوں (ربوہ و لاہوری گروپ) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور ۷ بجے شب میں سینیٹ نے اس کی توثیق کر دی۔

یہ تمام کارروائیاں فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی تعلیمات اور آپ کے تجدیدی کارناموں کی وجہ سے پایۂ تکمیل کو پہنچیں اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء و تلامذہ نے قادیانیوں کو اسلام سے خارج کر کے عالم اسلام کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی۔

دو قومی نظریہ

فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے مسلمانان ہند کی ایسی قیادت فرمائی ہے جو تاریخ عالم میں اپنی مثال آپ ہے۔ بڑے بڑے مسلم لیڈر ہندو مسلم اتحاد کے نعرے لگا رہے تھے، اور انگریزوں کو ملک سے بھگانے کی تحریک بڑے زور و شور پر چل رہی تھی۔ جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پروفیسر مسعود احمد پی، ایچ، ڈی، مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

''پہلی جنگ عظیم کے بعد تقریباً ۱۹۱۹ء میں ترکوں پر انگریزوں کے ظلم و استبداد کے خلاف تحریک خلافت کا آغاز ہوا اور پورے ملک میں انگریز حاکموں کے خلاف ایک شورش برپا ہو گئی۔ (انوار رضا ص ۴۶۵)

اور ماہنامہ تحریک دہلی کا تبصرہ بھی پڑھنے کے قابل ہے فرماتے ہیں۔

''اکبر نے جب ہندوؤں کو محکوموں کے بجائے کاروبار حکومت کا شریک بنانا چاہا تو ہندوؤں کو اسلامی معاشرت قبول کرنے کا مشورہ دینے کے بجائے خود ان کی معاشرت کے محاسن کو اپنایا۔ اس تحریک کے قائد شیخ مبارک اور ان کے فرزندان ارجمند ابوالفضل اور فیضی تھے جنہیں راسخ العقیدہ مسلمان شاید مسلمان بھی تسلیم نہ کریں۔ اس تحریک نے بالآخر میر انیس کو جنم دیا

جس نے کربلا کے ہیرو حضرت امام حسین کو صرف ہندوستانی اوصاف ہی نہیں بلکہ ہندوانہ اوصاف سے بھی متصف کر دیا کیا یہ ستم ظریفی نہیں کہ ہندو مسلم اتحاد کا بھی نعرہ بلند ہوتا ہے۔ اس میں صرف مسلمانوں سے ہی اپنا طرز عمل بدلنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے کیا ان سے یہ مطالبہ کرنے کی بجائے کہ وہ ہندوستان کے بزرگوں کا احترام کریں ان کے بزرگوں کا احترام کر کے ایک مستحسن مثال قائم کرنا زیادہ مستحسن نہیں؟'' (انوار رضا ص ۴۶۵)

مولانا حسرت موہانی کا بیان پڑھئے:

''۲۴ دسمبر ۱۹۴۷ء آج صبح سے ۲/۱، ۱۰ بجے تک ناشتہ خوری اور اخبار بینی سے فارغ ہو کر کل کے فیصلے کے مطابق ہم پانچ نمائندے رضوان اللہ، حسرت موہانی، ذاکر علی، فاروق، نفیس الحسن ۱۱ بجے کے قریب کارلٹن ہوٹل میں ابوالکلام صاحب سے بات چیت کرنے پہنچے مختصر گفتگو ہی کے دوران میں معلوم ہو گیا کہ میں نے جلسۂ مشاورت میں جو بدگمانی مولانا ابوالکلام کی نیت کے متعلق ظاہر کی تھی وہ خود ان کی زبانی بھی محقق ہو گئی۔ انہوں نے صاف اقرار کیا کہ آج کی کانفرنس کا صرف ایک مقصد ہے وہ یہ کہ تمام مسلم ادارے سیاسی حیثیت سے ختم ہوں۔ کل فرقہ وارانہ جماعتیں کانگریس میں مدغم ہو جائیں۔ اس پر ہم لوگ یہ کہہ کر چلے آئے کہ ہم لوگوں کی شرکت بالکل بے کار ثابت ہوگی۔ دوران گفتگو میں چلتے چلتے میں نے ایک فقرہ ابوالکلام کے متعلق چست کر دیا جس سے ان کی ساری کارستانیوں پر پانی پھر گیا اور جس سے وہ انتہا درجہ بھنائے، میں نے کہا: ۱۸۵۷ء میں برٹش گورنمنٹ کی بدگمانیاں رفع کرنے کی غرض سے جس طرح سرسید نے مسلمانوں کو صرف تعلیمی اور سماجی امور پر زور دینے اور سیاسی وفاداری برطانیہ کی تلقین کی تھی بالکل اسی طرح ۱۹۴۷ء میں آپ کانگریس کے ساتھ مسلمانوں کو بلاشرط وفاداری سکھاتے ہیں اور اسلامی اداروں کو سماجی امور کے لئے محدود کر دینے کے درپے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

(ماہنامہ تحریک کا بیس سالہ انتخاب نمبر ص ۵۸/۵۹)

ان شہادتوں سے بخوبی واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کے لیے وہ دور نہایت ہی کس مپرسی کا دور تھا اور چہار جانب سے لوگ مسلمانوں کو ہی بے وقوف بنانے اور غلط راستے پر گامزن کرنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔ مگر فاضل بریلوی نے ایسے نازک دور میں ہماری قیادت کی اور اسلام کی روایت کو نافذ کرنے میں آپ نے جہاد فرمایا اور دو قومی نظریہ کی بنیاد پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے۔ آپ کی اسی تحریک کا یہ اثر ہے کہ آج ہندوستان میں بفضلہ تعالیٰ قوم مسلم کا ایک نمایاں وقار ہے اور تاریخ اسلام میں خانقاہ بریلی شریف کا احترام وتقدس آج بھی قوم مسلم پر چھایا ہوا ہے۔

(کلیات حسرت موہانی اشاعت سوم مقدمہ ص ۳ بحوالہ حسرت موہانی حیات اور کارنامے ص ۱۳۱/۱۳۲)

اس دور کی پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب محمد نعیم الرحمٰن صاحب مقدمہ گاندھی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''ہندو اور مسلم میں فرق اور مخالفت کے باوجود بھی ایسے مسلمان پیدا ہو ہی گئے۔ جنہوں نے ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملا کر کمال عقیدت مندی سے گاندھی جی کو وقت کا پیشوا اور ہندوستان کا امام تسلیم کر لیا۔ آب زمزم اور گنگا جل ایک ہو گئے۔ مسلم

راہبروں اور بزرگوں نے اسلام کے اصول، مساوات اوراخوت پر فخر کے ساتھ عمل کرتے ہوئے ہندو نیتاؤں کو مسجدوں کے منبروں پر لے جا کر کھڑا کر دیا۔ بت خانے میں مرنے والوں کو کعبے میں جا گاڑا۔ انگریز بھی کانپ اٹھا اور سمجھ گئے کہ کفر و ایمان کا یہ اتحاد بے پناہ ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان بزرگان ملت نے اسلام کو بت کا رام کیا۔ شیخ کی شیخی ختم ہوئی اور اس کی نمازیں نذر برہمن ہوگئیں۔ گاندھی جی پہلے تو سب کے باپو بنے پھر حقیقت اور حق پرستی کی طریقت کے سالک بن کر مہاتما ہوگئے۔ اب تو سب ہی کو یقین ہوگیا کہ واقعی مہراج اور مہاجر کے حروف ایک ہی ہیں اور اگر ہندو مسلم آپس میں مل جائیں تو آزادی کے مل جانے میں کوئی شعبہ نہیں رہنا چاہئے۔ (مقدمہ گاندھی نامہ)

فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے اس بھیانک صورت حال کو بھانپ لیا اور ایک طرف گاندھیائی تنظیم سے برسر پیکار ہوئے اور دوسری طرف ان مسلم لیڈروں کی خبر لی ہے، اور تحریک خلافت و ترک موالات کی تحریکوں کو واضح فرما کر قوم مسلم کو خبردار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

غرض ترک موالات میں افراط کی تو وہ کہ مجرد معاملت حرام قطعی اور تفریط کی تو یہ کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد واجب بلکہ ان کی غلامی و انقیاد فرض بلکہ مدار ایمان فسبحٰن مقلب القلوب و الابصار، اول میں تحریم حلال کی دوم میں تحلیل حرام۔ بلکہ افتراض حرام اور ان دونوں کے حکم ظاہر وطشت از بام۔

للہ انصاف! کیا یہاں اہل حق نے انگریزوں کے خوش کرنے کو معاذ اللہ مسلمان کو تباہ کرنیوالا مسئلہ نکالا؟ یا اہل باطل نے مشرکین کو خوش کرنے کو صراحۃً کلام اللہ و احکام اللہ کو پاؤں کے نیچے مل ڈالا۔ مسلمانوں کو خدا لگتی کہنی چاہئے۔ ہندوؤں کی غلامی سے چھڑانے کے جو فتوے اہلسنّت نے دیئے، کلام الٰہی بیان کئے یہ تو ان کے دھرم میں انگریزوں کے خوش کرنے کو ہوئے۔ وہ جو پیر نیچر کے دور میں نصرانیت کی غلامی اوپچی تھی۔ جسے اب آدھی صدی کے بعد لیڈر رونے بیٹھے ہیں۔ کیا اس کا رد علمائے اہلسنّت نے نہ کیا وہ کس کو خوش کرنے کو تھا کیا بکثرت رسائل و مسائل ان کے رد میں نہ لکھے گئے۔

(امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات ص ۳۳۵)

کافروں، مشرکوں اور بد مذہبوں سے موالات اور اتحاد و وداد کے خلاف آپ نے بڑی شدت کے ساتھ تنبیہ اور تہدید فرمائی ہے، لکھتے ہیں:

عام مشرکین ہند کو لم یقاتلو کم فی الدین کا مصداق ماننا ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھنا ہے۔ کیا وہ ہم سے دین پر نہ لڑے۔ کیا قربانی گاؤ پر ان کے سخت ظالمانہ فساد پرانے پڑ گئے۔ کیا کٹارپور، وآرہ اور کہاں کہاں کے ناپاک وہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں میں محو ہوگئے۔ بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کئے گئے۔ مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے۔ ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں، قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے، جلائے اور ایسے ہی وہ باتیں جن کا نام لئے کلیجہ منہ کو آئے۔ الا لعنۃ اللہ علی الظلمعین ۔ الا لعنۃ اللہ علی الظلمین، الا لعنۃ اللہ علی الظلمین ۔ اب کوئی دردرسیدہ مسلمان

ان لیڈروں سے یہ کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ اے اسٹیجوں پر مسلمان بننے والو! ہمدردی اسلام کا ظاہری تانا بننے والو! کچھ حیا کا نام باقی ہے تو ہندوؤں کی گنگا میں ڈوب مرو۔

اسلام و مسلمین و مساجد و قرآن پر یہ ظلم توڑنے والے کیا یہی تمہارے بھائی تمہارے چہیتے، تمہارے پیارے، تمہارے سردار، تمہارے پیشوا، تمہارے مددگار، تمہارے غمگسار مشرکین ہند ہیں جن کے ہاتھ آج تم بکے جاتے ہو، جن کی جسے سناتے، جن کی غلامی کے گیت گاتے ہو۔ اُف، اُف، اُف، تُف، تُف، تُف، تُف، **ان الله جامع المنافقين والكفرين في جهنم جميعاً**۔ اور بے ایمان اور پکا بے ایمان ہوگا وہ جو واحد قہار کو یکسر پیٹھ دے کر کہے کہ یہ ملعون مظالم تو بعض بعض شہر کے بعض بعض کفار نے کئے اس لیے سب تو **قاتلو کم فی الدین** نہیں ہو گئے۔ بدعقلو! بدنیتو! کوئی قوم ساری کی ساری نہیں لڑتی، کفار زمانۂ رسالت جن کی نسبت حکم ہوا: **فاقتلوهم حيث ثقفتموهم**، انہیں جہاں پاؤ قتل کرو اور حکم ہوا: **وقاتلو المشركين كافة كما يقاتلونكم كافة**۔ سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں کیا ان کا ہر ہر فرد میدان جنگ میں آیا تھا۔

(امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات ص ۳۳۶/۳۳۷)

اس قسم کے بے شمار اقوال سے آپ نے ایک قومی نظریہ کو باطل اور دو قومی نظریہ کی وضاحت فرمائی ہے، اور یہ حقیقت ہے فاضل بریلوی نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قومی نظریہ کی بھرپور وضاحت کی اور بالکل وہی کام انجام دیا جس کا م کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دیا تھا اگر اس وقت اکبر کے دین الٰہی اور ایک قومی نظریہ کی شدت سے مخالفت نہ کی گئی ہوتی تو آج ملک کا کچھ اور ہی نقشہ ہوتا بعینہٖ فاضل بریلوی نے اگر اس وقت ایک قومی نظریہ کی شدید مخالفت نہ کی ہوتی تو آج ملک کی سیاست کا کچھ اور ہی نقشہ ہوتا، اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس دور کی دورنگی چال کو بڑی بے باکی سے چاک کیا اور ایک غالی کانگریسی مولوی کی اس طرح گرفت فرمائی:

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ — ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است — چہ بے خبر ز مقام محمد عربی ست
بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

علامہ اقبال نے بڑے واضح الفاظ میں فرمایا: مسلمان کا رشتہ وطن سے اسی وقت تک ہے جب تک اس کا مذہب محفوظ ہے اور اگر مذہب پر خطرہ یا مذہب کی جڑ کٹتی ہے تو ایسے وطن سے مسلمان کا رشتہ نہیں رہ سکتا بلکہ ہر خطے کا مسلمان پہلے مسلمان ہے بعد میں ہندی، چینی، عربی وغیرہ ہے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے والے کانگریسی مولوی کی ساری سیاست کا جنازہ نکال کر رکھ دیا اور مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش فرمایا۔

تحریک خلافت اور ترک موالات

فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے اپنے دور حیات میں بیشمار تحریکوں کو نیست و نابود کیا اور واضح الفاظ میں ان تمام تحریکوں

کی مخالفت کی جو مسلمانوں کے خلاف اور دین کے منافی تھی۔ حیرت ہوتی ہے کہ اتنی ساری تحریکیں اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اپنی پوری قوت سے حق کو مٹانے کی نئی نئی تحریکیں ایجاد کر رہی تھیں۔ مگر فاضل بریلوی کی دوررس نگاہیں ان تمام خرابیوں کو بھانپ لیتی ہیں اور اس کی ایسی تردید فرماتے ہیں کہ باطل کے تمام تاروپود اکھیڑ کر نیست و نابود کر جاتے ہیں اور حق ہی کی ہر محافظ پر فتح و کامرانی ہوتی ہے۔ اس دور کی متعدد تحریکوں میں تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات نے بھی کافی شورش پیدا کی۔ جس کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے علامہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، پی ایچ ڈی فرماتے ہیں:

''پہلی جنگ عظیم کے بعد تقریباً ۱۹۱۹ء میں ترکوں پر انگریزوں کے ظلم و استبداد کے خلاف تحریک خلافت کا آغاز ہوا اور پورے ملک میں انگریز حاکموں کے خلاف ایک شورش برپا ہوگئی۔ ممکن ہے کہ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اور مسلمانوں کے فطری جذبات کے پیش نظر مسٹر گاندھی نے کانگریس کی طرف ۱۹۲۰ء میں ترک موالات کا اعلان کیا ہو۔ تحریک خلافت اور ترک موالات دونوں کی مشترکہ اساس انگریزوں کی مخالفت و مقاطعت تھی۔ چنانچہ اس متحدہ و مشترکہ مقصد کی وجہ سے یہ دونوں تحریکیں ایک دوسرے کے قریب آگئیں اور ایک دوسری صورت پیدا ہوگئی۔ (انوار رضا ص ۳۶۵)

تحریک خلافت میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، مولانا ظفر علی، مولانا حسرت علی موہانی وغیرہ مشاہیر ہند شامل تھے۔

فاضل بریلوی اہلسنّت و جماعت کے مقتداء و پیشوا تھے اس لئے علی برادران خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے حمایت کے طلب گار ہوئے تاکہ ان کی یہ تحریک زوردار اور وزنی ہوجائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ آپ ہماری تحریک خلافت کا بھرپور ساتھ دیں؟ جس کے جواب میں فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے ارشاد فرمایا:

''مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں، جب اس جواب پر علی برادران کچھ کبیدہ خاطر ہوئے تو تالیف قلوب کے لئے مکرر ارشاد فرمایا:

مولانا! میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں۔ ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔ اس جواب نے علی برادران کی ساری اسکیم کو فیل کردیا کیونکہ فاضل بریلوی کو کسی طرح گوارہ نہ تھا کہ مسلمان جذبات میں عقل و ہوش کو کھو بیٹھیں اور ایک دشمن کو زیر کرنے کی فکر میں دوسرے دشمن کا شکار ہو جائیں اور یہ اقدام آپ کا آپ کی ذہانت اور عظیم قدرت کا پتہ دیتا ہے اور بعد کے زمانے نے آپ کے اس موقف کو سچ کر دکھلایا اور رفتہ رفتہ حقائق سے پردے اٹھ رہے ہیں، اور دیگر حلقے میں بھی آپ کی مومنانہ بصیرت کے قائل ہو رہے ہیں۔

چنانچہ جماعت اسلامی ہند کا ترجمان ماہنامہ ''الحسنات'' رام پور لکھتا ہے:

''احمد رضا خاں کے آخری دور میں سیاست نے ایک نیا رخ اختیار کرلیا تھا ۱۳۳۸ھ، ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا، اور دوسرے ہی سال ۱۳۳۹ھ، ۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات کا آغاز ہوا۔ احمد رضا خاں نے اس سے

اختلاف کیا اور ایک رسالہ الحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنۃ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) تحریر کیا۔ اس میں انہوں نے کفار ومشرکین سے اختلاف اور ان کے ساتھ سیاسی اتحاد کے خطرناک نتائج کا تذکرہ کیا ہے۔

ان کے معتقدین نے جماعت رضائے مصطفےٰ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ جس کا دوسرا نام ''جمہوریت اسلامیہ مرکزیہ'' رکھا گیا، اس کے ایک اہم رکن اور بانی نعیم الدین مراد آبادی (۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء) تھے جو احمد رضا خاں کے خلیفہ تھے...... سیاست کے اس نازک دور میں وہ جوش وخروش سے زیادہ سلامت روی کو مسلمانوں کے لیے مفید سمجھتے تھے۔

(شخصیات نمبر سالنامہ ۱۹۷۹ء ص ۵۴)

مولانا عبدالباری فرنگی محلی جو اس وقت تحریک خلافت کے قائد وسالار رقافلہ تھے۔ ان کا ایک خطبہ صدارت جس میں پندرہ سطریں اس موضوع سے متعلق تھیں جس میں انہوں نے کہا ہے کہ خلافت کے لیے شرط قرشیت صرف حضرات شوافع کے نزدیک ہے، اور بعض احناف کا کلام بھی ہے اس میں بھی تصریح نہیں۔

۳۵ وجوہ سے فاضل بریلوی نے اس کا رد فرمایا اور آخر کلام میں لکھا:

''امامت سے مراد اگر خلافت ہے جیسا کہ یہی ظاہر ہے۔ تو قطعاً مردود جس کا روشن بیان گزرا، اور اگر سلطنت مقصود تو حق ہے۔ مگر گزارش یہ ہے کہ جب مسئلہ یوں تھا اور بے شک تھا کہ متغلب کی بھی سلطنت صحیح اور اطاعت واجب تو کیا ضرورت تھی کہ خواہی نخواہی مسئلہ خلافت چھیڑا جائے اور اجماع صحابہ اُمت اکھیڑا جائے۔ مذہب اہلسنّت وجماعت ادھیڑا جائے''۔

سلطان اسلام بلکہ اعظم سلاطین موجودہ اسلام کی اعانت بقدر قدرت کیا واجب نہ تھی، ظاہراً اس شق مسلمین ورد اجماع صحابہ وائمہ دین ومخالفت مذہب اہلسنّت وجماعت موافقت خوارج وغیرہم اہل ضلالت تین فائدے سوچے۔

اولاً: در پردہ حمایت ترکوں سے مخالفت جس پر باعث وہابیہ ودیوبندیہ سے یارانہ وموافقت۔ وہابی ودیوبندی ترکوں کو ابوجہل کے برابر مشرک جانتے ہیں۔ جیسا کہ تمام اہلسنّت کو یونہی مانتے ہیں۔ لہٰذا دل میں ان کے پکے دشمن ہیں، اور دوست کا دشمن اپنا دشمن۔ اس لئے ان کی حمایت اس آواز سے اٹھائی جس میں مخالفت پیدا ہو۔

ثانیاً: اپنے مخصوص دین اہلسنّت سے بخار نکالنا، معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہیں سکتے نہ خود نہ وہ۔ خالی چیخ پکار کا نام حمایت رکھنا اہل عقل ودین اوّل تو غوغائے بے ثمر کو خود ہی بحث جان کر صرف توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے۔

لہٰذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہلسنّت ہو کر وہ شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں تاکہ عوام ان سے بھڑکیں اور دیوبندو وہابیت کے پنجے جمیں۔

ثالثاً: ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اصل مقصود بغلامی، ہنود وسوراج کی چکی ہے۔ بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے۔ بھاری بھرکم خلافت کا نام لو۔ عوام بھڑیں، چندہ خوب ملے اور گنگا وجمنا کی مقدس زمینیں آزاد کرانے

کا کام ہے۔

اے پس رو مشرکاں بزعزم نہ رسی　　کیں رہ کہ تو میروی بہ گنگ وجمن ست

نسئال اللہ العفو والعافیۃ ۔

ترکی سلاطین پر رحمتیں ہوں، وہ خود اہلسنّت تھے اور ہیں۔ مخالفت مذہب انہیں کیونکر گوارہ ہوتی۔ انہوں نے خود خلافت شریعہ کا دعویٰ نہ فرمایا۔ اپنے آپ کو سلطان ہی کہا۔ سلطان ہی کہلوایا، اس لحاظ سے خلافت نے انہیں وہ پیارا خطاب دلایا کہ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین سے دلکشی میں کم نہ آیا یعنی ''خادم الحرمین الشریفین'' کیا اُن القاب سے کام نہ چلتا جب تک مذہب واجماع اہلسنّت پاؤں کے نیچے نہ کچلتا؟۔ نعوذ باللہ مالا یرضاہ ۔

اور مسٹر ابوالکلام آزاد کی تحریر کی بھی آپ نے گرفت فرمائی ہے اور قلم برداشتہ ۲۵ طریقوں سے خلافت کے سلسلے میں ان کے مسلک کا رد بلیغ فرمایا ہے:

''کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز ہے اور حدیث وفقہ کا سمجھنا اور۔ وہ من کا ترجمہ ''سے'' اور الٰی کا ترجمہ ''تک'' کر لینے سے نہیں آتا۔ اگر ضمیر قریش کی طرف ہوتی تو اثنان کی جگہ احد فرمایا جاتا یعنی جب تک ایک قریش بھی رہے جس طرح امام قرطبی وامام عینی وامام عسقلانی کے لفظ سن چکے۔ اس کی تادیل میں آپ حسب عادت کہ قرآن کریم میں اپنی طرف سے اضافہ کر لیتے ہیں۔ حدیث میں یہ پچر بڑھاتے کہ یعنی جب تک کہ ایک قریش خلافت کا اہل رہے دو کی اہلیت پر موقوف فرمانا کیا معنی؟ کیا خلیفہ وقت میں دو بھی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

ہاں؟ آدمیوں کی طرف ضمیر ہو تو ضرور دو کی ضرورت تھی کہ خلافت حکومت ہے اور حکومت کو کم سے کم دو درکار ایک حاکم ایک محکوم اب تو آپ نے جانا کہ منھم کی ضمیر قریش کی طرف پھیرنا کیسی سخت جہالت تھی۔ (دوام العیش فی الائمۃ من قریش ص ۷۰)

اور پھر دوسری جگہ مسٹر آزاد کی گرفت اس طرح فرمائی ہے:

''مسٹر نے یوہیں دوسری حدیث الائمۃ من قریش سے تشریع اڑانے اور نری خبر بتانے کے لیے کیا۔ کیا ڈوبتے سوار پکڑے ہیں لکھتے ہیں ۶۳ صحیح بخاری کے ترجمہ باب سے صاف واضح ہے۔ کہ امام بخاری کا بھی مذہب یہی ہے۔ انہوں نے باب باندھا (الامراء من قریش) قریش میں امارت وامراء۔ اس مضمون کا باب نہ باندھا کہ امارت ہمیشہ قریش ہی میں ہونی چاہئے۔

سبحان اللہ زہے مسٹری ولیڈری وایڈیٹری، امام بخاری کی عادت ہے کہ الفاظ حدیث ترجمہ باب کرتے ہیں نیز وہ الفاظ جو ان کی شرط پر نہ ہوں ترجمہ سے ان کا پتہ دیتے ہیں حدیث انہیں لفظوں سے تھی۔ انہیں سے باب باندھا، نیز یہ لفظ ان کی شرط پر نہ تھے۔ ترجمہ سے ان کا اشعار کیا اس سے یہ سمجھ لینا کہ امام بخاری کا یہ مذہب ہے اور اس پر یہ تحکم کہ صاف واضح ہے کس قدر جہل فاضح ہے۔ (دوام العیش ص ۷۲)

اور ترک موالات کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت مبارکہ میں لاہور اور لائل پور سے ۱۹۲۰ء میں دو استفتاء یکے بعد دیگرے ارسال کیئے گئے جس کا آپ نے مفصل جواب مرحمت فرمایا۔

پہلا سوال مولوی حاکم علی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے ۱۴ صفر ۱۳۲۶ھ کوارسال کیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے:

۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا: ترک موالات کے لیے ضروری ہے کہ سرکار برطانیہ سے جو امداد ملتی ہے، بند کی جائے اور یونیورسٹی سے کالج کا الحاق بھی ختم کیا جائے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا تو پھر ان دونوں صورتوں میں موالات کا ارتکاب ہوتا ہے۔

مولانا آزاد کے اس ارشاد سے کالج میں بے چینی پھیل گئی چنانچہ سائل مذکور مولوی حاکم علی صاحب نے مولانا آزاد کے اس قول کے متعلق دریافت کیا کہ ازروئے شرع صحیح ہے یا نہیں؟

فاضل بریلوی نے جو جواب مرحمت فرمایا اس کے بعض نکات یہ ہیں:

۱۔ موالات اور مجرد معاملات میں زمین وآسمان کا فرق ہے، دنیوی معاملات جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مرتدین، کسی سے ممنوع نہیں، ذمی تو معاملات میں مثل مسلم ہے۔

۲۔ کتابیہ سے نکاح کرنا فی نفسہ حلال ہے۔ وہ صلح کی طرف جھکیں تو مصالحت کرنا (بھی ضروری ہے)۔

۳۔ یوں ہی ایک حد تک معاہدہ وموادعت کرنا بھی اور جو جائز عہد کرلیا ہے اس کی وفا فرض ہے، عذر حرام ہے۔ ترک موالات کی تحریک میں انگریزی مال خریدنا جائز نہ تھا البتہ ان کی چیزوں سے تمتع جائز تھا۔ مثلاً ڈاک، تار، ریل وغیرہ سے تمتع کو کسی نے ناجائز نہیں کہا۔ اس عجیب طرز عمل پر فاضل بریلوی اظہار حیرت فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''عجب کہ مقاطعت میں مال دینا حلال ہوا، لینا حرام، اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ریل، تار، ڈاک، ہمارے ہی ملک میں ہیں۔ ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں۔ سبحان اللہ! امداد تعلیم کا روپیہ کیا انگلستان سے آتا ہے۔ وہ بھی تو وہیں کا ہے تو حاصل وہی ٹھہرا کہ مقاطعت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع اور خود نفع لینا ممنوع۔ اس الٹی عقل کا کیا علاج ہے۔

(انوار رضا ص ۴۸۱)

فاضل بریلوی مسئلے کے تاریخی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے بعض قائدین کی کوتاہ اندیشی اور خودغرضی کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ بعض قائدین نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو افغانستان ہجرت کر جانے پر اکسایا تھا۔ بہت سے لوگ اس طرح برباد ہو گئے مگر قائدین میں سے کوئی نہ سرکا۔ اس بے وفائی کا ذکر کرتے ہوئے فاضل بریلوی فرماتے ہیں!!!

ہجرت کا غل مچایا اور اپنے آپ ایک نہ سرکا، جو ابھارنے میں آ گئے۔ ان مصیبت زدوں پر جو گزری، گزری یہ سب اپنے جورو بچوں میں چین سے رہے۔ ہر الگانہ پھکڑی اور ترک تعاون کیا۔ کسی لیڈر کے پاس زمینداری یا کسی قسم کی تجارت نہیں، نہ

ان کا کوئی انگریزی ریاست میں غلام ہے پھر انہیں کیوں نہیں چھوڑتے؟ کیا واحد قہار نے نہ فرمایا:

لم تقولون مالا تفعلون۔ (ایضاً ص ۴۸۶)

فاضل بریلوی ترک موالات کے مذہبی تاریخی اور سیاسی پہلوں پر روشنی ڈالنے کے بعد اس کے معاشی واقتصادی پہلو بھی اجاگر فرماتے ہیں۔ چنانچہ ترک موالات کے نتیجے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جو اقتصادی عدم توازن متوقع تھا اس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

"اگر سب مسلمان زمینداریاں، تجارتیں، نوکریاں، تمام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگری خیر خواہ جملہ ہنود بھی ایسا ہی کریں گے؟ اور تمہاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے؟ حاشا ہرگز نہیں، زنہار نہیں اور جو دعویٰ کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں۔ مکار نہیں، سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ ایک مسلمان نے ترک کی ہو تو ادھر پچاس پچاس ہندوؤں نے نوکری، تجارت، زمینداری، چھوڑی ہو کر یہاں مالی نسبت اتنی یا اس سے کم ہے اگر نہیں دکھا سکتا تو کھل گیا کہ

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

(ایضاً ص ۴۸۷)

اقتصادی ومعاشی جائزے کے بعد فاضل بریلوی نفسیاتی تجزیہ بھی فرماتے ہیں اور اس سلسلے میں وہ رازہائے پنہائی واشگاف فرماتے ہیں کہ آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔

آپ فرماتے ہیں:

"آؤ اب تمہیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں اور ان کی طرف سے اس میل اور میل کا راز بتائیں۔

دشمن اپنے دشمن کے لیے تین باتیں چاہتا ہے:

۱۔ اوّل اس کی موت، کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

۲۔ دوم یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

۳۔ سوم یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ اس کی بے پہری کہ عاجز بن کر رہے۔

مخالف نے یہ درجے ان پر طے کردیئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں، خیر خواہی سمجھے جاتے ہیں۔

اوّلاً: جہاد کے اشارے ہوئے۔ اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔

ثانیاً: جب یہ نہ بنی، ہجرت کا بھرا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں۔ ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائیں)۔ یہ اپنی جائیدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں بہرحال ہمارے ہاتھ آئیں، ان کی مساجد، مزارات اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں۔

ثالثاً: جب یہ بھی نہ بنی تو ترک موالات کا جھوٹا حلیہ کرکے ترک موالات پر ابھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو، کسی کونسل کمیٹی

میں داخل نہ ہو، مال گزاری ٹیکس کچھ نہ دو، خطابات واپس کردو۔ امر اخیر تو صرف اس لئے ہے کہ ظاہر اً نام کا دنیاوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لیے نہ رہے اور پہلے تین اس لئے کہ ہر صیغہ اور محکمے میں صرف ہنود رہ جائیں۔ (انوار رضاص ۴۸۷۔۴۸۸)

پوری وضاحت کے بعد حضرت علامہ پروفیسر محمد مسعود احمد قبلہ مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

''خیال کی عظمت سے کس کو انکار ہے؟ قوموں کی آبادی و بربادی اس ''خیال'' کی کج روی و راست روی پر منحصر ہے۔ فاضل بریلوی نے غیر منقسم ہندوستان کے اس پر آشوب دور میں جب کہ متحدہ ہندوستان اور متحدہ ہندو مسلم قومیت کے نعرے بلند کئے جا رہے تھے اپنے اور بیگانوں کی ملامت کی پروا کئے بغیر بڑی جرأت وہمت کے ساتھ ایک نیا خیال اور ایک نیا نظریہ پیش کیا۔ یہ وہ جذباتی دور تھا جب کہ انگریز کے حق میں بولنا اس کے خلاف بولنے سے کہیں زیادہ آسان تھا۔

(ایضاص ۴۸۸/۴۸۹)

معاشی نکات

فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے غیر منقسم ہندوستان کے مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی و معاشی بدحالی کو دور کرنے کے لیے اپنے رسالے 'تدبیر فلاح ونجات واصلاح' میں بڑے فکر انگیز اور ٹھوس نظریئے کو پیش فرمایا ہے۔ مذکورہ رسالہ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ نکات یہ ہیں:

۱۔ ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے، مسلمان اپنے معاملات باہم فیصلہ کریں تا کہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں پس انداز ہو سکیں۔

۲۔ بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدارس، حیدر آباد، دکن کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔

۳۔ مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

۴۔ علم دین کی ترویج واشاعت کریں۔

بظاہر یہ چار نکات ہیں لیکن اس پر تاریخی اعتبار سے غور کیا جائے تو خوشحالی اور اقتصادیات و معاشیات کے موضوع پر آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ چنانچہ پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی ایم، اے کونز، یونیورسٹی کینیڈا فرماتے ہیں:

''یہ امر واقع ہے کہ علم اقتصادیات میں عوام اور حکومتوں کی دلچسپی کا آغاز ۳۰۔۱۹۲۹ء کی عالمی سرد بازاری کی وجہ سے ہوا۔ کساد بازاری کو قابو پانے کے لیے کلاسیکی نظریات موجود تھے لیکن اس عظیم عالمی کساد بازاری نے ان نظریات کو باطل کر دیا اور اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ ایک ایسے نظریہ کی ضرورت ہے جو اس کساد بازاری پر قابو پانے میں مدد دے سکے۔ بالآخر ۱۹۳۶ء میں ایک انگریز ماہر اقتصادیات جے ایم کینز نے اپنا مشہور زمانہ ''نظریہ روزگار و آمدنی'' پیش کیا جو اقتصادیات کے میدان میں ایک انقلاب کا سبب بنا۔ اس انقلابی نظریہ نے حکومتوں کو اس قابل کر دیا کہ وہ اس عالمی سرد بازاری پر مکمل قابو پالیں کینز کو ان کی خدمات کے

صلہ میں تاج برطانیہ نے ''لارڈ'' کے خطاب سے نوازا جو کسی انگریز کے لیے اعلیٰ ترین خطاب ہے اور باعث افتخار''۔(انوار رضا ص ۱۷۱)

مگر فاضل بریلوی نے اس نظریات کو۱۹۱۲ء میں پیش فرمایا جو حیرت انگیز ہونے کے ساتھ فکر انگیز بھی ہے کہ نگاہ مرد مومن نے ان جدید تقاضوں اور اقتصادی خوشحالی کی جھلک برسوں پہلے دکھادی تھی کہ اگر ۱۹۱۲ء سے فاضل بریلوی کے نکات پر غور وفکر کیا جاتا اور صاحب حیثیت مسلمانان ہند اس پر عمل کرتے تو ہندوستانی مسلمانوں کی حیثیت معاشی اعتبار سے انتہائی مستحکم ہوتی۔

فاضل بریلوی نے بینک کی اہمیت اور اس کی افادیت پر ان کے فکر کا اظہار ۱۹۱۲ء میں فرمایا۔ یقیناً یہ حیرت انگیز بات ہے کہ اس دور میں اس کی اہمیت کا اندازہ کر لینا جس دور میں صرف چند بینک تھے اور اس کی وہ اہمیت نہ تھی جو آج ہے مگر مومن کی نگاہوں سے معاشیات کے مستقبل کے اس اہم ادارے کی اہمیت پوشیدہ نہ رہ سکی اور آپ نے مال دار مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کے لیے بینک قائم کریں۔ اگر ۱۹۱۲ء میں دوچار سرمایہ دار فاضل بریلوی کی ہدایت پر عمل پیرا ہوجاتے تو مسلمانوں کا معاشی مستقبل بہت کچھ سنور جاتا اور اس کے اقتصادی نتائج نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کے لیے بلکہ مسلمانانِ عالم کے لیے بے حد خوشگوار ہوتے۔

فاضل بریلوی کا تیسرا نکتہ بھی معاشی اعتبار سے بہت اہم ہے۔ آپ مسلمانوں کو معاشی تحفظ دینا چاہتے تھے۔ روزگار اور تجارت کے میدان میں ہندو مسلمانوں سے بہت آگے تھے۔ بنیوں کی ذہنیت اور فطرت ہی یہ تھی کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ روپیہ کمایا جائے۔ مسلمانوں کو اس میدان میں کوئی تجربہ نہ تھا اور مسلمان تجارت کرنا بھی چاہتے تو اوّل تو ہندو اپنے مقابلے میں انہیں میدان سے بھگا دیتے تھے اور دوسرے اپنوں کی بے اعتنائی ان کا دل توڑ دیتی تھی۔ آپ پر یہ باتیں روز روشن کی طرح عیاں تھیں۔ اس لئے آپ نے فرمایا: مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں، اگر مسلمانان ہند فاضل بریلوی کے ارشاد پر عمل کرتے تو اس کے اقتصادی نتائج کیا ہوتے؟ مسلمانوں کا پیسہ مسلمان دکانداروں کے پاس جاتا۔ صنعت کار جب اشیاء کی پیداوار میں اضافہ کرتے تو یقیناً وہ بے روزگار مسلمان جو تلاش روزگار میں سرگرداں تھے۔ ملازمتیں حاصل کر لیتے اور معاشی میدان میں خوش حال ہوجاتے۔

فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے جہاں مسلمانوں کو پس اندازی، بینک کا قیام اور اپنی قوم کے علاوہ کسی سے کچھ نہ خریدیں، جیسے اہم نکات کی طرف نشاندہی فرمائی ہے۔ وہیں آپ نے مسلمانوں کو علم دین کی ترویج واشاعت کا بھی مشورہ دیا ہے کہ اگر مسلمان علم دین سے آراستہ ہوگا تو اس کی ترقی ہر اعتبار سے مضبوط اور مستحکم ہوگی۔

ان شواہد کے بعد ہر قاری پکار اٹھے گا کہ یقیناً آج پورے عالم اسلام کی پریشانیوں اور دکھوں کا علاج امام احمد رضا قدس سرہٗ کی ذات اور آپ کی تعلیمات کی اشاعت واحیاء ہے۔

انگریز اور اس کی عدالت سے نفرت

فاضل بریلوی قدس سرہٗ کو انگریز اور اس کی کچہری سے سخت نفرت تھی، چنانچہ مولانا حسنین رضا خاں تحریر فرماتے ہیں کہ:
اعلیٰ حضرت قبلہ انگریز اور اس کی کچہری سے سخت متنفر تھے۔ یہ بات عام طور پر بہت مشہور تھی، مخالفین کو اعلیٰ حضرت قبلہ کو پریشان کرنے کا یہی پہلو بہت پسند آیا۔ پہلے بریلی کے وہابیوں نے اعلیٰ حضرت قبلہ کے خلاف ایک وہابی طالب علم سے جس بے جا کا دعویٰ دائر کرادیا۔ اس وقت اکبر علی برادر حقیقی مولوی اشرف علی تھانوی بریلی کی چنگی میں سیکرٹری تھا اس نے بھی خوب ہوادی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی ہمدردی کے لیے صرف محمد فاروق صاحب کوتوالی شہر تھے۔ ان کی ایک بات پر خدا نے مقدمہ بلا حاضری کچہری خارج کروایا ہے۔ (سیرت اعلیٰ حضرت ۱۰۲)

اس طرح کا ایک دوسرا واقعہ پیش آیا وہ ایک عینی شاہد سیّد الطاف علی بریلوی کی زبانی سنئے:

''اس طرح حضرت کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریز کی عدالت میں نہ جائیں گے۔ اس کا سب سے زیادہ مشہور واقعہ جو میرے مشاہدہ میں آیا۔ علمائے بدایوں سے نماز جمعہ کی اذان ثانی ''نزد منبر یا صحن منبر'' کے مسئلے پر اختلاف تھا، جس بنا پر مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی۔ اہل بدایوں مدعی تھے اور انہوں نے اپنے ہی شہر کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا۔ مولانا صاحب کے نام عدالت سے سمن آیا اس پر حاضر نہ ہوئے تو احتمال گرفتاری کی بنا پر ہزار ہزار عقیدت کیش مولانا صاحب کے دولت کدے پر جمع ہو گئے۔ نہ صرف جمع ہوئے بلکہ آس پاس کی سڑکوں اور گلیوں میں باقاعدہ ڈیرے ڈال دیئے۔ رات دن اس عزم کے ساتھ چوکسی ہونے لگی کہ جب وہ سب جان قربان کردیں گے تو قانون کے کارندے مولانا کو ہاتھ لگا سکیں گے......

میرا خیال ہے کہ مولوی حشمت اللہ صاحب (بارایٹ لاء) ہی کی کوشش سے مقدمہ مذکورہ اس طرح خارج ہو گیا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی بات قائم رہی یعنی وہ ایک مرتبہ بھی حاضر عدالت نہ ہو سکے۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۲۵ جنوری ۱۹۸۹ء ماخوذ گناہ بے گناہی ص ۴۲/۴۳)

مذکورہ شہادتوں سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ فاضل بریلوی کو انگریز اور اس کی عدالت سے سخت نفرت تھی اور اپنی دینی حمیت اور قرآنی اصول پر پورے اتر کر قرآن کے بتائے ہوئے اصول کے خلاف قدم نہ اٹھایا اور نہ ہی کسی غیر مذہب قوم انگریز کے یہاں مدد کے لئے گئے جب کہ آپ کا فریق مخالف انگریزوں کا مستند وفادار نظر آتا ہے باوجود اس کے الٹے فاضل بریلوی پر الزام لگایا کہ وہ انگریزوں کو چاہتے تھے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں۔

کہا یہ جاتا ہے کہ امام احمد رضا انگریز کو چاہتے تھے۔ اس سے محبت کرتے تھے۔ اس کے اشاروں پر چلتے تھے مگر شواہد کو کھنگالا گیا، اور حقائق کا مشاہدہ کیا گیا تو اس چاہت ومحبت کا دور دور پتا نہ ملا۔ ہاں جس نے الزام لگایا اس کا دامن داغدار نظر آیا اور جس پر الزام لگایا وہ بے داغ نظر آیا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حیرت کو حیرت ہے۔ ہر پہلو سے دیکھا انگریزوں کے ساتھ دوستی ومحبت کی جھلک نظر نہ آئی''۔ (گناہ بے گناہی ص ۳۲)

اور جب ڈاکٹر سیّد مطلوب حسین اس کی وجہ بیان کرتے ہیں جن وجوہات نے فاضل بریلوی پر یہ الزام لگایا فرماتے ہیں:

وہ لوگ جن کو دوقومی نظریے کی بات پسند نہ تھی اور دعویٰ اسلامیان ہند کے مفاد کا کر رہے تھے۔ انہوں نے امام احمد رضا خاں کی صرف مخالفت ہی نہیں کی بلکہ انہیں بدنام کرنے کی کوشش بھی کی۔ مشہور کیا گیا کہ امام احمد رضا خاں انگریزوں کے خیر خواہ ہیں، اوران سے وظیفہ وصول کرتے ہیں۔ جذباتی دور تھا بات مشہور ہوگئی۔ تاریخ میں اس سے بڑا جھوٹ شاید کبھی نہیں بولا گیا ہوگا کیونکہ حقیقت اس کے قطعا برعکس تھی۔ (معارف رضا کراچی ۱۹۸۵ء ص ۸۱/۸۲)

یونہی جناب سیّد الطاف علی بریلوی حقیقت حال کا اس طرح اظہار کرتے ہیں:

سیاسی نظریئے کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بلاشبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔ شمس العلماء قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کا یا ان کے صاحب زادگان مولانا حامد رضا خاں، مصطفےٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً راہ ورسم نہ تھی۔ (معارف رضا کراچی ۱۹۸۶ء ص ۲۲۰)

اور جناب پروفیسر سیّد محمد فاروق القادری فاضل بریلوی کے انگریزوں پر گرفت کو ''مسلمانوں کا بھولا ہوا سبق'' قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

برصغیر میں انگریز سامراج کا تسلط کے بعد خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں مکار انگریز دینی دنیاوی تعلیم میں تفریق کے ذریعہ اس نازک رشتے اور والہانہ تعلق کو کمزور کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے جو در حقیقت مسلم قوم کی متاع حیات ہے کہ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے فاضل بریلوی ایسی جامع الصفات شخصیت کو اس جذبے اور اس متاع کی حفاظت کے لیے مامور فرمایا۔ ان کے خلاف قسم قسم کی بہتان ترازیاں کی گئیں، غلط باتیں منسوب کی گئیں۔ مگر وہ اللہ کا بندہ بلاخوف لومتہ لائم اپنی راہ پر چلتا رہا تا آنکہ اس نے برصغیر کی غالب مسلم اکثریت کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا۔

(گناہ بے گناہی ص ۴۳)

حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کو انگریزوں سے سخت نفرت تھی، اس کی عدالت، حکومت، معاشرت، تعلیم، غرض کہ انگریز کی ہر خوبو سے نفرت تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے کبھی حکومت کو تسلیم ہی نہیں کیا اور جب لفافہ پر ٹکٹ لگاتے تو ہمیشہ الٹا لگاتے اور کہتے کہ ''میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا'' اور یہ بھی کہتے کہ ''جب اس کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتا تو ان کی عدالت کیسے تسلیم کرلوں'' اس واقعہ سے اس کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد دہلوی مدظلہ فرماتے ہیں:

''حسن اتفاق کہ مقالہ کی تبییض کے دوران علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (اسلام آباد) کے پروفیسر ابرار حسین صاحب کا خط آیا جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

''کل ایک طالب علم نے اعلیٰ حضرت کے خط کا عکس بھیجا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے پتے تحریر کرنے کا انداز بڑا

دلچسپ ہے، اور سیاسی نظریات کی ترجمانی کرتا ہے، پتہ تحریر کرتے ہوئے آپ نے ملکہ کا سر نیچے رکھا ہے یعنی الٹی طرف سے شروع کیا ہے"۔ (گنا ہے بے گناہی ص ۴۵)

ان تمام شواہد سے اس الزام کی پوری تصویر سامنے آجاتی ہے اور فاضل بریلوی بے داغ نظر آتے ہیں۔ مگر فریق مخالف پر یہ بات ثبوت کو پہنچا تا ہے۔

چنانچہ انگریزوں نے سیّد احمد بریلوی کی دعوت کی تھی اور مدد کی تھی۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے انگریزوں کے متعلق یہ اظہار خیال کیا۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں، اور مولوی اشرف علی تھانوی نے یہ فتویٰ دیا: چونکہ قدیم سے مذہب اور قانون جملہ مسیحی لوگوں کا یہ ہے کہ کسی کی ملت و مذہب سے پرخاش اور مخالفت نہیں کرتے اور نہ کسی کی مذہبی آزادی میں دست اندازی کرتے ہیں اور اپنی رعایا کو ہر طرح سے امن وحفاظت میں رکھتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو کہ ہندوستان میں مملوکہ ومقبوضہ اہل مسیح ہے۔ رہنا اور ان کا رعیت بننا درست ہے"۔

(۲) مخزن احمدی ص ۶۷، نقش حیات ج ۲ ص ۱۴/۱۳، حیات طیبہ ص ۲۹۶، اوراق گم گشتہ ص ۳۲۴)

آخر میں صرف ایک شہادت پر اکتفا کرتا ہوں جو تحریک ترک موالات میں امام احمد رضا خاں کے مخالفین میں شمار ہوتے تھے، یعنی سیّد محمد جعفر پھلواری فرماتے ہیں:

"ترک موالات کی تحریک جب تک زوروں پر رہی مجھے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ترک موالاتیوں نے ان کے متعلق مشہور کر رکھا تھا کہ نعوذ باللہ وہ سرکار برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترک موالات کی مخالفت پر مامور ہیں...... دراصل ہر دور میں کسی کو بدنام کرنے کے لیے کوئی چلتا ہوا اصطلاحی لفظ اختیار کرلیا جاتا ہے جس کے تماشے میں اپنی زندگی میں بہت دیکھ چکا ہوں...... اس قسم کی خبریں خواہ ایک فی صد بھی اپنے اندر صداقت نہ رکھتی ہوں لیکن عام لوگ کسی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ کوئی ثبوت طلب کئے بغیر ایمان لے آتے ہیں۔ ایسے مواقع کے لیے یہ محاورہ بنا ہے "کوا کان لے اڑا"۔

"تحریک ترک موالات کے جوش میں تحقیق کا ہوش نہ تھا۔ اس لئے ایسی افواہوں کو غلط سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی لیکن جیسے جیسے شعور آتا گیا، مذہبی تعصب اور تنگ دلی کا رنگ ہلکے سے ہلکا ہوتا گیا"۔ (گنا ہے بے گناہی ص ۱۷)

روحانیات وتصوف

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے تصوف وحکمت اور شریعت وطریقت کے متعلق خواجہ حسن نظامی کے تاثرات بھی بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔موصوف نے یہ تاثر فاضل بریلوی کی زندگی ہی میں پیش کیا تھا۔جو ۱۹۱۵ء میں ہفت روز خطیب (دہلی) میں شائع ہوئے۔تاثرات اس طرح ہیں:

''بریلی کے مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کو ان کے معتقد مجدد مائۃ حاضرہ کہتے ہیں درحقیقت طبقۂ صوفیائے کرام میں بہ اعتبار علمی حیثیت کے منصب مجدد کے مستحق ہیں انہوں نے ان مسائل اختلافی پر معرکہ کی کتابیں لکھی ہیں۔جو سالہا سال سے فرقہ وہابیہ کے زیر تحریر وتقریر تھیں،اور جن کے جوابات گروہ صوفیہ کی طرف سے کافی وشافی نہیں دیئے گئے تھے۔ان کی تصنیفات وتالیفات کی ایک خاص شان اور خاص وضع ہے۔یہ کتابیں بہت زیادہ تعداد میں ہیں۔اور ایسی مدلل ہیں جن کو دیکھ کر لکھنے والے کے تبحر علمی کا جید سے جید مخالف کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور یہ ایک ایسی خصلت ہے جس کی ہم سب کو پیروی کرنی چاہئے۔ان کے مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا کی تحریروں میں سختی بہت ہے اور بہت جلدی دوسروں پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں مگر شاید ان لوگوں نے مولانا اسمٰعیل شہید اور ان کے حواریوں کی دل آزار کتابیں نہیں پڑھیں۔ جن کو سالہا سال صوفیائے کرام برداشت کرتے رہے۔ان کتابوں میں جیسی سخت کلامی برتی گئی ہے۔اس کے مقابلہ میں جہاں تک میرا خیال ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اب تک بہت کم لکھا ہے۔جماعت صوفیا علمی حیثیت سے مولانا موصوف کو اپنا بہادر صف شکن سیف اللہ سمجھتی ہے اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے''۔

(ہفت روزہ خطیب دہلی مؤرخہ ۲۲ مارچ ۱۹۱۵ء ص ۳،۱۷۴،۱۷۴ ص ۱۱،ماخوذ امام احمد رضا نمبر ہفت روز ہجوم ص ۱۰)

اور ڈاکٹر محی الدین الوائی جامعہ ازہر مصر (جو مسلکاً اہلحدیث ہیں) نے فاضل بریلوی کے تصوفانہ زندگی پر اس طرح خراج عقیدت پیش کیا:

''احمد رضا بچپن ہی سے دنیاوی آرائشوں کی طرف ملتفت نہ تھے،لوگوں سے معاملات میں حلم وتواضع بلند اخلاقی سے پیش آتے تھے ۱۲۹۴ء میں آپ قطب زماں حضرت مولانا سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

ہوئے۔ آپ کی علمی سرگرمیوں میں تصوف، اتقاء، پرہیزگاری کے بہترین نمونے ہیں۔ جس کی بناء پر آپ بہت جلد سارے برصغیر میں مشہور ہوگئے اور آپ کے پاس نورو معرفت کے پروانے ہر طرف سے آنے لگے"۔

(انوار رضا ص ۶۷۸۔)

یونہی جناب اعجاز مدنی ایم، اے ڈیپ، ایل بی لپ سائنس برہانی کالج، بمبئی نے ایک طویل مضمون تعلیمات تصوف پر قلم بند کیا جس میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کی تعلیمات اور تصوف پر ان کے فکر انگیز ملفوظات بہت گہرے مطالعہ ومشاہدہ کی دین ہیں اس احتیاط وتوازن کے ساتھ آپ نے کلمات حکمت فرمائے ہیں کہ ذرہ برابر تنقید کی گنجائش نہیں۔ اگر سالک صدق دل سے آپ کی راہ پر سفر اختیار کرے اور بزرگوں سے سچی نسبت پیدا کرے تو اس کی منزل اس دور ابتلا وآزمائش میں بھی کامیابی سے ہمکنار ہوسکتی ہے"۔ (ایضاً ص ۲۴۳)

☆☆☆☆☆

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تصنیفات علوم وفنون کے ساتھ ساتھ فن تصوف ومسائل میں بھی بے شمار ہیں۔ جن کا احاطہ مشکل ہے۔ جو آپ کے ہزار سے زائد کتابوں میں بھرے پڑے ہیں، اور خصوصیت سے یہ کتابیں تصوف وسلوک پر بڑی اہم ہیں۔ مقال العرفاء، ۲۔ کشف حقائق، ۳۔ الیاقوتۃ الواسطہ، ۴۔ انہار الانوار، ۵۔ ازہار الانوار۔ میں یہاں پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فن تصوف سے جو اہم گوشے ہیں وہ حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہٗ کی تازہ ترین تصنیف "امام احمد رضا اور تصوف" سے ہدیۂ ناظرین کررہا ہوں۔

"کہا جاتا ہے کہ بغیر پیر کے فلاح نہیں۔ اور جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے ان دونوں باتوں سے متعلق افریقہ سے حاجی اسماعیل میاں نے سوال کیا اس کا جواب امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جس بسط وتحقیق کے ساتھ لکھا ہے وہ خاص ان ہی کے قلم کا حصہ ہے۔ یہاں اس کا ایک عمدہ خلاصہ رقم کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

ہاں اولیائے کرام کے ارشاد سے دونوں باتیں ثابت ہیں اور عنقریب ہم ان دونوں کو قرآن عظیم سے استنباط کریں گے۔ یہ مقام بہت تفصیل وتوضیح چاہتا ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق، فلاح دو قسم ہے:

اوّل: انجام کار رستگاری اگرچہ معاذ اللہ سبقت عذاب کے ہو۔ یہ عقیدہ اہل سنت میں ہر مسلمان کے لیے لازم اور کسی کی بیعت ومریدی پر موقوف نہیں۔ اس کے واسطے صرف نبی کو مرشد جاننا بس ہے۔ بلکہ ابتدائے اسلام میں کسی دور دراز پہاڑ یا گمنام ٹاپو کے رہنے والے غافل، جن کو نبوت کی خبر ہی نہ پہنچی اور دنیا سے صرف توحید پر گئے بالآخر ان کے لیے بھی فلاح ثابت۔

دو: کامل رستگاری، وبے عذاب دخول جنت ہو۔ اس کے دو پہلو ہیں، اوّل، وقوع، یہ مذہب اہلسنت میں محض مشیت الٰہی

پر ہے جسے چاہے ایسی فلاح عطا فرمائے، اگر چہ لاکھوں کبائر کا مرتکب ہو، اور چاہے تو ایک گناہ صغیرہ پر گرفت کرے اگر چہ لاکھوں حسنات رکھتا ہو (اگر چہ وہ ایسا کرے گا نہیں۔ بقولہ تعالیٰ: ویجزی الذین احسنوا بالحسنیٰ الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربك واسع المغفرة) یہ عدل ہے اور وہ فضل یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء۔

دوم: امید یعنی انسان کے اعمال، افعال، اقوال، احوال ایسے ہونا کہ اگر انہیں پر خاتمہ ہو تو کرم الٰہی سے امید واثق ہو کہ بلا عذاب جنت کو جائے۔ یہی وہ فلاح ہے جس کی تلاش کا حکم ہے۔

یہ پھر دو قسم ہے۔ اوّل فلاح ظاہر، حاشا، اس سے وہ مراد نہیں کہ نرے ظاہر داروں کو مطلوب، جن کی نظر صرف اعمال جوارح پر مقصود، ظاہر احکام شرع سے آراستہ اور معاصی سے منزہ کر لیا اور متقی و مفلح بن گئے۔ اگر چہ باطن ریا، عجب، حسد، کینہ، تکبر، حب مدح، حب جاہ، محبت دنیا، حب شہرت، تعظیم امراء، تحقیر مساکین، اتباع شہوات، مداہنت، کفران نعم، حرص، بخل، طول امل، سوئے ظن، عناد حق، اصرار باطل، مکر، عذر، خیانت، غفلت، قسوت، طمع، تملق، اعتماد خلق، نسیان خالق، نسیان موت، جرأت علی اللہ، نفاق، اتباع شیطان، بندگی نفس، رغبت بطالت، کراہت عمل، قلت خشیت، جزع، عدم خشوع، غضب للنفس، تساہل فی اللہ وغیرہا مہلکات آفات سے گندہ ہو رہا ہو۔

بلکہ فلاح ظاہر یہ ہے کہ دل وبدن دونوں میں جتنے احکام الٰہیہ ہیں سب بجا لائے، نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے، نہ کسی صغیرہ پر مصر رہے، نفس کے خصائل ذمیمہ اگر دفع نہ ہوں تو معطل رہیں ان پر کار بند نہ ہو۔ مثلاً دل میں بخل ہے تو نفس پر جبر کر کے ہاتھ کشادہ رکھے۔ حسد ہے تو محسود کی برائی نہ چاہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس کہ یہ جہاد اکبر ہے، اور اس کے بعد بھی مواخذہ نہیں بلکہ اجر عظیم ہے۔

یہ فلاح تقویٰ ہے۔ آدمی اس سے سچا متقی ہو جاتا ہے۔ ہم نے فلاح ظاہر بایں معنی کہا: اس میں جو کچھ کرنا، نہ کرنا ہے اس کے احکام ظاہر وواضح ہو چکے ہیں۔ قدتبین الرشد من الغیّ

دوم: فلاح باطنی، کہ قلب وقالب رذائل سے متخلی اور فضائل سے متجلی کر کے بقایائے شرک خفی دل سے دور کئے جائیں یہاں تک کہ لامقصود الا اللہ، پھر لامشہود الا اللہ، پھر لاموجود الا اللہ متجلی ہو۔ یعنی اولاً ارادہ غیر سے خالی ہو۔ پھر غیر نظر سے معدوم۔ پھر حق حقیقت جلوہ فرمائے کہ وجود اس کے لیے ہے۔ باقی سب ظلال و پرتو۔ یہ منتہائے فلاح' وفلاح احسان ہے۔ فلاح تقویٰ میں تو عذاب سے دوری اور جنت کا چین تھا اور فلاح احسان اس سے اعظم ہے کہ عذاب کا کیا ذکر کسی قسم کا اندیشہ و غم بھی ان کے پاس نہیں آتا۔ الاان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

بہر حال اس فلاح کے لیے (جس میں نجات بے عذاب کی امید پہلے ہی سے پیدا ہو) ضرور پیر و مرشد کی حاجت ہے چاہے قسم اول کی ہو، یا دوم کی (یعنی فلاح ظاہر وفلاح تقویٰ ہو یا فلاح باطن وفلاح احسان ہو)۔

اقول: اب مرشد بھی دو قسم پر ہیں:

اوّل عام: کہ کلام اللہ وکلام الرسول وکلام آئمۃ شریعت وطریقت وکلام علمائے دین، اہل رشد وہدایت ہے۔ اسی سلسلۂ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی، کلام علماء علما کا رہنما، کلام ائمۃ ائمہ کا مرشد، کلام رسول، رسول کا پیشوا، کلام اللہ جل وعلا صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم۔

فلاح ظاہر ہو خواہ فلاح باطن اسے اس مرشد سے چارہ نہیں جو اس سے جدا ہے بلاشبہ کافر ہے یا گمراہ، اور اس کی عبادت برباد وتباہ۔

دوم: خاص کہ بندہ کسی عالم سنی صحیح العقیدہ، صحیح الاعمال، جامع شرائط بیعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے۔ یہ مرشد خاص جسے پیرو شیخ کہتے ہیں پھر دو قسم پر ہے:

اوّل: شیخ اتصال: یعنی جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ حضور پرنور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو جائے اس کے لیے چار شرطیں ہیں:

۱۔ شیخ کا سلسلہ بہ اتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا ہو۔ بیچ میں قطع نہ ہو کہ منقطع ذریعہ سے اتصال ناممکن۔

(۱)۔ بعض لوگ بلا بیعت، محض بزعم وراثت، اپنے باپ دادا کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں یا (۲) بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی، بلا اذن مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

یا (۳) سلسلہ ہی وہ کہ قطع کر دیا گیا۔ اس میں فیض نہ رکھا گیا، لوگ براہ ہوس اس میں اذن وخلافت دیتے چلے آتے ہیں یا (۴) سلسلہ فی نفسہ صحیح تھا، مگر بیچ میں کوئی ایسا شخص واقع ہوا جو بوجہ انتفائے بعض شرائط، قابل بیعت تھا، اس سے جو شاخ چلی وہ بیچ میں منقطع ہے۔

ان صورتوں میں اس بیعت سے ہرگز اتصال حاصل نہ ہوگا۔ بیل سے دودھ، یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی مَت جُدا ہے۔

۲۔ شیخ سنی صحیح العقیدہ ہو۔ بدمذہب گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک آج کل بہت بددینوں بلکہ بے دینوں، حتی کہ وہابیہ نے کہ سرے سے منکر ودشمن اولیاء ہیں۔ بدکاری کے لیے پیری مریدی کا جال پھیلا رکھا ہے۔ ہوشیار خبردار، احتیاط، احتیاط۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہ ہر دستے نباید داد دست

۳۔ عالم ہو، اقول: علم فقہ اسی کی اپنی ضرورت کے قابل۔ کافی اور لازم کہ عقائد اہلسنت سے پورا واقف ہو، کفرو اسلام، ضلالت وہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو۔ ورنہ آج بدمذہب نہیں کل ہو جائے گا:

فمن لم یعرف الشر فیو مایقع فیہ

صدہا کلمات وحرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے، اور جاہل براہ جہالت اس میں پڑ جاتے ہیں اول تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان سے قول یا فعل کفر صادر ہوا، اور بے اطلاع تو بہ ناممکن، تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے، اور اگر کوئی خبر دے تو ایک سلیم الطبع جاہل ڈر بھی جائے تو یہ بھی کرے مگر وہ جو سجادۂ مشیخت پر ہادی ومرشد بنے بیٹھے ہیں۔ ان کی عظمت جو خود ان کے قلوب میں ہے کب قبول کرنے دے۔ **واذاقیل له اتق الله اخذته العزة بالاثم۔**

اور اگر ایسے ہی حق پرست ہوئے اور مانا تو کتنا؟ اتنا کہ آپ توبہ کرلیں گے، قول وفعل کفر سے جو بیعت فسخ ہوگئی اب کس کے ہاتھ پر بیعت کریں اور شجرہ اس جدید شیخ کے نام سے دیں۔ اگرچہ شیخ اول ہی کا خلیفہ ہو۔ یہ ان کا نفس کیونکر گوارا کرے۔ نہ اس پر راضی ہوں گے کہ آج سے سلسلہ بند کریں، مرید کرنا چھوڑ دیں۔ لاجرم، وہی سلسلہ کہ ٹوٹ چکا جاری رکھیں گے۔ لہٰذا عالم عقائد ہونا لازم۔

۴۔ فاسق معلن نہ ہو، اقول: اس شرط پر حصول اتصال کا توقف نہیں کہ مجرد فسق باعث فسخ نہیں۔ مگر پیر کی تعظیم لازم ہے اور فاسق کی توہین واجب۔ دونوں کا اجتماع باطل۔

دوم: شیخ ایصال: کہ شرائط مذکورہ کے ساتھ مفاسد نفس، ومصائد شیطان، معائد ہوا، سے آگاہ ہو۔ دوسرے کی تربیت جانتا ہو، اور اپنے متوسل پر شفقت تامہ رکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر اسے مطلع کرے، ان کا علاج بتائے، جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں حل فرمائے۔ نہ محض سالک ہو نہ نرا مجذوب۔ عوارف شریف میں فرمایا: یہ دونوں قابل پیروی نہیں۔ اقول: اس لئے کہ اول خود ہنوز راہ میں ہے اور دوسرا طریق تربیت سے غافل۔

بلکہ مجذوب سالک ہو یا سالک مجذوب، اور اوّل اولیٰ ہے۔ اقول: اس لئے کہ وہ مراد ہے اور یہ مرید۔ پھر بیعت بھی دو قسم ہے۔ اوّل بیعت برکت کہ صرف تبرک کے لیے داخل سلسلہ ہو جانا۔ آج کل عام بیعتیں یہی ہیں۔ وہ بھی نیک نیتوں کی، ورنہ بہتوں کی بیعت دنیاوی اغراض فاسدہ کے لیے ہوتی ہے۔ وہ خارج از بحث ہیں۔

اس بیعت کے لیے شیخ اتصال کہ شرائط اربع کا جامع ہو بس ہے۔ اقول: بے کار یہ بھی نہیں۔ مفید اور بہت مفید، اور دنیا و آخرت میں بکار آمد ہے۔ محبوب خدا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھ جانا، ان سے سلسلہ متصل ہو جانا فی نفسہ سعادت ہے۔

اولا: ان خاص خاص غلاموں، سالکان راہ سے اس امر میں مشابہت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **من تشبه بقوم فهو منهم**۔ جو جس قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

ثانیا: ان غلامانِ خاص کے ساتھ ایک سلک میں منسلک ہونا:

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس ست

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان کا رب عزوجل فرماتا ہے: **هم القوم لايشقى بهم جليسهم** ۔ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔

ثالثاً: محبوبان خدا آیۂ رحمت ہیں وہ اپنا نام لینے والے کو اپنا کر لیتے ہیں اور اس پر نظر رحمت رکھتے ہیں۔ بہجۃ الاسرار شریف میں ہے:

''سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی: اگر کوئی شخص حضور کا نام لیوا ہو، اور اس نے نہ حضور کے دست مبارک پر بیعت کی ہو نہ حضور کا خرقہ پہنا ہو کیا وہ حضور کے مریدوں میں شمار ہوگا؟ فرمایا: جو اپنے آپ کو میری طرف نسبت کرے اور اپنا نام میرے دفتر میں شامل کرے اللہ اسے قبول فرمائے گا اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راہ پر ہو تو اسے توبہ دے گا اور وہ میرے مریدوں کے زمرے میں ہے'' ۔الخ

دوم: بیعت ارادت: کہ اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے آپ کو شیخ مرشد، ہادی برحق، واصل بحق کے ہاتھوں میں بالکل سپرد کر دے۔ اسے مطلقاً اپنا حاکم و مالک ومتصرف جانے، اس کے چلانے پر راہ سلوک چلے، کوئی قدم بے اس مرضی کے نہ رکھے۔ اس کے لیے اس کے بعض احکام، یا اپنی ذات میں خود اس کے کچھ کام، اگر اس کے نزدیک صحیح نہ معلوم ہوں انہیں افعال خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثل سمجھے، اپنی عقل کا تصور جانے، اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے۔ اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے، غرض اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے۔

یہ بیعت سالکین ہے اور یہی مقصود مشائخ مرشدین ہے۔ یہی اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے اور یہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے لی ہے۔ جیسے سیّدنا عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السمع والطاعۃ فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وان لاننازع الا مراھلہ

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہر آسانی ودشواری۔ ہر خوشی وناگواری میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چون وچرا نہ کریں گے''۔

جب یہ اقسام معلوم ہوئے اب حکم مسئلہ کی طرف چلئے۔ مطلق فلاح کے لیے مرشد عام کی قطعاً ضرورت ہے۔ فلاح تقویٰ ہو یا فلاح احسان، اس مرشد سے جدا ہو کر ہرگز نہیں مل سکتی اگرچہ مرشد خاص رکھتا بلکہ خود مرشد خاص بنتا ہو۔

اقول: پھر اس سے جدائی دو طرح ہے، اوّل صرف عمل ہے۔ جیسے کسی کبیرہ کا مرتکب، یا صغیرہ پر مصر، اور اس سے بدتر ہے وہ جاہل کہ علما کی طرف رجوع ہی نہ لائے، اور اس سے بدتر وہ کہ باوجود جہل، ذی رائے بنے، احکام علماء میں اپنی رائے کو دخل دے، یا حکم کے خلاف اپنے یہاں کے باطل رواج پر اڑے، اور اسے حدیث وفقہ سے بتادیا جائے کہ یہ رواج بے اصل ہے جب بھی اس کو حق کہے۔

بہرحال یہ لوگ فلاح پر نہیں، اور بعض، بعض سے زائد ہلاکت میں ہیں۔ مگر صرف ترک عمل کے سبب سے نہ بے پیرا ہو۔ نہ اس کا پیر شیطان، جب کہ اولیاء وعلمائے دین کا سچے دل سے معتقد ہو، اگرچہ شامت نفس نافرمانی پر لائے کہ بیعت برکت

سے خالی نہیں کہ ایمان واعتقاد تو ہے۔ تو گنہگار سُنی اگر کسی پیر جامع اربعہ کا مرید ہے فبہا، ورنہ بوجہ حسن اعتقاد، مرشد عام کے نسبتوں میں ہے۔ اگر چہ نافرمانی کے باعث فلاح پر نہیں۔

دوم: منکر ہو کر جدائی، مثلاً (۱) وہ ابلیسی مسخرے کہ علمائے دین پر ہنستے اور ان کے احکام کو لغو سمجھتے ہیں۔ انہیں میں ہیں جو جھوٹے مدعیان فقر جو کہتے ہیں کہ عالموں، فقیروں کی سدا سے ہوتی آئی ہے۔ یہاں تک کہ بعض خبیثوں، صاحب سجادہ بلکہ قطب وقت بننے والوں کو یہ لفظ کہتے سنے گئے کہ عالم کون ہے؟ سب پنڈت ہیں۔ عالم تو وہ ہو جو انبیائے بنی اسرائیل کے معجزے دکھائے۔

۲۔ وہ دہریے ملحد فقیر وولی بننے والے کہ کہتے ہیں: شریعت راستہ ہے، ہم تو پہنچ گئے ہیں۔ راستے سے کیا کام۔ ان خبیثوں کا رد ہمارے رسالہ ''مقال عرفا باعزاز شرع وعلما میں ہے۔

۳۔ وہ جاہل اجہل، یا ضالی اضل کہ بے پڑھے، یا چند کتابیں پڑھ کر بزعم خود عالم بن کر ائمہ سے بے نیاز ہو بیٹھے۔ جیسا قرآن وحدیث امام ابوحنیفہ شافعی سمجھتے تھے اپنے زعم میں یہ بھی سمجھتے ہیں بلکہ ان سے بھی بہتر کہ انہوں نے قرآن وحدیث کے خلاف حکم دیئے یہ ان کی غلطیاں نکال رہے ہیں۔ یہ گمراہ بددین غیر مقلدین ہوئے۔

۴۔ اس سے بدتر وہابیت کی اصل علت کہ تفویت الایمان پر سر منڈا بیٹھے۔ اس کے مقابل قرآن وحدیث پس پشت پھینک دیئے۔ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم تک اس ناپاک کتاب کے طور پر معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اور یہ اللہ ورسول کے پیٹھ دے کر اس کے مسائل پر ایمان لائیں۔

۵۔ ان سے بدتر ان میں کے دیوبندی ہیں کہ انہوں نے گنگوہی ونانوتوی وتھانوی اپنے احبار ورہبان کے کفر کو اسلام بنانے کے لیے اللہ رسول کو سخت سے سخت گالیاں قبول کیں۔

۶۔ قادیانی، ۷۔ نیچیری، ۸۔ چکڑالوی، ۹۔ روافض، ۱۰۔ خوارج، ۱۱۔ نواصب، ۱۲۔ معتزلہ وغیرہم۔

بالجملہ، جملہ مرتدین یا ضالین معاندین دین کہ سب مرشد عام کے مخالف ومنکر ہیں یہ اشد ہالک ہیں، اور ان سب کا پیر یقیناً شیطان۔ اگر چہ بظاہر کسی کی بیعت کا نام لیں بلکہ خود پیر وولی وقطب بنیں۔

فلاح تقویٰ، اقول: اس کے لیے مرشد خاص کی ضرورت بایں معنی نہیں کہ بے اس کے یہ فلاح مل ہی نہ سکے جیسا کہ اوپر گزرا۔ فلاح ظاہر ہے اس کے احکام واضح ہیں۔ آدمی اپنے علم سے یا علما سے پوچھ پوچھ کر متقی بن سکتا ہے۔ اعمال قلب میں اگر چہ بعض دقائق ہیں مگر محدود اور کتب ائمہ مثل امام ابو طالب مکی وامام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہما میں مشروح تو بے بیعت خاص بھی اس کی راہ کشادہ، اس کا دروازہ مفتوح۔

یہ جب کہ اسی قدر پر اقتصار کرے تو ہم اوپر بیان کر آئے کہ غیر متقی سنی بھی بے پیرا نہیں۔ متقی کیوں کر بے پیرا، یا معاذ اللہ مرید شیطان ہو سکتا ہے۔ اگر چہ کسی خاص کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو کہ یہ جس راہ میں ہے اس میں مرشد عام کے سوا مرشد خاص

کی ضرورت ہی نہیں تو جتنا پیرا سے درکار ہے حاصل ہے۔

تو اولیاء کا قول دوم کہ جس کے لیے شیخ نہیں، اس سے متعلق نہیں ہوسکتا ہے، اور قول اوّل کہ بے پیرا فلاح نہیں پاتا، تو بداہتہ اُس پر صادق نہیں، فلاح تقویٰ بلاشبہ فلاح ہے۔ اگرچہ فلاح احسان اس سے اعظم واجل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

ان تجتنبوا کبائر ماتنهون عنه نکفر عنکم سیاتکم وندخلکم مدخلا کریما

''اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچے تو ہم تمہاری برائیاں مٹادیں گے اور تمہیں عزت والے مکان میں داخل فرمائیں گے''۔

یہ بلاشبہ فوز عظیم ہے۔ اقول: بات یہ ہے کہ تقویٰ عموماً ہر مسلمان پر فرض عین ہے، اور وہ اس فلاح یعنی عذاب سے رستگاری کے لیے بفضل الٰہی، حسب وعدہ صادقہ کافی ووافی۔ احسان: یعنی سلوک راہ ولایت، اعلیٰ درجے کا مطلوب ومحبوب ہے۔ مگر اس کی طرح فرض نہیں ورنہ اولیاء کے سوا کہ ہر دور میں صرف ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوتے ہیں۔ باقی کروڑہا کروڑ مسلمان، ہزارہا علماء وصلحا سب معاذ اللہ تارک فرض وفساق ہوں اولیا نے بھی کبھی اس راہ کی عام دعوت نہ دی، کروڑوں میں سے معدودے چند کو اس پر چلایا، اور اس کے طالبوں میں سے بھی جسے اس بار کے قابل نہ پایا، واپس فرمایا۔ فرض سے واپس کرنا کیوں کر ممکن تھا۔

''عوارف شریف میں ہے: خرقہ تبرک ہر ایک کو دیا جاسکتا ہے اور خرقہ ارادت اسی کو دیا جائے گا جو اس کا اہل ہو۔ نااہل سے اس راہ کے شرائط کا مطالبہ نہ کریں گے۔ صرف اتنا کہیں گے کہ شریعت کا پابند رہ اور اولیاء کی صحبت اختیار کر کہ شاید اس کی برکت اسے خرقہ ارادت کا اہل کردے''۔

تو ظاہر ہوا کہ اس کا ترک منافی فلاح نہیں نہ کہ معاذ اللہ مرید شیطان کرے۔ اکابر علماء وائمہ میں ہزارہا گزرے جن سے یہ بیعت خاص ثابت نہیں۔ یا کی تو آخر عمر میں، بعد حصول مرتبہ امامت، اور وہ بھی بیعت برکت، جیسے امام ابن حجر عسقلانی نے سیدی مدین قدس سرہٗ کے دست مبارک پر۔

اقول: ہاں جو اس کا ترک بوجہ انکار کرے، اسے باطل ولغو جانے وہ ضرور گمراہ بے فلاح ومرید شیطان ہے جبکہ انکار مطلق ہو، اور اپنے اگر عصر ومصر میں کسی کو بیعت کے لیے کافی نہ جانے تو اس کا حکم اختلاف منشا سے مختلف ہوگا۔ اگر یہ اپنے تکبر کے باعث ہے تو الیس فی جهنم مثوی للمتکبرین۔ کیا جہنم میں متکبروں کا ٹھکانا نہیں، اور اگر بلاوجہ شرعی بدگمانی کے باعث سب کو اہل جانے تو یہ بھی کبیرہ ہے، اور مرتکب کبیرہ مفلح نہیں، اور اگر ان میں وہ باتیں ہیں کہ اشتباہ میں ڈالتی ہیں اور یہ بہ نظر احتیاط بچتا ہے تو الزام نہیں۔ ان من الحزم سوء الظن، دع مایریبک الی مالا یریبک۔

فلاح احسان کے لیے بے شک مرشد خاص کی حاجت ہے اور وہ بھی شیخ ایصال کی، شیخ اتصال اس کے لیے کافی نہیں اور اس کے ہاتھ پر بھی بیعت برکت یہاں بس نہیں۔

اس راہ میں شدید باریکیاں وہ سخت تاریکیاں ہیں کہ جب تک کامل مکمل اس راہ کے جملہ نشیب وافراز سے آگاہ و ماہر حل نہ کرے حل نہ ہوں گے۔ نہ کتب سلوک کا مطالعہ کام دے گا، بلکہ یہ دقائق، تقویٰ کی طرح محدود ونہیں جن کا ضبط کتاب کر سکے۔

اور وہ پرانا دشمن، مکار پرفن ابلیس لعین ہر وقت ساتھ ہے۔ اگر بتانے والا، آنکھیں کھولنے والا، ہاتھ پکڑنے والا، مدد فرمانے والا ساتھ نہ ہو تو خدا جانے کس کھوہ میں گرائے۔ کس گھاٹی میں ہلاک کرے۔ ممکن کہ سلوک تو درکنار معاذ اللہ ایمان تک ہاتھ سے جائے۔

مرشد عام میں سب کچھ ہے۔ **ما فرطنا فی الکتاب من شیء**۔ ''ہم نے کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی''۔ مگر احکام ظاہر عام لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ جس کے سبب عوام کو علماء، علما کو ائمہ، ائمہ کو رسول کی طرف رجوع فرض ہوئی کہ۔ **فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون** ۔ ''ذکر والوں سے پوچھو! اگر تم نہیں جانتے''۔ یہی حکم یہاں بھی ہے اور یہاں اھل الذکر وہ مرشد خاص بہ اوصاف مذکورہ ہے۔

تو جو اس راہ میں قدم رکھے اور (۱) کسی کو پیر نہ بنائے، (۲) کسی مبتدع، (۳) کسی جاہل کا مرید ہو، جو پیر اتصال بھی نہیں، (۴) ایسے کا مرید ہو جو صرف پیر اتصال ہے، قابل ایصال نہیں، اور اس کے بھروسے پر یہ راہ طے کرنا چاہے (۵) شیخ ایصال ہی کا مرید ہو مگر خود رائی برتے، اس کے احکام پر نہ چلے، تو یہ شخص اس فلاح کو نہ پہنچے گا، اور اس راہ میں ضرور اس کا پیر شیطان ہوگا جس سے دور نہیں کہ اسے اصل فلاح بلکہ نفس ایمان سے دور کردے۔ **والعیاذ باللہ رب العالمین** ۔

اقول: بلکہ اس کا نہ ہونا ہی تعجب ہے یہ نہ سمجھو کہ غلطی پڑے گی تو اسی قدر کہ اس راہ میں بھکے گا، یہ فرض نہ تھی کہ اس کینہ پانے سے اصل فلاح نہ رہے۔ نہیں نہیں، عدو لعین تو دشمن ایمان ہے، وقت موقع کا منتظر ہے۔ وہ کرشمے کر دکھاتا ہے جن سے عقائد ایمانی پر حرف آتا ہے۔ آدمی ایک بات سنے ہوئے ہے اور اب آنکھوں سے اس کے خلاف دیکھے تو کس قدر مشکل ہے کہ اپنے مشاہدے کو غلط جانے اور اسی اعتقاد پر جما رہے۔ حالانکہ **لیس الخبر کالمعاینہ** ۔ ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ''۔ پیر کامل کو چاہئے کہ ان شبہات کا کشف کرے۔

ثم اقول: غالب یہی ہے کہ بے پیر اس راہ کا چلنے والا ان آفتوں میں گرفتار ہو جاتا ہے، اور گرگ شیطان اسے بے راعی کی بھیڑ پا کر نوالہ کر لیتا ہے۔ اگرچہ ممکن ہے کہ لاکھوں میں ایک ایسا ہو جسے جذب ربانی کفایت و کفالت کرے، اور بے توسط پیر اسے مکائد نفس و شیطان سے بچا کر نکال لے جائے۔ اس کے لیے مرشد عام، مرشد خاص کا کام دے گا۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مرشد خاص ہوں گے کہ بے توسط نبی کوئی وصول ممکن نہیں۔ مگر یہ ہے تو نہایت نادر ہے، اور نادر کے لیے حکم نہیں ہوتا۔

ثم اقول: بے مرشد خاص اس راہ میں قدم رکھنے والوں میں بڑا خوش نصیب وہ ہے کہ ریاضتیں، چلے، مجاہدے کرے اور

اس پر اصلاً فتح یاب نہ ہو، راہ میں نہ کھلے جس کی دشواریاں پیش آئیں۔ یہ اپنی فلاح تقویٰ پر قائم رہے گا۔ دو شرط ہے ایک یہ کہ اس کا مجاہدہ اسے عجب نہ دلائے، اپنے آپ کو اوروں سے اچھا نہ سمجھنے لگے، ورنہ فلاح تقویٰ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ دوسرے یہ کہ عظیم محنتوں کے بعد محرومی کی تنگ دلی اسے کسی عظیم امر میں نہ ڈال دے کہ کوئی کلمہ سخت کہہ بیٹھے، یا دل سے منکر ہو جائے کہ اس وقت فلاح درکنار اس کا پیر شیطان ہو جائے گا۔

....

اور اگر اپنی تقصیر سمجھا اور تذلل وانکسار پر قائم رہا تو اس حکم سے مستثنیٰ رہے گا یوں کہ جب راہ نہ کھلی تو راہ چلا ہی نہیں اور اس کے مثل ہوا جو فلاح تقویٰ پر مقتصر رہا۔

اقول: قرآن کریم کے لطائف نامتناہی ہیں۔ اس بیان سے آیہ کریمہ:

یاایھا الذین امنو اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة وجاھدوا فی سبیله لعلکم تفلحون کے مبارک جملوں کا حسن ترتیب واضح ہوا۔ یہ فلاح احسان کی طرف دعوت ہے۔ اس کے لیے تقویٰ شرط ہے تو اولاً اس کا حکم فرمایا۔

اتقو الله ۔اب کہ تقویٰ پر قائم ہو کر راہ احسان میں قدم رکھنا چاہتا ہے، اور یہ عادۃً بے وسیلۂ شیخ ناممکن ہے۔ لہٰذا دوسرے مرتبہ میں قبل سلوک تلاش پیر کو مقدم فرمایا: **وابتغوا الیه الوسیلة** ۔اس لئے کہ **الرفیق ثم الطریق**۔ اب کے سامان مہیا ہولیا، اصل مقصود کا حکم دیا کہ **وجاھدوا فی سبیله** اس کی راہ میں مجاہدہ کرو۔ **لعلکم تفلحون**۔ تاکہ فلاح احسان پاؤ۔

ثم اقول: یہاں سے ظاہر ہوا کہ اس راہ میں فلاح، وسیلہ پر موقوف، کہ اسے اس پر مرتب فرمایا، تو ثابت ہوا کہ ''یہاں بے پیرا فلاح نہ پائے'' اور جب فلاح نہ پائے گا، خاسر ہوگا تو حزب اللہ سے نہ ہوا حزب الشیطان سے ہوگا کہ رب عزوجل فرمایا ہے:

الاان حزب الشیطان ھم الخاسرون ۔''سنتا ہے! شیطان ہی کا گروہ خاسر ہے''۔ **الا ان حزب الله ھم المفلحون**، ''سنتا ہے! اللہ ہی کا گروہ فلاح والا ہے''۔ تو دوسرا جملہ بھی ثابت ہوا کہ بے پیرے کا پیر شیطان ہے، جس کا بیان ابھی گزرا۔ **نسئال الله العفو والعافیة**۔ (فتاویٰ افریقہ سوال ۸۳، ۸۴، ماخوذ امام احمد رضا اور تصوف ص ۱۰۷، ۱۱۹)

وصال کے ایمان افروز واقعات

ملفوظ وصایا، پیارے بھائیو! **لاادری مابقائی فیکم**۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہروں، تین ہی وقت ہوتے ہیں، بچپن، جوانی، بڑھاپا بچپن گیا جوانی آئی، جوانی گئی بڑھاپا آیا۔ اب کون سا وقت آنے والا ہے، جس کا انتظار کیا جائے۔ اب موت ہی باقی ہے، اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں، میں ہوں اور میں آپ لوگوں کو سناتا رہوں مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں۔

اس وقت میں دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو اللہ اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کی دوسری

خود میری۔

(۱) تم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہاری چاروں طرف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکادیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکرالوی ہوئے۔ غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور اب سب سے نئے گاندھوی ہوئے۔ جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔ یہ سب بھیڑیے ہیں۔ تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان کے حملوں سے ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے۔ حضور سے صحابہ روشن ہوئے۔ ان سے تابعین روشن ہوئے انسے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں۔ یہ نور ہم سے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ ورسول کی سچی محبت ان کی تعظیم اوران کے دوستوں کی خدمت اوران کی تکریم اوران کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو۔ فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کی بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخی دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں نے پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتایا ہے اور اس وقت پھر یہی غرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندے کو کھڑا کردے گا مگر نہیں معلوم میرے بعد آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے۔ اس لئے ان باتوں کو خوب سن لو حجۃ اللہ قائم ہوچکی۔ اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا۔ جس نے اسے سنا اور مانا قیامت کے دن اس کے لیے نور ونجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لیے ظلمت وہلاک۔ یہ تو خدا رسول کی وصیت ہے جو یہاں موجود ہیں سنیں اور مانیں اور جو یہاں موجود نہیں تو حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کریں۔

اور دوسری میری وصیت ہے:

آپ حضرات نے مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دی۔ میرے کام آپ لوگوں نے خود کئے۔ مجھے نہ کرنے دیئے، اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزائے خیر دے مجھے آپ سب صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے۔ میں نے تمام اہلسنّت سے اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف کے معاف کردیئے ہیں۔ آپ لوگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگزاشت ہوئی ہے وہ سب معاف کردیں اور حاضرین پر فرض ہے کہ جو حضرات یہاں موجود نہیں ان سے میری معافی کرالیں''۔

(ایمان افروز وصایا ص ۲۱، ۲۲)

ان مبارک وصایا نے مجمع پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ لوگ دھاڑیں مار مار کر روئے۔

وصال شریف سے دو روز قبل چہار شنبہ کو بڑی شدت سے لرزہ ہوا۔ جناب بھائی حکیم حسین رضا خاں صاحب کو نبض دکھائی۔ بھائی صاحب قبلہ کو نبض نہ ملی۔ دریافت فرمایا نبض کی کیا حالت ہے؟ انہوں نے گھبراہٹ اور پریشانی میں عرض کیا: ضعف کے سبب سے نہیں ملی۔ اس پر دریافت فرمایا: آج کیا دن ہے؟

لوگوں نے عرض کیا: چہار شنبہ ہے ارشاد فرمایا: جمعہ پرسوں ہے۔ یہ فرما کر دیر تک حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتے رہے۔ شب پنجشنبہ میں اہل بیت نے چاہا کہ جاگیں۔ شاید کوئی ضرورت ہو۔ منع فرمایا۔ انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو ارشاد فرمایا: انشاء اللہ یہ رات وہ رات نہیں ہے جو تمہارا خیال ہے تم سب سو رہو۔

وصال کے روز ارشاد فرمایا: پچھلے جمعہ میں کرسی پر جانا ہوا، آج چارپائی پر جانا ہوگا۔ پھر فرمایا: میری وجہ سے نماز جمعہ میں تاخیر نہ کرنا۔

عالی جناب چودھری عبدالمجید خاں صاحب رئیس سہادر مصنف کنز الآخرۃ (جو اعلیٰ حضرات قبلہ کے عقیدت کیش مخلص ہیں) وصال شریف سے کچھ قبل ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا: حکیم عابد علی صاحب کوثر سیتاپور کے ایک پرانے طبیب ہیں۔ صحیح العقیدہ سنی اور فقیر دوست ہیں۔ میرے خیال سے انہیں بلا لیا جائے۔ ارشاد فرمایا: انسان آخری وقت تک تدبیر نہیں چھوڑتا اور یہ نہیں سمجھتا کہ اب تدبیر کا وقت نہیں رہا۔

جمعہ کے روز کچھ تناول نہ فرمایا۔ بھائی حکیم حسین رضا خاں صاحب حاضر خدمت تھے، اعلیٰ حضرت قبلہ کو خشک ڈکار آئی، ارشاد فرمایا:

خیال رہے معدہ خالی ہے ڈکار خشک آئی ہے

احتیاطاً وصال سے کچھ قبل چوکی پر تشریف لے گئے۔ جمعہ کے روز صبح سے سفر آخرت کی تیاریاں ہوتی رہیں۔ جائیداد کے متعلق وقف نامہ کی تکمیل فرمائی۔ جائیداد کی چوتھائی آمد مصرف خیر میں رکھی۔ باقی اپنے ورثاء پر بہ حصص شرعی وقف علی الاولاد فرمائی۔ پھر وصیت نامہ مرتب فرمایا۔ (ایمان افروز وصایا ص ۲۴/۲۵)

شہید محبت کا سفر آخرت

آپ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ جمعہ مبارکہ کو وصال سے دو گھنٹہ سترہ منٹ پیشتر تجہیز و تکفین وغیرہ سے متعلق ضروری وصایا جو چودہ اہم باتوں پر مشتمل ہے، قلمبند کرائے عین اذان جمعہ میں ادھر حی الفلاح کی پکار سنی ادھر روح پرفتوح نے داعی الی اللہ کو لبیک کہا۔ فاضل جلیل حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب جنہوں نے اس الوداعی سفر کا روح پرور نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ تحریر فرماتے ہیں کہ فاضل بریلوی نے:

وصیت نامہ تحریر کرایا، وصال شریف تک کے تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد فرمائے۔ جب دو بجنے میں ۴ منٹ باقی تھے، وقت پوچھا عرض کیا گیا، فرمایا گھڑی کھلی ہوئی سامنے رکھ دو۔ یکایک ارشاد فرمایا: تصاویر ہٹا دو، یہاں تصاویر کا کیا

کام؟ یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا: یہی کارڈ، لفافہ، روپیہ، پیسہ، پھر ذرا وقفہ سے برادر معظم حضرت مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب سے ارشاد فرمایا:

وضو کراؤ، قرآن عظیم لاؤ، ابھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ برادرم مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب سلمہ سے پھر ارشاد ہوا: اب بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ یٰسین شریف اور سورۂ رعد شریف تلاوت کرو اب عمر شریف سے چند منٹ رہ گئے ہیں۔ حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں ایسے حضور قلب اور تیقظ سے سنیں کہ جس آیت میں اشتباہ ہوا یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقت زبانی سے زیر، زبر میں اس وقت فرق ہوا۔ خود تلاوت فرما کر بتادی۔ سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے تمام وکمال، بلکہ معمول شریف سے زائد پڑھیں، پھر کلمہ طیبہ پورا پڑھا جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینہ پر دم آیا ادھر ہونٹوں کی حرکت وذکر پاس انفاس کا ختم ہونا تھا کہ چہرۂ مبارک پر ایک لمحہ نور کا چمکا جس میں جنبش تھی جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے اس کے غائب ہوتے ہی وہ جان نور جسم اطہر حضور سے پرواز کرگئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

خود اسی زمانہ میں ارشاد فرمایا تھا: جنہیں ایک جھلک دکھادیتے ہیں۔ وہ شوق دیدار میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا۔ (ایضاً ص ۲۹/۳۰)

آخری تحریر

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ روز جمعہ مبارک ۱۲ بج کر ۲۱ منٹ پر یہ واقعی وصایا قلمبند ہوئے۔ دستخط بقلم خود بحالت صحت وحواس واللہ شہید ولہ الحمد وصلی اللہ تعالٰی مبارك وسلم ۔ علی شفیع المذنبین، والہ الطیبین، وصحبہ المکرمین، وابنہ وحزبہ الی ابدالآبدین، آمین والحمد للہ رب العالمین ۔ (ایضاً)

تاریخ وصال

آپ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ مبارک بعمر ۶۸ سال دو بجکر ۳۸ منٹ پر محبوب حقیقی سے جاملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (ایمان افروز وصایا ص ۳۰/۳۱)

قطعہ ہائے تاریخ وصال اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ از میر نذر علی درد کوروی مرحوم

حافظ، محدث، منطقی، حاجی فقیہ ومتقی　　احمد رضا خاں مولوی کو آگیا حکم قضا
ہرسمت ہے شور وفغاں، ہردل میں ہے درد نہاں　　ہے شام غم آگیں عیاں، ہرلب پہ ہے واحسرتا
تیغ اجل کا کاٹ بھی اے درد بیڈھب کاٹ ہے　　ہیں بے سروپا شرع ودیں، علم وکرم فضل وتقا
۱۳۴۰ھ

دیگر

دردؔ پئے رحلت احمد رضا گفت کہ الحق رضی اللہ عنہ

۱۳۴۰ھ

دیگر

جمعہ کا دن ملا اور ماہ صفر رنگ لائی ہے یہ نسبت قادری
ہاتفِ غیب نے دردؔ یہ دی صدا مصلح احمد رضا اُدخلی جنتی

۱۳۴۰ھ

دیگر

افسوس ہے، افسوس ہے بے مثل عالم اُٹھ گیا
اے دردؔ سال وصل ہے مقبول حق احمد رضا

۱۳۴۰ھ

(معارف رضا ۱۹۸۳ء ص ۳۲)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ اپنی تاریخ وصال کی خبر دیتے ہوئے آپ نے اپنے قلم حق رقم سے یہ آیت کریمہ تحریر فرمائی:

ویطاف علیھم بانیة من فضة واکواب ۔

''خدام چاندی کے کٹورے اورہ گلاس لئے اُن کو گھیرے ہیں''۔(۴۰ ھج ۱۳)

غسل شریف

آپ کے غسل شریف میں علمائے عظام، سادات کرام اور حفاظ شریک تھے۔ جناب سید اظہر علی صاحب نے لحد کھودی۔ جناب حضرت مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ نے حسب وصیت شریف غسل دیا، اور جناب حافظ امیر حسن صاحب مرادآبادی نے مدد دی۔ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب اور سید محمود جان صاحب اور سیّد ممتاز علی صاحب و جناب مولانا محمد رضا خاں صاحبؒ نے پانی ڈالا، اور جناب حکیم رضا خاں صاحب، جناب لیاقت علی خاں صاحب رضوی اور منشی فدا یار خاں صاحب رضوی پانی دینے میں مصروف رہے۔

تجہیز و تکفین

سیدی حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب قدس سرہٗ علاوہ دیگر خدمات کے وصیت نامہ کی دعاء بھی لوگوں کو یاد کراتے رہے۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خانصاحب قدس سرہٗ نے مواضع سجود پر کافور لگایا۔

حضرت صدالافاضل استاذ العلماء مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ نے کفن شریف بچھایا۔ الغرض غسل وتکفین سے فراغت حاصل ہونے پر عورتوں کو زیارت کا موقع دیا گیا۔ گھر میں عورتوں اور باہر مردوں کی بیحد کثرت تھی۔ ایسا جوش کبھی نہ دیکھا کاندھا دینے کی آرزو میں آدمی پر آدمی گرتا تھا۔ وجد وشوق نے لوگوں کو از خود رفتہ و بے خود بنا دیا تھا۔ جو جنازہ تک پہنچ گئے وہ ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے۔ وہابی، رافضی، نیچری حتیٰ کا گاندھوی تک بکثرت موجود تھے۔ ایک رافضی المذہب انتہائی کوشش اور پوری قوت صرف کرکے جنازہ تک پہنچا۔ اسے ایک سنی نے کہہ کر ہٹا دیا کہ مدت العمر اعلیٰ حضرت کو تم لوگوں سے نفرت رہی میں جنازہ کو کاندھا نہ دینے دوں گا۔ اُس نے کہا: بھائی اب مجھے یہ کہاں ملیں گے۔ للہ اب نہ روکو۔

نماز جنازہ

جنازہ ہر وقت کم از کم بیس کاندھوں پر رہا۔ شہر میں کسی جگہ نماز کی گنجائش نہ تھی۔ عیدگاہ میں نماز جنازہ ہوئی نماز جنازہ صدر الشریعہ استاذ العلماء حضرت مولانا امجد علی رضوی مصنف بہار شریعت نے پڑھائی۔ پہلے سے عیدگاہ سے کسی معین راستہ کا اعلان نہ تھا مگر دو رویہ چھتیں عورتوں سے اور راستے مردوں سے بھرے ہوئے منتظر تھے کہ امام اہلسنت، مجدد اعظم کا یہ آخری جلوس ہے لاؤ نظارہ کرلیں۔ بعد نماز عیدگاہ میں زیارت کرائی گئی اور واپسی پر تمام راہ میں لوگوں نے دل کھول کر زیارت کی۔ حسب وصیت ''کروڑوں درود'' والی نظم نعت خواں پڑھ رہے ہیں۔

مزار مقدس

آپ کا مزار پُر انوار خانقاہ بریلی شریف انڈیا، محلہ سوداگران رضا نگر میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

....

اولاد امجاد

حضور اعلیٰ حضرت کی شادی جناب شیخ فضل حسین صاحب کی بڑی صاحبزادی ارشاد بیگم کے ساتھ ۱۲۸۱ھ میں ہوئی یہ شادی مسلمانان عالم کے لیے ایک شرعی نمونہ تھی جن سے آپ کی کل سات اولاد امجاد تھے۔ جن میں پانچ صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے۔ دونوں صاحبزادے۔ اوّل حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں، دوم: سیّدی ومرشدی مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں مفتی اعظم قدس سرہما جن کے تفصیلی حالات آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔

مشاہیر خلفاء

(۱) صدر الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی بن حکیم مولانا جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین محلہ کریم الدین گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دادا سے حاصل کی اور درس نظامی کے مبادیات رشتے کے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق سے حاصل کیے۔ پھر انہیں کے مشورے سے مدرسہ حنفیہ جونپور میں مولانا ہدایت اللہ خاں قدس سرہٗ کی خدمت

میں بلاواسطہ استفادہ درس شروع کیا۔علوم وفنون کی تکمیل کے بعد مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہٗ کی خدمت میں مدرستہ الحدیث پیلی بھیت میں حاضر ہوکر درس حدیث لیا اور ۱۳۲۰ھ میں سند فراغت حاصل کی۔اس کے بعد حاذق الملک حکیم عبدالولی لکھنوی سے ۱۳۲۳ھ میں طب پڑھی ۲۴ھ تا ۲۷ھ تک محدث سورتی کے مدرسہ میں درس دیا ایک سال پٹنہ میں مطب کیا۔مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ کو مدرسہ منظر اسلام کے لیے مدرس کی ضرورت ہوئی۔محدث سورتی نے آپ کا نام پیش فرمایا۔فاضل بریلوی کی نظر میں مقبول اور مورد الطاف خاص بن گئے۔فاضل بریلوی کی عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی ورع وتقویٰ سے شاداب ودرخشندہ زندگی کی مسلسل دید کے بعد باطنی دستگیری اور رہنمائی کے لیے مرید ہوئے،اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔تقریباً ۱۸ برس شیخ کامل کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوئے اور کمال عروج کو پہنچے۔آپ کو صدر الشریعہ کا لقب اعلیٰ حضرت ہی نے عطا فرمایا۔۱۹۲۴ء میں بحیثیت صدر مدرس دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف چلے گئے اور ۱۹۳۲ء میں پھر بریلی شریف آئے اور تین سال تک قیام کیا۔بعدازاں نواب حاجی غلام محمد خاں شروانی رئیس ریاست دادوں ضلع علی گڑھ کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ میں تشریف لے گئے اور سات سال تک بکمال حسن وخوبی فرائض تدریس انجام دیئے۔آپ نے دادوں میں قیام کے دوران امام ابوجعفر طحاوی حنفی کی حدیث کی مشہور کتاب شرح معانی الآثار پر عربی میں حاشیہ تحریر فرمایا۔اس کے علاوہ آپ کی تصانیف میں فتاویٰ امجدیہ،بہار شریعت سترہ جلد،بریلی شریف کے قیام کے دوران ۱۹۲۲ء میں پہلی بار زیارت حرمین طیبین کی سعادت سے مشرف ہوئے۔دوسری دفعہ حرمین شریفین کی حاضری کے ارادے سے بمبئی پہنچے تھے کہ دو ذیقعدہ مطابق ۶ دسمبر ۱۳۶۷ھ بروز دوشنبہ کو بارہ بجکر ۲۲ منٹ پر عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔جنازہ بذریعہ ٹرین گھوسی لایا گیا۔جنازہ کی نماز حضرت شاہ حافظ ملت،عبدالعزیز محدث مراد آبادی قدس سرہٗ نے پڑھائی وصال کی تاریخ کا مادہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں ہے۔

(تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۵۱/۵۳)

ان المتقین فی جنت وعیون ۔

۱۳ ھ ۶۷

۲۔حضرت ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قدس سرہٗ،میجرہ ضلع عظیم آباد پٹنہ کے ساکن حضرت سیّد محمد ابراہیم ملک بیو بہاری سے نسلی علاقہ۔والد کا نام عبدالرزاق ہے۔آپ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔غلام حیدر تاریخی نام ہوا جس سے سنہ فصلی کے ۱۲۹۲ برآمد ہوتے ہیں۔ابتدائی کتابیں والد ماجد سے پڑھیں جو فارسی کے دبیر تھے،دس برس کی عمر میں اپنے نانہال موضع بین کے مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں داخل ہوکر مولانا معین الدین اشرف،مولانا بدرالدین اشرف،مولانا معین الدین از ہر سے درس نظامی کی متوسطات تک تعلیم پائی۔۱۳۲۰ھ میں مولانا قاضی عبدالوحید رئیس لودی کڑہ کے مدرسہ خلفیہ بخشی محلہ پٹنہ میں حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی کے درس میں شریک ہوئے۔محدث سورتی کے چلے جانے کے بعد ۱۳۲۱ھ میں

آپ کانپور پہنچے اور دارالعلوم میں استاذ زمن حضرت مولانا شاہ احمد حسن کانپوری سے منطق کی کتابیں پڑھیں اور مولانا احمد حسن کے شاگرد رشید مولانا شاہ عبیداللہ سے ہدایہ آخرین ختم کی۔ کچھ دنوں پیلی بھیت میں حضرت محدث سورتی کے درس میں شریک ہوکر حدیث پاک کی سماعت وقرأت کی یہیں سے بریلی شریف پہنچے اس وقت وہاں مولوی غلام یٰسین خسام سرائی نے اہلسنت کے روپ میں فاضل بریلوی کی حمایت وتائید سے مصباح التہذیب کے نام سے مدرسہ قائم کرکے درس کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ اس لئے آپ اس کے درس میں شریک ہوگئے اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہے۔ آپ ہی کے ذریعہ سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ مولوی غلام یٰسین در پردہ وہابی ہیں، اور آپ ہی کی کوششوں سے مدرسہ منظر اسلام قائم ہوا، اور یہ تاریخی نام حضرت استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں نے تجویز فرمایا، اور اس مدرسہ کے اساتذہ سے درسیات کا تکملہ کیا۔ اعلیٰ حضرت سے بخاری شریف، اقلیدس کے چھ مقالے، تصریح تشریح الافلاک شرح حنفی تمام کرکے علم توقیت وجفر وتکسیر حاصل کیا۔ تصوف کی کتاب عوارف المعارف، رسالہ قشیریہ پڑھا، شعبان ۱۳۲۵ھ تک بریلی میں درس دیا۔ اس سنہ میں شملہ کی جامع مسجد کے امام وخطیب بن کر گئے۔ پھر مدرسہ حنفیہ آرہ میں صدر مدرس ہوئے۔ اس کے بعد جامعہ شمس الہدیٰ پٹنہ ۱۹۱۲ھ میں قائم ہوا۔ تو بہ حیثیت مدرس حدیث آپ کا تقرر ہوا۔ ۱۹۱۶ء میں خانقاہ کبیریہ سہرام کے مدرسہ میں مدرس اول ہوگئے۔ ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۱ء میں جب جامعہ شمس الہدیٰ گورنمنٹ کے زیر انتظام آیا تو سینئر مدرس ہوکر واپس آرہے۔ ۱۲۶۵ھ ۱۹۴۸ء میں جامعہ کے پرنسپل ہوئے۔ ۲۲ نومبر ۱۹۴۹ء سے رخصت لے کر آرام کیا۔ ۱۹۵۰ء میں پرنسپل کے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ میں اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے مرید ہوئے اور بعد فراغت تمام سلاسل میں مجاز مطلق ہوئے۔ ۲۱ شوال ۱۳۷۱ھ میں کٹیہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح کیا اور صدر مدرس کے عہدے کو رونق بخشی آپ نے درجنوں کتابیں تصنیف وتالیف کیں۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کو ملک العلماء کا خطاب دیا۔ ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء شب دوشنبہ سپیدۂ سحر نمودار ہونے سے پہلے ذکر اللہ کرتے ہوئے جان جاں آفرین کے سپرد کرکے واصل الی اللہ ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ نماز جنازہ حضرت شاہ ایوب ابدالی نے پڑھائی۔ فاضل بہار، وصال کی تاریخ ہے۔

(تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۱۱۹/۱۱۲)

(۳) صدر الافاضل حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین نام، نعیم تخلص ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام ''غلام مصطفیٰ'' والد ماجد کا نام حضرت مولانا محمد معین الدین نزہت۔ آٹھ سال کی عمر میں حافظ قرآن ہوئے۔ اُردو فارسی والد بزرگوار سے پڑھی۔ ملا حسن تک درس نظامی حضرت مولانا شاہ فضل احمد سے پڑھا۔ حضرت سیّد شاہ گل محمد قدس سرہٗ سے ۱۳۱۸ھ میں تکمیل کرکے افتاء نویسی سیکھی طب مولانا شاہ فضل احمد امروہوی سے پڑھی، شیخ المشائخ شاہ ابواحمد علی حسین اشرفی سرکار کچھوچھہ مقدسہ کے مرید ہوئے۔ مثالی خلافت عطا ہوئی۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قادری قدس سرہٗ کی آپ پر خاص نظر تھی نیز خلافت سے سرفراز تھے۔ متعدد مواقع پر فاضل بریلوی نے اپنا وکیل مقرر کیا۔ تدریس میں خاص کمال اور

نرالا انداز تھا۔ استاذ العلماء کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ فاضل بریلوی نے ''صدر الافاضل'' خطاب مرحمت فرمایا تھا۔
بیس برس کی عمر میں ۱۳۲۰ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد سلامت اللہ رامپوری قدس سرہٗ کے رسالہ اعلام الاذکیاء کے تردیدی رسالہ کے جواب میں الکلمۃ العلیاء تالیف فرمایا، احقاق حق اور ابطال باطل میں نہایت جری تھے۔ مختلف بلاد میں غیر مقلدوں، دیوبندیوں اور آریوں سے مناظرے کئے۔ منشی شوکت علی رامپوری، سیّد حبیب صاحب ایڈیٹر سیاست لاہور کو لے کر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں، مولانا خلیل احمد صاحب مصنف براہین قاطعہ کے پاس پہنچے ہر چند سمجھایا، آخرت کی دردناک پکڑ سے ڈرایا۔ بار بار توبہ کا مطالبہ کیا۔ آخر مجبور ہو کر مولانا خلیل احمد نے کہا: آپ مجھے کافر نہیں اکفر کہیے۔ مگر میرے پاس جواب نہیں۔
آپ صائب الرائے، مدبر، مفکر اور مفسر قرآن تھے۔ ملکی حالات پر پوری نظر تھی۔ اہلسنت کے مختلف طبقات میں اتحاد واتفاق پیدا کر کے ایک کو دوسرے سے قریب کیا اور ۶۵ ۱۳ھ ۱۹۴۹ء میں بمقام بنارس (ٹاؤن ہال کے میدان) میں آل انڈیا سنی کانفرنس کر کے غیر منقسم ہندوستان کے پانچ سو مشائخ وعلماء کو ایک مرکز پر لا کر جمع کیا۔ سڑسٹھ برس کی عمر میں ۱۸ ذوالحجہ، ۱۳۶۷ھ کو وصال ہوا۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے احاطہ میں مزار شریف ہے۔ (ایضاً ص ۲۵۲/۲۵۳)
شعر وادب کا اچھا ذوق تھا۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کلام پر آپ کے لافانی تفسیر وحاشیہ کے علاوہ متعدد قلمی یادگار ہیں۔
۴۔ حضرت مولانا شاہ برہان الحق جبل پوری قدس سرہٗ، حضرت مولانا شاہ عبدالاسلام قادری، رضوی قدس سرہٗ ۱۳۶۲ھ کے فرزند اکبر وجانشین، ۱۳۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اصل نام عبدالباقی ہے۔ برہان الحق، امام احمد رضا کا عطا کردہ خطاب ہے۔ جو اب نام کی حیثیت سے مشہور ہے۔ درسیات والد ماجد سے پڑھی جمادی الآخر ۱۳۳۷ھ میں ایک عظیم الشان جلسہ میں امام احمد رضا نے سند فراغت اور اجازت وخلافت عطا فرما کر دستار فضیلت باندھی، امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ آپ کو بہت ہی چاہتے اور آپ کو اپنا روحانی بیٹا فرمایا۔ چنانچہ ایک شعر میں فاضل بریلوی نے تاجدار اہلسنّت حضور مفتی اعظم ہند اور حضور برہان الحق قدس سرہٗ کو اس طرح یاد فرماتے ہیں:

آل الرحمٰن ، برہان الحق
شرق پہ برق گراتے یہ ہیں

رائے صائب اور فہم ثاقب آپ کا طرۂ کمال ہے۔ آپ طبیب روحانی کے ساتھ طبیب جسمانی بھی ہیں۔ مدھیہ پردیش میں آپ کی ذات بابرکات قطب کی حیثیت رکھتی ہے۔ صاحب اوقات، جواد، سخی، متورع اور متقی تھے۔ جماعت اہل سنت کی وسعت وترقی کے سلسلے میں آپ کی خدمات کتب تاریخ میں تابندہ ودرخشندہ ہیں۔ تحریک خلافت اور ایک قومی نظریہ کی تحریک زوروں پر تھی، ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ بلند ہو رہا تھا آپ خود فرماتے ہیں:
رجب ۱۳۳۹ھ کا واقعہ ہے خادم آستانہ بریلی شریف حاضر ہوا۔ اس وقت یہ عام تحریک چل رہی تھی کہ ہندوستان میں قومی..... حکومت قائم ہوگی۔ اس سلسلے میں ایک بہت بڑا اجلاس بریلی شریف میں ابوالکلام آزاد کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس

میں اعلیٰ حضرت کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ مگر اعلیٰ حضرت خلاف شرع باتوں کی وجہ سے شریک نہیں ہوئے اور ایک وفد کو ستر سوالات کے ساتھ افہام و تفہیم کے لیے روانہ فرمایا۔

ابوالکلام آزاد سے فقیر نے مناظرہ کے آخر میں جو سوالات کیے کہ وہ بالکل جواب سے قاصر رہا۔ مسلم پرنسپل لا کے سلسلے میں آپ کی عظیم خدمات ہیں، اندرا گاندھی کے دور حکومت میں مسلم پرنسل لا میں ترمیم و تحریف اور تبدیلی کا بل پیش ہوا تو حکومت ہند کو سخت نوٹس آپ نے لکھا اور بمبئی کے تاریخی اجلاس میں جہاں قریب دولاکھ کا مجمع تھا بڑی بصیرت افروز تقریر کی اور فرمایا کہ مسلم پرنسپل لا مسلمانوں کا قرآنی، شرعی، اسلامی قانون ہے جس میں ایک حرف کی نہ ترمیم ہوسکتی ہے۔ نہ ہی کسی قسم کی تحریف و تبدیلی ہی کی جاسکتی ہے اور حکومت کو بھی خبردار کیا اور مسلمانوں کو حکومت کے فضلہ خوار سے بچنے کی تلقین کی اور تقریر کے بعد قاری طیب دیوبندی نے کہا: آپ نے جن نکات کا ذکر کیا ان نکات کی طرف ہمیں شان و گمان بھی نہ تھا۔ ہمارے فہم اس کے حصول سے قاصر رہے۔ ہم اس طرف توجہ بھی نہ کرسکے۔ آپ کی تشریف آوری اور شرکت سے جلسہ نہایت کامیاب رہا۔ یہ حقیقت ہے کہ فاضل بریلوی کے تلامذہ اور خلفاء نے ہندوستان کے مسلمانوں کی حقیقی اور بےلوث قیادت کی ہے اور ہر میدان میں باطل قوتوں کا دلائل و براہین سے منہ توڑ جواب دیا ہے اور فاضل بریلوی کے خلفاء دور دور تک پھیل گئے اور پھر بعد میں انہیں نفوس قدسیہ نے علم و فن کا ایسا دریا بہادیا کہ:

بجتا ہے آج علم کا جو ساز دوستو
یہ بھی ہے اس جرس کی آواز دوستو

اور آپ کو شعر و ادب کا بھی پاکیزہ ذوق تھا آپ کے چند کلام نغمہ برہان کے نام سے نوری بکڈپو نے حال ہی میں شائع کیا۔ اکرام احمد رضا و دیگر کتب آپ کی یادگار ہیں۔ غرض کہ مذہب و ملت کی بے پناہ خدمات انجام دے کر ۲۶ ربیع الاوّل شریف ۱۴۰۵ھ شب جمعہ بعد نماز مغرب آپ کا وصال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۵۔ حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین احمد مدنی قدس سرہٗ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۸ء میں بمقام تلاش والان ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد میں مولانا شیخ عبدالحکیم سیالکوٹی اپنے زمانہ کے مشہور و معروف عالم تھے۔ خیالی اور قطبی پر ان کے حواشی مشہور ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کو مولوی عبدالحکیم ہی نے مجدد الف ثانی کا خطاب دیا سلسلہ نسب حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن بن حضرت ابوبکر صدیق سے وابستہ ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مولوی محمد حسین سے حاصل کی پھر لاہور میں مولانا غلام قادر بھیروی م ۱۳۲۷ھ سے عربی و فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ پھر ۱۳ اھ تا ۱۳۱۵ھ پیلی بھیت کے مدرسۃ الحدیث میں حضرت شیخ المحدثین مولانا قبلہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہٗ سے دورۂ حدیث کیا۔ حضرت مولانا سید خادم حسین ابن حضرت شاہ جماعت علی محدث علی پوری آپ کے ہم سبق تھے۔ ۱۳۱۴ھ میں امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے مرید ہوئے اور سلسلہ قادریہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز کیا۔ فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے علاوہ احمد شمس مغربی ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

قدست اسرارہم نے بھی اجازت وخلافت سے نوازا تھا۔ ۱۳۱۸ھ میں ترک وطن کر کے بغداد شریف دربار قادری میں مقیم ہوئے۔ سات برس آپ پر جذب کی کیفیت رہی ۱۳۲۷ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ خانوادۂ سادات میں آپ کا عقد ہوا۔ آپ کی ذات شریف علمائے شام ومصر وعجم کے لیے مدینہ طیبہ میں مرکز ومرجع تھی۔ آپ ۷۵ برس تک مدینہ منورہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ ۶۵ مرتبہ زیارت حرمین طیبین کی سعادت حاصل کی۔ آپ حجاج کرام کو دوران حج ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرانے کی جانب خصوصی توجہ فرماتے قیام وطعام سے لے کر آمدورفت کی دشواریوں کے لیے فنڈ قائم کئے اور تجارت سے حاصل ہونے والی تمام آمدنی اسی مقصد کے لیے وقف کردی۔ مصروشام کے علاوہ ہندوستان، پاکستان میں امین شریعت مولانا شاہ رفاقت حسین مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری کراچی، علامہ غلام علی اکاڑوی مولانا سید عبدالحق اعظمی، مولانا حشمت علی خاں لکھنوی اور مولانا محبوب علی خاں وغیرہم کو آپ نے اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔ آپ سے مسلک اہلسنّت کی بہت زیادہ اشاعت ہوئی۔ ان تمام صفات کے ساتھ آپ متصف تھے جو ایک مرد کامل میں ہونی چاہئیں۔ آپ کا وصال ۳ ذالحجہ ۱۴۰۱ھ، ۱۹۸۱ء میں ہوا۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ الحمد للہ! آپ کے فرزند حضرت مولانا فضل الرحمان ایک عالم، صوفی، درویش نہایت ہی سادہ اور مخلص بزرگ ہیں اور والد گرامی کے طریق پر قائم ہیں۔

(امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں)

بخوف طوالت بقیہ حضرت خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۶)۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد خاں صاحب، (۷)۔ تاجدار اہلسنّت مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب، (۸)۔ مولانا سید محمد دیدار علی صاحب، (۹)۔ مولانا احمد اشرفی جیلانی صاحب، (۱۰)۔ مولانا احمد مختار میرٹھی، (۱۱)۔ مولانا عبدالاحد قادری صاحب، (۱۲)۔ مولانا عبدالعلیم میرٹھی صاحب، (۱۳)۔ مولانا محمد رحیم بخش آروی صاحب، (۱۴)۔ مولانا لعل محمد خان صاحب مدراسی، (۱۵)۔ مولانا عمر صاحب بن ابوبکر، (۱۶)۔ مولانا محمد شفیع صاحب بیسلپوری، (۱۷)۔ مولانا محمد حسنین رضا خاں صاحب، (۱۸)۔ مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں، (۱۹)۔ مولانا امام الدین صاحب، (۲۰)۔ مفتی غلام جان صاحب ہزاری، (۲۱)۔ مولانا احمد حسین صاحب امروہوی، (۲۲)۔ مولانا عبدالسلام جبل پوری، (۲۳)۔ مولانا عبدالحئی فاسی محدث، (۲۴)۔ سید فتح علی شاہ صاحب، (۲۵)۔ مولانا ابو البرکات سیّد احمد قادری، (۲۶)۔ مولانا عمر الدین صاحب ہزاروی، (۲۷)۔ مولانا محمد حبیب اللہ صاحب قادری، (۲۸)۔ پروفیسر سیّد سلیمان صاحب اشرف، (۲۹)۔ مولانا حشمت علی خاں صاحب، (۳۰)۔ مولانا امیر مومن علی صاحب مومن جنیدی، (۳۱)۔ قاری محمد بشیر الدین صاحب جبل پوری، (۳۲)۔ مولانا ابراہیم رضا خاں صاحب، (۳۳)۔ مولانا شیخ صالح کمی صاحب، (۳۴)۔ مولانا عبداللہ صاحب مکی۔ (۳۵)۔ مولانا احمد ابوالخیر صاحب مکی، (۳۶)۔ مولانا محمد اسماعیل محمود آبادی (۳۷)۔ مولانا عزیز الحسن صاحب پھپھوندوی، (۳۸)۔ مولانا عبدالاحد صاحب محدث پیلی بھیتی، (۳۹)۔ مولانا قاضی عبدالوحید صاحب عظیم آبادی، (۴۰)۔ مولانا رحم الٰہی مظفر نگری،

(۴۱)۔مولانا یقین الدین صاحب بریلوی، (۴۲) مولانا عبدالعزیز خاں صاحب محدث بریلوی، (۴۳) مولانا حکیم عزیز غوث صاحب بریلوی، (۴۴)۔شیخ سید محمد عبدالحیٔ بن شیخ سیّد عبدالکبیر محدث، (۴۵)۔شیخ محمد سعید بن سیّد محمد المغربی، (۴۶) شیخ محمد ادریس سنوسی، (۴۷) مولانا الیاس برنی بلندی شہری، (۴۸) علامہ سیّد غلام چشتی معینی وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔(معارف رضا کراچی ۱۹۸۴ء ص ۲۴۵/۲۵۰۔)

اعلیٰ حضرت کی ستر سالہ قدیم تحریر اجمیر پاک میں

اعلیٰ حضرت امام احمد شریعت وطریقت کے سنگم تھے۔تجدیدِ دین وملت بھی فرمائی۔رُشد وہدایت کا سلسلہ بھی جاری فرمایا، خلافت واجازت سے بھی اہلِ عرفان کو نوازا۔ستر سال پہلے سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ پاک کے مخدومِ گرامی حضرت علامہ سید غلام علی بن حضرت مولانا سید نور محمد معینی کو سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ نظامیہ کی جو سندِ خلافت واجازت اعلیٰ حضرت نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرما کر دی ہے وہ خود ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ادارہ ((ماہنامہ)) ''قاری'' ((دہلی)) مخدوم زادگان حضرت مولانا سیّد محمد مہدی ومخدوم زادہ حضرت سید محمد ہادی میاں کا بے حد ممنون مشکور ہے کہ ضمیمہ امام احمد رضا نمبر کے لیے اپنے والد گرامی محدث آستانۂ عالیہ حضرت علامہ سید غلام علی صاحب علیہ الرحمۃ کی سندِ اجازت وخلافت عطا فرمائی، جس سے آستانۂ رضویہ اعلیٰ حضرت اور بیت النور اجمیر شریف سے روحانی وعرفانی تعلقات کی نشاندہی ہوتی ہے، ساتھ ہی ساتھ اعلیٰ حضرت کی فنِ خطاطی کا ایک نادر نمونہ بھی اہلِ تحقیق کے سامنے آیا، ہم ایک پھر گرامی مخدومان گرامی بیت النور، درگاہِ معلّٰی اجمیر شریف کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعلیٰ حضرت کی شانِ رسالت و قلمی تحریر اجازت [illegible]

[illegible]

اللہم یا من اسناد الحمد وغایة سلاسل الشکر صل علی حبلک الموصول والفضل الغیر المنقطع ورسولک المرفوع ووسیلتک فوق کل ذی وعلی الموصلة خیر الوصل رواة علم وحکمته وحزبه [illegible] اقتباسه الاجیز وبعد فقد اجزت اخی فی الله المولوی السید [illegible] علام علی ابن [illegible] ابن المولوی السید نور محمد بالسلسلة العلیة العالیة القادریة البرکاتیة والچشتیة النظامیة المبارکة واوصیته فلا [illegible] فی حمایة الشرع واعانة ارکانهما [illegible] وامانة اصحابها لاسیما الدمامنة [illegible] والقادیانیة فانما اخبث الطوائف الشیطانیة اعاذنا الله وایاه والمسلمین [illegible] اجمعین آمین [illegible] الا تنسانا [illegible] شهر [illegible] یوم الجمعة المبارکة [illegible] الاعیاد [illegible] وعلیه افضل الصلاة والثناء آمین

اما السلسلة العلیة العالیة القادریة [illegible] اما الچشتیة النظامیة [illegible] جاز فی [illegible] سیدنا الاستاذ [illegible] الی الرسول [illegible] عن عمه [illegible] السید آل [illegible] عن ابیه [illegible] عن ابیه السید برکات السید برکة الله [illegible] عن ابیه السید [illegible] جلیل عن ابیه السید عبد [illegible] عن [illegible] حسین عن [illegible] عن الشیخ [illegible] عن الشیخ [illegible] الشیخ [illegible] عن [illegible]

عن السید ضیاء الدین محمود چراغ دهلوی عن السید الاجل نظام الحق والدین البدایونی عن السید فرید الحق والدین گنج شکر عن السید قطب الحق والدین بختیار الاوشی الکاکی عن السید الاجل سلطان الهند حبیب الله وارث النبی معین الحق والدین حسن الچشتی السنجری والاجمیری رضی الله تعالیٰ عنه

الچشتی عن ابیه الخواجه ناصر الدین ابی یوسف بن محمد الچشتی عن [illegible] الخواجه محمد بن ابی احمد الچشتی عن ابیه الخواجه ابی احمد الابدال الچشتی عن الخواجه ابی اسحق الشامی عن الخواجه ممشاد علو الدینوری عن الخواجه هبیرة البصری عن الخواجه حذیفة المرعشی عن السلطان ابراهیم بن ادهم البلخی عن الخواجه فضیل بن عیاض عن الخواجه عبد الواحد بن زید عن الخواجه حسن البصری عن امیر المومنین وامام المسلمین سیدنا علی المرتضیٰ کرم الله تعالیٰ وجهه عن سید المرسلین خاتم النبیین احمد المجتبیٰ محمد المصطفیٰ صلی الله تعالیٰ علیه وعلیهم وسلم

قاله بفمه وامر برقمه عبد المصطفیٰ احمد رضا
القادری البرکاتی البریلوی عفی عنه
بمحمد المصطفیٰ النبی الامی صلی الله
تعالیٰ علیه وعلیٰ آله وصحبه
وبارک وسلم
آمین

کشف و کرامات

مولانا احمد رضا قدس سرہٗ کے حالات زندگی جو تصوف و معرفت سے لبریز ہیں۔ جن کا ذکر آپ نے پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرمایا اور یہی وہ زندگی ہے جسے کرامت معنوی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تاہم آپ کی حیات مبارکہ میں بہت سی کرامات حسی بھی ملتی ہیں جو سوانح کی اکثر کتابوں میں ہیں جن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

پھانسی سے نجات

آپ کے ایک مرید خاص امجد علی خاں صاحب بھینوڑی شریف کے رہنے والے تھے۔ کسی شکار میں ان کی گولی بجائے شکار کے آدمی پر لگی۔ پولیس نے مقدمہ قائم کردیا اور قتل ثابت ہوگیا۔ پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ ان کے گھر والے جیل میں پہنچے تو کہا اطمینان رکھو۔ میں صبح آکر گھر پر ہی ناشتہ کروں گا۔ میرے پیرو مرشد نے فرمایا ہے کہ:

جاؤ ہم نے تمہیں چھوڑ دیا۔ اب ان کا حسن اعتقاد اور کمال اعتماد بھی دیکھئے۔ جلادوں نے پھانسی کے تختہ پر کھڑا کردیا اور پوچھا اپنی خواہش بتاؤ، انہوں نے جواب دیا ابھی میرا وقت نہیں آیا ہے۔ حیرت سے منہ تکنے لگے کہ عجب دیوانہ ہے۔ تختہ دار پر کھڑا کیا جا چکا ہے۔ جان جانے میں صرف پھندا کھینچنے کی دیر ہے اور کہتا ہے ابھی میرا وقت نہیں آیا ہے۔ اتنے میں لندن سے تار آیا کہ ملکہ وکٹوریہ کی تاج پوشی کی خوشی میں اتنے خونی، اتنے قیدی رہا کیے جائیں۔ ان کو اتار لیا گیا گھر آکر دیکھا لاش لانے کی تیاری ہو رہی تھی اور کہرام بپا تھا۔ انہیں دیکھ کر سب حیرت زدہ رہ گئے مگر انہوں نے کہا: مجھے اپنے پیرو مرشد کے ارشاد پر یقین تھا۔ اس لئے میں نے کہا تھا کہ ناشتہ گھر آکر کروں گا۔ ناشتہ لاؤ لیکن ابھی ناشتہ کہاں۔ (سیرت اعلیٰ حضرت ص ۱۶۲، ۱۶۳)

دل کے خطرات پر آگہی

ایک بار اسم اعظم کا ذکر نکل آیا۔ فرمایا ہر شخص کے لیے اسم اعظم الگ الگ ہوتا ہے اور جتنے حاضر تھے سب کے لیے اسم اعظم الگ الگ تجویز فرمایا۔ سیّد قناعت علی صاحب کی باری تھی کہ عصر کی اذان ہوگئی اور جلسہ برخاست ہوگیا۔ سیّد صاحب کو حسرت رہ گئی اس وقت تک دل میں یہی کسک رہی، مکبّر نے تکبیر کہی حی علی الفلاح پر اعلیٰ حضرت اُٹھے اور مصلے پر دایاں قدم رکھا اسوقت سیّد صاحب بالکل مایوس ہوکر دل میں کہنے لگے کہ آج یہ پہلی مثال ہے کہ میں محروم رہ جاتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فوراً ان کی طرف مڑ کر فرمایا۔ آپ کے لیے اسم اعظم "یا خالق یا اللہ" ہے پھر تکبیر تحریمہ کہی۔

(امام احمد رضا اور تصوف ص ۹۷/۹۸)

ابدالِ وقت سے ملاقات

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب بیان فرماتے ہیں: اعلیٰ حضرت بنارس تشریف لے گئے ایک دن دوپہر کو ایک جگہ دعوت تھی۔ میں ہمراہ تھا۔ واپسی میں تانگے والے سے فرمایا اس طرف فلاں مندر کے سامنے سے ہوتے ہوئے چل۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اعلیٰ حضرت بنارس کب تشریف لائے اور کیسے یہاں کی گلیوں سے واقف ہوئے۔ اس مندر کا نام کب سنا؟ اسی حیرت میں تھا کہ تانگہ مندر کے سامنے پہنچا دیکھا کہ ایک سادھو مندر سے نکلا اور تانگہ کی طرف دوڑا۔ آپ نے تانگہ رکوا دیا۔ اس نے اعلیٰ حضرت کو ادب سے سلام کیا اور کان میں کچھ باتیں ہوئیں جو میری سمجھ سے باہر تھیں۔ پھر وہ سادھو مندر میں چلا گیا۔ ادھر تانگہ بھی چل پڑا۔ تب میں نے عرض کی: حضور! یہ کون تھا؟ فرمایا ''ابدالِ وقت'' عرض کی: مندر میں۔ فرمایا آم کھایئے، پتے نہ گنیئے۔ (ایضاً ۹۶/۹۷)

ابدالِ وقت کے ایک واقعہ کی وجہ سے اعلیٰ حضرت پر کیے گئے دیوبندی اعتراض کا جواب

تحریر: میثم عباس قادری رضوی

سطورِ بالا میں کتاب ''امام احمد رضا اور تصوف'' کے حوالے سے بیان کیے گئے واقعہ کی وجہ سے مفتی مجاہد دیوبندی نے اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرتے ہوئے اس کا عنوان ان الفاظ میں قائم کیا:

''احمد رضا کے ہندوؤں سے تعلقات''۔ ملاحظہ ہو کتاب ''ہدیۂ بریلویت'' صفحہ ۱۵۵ (مطبوعہ دار النعیم، اردو بازار، لاہور)

سوشل میڈیا پر بھی اس واقعہ کی بنا پر دیوبندیوں کی جانب سے مختلف قسم کے فضول تبصرے کیے جاتے ہیں۔ اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ اس اعتراض کا مختصر جواب دے دوں تاکہ معترضین کے منہ بند ہو سکیں۔

مؤمنِ آلِ فرعون:

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗ (سورۂ مؤمن: ۲۸) ترجمہ مولوی محمود حسن دیوبندی: ''اور بولا ایک مرد ایماندار فرعون کے لوگوں میں، جو چھپاتا تھا اپنا ایمان''۔

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے لکھا: ''یعنی ایک مردِ مومن جس نے فرعون اور اُس کی قوم سے اپنا ایمان ابھی تک مخفی رکھا تھا''۔ سیدی اعلیٰ حضرت کے متعلق بیان کردہ واقعہ (بشرط صحتھا) میں سادھو کی شکل میں جو شخص اعلیٰ حضرت کو ملا وہ بھی مؤمنِ آلِ فرعون کی طرح اپنا ایمان چھپاتا تھا اِسی لیے اس روپ کو اپنائے ہوئے تھا، وگرنہ اگر وہ معاذ اللہ مسلمان نہ ہوتا تو اعلیٰ حضرت کبھی بھی اس کو ''ابدالِ وقت'' نہ کہتے۔ اس اعتراض کے جواب میں اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں ہے، لیکن ذیل میں دیوبندیوں کے نزدیک مُسَلَّمَہ کتب سے ''علاج بالمثل'' کے لیے کچھ الزامی

جوابات بھی نقل کیے جاتے ہیں تاکہ دیوبندی معترضین کو مزید افاقہ ہو۔

مقام صدیقیت پر فائز مسلمان بادشاہ عیسائی کے روپ میں:

جس کتاب سے یہ واقعہ پیش کیا جارہا ہے اس کے متعلق عرض کردوں کہ اس کتاب کا ترجمہ مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی کے کہنے پر کیا گیا، چنانچہ اس کے شروع میں ناشر محمد زکی دیوبندی نے تھانوی صاحب کے ایک وعظ کا اقتباس نقل کیا ہے، جس میں تھانوی صاحب نے کہا:

''اہل محبت کے تذکرے دیکھا کرو، میں نے ایک کتاب ''روض الریاحین'' کا جس میں پانچ سو بزرگوں کی حکایتیں ہیں، اردو میں ترجمہ کرادیا ہے پانچ سو وہ اور پانچ سو دوسری معتبر حکایتوں کا اضافہ کرکے اس کا لقب ''ہزار داستان'' رکھا ہے جو عنقریب چھپ جائے گی۔ میرا یقین ہے کہ جو شخص ساری کتاب اچھی طرح سمجھ کر دیکھے گا ضرور عاشق ہو جائے گا، آخر ایک ہزار عشاق کا تذکرہ دیکھنے سے کہاں تک اثر نہ ہوگا''۔

(نزہۃ البساتین اردو ترجمہ روض الریاحین صفحہ۴ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔ مترجم مولوی جعفر علی نگینوی)

دیوبندی ناشر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ (یہ کتاب):

''پاکستان میں دستیاب نہ تھی، لہٰذا اسے شائع کرنے کا حکم حضرت تھانویؒ کے خلیفۂ خاص مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے احقر کو دیا''

(نزہۃ البساتین اردو ترجمہ روض الریاحین صفحہ۴ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔ مترجم مولوی جعفر علی نگینوی)

نوٹ: اس اقتباس میں دیوبندی علما کے ساتھ کلماتِ ترحیم اور القابات دیوبندی ناشر کی جانب سے لکھے گئے ہیں۔

پیش کیے گئے ان اقتباسات سے اس کتاب کی ثقاہت دیوبندی مذہب کے دو اکابر علما سے ثابت ہوگئی، اب واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

''شیخ مغادری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں چند سال تک جنگ کا شوقین رہا اور چند سال سیر و سیاحت کا حریص رہا، میں بعض کاموں کے سبب حکمائے کفار کے شہروں میں داخل ہوتا تھا اور پوشیدہ ہوجانا میرے اختیار میں تھا، اگر میں چاہتا تو وہ مجھے دیکھ سکتے تھے اور اگر نہیں چاہتا تھا تو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایک بار حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ میں ان کے شہر میں داخل ہوجاؤں اور ایک صدیق سے ملاقات کروں، چنانچہ میں پہنچا اور اپنے آپ کو انہیں دکھایا، انہوں نے مجھے گرفتار کرلیا اور میرا گرفتار کرنے والا بہت خوش ہوا اور میری مشکیں باندھ کر بازار میں لے آیا تاکہ مجھے بیچے اور یہی طریقہ مجھے بھی مطلوب تھا جس کا مجھے حکم ہوا تھا، اس سے مجھے ایک معتبر آدمی سوار نے خریدا اور مجھے گرجا پر وقف کردیا تاکہ میں اس کی خدمت کیا کروں۔ میں ایک مدت تک اس کی خدمت کرتا رہا، ایک دن گرجا میں ان لوگوں نے بہت سے فرش بچھائے اور بخور جلایا اور بہت سی خوشبو کی گئی۔ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا بادشاہ کی عادت ہے کہ سال میں ایک بار گرجا میں آتا ہے اب اس کی زیارت کا وقت آگیا ہے، ہم اس کے واسطے تیاری کررہے ہیں اور گرجا کو خالی کردیتے ہیں۔ وہ

تنہا ہی آ کر اس میں عبادت کرتا ہے۔ جب انہوں نے دروازہ بند کر دیا تو میں صرف وہاں رہا اور ان کی نظر سے چھپ گیا، وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ اتنے میں بادشاہ آ گئے اور ان کے واسطے دروازہ کھولا گیا اور وہ تنہا داخل ہوئے اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ پھر وہ گرجا میں چاروں طرف تلاش کرتے پھرتے رہے، انہیں میں دیکھتا تھا اور وہ مجھے نہیں دیکھتے تھے، جب اطمینان کر لیا تو قربان گاہ میں پہنچے جو گرجا میں تھا اور قبلہ کی جانب منہ کر کے تکبیر کہی، اس وقت مجھ سے فرمایا گیا کہ یہ وہی ہیں جن سے ہم تمہیں ملانا چاہتے ہیں، چنانچہ میں ظاہر ہو کر ان کے پیچھے سلام پھیرنے تک کھڑا رہا، سلام پھیر کر انہوں نے میری طرف دیکھا، کہا تُو کون ہے؟ میں نے کہا! آپ جیسا مسلمان ہوں۔ فرمایا تمہیں یہاں کون چیز لے آئی؟ میں نے کہا آپ۔ اب وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور حال پوچھا۔ میں نے کہا کہ مجھے آپ سے ملنے کا حکم ہوا تھا اور اس کا کوئی طریقہ سمجھ میں نہ آیا۔ مگر اس صورت سے کہ قید ہو کر بکوں، اور وہ مجھے گرجا کا خادم بنا دیں اور ہر موقعہ پر میں نے ان کو اپنے اوپر قادر کر دیا تاکہ ملاقات حاصل ہو جائے، مجھ سے مل کر وہ بہت خوش ہوئے، میں نے ان کا حال کشف سے دیکھا، انہوں نے میرا حال دیکھا، میں نے انہیں درجۂ صدّیقین میں پایا۔ میں نے کہا آپ کی ان کفار کے درمیان باطنی حالت کیا ہوگی؟۔ فرمایا اے ابوالحجاج! مجھے ان کے درمیان بڑا نفع ہے اور مسلمانوں کے درمیان رہ کر ویسے فوائد نہیں حاصل ہو سکتے۔ میں نے کہا بیان فرمائیے۔ فرمایا کہ میرا توحید اور اسلام اور اعمال صرف اللہ ہی کے واسطے خالص ہیں، کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہے اور حلال کھاتا ہوں جس میں کوئی شبہہ نہیں ہے اور مسلمانوں کو نفع پہنچاتا ہوں اگر ان کا بڑا بادشاہ میں ہوتا تو بھی انہیں کفار سے بچا نہ سکتا۔ انہیں کفار کے شر سے بچاتا ہوں کوئی ان تک نہیں پہنچ سکتا اور کفار کے درمیان قتل وفساد ایسے ایسے کراتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کا سب سے بڑا بادشاہ ہوتا تو بھی نہ کر سکتا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ میں عنقریب اپنے چند تصرفات تمہیں دکھاؤں گا، پھر ہم نے ایک دوسرے کو وداع کیا اور میں لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہو گیا اور بادشاہ نکل کر گرجا کے دروازہ پر جا بیٹھے اور کہا گرجا کے سارے مخصوص لوگوں کو حاضر کرو چنانچہ حاضر کر کے پیش کیے گئے اور کہا گیا یہ اس کے بطریق یعنی عالم ہیں، یہ شماس ہیں یعنی محافظ ہیں، یہ راہب ہیں، یہ ناظر اوقاف ہیں۔ اور یہ اس کی جائیداد کا محصول وصول کرنے والا ہے۔ فرمایا! اس کی خدمت کون کرتا ہے؟ لوگوں نے اس شخص کو بتلایا جس نے مجھے خرید کر گرجا پر وقف کیا تھا اور کہا اس نے ایک قیدی کو خرید کر اس پر وقف کیا۔ اس پر بہت غصہ کا اظہار فرمایا اور کہا کیا تم سب کے سب خدا کے گھر کی خدمت سے متکبر ہو گئے اور ایک شخص کو جو غیر ملت کا نجس ہے اُس سے خدا کے گھر کی خدمت لیتے ہو اور تلوار لے کر اس کی آڑ میں کہ خدا کے گھر کو تم نے نجس کر دیا، سب کی گردن ماری اور میرے احضار کا حکم کیا۔ میں ان پر ظاہر ہو گیا، انہوں نے مجھے پیش کیا، فرمایا یہ ایسے گرجا کا خادم ہے جس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ ان لوگوں کے تکبر کے مقابلہ میں تو یہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو عزت و تعظیم اور خلعت وسواری دے کر اس کے وطن اور اہل کے پاس پہنچایا جاوے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور میں اپنے وطن لوٹ آیا"

(نزہۃ البساتین اردو ترجمہ روض الریاحین صفحہ ۴۶۹ تا ۴۷۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔ مترجم مولوی جعفر علی تلگنوی)

معترض دیوبندی بتائیں کہ اس واقعہ میں خود کو عیسائی ظاہر کرنے والے مسلمان بادشاہ کو بھی (جو مقامِ صدیقیت پر فائز تھا) عیسائیت کے ساتھ منسوب کر کے، ان کے خلاف زبانِ طعن دراز کریں گے؟ اگر نہیں تو صرف اعلیٰ حضرت ہی نشانہ کیوں؟۔ ''نزہۃ البساتین اردو ترجمہ روض الریاحین'' کو مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی اور مفتی شفیع دیوبندی کی تائید حاصل ہے، اس لیے وہ بھی اس واقعہ کے تائید کنندہ قرار پاتے ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ دیوبندی اپنے ان اکابر پر فتویٰ لگاتے ہیں یا حسبِ روایت زبان بند رکھتے ہیں۔

مولوی محمد حسن مؤلف ''کشف الاستار'' ہندو کے روپ میں:

☆ دیوبندی مذہب کے مزعومہ حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

''مولوی محمد حسن نے بڑی تلاش اور دُور دراز پاپیادہ سفر اور ہندو فقیروں اور سادھوؤں کی صحبت اور خدمت میں ایک مرتاض کی حیثیت سے تادیر رہ کر معلوم کیا کہ ہندوؤں کے رشیوں نے اپنے ملفوظات میں دس اوتاروں کے آنے کا عقیدہ ظاہر کیا ہے''۔ (حقانیتِ اسلام غیر مسلم اقوام کی نظر میں صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ مکتبہ حکیم الامت، کمرشل ایریا، ناظم آباد نمبر۲، کراچی۔ طبع اگست ۲۰۰۸ء)

تھانوی صاحب نے اس اقتباس میں لکھا ہے کہ مولوی حسن صاحب ''ہندو فقیروں اور سادھوؤں کی صحبت اور خدمت میں ایک مرتاض'' یعنی ''ریاضت کرنے والے'' کی حیثیت سے رہے۔

تھانوی صاحب نے مزید لکھا ہے:

''مؤلف کشف الاستار مولوی محمد حسن نے (صورۃً) ہندو بن کر بنارس میں اور اجودھیا میں ایک زمانہ تک تحصیل علوم ویدکی، اور بڑے بڑے پاک نفس برہمنوں اور خدارسیدہ سادھوؤں کی صحبت حاصل کی۔ انہوں نے دیکھا اکثر جنگلوں اور پہاڑوں میں تارک الدنیا جوگی کسی بڑی ہستی اور کسی تعریف کی ہوئی ذات کی یاد میں بھجن گاتے اور اس کی جے مناتے''۔

(حقانیتِ اسلام غیر مسلم اقوام کی نظر میں صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ مکتبہ حکیم الامت، کمرشل ایریا، ناظم آباد نمبر۲، کراچی۔ طبع اگست ۲۰۰۸ء)

اس اقتباس میں دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے مولوی محمد حسن صاحب کے بارے میں یہ الفاظ بواضح طور پر لکھے ہیں کہ ''وہ ہندو کی صورت میں'' برہمنوں اور سادھوؤں کی صحبت میں رہے۔ تھانوی صاحب نے ان سادھوؤں کے لیے ''خدارسیدہ'' یعنی ''خدا تک پہنچے ہوئے'' جیسے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں اور ہندو کی صورت میں جوگیوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے مولوی محمد حسن صاحب کا رد بھی نہیں کیا۔ اور دیوبندیوں کے امام مولوی سرفراز گکھڑوی نے لکھا ہے:

''جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں نقل کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے''۔ (تفریح الخواطر صفحہ 79 مطبوعہ مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

اس اقتباس کی روشنی میں ثابت ہوا کہ تھانوی صاحب بھی مولوی محمد حسن صاحب کے ہندو کی صورت میں رہنے کو درست سمجھتے ہیں اسی لیے ان کا رد نہیں کیا۔ لیکن دوسری طرف تھانوی صاحب کے پیروکار دیوبندی اسی طرح کے ایک واقعہ کی وجہ سے

اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرتے ہیں، لہٰذا ان معترض دیوبندیوں سے گذارش ہے کہ ''روض الریاحین'' سے پیش کیے گئے واقعہ اور تھانوی صاحب کی اپنی کتاب سے پیش کیے گئے مذکورہ بالا دو اقتباسات کی وجہ سے تھانوی صاحب کے بارے میں بھی اسی طرح کا تبصرہ کیا جائے جو اعلیٰ حضرت کے متعلق کیا جاتا ہے۔

بابا گرونانک، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے خلیفہ تھے: مولوی رشید گنگوہی دیوبندی کا مؤقف

دیوبندی مذہب کے ایک اور امام مولوی رشید گنگوہی دیوبندی کی مستند سوانح عمری سے دو اقتباسات ملاحظہ کریں، پہلے اقتباس میں لکھا ہے کہ گنگوہی صاحب نے سکھوں کے پیشوا بابا گرونانک کے بارے میں کہا:

☆''ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ شاہ نانک جن کو سکھ لوگ بہت مانتے ہیں، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے خلفا میں سے ہیں، چونکہ اہلِ جذب سے تھے اس وجہ سے ان کی حالت مشتبہ ہوگئی، مسلمانوں نے کچھ ان کی طرف توجہ نہ کی، سکھ اور دوسری قومیں کشف و کرامات دیکھ کر ان کو ماننے لگے''۔ (تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور)

ایک بزرگ پوشیدہ ہو کر مندر میں تبلیغ کرتے تھے، مولوی رشید گنگوہی دیوبندی:

کچھ صفحات بعد مزید لکھا ہے کہ گنگوہی صاحب نے کہا:

☆''شاہ حکیم اللہ صاحب ایک بزرگ سہارنپور میں رہتے تھے، اُن کی خدمت میں ایک شخص بغرضِ سلام حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ حضرت میں حیدرآباد دکن کو جاتا ہوں، شاہ صاحب نے فرمایا اچھا جاؤ، ''حیدرآباد کے راستہ میں فلاں شہر پڑے گا اُس شہر کے متصل ایک جھڑی ہے اُس میں ایک بزرگ رہتے ہیں، یہ اُن کا نام ہے، اُن سے ملنا اور میرا سلام کہنا'' یہ شخص رخصت ہو کے حیدرآباد روانہ ہوئے، شاہ صاحب کے ارشاد کے موافق جب جھڑی کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایک مندر بنا ہوا ہے اس کی چار دیواری کے گرد بہت سے ہندو فقیر الگ الگ بُت ہاتھوں میں لئے پوجا کر رہے ہیں، یہ شخص بہت متحیر ہوا کہ یہاں یہ کیا قصہ ہو رہا ہے، آخر آگے بڑھا اور ایک ہندو فقیر سے پوچھا کہ اس مندر میں کون رہتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ ہمارا گرو رہتا ہے۔ انہوں نے نام پوچھا تو وہی تھا جو شاہ صاحب نے بتایا تھا، اِس شخص نے فقیر سے کہا کہ اپنے گرو کو اطلاع کر دو کہ ایک شخص شاہ حکیم اللہ سہارنپوری کا بھیجا ہوا سلام کے لیے حاضر ہونا چاہتا ہے، ہندو فقیر نے جواب دیا کہ ہم لوگ تو وہاں تک پہنچ نہیں سکتے البتہ تمہارا پیام ڈیوڑھی کے فقیروں تک پہنچا تا ہوں وہاں سے سلسلہ بہ سلسلہ گرو جی تک پہنچ جائے گا۔ غرض اِس طرح پر جب پیام اندر پہنچا تو انہوں نے اِن مہمان مسافر کو اندر بلا لیا، وہاں جا کر دیکھتے ہیں تو ایک بزرگ سفید ریش صاف سُتھرے چبوترہ پر بیٹھے قرآن شریف کی تلاوت کر رہے ہیں، جب فارغ ہو کر کلامِ مجید جزدان میں رکھ لیا، تو اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور سلام و کلام ہوا، اس شخص نے کہا کہ حضرت یہاں کے قصے نے تو مجھے حیران بنا دیا، باہر بُت پرست جوگیوں کا مجمع کیسا ہے؟ بزرگ نے فرمایا: میاں کیا پوچھتے ہو باہر جتنے لوگ معتقد بنے بیٹھے ہیں سب ہندو ہیں، اُن کو یہاں تک پہنچنے کی ممانعت ہے، جب کسی قدر اُن کی اصلاح ہو جائے گی تو ڈیوڑھی پر آ جائیں گے اور پھر جب حالت زیادہ

سنورے گی تو یہاں آجائیں گے، یہاں آکر مسلمان بنیں گے، چنانچہ یہ لوگ جن کو میرے پاس دیکھتے ہو بحمد اللہ سب مسلمان ہیں اور جب مکمل ہو جائیں گے تو اِس سامنے والے دروازہ سے ان کو نکال دوں گا، اِس دروازہ سے باہر جانے والے لوگ پھر کبھی باہر کے لوگوں سے نہ ملیں گے، غرض یہی سلسلہ رہے گا یہاں تک کہ میرا وقت پورا ہو جائے، جتنے لوگ تم دیکھ رہے ہو، سب میں فرقِ مراتب ہے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ پڑھنے کے لیے بتایا گیا ہے اور ہر ایک کو دوسرے سے اپنا حال کہنے کی ممانعت ہے، اِسی طرح بہتیرے خدا کے فربندے مسلمان بن کر یہاں سے روانہ ہوئے، اگر کھلم کھلا اسلام کی طرف ان لوگوں کو بُلایا جائے تو یہاں کے لوگ مسلمان کو قتل کر ڈالیں، میں بھی مارا جاؤں اور یہ بھی۔ اس لیے اسلام کی خدمت اور دین کی جانب ہدایت کا میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے، اِس قصہ کے بعد حضرت امامِ ربانی نے ارشاد فرمایا، اسی طرح اکثر بزرگ پوشیدہ ہو کر خلقت کو راہِ ہدایت پر لاتے ہیں، اِسی طرح بابا نانک بھی مسلمان تھے اور پوشیدہ ہو کر ہدایت کرتے تھے"۔

(تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۲۲۷، ۲۳۸ مطبوعہ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور)

مولوی رشید گنگوہی دیوبندی کے بیان کردہ مذکورہ بالا دونوں اقتباسات سے گرونانک کا مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے، نیز منقولہ بالا دوسرے اقتباس میں مندر میں رہ کر ہندوؤں کو مسلمان کرنے والے بزرگ کے واقعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ کچھ بزرگ غیر مسلموں کی ہدایت کے لیے ان کے احوال کے مناسب طریقہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لیے اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرنے والے دیوبندی پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔ وقت کی کمی اور مصروفیات کی کثرت کے سبب انتہائی عجلت میں اتنا ہی لکھ سکا ہوں، جو کہ غنیمت سمجھتا ہوں۔ تمّت۔

(میثم قادری۔ مورخہ ۲۰۱۷ء/۹/۱۵۔ بوقت مغرب)

خواب دیکھنے والوں پر نظر

جبل پور قیام کے زمانے میں ایک بار اعلیٰ حضرت محفل میلاد شریف میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات بیان فرما رہے تھے۔ اسی دوران یکا یک منبر سے اتر کر کھڑے ہو گئے اور صلوٰۃ و سلام عرض کرنے لگے۔ لوگوں کو حیرت ہوئی کہ بیچ تقریر میں اچانک یہ کیا ہوا؟ تھوڑی دیر کے بعد پھر تقریر شروع کی اور جلسہ ختم ہوا۔ بعد اجلاس مولانا مفتی برہان الحق صاحب اور ایک مرد صالح دو بزرگوں نے الگ الگ نشستوں میں بیان کیا۔ درمیان تقریر ہماری آنکھ لگ گئی۔ ہم نے ایک عجیب جلوہ نور دیکھا جو پوری فضا کو محیط ہوتا جا رہا تھا۔ اسی میں ہم محو تھے کہ صلوٰۃ و اسلام کی آواز کانوں میں آنے لگے۔ جسے سن کر آنکھ کھل گئی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: یہ سرکار کا کرم تھا کہ تجلی فرمائی۔ لوگوں نیاب سمجھا کہ درمیان تقریر اچانک اتر کر صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کا سبب کیا تھا؟

ان عرفانی آنکھوں نے بیداری میں وہ جلوۂ نورانی ملاحظہ فرمایا با ادب کھڑے ہو کر نذرانہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کا ایسا ہی واقعہ سیّدنا غوث اعظم کے ایک وعظ میں پیش آیا تھا۔ (امام احمد رضا اور تصوف ص ۹۲)

امام احمد رضا
ارباب علم ودانش کی نظر میں

نیاز فتح پوری

''مولانا احمد رضا خاں کو دیکھ چکا ہوں، وہ غیر معمولی علم ودانش کے مالک تھے۔ ان کا مطالعہ وسیع بھی تھا اور گہرا بھی۔ ان کا نور علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا۔ فروتنی، خاکساری کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا''۔ (ص ۲۷ ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی شمارہ نمبر ۵ ۱۹۷۵ء)

حکیم محمد سعید دہلوی

مولانا احمد رضا خاں بریلوی دینی علوم میں ایک جامع اور انفرادی حیثیت کے مالک تھے۔ وہ فقیہ بھی تھے، عالم بھی اور شاعر بھی۔ ان کی تصانیف کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق آٹھ سو کے لگ بھگ ہے۔ انہوں نے دین کے جس شعبے اور علم وفن کے جس گوشے پر قلم اٹھایا اس میں ان کی ایک انفرادی شان نمایاں نظر آتی ہے۔ اگرچہ انہوں نے براہ راست سیاست میں حصہ نہیں لیا لیکن جہاں کہیں انہوں نے سیاسی تحریکات کو مذہب سے متصادم پایا وہاں اس کے خلاف بے باکانہ قلمی جہاد کیا۔

''مولانا شریعت وطریقت دونوں کے رموز سے آگاہ تھے۔ اگر ایک طرف ان کے فتاویٰ نے عرب وعجم میں ان کی دینی وعلمی بصیرت کی دھاک بٹھادی تھی تو دوسری طرف عشق رسول نے ان کی نعتیہ شاعری کو فکر وفن کی بلندیوں پر پہنچادیا تھا''۔ (ص ۹۴ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

نعیم صدیقی

''مولانا کی جو نعتیں پڑھنے یا سننے میں آئیں، ان میں خصوصی طور پر الہیت کی روح کارفرما ہے، زبان پر قدرت ہے۔ ان کا تخیل نئی نئی کونپلیں نکالتا ہے اور تشبیہات وتلمیحات سے وہ خوب کام لیتے ہیں''۔ (ص ۱۱۶ خیابان رضا)

ڈاکٹر سلام سندیلوی، شعبہ اُردو گورکھ پور یونیورسٹی

''حضرت امام احمد رضا نے اپنی نعت میں خلوص کی مہک بھردی ہے۔ یہ خلوص ان کے ذاتی تجزیہ پر مبنی ہے۔ انہوں نے ہر نفس پر بوئے محمد کو محسوس کیا ہے، اور اسی کی موجیں ہم کو ان کی شاعری میں رقصاں نظر آتی ہیں''۔

(ص ۶۴ ۔امام احمد رضا نمبر ماہنا المیز ان بمبئی ۱۹۷۶ء)

بہزاد لکھنوی

''حضرت عالم باعمل اور فاضل بے بدل ہونے کے ساتھ ہی صوفی کامل بھی تھے۔ عاشق رسول ایسے تھے کہ ان کی زندگی کی کوئی سانس ذکر رسول سے کبھی خالی نہیں گزری''۔ (ص ۴۵ پیغامات یوم رضا طبع دوم لاہور)

میاں محمد شفیع (م،ش)

اعلیٰ حضرت نے عشق رسول کی عوامی تحریک جاری فرما کر طول و عرض ہند میں جس طرح مسلمانوں کے سینے میں حب رسول کی جوت جگائی اس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ (ص ۹۵ خیابان رضا)

سید الطاف بریلوی ایڈیٹر العلم

''اعلیٰ حضرت کی انگریز سے اس قدر نفرت تھی کہ انہوں نے تمام عمر لفافے پر ڈاک کا ٹکٹ الٹا لگایا، یعنی تاج والا حصہ نیچے کی طرف رکھا''۔ (ص ۱۲۰ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

پروفیسر محمد ایوب قادری

''مولانا احمد رضا خاں بریلوی بن مولانا نقی علی خاں ساکن بریلی (روہیل کھنڈ، یوپی، انڈیا) نامور عالم، کثیر التصانیف، مقبول مترجم قرآن اور مشہور فقیہ تھے...... مولانا بریلوی فکری اعتبار سے مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا محبوب علی دہلوی اور مولانا فضل رسول بدایونی سے تعلق رکھتے تھے۔ اول الذکر دو حضرات تو خانوادۂ ولی اللٰہی کے نامور ارکان ہیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی نے علمائے فرنگی محل (لکھنؤ) سے استفادہ و استفاضہ کیا ہے۔ مولانا بریلوی شعر و شاعری کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ان کی بعض نعتیں تو بڑی پیاری ہیں''۔ (ص ۹۰/۹۱ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر حامد علی خاں، شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

''اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے فاضل بریلوی پر انعامات کی بارش برسائی اور بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ خدا نے آپ کو قوی حافظہ اور ذہن رسا عطا فرمایا نیز اپنے فضل و کرم سے اپنی عطا کردہ صلاحیتوں کو صحیح راہ پر لگانے کی توفیق مرحمت فرمائی''۔ (ص ۴۴۹، امام احمد رضا نمبر، المیزان بمبئی)

حفیظ جالندھری

''ان کے قلم سے چند ابیات نعت نے میرے قلب میں محبت حضور کی روشنی میں توانائی بخشی...... میں ان کو عشاق رسول کے زمرے میں صفحہ اوّل پر دیکھتا ہوں'' (ص ۶۲ خیابان رضا)

رئیس امروہوی

''ان جیسا عاشق رسول، نعت گو، منقبت سرا، محدث، عالم، مصنف اور فقیہ وشارح قرآن مجید کہاں پیدا ہوتا ہے؟ ان کی تصانیف نثر اور ان کی شاعری کیف وسرور سے لبریز ہے جس سے عجیب طرح کا انشراح صدر ہوتا ہے۔ روح پر اہتزازی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ وہ ایک صوفی باصفا اور عالم جلیل تھے۔ ایسی کی اب شخصیتیں تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں۔ عہد آفریں بھی''

(ص ۶۵ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

پروفیسر کرّار حسین وائس چانسلر بلوچستان یونیورسٹی

''میں ان کی شخصیت سے اس وجہ سے متاثرہ ہوں کہ انہوں نے علم وعمل میں عشق رسول کو وہ مرکزی مقام دیا ہے جس کے بغیر تمام دین ایک حسد بے روح ہے''۔ (ص ۸۵ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر وائس چانسلر اسلامی یونیورسٹی بہاولپور

''حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت عظیم اور ان کا علمی مرتبہ بہت بلند ہے۔ وہ بلاشبہ عبقری تھے''۔

(ص ۱۱۵ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

پروفیسر محمد طاہر فاروقی صدر شعبۂ اُردو پشاور یونیورسٹی

''اعلیٰ حضرت عشق رسول میں ڈوبے ہوئے تھے، اور وہی جذبہ ان کی نعت گوئی کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے، اسی لئے اُن کے اشعار میں ''از دل خیزو بردل ریز'' کا صحیح عکس نظر آتا ہے۔ (ص ۹۶ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی بانی جماعت اسلامی

''مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم وفضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے، فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی نظر رکھتے تھے، اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں''۔ (ص ۴۰ مقامات یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور)

''میری نگاہ میں مولانا احمد رضا خاں مرحوم ومغفور دینی علم وبصیرت کے حامل اور مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ کے قابل احترام مقتداء تھے۔ اگرچہ ان کے بعض فتاویٰ وآراء سے مجھے اختلاف ہے لیکن میں ان کی دینی خدمات کا معترف بھی ہوں''۔

(ص ۱۱۰ امام احمد رضا نمبر ماہنامہ المیزان بمبئی ۱۹۷۶ء)

ملک زادہ منظور احمد لکھنؤ یونیورسٹی

''مجدد اسلام حضرت مولانا احمد رضا خاں اگر ایک طرف تبحر علمی، زہد وتقویٰ اور روحانی تصرفات کے معیار نمونہ تھے تو دوسری طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بے پناہ محبت وعقیدت بھی شامل تھی۔ انہوں نے اپنی علمی ودینی صلاحیتوں سے مسلمانوں میں جو ذہنی انقلاب پیدا کیا۔ اس کی شہادت ہماری پوری صدی دے رہی ہے۔

تاریخ اسلام، قرآنی رموز ونکات، حدیث اور اسماء الرجال پر ان کی جتنی گہری نگاہ تھی اس کے معترف ومداح ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے علماء کرام ہیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا جو ملکہ انہیں حاصل تھا، اسی کی غمازی ''حدائق بخشش'' میں شامل وہ نعتیں اور منقبتیں کرتی ہیں جو آج بھی گھر گھر پڑھی جاتی ہیں'' (ص ۴۷۹ امام احمد رضا نمبر ماہنامہ المیزان بمبئی)

شاعر مشرق علامہ اقبال

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صدر شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (متوفی ۱۳۵۸، ۱۹۳۹ء) خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ایک مجلس کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر سیّد عابد احمد علی مہتمم بیت القرآن لاہور وسابق لیکچرر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا یہ تحریری بیان ہے:

''غالباً ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے کہ علامہ اقبال مسلم یونیورسٹی میں موجود تھے۔ ایک محفل میں جس میں میں بھی موجود تھا۔ دوران گفتگو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا تذکرہ آگیا۔ علامہ مرحوم نے مولانا بریلوی کو خراج عقیدت وتحسین پیش کرتے ہوئے کہا:

''ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع وذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا''۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے علامہ مرحوم نے فرمایا: ''کہ میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت، جودتِ طبع، کمال فقاہت، اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عدل ہیں''۔

نیز فرمایا: ''مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے، یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور وفکر کے بعد کرتے تھے، لہٰذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑی''۔ الیٰ آخرہ۔

عابد احمد علی یکم اگست ۱۹۶۸ء (اس پورے تحریری بیان کی فوٹو کاپی ہفت روزہ افق کراچی، ۲۲، تا ۱۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء میں نے شائع کر دیا ہے)۔

ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی

''میں جناب رضا بریلوی کی دینی خدمات کا مداح اور معترف ہوں اور ان کو اسلام کے مجاہدین ومبلغین کی صف اوّل میں شامل سمجھتا ہوں۔ عشق رسول کا جذبہ ان کی نثر اور نظم میں ہر جگہ موجود ہے، اور چوں کہ اس کی بنیاد جذبے کی صداقت اور موضوع کی لطافت پر ہے۔ اس لئے اس کا اثر آفریں ہونا قدرتی امر ہے''۔ (ص ۳۷ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

ماہر القادری

''مولانا احمد رضا خاں بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے۔ یہاں تک کہ ریاضی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ دینی علم وفضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعر تھے اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہ سخن سے الگ ہٹ کر صرف نعت رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔ (ص۴۴، ماہنامہ فاران کراچی ۱۹۷۳ء)

سر ضیاء الدین

ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے حضرت مولانا سید سلیمان اشرف کے توسط سے بریلی پہنچ کر امام احمد رضا فاضل بریلوی سے ۱۳۳۲ھ، ۱۹۱۴ء اور ۱۳۳۵ھ، ۱۹۱۷ء کے درمیان ریاضی کے ایک پیچیدہ مسئلہ میں استفادہ کیا جس کا واقعہ مشہور اور متعدد کتب سوانح میں مذکور ہے۔!!

اس واقعہ کے ایک عینی شاہد حضرت مفتی برہان الحق جبل پوری خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی ۱۹۷۲ء میں بمبئی کے اندر تشکیل پانے والے آل انڈیا مسلم پرسنل لا۔ بورڈ کے تاحیات نائب صدر رہے، اختتام واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''باہر آکر ڈاکٹر (سر ضیاء الدین) صاحب نے سیّد سلیمان اشرف سے کہا! اتنا بردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی کوئی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی، اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر ومقابلہ، توقیت وغیرہ میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل ریاضی کے جن مسئلے کو ہفتوں غور وفکر کے بعد بھی حل نہ کرسکی۔ حضرت نے منٹ میں حل کر کے رکھ دیا'' (ص۵۹۔۷۵۔۶۰ اکرم امام احمد رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء)

اور ایک دوسرے مشہور عالم دین مولانا ظفر الحق پرنسپل شمس الہدیٰ پٹنہ (جو ڈاکٹر مختار الدین احمد سابق صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے والد ماجد ہیں) اس واقعہ سے متعلق سر ضیاء الدین کے یہ تاثرات نقل کرتے ہیں:

''میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شئی ہے۔ آج اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلہ کے حل کے لیے جرمن جانا چاہتا تھا۔ اتفاقاً ہمارے دینیات کے پروفیسر سیّد سلیمان اشرف صاحب نے میری رہنمائی فرمادی اور میں حاضر ہو گیا، یوں معلوم ہو رہا ہے کہ آپ اس مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے''۔

(ص۱۵۳ حیات اعلیٰ حضرت جلد اوّل، مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

مولانا کوثر نیازی

''ان کی امتیازی خصوصیت ان کا عشق رسول ہے جس میں وہ سرتاپا ڈوبے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان کا نعتیہ کلام بھی سوز وگداز کی کیفیتوں کا آئینہ دار ہے۔ (ص۱۹۰ انداز بیان)

مولانا ابوالکلام آزاد

''مولانا احمد رضا خاں ایک سچے عاشق رسول گزرے ہیں۔''

(ص ۱۴۴۔ تحقیقات از مفتی محمد شریف الحق امجدی، مکتبہ الحبیب مسجد اعظم الٰہ آباد)

مولانا زکریا شاہ بنوری

پشاور کی ایک مجلس میں سیّد محمد یوسف بنوری (کراچی) کے والد بزرگ وار مولانا سیّد زکریا شاہ صاحب بنوری پشاوری نے فرمایا:

''اگر اللہ تبارک وتعالیٰ ہندوستان میں احمد رضا خاں بریلوی کو نہ پیدا فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہو جاتی''۔

(ص ۱۰۰ فاضل بریلوی اور ترک سوالات از پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور)

مولانا محمد الیاس بانی تبلیغی جماعت

کراچی میں ایک عالم دین نے جن کا تعلق مسلک دیوبند سے ہے۔ فرمایا: تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس صاحب فرماتے تھے کہ ''اگر کسی کو محبت رسول علیہ التحیۃ والثناء سیکھنی ہو تو مولانا بریلوی سے سیکھے''۔ (حوالہ مذکور)

مولانا اشرف علی تھانوی

''حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھ کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا''۔

(اسوۂ اکابر مطبوعہ دیوبند ص ۱۸) ''میرے دل میں احمد رضا کا بے حد احترام ہے' وہ ہمیں کافر کہتے ہیں۔ لیکن عشق رسول کی بنا پر کہتے ہیں کسی اور غرض سے تو نہیں کہتے''۔ (بحوالہ اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام از مولانا اختر شاہ جہاں پوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء)

پروفیسر سلیم چشتی

''مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے سرکار ابد قرار زبدۂ کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو منظوم سلام پیش کیا ہے اسے یقیناً شرف قبولیت حاصل ہو گیا۔ کیونکہ ہند و پاک میں شاید ہی کوئی عاشق رسول ایسا ہو جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کر لئے ہوں'' (ص ۳۱ ندائے حق جون پور)

مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

''وہ (مولانا احمد رضا خاں بریلوی) علوم اسلامیہ، تفسیر، حدیث، فقہ، پر عبور رکھتے تھے۔ منطق، فلسفہ اور ریاضی میں بھی کمال حاصل تھا۔ عشق رسول کے ساتھ ادب رسول میں اتنے سرشار تھے کہ ذرا بھی بے ادبی برداشت نہ تھی''۔

(ص ۵۵ خیابان رضا طبع اوّل ۱۹۸۲ء عظیم پبلی کیشنز لاہور)

مولانا ملک غلام علی نائب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

''حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے''۔ (ہفت روز شہاب لاہور ۳ نومبر ۱۹۶۲ء)

شاہ معین الدین ندوی ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ

''مولانا احمد رضا خاں مرحوم صاحب علم نظر علماء مصنفین میں تھے، دینی علوم خصوصاً حدیث وفقہ پر ان کی نظر وسیع و گہری تھی۔مولانا نے جس وقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علما کے استفارات کے جوابات تحریر فرماتے ہیں اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت، قرآنی استحضار، ذہانت وطباعی کا پورا پورا انداز ہوتا ہے۔ان کے عالمانہ محققانہ فتاویٰ موافق ومخالف ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں'' (ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۲ء)

مولانا ابوالحسن علی ندوی

''علماء حجاز سے بعض فقہی وکلامی مسائل پر مذاکرہ وتبادلہ خیال کیا حرمین کے دوران قیام آپ نے بعض رسائل لکھے اور علماء حرمین کے پاس آئے ہوئے سوالات کے جوابات دیئے۔وہ حضرات آپ کے وفور علم، فقہی متون واختلافی مسائل پر دقتِ نظر، وسعت معلومات، سرعت تحریر اور ذکاوت وذہانت دیکھ کر حیران رہ گئے''۔

''فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر معلومات کی حیثیت اس زمانہ میں ان کی نظیر نہیں ملتی......علوم ریاضی، ہیئت، نجوم، توقیت وغیرہ میں انہیں مہارت تامہ حاصل تھی، وہ اکثر علوم کے حامل تھے''۔

(ص ۴۱ جلد ہشتم نزہۃ الخواطر مطبوعہ حیدر آباد ۱۹۷۰ء)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

''علوم دینیہ میں انہیں جو دسترس حاصل تھی وہ فی زمانہ فقید المثال تھی۔دوسرے علوم میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ان کا دل چوں کہ عشق نبوی میں کباب تھا اس لئے نعت میں خلوص اور سوز ہے جو بغیر عمیق جذبات کے پیدا نہیں ہوتا''۔

(ص ۴۳ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)۔

ڈاکٹر جمیل جالبی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

''مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی چودھویں صدی ہجری کے بلند پایہ فقیہ، متبحر عالم، بہترین نعت گو، صاحب شریعت وصاحب طریقت بزرگ تھے!

ان کا امتیازی وصف جو دوسرے تمام فضائل وکمالات سے بڑھ کر ہے وہ ہے عشق رسول۔ان کی تصنیفات وتالیفات میں

جو چیز سب سے نمایاں ہے وہ یہی حب رسول ہے''۔ (ص ۴۷ معارف رضا جلد چہارم مطبوعہ کراچی)

شیخ امتیاز علی وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور

''حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے عہد کے جید عالم مقبول نعت گو اور صدہا دینی و علمی کتب و رسائل کے مصنف تھے۔ دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر موصوف کی نظر بڑی وسیع اور گہری تھی۔ فقہی مسائل میں ''فتاویٰ مطبوعہ'' ان کا بہت اہم علمی کارنامہ ہے۔ مولانا بریلوی کی فقہی بصیرت اور اعلیٰ اجتہادی صلاحیت کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے علامہ اقبال نے بجا فرمایا تھا۔ ''ہندوستان میں اس دور اخیر میں ان جیسا ذہین و طباع بمشکل ہی ملے گا''۔ (ص ۴۴، خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری صدر شعبۂ اُردو کراچی یونیورسٹی

''ان کی شاعری کا محور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی و سیرت تھی۔ مولانا صاحب شریعت بھی تھے اور صاحب طریقت بھی، صرف نعت و سلام و منقبت کہتے تھے اور بڑی دردمندی و دل سوزی کے ساتھ کہتے تھے''۔

(ص ۸۶۔ اُردو کی نعتیہ شاعری مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر سیّد عبداللہ

''وہ بلاشبہ جید عالم، متبحر حکیم، عبقری اور صاحب نظر مفسر قرآن، عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے لیکن ان تمام درجات رفیعہ سے بھی بلند تر ان کا ایک درجہ اور ہے وہ ہے عاشق رسول کا۔

یہ عشق رسول کا فیضان تھا کہ ان کے دل میں سوز و گداز، ان کی نظر میں حیاء ان کی عقل میں سلامتی، ان کے اجتہاد میں ثقاہت ان کی زبان میں تاثیر، اور ان کی شخصیت میں اثر و نفوذ تھا'' (ص ۳۵ پیغامات یوم رضا طبع دوم لاہور)

احسان دانش

''مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اکیلے نہیں ان کے خاندان سے شعر و ادب اور خصوصاً نعت گوئی نے راہیں پائی ہیں۔

حسن رضا خاں کا دیوان ''ثمرۂ فصاحت'' میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔ جواب کہیں نہیں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نعت کے میدان میں ناقابل فراموش شخصیت ہیں'' (ص ۴۶ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

احمد ندیم قاسمی

''میں انہیں صرف بحیثیت نعت گو جانتا ہوں اور میرا اندازہ ہے کہ نعت گوئی میں ان کا مرتبہ دیگر نعت نویسوں کے مقابلہ میں، آں حضرت کے ساتھ مرحوم کی بے پناہ اور بے کنار عقیدت و محبت کی برکت سے منفرد ہو جاتا ہے۔

(ص ۴۲ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی

''حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے بچپن ہی سے واقفیت ہے۔ آپ کے علم وفضل، تقویٰ وتقدس، حمیت دینی حرارت ایمانی کا ذکر اکثر اپنے بزرگوں سے سنا فقیہ اسلام اور مترجم قرآن کی حیثیت سے حضرت کو جو مقام ومرتبہ حاصل ہے اس کا اعتراف تمام اہل نظر نے کیا ہے۔

حضرت مولانا کے شاعرانہ کمالات سے بھی حال ہی میں شناسائی ہوئی ہے، بالخصوص نعتیہ شاعری نے خاص طور پر متاثر کیا۔ آپ کے کمال میں جو والہانہ سرشاری، سپردگی اور سوز وگداز کی جو کیفیت ملتی ہے وہ اُردو نعت گوشعرا میں اپنی مثال ہے''۔

(ڈاکٹر صاحب کا مکتوب بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور)

نقاش فطرت میاں ایم اسلم لاہور

''مجدد اسلام سیّدنا حضرت امام احمد رضا بریلوی شریعت اور طریقت میں ایک بہت بلند مقام رکھتے تھے اور امام وقت مانے جاتے تھے''۔ (ص ۶۷ خیابان رضا)

ڈاکٹر عبادت بریلوی

''مولانا احمد رضا خاں صاحب بہت بڑے عالم دین، مفکر اسلام اور عاشق رسول تھے۔ ان کا نام علمائے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ انہوں نے اپنی تصانیف سے علوم اسلامی میں گراں قدر اضافہ کیا ہے'' (ص ۶۷ خیابان رضا)

سید شان الحق حقی

''میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے مبرا ہے۔ اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں۔ ان کی مقبولیت اور دلپذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال اور مولانا کے مرتبے پر وال ہے''۔ (ص ۶۶ خیابان رضا)

پروفیسر سیّد سخی احمد ہاشمی

''مولانا احمد رضا خاں علم وفضل، زہد وتقویٰ اور عشق رسول کے لحاظ سے اپنے معاصرین میں اپنی الگ حیثیت سے ممتاز ہیں۔ ان کی بے شمار کتب ورسائل جن کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز بتائی جاتی ہے۔ ان کے علم وفضل پر گواہ ہیں۔ ان کے حالات زندگی ان کے زہد وتقویٰ پر شاہد ہیں، اور ان کے اشعار عشق رسول سے بھرپور، ان کی شخصیت نے اپنے زمانہ کو بہت متاثر کیا''۔

(ص ۶۷ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صدر شعبۂ اُردو سندھ یونیورسٹی

''حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ احمد سعید دہلوی (م ۱۲۷۷ء) کے بعد حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنی کتاب اور تقریروں میں عشق رسول ہی کو اپنا موضوع بنایا، اور اس موقف سے ذرا بھی ہٹنا گوارہ نہیں کیا، اور میرا خیال ہے کہ مولانا احمد

رضا خاں صاحب غالباً واحد عالم دین ہیں۔ جنہوں نے اُردو نظم ونثر دونوں میں اُردو کے بے شمار محاورات استعمال کئے ہیں، اور اپنی علمیت سے اُردو شاعری میں چار چاند لگا دیئے ہیں، وہ عشق رسول ہی کو اصل تصوف سمجھتے تھے ایک جگہ کہتے ہیں:

راہ عرفاں کہ جو ہم نادیدہ رُو محرم نہیں
مصطفےٰ ہیں مسند ارشاد پر کچھ غم نہیں!

ڈاکٹر نسیم قریشی شعبۂ اُردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

''نعت گوئی ادبیات انسانی کا ایک بیش قیمت ذخیرہ ہے۔ نازک خیال شاعروں اور چابک دست ماہرین فن نے سرمایۂ عقیدت کو وہ آب ورنگ دیا ہے کہ بایں انداز چلن طرازی فکر وبیان طبیعت جھوم جھوم اُٹھتی ہے''۔

کتنی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضا کے حصہ میں کہ وہ مقبولین بارگاہ الٰہی اور نظر کردگانِ رسالت پناہی کے اس محبوب زمرہ میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ ایسا بلند مقام کہ انہیں 'حسان الہند' کے مبارک لقب سے یاد کئے بغیر ان کے بے پناہ جذبۂ عشق رسول، ان کی وجد آفرین نعت گوئی کے ساتھ انصاف ہی نہیں ہوسکتا۔ محمدی لوائے عظمت ابد کی چوٹیوں پر سرمدی شان سے لہرا رہا ہے اور اس کے مقدس سائے میں حضرت رضا بریلوی جاوداں، کامرانیوں سے سرفراز شاد کام ہو رہے ہیں۔

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔

(ص ۵۴۹۔ امام احمد رضا نمبر، المیزان بمبئی ۱۹۷۶ء)

منقبت

رئیس بدایونی

در مدحِ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی

مدحت شان رسالت سر اظہار رضا — کلمۂ حق وصداقت صوت پندار رضا
وہ محبان رضا ہوں یا ہوں اخیارِ رضا — سب کے محور بن گئے ہیں آج افکار رضا
ہو رہے ہیں دوستو! اس طرح اذکار رضا — آنکھ جیسے کر رہی ہو آج دیدار رضا
جلسۂ میلاد ہویا جلسہ شان رسول — جھوم کے پڑھتے ہیں علماء اب بھی اشعار رضا
علم وفن کی بات کرتے ہوتو دیکھو شوق سے — وہ کتابیں جن میں ہیں محفوظ افکار رضا
ہیں احادیث نبوی کے مرصّع آئینے — سیرت وکردار وصورت اور اطوار رضا
نعت گوئی میں ہے پنہاں شانِ قرآن وحدیث — نعت کا دیوان ہے لاریب شہکار رضا
مسلک حق وصداقت کے لئے ہراک دلیل — دہریت کے واسطے عریاں تھی تلوار رضا

اے رئیس اس کو ملا حق کی ہدایت کا شرف
صدق دل سے بن گیا ہے جو بھی میخوار رضا

امام احمد کے ماہ وسال

(۱)۔ولادت باسعادت	۱۰شوال ۱۲۷۲ھ، ۱۴جون ۱۸۵۶ء
(۲)۔ختم قرآن کریم	۱۲۷۶ھ، ۱۸۶۰ء
(۳)۔پہلی تقریر	ربیع الاوّل ۱۲۷۸ھ، ۱۸۶۱ء
(۴)۔پہلی عربی تصنیف	۱۲۸۵ھ، ۱۸۶۸ء
(۵)۔دستار فضیلت	شعبان ۱۲۸۶ھ، ۱۸۶۹ء بعمر تیرہ سال، دس ماہ پانچ دن
(۶)۔آغاز فتویٰ نویسی	۱۴شعبان ۱۲۸۶ھ، ۱۸۶۹ء
(۷)۔آغاز درس وتدریس	۱۲۸۶ھ، ۱۸۶۹ء
(۸)۔ازدواجی زندگی	۱۲۹۱ھ، ۱۸۷۴ء
(۹)۔فرزند اکبر مولانا محمد حامد رضا خان کی ولادت،	ربیع الاوّل ۱۲۹۲ھ، ۱۸۷۵ء
(۱۰)۔فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت	۱۲۹۳ھ، ۱۸۷۷ء
(۱۱)۔بیعت وخلافت	۱۲۹۴ھ، ۱۸۷۷ء
(۱۲)۔پہلی اُردو تصنیف	۱۲۹۴ھ، ۱۸۷۷ء
(۱۳)۔پہلا حج اور زیارت حرمین	۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء
(۱۴)۔شیخ احمد بن زین بن دحلان مکی سے اجازت حدیث	۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء
(۱۵)۔مفتی مکہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی سے اجازت حدیث،	۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء
(۱۶)۔شیخ عابدالسندی کے تلمیذ رشید امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل سے اجازت حدیث،	۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء
(۱۷)۔احمد رضا کی پیشانی میں شیخ موصوف کا مشاہدۂ انوار الٰہیہ،	۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء
(۱۸)۔مسجد خیف (مکہ معظمہ) میں بشارت مغفرت	۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء
(۱۹)۔زمانۂ حال کے یہود ونصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے عدم جواز کا فتویٰ، ۱۲۹۸ھ، ۱۸۸۱ء	

(۲۰)۔تحریک ترک گاؤکشی کا سد باب ۱۲۹۸ھ،۱۸۸۱ء

(۲۱)۔پہلی فارسی تصنیف ۱۲۹۹ھ،۱۸۸۲ء

(۲۲)۔اردو شاعری کا سنگھار قصیدۂ معراجیہ کی تصنیف قبل ۱۳۰۳ھ،۱۸۸۵ء

(۲۳)۔فرزند اصغر مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا خان کی ولادت ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ،۱۸۹۲ء

(۲۴)۔ندوۃ العلماء کے جلسۂ تاسیس (کانپور) میں شرکت ۱۳۱۱ھ،۱۸۹۴ء

(۲۵)۔تحریک ندوہ سے علیحدگی ۱۳۱۵ھ،۱۸۹۷ء

(۲۶)۔مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت میں فاضلانہ تحقیق، ۱۳۱۶ھ،۱۸۹۸ء

(۲۷)۔قصیدۂ عربیہ امال الابرار والآلام الاشرار ۱۳۱۸ھ،۱۹۰۰ء

(۲۸)۔ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس پٹنہ میں شرکت، رجب ۱۳۱۸ھ،۱۹۰۰ء

(۲۹)۔علماء ہند کی طرف سے خطاب مجدد مأتہ حاضرہ ۱۳۱۸ھ،۱۹۰۰ء

(۳۰)۔تاسیس دار العلوم منظر اسلام بریلی ۱۳۲۲ھ،۱۹۰۴ء

(۳۱)۔دوسرا حج اور زیارت حرمین شریفین ۱۳۲۳ھ،۱۹۰۵ء

(۳۲)۔امام کعبہ شیخ عبداللہ میر داد اور ان کے استاد شیخ حامد احمد محمد جدادی مکی کا مشترکہ استفتاء اور احمد رضا کا فاضلانہ جواب ۱۳۲۴ھ،۱۹۰۶ء

(۳۳)۔علماء مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام سندات اجازت وخلافت، ۱۳۲۴ھ،۱۹۰۶ء

(۳۴)۔کراچی آمد اور مولانا محمد عبدالکریم درس سندھی سے ملاقات، ۱۳۲۴ھ،۱۹۰۶ء

(۳۵)۔احمد رضا کے عربی فتوے کو حافظ کتب الحرم سیّد اسمٰعیل خلیل مکی کا زبردست خراج عقیدت، ۱۳۲۵ھ،۱۹۰۷ء

(۳۶)۔شیخ ہدایت اللہ بن محمد سعید السندی مہاجر مدنی کا اعتراف مجددیت، ۱۴ ربیع الاول، ۱۳۳۰ھ،۱۹۱۲ء

(۳۷)۔قرآن کریم کا اُردو ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، ۱۳۳۰ھ،۱۹۱۲ء

(۳۸)۔شیخ موسیٰ علی الشامی الازہری کی طرف سے خطاب "امام الائمۃ المجدد لہذہ الامۃ"، یکم ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ،۱۹۱۲ء

(۳۹)۔حافظ کتب الحرم سیّد اسمٰعیل خلیل مکی کی طرف سے خطاب "خاتم الفقہاء والمحدثین"، ۱۳۳۰ھ،۱۹۱۲ء

(۴۰)۔علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب، قبل ۱۳۳۱ھ،۱۹۱۳ء

(۴۱) ملت اسلامیہ کے لیے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان، ۱۳۳۱ھ،۱۹۱۳ء

(۴۲) بھاول پور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور امام احمد کا فاضلانہ جواب، ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ،۱۹۱۳ء

(۴۳) مسجد کانپور کے قضیے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ، ۱۳۳۱ھ،۱۹۱۳ء

(۴۴) ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) کی آمد اور
استفادۂ علمی، مابین ۱۳۳۲ھ؍۱۹۱۴ء اور ۱۳۳۵ھ؍۱۹۱۶ء
(۴۵) انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء، ۱۳۳۴ھ؍۱۹۱۶ء
(۴۶) صدر الصدور صوبہ جات دکن کے نام ارشادنامہ، ۱۳۳۴ھ؍۱۹۱۶ء
(۴۷) تاسیس جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی تقریباً ۱۳۳۶ھ؍۱۹۱۷ء
(۴۸) سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۷ھ؍۱۹۱۸ء
(۴۹) امریکی ہیاۃ داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو شکست فاش، ۱۳۳۸ھ؍۱۹۱۹ء
(۵۰) آئزک نیوٹن اور آئین اسٹائن کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق، ۱۳۳۸ھ؍۱۹۲۰ء
(۵۱) رد حرکت زمین پر فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۸ھ؍۱۹۲۰ء
(۵۲) فلاسفۂ قدیمہ کا رد بلیغ ۱۳۳۹ھ؍۱۹۲۱ء
(۵۳) دوقومی نظریہ پر حرف آخر ۱۳۳۹ھ؍۱۹۲۱ء
(۵۴) تحریکِ خلافت کا افشائے راز ۱۳۳۹ھ؍۱۹۲۱ء
(۵۵) تحریک ترک موالات کا افشائے راز ۱۳۳۹ھ؍۱۹۲۱ء
(۵۶) انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام کے خلاف تاریخی بیان، ۱۳۳۹ھ؍۱۹۲۱ء
(۵۷) وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ، ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء
(۵۸) مدیر پیسہ اخبار لاہور کا تعزیتی نوٹ یکم ربیع الاول ۱۳۴۰ھ، ۳ نومبر ۱۹۲۱ء
(۵۹) سندھ کے ادیب شہیر سرشار عقیلی تنوی کا تعزیتی مطالبہ، ۱۳۴۱ء، ستمبر ۱۹۲۲ء
(۶۰) بمبئی ہائی کورٹ کے جسٹس ڈی۔ ایف ملا کا خراج عقیدت، ۱۳۴۹ھ؍۱۹۳۰ء
(۶۱) شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کا خراج عقیدت، ۱۳۵۱ھ؍۱۹۳۲ء

نورِ چہل

رئیس العلماء، تاج الاتقیاء

حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں

(رضی اللہ عنہ)

ربیع الاول ۱۲۹۲ھ......۱۷ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ

۱۸۷۵ء.........۲۳ مئی ۱۹۴۳ء

حجتِ اسلام وسنت سیّدی حامد رضا
جانشین حضرت احمد رضا، امداد کن

(امین مرادآبادی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى الشيخ حجة الاسلام مولانا الحاج حامد رضا خاں رضی اللہ تعالٰی عنه .

حامد و محمود اور حماد احمد کر مجھے سیدی حامد رضائے مصطفٰے کے واسطے

ولادت شریف

آپ کی ولادت باسعادت شہر بریلی میں ماہ ربیع الاوّل ۱۲۹۲ھ، ۱۸۷۵ء میں ہوئی۔

(تذکرۂ علمائے اہل سنت ص ۸۱ وفقیہہ اسلام ص ۲۳۷ وفاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۸۲)

اسم مبارک وخطاب

عقیقہ میں آپ کا نام حسب دستور خاندانی محمد رکھا گیا۔ جن کے اعداد ۹۲ ہیں، اور یہی نام آپ کا تاریخی ہوگیا اور عرفی نام حامد رضا اور خطاب آپ کا حجۃ الاسلام ہے۔ (ایضاً، ایضاً، ایضاً، ایضاً، ایضاً)

تعلیم تربیت

آپ کی تعلیم وتربیت آغوش والد ماجد امام اہلسنّت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ میں ہوئی والد ماجد آپ سے بڑی محبت فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ حامد منی وانامن حامد جملہ علوم وفنون آپ نے اپنے والد ماجد سے پڑھے، یہاں تک کہ حدیث، تفسیر، فقہ وکتب معقول ومنقول کو پڑھ کر صرف ۱۹ سال کی عمر شریف میں فارغ التحصیل ہوگئے۔

(فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۵۳)

بیعت وخلافت

آپ مرید وخلیفہ حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ کے تھے اور والد ماجد اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا قدس سرہٗ سے بھی آپ کو خلافت واجازت حاصل تھی۔ (تذکرۂ علمائے اہلسنّت ص ۸۱)

فضائل

رئیس العلماء، تاج الاتقیاء، آفتاب شریعت وطریقت، شیخ المحدثین، راس المفسرین، مفکر اسلام، عالم علوم اسلام حضرت علامہ الشاہ حجۃ الاسلام مولانا الحاج قاری محمد حامد رضا خاں قدس سرہ العزیز آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے چالیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ خلف اکبر امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز کے ہیں۔ آپ اپنے والد ماجد کی تمام خوبیوں کے جامع تھے۔ آپ کی شخصیت وحقانیت اسلام کی بولتی تصویر تھی۔ بیشتر غیر مسلم آپ کے چہرۂ انور کو دیکھ

کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حسن ظاہری کا یہ عالم تھا کہ ایک نظر میں دیکھنے والا پکار اٹھتا تھا کہ ھذا حجۃ الاسلام (یہ اسلام کی دلیل ہیں) اور حرمین طیبین کی حاضری پر حضرت شیخ سید حسین دباغ اور سید مالکی ترکی نے آپ کی قابلیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح و بلیغ نہیں دیکھا''۔

آپ کمالات باطنی کے جامع تھے۔ اپنے عہد کے لاثانی اور بے نظیر مدرس تھے، حدیث وتفسیر کلا درس خاص طور پر مشہور تھا۔ اور عربی ادب میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ شعر وادب کا بہت نازک اور پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ نے مسلک اہل سنت وسلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کی بے مثال خدمات انجام دیں، اور ساری عمر مسلمانان عالم اسلام کی فلاح وترقی میں کوشاں رہے۔

عادات کریمہ

آپ اپنے اسلاف وآباء واجداد کے مکمل نمونہ تھے۔ اخلاق وعادات کے جامع تھے۔ آپ جب بات کرتے تو تبسم فرماتے ہوئے، لہجہ انتہائی محبت آمیز ہوتا، بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت کا برتاؤ آپ کی سرشت کے نمایاں جوہر تھے۔ ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے۔ درود شریف کا اکثر ورد فرماتے یہی وجہ ہے کہ اکثر آپ کو نیند کے عالم میں بھی درود شریف پڑھتے دیکھا گیا۔ آپ کی طبیعت انتہائی نفاست پسند تھی چنانچہ آپ کا لباس آپ کی نفاست کا بہترین نمونہ ہوتا تھا۔ انگریز اور اس کی معاشرت کے آپ اپنے والد ماجد کی طرح شدید مخالف رہے، اور اس کی مخالفت میں نمایاں کام انجام دیئے۔

انکساری

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا قدس سرہٗ، علوم وفنون کے شہنشاہ، زہد وتقویٰ میں یگانہ اور خطابت کے شہ سوار تھے۔ آپ نے اپنے اخلاق وکردار سے اپنے اسلاف کا جو نمونہ قوم کے سامنے چھوڑا ہے وہ ایک عینی شاہد کی زبانی ملاحظہ ہو:

شیخ الدلائل مدنی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حجۃ الاسلام نورانی شکل وصورت والے ہیں میری اتنی عزت کرتے کہ جب میں مدینہ طیبہ سے ان کے یہاں گیا کپڑا لے کر میری جوتیاں تک صاف کرتے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے۔ ہر طرح خدمت کرتے کچھ روز کے قیام کے بعد جب میں بریلی شریف سے واپس عازم مدینہ ہونے لگا تو حضرت حجۃ الاسلام نے فرمایا: مدینہ طیبہ میں سرکار اعظم میں میرا سلام عرض کرنا اور:

اب تو مدینے لے بلا گنبد سبز دے رکھا
حامد ومصطفیٰ تیرے ہند میں غلام دو

حسن سیرت

جس طرح حجۃ الاسلام کا چہرہ خوبصورت تھا، اسی طرح ان کا دل بھی حسین تھا۔ وہ ہر ایک سے حسین تھے۔ صورت وسیرت،

اخلاق وکردار، گفتار ورفتار، علم وفضل، تقویٰ وزہد سب حسین وخوبصورت۔ حجۃ الاسلام بلند پایہ کردار اور پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ متواضع اور خلیق، مہربان اور رحیم وکریم، اپنے تو اپنے بیگانے بھی ان کے حسن سیرت اور اخلاق کی بلندی کے معترف تھے۔ البتہ آپ دشمنان دین وسنت اور گستاخان خدا اور رسول کے لیے برہنہ شمشیر تھے، اور غلامان مصطفےٰ کے لیے شاخ گل کی مانند لچک دار اور نرم۔

شب برأت آتی تو سب سے معافی مانگتے حتیٰ کہ چھوٹے بچوں اور خادماؤں اور خادموں اور مریدوں سے بھی فرماتے کہ اگر میری طرف سے کوئی بات ہوگئی ہو تو معاف کردو اور کسی کا حق رہ گیا ہو تو بتادو آپ الحب للہ والبغض للہ اور اشداء علی الکفار ورحماء بینھم کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ اپنے شاگردوں اور مریدوں سے بھی بڑے لطف وکرم سے پیش آتے تھے، اور ہر مرید اور شاگرد یہی سمجھتا تھا کہ اسی سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ لمبے سفر سے بریلی واپس ہوئے۔ ابھی گھر پر اترے بھی نہ تھے اور تانگہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ بہاری پور بریلی کے ایک شخص نے جس کا بڑا بھائی آپ کا مرید تھا اور اس وقت بستر علالت پر پڑا ہوا تھا۔ آپ سے عرض کیا: حضور روز ہی آکر دیکھ جاتا ہوں لیکن چونکہ حضور سفر پر تھے اس لئے دولت کدے پر معلوم کرکے ناامید لوٹ جاتا تھا میرے بھائی سرکار کے مرید ہیں اور سخت بیمار ہیں چل پھر نہیں سکتے۔ ان کی بڑی تمنا ہے کہ کسی صورت اپنے مرشد کا دیدار کرلیں۔ اتنا کہنا تھا کہ آپ نے گھر کے سامنے تانگہ رکوا کر اسی پر بیٹھے اپنے چھوٹے صاحبزادے نعمانی میاں صاحب کو آواز دی اور کہا سامان اتروالو، میں بیمار کی عیادت کرکے ابھی آتا ہوں اور آپ فوراً اپنے مرید کی عیادت کے لیے چلے گئے۔

بنارس کے ایک مرید آپ کے بہت منہ چڑھے تھے، اور آپ سے بے پناہ عقیدت بھی رکھتے تھے اور محبت بھی کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے دعوت کی۔ مریدوں میں گھرے رہنے کے سبب آپ ان کے یہاں وقت پر کھانے میں نہ پہنچ سکے۔ ان صاحب نے کافی انتظار کیا اور جب آپ نہ پہنچے تو گھر میں تالا لگا کر اور بچوں کو لے کر کہیں چلے گئے۔ آپ جب ان کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ تالا بند ہے۔ مسکراتے ہوئے لوٹ آئے بعد میں ملاقات ہونے پر انہوں نے ناراضگی بھی ظاہر کی اور روٹھنے کی وجہ بھی بتائی۔ آپ نے بجائے ان پر ناراض ہونے یا اسے اپنی ہتک سمجھنے کے انہیں الٹا منایا اور دلجوئی کی۔

آپ خلفائے اعلیٰ حضرت اور اپنے ہم عصر علماء سے نہ صرف محبت کرتے تھے بلکہ ان کا احترام بھی کرتے تھے جب کہ بیشتر آپ سے عمر اور تقریباً سبھی علم وفضل میں آپ کے چھوٹے اور کم پایہ کے تھے۔ سادات کرام خصوصاً مارہرہ مطہرہ کے مخدوم زادگان کے سامنے تو بچھ جاتے تھے اور آقاؤں کی طرح ان کا احترام کرتے تھے۔

حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی بڑی انسیت تھی، اور دونوں میں اچھے اور گہرے مراسم بھی تھے ان کو آپ ہی نے ''شبیہ غوث اعظم'' کہا۔ آپ ہر جلسہ اور خصوصاً بریلی کی تقریبات میں ان کا بہت شاندار تعارف کراتے تھے۔ محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اچھے مراسم تھے۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی اور صدر الشریعہ

حضرت مولانا امجد علی صاحب کو بہت مانتے اور چاہتے۔ شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب سے بڑے لطف وعنایت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آپ کی شادی میں حضور حجۃ الاسلام نے شرکت کی۔

حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب بانی الجامعہ الاشرفیہ مبارکپور پر بھی خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ ان کی دعوت پر اپنے فرزند اصغر حضرت نعمانی کے ہمراہ ۱۳۳۴ھ میں آپ مبارک پور تشریف لے گئے۔

آپ کو اپنے داماد وشاگرد اور خلیفہ حضرت مولانا تقدس علی خاں سے بھی بڑی محبت تھی۔ مولانا تقدس علی خاں سفر میں آپ کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ (ماہانہ حجاز جدید اپریل ۱۹۸۹ء ص ۵۰/۵۱)

زہد وتقویٰ

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز نہایت ہی متقی اور پرہیز گار تھے۔ علمی وتبلیغی کاموں سے فرصت پاتے تو ذکر الٰہی اور درود شریف کے ورد میں مصروف ہو جاتے۔ آپ کے جسم اقدس پر ایک پھوڑا ہو گیا۔ جس کا آپریشن ناگزیر تھا۔ ڈاکٹر نے بے ہوشی کا انجکشن لگانا چاہا تو منع فرما دیا، اور صاف کہہ دیا کہ میں نشے والا ٹیکہ نہیں لگواؤں گا۔ عالم ہوش میں دو تین گھنٹے تک آپریشن ہوتا رہا۔ درود شریف کا ورد کرتے رہے اور کسی بھی درد وکرب کا اظہار نہ ہونے دیا۔ ڈاکٹر آپ کی ہمت اور استقامت اور تقویٰ پر ششدر رہ گیا۔ (ماہانہ حجاز جدید دہلی اپریل ۱۹۸۹ء ص ۵۱)

علمی وتبلیغی کارنامے

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ ایک بلند پایہ خطیب، مایہ ناز ادیب اور یگانۂ روزگار عالم وفاضل تھے۔ دین متین کی خدمت وتبلیغ، ناموس مصطفیٰ کی حفاظت، قوم کی فلاح وبہبود ان کی زندگی کے اصل مقاصد تھے اور یہی سچ ہے کہ وہ غلبہ اسلام کی خاطر زندہ رہے اور سفر آخرت فرمایا تو پرچم اسلام بلند کر کے اس دنیا سے سرخرو وکامران ہو کر گئے۔ اس صدی کے مجدد ان کے والد محترم سیّدنا اعلیٰ حضرت نے خود ان کی علمی ودینی خدمت کو سراہا ہے، اور ان پر ناز کیا ہے۔ مسلک اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت کی خاطر آپ نے برصغیر کے مختلف شہروں اور قصبوں کے دورے فرمائے ہیں۔ گستاخان رسول وہابیہ سے مناظرہ کئے ہیں۔ سیاست دانوں کے دام فریب سے مسلمانوں کو نکالا ہے۔ شدھی تحریک کی پسپائی کے لیے جی توڑ کر کوشش کی ہے اور ہر جہت سے باطل اور باطل پرستوں کا رد اور انسداد کیا ہے۔

سیاسی بصیرت اور حمایت حق

حجۃ الاسلام سیاست دانوں کی چالوں کو خوب سمجھتے تھے اور اپنے زمانے کے حال سے پوری طرح باخبر رہ کر مسلمانوں کو سیاست وریاست کے چنگل سے بچانے کی ہر ممکن جدوجہد کرتے رہتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ اس آندھی میں اڑانے والے مسلم علماء قائدین اور دانش وروں سے افہام وتفہیم اور حق نہ قبول کرنے پر ان سے ہر طرح کی نبرد آزمائی کے لیے بھی تیار تھے۔

مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی پر ان کی کچھ سیاسی حرکات اور تحریرات کی بناء پر سیدنا اعلیٰ حضرت نے ان پر فتویٰ صادر فرمایا۔ مولانا عبدالباری صاحب نے نجدیوں کے ذریعہ حرمین شریفین کے قبہ جات گرانے اور بے حرمتی کرنے کے سلسلہ میں لکھنؤ میں ایک کانفرنس بلائی۔ حضرت حجۃ الاسلام صاحب ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کی طرف سے چند مشہور علماء کے ہمراہ لکھنؤ تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا عبدالباری صاحب اور ان کے متعلقین و مریدین نے زبردست استقبال کیا اور جب مولانا عبدالباری نے حجۃ الاسلام سے مصافحہ کرنا چاہا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا: جب تک میرے والد گرامی کا فتویٰ ہے اور جب تک آپ توبہ نہیں کرلیں گے میں آپ سے نہیں مل سکتا۔

حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب صورت الایمان تھا۔ انہوں نے حق کو حق سمجھ کر کھلے دل سے توبہ کرلی اور یہ فرمایا: لاج رہے یا نہ رہے، میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے توبہ کر رہا ہوں مجھ کو اسی کے دربار میں جانا ہے مولوی احمد رضا خاں نے جو کچھ لکھا ہے صحیح لکھا ہے''۔

اسلامی قانون کی حمایت میں جرح اور بیباکی

لکھنؤ ہی میں مسلمانوں کے نکاح و طلاق کے معاملے میں قانون بنائے جانے پر ایک کانفرنس کے موقع پر حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اور صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ بریلی شریف سے شرکت کے لیے گئے تھے۔ اس کانفرنس میں شیعہ اور ندوی مولویوں کے علاوہ شاہ سلیمان چیف جسٹس ہائی کورٹ اور حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد و بھتیجے عبدالوالی بھی تھے حجۃ الاسلام صاحب نے جرح میں سب کو اکھاڑ دیا، اور فیصلہ انہی کے حق میں ہوا۔ حمایت اسلام اور شریعت مصطفیٰ و ناموس رسالت کے معاملے میں حجۃ الاسلام نے ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا، اور کسی بھی مصلحت کو بھٹکنے نہ دیا۔

مصلحانہ شان

۱۹۳۵ء میں مسلمانوں کے مذہبی، قومی، سیاسی، سماجی اور معاشی استحکام کے سلسلہ میں ایک لائحہ عمل تیار کرنے کی غرض سے مرادآباد میں چار روز کانفرنس منعقد کی گئی تھی جس کے اجلاس کی صدارت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی اور اس موقع پر جو فصیح و بلیغ پر مغز و پر تدبیر خطبہ دیا تھا وہ ان کی سیاسی بصیرت، علمی وجاہت، قیادت و سیادت اور ملی و قومی ہمدردی اور دینی جماعت کی ایک شاندار مثال ہے، اور جس سے ان کی عالمانہ، مصلحانہ و مفکرانہ شان و عظمت کا بھرپور اظہار ہوتا ہے، یہ خطبہ عوام و خواص، علماء و طلباء ہر ایک کے لئے لائق مطالعہ ہے اس خطبہ سے حجۃ الاسلام کی ادبی شان بھی جھلکتی ہے۔

زبان و ادب پر مہارت

حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی زبان دانی کی فصاحت و بلاغت نثر نگاری و شاعری خصوصاً عربی زبان و ادب پر عبور اور مہارت

کی تعریف علمائے عرب نے بھی کی ہے۔ حجۃ الاسلام کے دوسرے حج وزیارت (۱۳۴۲ھ) کے موقع پر عرب کے معروف عربی داں حضرت شیخ سیّد دباغ اور سیّد مالکی ترکی نے آپ کی عربی دانی اور قابلیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس طرح اعتراف کیا ہے:

ہم نے ہندوستان کے اکناف واطراف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ دوسرا نہیں دیکھا جسے عربی زبان میں اتنا عبور حاصل ہو''۔

حضور اعلیٰ حضرت ہی کی حیات میں حضرت مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار اپنے ایک رسالے پر جسے انوں نے علم غیب کے مسئلہ پر لکھا تھا۔ حجۃ الاسلام سے تقریظ لکھنے کی فرمائش کی حضرت نے قلم برداشتہ ان کے سامنے عربی زبان میں ایک وسیع وتفریظ تحریر فرمادی۔

اعلیٰ حضرت کی عربی زبان کی کتب الدولت المکیہ اور کفل الفقیہ الفاہم کی طباعت کے وقت اعلیٰ حضرت کے حکم پر اسی وقت عربی زبان میں تمہیدات تحریر کردیں جنہیں دیکھ کر اعلیٰ حضرت بہت خوش ہوئے۔ خوب سراہا اور دعائیں دیں۔

آپ کی عربی دانی کا ایک اہم واقعہ

حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کو ایک بار دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف میں طلباء کا امتحان لینے اور دارالعلوم کے معائنہ کے لیے دعوت دی گئی۔ طلباء کے امتحان وغیرہ سے فارغ ہوکر جب آپ چلنے لگے تو مولانا معین الدین صاحب اجمیری نے دارالعلوم کے معائنے کے سلسلہ میں کچھ لکھنے کی فرمائش کی۔ آپ نے فرمایا: فقیر تین زبانیں جانتا ہے۔ عربی، فارسی اور اُردو۔ آپ جس زبان میں کہیں لکھ دوں۔ مولانا معین الدین صاحب اس وقت تک اعلیٰ حضرت یا حجۃ الاسلام صاحب سے اتنے متاثر نہ تھے جتنا ہونا چاہئے۔ انہوں نے کہہ دیا کہ عربی تحریر کردیجئے۔

حضور حجۃ الاسلام نے قلم برداشتہ کئی صفحہ کا نہایت ہی فصیح وبلیغ عربی میں معائنہ تحریر فرمادیا حجۃ الاسلام کے اس قلم برداشتہ لکھنے پر مولانا معین الدین صاحب موصوف حیرت زدہ بھی ہورہے تھے اور سوچ بھی رہے تھے کہ جانے کیا لکھ رہے ہیں کیوں کہ ان کو بھی عربی دانی پر بڑا ناز تھا۔

جب معائنہ لکھ کر حجۃ الاسلام چلے آئے تو بعد میں اس کے ترجمہ کے لئے مولانا مرحوم بیٹھے تو انہیں حجۃ الاسلام کی عربی سمجھنے میں بڑی ہی دقت پیش آئی۔ بمشکل تمام لغت دیکھ دیکھ کر ترجمہ کیا۔ وہ بھی پورا پورا ترجمہ نہیں کرسکے اور بعض الفاظ انہیں لغت میں بھی نہ ملے بعد میں انہیں عرب علماء کی زبان اور ان کی کتب سے حاصل ہوئے تب جاکر انہیں ان الفاظ اور محاوروں کا علم ہوا۔

راجہ گوالیار کی عقیدت

آپ کے حسن وجمال کا یہ عالم تھا کہ صرف صورت دیکھ کر لوگ عاشق وشیدا بن جاتے تھے۔ چنانچہ آپ ایک مرتبہ گوالیار

تشریف لے گئے۔ آپ کا قیام جب تک وہاں رہا ہر روز وہاں کا راجہ صرف آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتا تھا اور آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوتا تھا۔ اسی طرح چتوڑ گڑھ اودے پور کے راجگان آپ کے بڑے شیدائی رہے۔

یوں ہی ایک مرتبہ آپ سفر سے تشریف لائے سٹیشن پر آپ جس وقت اترے تو اسی وقت عطاء اللہ بخاری بھی اترا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے جانشین حضرت مولانا محمد حامد رضا خاں ہیں۔ یہ سن کر کہنے لگا کہ میں نے مولوی تو بہت دیکھے مگر ان سے زیادہ حسین کسی مولوی کو نہ پایا۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت جون ۱۹۶۳ء ص ۱۸)

حج و زیارت

آپ زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے چنانچہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں اپنے والد مکرم امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کے ہمراہ حج کو تشریف لے گئے۔ یہ حج آپ کا علمی و تحقیقی میدان میں عظیم حج تھا اور جو کارہائے نمایاں آپ نے اس حج میں ادا فرمایا وہ الدولۃ المکیۃ کی ترتیب ہے جسے فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے صرف آٹھ گھنٹے کی قلیل مدت میں قلم برداشتہ لکھا۔ مذکورہ کتاب کے اجزا حضور حجۃ الاسلام کو دیتے جاتے۔ آپ ان کو صاف کرتے جاتے تھے۔ پھر اس کا ترجمہ بھی آپ ہی نے کیا یہ ترجمہ بہت ہی اہم ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ زیارت سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشتیاق کس درجہ آپ کو تھا۔ اس کو صحیح اندازہ آپ کے مندرجہ ذیل شعر سے ہوتا ہے:

اسی تمنا میں دم پڑا ہے یہی سہارا ہے زندگی کا
بلالو مجھ کو مدینے سرورؐ نہیں تو جینا حرام ہو گا

اور دوسرا حج آپ نے ۱۳۳۴ھ میں ادا فرمایا:

آمدِ پاکستان

قیام پاکستان سے پہلے آپ ۱۹۲۵ء میں ''انجمن حزب الاحناف'' کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی غرض سے لاہور تشریف لے گئے۔ چنانچہ اسی دوران سرگروہ دیابنہ کو مناظرہ کا چیلنج دیا گیا اور مناظرہ کی غرض سے آپ کے ساتھ اکابر علمائے اہلسنت تشریف لے گئے، لیکن عین وقت پر فریق مخالف نے عذر لنگ پیش کر کے جلسہ گاہ میں آنے سے انکار کر دیا۔ جیسا کہ جناب سید ایوب علی صاحب اپنی ایک منقبت میں اسی مناظرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہندوستان میں دھوم ہے، کس بات کی معلوم ہے — لاہور میں دولہا بنا حامد رضا حامد رضا
سمجھے تھے کیا اور کیا ہوا ارمان دل میں رہ گیا — تیرے ہی سر سہرا رہا حامد رضا حامد رضا
ایوب قصہ مختصر آیا نہ کوئی وقت پر — تیرے مقابل منچلا حامد رضا حامد رضا

اسی مناظرہ کے موقع پر حضرت حجۃ الاسلام کی ملاقات ڈاکٹر اقبال سے بھی ہوئی اور علامہ اقبال کو جب حجۃ الاسلام نے

دیوبندی مولویوں کی گستاخانہ عبارتیں سنائیں تو وہ سن کر حیرت زدہ رہ گئے اور بے ساختہ بولے کہ ''مولانا یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں کہ ان پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑا، ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑ جانا چاہئے''۔ (دعوت فکر ص ۳۵)

اس جلسہ سے سب سے بڑا فائدہ جو دنیائے سنیت کو ہوا وہ حضرت محدث اعظم پاکستان علام مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہٗ جیسی بزرگ ترین ہستی کا حصول ہے۔ واقعات اس طرح منقول ہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام انجمن حزب الاحناف کے جلسہ میں لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں چند روز آپ کا قیام رہا جلسہ گاہ میں دوسرے لوگوں کی طرح مولانا سردار احمد صاحب بھی آئے اور حضرت حجۃ الاسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے (مولانا سردار صاحب اس وقت انگریزی تعلیم حاصل کر رہے تھے) حضرت کی زیارت نے آپ کے قلب پر جو اثرات چھوڑے، انہیں آپ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ اسی روز سے برابر حضرت کی قیام گاہ پر پہنچتے رہے۔ دوسرے لوگ آتے اور اپنی اپنی حاجتیں بیان کرتے لیکن مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ از اول تا آخر خاموش مؤدب بیٹھے رہتے اور جب حضرت کے آرام کا وقت ہوتا تو لوگوں کے ساتھ اٹھ کر چلے جاتے۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے اور حضرت کی وطن واپسی میں ایک یا دو دن باقی رہ گئے چنانچہ ایک روز خود حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے آپ سے دریافت کیا کہ صاحبزادے کیا وجہ ہے کہ آپ روز آتے ہیں لیکن خاموش بیٹھ کر چلے جاتے ہیں؟ دریافت حاصل پر مولانا موصوف نے علم دین حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے ہمراہ چلنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ حضرت نے بخوشی منظور فرمالیا، اور اپنے ساتھ بریلی شریف لائے۔ چنانچہ حضرت کی باکرامت صحبت سے اپنے وقت کے عظیم محدث اور کامیاب مدرس ہوئے اور تقسیم پاکستان کے بعد لاہور میں سنی مسلمانوں کی قیادت آپ کے حصے میں آئی۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت جون ۶۳ء ص ۱۷/۱۸)

ملی خدمات

آپ نے برصغیر کے مسلمانوں کی معاشرت ناگفتہ بہ حالت کو بہتر بنانے کے لیے ۱۹۲۵ء میں ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' منعقدہ مراد آباد میں چند تجاویز کا ذکر اپنے خطبہ صدارت میں کیا ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ایک ایسا دستور العمل ہے کہ اگر اس کے مطابق کام ہوا ہوتا تو آج مسلمانوں کی حالت کچھ اور ہی ہوتی اور معاشی، تعلیم تجارتی ہر دینی دنیاوی امور میں مسلمان کسی بھی قوم سے پیچھے نہ ہوتا۔ اسی خطبہ صدارت میں ملازمت کی حوصلہ شکنی کرکے صنعتی اور تعلیم وتجارت پر زور دیا ہے۔ ملازمت کا حال یوں بیان فرماتے ہیں:

> ہمارا ذریعۂ معاش صرف نوکری اور غلامی ہے اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو نواب مسلمان کو ملازم رکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ رہیں گورنمنٹی ملازمتیں ان کا حصول طول امل ہے۔ اگر رات دن کی تگ ودو اور ان تھک کوششوں سے کوئی معقول سفارش پہنچی تو کہیں امیدواروں میں نام درج ہونے کی نوبت آتی ہے برسوں بعد جگہ ملنے کی امید پر روزانہ خدمت مفت انجام دیا کرو اگر بہت بلند ہمت ہوئے اور قرض پر بسر واوقات کرکے برسوں کے بعد کوئی ملازمت حاصل بھی کی تو اس وقت تک قرض کا اتنا انبار ہو جاتا ہے جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا

نہیں کر سکے۔ پھر ہندوؤں کے اکثریت کی باعث آنکھوں میں کھٹکتے رہتے ہیں...... ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہماری روزی نوکری میں منحصر ہے ہمیں حرفے اور پیشے سیکھنے چاہئیں...... اب اس کی تمام قابلیتیں ہیچ ہیں سندیں بے کار ہیں، زندگی وبال ہے، اولاد کی تربیت اس ناداری میں کیونکہ ہو سکے۔ خود تباہ، نسل برباد، لیکن پیشہ ہوتا، ہاتھ میں کوئی ہنر رکھتا تو اس طرح محتاج نہ ہو جاتا، نوکری گئی بلا سے اس کا ذریعہ معاش اس کے ساتھ ہوتا۔ ہمیں نوکری کا خیال ہی چھوڑ دینا چاہئے۔ نوکری کسی قوم کو معراج ترقی تک نہیں پہنچا سکتی...... دست کاری اور پیشے اور ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہئے۔ (خطبہ حجۃ الاسلام ص ۵۱/۵۲)

شدھی تحریک

آپ نے مسلمانوں کی حفاظت وتبلیغ کی وہ خدمات انجام دی ہیں جنہیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ہندوستان میں شدھی تحریک نے بڑا فتنہ برپا کیا تھا اور مسلمان کو اس کے مذہب سے پھیرنے کی بڑی بڑی سکیمیں بنائی تھیں جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ارشاد فرماتے ہیں:

''اب تک تو شدھی کی کوششیں راجپوتانہ ہی میں تھیں لیکن اب انہوں نے اپنا میدان عمل وسیع کر دیا ہے اور تمام ہندوستان میں جہاں موقع ملتا ہے ہاتھ مارتے ہیں۔ قومیں کی قومیں ان کی دستبرد سے تباہ ہو رہی ہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی انجمنیں ہر جگہ نہیں ہیں جو ہیں ان میں رابطہ نہیں، جس سرزمین کو خالی دیکھا۔ وہاں آریہ دوڑ پڑے۔ جب تک علمائے اسلام کو کسی حصہ ملک سے بلائے تب تک کتنے غریب شکار ہو چکتے ہیں۔ راجپوتانہ میں ہمیں تجربہ ہو چکا ہے کہ آریوں کے زر، زور، طمع اور دباؤ وغیرہ کی تمام قوتیں اسلامی فضلا کی دعوت حق کے مقابل بیکار ہو جاتی ہیں...... جاہل ناداروں کے سامنے ہزار ہا روپیہ پیش کیا جاتا تھا اور انہیں مرتد ہو جانے پر بہت ولولہ انگیز مژدے سنائے جاتے تھے...... وہاں ہمارے پاس اسلامی زہد اور بزرگوں کے ذکر کے سوا کوئی نسخہ ایسا بے خطا اثر کرتا تھا کہ دیہاتی نوجوان اپنی سرمستی سے ہوش میں آکر دل لبھانے والی صورت اور مال ومنال کے لالچ دونوں کو نفرت کے ساتھ ٹھوکر مار کر اطاعت الٰہی کے لیے کمربستہ ہو جاتا تھا۔ (ایضاً ص ۱۴/۱۵)

دوسرے فریقوں کے ساتھ اتحاد کی مضرت اور اس کے نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''ہمارے سنی حضرات کے دل میں جب کبھی اتفاق کی امنگیں پیدا ہوئیں تو انہیں اپنوں سے پہلے مخالف یاد آئے جو رات دن اسلام کی بیخ کنی کے لیے بے چین ہیں اور سنیوں کی جماعت پر طرح طرح کے حملے کر کے اپنی تعداد بڑھانے کے لیے مضطر اور مجبور ہیں۔ ہمارے برادران کہ اس روش نے اتحاد واتفاق کی تحریک کو بھی کامیاب نہ ہونے دیا کیونکہ اگر وہ فرقے اپنے دلوں میں اتنی گنجائش رکھتے کہ سنیوں سے مل کر سکیں تو علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی تعمیر کر کے نیا فرقہ ہی کیوں بناتے اور مسلمانوں کے مخالف ایک جماعت کیوں بناتے وہ تو حقیقتاً مل ہی نہیں سکتے اور

صورۃً مل بھی جائیں تو ملنا کسی مطلب سے ہوتا ہے جس کے حصول کے لیے ہر دم تیشہ زنی جاری رہتی ہے اور اس کا انجام جدال وفساد ہی نکلتا ہے۔ یہ تو تازہ تجربہ ہے کہ خلافت کمیٹی کے ساتھ ایک جماعت جمعیۃ العلماء کے نام سے شامل ہوئی جس میں تقریباً سب کے سب یا...... زیادہ وہابی اور غیر مقلد ہیں۔ نادر ہی کوئی دوسرا شخص ہو تو ہو۔ اس جماعت نے خلافت کی تائید کو تو عنوان بنایا۔ عوام کے سامنے نمائش کے لیے تو یہ مقصد پیش کیا مگر کام اہل سنت کے رد، اور ان کی بیخ کنی کا انجام دیا۔ اپنے مذہب کی ترویج اسی پردہ میں خوب کی میرے پاس جناب مولوی احمد مختار صاحب صدر جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی کا ایک خط آیا ہے جو انہوں نے مدارس کا دورہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ وہابی اس صوبہ میں اس قومی روپیہ سے جو ترکوں کے دردناک حالات بیان کر کے وصول کیا گیا تھا سے اب تک دو لاکھ تقویۃ الایمان چھپا کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔ اب بتائیے کہ ان جماعتوں کا ملانا ''زر دادن دردِ سر خریدن'' ہوا یا نہیں۔ اپنے ہی روپے سے اپنے ہی مذہب کا نقصان ہوا''۔ (خطبہ حجۃ الاسلام ص ۳۲/۳۱)

تعلیم نسواں

تعلیم نسواں پر آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں کافی زور دیا ہے بلکہ لڑکیوں کی تعلیم اور اس کی فلاح وترقی کے لیے بھی آپ بے حد کوشاں رہے، اور صنف نازک کی بقا واستحکام نیز اس کی تعلیم کے فوائد پر آپ بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کے کتنے ملک گیر دورے اسی مقصد کے تحت ہوئے آپ کے ٹھوس تاثرات وتجاویزات جو کانفرنسوں میں پاس ہوتے جن کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ قدرت نے آپ کے دل میں قوم مسلم کی بقا وترقی کا کتنا درد ودیعت فرمایا تھا۔ ذیل میں کانفرنس مراد آباد کی تجاویز اس کی روشن دلیل ہے۔ فرماتے ہیں:

''لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام بھی نہایت ضروری ہے اور اس میں دینیات کے علاوہ سوزن کاری اور معمولی...... خانہ داری کی تعلیم تا بحد امکان لازمی ہے، پردے کا خاص اہتمام کرنا چاہئے''۔ (ایضاً ص ۱۸)

المختصر یہ کہ خطبہ صدارت مراد آباد آپ کی ذہانت اور قائدانہ صلاحیت کی بھرپور روشن دلیل ہے۔ جس کا مطالعہ ہر ذی علم اور قومی وعلمی کام کرنے والوں کے لیے از حد ضروری ہے جس میں سمندر کو کوزے میں بھر دیا ہے۔

ذوق شاعری

آپ عربی، فارسی، اُردو نظم ونثر میں منفرد اسلوب بیان رکھتے تھے۔ حمد ونعت ودیگر اصناف شاعری کے بیشتر اشعار آپ کے دیوان میں محفوظ ہیں۔ ذیل میں کچھ کلام پیش کیا جاتا ہے جس سے آپ کا ادبی ذوق وقابلیت وعشق رسول کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے:

ہیں چٹکیاں دل میں لیتی رہیں آرزو
آنکھیں پھر پھر کے کرتی رہیں جستجو
عرش تا فرش ڈھونڈ آیا میں تجھ کو تو
نکلا اقرب ز حبلِ ورید گلو
اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ،

رہ کے پردوں میں تو جلوہ آرا ہوا
بس کے آنکھوں میں آنکھوں سے پردہ کیا
آنکھ کا پردہ ' پردہ ہوا آنکھ کا
بند آنکھیں ہوئیں تو' نظر آیا تو
اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ،

کعبۂ کعبہ ہے کعبہ دل میرا
کعبہ پتھر کا دل جلوہ گاہ خدا
ایک دل پر ہزاروں ہی کعبہ خدا
کعبۂ جان ودل کعبہ کی آبرو
اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ،

طور سینا پہ تو جلوہ آرا ہوا
صاف موسےٰ سے فرما دیا لن ترا
اور انی ان اللہ شجر بول اٹھا
تیرے جلووں کی نیرنگیاں سوبسو
اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ،

کون تھا جس نے سبحانی فرما دیا
اور ما اعظم شانی کس نے کہا
بایزید اور بسطام میں کون تھا
کب انا الحق تھی منصور کی گفتگو
اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ،

یا الٰہی دکھا ہم کو وہ دن بھی تو
آبِ زمزم سے کرکے حرم میں وضو
باادب شوق سے بیٹھ کر قبلہ رو
مل کے ہم سب کہیں یک زبان ہو بہو
اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ،

میں نے مانا کہ حامد گنہگار ہے
معصیت کش ہے اور خطا کار ہے
میرے مولےٰ مگر تو ، تو غفار ہے
کہتی رحمت ہے مجرم سے لاتقنطوا
اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ، اللہ ،

گناہگاروں کا روز محشر شفیع خیرالانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی، دولہا نبی علیہ السلام ہوگا
کبھی تو چمکے گا نجم قسمت، ہلال ماہ تمام ہوگا
کبھی توذرے پہ مہر ہوگی، کبھی چہرہ وہ مہرادھرخوشخرام ہوگا
پڑاہوں میں ان کی رہ گزر میں پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا
دل وجگر فرش رہ بنیں گے یہ دیدۂ عشق خرام ہوگا

وہی ہے شافع وہی ہے مشفع، اسی شفاعت سے کام ہوگا
ہماری بگڑی بنے گی اس دن، وہی مدارالمہام ہوگا

انہیں کا منہ سب تکیں گے اس دن جو وہ کریں گے وہ کام
دہائی سب انکی دیتے ہوں گے انہیں کا ہر لب پہ نام ہوگا

انا لہا کے عاصیوں کو وہ لیں گے آغوش مرحمت میں
عزیز اکلوتا جیسے ماں کو انہیں ہر ایک یوں غلام ہوگا

ادھر وہ گرتوں کو تھام لینگے ادھر پیاسیوں کو جام دینگے
صراط ومیزان وحوض وکوثر یہیں وہ عالی مقام ہوگا

کہیں وہ جلتے بجھاتے ہونگے کہیں وہ روتے ہنساتے ہونگے
وہ پائے نازک پہ دوڑنا اور بعید ہر ایک مقام ہوگا

ہوئی جو مجرم کو بازیابی تو خوف وعصیاں سے جج یہ ہوگی
خمیدہ سرآب دیدہ آنکھیں لرزتا ہندی غلام ہوگا

حضور مرشد کھڑا رہوں گا کھڑے ہی رہنے سے کام ہوگا
نگاہ لطف وکرم اٹھے گی تو جھک کر میرا اسلام ہوگا

خدا کی مرضی ہے انکی مرضی، ہے انکی مرضی خدا کی مرضی
انہیں کی مرضی پہ ہو رہا ہے انہیں کی مرضی پہ کام ہوگا

جدھر خدا ہے ادھر نبی ہے، جدھر نبی ہے ادھر خدا ہے
خدائی بھر سب ادھر پھرے گی جدھر وہ عالی مقام ہوگا

اسی تمنا میں دم پڑا ہے یہی سہارا ہے زندگی کا
بلالو مجھ کو مدینہ سرور نہیں تو جینا حرام ہوگا

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر آنکھ بند لب پر میرے درود وسلام ہوگا

محمد مصطفےٰ نور خدا نام خدا تم ہو
شہ خیر الوریٰ شان خدا صل علی تم ہو

شکیب دل قرار جاں محمد مصطفےٰ تم ہو
طبیب درد دل تم ہو میرے دل کی دوا تم ہو

غریبوں دردمندوں کی دوا تم ہو دعا تم ہو
فقیروں بے نواؤں کی صدا تم ہو ندا تم ہو

حبیب کبریا تم ہو امام الانبیاء تم ہو
محمد مصطفےٰ تم ہو محمد مجتبیٰ تم ہو

نہ کوئی ماہ وش تم سا نہ کوئی مہ جبیں تم سا
حسینوں میں ہو تم ایسے کہ محبوب خدا تم ہو

میں صدقے انبیاء کے یوں تو سب محبوب ہیں لیکن
جو سب پیاروں سے پیارا ہے وہ محبوب خدا تم ہو

تمہارے حسن رنگیں کی جھلک ہے سب حسینوں میں
بہاروں کی بہاروں میں بہار جاں فزا تم ہو

زمیں میں ہے چمک کس کی فلک پر ہی جھلک کس کی
دو خورشید سیاروں ستاروں کی ضیاء تم ہو

وہ لاثانی ہو تم آقا نہیں ثانی کوئی جس کا
اگر ہے دوسرا کوئی تو اپنا دوسرا تم ہو

ھو الاول ھو الآخر ھو الظاھر الباطن
بکل شیء علیم لوح محفوظ خدا تم ہو

نہ ہو سکتے ہیں دو اول نہ ہو سکتے ہیں دو آخر
تم اوّل اور آخر ابتداء تم انتہا تم ہو

خدا کہنے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی
خدا پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کہ کیا تم ہو

انا من حامد وحامد رضا منی کے جلوں سے
محمد اللہ رضا حامد ہیں اور حامد رضا تم ہو

فن تاریخ گوئی میں کمال

والد ماجد اعلیٰ حضرت کی طرح حجۃ الاسلام صاحب کو بھی تاریخ گوئی کے فن میں کمال حاصل تھا۔ حضرت مولانا عبدالکریم درس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر (متوفی ۱۳۴۴ھ) حجۃ الاسلام نے طویل تاریخیں لکھی ہیں۔ یونہی بنیادِ مسجد پر بھی آپ نے بہترین تاریخیں لکھی ہیں جو اس طرح ہیں:

من بناہ بنی لہ اللہ   بیت درجنۃ الماوی

قلت سجن ربی الاعلی   مسجد اسس علی تقوی

۴۷۴   ۸۵۴

تصنیفی وعلمی کارنامے

حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ آپ کی علمی جلالت کا صحیح پتہ اور علم تو آپ کی تصانیف سے زیادہ ممکن ہے۔ ذیل میں آپ کی قلمی یادگار کی نشاندہی کی جاتی ہے قارئین اصل کتاب کی طرف مراجب کریں۔

(۱) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی۔ (مطبوعہ) سب سے پہلے آپ نے ۱۳۱۵ھ، ۱۸۹۷ء میں قادیانیوں کا رد لکھا۔ ((اس کتاب کی تخریج محترم جناب محمد افضال حسین نقشبندی حفظہُ اللہ نے کی ہے، یہ تخریج شدہ نسخہ ادارہ ہذا (اکبر بک سیلرز) نے شائع کر دیا ہے۔ از ۔ مؤلف کتابِ ہذا نے حضرت کی تالیفات کی تعداد ۷ تک بیان کی ہے، نمبر ۸ سے ۱۵ تک اضافہ راقم نے کیا ہے۔ رضوی))

(۲) ترجمہ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ۔

(۳) ترجمہ حُسَامُ الْحَرمَیْن عَلٰی مَنْحرِ الْکُفْرِ وَالْمَیْن۔

(۴) حاشیہ ملا جلال، (غیر مطبوعہ) (۵) مقدمہ الاجازت المتینہ (۶) نعتیہ دیوان، (۷) مجموعہ فتاویٰ۔ (۸) اَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ لِقِیَامِ سُنَّۃِ نَبِیِ اللّٰہِ (۹) اَجْلٰی انوار الرضا (۱۰) سدُّ الفرار علی الصید الفرار (۱۱) سلامۃ اللہ لاھل السنۃ من سیل العناد و الفتنۃ (۱۲) مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ (۱۳) اِجْتِنَابُ الْعُمّال عَنْ فَتَاوی الجُھّال مع مقدمۂ تَنْبِیْۃُ الضُّلّال (۱۴) تعبیر خواب (۱۵) فتاویٰ حامدیہ۔ (نوٹ: تصنیفات میں نمبر ۸ سے ۱۵ تک اضافہ راقم نے کیا ہے۔ رضوی)

کشف وکرامات

آپ کے کشف وکرامات میں سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ مذہب اہلسنت پر بڑی مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت آپ کے ہر عمل سے ہویدا تھا، تاہم چند کرامات مندرجہ ذیل ہیں:

با کرامت مدرس

حضور حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا قدس سرہٗ ایک تجربہ کار مدرس اور تدریسی امور میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک بار دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے چند اہم مدرسین مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے۔ تو حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے علوم وفنون کی تمام کتابیں خود پڑھانی شروع کر دیں اور اس طرح پڑھائیں کہ ان مدرسین کا وہ خیال غلط ثابت ہوا جو یہ کہتے تھے کہ ہمارے بغیر طلباء مدرسہ چھوڑ دیں گے۔ بلکہ آپ کی تدریسی مہارت اور علمی قابلیت کا شہرہ سن کر بہت سے دوسرے قابل طلباء دارالعلوم میں مزید داخل ہوئے۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت ماہ اپریل ۱۹۸۶ء ص ۲۵)

قبر اصلی جگہ پر نہیں

راقم سے جناب حاجی محمد اسمٰعیل بن حاجی عبدالغفور صاحب مدنپورہ بنارس نے بیان کیا: ایک مرتبہ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ مدنپورہ بنارس میں تشریف لائے۔ ادائے نماز کے لیے مسجد برتلہ میں تشریف لے گئے۔ بعد نماز مسجد مذکورہ میں واقع مزار شریف پر فاتحہ پڑھنے لگے۔ چند ہی لمحوں کے بعد اچانک آپ نے قدم کو پیچھے ہٹالیا اور ارشاد فرمایا: یہ قبر اپنی اصلی جگہ پر نہیں ہے؟ لوگوں نے جب اس بات کو سنا تو کہا: حضور! صف میں دشواری ہو رہی تھی۔ جس کی وجہ سے تابوت کو ذرا کھسکا دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ فوراً اس تابوت کو اس کی اصلی جگہ پر رکھا جائے۔

جن وآسیب کو بھگانے میں شان مسیحائی

ایک مرتبہ آپ مدنپورہ بنارس تشریف لائے۔ لوگوں کو جب علم ہوا کہ حضرت آسیب زدہ کو فی الفور صحت یاب فرما دیتے ہیں تو لوگوں کی بھیڑ جمع ہوگئی اور متعدد لوگوں نے اپنی حاجت بیان کی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا: مریض کے کپڑے کو سامنے لاؤ، آناً فاناً کپڑوں کا انبار لگ گیا۔ آپ نے ان تمام کپڑوں کو بنظر غور دیکھا اور اس میں سے چند کپڑوں کو الگ کر کے ارشاد فرمایا: یہی لوگ اصلی مریض ہیں، باقی سب یوں ہی ہیں ان کو آسیب کا کوئی عارضہ نہیں ہے۔ ان کپڑوں پر آپ نے کچھ پڑھا، چند ہی دنوں میں وہ تمام مریض صحت یاب ہو گئے اور پھر کبھی آسیبی خلل میں گرفتار نہ ہوئے۔ انہیں میں سے ایک شخص پر اتنا خطرناک قسم کا جن تھا جو رات میں چھتوں کی منڈیر پر خوب دوڑتا تھا۔ گھر والے اس کی اس حرکت سے کافی پریشان تھے، اور ہمہ وقت خطرہ لاحق رہتا کہ کہیں چھت سے نیچے گر کر ہلاک نہ ہو جائے۔ حضرت کی دعا سے وہ خبیث بھی تائب ہوا اور اس مذکورہ شخص کو چھوڑ دیا

جس سے وہ صحت یاب ہو گیا۔

دیوبندی گستاخ پر غیبی عتاب

حضرت علامہ شیخ عبدالمعبود جیلانی روایت کرتے ہیں کہ میں جب بریلی شریف گیا تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ مشہور نعت ''وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقصِ جہاں نہیں'' کا گیارہواں شعر لکھ رہے تھے۔ چونکہ میں گیارہویں والے سرکار حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں اس لئے اس کو میں نے اپنے لئے فالِ نیک سمجھا۔ بہرحال ان چند دنوں میں حضور حجۃ الاسلام سے بھی بہت قربت رہی مجھے یقین کرنا پڑا کہ حضور حجۃ الاسلام صاحب کرامت بزرگ ہیں۔ ان کی کرامت کا اندازہ مجھے اس واقعہ سے ہوا کہ جب میں بریلی شریف سے دہلی آیا تو دہلی میں جس مکان مین میرا قیام تھا اسی سے متصل دیوبندیوں کا جلسہ ہو رہا تھا۔ دوران تقریر ایک مولوی نے تقریر کرتے ہوئے کہا: ''یہ مولانا حامد رضا حامد نہیں ہیں بلکہ جامد ہیں'' (معاذ اللہ) اس مولوی دیوبندی نجدی نے سرکار حجۃ الاسلام کا نام نامی بے ادبی و گستاخی سے لیا اور حامد کے بجائے جامد کہا۔ تھوڑی ہی دیر بعد لوگوں نے دیکھا کہ اس بے ادب گستاخ مقرر کی زبان جامد ہو گئی اور وہ خود جامد ہو گیا اور چند ہی لمحے کے بعد موت نے اس کو ہمیشہ کے لیے جامد کر دیا۔ اس واقعہ سے جلسہ میں کہرام مچ گیا یہاں تک کہ اس نے کچھ بولنا چاہا مگر بول نہ سکا تو اشارہ سے قلم دوات طلب کیا اور ایک کاغذ پر مرنے سے قبل یہ لکھ کر مرا ''میں مولانا حامد رضا خان صاحب کی بے ادبی سے توبہ کرتا ہوں''۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف اپریل ۱۹۸۶ء ص ۲۶/۲۷)

مریدین، خلفائے کرام، تلامذہ

حجۃ الاسلام کے مریدین کی تعداد یوں تو لاکھوں میں تھی لیکن اب ابھی ہزاروں کی تعداد میں ان کے مریدین موجود ہیں چتوڑ گڑھ، جے پور، ادوے پور، جودھپور، سلطان پور، بریلی و اطراف کانپور، فتح پور، بنارس اور صوبہ بہار وغیرہ میں ان کے مریدین زیادہ ہیں۔ کراچی میں بھی حامدیوں کی خاصی تعداد پائی جاتی ہے۔ ان کے خلفاء اور تلامذہ میں محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔ ان کے علاوہ حضور مجاہد ملت مولانا شاہ حبیب الرحمان صاحب، حضرت مولانا شاہ رفاقت حسین صاحب، حضرت مولانا شاہ حشمت علی خاں صاحب، حضرت مولانا شاہ ابراہیم رضا خان جیلانی میاں صاحب، خلف اکبر حضرت حماد صاحب، حضرت مولانا احسان علی صاحب فیض پوری سابق شیخ الحدیث دار العلوم منظر اسلام بریلی، حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری، حضرت مفتی تقدس علی خاں صاحب، حضرت مولانا عنایت محمد خاں غوری، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی، حضرت مولانا محمد سعید شبلی صاحب فرید کوٹی، حضرت مولانا ولی الرحمٰن صاحب پوکھریروی، حضرت مولانا حافظ محمد میاں صاحب اشرفی رضوی، حضرت مولانا ابوالخلیل انیس عالم صاحب سیوانی، حضرت مولانا قاضی فضل کریم بہاری، حضرت مولانا رضی احمد صاحب وغیرہ۔ (تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۸۲)

پاکستان کے مشہور شاعر حسان العصر جناب اختر الحامدی بھی حجۃ الاسلام کے مرید تھے۔ چند مشاہیر کے مختصر حالات یہاں دیئے جاتے ہیں جنہوں نے آپ کے مشن کو پھیلایا اور اہلسنت و جماعت کے فروغ میں تاحیات مصروف عمل رہے، اور مسلک اہلسنت کا ہر چہار جانب ڈنکا بجایا، اور بیرون ہند بھی آپ کے خلفاء نے دین سلام کی لافانی خدمات انجام دی جو آج بھی تاریخ پر بکھرے ہیں۔ (۱) حضرت مولانا شاہ سردار احمد محدث پاکستان قدس سرہٗ قصبہ دیال گڑھ، ضلع گورداس پور، پنجاب وطن چودھری میراں بخش کے بیٹے، اوائل ۱۹۰۳ء میں یہیں آپ کی ولادت ہوئی۔ انگریزی تعلیم میٹرک پاس کر کے دیال سنگھ کالج میں داخلہ لیا۔ علماء اور مشائخ کے شیدائی کیش تھے۔ انٹر کے دوسرے سال میں تھے کہ دارالعلوم حزب الاحناف کے جلسہ سالانہ منعقد تقریباً ۱۹۲۵ء میں مولانا شاہ حامد رضا بریلوی قدس سرہٗ شرکت کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔ حضرت محدث اعظم پاکستان زیارت کے لیے حاضر ہوئے حجۃ الاسلام کے حسن خداداد اور کمال علمی سے متاثر ہوئے۔ اسی مجلس میں عربی و دینی تعلیم کا شوق لے کر اٹھے۔ ساتھ میں بریلی آئے، کامل انہماک سے تعلیم میں مصروف ہوئے۔ کافیہ تک دارالعلوم منظر اسلام میں تعلیم پائی، بعدہٗ دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف میں داخل ہو کر حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی قدس سرہٗ سے کتب متداولہ کا درس لیا۔ ۱۳۵۱ھ میں حضرت صدر الشریعہ کے ہمراہ بریلی منظر اسلام مدرسہ میں آئے اور درسیات سے فراغت پائی اور اسی مدرسہ میں تعلیم کی ابتدا و انتہا کے بعد مدرسی کی ابتداء کی ۱۳۵۴ھ میں مولوی منظور نعمانی گرگ باراں دیدہ سے کامیاب مناظرہ فرمایا۔ ۱۳۵۶ھ میں مفتی اعظم حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا قدس سرہٗ نے اپنے مدرسہ مظہر اسلام کا صدر مدرس مقرر کر دیا۔ جہاں تقسیم ملک تک فیض رساں رہے۔ قیام پاکستان کے بعد لائل پور میں عظیم الشان جامعہ مظہر اسلام قائم فرمایا اور خود درس دینا شروع کیا۔ درس کی وہ شہرت ہوئی کہ ہندوستان سے باذوق طلبہ آپ کے درس میں شرکت کے لیے گئے۔ آخر دور میں سو سو کی تعداد میں صحاح ستہ کے دورہ میں طلبہ شریک ہوئے۔ شیخ الحدیث اور محدث اعظم پاکستان کے لقب و خطاب سے اہل علم یاد کرتے تھے۔ ۱۳۸۲ھ یکم شعبان میں رات میں ایک بجکر چالیس منٹ پر کراچی میں راہی حاکم جاودانی ہوئے ۴ لاکھ افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ جنازہ پر برابر ایک نور کو سایہ کناں دیکھا، یہ حضرت شیخ الحدیث کے مقبول بارگاہ الٰہی و رسالت پناہی کی روشن دلیل ہے۔ حضرت علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری امجدی مدظلہ العالی نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی حضرت شیخ الحدیث مرشد طریقت بھی تھے۔ ہزار ہا افراد آپ سے داخل سلسلۂ قادریہ ہوئے۔

(ماہنامہ حجاز حدیث اپریل ۱۹۸۹ء ص ۵۰ ایضاً ص ۵۲ تذکرۂ علمائے اہلسنت ص ۹۹)

(۲) حضور مجاہد ملت مولانا الشاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ قادری رضوی دھام نگری اڑیسہ۔ آپ کی ولادت ۸ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ اور سنیچر صبح صادق کے وقت دھام نگر میں ہوئی۔ والد گرامی حضرت مولانا شاہ عبدالسنان عرف منا میاں صاحب نے آپ کا نام محمد حبیب الرحمٰن رکھا۔ آپ کا نسبی علاقہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ (عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملتا ہے۔ آپ کے آباء و اجداد کئی سو سال قبل بلخ سے پٹاس پور ضلع مدنی پور (بنگال) میں تشریف لائے۔ حضرت کے خاندان میں کئی پشت سے

بزرگوں کا سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ان بزرگوں کے آپ وارث اور ان کے نقش قدم پر تاحیات گامزن رہے۔آپ کی عمر ابھی ۹ سال کی تھی کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔گھر کے دیگر افراد نے آپ کا نام انگریزی سکول میں لکھوا دیا حالاں کہ آپ کو انگریزی تعلیم سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔دینی علوم کی جانب طبیعت زیادہ راغب رہی، یہاں تک کہ انگریزی تعلیم کا سلسلہ بند کر کے دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد آپ نے مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد، جامعہ معینیہ اجمیر شریف اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے اساتذۂ کرام سے علوم دینیہ کی تکمیل فرمائی۔تعلیم سے فراغت پانے کے بعد اپنے استاذ مکرم حضرت صدر الافاضل مولانا شاہ نعیم الدین مراد آبادی (خلیفہ اعلیٰ حضرت) کے جامعہ نعیمیہ میں مدرس ہو گئے۔پھر ۱۹۳۴ء میں بحیثیت صدر المدرسین مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد تشریف لائے۔آپ تفسیر، حدیث، منطق وفلسفہ پر پورا عبور رکھتے تھے۔مطولات کی اونچی سے اونچی کتابوں کا نہایت آسانی کے ساتھ درس دیتے تھے۔آپ کی تدریسی عظمت کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔

آپ بڑے متقی و پرہیزگار تھے۔۹ ہی سال کی عمر سے روزہ رکھنا شروع کر دیا تھا۔غریب پرور، مخلص، سخی اور اخلاق ومروت میں یگانہ عصر تھے۔دینی لگن اور مسلک اہلسنّت کی ترویج اشاعت کی فکر میں دیوانہ وار ملک گیر دورہ کیا، اور جگہ جگہ دینی ادارے قائم کرنا، لوگوں کو دین پر استقامت کی ہدایت فرمانا آپ کا محبوب ومرغوب مشغلہ تھا اور پورے ہندوستان میں آپ نے دینی اداروں اور تبلیغی انجمنوں کا ایک جال بچھا دیا۔سیاسی بصیرت تو گویا آپ کو اپنے شیخ طریقت سے ورثے میں ملی تھی۔جس کی وجہ سے حکومت وقت کو بڑے بڑے چیلنج کیے اور بے باکانہ طور پر مذہب حق کا اظہار کیا اور متعدد بار جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔شرف بیعت آپ کو پہلے حضرت مولانا عبدالکافی الٰہ آبادی سے حاصل ہے۔پھر حضرت سیّد شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی و حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی اور قطب مدینہ حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین احمد مدنی قادری رضوی سے طالب فیض ہو کر اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔حج وزیارت آپ نے متعدد بار ادا فرمائی۔چنانچہ پہلا حج آپ نے ۱۳۴۱ھ میں دوسرا حج ۱۹۵۵ء میں تیسرا حج ۱۹۵۹ء میں چوتھا حج ۱۹۷۳ء پانچواں حج ۱۹۷۴ء اور چھٹا ۱۹۸۰ء میں اس سے قبل ۱۹۷۹ء میں بھی حج کے لیے تشریف لے گئے مگر نجدی سعودی ظالم نے بغیر حج آپ کو واپس کر دیا۔بارگاہِ غوثیت مآب میں دوبار گئے۔پہلی بار ۱۹۵۴ء میں اور دوسری بار ۱۳۹۹ھ میں جب آپ آخری حج وزیارت سے واپس ہوئے تو کئی ماہ پورے ملک کا تبلیغی دورہ فرماتے رہے اور اپنے وطن مالوف کا قصد نہ کیا اسی دورے کے درمیان سخت علیل ہوئے اور اسمٰعیلیہ ہوسپٹل بمبئی میں ۶ جمادی الاول ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۸۱ء بروز جمعہ ۵ بجکر ۴۵ منٹ پر وصال فرمایا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔آپ کے مشاہیر خلفاء کے نام یہ ہیں۔

۱ حضرت مولانا ظہور حسام مسامی مانک پور	۲ حضرت مولانا الوحید اڑیسوی
۳ حضرت مولانا عبدالرب مراد آبادی	۴ حضرت نظام الدین بلیاوی
۵ حضرت نعیم اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ	۶ حضرت سیّد عباس علوی مکی

۷ حضرت قاری مقبول حسین الٰہ آبادی
۸ حضرت قاری نعمت اللہ اڑیسوی
۹ حضرت عبدالقدوس بھدرکی
۱۰ حضرت الحاج عاشق الرحمٰن الٰہ آبادی
۱۱ حضرت سیّد شاہ فضل الرحمٰن
۱۲ حضرت شمس عالم
۱۳ حضرت قاری عبدالتواب اڑیسوی
۱۴ حضرت قاری سراج احمد
۱۵ حضرت شاہ نور محمد
۱۶ حضرت مدثر حسین ناظم تبلیغ سیرت مغربی بنگال
۱۷ حضرت سیّد صدر عالم رحمۃ اللہ علیہ
۱۸ حضرت محمد سلیم سلطان پوری
۱۹ حضرت سیّد کاظم پاشا حیدر آباد
۲۰ حضرت الحاج محمد علی جناح الٰہ آباد
۲۱ حضرت عبیداللہ خاں اعظمی
۲۲ حضرت غلام عبدالقادر بھدوہی
۲۳ حضرت ارشد علی اجمیری
۲۴ حضرت ڈاکٹر مولانا سید شمیم گوہر الٰہ آبادی
۲۵ حضرت سیّد محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ
۲۶ حضرت مشتاق احمد نظامی الٰہ آبادی

(۱) تذکرۂ علمائے اہلسنت ص ۸۳/۸۴ و مجاہد ملت نمبر ہفت روزہ نوائے حبیب کلکتہ

(۳) حضرت مولانا شاہ رفاقت حسین صاحب قدس سرہٗ کا آبائی وطن جلال گڑھ جڑھوا حاجی پور، نسبی تعلق مشہور بزرگ حضرت سیّد شاہ جلال الدین جڑھوی سے ہے۔ جن کا مزار جڑھوا گڑھ پر زیارت گاہ خلائق اور دفع بلیات و آسیب میں مشہور ہے۔ ہندی مہینہ کا تک ۱۳۱۷ھ فصلی میں بھوانی پور ضلع مظفر پور میں پیدا ہوئے۔ مرچا سکول میں درجہ چار تک سکول کی تعلیم پائی، بعدہٗ قریب کی بستی عارض پور کے مولوی طاہر حسین مرحوم سے فارسی گلستاں و بوستاں تک پڑھی۔ مدرسہ احمدیہ مظفر پور میں تعلیم حاصل کی یہ مدرسہ غیر مقلدوں کا تھا اس لئے فرماتے کہ مدرسہ احمدیہ میں کبھی میرا دل نہیں لگا۔ اس لئے ۱۳۴۳ھ میں مدرسہ عزیزیہ بہار شریف میں داخل ہوئے وہاں حضرت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن بہاری مرحوم سے شرح وقایہ شروع کی اور حضرت مولانا مفتی عبدالمتین سے آثار السنن پڑھ کر اگزامیشن بورڈ کا ''مُلّا'' پاس کیا۔ حضرت مولانا عبدالغنی مدرسہ عزیزیہ کے صدر مدرس تھے۔ پھر مدرسہ حنفیہ جونپور۔ پھر دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں تعلیم پائی۔ دار العلوم کے اساتذہ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مولانا حکیم سید عبدالحیٔ افغانی، مولانا مفتی امتیاز احمد امیٹھوی قدس سرہ العزیز سے درسیات کی تکمیل فرمائی۔ ۲۸ ذالحجہ بروز جمعرات ۱۳۷۰ھ کو حضرت قدوۃ الواصلین مولانا الحاج سیّد شاہ علی حسین محبوب ربانی سرکار کچھوچھہ کے مرید ہوئے۔ تمام سلاسل کی اجازت مرحمت ہوئی اور شجرۂ مبارکہ کی پشت پر دست مبارک سے سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ تحریر فرما کر اجازت دی۔ اجمیر شریف کے بزرگ شاعر خواجہ سیّد اکبر سے مشورۂ سخن کیا۔ ۱۳۵۲ھ میں حضرت صدر الشریعہ کی معیت میں بریلی شریف آئے۔ مدرسہ منظر اسلام میں درس و تدریس میں مشغول ہوئے ایک سال بعد مدرسہ محمدیہ جائس ضلع رائے بریلی کے صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے کچھ عرصہ بعد وہاں سے علیحدگی اختیار کر لی اور محلہ قضیانہ میں قیام کر کے مطب کے

ساتھ درس دیتے رہے۔ لکھنؤ سے قربت اور نوابین کی قرابت کی وجہ سے جائس میں شیعیت کا زور، تبرا اور سب وشتم کا بازار گرم تھا۔ حضرت قبلہ گاہی نے روافض کا رد بلیغ فرمایا جس سے ان کا زور ٹوٹ گیا۔ چند سال جامع مسجد سلطانپور کے خطیب رہے یہاں مولوی امین نصیر آبادی کی سنیت دشمن سرگرمیوں کے انسداد کے لیے کوشش فرمائی۔ پھر جائس قیام فرما کر وطن مراجعت فرمائی۔ شدید بیمار ہو کر صاحب فراش ہوگئے، پھر خدا نے صحت عطا فرمائی۔ وطن میں طبابت کا مشغلہ رہا۔ تین سال بعد پھر جائس تشریف لے گئے۔ تقریباً سترہ برس بعد شوال المکرّم ۱۳۶۹ھ مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور کے صدر مدرس ہو کر تشریف لائے۔ ۱۳۷۲ھ میں مجلس علمائے اہلسنّت کانپور نے مفتی اعظم کا منصب رفیع سپرد کیا۔ ۶ شوال ۱۳۷۴ھ کانپور سے بارادۂ حج وزیارت روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ میں الگ قیام جماعت کے سبب قاضی القضاۃ نجدی سے گفتگو ہوئی۔ آپ کامیاب اور وہ خائب وخاسر ہوا۔ بعدہ دربار نبوی میں حاضری دی۔ حضرت قطب مدینہ منورہ مولانا شاہ محمد ضیاء الدین قادری قدس سرہٗ نے سند حدیث اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت صدر الشریعہ اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قدس سرہما سے بھی جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل کی۔ ۱۳۷۸ھ میں بغداد مقدس اور کربلا معلّٰی وغیرہ کی حاضریاں دیتے ہوئے حج وزیارت کا شرف حاصل کیا ذوقعدہ ۱۳۷۹ھ میں دار العلوم شاہ عالم احمد آباد کے تین ماہ کے لیے شیخ الحدیث وصدر المدرسین ہو کر تشریف لے گئے اور تقریباً ڈیڑھ سال قیام فرمایا۔ پھر کانپور واپس آئے مدرسہ سکینہ دھوراجی ضلع راج کوٹ تشریف لے گئے۔ ۱۸۔۱۳۸۲ھ قیام رہا۔ اس کے بعد مستقلاً مدرسہ احسن المدارس قدیم کے سرپرست رہے، اور ملک کے طول وعرض بسلسلۂ ہدایت وارشاد سیاحت فرمائی۔

آپ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد ''درویش کا ظاہر سلطانی اور باطن فقیر ہونا چاہئے''، کے مصداق ومظہر ہیں۔ اتباع سنت، اصابت رائے، قلت کلام، حلم ودرگزر آپ کے اوصاف خاص تھے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے جو اپنے وقت کے مشاہیر اور فروغ دین میں کاربند ہیں۔ آپ کے مشاہیر خلفاء میں قاضی سید عابد حسین کٹنی مرحوم، مولانا ظہور احمد مظفر پوری، مولانا سید احسان علی باندوی وغیرہ ہیں۔ تصانیف سورۂ بقرہ کی تفسیر (مطبوعہ در رسالہ طیبہ احمد آباد) قادیانی کذاب، طریقہ حنفیہ الیاسی جماعت، عورت کی نماز مطبوعہ ہیں مجموعہ فتاویٰ دو ضخیم مجلدات قلمی ہیں علاوہ ازیں چند کتابیں قلمی ہیں۔ دین وملت کی عظیم خدمت انجام دیتے ہوئے ملک جادوانی ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۸۹/۹۱)

(۴) حضرت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی قدس سرہٗ جائے ولادت لکھنؤ ''سگ درگہہ بغداد'' اپنی تاریخ ولادت فرماتے یہیں تربیت اور نشو ونما پائی۔ حضرت مولانا سیّد شاہ عین القضاۃ لکھنوی کے مشہور مدرسہ فرقانیہ کے اساتذہ سے حفظ کیا اور تجوید کی سند حاصل کی آپ کے والد نواب علی خاں حضرت مولانا شاہ ہدایت رسول کے مرید تھے۔ والد نے پیر ومرشد کے حکم کے بموجب تحصیل علم کے لیے بریلی مدرسہ منظر اسلام میں بھیجا حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ امجد علی وحضرت مولانا شاہ رحم الٰہی مظفر نگری صدر المدرسین واساتذہ مدرسہ منظر اسلام سے درسیات پڑھیں۔ شعبان ۱۳۴۰ھ کے جلسہ دستار بندی میں علماء وفضلاء

کی موجودگی میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا قادری نے دستار باندھی، اور سند اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ کو علم کلام کا شغف تھا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی حیات ظاہری میں نینی تال کے ایک مناظرے میں مولوی یٰسین خام سرائی کو شرمناک شکست دی۔ فتح کے بعد بریلی پہنچے تو اعلیٰ حضرت نے خوش ہوکر دستار عنایت کی اور غیظ المنافقین اور ولد موافق خطاب دیا۔ آپ کا نام نامی ردوہابیہٗ دیوبندیہ میں بہت مشہور ہے۔ بزرگوں کے بڑے ادب شناس تھے۔ اپنی غلطی معلوم ہونے پر معافی طلب کرنے پر معافی طلب کرنے میں مطلق تاخیر نہ فرماتے حرمین طیبین کی زیارت سے مشرف تھے۔ بریلی پہنچنے سے پہلے فرنگی محل میں حضرت صدرالشریعہ استاذالہند مولانا امجد علی اعظمی سے مرید ہوئے۔ شعر بھی عمدہ کہتے تھے۔ چند نعت مبارکہ یاد گار ہیں۔ کانپور، بمبئی، گوندرہ، بستی وغیرہ میں آپ کے کافی مریدین ہیں۔ دوسال صاحب فراش رہ کر ۸محرم الحرام ۱۳۸۰ھ میں عالم بقا کو کوچ فرمایا۔ مرقد پیلی بھیت میں ہے۔ حضرت مولانا مشاہد رضا خاں فرزند اکبر اور مولانا مشہور رضا فرزند اصغر دارالعلوم اشرفیہ کے سند یافتہ ہیں۔ شیر بیشۂ اہلسنّت کے لقب سے مشہور ہیں۔ (ایضاً ص ۸۲/۸۳)

اولاد امجاد

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں صاحبزادگان کے نام یہ ہیں۔ (۱) مفسر اعظم ہند حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں قدس سرہٗ، (۲) حضرت مولانا حماد رضا خاں نعمانی میاں قدس سرہٗ۔

(ماہنامہ حجاز جدید دہلی اپریل ۱۹۸۹ء ص ۵۲)

ذکر وصال

جب تری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

(حسن رضا خاں)

آپ اپنی کیفیت وصال بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ زبان ذکر صلوٰۃ وسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول ہوگی اور روح قرب وصال کے چھلکتے کیف وسرور کے جام سے محظوظ ہوگی۔

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامد
خمیدہ سر بند آنکھیں لب پہ میرے درودو سلام ہوگا

(نقیہ اسلام ص ۲۲۷ وفاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۸۲)

وصال

آپ ۱۷ جمادی الاوّل ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء بعمر ۷۰ سال عین حالت نماز میں دوران تشہد دس بجکر ۴۵ منٹ پر اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (ایضاً ایضاً)

نماز جنازہ

جنازے کی نماز آپ خلیفہ خاص حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قدس سرہٗ نے مجمع کثیر میں پڑھائی۔
(ماہنامہ اعلیٰ حضرت جون ۱۹۶۳ء ص ۱۸)

مزار مبارک

آپ کا مزار مبارک خانقاہ رضویہ بریلی شریف میں والد ماجد کے پہلو میں ہے۔ ہر سال عرس کی تاریخ میں بیشمار علماء ومشائخ کے ساتھ عوام شریک ہوتے ہیں، اور اپنے اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے پر کرتے ہیں۔ بریلی شریف کی خانقاہ کے علاوہ بھی برصغیر پاک وہند میں آپ کے بے شمار متوسلین مذکورہ تاریخ پر آپ کے روحانی فیض سے مستفیض ہوتے ہیں اور مقالے وتقریر سے آپ کے علمی، دینی وتصوفانہ کارنامے کو پیش کرتے ہیں۔

مادۂ تاریخ

از مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب فریدی سمتی پوری

وے زبزم جہاں رفت بہ بزم جناں	مفتی دین متین مولوی حامد رضا
صاحب زہد وورع، عالم بااتقاء	پیشروِ اہل دیں، بادئی راہ خدا
عابد شب زندہ دار، صوفی وصافی منش	رہروِ راہ سلوک، صاحب رشد وہدا
برسرِ عرش ہدیٰ ماہ شرف ذات او	نجم صداقت پے مطلع صدق وصفا
داغ فراقِ رضا، باز بدل تازہ شد	وارث فضل رضا رفتہ بہ قرب رضا
مرگ کزیں عالمے، مرگ جہاں ہم بود	ماتم او ماتم دہر بود برملا
غیر رضا بالقضاء چارۂ ہیچ نیست	شیوۂ ایماں بوذ صبر دم ابتلا
بسکہ بسر بردہ بود عمر بخیر العمل	رحمت رب بہرہ اش ساختہ خیر الجزا
اسم محمد شدہ عہد ولادت نگر	سیزدہ صد شش ودو دیدہ گزید آں سرا ۱۳۶۲ھ
شب زمہ پنجمیں (۱۳۶۲ھ) ہیزدہ (۴۳) ہم آمدہ	چوں ز فنائے (۱۳ھ) مکاں رفتہ بدار بقا

کلک فریدی نوشت ازپئے سال وصال
میں جناں آمدہ (۱۳۶۲ھ) مولوی حامد رضا

نور چہل ویکم

تاجدار اہلسنّت، شمس العارفین، نائب سیّد المرسلین

حضرت مولانا الحاج الشاہ البرکات

محی الدین جیلانی آل الرحمٰن

محمد مصطفٰے رضا خاں نوری بریلوی

(رضی اللہ عنہ)

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ ...... ۱۳ محرم الحرام ۱۴۰۱ء

۱۸ جولائی ۱۸۹۲ء ...... ۱۱ نومبر ۱۹۸۱ء

تاجدار اہلسنّت مفتی اعظم شہا

حامل فیضِ رضا و مصطفٰے امداد کن

(امین مراد آبادی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللھم صل وسلم وبارک علیه وعلیهم وعلی المولی الکریم سراج الفقهاء مولانا الحاج الشاہ محمد ابو البرکات محی الدین الجیلانی المعروف مصطفی رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنه ورضاہ عنا۔

سایۂ جملہ مشائخ یا خدا ہم پر رہے ۔۔۔ رحم فرما آلِ رحمٰن مصطفیٰ کے واسطے

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۸۹۲ء بروز شنبہ بریلی شریف میں ہوئی۔

(تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۲۲۳)

اسم مبارک

جس وقت آپ کی ولادت ہوئی اس وقت آپ کے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ مارہرہ شریف میں جلوہ افروز تھے وہیں رات میں خواب میں دیکھا کہ لڑکا پیدا ہوا ہے۔ خواب ہی میں آل الرحمٰن نام رکھا۔ حضرت مخدوم شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہٗ نے ابوالبرکات محی الدین جیلانی نام رکھا۔ بعد میں مصطفیٰ رضا خاں عرف قرار پایا اور خاندان کے رسم کے مطابق محمد کے نام پر عقیقہ ہوا۔ (ایضاً)

پیرومرشد کی بشارت

حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہٗ نے امام اہلسنّت فاضل بریلی قدس سرہٗ سے فرمایا:

''مولانا جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچہ کو ضرور دیکھوں گا۔ وہ بہت ہی مبارک بچہ ہے۔ چنانچہ جب آپ بریلی شریف رونق افروز ہوئے تو اس وقت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کی عمر شریف صرف چھ ماہ کی تھی۔ خواہش کے مطابق بچہ کو دیکھا اور اس نعمت کے حصول پر امام اہلسنّت قدس سرہٗ کو مبارکباد دی اور فرمایا:

یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کا دریا بہائے گا۔

یہ فرماتے ہوئے حضرت نوری میاں قدس سرہٗ نے اپنی مبارک انگلیاں بلند اقبال بچہ کے دہن مبارک میں ڈال کر مرید کیا اور اسی وقت تمام سلاسل کی اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی۔ (مفتی اعظم ہند نمبر ماہنامہ استقامت کانپور ص ۳۴۱)

حلیہ مبارک

گورا مکھڑا جلوے جس پر آ آکر پھر جاتے ہیں
آؤ تم کو بھی صورت ایسی ایک دکھاتے ہیں

قد مبارک دراز چہرہ گول، روشن وتابناک جس سے نور برس رہا ہو اور جسے دیکھ کر خدا یاد آئے۔آنکھیں بڑی بڑی چمکدار گہرائی وگیرائی لئے ہوئے۔بھویں گنجان ہالہ لئے ہوئے پلکیں گھنی بالک سفید (آخری عمر میں) انگشت سفید گندمی ریش مبارک گھنی۔مسترسل سفید ونرم ریشم کی طرح۔مونچھ نہ بہت پست نہ اٹھی ہوئی۔ناک متناسب درازی لئے ہوئے۔رخسار بھرے ہوئے گداز، جلال وجمال کا آئینہ دار۔سر بڑا گول۔پیشانی کشادہ ابھری ہوئی تقدس کے آثار لئے ہوئے۔لب پتلے گلاب کی پتی کی طرح تبسم کے آثار لئے ہوئے۔دندان مبارک چھوٹے چھوٹے ہموار موتیوں کی لڑی کی طرح، گردن معتدل، سینہ فراخ کچھ روئیں لئے ہوئے۔کمر خمیدہ مائل، ہاتھ لمبے لمبے جو سخاوفیاضی میں ضرب المثل، انگلیاں لمبی لمبی موزوں وکشادہ، ہتھیلیاں بھری ہوئی گداز۔کلائیاں چوڑی روئیں دار۔پاؤں متوسط ضعف کا اثر لئے ہوئے۔ایڑیاں گول موزوں، لباس عمامہ بڑے عرض کا زیادہ تر سفید بادامی پوشاک، کرتہ کلی دار پاجامہ علی گڑھ، جوتا ناگرہ، جے پوری۔(سامان بخشش ص ۴/۳)

فضائل

آفتاب علم معرفت، ماہتاب رشد وہدایت، واقف اسرار شریعت، دانائے رموز وحقیقت، تاجدار اہل سنت، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، شمس العارفین، نائب سید المرسلین، متکلم اجل، محدث اکمل، فقیہہ اجل، مقتدائے عالم، شہزادۂ مجدد اعظم، حضور سیدی ومرشدی مفتی اعظم ہند مولانا الحاج الشاہ ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہ العزیز۔آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے اکتالیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔آپ کے فضائل ومناقب بے شمار صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں جس کا احصاء کما حقہ بیان تحریر سے باہر ہے۔بالاختصار چند مشائخ کے اقوال سے آپ کے فضائل کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے بمبئی میں فرمایا تھا۔آج کل دنیا میں جن کا فتویٰ سے بڑھ کر تقویٰ ہے اس شخصیت مجدد مائۃ حاضرہ کے فرزند دلبند کا پیارا نام مصطفےٰ رضا ہے جو بے ساختہ زبان پر آتا ہے اور زبان بے شمار برکتیں لیتی ہے۔نور چشم اعلیٰ حضرت، راحت دل خستگان، مفتی اعظم بنام مصطفےٰ شاہ دین اور حضور مفتی اعظم ہند کے ایک شرعی فتویٰ پر محدث اعظم ہند نے تحریر فرمایا:

ھذا قول العالم المطاع وما علینا الا الاتباع ۔

(یعنی یہ ایک ایسے عالم کا قول ہے جن کی اطاعت لازم ہے) (مفتی اعظم ہند نمبر ماہنامہ استقامت ص ۵۵۷/۵۵۸)

حضرت علامہ مفتی عبدالرشید صاحب فتح پوری: حضرت مولانا مفتی غلام محمد خاں صاحب شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ ناگپور ۱۹۵۲ء سے پہلے کسی سے مرید نہیں ہوئے تھے کسی بھی سلسلے میں وابستہ ہونے کے لئے بے چین تھے۔ آخر کار ایک دن ہندوستان کے مشہور عالم حضرت علامہ مفتی عبدالرشید صاحب (بانی جامعہ امجدیہ ناگپور) سے دریافت فرمایا: حضور! مرید ہونے کے لیے بے چین ہوں کس سے مرید ہونا چاہئے؟ تو حضرت نے ارشاد فرمایا: مولانا! اب کہاں ایسے لوگ رہ گئے ہیں جو شریعت وطریقت میں کامل ہوں سوائے مفتی اعظم ہند کے۔ (مفتی اعظم ہند نمبر ماہنامہ استقامت ص ۵۵۷/ ۵۵۸)

۳۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے فرمایا: اپنے شہر میں کسی کو عزت ومقبولیت نہیں ملتی لیکن حضور مفتی اعظم ہند کو اپنے دیار میں جو عزت ومقبولیت حاصل ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ یہاں کی کرامت ولایت کی کھلی دلیل ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ حضور مفتی اعظم ہند شہنشاہ ہیں شہنشاہ یعنی حضرت کے ساتھ شہنشاہ کا سا برتاؤ کرنا چاہئے۔
(مفتی اعظم ہند نمبر ماہنامہ استقامت ص ۵۵۸)

۴۔ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے فرمایا: اس دور میں ان کی (حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ) ہستی فقید المثال ہے۔ خصوصیت کے ساتھ باب افتاء میں بلکہ روزمرہ کی گفتگو میں جس قدر محتاط اور موزوں الفاظ اور قیود الرشاد فرماتے ہیں اہل علم ہی ان کی منزل سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (مفتی اعظم ہند نمبر ماہنامہ استقامت ص ۲۱)

۵۔ غزالی دوراں علامہ سعید احمد کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدی مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ کی شان اس حقیقت سے ظاہر ہے کہ حضرت ممدوح امام اہل سنت، مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لخت جگر اور صحیح جانشین ہونے کے ساتھ الولد سرّ لابیہ کے سچے مصداق ہیں۔ (مفتی اعظم ہند نمبر ماہنامہ استقامت)

۶۔ حضرت قاری مصلح الدین صاحب فرماتے ہیں: حضرت سیدی ومرشدی صدر الشریعہ وبدر الطریقہ کے وصال کے بعد میری تمناؤں اور آرزوؤں کا مرکز حضور مفتی اعظم ہند ہی کی ذات ہے اور وہ میرے ہی کیا تمام سینوں کی تمناؤں کا مرکز ہیں۔
(مفتی اعظم ہند نمبر استقامت)

۷۔ حضور شمس العلماء جونپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فقہ کا اتنا بڑا ماہر اس زمانے میں کوئی دوسرا نہیں۔ میں ان کی خدمت میں جب حاضر ہوتا ہوں تو سر جھکا کر بیٹھا رہتا ہوں اور خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سنتا ہوں۔ ان سے زیادہ بات کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ (مفتی اعظم ہند نمبر استقامت ص ۵۵۹)

۸۔ حضرت مولانا شاہ احمد نوری صدر جمعیۃ العلماء پاکستان فرماتے ہیں: مفتی اعظم ہند علم وفضل اور فقہی بصیرت کے اعتبار سے لاثانی تھے۔ اسلام اور عالم کے لیے آپ کی عظیم خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ (مفتی اعظم ہند نمبر استقامت)

۹۔ ادیب شہیر حضرت محمد میاں کامل سہسرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عہد حاضر کی لائق صد تکریم ذات اور قدم قدم پر عقیدتوں کے پھول نچھاور کئے جانے والی شخصیت ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور حیات کی ایک ایک

ساعت سرمایہ سعادت اور دولت افتخار ہے جن کی ساری عمر شریعت کی تعلیم پھیلانے اور طریقت کی راہ بتاتے گزری اور جن کی زندگی کا ایک ایک عمل شریعت کی میزان اور طریقت کی ترازو پر تولا ہوا ہے۔ اس دور میں خود ممدوح کی شخصیت مسلمانان ہند کی سرمدی سعادتوں کی ضمانت ہے۔ (مفتی اعظم ہند نمبر ماہنامہ استقامت)

۱۰۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت، حضرت شاہ ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مفتی اعظم ہند' مفتی اعظم ہیں اعلیٰ حضرت ہیں۔ وہ درجۂ صدیقیت پر فائز ہیں۔ (مفتی اعظم ہند نمبر ماہنامہ استقامت)

۱۱۔ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری پاکستان فرماتے ہیں: مفتی اعظم امانت، دیانت، شفقت اور تواضع وانکساری کا عظیم پیکر تھے۔ (مفتی اعظم ہند نمبر ماہنامہ استقامت ص۶۴)

۱۲۔ حضرت سیّد مختار اشرفی جیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف فرماتے ہیں:

حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ ان ہی اکابرین میں سے تھے جو دین وسنیت کو فروغ دینے کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت کی پوری زندگی پر ایک طائرانہ نگاہ ہی ڈالئے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ خلوص وللّٰہیت ان کی شخصیت کا ٹریڈ مارک تھا۔ ان کا کوئی قول یا عمل میری نگہ میں ایسا نہیں ہے جو خلوص وللّٰہیت سے عاری ہو۔ وہ اگر ایک طرف متبحر عالم، مستند اور معتبر فقیہہ، مختلف علوم وفنون کے ماہر اور شعر وادب کے مزاج آشنا تھے تو دوسری جانب ریاضت، عبادت، مکاشفہ ومجاہد اور اسرار باطنی کے بھی محرم تھے اور ہر میدان میں ان کے خلوص وللّٰہیت کی جلوہ گری نمایاں طور پر دکھائی دیتی تھی۔ وہ ایک ایسی شمع تھے جس کے گرد لاکھوں پروانے اکتساب فیض نور کی خاطر زندگیوں کو داؤ پر چڑھائے رہتے تھے۔ میرے گھرانے کے بزرگوں سے ان کے دیرینہ اور گہرے تعلقات تھے۔ اس پس منظر میں مجھے ان کا قرب خاص حاصل تھا۔

(مفتی اعظم ہند نمبر ماہنامہ استقامت ص۳۴)

تعلیم وتربیت

حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ ایک ایسے علمی وروحانی خانوادے کے چشم وچراغ ہیں جہاں کا پورا ماحول علم ونور کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ پھر آپ اس سے متاثر نہ ہوں یہ کیسے ہوسکتا ہے چنانچہ خوب خوب اکتساب فیض کیا اور جہاں بھی موقع ملا شوق سے اسے حاصل کیا۔ چنانچہ آپ نے پہلے حضرت مولانا شاہ رحم الٰہی منگلوری ومولانا بشیر احمد علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہما سے خصوصی درس حاصل کیا۔ اس کے بعد علوم وفنون سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی آغوش تربیت میں جملہ علوم وفنون کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ تفسیر حدیث' فقہ' اصول فقہ' صرف ونحو کے علاوہ تجوید' ادب' فلسفہ' ریاضی' علم جعفر وتکسیر' علم توقیت اور فن تاریخ گوئی میں بھی کمال حاصل کیا۔ (مفتی اعظم ہند نمبر ماہنامہ استقامت ص۳۰۷)

بیعت وخلافت

آپ کو بیعت کا شرف قطب عالم شیخ طریقت حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ سے تھا اور چھ سال کی عمر

شریف میں آپ کے شیخ طریقت نے بیعت کرنے کے بعد جملہ سلاسل مثلاً قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، مداریہ وغیرہ کی اجازت سے بھی نوازا۔ اپنے شیخ طریقت کے علاوہ والد ماجد امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے بھی خلافت و اجازت حاصل فرمائی۔

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ کو والد ماجد امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا وصال ہوا۔ خلف اکبر حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کو منصب سجادگی اور خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ اور منظر اسلام کے تمام امور و فرائض کی ذمہ داری کو سپرد کی گئی۔ حضور حجۃ الاسلام کے وصال کے بعد بہ اتفاق رائے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کو خانقاہ عالیہ قادریہ، برکاتیہ رضویہ دار العلوم منظر اسلام کی سجادگی اور تمام امور دینیہ کے فرائض کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔ جسے تاحین حیات مثالی طریقے پر انجام دیا۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۲۲۴)

پہلا فتویٰ

آپ نے صرف تیرہ سال کی قلیل عمر میں رضاعت کا مسئلہ لکھا۔ بعد فراغت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی حیات طیبہ ہی میں فتویٰ نویسی کا کام سونپ دیا گیا تھا جس کی ابتداء کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے۔ حضرت مولانا ظفر الدین صاحب و حضرت مولانا سید عبد الرشید صاحب رحمہم اللہ دار الافتاء میں کام کرتے تھے۔ ابھی آپ کی نوعمری کا عالم تھا۔ ایک دن دار الافتاء میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ لکھ رہے تھے۔ مراجع کے لیے فتاویٰ رضویہ الماری سے نکالنے لگے۔ اس پر حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے فرمایا:

''کیا فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہیں؟''

''مولانا نے فرمایا: اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانیں۔ حضرت نے قلم برداشتہ جواب لکھ دیا جو رضاعت کا مسئلہ تھا یہ آپ کا پہلا فتویٰ تھا جو اپنی زندگی میں قلمبند فرمایا۔ اصلاح و تصحیح کے لیے وہ جواب امام اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ صحت جواب پر امام اہل سنت بہت خوش ہوئے اور **صح الجواب بعون اللہ العزیز الوھاب** لکھ کر دستخط ثبت فرمایا یہی نہیں بلکہ انعام کے طور پر ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد عرف مصطفےٰ رضا کی مہر مولانا حافظ یقین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی سے بنوا کر عطا فرمائی۔ یہ واقعہ ۱۳۲۸ھ کا ہے۔ بعدہٗ بارہ سال تک والد ماجد کی زندگی میں فتویٰ نویسی کرتے رہے جس کا سلسلہ آخری عمر تک جاری رہا۔ (یہ مہر حضرت کے تیسرے حج کے موقع پر جدہ میں دیگر سامانوں کے ساتھ گم ہوگئی)۔

(تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۲۲۳/۲۲۴)

اخلاق و کردار

جھکی ہیں گردنیں در پر تمہارے تاج والوں کی
میرے آقا میرے مولیٰ وہ تاج اولیاء تم ہو!

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ اس خانوادے کے چشم و چراغ ہیں جنہوں نے زمانے کو تہذیب و اخلاق، اخوت و مساوات اسلامی کا درس دیا جن کا در ہر منگتے کے لئے ہمہ وقت کھلا رہتا۔ آپ میں خوش اخلاقی، شفقت و رافت، تواضع وانکساری اور محبت واخلاص بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی غریب کی دعوت کو رد نہیں فرمایا۔ امیر و کبیر اور بڑے لوگوں سے دور بھاگتے تھے اور نہایت ہی پاکیزہ اور بلند کردار کے مالک تھے۔

آپ کی حیات طیبہ میں ایک بار اکبر علی خاں صاحب جو یوپی کے گورنر تھے جو آپ کی زیارت کرنا چاہتے تھے مگر حضرت ان کے آنے سے کچھ دیر قبل پرانہ شہر بریلی میں ایک بیمار دم توڑتے ہوئے غریب سُنی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔

اسی طرح فخر الدین علی احمد سابق صدر جمہوریہ جب وزیر غذا تھے تو آستانہ اعلیٰ حضرت پر حاضری دینے کے لیے آئے اور حضرت کی زیارت کرنی چاہی مگر حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ ان سے بھی نہ ملے۔ اس طرح نہ جانے کتنے وزراء اور امراء آتے رہتے تھے مگر حضرت ان سے ملنا گوارہ نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت کو آج کی سیاست اور دنیاداری سے کیا لگاؤ، مہمانوں کی خاطر داری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ صحت کے عالم میں حضرت مہمان خانے میں تشریف لے جا کر ایک ایک مہمان سے دریافت فرماتے کہ کھانا کھایا کہ نہیں۔ چائے ملی یا نہیں۔ کوئی تکلیف تو نہیں۔ اکثر یہ بھی دیکھا گیا کہ آپ خود ہی مہمانوں کے لیے گھر کے اندر سے کھانے کا طشت لے کر آتے تھے۔ (مفتی اعظم ہند ص ۷۶/۷۷)

بعض خصوصی عادتیں

حضور مفتی اعظم ہند ہر مسلمان کو ظاہر و باطن دونوں حالتوں میں مسلمان دیکھنا چاہتے تھے۔ ہر ایک کو اسلامی شعار اپنانے کی تعلیم اٹھتے بیٹھتے دیتے تھے۔ داڑھی منڈوں ننگے سر والوں اور انگریزی لباس پہننے والوں سے بیزاری کا اظہار فرماتے۔ سر پر ٹوپی لگانے، داڑھی رکھنے اور اسلامی لباس پہننے کی تلقین کرتے تھے۔ ٹائی باندھنے والے سے سخت بیزاری کا اظہار کرتے اور ٹائی کھینچ لیتے اور ٹائی باندھنے والوں سے توبہ کراتے تھے اور اس پر تجدید بیعت و تجدید نکاح کا حکم لگاتے تھے۔ ہر کام یا چیز کے لینے دینے کا داہنے ہاتھ سے اہتمام فرماتے۔ گورنمنٹ کو سرکار کہنے اور کورٹوں کو عدالت کہنے سے منع فرماتے تھے۔ کتب احادیث پر دوسری کتابیں نہیں رکھتے۔ ذکر میلاد پاک یا محفل نعت و منقبت میں ختم ہونے تک باادب بیٹھے رہتے تھے۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے کبھی نہیں تھوکتے اور نہ ہی قبلہ کی طرف پاؤں کرتے تھے۔ قبرستان میں جب بھی تشریف لے جاتے تو پورا پیر رکھ کر نہیں چلتے۔ بلکہ ہمیشہ پنجوں کے بل تشریف لے جاتے یہاں تک کہ دھوپ میں آدھا آدھا گھنٹہ ایصال ثواب اور فاتحہ خوانی میں مصروف رہتے۔ لیکن پنجوں کے ہی بل کھڑے رہتے۔ بدفال نکالنے کو ہمیشہ منع کرتے۔ بیماروں کی عیادت کو جاتے۔ اگر کسی کے ہاں غمی ہو جائے تو تعزیت کو جاتے اور میت والے کے گھر کچھ نہ کھاتے اور صبر و تسلی کی تلقین کرتے۔ علماء کا حد درجہ احترام کرتے سادات کرام کا اس انداز سے احترام کرتے جیسے کوئی رعایا اپنے بادشاہ کا احترام کرتا ہے۔ غیر اسلامی نام رکھنے کو منع فرماتے، اور انگریزوں اور غیر مسلموں کے نام رکھنے کو منع فرماتے سخت ناراض اور نام بدل دیتے۔ عبداللہ، عبدالرحمٰن، محمد، احمد

نام کو پسند فرماتے۔ (مفتی اعظم ہند ص ۷۳)

تواضع وانکساری

آپ کے اندر تواضع وانکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اگر کسی کو اس کی کسی غیر شرعی حرکت پر ڈانٹ دیتے تھے یا کسی موقع پر خفگی یا ناراضگی کا اظہار کرتے تھے تو بعد میں اسے سمجھاتے اور اس کی دلجوئی فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ اکثر لوگ حضرت کی شان میں منقبت پڑھتے تو انہیں اس سے روکتے اور فرماتے کہ میں اس لائق کہاں۔ اللہ تعالیٰ اس لائق بنائے۔
(مفتی اعظم ہند ص ۷۸)

جود وسخا

مانگنے والا سب کچھ پائے روتا آئے ہنستا جائے
یہ ہے ان کی ادنیٰ کرامت مفتی اعظم زندہ باد

تخت وتاج اور حکومت وریاست کے مالک کسی کو دنیوی دولت اور مسرت دے سکتے ہیں لیکن یہ ان کے بس کی بات نہیں کہ قلب بے قرار کو سکون اور بلکتے ہونٹوں کو مسکراہٹ دے سکیں مگر تاجدار اہلسنّت، تاج ولایت وکرامت لوگوں کو دولت دنیا کے ساتھ ساتھ دولت دین بھی عطا فرماتے تھے۔ ان کے در کی گدائی سروری سے کم نہیں۔ ہر روز سینکڑوں روحانی وقلبی حاجت مند آتے اور اپنی اپنی مرادیں لے کر جاتے۔ کوئی دعا کرانے آرہا ہے کوئی تعویذ لینے آتے مگر کسی کو منع نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ نہ جانے کتنے گھرانے حضرت کی جود وسخا سے پرورش پا رہے تھے۔ طلبہ پر تو خاص کرم فرماتے تھے۔ مہمانوں کی خاطر ومدارات بھی کرتے اور اکثر کو کرایہ تک دیتے تھے۔ جاڑوں میں اکثر غریب لوگوں کو گرم کپڑے اور گرم چادریں اور لحاف وغیرہ دیتے تھے۔

اکثر علماء کرام کو حضرت نے خلافت عطا کی۔ خود حضرت نے اپنے ہاتھوں سے ان کے سر پر عمامہ باندھا بہتوں کو جبہ ودستار اور ٹوپی بھی عطا کی۔ ایک مرتبہ جاڑے کے موسم میں کچھ خدام حضرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ رات کا وقت تھا حضرت اپنے بدن پر شال ڈالے پلنگ پر نیم دراز تھے۔ مولوی ابوسفیان صاحب نے حضرت کی شال کو چھو کر دیکھا اور اس کی تعریف کی۔ حضرت نے فوراً وہ شال اتار کر ان کو دے دی۔ وہ بار بار منع کرتے رہے لیکن حضرت نے انہیں وہ بخش دیا۔
(مفتی اعظم ہند ص ۸۸)

علاوہ ازیں آپ کی اکثر مجلسیں علمی ادبی اور سراپا خیر وبرکت ہوتی تھیں اور مسائل تصوف کا ذکر بھی نہایت آسان ودلنشیں انداز میں آپ بیان فرماتے اور انوار وتجلیات کی بارشیں ہوئیں!

عبادت وریاضت

آپ سفر وحضر میں بھی ہمیشہ باجماعت نماز وقت معینہ پر ادا فرماتے۔ بریلی شریف میں قیام کے دوران گھر سے آپ کے

برآمد ہوتے ہی کئی آدمی آپ کو آگے پیچھے سے گھیر لیتے اور مسجد کے دروازے تک پہنچتے پہنچتے جو بہ مشکل پچاس قدم دوری پر ہوگا کسی کو دست بوسی کا شرف بخشتے کسی کو مصافحہ سے نوازتے اور کسی کے سلام کا جواب دیتے۔ اتنے میں مسجد کے دروازے میں داخل ہونے کا موقع آجاتا آپ فوراً نہایت متانت وآہستگی سے اللھم افتح لی ابواب رحمتك پڑھتے اور عمامہ اتار کر وضو کے لئے بیٹھ جاتے۔ سارے اعضاء سنت کے مطابق مکمل طور پر دھلتے اور سارے وضو میں ادعیہ ماثورہ کی تلاوت پست آواز میں جاری رہتی۔ ارکان نماز کی ادائیگی میں تو معہود طریقہ ہی برتتے لیکن خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ پوری نماز میں آپ کے وجود پر عبودیت کی شان اور بندگی کا جمال طاری رہتا تھا۔ دیکھنے والا دور ہی سے فیصلہ کرلیتا تھا کہ ایک مومن قانت نے اپنے مولیٰ کی رضاجوئی کے لیے اپنے پورے وجود کو عجز و درماندگی اور عرض والتماس کے سانچے میں ڈھال لیا ہے اور قوموا للہ قانتین کی پوری تصویر بن جاتے تھے۔

ایک بار نانپور سے تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں مغرب کا وقت ہوگیا۔ آپ فوراً گاڑی سے اتر پڑے لوگوں نے کہا بھی کہ گاڑی چلنے ہی والی ہے مگر حضرت کو فکر نماز دامنگیر تھی۔ حضرت کے اترتے ہی آپ کے ساتھی بھی اتر پڑے۔ وضو کر کے ابھی نماز کی نیت باندھی تھی کہ ٹرین چھوٹ گئی۔ حضرت اور ان کے ساتھیوں کا سارا سامان ٹرین ہی میں رہ گیا۔ ٹرین کے چلتے ہی کچھ بدعقیدہ لوگوں نے پھبتی بھی کسی کہ میاں کی گاڑی گئی لیکن حضرت نماز میں مصروف تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو پلیٹ فارم خالی تھا۔ حضرت کے ساتھی سامان جانے کی وجہ سے پریشان تھے مگر حضرت مطمئن تھے۔ ابھی سب سوچ ہی رہے تھے کہ سامان کا کیا ہوگا اتنے میں دیکھا کہ گارڈ صاحب بھاگے چلے آرہے ہیں اور ان کے پیچھے پچاسوں مسافر بھی دوڑتے آرہے ہیں۔ گارڈ نے کہا حضور گاڑی رک گئی۔ حضرت نے فرمایا: انجن خراب ہوگیا ہے۔ آخر حضرت ڈبہ میں بیٹھے انجن بدلا گیا اور اس طرح پون گھنٹہ کی تاخیر کے بعد گاڑی چلی۔ (مفتی اعظم ہند)

سراپا حب رسول

حضور مفتی اعظم ہند سراپا حب رسول اور رضائے مصطفےٰ تھے اور جو عظمت انہیں حاصل ہوئی محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی کی بنا پر حاصل ہوئی اور کیوں نہ ہو کہ عشق مصطفےٰ علیہ التحیۃ والتسلیم ہی جان ایمان ہے۔ حضرت کی سرکار علیہ السلام کے عشق میں فنائیت کا شاہد ان کی زندگی کا ہر لمحہ ہے۔ ان کی محبت رسول میں فنائیت کا صحیح اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ آخری عمر میں باوجود شدید علالت کے نعت کی محفل میں گھنٹوں باادب بیٹھے رہتے تھے اور نعت پاک کے ہر ہر مصرعے پر رونا اور والہانہ کیفیت کا طاری ہونا اس بات کی غماز ہے کہ وہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ضم ہو چکے تھے۔ ہر سال عید میلاد النبی کا جشن نہایت تزک واحتشام سے مناتے۔ بارہویں شب سے دوسرے دن دوپہر کچھ دیر قبل تک نعت خوانی میلاد اور صلوٰۃ وسلام کا سلسلہ قائم رہتا۔ شیرینی تقسیم ہوتی، لنگر بٹتا اور دعوت عام ہوتی۔ (مفتی اعظم ہند ص ۱۰۸)

غوث اعظم سے عقیدت

یہ دل یہ جگر ہے یہ آنکھیں یہ سر ہے
جہاں چاہو رکھو قدم غوث اعظم

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کو حضرت غوث صمدانی محبوب سبحانی سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ سے کسی درجہ عقیدت تھی اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوتا ہے۔

ایک بار سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک جوان العمر حضرت پیر طاہر علاء الدین گیلانی صاحب قبلہ بریلی شریف تشریف لائے تو حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کی نیازمندی اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ان کے پیچھے مؤدب ہو کر ننگے پاؤں چلتے تھے۔ جیسے خادم اپنے آقا کے پیچھے چلا کرتا ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات میں فنائیت کا یہ عالم تھا کہ آپ کا جسم وشکل وشباہت حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہم شکل تھی:

دیکھ کر شکل مفتی اعظم
غوث اعظم کی یاد آئی ہے

علماء وسادات کرام کا احترام

حضرت کو علماء وسادات کرام کا احترام ورثہ میں ملا تھا۔ ایسے والہانہ انداز سے ان حضرات کی تعظیم وتوقیر کرتے تھے کہ اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ ۱۹۷۹ء کا واقعہ ہے کہ گرمی کی دوپہر میں ایک خاتون ایک بچہ کے ساتھ تعویذ لینے کے لیے آئیں۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت آرام فرمارہے ہیں مگر انہیں تعویذ کی سخت ضرورت تھی۔ انہوں نے کہلوایا کہ دیکھ لیا جائے کہ حضرت جاگے ہوں اور اور مجھے تعویذ مل جائے مگر حضرت کے پاس کسی کو جانے کی ہمت نہ ہوئی۔

بالآخروہ خاتون اپنے بچہ سے بولیں۔ چلو بیٹے یہ کیا معلوم تھا کہ ایہاں سیّدوں کی باتیں نہیں سنی جاتیں۔ نہ معلوم حضرت نے کیسے سن لیا اور خادمہ کو آواز دے کر کہا: جلدی بلاؤ شہزادی کہیں ناراض نہ ہو جائیں۔ انہیں روک لیا گیا، بچہ حضرت کے پاس گیا۔ حضرت نے نام پوچھا، اس نے بتایا: سید فلاں، حضرت نے اس بچہ کو بڑی عزت ومحبت کے ساتھ بٹھایا۔ پیارے سر پر ہاتھ پھیرا۔ سیب منگا کر دیا اور پھر پردے کی آڑ سے محترم خاتون سے حال معلوم کر کے انہیں اسی وقت تعویذ لکھ کر دیا اور گھر میں یہ کہہ کر رکوالیا کہ دھوپ ختم ہو جائے تب جانے دینا اور ان کو خاطر ومدارت میں کمی نہ کرنا۔

عرض اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ میں جب حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بریلی شریف تشریف لائے تو حضرت ان کے استقبال کے لیے سٹیشن جاتے اور بے پناہ وقدر ومنزلت کرتے۔ حافظ ملت حضرت مولانا الشاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی صاحب[1] وشیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت

کرتے تھے۔خلیفہ اعلیٰ حضرت حضور برہان الحق صاحب قبلہ جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اوران کی صاحبزادگان سے بہت محبت فرماتے تھے اور جب بھی یہ حضرات بریلی شریف آئیں ہیں تو حضرت ان کی بے انتہا قدرومنزلت کرتے تھے۔حضور مجاہد ملت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی بہت عزت کرتے تھے۔اپنے خلفاء وتلامذہ ودیگر مریدین اور پیرزادگان مارہرہ مطہرہ کا اگر خادم بھی آجائے تو ان تمام کی اسی انداز میں عزت افزائی کرتے تھے کہ وہ بے چارے خود شرمندہ ہو جاتے تھے۔

۱؎ حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ بروز دوشنبہ ۱۹۰۴ء میں بھوجپور میں پیدا ہوئے۔شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نام کی مناسبت کی وجہ سے آپ کے جدامجد نے آپ کا بھی نام عبدالعزیز رکھا۔قرآن کریم کا حفظ آپ نے اپنے والد ماجد حافظ محمد غلام نور سے کیا اور متعدد اساتذہ سے گلستاں بوستاں تک تعلیم کے بعد خانگی دشواریوں کی وجہ سے سلسلہ تعلیم منقطع کردیا۔پھر جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخلہ لیا۔تین سال تک متعدد اساتذہ سے نحو میر وصرف اور منطق کی کتابوں کا درس لیا۔اسی دوران وہاں آل انڈیا سنی کانفرنس ہوئی جس میں ہندوستان کے متعدد وممتاز علماء نے شرکت کی۔۱۳۴۲ھ میں اپنے رفقا درس کے ساتھ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں حصول علم کیا۔پھر ۱۳۵۱ھ میں اپنے استاذ مکرم صدرالشریعہ کے ہمراہ بریلی تشریف لائے اور ۱۳۵۲ھ میں حضرت حجۃ الاسلام کے دست مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی تکمیل علوم کے بعد حضرت صدرالافاضل نے آگرہ کی جامع مسجد میں خطابت وافتاء کے لیے مبلغ سو روپے ماہنامہ پر متعین کرنا چاہا لیکن آپ نے فرمایا: میں تجارت کروں گا اور حتی المقدور فی سبیل اللہ دینی خدمت انجام دوں گا لیکن اسی سال آپ کو صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی شریف بلاکر فرمایا: اپنے ضلع میں مسلسل باہر رہنے کی وجہ سے وہاں بدمذہب اور گمراہیت کا تسلط ہوتا جارہا ہے اس لئے بدعقیدگی اور گمراہی کے استحصال کے لئے آپ کو مبارک پور بھیجنا چاہتا ہوں۔آپ نے عرض کیا: حضور میں ملازمت نہیں کروں گا۔حضرت نے فرمایا میں نے ملازمت کے لیے کب کہا ہے۔میں تو دینی خدمات اور اشاعت حق کے لیے کہہ رہا ہوں اور آپ پینتیس روپے مشاہرہ پر ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۴ء میں مدرسہ مصباح العلوم مبارک پور تشریف لائے اور ہر طرف سے تشنگان علم کا قافلہ مبارک پور کی سرزمین پر اترنے لگا اور مدرسہ کی پرانی عمارت ناکافی ہوگئی تو ۱۳۵۳ھ میں ایک عظیم الشان دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی جو دارالعلوم اشرفیہ کے نام سے مشہور ہوا۔مبارک پور کی سرزمین پر آپ کے قدم رکھتے ہی دنیائے وہابیت میں ایک زلزلہ آگیا۔آپ روزانہ ۱۴ کتابوں کا درس دیتے جن میں سب سے نیچی شرح جامی تھی۔یہاں تک کہ وہ عمارت بھی ناکافی ہوگئی تو پھر آپ نے ایک جامعہ (عربی یونیورسٹی) کا منصوبہ بنایا آخر ۲۰، ۲۱، ۲۲ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ مطابق ۵، ۶، ۷ مئی ۱۹۷۲ء کو مبارک پور کی سرزمین پر ایک عظیم تعلیمی کانفرنس ہوئی اور ایک وسیع وعریض میدان میں الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد حضور مفتی اعظم ہند واکابر علماء کے ہاتھوں رکھا گیا۔دیکھتے ہی دیکھتے علم کا ایک شہر آباد ہوگیا۔چوالیس سال تک مبارک پور کی سرزمین میں علوم دینیہ خصوصاً علم حدیث کی خدمت انجام دی۔ہندوستان کے علاوہ یورپ وامریکہ اور عرب میں آپ سے اکتساب فیض کرنے والے علماء ومشائخ دانشور وصحافی

آج بھی فروغ ملت میں مصروف عمل ہیں۔آپ زہدوورع' تقویٰ وطہارت، علم وحکمت، توکل واستغناءشرم وحیا، صبر وتحمیل، تواضع ومنکسر المزاجی، رفاقت واعادت، پابندی شریعت اور ایفائے عہد سادگی وشاگرد نوازی میں حضرت صدر الشریعہ کے سچی تصویر تھے۔بغیر فوٹو کے حج وزیارت کو ۱۹۶۷ء میں تشریف لے گئے، شرف بیعت وخلافت حضرت علامہ شاہ علی حسین اشرفی سے حاصل تھا اور حضرت صدر الشریعہ نے سلسلہ قادریہ رضویہ کی خلافت واجازت سے نوازا اور اسی سلسلے میں آپ بیعت فرماتے۔علم وفضل کا یہ کوہ گراں یکم جمادی الآخر ۱۳۹۶ھ مطابق ۳ مئی ۱۹۷۶ء بروز دوشنبہ کا دن گزار کر شب میں گیارہ بجکر ۵۵ منٹ پر ہمیشہ کے لیے ہم سے رخصت ہوگیا۔خلفاء وتلامذہ آپ کے کثیر ہیں۔مشاہیر خلفاء حضرت مولانا عبدالحفیظ، سربراہ اعلیٰ حافظ محمد حنیف بلرامپوری، حافظ مولانا محمد تقی امجدی اور مولانا تجمل ہدیٰ گیاوی قابل ذکر ہیں۔

زیارت حرمین طیبین

خدا خیر سے لائے وہ دن بھی نوری
مدینہ کی گلیاں بہا را کروں میں

حج وزیارت حرمین شریفین کی سعادت دوبار آپ کو تقسیم ہند سے پہلے حاصل ہوئی۔تیسری بار ۱۹۷۱ء ۱۳۹۱ھ میں اس شان کے ساتھ عازم حرمین شریفین ہوئے کہ باوجود بہت سے علماء کرام کے نزدیک حج کے لیے فوٹو جائز ہے مگر آپ کی عزیمت کی بنیاد پر بین الاقوامی رائج الوقت عمل کے خلاف بغیر فوٹو کے پاسپورٹ حاصل ہوا اور سفر حج کے دوران جہاز میں کوئی ٹیکہ وغیرہ بھی نہ لگوا کر احتیاط وتقویٰ کی اس دور میں ایک روشن مثال قائم کردی اور ضعف ونقاہت کے باوجود جس نشاط اور مستعدی اور شیفتگی ووارفتگی کے ساتھ مناسک حج ادا کئے وہ ہم سب کے لئے قابل رشک ہے۔

اس سفر میں آپ نے مکہ معظمہ میں ان علماء حرمین سے بھی ملاقات کی جنھوں نے حضرت فاضل بریلوی سے ان کے وقت میں حرمین طیبین میں ملاقات واستفادہ کیا تھا۔یہ حضرات سیّد یحیٰی علمان رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔(۱) سیّد امین قطبی، (۲) سیّد عباس علوی، (۳) سیّد نور محمد۔ان تینوں حضرات نے حضرت فاضل بریلوی کے دور کے حالات وواقعات بتلائے۔ان کے علم وفضل کی تعریف وتوصیف کی اور حضرت مفتی اعظم سے خلافت حاصل کی۔

مفتی اعظم ہند کا فقہی وعلمی مقام

تصوف فلسفہ تفسیر کے فقہی مسائل
سبھی کہتے ہیں کہ عقدہ کشا ہیں مفتی اعظم

سیّدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا وہ شہزادہ جو دارالعلوم منظر اسلام میں دوران تعلیم پہلا فتویٰ تحریر فرما کر مفتی کی حیثیت سے منصب افتاء پر فائز ہوا تھا، کچھ عرصہ کے بعد دنیا نے دیکھا کہ جب آپ کے علم وفضل کی صلاحیت اور فقہی مہارت اجاگر ہوتی

چلی گئی تو آپ مفتی اعظم ہند کہلائے کہ یہ لقب ہی گویا آپ کا اسم ہوگیا۔ جہاں جہاں مفتی اعظم ہند بولا گیا وہاں صرف آپ ہی کی ذات اقدس سمجھ میں آئی۔

ایں سعادت بروز بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

خود اعظم بننے سے کوئی اعظم نہیں بنتا نہ کسی کو اس کے ایجنٹ اعظم بنا سکتے ہیں۔ اعظم تو وہ ہے جسے خدائے تعالیٰ اور اس کا پیارا رسول عظمت دے۔ بہرحال مفتی اعظم کی ذات خود غرضی، نام ونمود، شہرت وجاہ طلبی اور ریاکاری سے کوسوں دور تھی۔ ان کی عظمت تو خالص عطائے خدا ورسول تھی اور جب خدا ورسول کسی کو عطا فرمائیں تو اس کی کوئی حد کیا جانے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی فقہی عظمت صرف ہندوستان تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ وقت بھی آیا جب آپ مفتی اعظم عالم بن کر جلوہ گر ہوئے۔ جب آپ حج کو تشریف لے گئے تو حجاز، مصر، شام، عراق اور ترکی وغیرہ کے علماء ومشائخ نے آپ سے مسائل دریافت کئے اور بیعت سے مشرف ہوئے اور سند اجازت وخلافت حاصل کی۔ اس طرح آپ کا فیضان شریعت وطریقت ساری دنیا میں پھیل گیا۔ علاوہ ازیں آپ کے پاس عرب، افریقہ، ماریشس، انگلینڈ، امریکہ، سری لنکا، ملیشیا اور بنگلہ دیش وپاکستان سے افتاء آتے اور ان کا جواب آپ تحریر فرماتے۔ (مفتی اعظم ہند نمبر ماہنامہ استقامت کانپور)

حضرت کا تاریخی فتویٰ

اب آیئے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کو مفتی عالم کہے جانے کے ثبوت میں مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

جنرل ایوب خاں کے دور میں پاکستان میں حکومت کی طرف سے ایک رؤیت ہلال کمیٹی قائم کی گئی تھی۔ جس کے عہدیداران عید وبقرعید کے موقع پر خاص طور پر مشرقی ومغربی پاکستان میں جہاز کے ذریعے چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے تھے، اور پھر ان کی تصدیق پر حکومت کی جانب سے ملک میں رؤیت ہلال کا اعلان کیا جاتا تھا۔

ایک بار عید کے موقع پر ۲۹ رمضان کو اس کمیٹی کے افراد ہوائی جہاز کے ذریعے چاند دیکھنے کو اڑے۔ مشرقی پاکستان سے مغربی پاکستان جاتے ہوئے انہیں چاند نظر آگیا اور انہوں نے اس کی اطلاع حکومت کو دے دی اور پھر حکومت کی جانب سے رؤیت کا اعلان کردیا گیا مگر وہاں کے سنی علماء نے اس کو نہ مانا اور انہوں نے دنیا کے تمام اسلامی ممالک جیسے شام، اردن، عرب، مصر وغیرہ کے مفتیان کرام سے اس سلسلہ میں فتویٰ مانگا اور ایک استفتاء سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے پاس بریلی شریف بھی روانہ کیا۔ تقریباً دنیا کے سبھی مفتیان کرام نے رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان کی تائید کی مگر علم وفضل کے تاجدار فقیہہ اعظم مفتی اعظم قدس سرہٗ نے اسے نہیں مانا اور اپنا فتویٰ دیا کہ جس کا مضمون اس طرح ہے:

چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا شرعی حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شرعی شہادت پر قاضی شرع حکم دے گا۔ چاند کو سطح زمین یا ایسی جگہ سے کہ جو زمین سے ملی ہوئی ہو وہاں سے دیکھنا چاہئے رہا جہاز سے چاند دیکھنا یہ

غلط ہے کیونکہ چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا اس لیے کہیں ۲۹ کو اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے اور اگر جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہے تو اور بلندی پر جانے کے بعد ستائیس اور اٹھائیس تاریخ کو بھی نظر آ سکتا ہے تو کیا ۲۷ اور ۲۸ تاریخ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا۔ ایسی حالت میں جہاز پر ۲۹ کو چاند کو دیکھنا کب معتبر ہوگا۔

حضرت کے اس جواب کو پاکستان کے ہر اخبار میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا اور اس فتوے کو پاکستان میں جانے کے بعد اگلے مہینہ میں ۲۷ اور ۲۸ تاریخ کو حکومت کی جانب سے جہاز کے ذریعہ اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلندی پر، پرواز کرنے پر چاند نظر آیا۔ تب حکومت نے حضرت کے فتوے کو تسلیم کر کے رویت ہلال کمیٹی توڑ دی اور دنیا کے تمام مفتیان کرام نے ان کی بارگاہ علم وفضل میں سر عقیدت خم کر دیا۔ آپ نے اپنی عمر شریف میں کم وبیش پچاس ہزار فتاوے صادر فرمائے۔

آپ کی فقاہت کو بڑے بڑے علماء نے تسلیم کیا ہے اور آپ کی عبقری شخصیت کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ حضور شمس العلماء حضرت مولانا شمس الدین جعفری جونپوری[1] فرماتے ہیں کہ:

فقہ کا اتنا بڑا ماہر اس زمانے میں کوئی دوسرا نہیں ہے۔ میں ان کی خدمت میں جب حاضر ہوتا ہوں تو سر جھکا کر بیٹھا رہتا ہوں اور خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سنتا ہوں ان سے زیادہ بات کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ (مفتی اعظم ہند نمبر ص ۵۵۹)

1. حضور شمس العلماء حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب قبلہ جعفری جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی وطن جونپور تھا۔ آپ جعفری زینبی سیّد ہیں۔ آپ کے آباء واجداد شاہان شرقی کے زمانے میں منصب قضا پر فائز تھے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ حنفیہ جونپور میں ہوئی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے انگلش میں بی، اے فائنل کیا۔ جدید تعلیم کی تکمیل کے بعد عربی کا شوق پیدا ہوا اور صدر الافاضل حضرت مولانا سیّد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ سے کسب فیض کے لیے جامعہ نعیمیہ مرادآباد حاضر ہوئے اور وہاں درس نظامیہ کی متعدد کتابوں کا درس لیا۔ فقیہہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ امجد علی قدس سرہٗ کے درس کی شہرت سن کر بہت سارے طلبہ کے ساتھ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف پہنچے۔ انتہائی شوق وذوق اور کمال انہماک ویکسوئی سے اساتذہ دار العلوم سے درس نظامیہ کی کتب متوسطات پڑھیں۔ معقولات ومنقولات کی منتہی کتابوں اور حدیث پاک کی تکمیل حضرت صدر الشریعہ سے کی۔ ۱۳۵۱ھ میں جب حضرت صدر الشریعہ مستعفی ہوکر چالیس طلبہ کے ساتھ جو اپنے دور کے اکابر علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف تشریف لائے تو آپ بھی ساتھ آنے والے تلامذہ میں شامل تھے۔ دار العلوم منظر اسلام سے ۱۳۵۲ھ میں حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا قدس سرہٗ اور دیگر اکابر اہلسنّت کے مبارک ہاتھ سے دستار فضیلت حاصل کی۔ زمانۂ تعلیم ہی سے آپ کی ذہانت وفطانت اور حاضر جوابی بے مثل تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے رفقاء میں خیر الاذکیاء سے مشہور تھے۔ حضرت صدر الشریعہ سے بہت زیادہ قربت حاصل تھی۔ فراغت کے بعد دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، دار العلوم منظر حق ٹانڈہ اور مدرسہ حنفیہ جونپور میں درس دیا پھر جامعہ حمیدیہ رضویہ

بنارس میں منصب صدارت کی زینت رہے۔ حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ جامعہ کی تعمیری سرگرمیوں کی بنا پر تدریسی فرائض کے لیے آپ کا انتخاب کیا اور ۱۳۹۶ھ تک حسن وخوبی کے ساتھ شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیئے پھر احباب بنارس کے پیہم اصرار پر جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس تشریف لائے جہاں اخیر عمر تک مسند صدارت پر جلوہ افروز رہے۔ درس نظامیہ کے جملہ فنون پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ خصوصاً فلسفہ جدیدہ وقدیمہ میں تو مہارت تامہ حاصل تھی۔ متعدد بار ملحدوں اور بے دینوں اور دہریوں سے مناظرہ کیا اور آپ کے شافی ووافی جوابات سے اکثر وبیشتر نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی۔ تصانیف میں قانون شریعت، قواعد النظر اور قواعد الاعراب مشہور ہیں۔ دس سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ شب جمعہ یکم محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو بنارس میں علم وحکمت کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ جنازے کی نماز بنارس میں حضرت شیر بنارس شاہ عبدالوحید نے پڑھائی پھر بذریعہ کار آپ کی نعش مبارک جانپور آگئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ اولاد میں حضرت مولانا محی الدین احمد ہشام آپ کی یادگار ہیں اور موصوف اپنے والد کے سچے جانشیں ہیں۔

ایک فلسفیانہ نکتہ

اس زمانے میں جب کہ امریکہ والوں کے چاند پر جانے کا چرچا عام تھا۔ ایک روز (غالباً شعبان کا مہینہ تھا) شمس العلماء حضرت علامہ قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ اور صدر العلماء حضرت علامہ سیّد غلام جیلانی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علماء حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ چاند سورج وغیرہ کی بات چل رہی تھی۔ حضرت نے فرمایا زمین اور آسمان دونوں ساکن ہیں اور سورج وچاند چلتے ہیں اس پر علامہ میرٹھی نے فرمایا: قرآن مجید میں ہے: والشمس تجری لمستقر لھا۔ یعنی سورج چل رہا ہے اپنے مستقر میں تجری سے معلوم ہوتا ہے کہ چلتا ہے اور مستقر لھا سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ ٹھہرا ہوا ہے اور ایک قرارگاہ میں ٹھہرا رہنا یہ دونوں باتیں کیسے صحیح ہوں گی؟

اس پر حضرت نے فوراً جواب دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو فرمایا گیا تھا: ولکم فی الارض مستقر۔ تو کیا وہ زمین کے ایک حصہ ہی پر ٹھہرے رہتے تھے چلتے نہیں تھے۔ اپنے مستقر میں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جائے رفتار سے، اپنی منزل سے باہر نہیں ہوتا۔ چلتا ہے مگر اپنے دائرہ حرکت میں۔ اس پر علامہ میرٹھی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہوگئے۔

آپ کے فقہی مہارت کی تفصیلی روشنی کے لیے آپ کے فتاوے کا مطالعہ ضروری ہے جس میں فقہ کے بڑے بڑے انمول جواہر بکھرے پڑے ہیں اور آپ کی فقاہت کی بولتی تصویر ہے۔ (مفتی اعظم ہند ص ۳۹)

حق گوئی اور شان مومنانہ

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے تھے انداز خسروانہ

مومن کی شان یہ ہے کہ وہ باطل سے کبھی نہیں ڈرتا اور تختہ دار پر بھی حق کا اعلان کرتا رہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ حق کا کہنا جب جرم ہو جائے اسوقت ایک حق بات کہہ دینا سب سے بڑا جہاد ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں بیان ہے کہ **افضل الجهاد كلمة حق عند السلطان الجائر** ۔ یعنی ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے لیکن جس نے ہر دور میں اور ہر حالت میں کلمہ حق کا اعلان کیا ہو، حق وصداقت کا پرچم بلند کیا ہو بلکہ زندگی کے کسی بھی لمحہ میں بھی جس نے حق کا دامن نہ چھوڑا ہو بھلا ایسے حق گو کی شان کیا ہوگی۔

مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ تو مومنوں کے سردار ہیں، اہلسنت کے تاجدار ہیں ان کی مؤمنانہ شان حق گوئی وبے خوفی کا اندازہ کیا لگایا جاسکتا ہے۔ شروع سے آخر تک زندگی کا ہر لمحہ اعلان حق ہی گزرا ہے۔ نجدیت و دیوبندیت و دیگر فرقہ باطلہ کی دھجیاں بکھیرنے اور باطل پرستوں کی سرکوبی میں ہی آپ کی عمر گزری ہے۔ شدھی تحریک ہو یا انگریزی تحریک قادیانیت یا نیچریت ان تمام کا بھرپور مقابلہ آپ نے فرمایا اور اپنے فتاوے سے دین حق اور مذہب اہل سنت کی ترجمانی فرمائی اور مسلمانان ہندو پاک کو تمام دشمن طاقتوں سے بچایا۔

زبان قلم وقول غرض کو ہر ہر ادا سے باطل کا رد کرتے۔ آپ کے سامنے کوئی بھی اپنا یا غیر، غیر شرعی حرکت نہیں کرسکتا تھا۔ یا حق وصداقت کے خلاف کوئی کلمہ نہیں بول سکتا تھا۔ آپ فوراً اس کا رد کرتے۔ آپ کے دربار میں غیر مسلم بھی آتے اور اپنے عقیدے کے مطابق کچھ ایسے الفاظ بولتے یا کچھ ایسی حرکتیں کرتے جنہیں وہ صحیح سمجھتے تھے لیکن جو اسلامی اصول اور شرع کے خلاف ہوتا فوراً اس کا رد کرتے۔ حضرت کے پرانے خادم ناصر میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار وہ اور حضرت ٹرین میں سفر کررہے تھے۔ اتفاق سے اس ڈبہ میں کچھ ملیٹری کے لوگ تھے۔ جو شراب پی رہے تھے۔ حضرت اپنے برتھ سے سوکر اٹھے تو دیکھا اور منع کیا۔ وہ نہیں مانے تو جوان کا ہیڈ تھا اسے بڑی زور سے ڈانٹا اور ایسا زناٹے دار تھپڑ رسید کیا کہ شراب کی بوتل دور جاگری اور اس کا منہ گھوم گیا۔ ناصر میاں گھبرا گئے یا اللہ! ایسا نہ ہو کر یہ حضرت کی گستاخی پر اتر آئیں لیکن واہ رے اللہ کے شیر! یہ تمام گیدڑ خاموش ہوگئے اور پھر انہوں نے حضرت سے معافی مانگی۔ (مفتی اعظم ہند ص ۱۰۹)

<u>نسبندی حرام ہے</u>

۷۶۔۱۹۷۷ء کا وہ پرفتن دور جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک ایسے بھیانک طوفان میں کھڑا کردیا تھا جہاں سے اسلامیان ہند کے سفینۂ اعتقاد کے تختے ٹوٹتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ سعودی ریال اور امریکی ڈالر حکومت وقت کے ٹکڑوں پر پلنے والے علماء کے قدموں میں لغزش آگئی تھی اور نسبندی کے جواز پر مسند افتاء پر بیٹھنے والے مفتیوں نے فتویٰ صادر کردیا تھا۔ ریڈیو اخبارات کے ذریعے خوب خوب پرچار بھی کیا گیا۔

ہندوستان کا مسلمان اب ایسے موڑ پر پہنچ چکا تھا جہاں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی، خاموشی ہی خاموشی، اور طوفان ہی طوفان تھا۔ پوری مسلم قوم ایک ایسے کارواں کی تلاش میں سرگرداں تھی جو اسے سہارا دے ایمان واعتقاد کی کشت ویراں کو لالہ

زار بنائے۔ سب کی نگاہیں شہر عشق ومحبت، پاسبان ناموس رسالت بریلی کی جانب لگی ہوئی تھی۔ یکا یک بریلی کا مرد مجاہد مخالفتوں کی تیز آندھیوں میں اپنے علمی وقار کی مشعل لے کر اٹھتا ہے اور بمصداق حدیث شریف ''افضل الجهاد كلمة حق عند السلطان الجائر'' ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے، اعلان فرمادیا:

نس بندی حرام ہے......حرام ہے......حرام ہے۔ (مفتی اعظم ہند ص ۱۰۹)

اور ملک بھر میں پوسٹروں کے ذریعہ اسے پھیلا۔ حکومت وقت منہ دیکھتی رہی اور خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت کی دعا سے وہ حکومت ہی ختم ہوگئی۔

تصوف کا مسئلہ

الحاج مولانا عبدالہادی صاحب افریقی اور صوفی اقبال احمد صاحب نوری نے حضرت سے دریافت کیا کہ حضور! کیا نماز میں شیخ کا تصور کیا جاسکتا ہے؟ حضرت نے فرمایا: نماز میں کسی کا تصور کرنا ہی ہے تو تاجدار دو عالم حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کیجئے۔ ہاں جس طرح حالت نماز میں لوگ ادھر اُدھر کا خیال کرتے رہتے ہیں اسی طرح پیر کا تصور بھی آجائے تو حرج نہیں۔ سبحان اللہ کیا احتیاط ہے اس جواب میں اور ساتھ ساتھ رد وہابیت و دیوبندیت بھی۔ آپ کی تصوف وطریقت پر پوری مہارت کا علم تو آپ کی تصانیف ہی سے ہوسکتا ہے۔ آپ کی تصوفانہ زندگی اپنے والد گرامی الشاہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے قدم بقدم تھی، اور تصوف پر شہرۂ آفاق کتاب ''مقال العرفاء'' کے عین مطابق تھی۔ ساتھ ہی آپ نے والد ماجد کے روز وشب کے ملفوظات جو آپ ہی کی تدوین ہے اس سے کامل طور پر حضور مفتی اعظم ہند کی متصوفانہ زندگی کا پتہ چلتا ہے۔ (مفتی اعظم ہند ص ۱۵)

سیاسی بصیرت

اسلام میں دین اور سیاست الگ نہیں۔ علمائے حق وارثان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی بنا پر وارث سیاست اسلامی بھی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر جگہ، ہر دور یا ہر کسی بھی حکومت میں سیاست کرتے رہیں محض عہدہ حاصل کرنے کے لیے یا اپنی غرض کی خاطر دنیوی عزت ودولت کی خاطر جیسا کہ آج کے مسلم سیاست داں کر رہے ہیں۔

ہندوستان کی تاریخ میں جب کسی فتنہ نے مسلمانوں کے خلاف سر اٹھایا اس کا جس سلیقہ مندی اور جرأت و بیباکی سے مقابلہ کیا ہے یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

ہندوستان کی تاریخ میں ۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک انتہائی دھماکہ خیزیوں کا دور رہا ہے۔ جنگ عظیم، تقسیم ہند کا مسئلہ تحریک آزادی یہ وہ مسائل تھے جن میں ارباب فہم وبصیرت تو درکنار عوام الناس کو بھی اس کشمکش سے دوچار ہونا پڑا جس کی پاداش میں کئی تحریکوں نے جنم لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قوم مختلف جماعتوں میں بکھر گئی تقریباً ۱۵، ۱۶ پارٹیاں اور تحریکیں منصہ شہود پر آئیں۔ دانش گاہیں، تربیت گاہیں، یونیورسٹیاں، کالجز، سیاسی اکھاڑے بن گئے تمام تحریکوں نے ایک دوسرے کے خلاف علم بغاوت بلند کیا کچھ تحریکوں نے مسلمانوں کی غارت گری کو اپنا بنیادی مقصد قرار دیا جس کے لیے انہوں نے مختلف روپ اختیار

کیے۔ مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے کبھی شدھی تحریک کی شکل میں سازش کی جاتی اور کبھی سنگٹھن کی صورت میں۔ مسلمانوں کا خون بہانے کے لیے کبھی اذان کا بہانہ بنایا جاتا اور کبھی گائے کی قربانی کا سہارا لیا جاتا۔ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں، مسجدوں کا انہدام اور قرآن پاک کی توہین اکثر تحریکوں کے روزمرہ کا معمول تھا۔ ہندو مسلم اتحاد کے اکبری نعرے اکثر لگائے جا رہے تھے، اور انہیں باہم مدغم کرنے کی بھرپور کوشش کی جا رہی تھی۔ اس نظریہ کے علمبردار کچھ یہاں کے نام نہاد علماء بھی تھے جو دیوبند کی عظیم درس گاہ سے اس گاندھوی مذہب کی حمایت میں ہندوؤں کے ساتھ اسلامی مساوات کا درس دے رہے تھے۔

بیسویں صدی میں جب اکبری ذہنیت رکھنے والے نام نہاد علماء نے ایک قومی نظریہ پیش کیا تو جن علمائے حق نے شدت سے اس کی مخالفت کی ان میں مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں قدس سرہٗ کا نام قابل ذکر ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند کو یہ سیاسی بصیرت والد گرامی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے ورثہ ملی تھی جس کی وجہ سے آپ نے ان نام نہاد علماء کی بساط سیاست کو الٹ کر رکھ دیا اور تحریک آزادی کے زمانے میں آپ نے جو اپنا سیاسی نظریہ پیش کیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

حضرت ایک صاحب فکر و صاحب بصیرت مدبر سیاست داں تھے۔ حضرت کی سیاسی بصیرت کا بھرپور اندازہ لگانے کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔

(۱) طرق الهدی والا رشاد (۲) مقدمه دوام العیش (ایضاً ص ۶۱/۶۶ ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف)

ذوق شعر و ادب

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ اپنے وقت کے استاذ الشعراء اور فن شاعری میں کامل و اکمل ہیں آپ کے اکثر اشعار حمد، نعت قصیدہ و منقبت اور رباعیات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ جو عربی فارسی، اُردو، ہندی میں پوری انفرادیت کے ساتھ آپ کے دیوان ''سامان بخشش'' میں چھپ چکے ہیں، اور آپ پر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہی کیا جاسکتا ہے کہ ایک ایسا انسان جو شب و روز سفر میں ہو گھر پر ہو تو افتاء کی ذمہ داری اس کے علاوہ دیگر اہم اور دینی ضرورتیں آخر کب اور کیسے آپ کو سکون کا وقت میسر آیا جس سے آج ہم ان کی نعتیہ شاعری کا ایک مکمل دیوان دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے سب ہی موضوعات پر قلم اٹھایا ہے اور ہر ایک میں رنگ تغزل جھلملا رہا ہے اور تڑپ و کھٹک کے ساتھ ساتھ اس قدر رس اور نغمگی ہے کہ پڑھنے اور سننے والے مسحور ہو جاتے ہیں اور ان پر کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

شعر و ادب میں آپ نے اپنا تخلص اپنے پیر و مرشد کے تخلص پر نوری رکھا اور اسی سے شعری دنیا میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔

ایک بار حضرت ضلع بریلی کے ایک گاؤں میں تشریف لے گئے تھے۔ صاحب خانہ کی ۸۔۹ برس کی بچی کے ہاتھ میں کتاب کا ایک ورق تھا جس پر مرزا داغ دہلوی کی ایک غزل تھی جس کا ایک مصرعہ اس طرح تھا:

کون کہتا ہے آنکھیں چرا کر چلے

حضرت کو مصرعہ بہت پسند آیا اور وہیں بیٹھے بیٹھے تھوڑی دیر میں پوری نعت کہہ دی جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے:

کون کہتا ہے آنکھیں چرا کر چلے
کب کسی سے نگاہیں بچا کر چلے

یہ نعت ۱۳۴ اشعار پر مشتمل ہے اس طرح کے بے شمار اشعار آپ کے دیوان میں موجود ہیں مکمل اور پوری تفصیل کے لیے دیوان سامان بخشش کا مطالعہ کریں۔ کچھ نمونہ کلام حاضر ہے۔

(۱)

تو شمع نبوت ہے عالم تیرا پروانہ — تو ماہ رسالت ہے اسے جلوۂ جانانہ
سرشار مجھے کردے اک جام لبالب سے — تاحشر رہے ساقی آباد یہ میخانہ
کیوں زلف معنبر سے کوچے نہ مہک اٹھے — ہے پنجہ قدرت جب زلفوں کا تیری شانہ
اس در کی حضوری کا ہی عصیاں کی دوا ٹھہری — ہے زہر معاصی کا طیبہ یہ شفاخانہ
پیتے ہیں ترے در کا کھاتے ہیں ترے در کا — پانی ہے تیرا پانی دانہ ہے تیرا دانہ
سنگ در جاں پر کرتا ہوں جبیں سائی — سجدہ نہ سمجھ نجدی سر دیتا ہو نذرانہ
آباد اسے فرما ویران ہے دل نوری — جلوے تیرے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

(۲)

مرض عشق کا بیمار بھی کیا ہوتا ہے — جتنی کرتا ہے دوا اور سوا ہوتا ہے
کیوں عبث خوف سے دل اپنا ہوا ہوتا ہے — جب کرم آپ کا عاصی پہ شہا ہوتا ہے
جس کا حامی وہ شہ ہر دوسرا ہوتا ہے — قید وبند دو جہاں سے وہ رہا ہوتا ہے
ان کا ارشاد ہے ارشاد خداوند جہاں — یہ وہی کہتے ہیں جو رب کا کہا ہوتا ہے
ترا جلوہ نہیں اللہ کا جلوہ ہے وہ — تری صورت سے خدا جلوہ نما ہوتا ہے
تو ہے آئینہ ذات احدی اے پیارے — یوں اسی کا ہے وہ جلوہ جو تیرا ہوتا ہے
داغ دل میں جو مزا پایا ہے نوری تم نے — ایسا دنیا کی کسی شے میں مزا ہوتا ہے

(۳)

پیام لے کر جو آئی صبا مدینے سے — مریض عشق کی لائی دوا مدینے سے
سنو تو غور سے آئی صدا مدینے سے — قرین ہے رحمت وفضل خدا مدینے سے

ملے ہمارے بھی دل کو جلا مدینے سے — کہ مہر وماہ نے پائی ضیاء مدینے سے
مدینہ چشمہ آب حیات ہے یارو — چلو ہمیشہ کی لے لو بقا مدینے سے
ہمارے دل کو تو بھایا ہے طیبہ ہی زاہد — تمہیں ہے مکہ تو ہوگا سوا مدینے سے
ترے حبیب کا پیارا چمن کیا برباد — الٰہی نکلے یہ نجدی بلا مدینے سے
ترے نصیب کا نوری ملے گا تجھ کو بھی — لے آئے حصہ یہ شاہ وگدا مدینے سے

تصانیف

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ ایک عظیم محقق اور مصنف بھی ہیں۔ آپ کی تحریر میں آپ کے والد ماجد امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے اسلوب کی جھلک اور ژرف نگاہی نظر آتی ہے۔ تحقیق کا کمال بھی نظر آتا ہے، اور تدقیق کا جمال بھی، فتاویٰ کے جزئیات پر عبور کا جلوہ بھی نظر آتا ہے اور علامہ شامی کے تفقہ کا انداز بھی، تصانیف میں امام غزالی کی تحقیق اور امام رازی کی تدقیق اور امام جلال الدین سیوطی کی تلاش وجستجو کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔ آپ کی بعض تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔تنویر الحجہ بالتواء الحجہ، (۲)۔طرد الشیطان، (۳)۔حجۃ واہرہ بوجوب الحجۃ الحاضرہ، (۴)۔القول العجیب فی اجوبۃ التثویب، (۵)۔وقعات انسان فی حلقہ مراۃ بسط البنان، (۶)۔ادخال انسان، (۷)۔مسائل سماع، (۸)۔ہشتاد بید و بند بر مکال دیوبند، (۹)۔الموت الاحمر (۱۰)۔مسئلہ اذان ثانی (۱۱)۔نفی العارمن معائب المولوی عبدالغفار، (۱۲)۔مقتل اکذب اجہل اوّل ودوم، (۱۳)۔مقتل کذ وکید، (۱۴)۔حاشیہ الاستمداد، (۱۵)۔طرق الہدیٰ والارشاد، (۱۶)۔فتاویٰ مصطفویہ اوّل ودوم، (۱۷)۔سامان بخشش، (۱۸)۔حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم، (۱۹) حاشیہ دوام العیش، (۲۰)۔وقایہ اہل سنہ، (۲۱)۔سیف الجبار، ۔(۲۲)۔نور العرفان، (۲۳)۔الطاری الداری تین جلد، (۲۴)۔الملفوظ اول تا چہارم۔

(مفتی اعظم ہند ص ۶۴/۶۵ و مفتی اعظم ہند نمبر استقامت ص ۳۱۵)

کشف وکرامات

کشف وکرامات کے سلسلہ میں ایک مومن کامل کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ وہ شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے عامل ہو اور اس راہ کا ہر سختی سے عامل ہو اور اس راہ کی ہر سختی کو صبر وشکر سے ادا کرتا ہو۔ اس سلسلے کی اہم کڑی حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کی پوری زندگی ہے آپ کی زندگی کا ہر لمحہ کرامت ہی کرامت ہے۔ اگر آپ کے جملہ کرامتوں کو ذکر کیا جائے تو دفتر درکار ہو بطور تبرک صرف ایک کرامت پر اکتفا کرتا ہوں۔ تفصیل کے لیے دیگر کتابوں کا مطالعہ کریں۔

دل کے خطرات پر آگاہی

حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے عرس میں شرکت کے لیے حضرت دہلی تشریف لے گئے۔ تو کوچہ

جیلان میں قیام کیا۔ وہاں ایک بدعقیدہ ملا آپ سے علم غیب کے مسئلے پر الجھ پڑا۔ صاحب خانہ جناب اشفاق احمد نے آپ سے مؤدبانہ گزارش کی، حضور یہ کج بحث ہیں ان پر کسی کی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ آپ نے اپنے میزبان سے کہا: یہ اس وقت تمہارے گھر پر تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق تمہیں کوئی سخت بات نہ کہنی چاہئے۔ مولوی صاحب نے آج تک کسی کی بات سنی ہی نہیں۔ اس لیے اثر بھی قبول نہیں کیا۔ یہ تو صرف اپنی بات سناتے رہتے اور وہ بھی ان سنی کردی جاتی ہیں۔ آج میں ان کی باتیں توجہ سے سنوں گا، حاضرین بھی خاموشی سے سنیں۔ مولوی سعید الدین انبالوی نے سوا گھنٹے تک یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ جب وہ تھک کر خاموش ہوگئے تو آپ نے فرمایا: اگر کوئی دلیل تم اپنے مؤقف کی تائید میں بیان کرنا بھول گئے ہو تو یاد کرلو۔ مولوی صاحب پھر جوش تقریر میں آگئے اور پھر آدھے گھنٹے تک بولنے کے بعد ''یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا، حضرت نے فرمایا: تم اپنے باطل عقیدے سے فوراً توبہ کرلو، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا فرمایا تھا، آپ اس کے رد میں وہ سب کچھ کہہ چکے ہیں جو کہہ سکتے تھے۔ اب اگر زحمت نہ ہو تو میرے دلائل بھی سن لیں۔ مولوی صاحب نے برہم ہوکر کہا: میں نے تم جیسے لوگوں کی ساری دلیلیں سن رکھی ہیں، مجھے سب معلوم ہے کہ تم کیا کہو گے۔ حضرت نے بڑے تحمل سے کہا مولوی صاحب! بیوہ ماں کے حقوق بیٹے پر کیا ہیں؟ انہوں نے کہا: میں غیر متعلق سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ تیز آواز میں کہا۔ حضرت نے فرمایا: اچھا تم میرے کسی سوال کا جواب نہ دینا۔ میرے چند سوالات سن تو لو۔ میں نے ڈیڑھ پونے دو گھنٹے تک تمہارے دلائل سنے ہیں۔ حضرت کی بات سن کر مولوی صاحب بادل ناخواستہ خاموش ہوگئے تو آپ نے دوسرا سوال کیا:

کیا کسی سے قرض لے کر روپوش ہو جانا جائز ہے؟ کیا اپنے معذور بیٹے کی کفالت سے دست کش ہوکر اسے بھیک مانگنے کے لئے چھوڑا جاسکتا ہے؟ کیا حج بدل کے اخراجات کسی سے لے کر حج...... ابھی آپ نے اپنا سوال مکمل بھی نہیں کیا تھا کہ مولوی صاحب نے آگے بڑھ کر قدم پکڑتے ہوئے کہا: بس کیجئے حضرت! مسئلہ حل ہوگیا یہ بات آج میری سمجھ میں آگئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم غیب ہونا ہی چاہئے ورنہ منافقین مسلمانوں کی تنظیم کو تباہ و برباد کردیتے۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو میرے متعلق ایسی باتیں بتادیں ہیں جو یہاں کوئی نہیں جانتا تو بارگاہ علیم سے سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا انکشافات نہ ہوتے ہوں گے؟ مولوی صاحب اسی وقت تائب ہوکر مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے بیعت ہوگئے۔ (مفتی اعظم ہند نمبر ماہنامہ استقامت کانپور ص ۶۰۳/۶۰۶)

مشاہیر خلفاء

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کے خلفاء ہی کی تعداد اتنی ہے جتنے بڑے بڑے پیروں کے مریدوں کی تعداد نہ ہوگی۔ حضرت کے خلفاء ہزاروں کی تعداد میں ہیں جو نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ممالک تک پھیلے ہوئے ہیں چند مشاہیر جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

حرمین شریفین: میں حضرت سیّد عباس علوی صاحب (۲) حضرت سیّد نور محمد صاحب، (۳) حضرت سیّد محمد امین صاحب، امریکہ، (۴) حضرت غفران صاحب صدیقی، لندن، (۵) حضرت مولانا ابراہیم خوشتر صاحب، افریقہ، (۶) حضرت مولانا عبدالہادی صاحب، (۷) حضرت مولانا عبدالحمید صاحب، (۸) حضرت مولانا احمد مقدم صاحب موریشس (۹) حضرت مولانا ایوب رضوی صاحب، ہالینڈ (۱۰) حضرت مولانا القادری صاحب پاکستان، (۱۱) حضرت مولانا قاری مصلح الدین صاحب (۱۲) حضرت مولانا مفتی غلام سرور صاحب، (۱۳) حضرت مولانا مفتی سیّد افضل حسین صاحب (۱۴) حضرت مولانا تراب الحق صاحب، (۱۵) حضرت مولانا مراتب علی صاحب، (۱۶) حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب، (۱۷) حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب ہزاروی، (۱۸) حضرت مولانا مظفر اقبال صاحب، (۱۹) حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب۔

ہندوستان

(۲۰)۔ حضرت مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں صاحب بریلوی، (۲۱)۔ حضرت مولانا ساجد علی خاں صاحب بریلوی، (۲۲)۔ حضرت مولانا تحسین رضا خاں صاحب بریلوی، (۲۳)۔ حضرت مولانا ریحان رضا خاں صاحب بریلوی، (۲۴)۔ حضرت مولانا مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری میاں بریلوی، (۲۵)۔ حضرت مولانا خالد علی خاں صاحب بریلوی، (۲۶)۔ حضرت مولانا سبطین رضا خاں صاحب بریلوی، (۲۷)۔ حضرت مولانا توصیف رضا خاں صاحب بریلوی، (۲۸)۔ حضرت مولانا شریف الحق صاحب اعظمی، (۲۹)۔ حضرت مولانا محمد جہانگیر خاں صاحب فتحپوری، (۳۰)۔ حضرت مولانا مفتی غلام محمد صاحب، (۳۱)۔ حضرت مولانا مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب اعظمی، (۳۲)۔ حضرت مولانا ثناء المصطفیٰ صاحب اعظمی، (۳۳)۔ حضرت مولانا بہاء المصطفیٰ صاحب اعظمی، (۳۴)۔ حضرت مولانا مفتی قاضی عبدالرحیم صاحب، (۳۵)۔ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مرادآبادی، سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، (۳۶)۔ حضرت مولانا مفتی قاضی عبدالسنان صاحب اعظمی، (۳۷)۔ حضرت مولانا ارشد القادری صاحب بلیاوی، (۳۸)۔ حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی الہ آبادی، (۳۹)۔ حضرت مولانا مظہر ربانی صاحب، (۴۰)۔ حضرت حاجی مبین الدین صاحب، (۴۱)۔ حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب اعظمی، (۴۲)۔ حضرت مولانا جلال الدین صاحب، (۴۳)۔ حضرت مولانا بدر الدین صاحب، (۴۴)۔ حضرت مولانا نسیم بستوی صاحب، (۴۵)۔ حضرت مولانا مفتی محمد اعظم صاحب، (۴۶)۔ حضرت مولانا مشاہد رضا خاں صاحب، (۴۷)۔ حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب، (۴۸)۔ حضرت مولانا منصور علی خاں صاحب، (۴۹)۔ حضرت مولانا صوفی اقبال صاحب بریلوی، (۵۰)۔ حضرت مولانا محمد غوث خاں صاحب، (۵۱)۔ حضرت راز صاحب الہ آبادی۔ (مفتی اعظم ہند ص۱۱۳)

تعداد مریدین

حضرت کے مریدوں میں بڑے بڑے علماء، صلحاء، مشائخ، شعراء و ادباء مفکرین و قائدین، اسکالر و پروفیسر بھی ہیں جو

حضرت کی غلامی پر فخر کرتے ہیں۔ حضرت کے مریدین کی تعداد لگ بھگ سوا کروڑ ہے۔ جو قریب قریب پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ حرمین شریفین میں بھی ان کے مریدین ہیں اور وہاں کے کچھ خدام بھی حضرت کے مریدوں میں ہیں۔ درگاہ اجمیر مقدس کے جامع مسجد کے امام بھی حضرت کے مرید ہیں اور درگاہ شریف کے بہت سارے گدی نشین بھی حضرت سے بیعت ہیں۔ ان میں سے کچھ حضرات کو خلافت بھی حاصل ہے۔ خود حضرت کے شیخ طریقت حضرت نوری میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادے کے کچھ شہزادگان اور شہزادیوں نے بھی حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کی جبکہ حضرت منع فرماتے رہے کہ مجھے جو کچھ ملا ہے۔ آپ ہی کے در سے، آپ ہی کے گھر سے ملا ہے۔ میں اس لائق کہاں لیکن وہ لوگ حضرت سے اصرار کر کے بیعت ہوئے۔

اولاد

حضرت کے چھ صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے تھے، صاحبزادے حضرت نور رضا کا وصال نو عمری میں ہو گیا۔ حضرت کا سلسلۂ نسب آپ کے نواسے و نواسیوں سے چلا جن میں پانچ نواسے اور تین نواسیاں ہیں۔ (مفتی اعظم ہند ص ۱۲۳)

وصال کے حیرت انگیز واقعات

حضرت کو اپنے وصال کا علم

حضرت کو اس بات کا علم تھا کہ ان کا وصال کس دن ہوگا چنانچہ ۶ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ فرماتے ہیں کہ...... جو لوگ بھی مجھ سے مرید ہونے کی خواہش رکھتے تھے اور کسی مجبوری کے باعث میرے پاس بیعت ہونے کے لیے نہ آسکے میں نے ان سبھی لوگوں کو بیعت کیا اور ان کا ہاتھ سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دست پاک میں دیا۔

اس کے علاوہ ۱۲ محرم الحرام کو فرمایا: جس، جس نے مجھ سے دعا کرنے کے لیے کہا تھا میں نے ان سب کے جائز مقاصد کے پورے ہونے کے لیے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اسی روز حاضرین سے پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ حاضرین نے عرض کی کہ حضور! آج منگل ہے اور محرم کی بارہ تاریخ۔ حضرت جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ پھر ۱۳ محرم الحرام کو چند مریدین و معتقدین حاضر خدمت ہیں۔ صبح کے دس بجے کا وقت ہے۔ حضرت پوچھتے ہیں: آج کون سا دن ہے؟ غلام عرض کرتے ہیں: حضور! آج چہار شنبہ ہے اور محرم کی ۱۳ تاریخ ہے حضرت فرماتے ہیں: نماز نو محلہ مسجد میں ہوگی۔

حاضرین اس کا مطلب سمجھ نہیں پائے۔ مگر ادباً کوئی سوال نہیں کرتے ہیں اور خاموش رہے۔ کچھ وقفہ کے بعد پھر فرماتے ہیں: کیا کسی نے نماز کے لیے کہہ دیا ہے، جمعہ کی نماز نو محلہ مسجد میں پڑھونگا کچھ وقفہ کے بعد پھر فرماتے ہیں: کیا کسی نے فاتحہ کے لیے کہا۔ حاضرین ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں۔

مذکورہ واقعات کی روشنی میں حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے اپنے طرز عمل سے بے قراروں کو حوصلہ دیئے رکھا اور اپنے

سفرِ آخرت کی اطلاع بھی دی تو اس طرح کہ اضطرابِ خلق اعتدال کی حدیں نہ پھلانگ سکیں۔

آپ ہمیشہ مسجد میں نماز ادا کرتے تھے۔ مگر بدھ کے دن ظہر اور عصر کے لیے جب آپ مسجد میں نہ پہنچے تو لوگوں کے دل اس احساس سے دھڑکنے لگے کہ آپ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی ہے۔ اس لئے خلاف معمول نمازیں گھر پر ہی ادا فرمائی ہیں۔

مغرب کی اذان ہوئی تو آپ نے تیمارداروں سے کہا: آپ سب مسجد میں جا کر مغرب ادا کریں۔ لوگ چلے گئے تو آپ نے فرمایا: مجھے اٹھاؤ تازہ وضو کروں گا آپ کی حالت دیکھ کر لوگ آبدیدہ ہوگئے مگر تین افراد نے سہارا دیکر اٹھایا اور وضوگاہ تک لے گئے۔ ہاتھ پیروں پر لرزہ طاری تھا، بیٹھا بھی نہیں جا رہا تھا، ایک صاحب نے وضو کرانے کے لیے لوٹا اٹھایا تو ان سے کہا: لوٹا رکھ دو، وضو میں خود کروں گا اور پھر بدقت تمام وضو کیا اور مصلے پر کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ خادم پاس ہی کھڑے رہے کہ سہارے کی ضرورت پڑے تو سنبھال سکیں۔ مگر نماز آپ کے لیے سرچشمہ توانائی تھی۔ اس طرح ادا کی جیسے آپ بیمار ہی نہ ہوں مگر جب دعا سے فارغ ہوگئے تو لوگوں کو سہارا دے کر اٹھانا پڑا۔ آپ کو بستر پر لٹا دیا گیا ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ آپ نے بستر سے اٹھنے کی کوشش کی مگر جسم نے ارادے سے تعاون نہ کیا تو لیٹ گئے اور پھر آپ نے رجال الغیب اور ان جنوں کو بیعت کیا جو دنیا کے دور دراز علاقوں سے آئے تھے۔ حاضرین بیعت ہونے والوں کو تو نہ دیکھ سکے مگر آپ کو دیکھ رہے تھے۔ آپ کا ہاتھ اٹھا ہوا تھا۔ بالکل اسی انداز سے جس انداز سے آپ کسی کو بیعت کیا کرتے تھے۔ آپ بار بار فرما رہے تھے۔ میں نے تمہارا ہاتھ غوث اعظم کے ہاتھ میں دیا۔ تم بھی کہو میں نے اپنا ہاتھ سیّدنا غوث اعظم کے دست مبارک میں دیا۔ بیعت ہونے والوں کو جیب سے تعویذ بھی نکال کر دیتے جاتے تھے۔ جیب سے جب ہاتھ نکلتا تھا اس میں تعویز موجود ہوتی تھی مگر جب ہاتھ غیر مرئی مرید کو تعویذ دے کر اٹھاتے تو ہاتھ خالی ہو جاتا تھا۔ عشاء کی نماز بستر پر ہی ادا فرمائی، اس کے بعد سب پر دم کیا اور خاموشی سے آنکھیں بند کر کے لیٹ گئے تاکہ معمولات مکمل کرلیں۔ اب جمعرات کی شب اپنا نصف سفر طے کر چکی تھی۔ (مفتی اعظم ہند نمبر ماہنامہ استقامت کانپور)

آخری وصیت

نصف شب گزر گئی تو آنکھیں کھول کر بڑے ضبط سے مغموم چہروں پر نظر ڈالی اور پھر بطور وصیت فرمایا: سنت مصطفےٰ پر ہر حال میں عمل پیرا رہنا کہ یہی راہ نجات وکامرانی ہے:

بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

پھر کچھ توقف کے بعد فرمایا: ہر کڑے وقت میں حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتے رہنا۔ ان دو اہم وصیتوں کے بعد پہلے سورۃ ملک کی تلاوت فرمائی اس کے بعد آیت الکرسی پڑھ کر کلمہ طیبہ کا ورد پڑھتے پڑھتے وصال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

وصال کے وقت گھڑی پر ایک بجکر ۴۰ منٹ تھے۔ بوقت وصال حضرت بستر پر شکل محمد لیٹے ہوئے تھے۔ آہ! علم وفضل

ومعرفت کا نیر تاباں غروب ہو چکا آہ! قمر علم وفضل آہ! ضیاء عقیدت آہ! غروب ماہ علماء۔ (مفتی اعظم ہند استقامت کانپور ص ۲۲۲/۲۲۳)

ان کی رحلت کو نہ سمجھو اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

غسل جنازہ شریف

بروز جمعہ ۱۵ محرالحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۸۱ء صبح ۸ بجے حضرت کے جنازہ کو غسل دیا گیا۔ حضرت کے نواسہ مولانا منان رضا خاں صاحب نے وضو کرایا اور غسل حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ نے کرایا۔ سلطان اشرف صاحب لوٹے سے پانی ڈالتے تھے غسل کے وقت حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب، سیّد مشتاق علی صاحب، سیّد محمد حسین صاحب، سیّد چیف صاحب کانپوری، مولانا نعیم اللہ صاحب، مولانا عبدالحمید صاحب افریقی، محمد عیسیٰ صاحب موریشس، علی حسین صاحب، حافظ عبدالغفار صاحب، قاری امانت رسول صاحب، حاجی محمد فاروق صاحب بنارسی ودیگر مریدین اور خاندان کے افراد بھی موجود تھے اور سب نے غسل میں حصہ لیا۔ (ضمیمہ مفتی اعظم ص ۳۰)

وقت غسل عظیم کرامت

حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب، حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب، حضرت امانت رسول و جناب حاجی محمد فاروق صاحب بنارسی و جناب ماسٹر شمیم احمد رضوی بنارسی و دیگر علمائے اہلسنّت کا بیان ہے کہ جب حضرت کے جنازہ کو غسل دیا جارہا تھا تو سہواً ان کے اوپر سے چادر ذرا سی ہٹ گئی۔ یکا یک حضرت کے دست مبارک کی دو انگلیوں نے چادر کو پکڑ کر ران کو ڈھک لیا۔ لوگوں نے سمجھا شاید یونہی انگلیاں پھنس گئی ہوں گی۔ زور لگا کر چھڑانا چاہا لیکن انگلیاں چادر سے ہٹی نہیں۔ اس طرف سب سے پہلے حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب قبلہ کی توجہ گئی۔ پھر انہوں نے سب کو دکھایا۔ انگلیاں اس وقت تک نہیں ہٹیں جب تک ان لوگوں نے ران کا وہ حصہ ٹھیک سے ڈھک نہیں دیا۔ (ضمیمہ مفتی اعظم ص ۳۱)

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

نماز جنازہ

آپ کی نماز جنازہ حضرت علامہ سیّد مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشین کچھوچھہ شریف نے پڑھائی اور یہ نماز ۱/۴،۲ بجے دن اسلامیہ کالج بریلی میں ہوئی۔ (ضمیمہ مفتی اعظم ص ۳۴)

جلوس جنازہ

آپ کا جنازہ صبح دس بجکر ۴۵ منٹ پر آپ کے دولت کدے سے اٹھا۔ خاندان کے افراد دوسرے مریدین و معتقدین نے

کاندھا دیا۔ جلوس جنازہ کے ساتھ سوگواروں کا ایک عظیم الشان بحر بیکراں رواں دواں تھا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ۲۵ لاکھ افراد نے آپ کی نماز جنازہ وجلوس میں شرکت کی۔ امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے بعد چشم فلک نے ایسا مجمع نہ دیکھا کہ تمام گورنمنٹی دفاتر، ٹریفک حتیٰ کہ پان وچائے کی دکانیں بھی بند تھیں اور پورے شہر میں ایک سوگوار منظر طاری تھا۔ یہاں تک کہ مختلف شاہراہوں سے گزرتا ہوا جنازہ شریف خانقاہ رضویہ میں شام کو پہنچا۔ آپ کے جلوس جنازہ میں ملکی وغیر ملکی سفراء اور اخبار نویسوں رپورٹروں کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی' جنہوں نے اپنے ان تاثرات کا اظہار کیا: کہ ''دنیا کی تاریخ میں کسی مذہبی پیشوا کے جلوس جنازہ میں اتنی بڑی تعداد ریکارڈ نہیں کی گئی''۔

بے شمار مودودی، کمیونزم صرف جلوس جنازہ کو دیکھ کر اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہوگئے۔

جناب حاجی محمد فاروق صاحب بنارسی اور حضرت کے بھتیجے نبیرۂ استاذ زمن مولانا سبطین رضا خاں صاحب قبر تشریف میں اترے۔ خاندان کے افراد وحاضرین نے حضرت کا آخری دیدار کیا، اور پھر جنازہ قبر شریف میں اتار دیا جاتا ہے۔ قبر میں اترتے ہی حضرت کا چہرہ خود بخود قبلہ کو ہو جاتا ہے اور بسم اللہ وعلی ملت رسول اللہ کی گونج میں آفتاب علم وحکمت، ماہتاب ولایت وکرامت قیامت تک کے لیے اپنے والد ماجد سیّدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے پہلو میں اکسٹھ سال کی جدائی کے بعد جلوہ گر ہو گیا۔

بعد تدفین فاتحہ ہوئی۔ حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب نے شجرہ وصلوٰۃ وسلام پڑھا اور مولانا محمد فاروق صاحب نے اذان دی۔ صلوٰۃ وسلام اور فاتحہ خوانی وگل پاشی کا سلسلہ رات بھر چلتا رہا۔

تاریخ وصال

آپ نے ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۸۱ء بعمر ۹۲ سال بروز چہار شنبہ (بدھ) بوقت ایک بجکر ۴۰ منٹ رات میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (ضمیمہ مفتی اعظم ہند ص ۱۷)

مزار مبارک

آپ کا مزار مقدس خانقاہ رضویہ بریلی شریف میں امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے بائیں پہلو میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ ہر سال لاکھوں عقیدت مند، مشائخ وعلماء ودانشوران شریک ہوتے ہیں اور فیوض وبرکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

مادہ ہائے تاریخ

حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب قبلہ نے وصال شریف پر ایک طویل عربی منقبت لکھی جس کا آخری شعر وصال کی تاریخ بتا رہا ہے

سلون اخترا خ رحلة سیدی

فقلت عظیم الشان لیتنا الدار ۱۴۰۲ھ

تاریخ وصال: از مولانا سید محمد قائم رضوی چشتی نظامی قتیل دانا پوری سجادہ نشین خانقاہ دانا پور بہار

گریانست چرخ، خاک بسر آمدہ صبا — گلزار ہست سوختہ ہر شاخ آتشی ست
حیرت مرا چو گشت ازیں منظر عجیب — غنچہ ندائے داد کہ ایں ماتم ولی ست
آں قطب عصر، پیر زماں مصطفیٰ رضا — شد عازم بہشت کہ دنیائے دوں و فی ست
آمد چوں سیزدہ محرم میانِ شب — معلوم شد کہ ینست شب آخری زیست
مغموم و مضمحل ہمہ ارباب ہند اند — نالہ کشا ز رنج و الم بہر بریلوی ست
من ہم قتیل آہ! ازیں حادثہ کشم — ہاتف بگفت سال چو پر سیدمش کہ چست

ہجریست سال "سوئے بہشت بزرگ قصر
۱۴۰۲
پرواز کرد مفتی اعظم" بہ عیسوی ست
۱۹۸۱ء

نور چہل و دوم

قمر العارفین، عمدۃ المفسرین
مفسر اعظم ہند، حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں بریلوی
(رضی اللہ عنہ)

۱۰ ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ ...... ۱۱ صفر ۱۳۸۵ھ
۱۹۰۷ء ۱۲ جون ۱۹۶۵ء

اے مفسر اے محقق شاہ جیلانی میاں
از برائے شاہ جیلاں غوث ما امداد کن
(امین مراد آبادی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الكريم نور العارفين مصباح المفسرين مولٰينا الحاج شاہ ابراھیم رضا الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

بہر جیلانی میاں جو پر تو فاروق تھے!
امتیاز حق وباطل دے گدا کے واسطے

ولادت شریف

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء بریلی شریف میں ہوئی۔ سنت کے مطابق دونوں کانوں میں اذان واقامت کہی گئی اور آپ کے دادا امام اہلسنّت قدس سرہٗ نے چھوہارا چبا کر تالو اور زبان میں ملا اور آپ کے منجھلے دادا استاذ زمن علامہ حسن رضا خبر پا کر اچھل پڑے اور بے ساختہ آپ کی زبان مبارک سے یہ مصرعہ نکلا جو مادۂ تاریخ ولادت قرار پایا

علم و عمر اقبال و طالع دے خدا
۱۳۲۵ھ

(تذکرۂ علمائے اہلسنّت ص ۵۶)

عقیقہ

امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے آپ کے عقیقہ کا شاہانہ طور پر اہتمام فرمایا۔ عزیز واقرباء کے علاوہ دارالعلوم منظر اسلام کے تمام طلباء کو عام دعوت دی اور ناظم مطبخ کو اس بات کی خاص ہدایت فرمادی کہ جن ممالک یا صوبہ جات کے طلباء دارالعلوم میں ہیں ان سب کی خواہش کے مطابق انہیں وطنی کھانا ملنا چاہیے۔ چنانچہ افریقیوں کے لئے افریقی طرز کا کھانا تیار کیا گیا اور ہندوستانیوں کے لیے ہندوستانی طرز کا۔ پھر کابلیوں کے لیے بڑی بڑی چپاتیوں اور بھنے گوشت کا اہتمام ہوا۔ تو بہاریوں یوپی والے طلباء کے لیے پلاؤ وزردہ اور قورمہ کا۔ اس طرح بنگالی طلباء کے لیے بدایونی چاول کا بھات اور مچھلی کا انتظام کیا گیا۔ گویا کہ اپنی نوعیت کی یہ بے مثال دعوت تھی۔ جس کا اہتمام آپ کی ولادت پر مجدد اعظم قدس سرہ العزیز نے بہ نفس نفیس خود فرمایا تھا۔ (مفتی اعظم ہند ص ۱۰)

اسم شریف

آپ کا عقیقہ کا نام ''محمد'' رکھا گیا۔ غالباً یہ خود اعلیٰ حضرت نے رکھا۔ والد ماجد نے دین حنیف کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کا نام ''ابراہیم رضا'' تجویز فرمایا، آپ کی جدہ محترمہ نے پکارنے کا نام ''جیلانی میاں'' رکھا اور لقب آپ کا ''مفسر

اعظم ہند" قرار پایا۔ (مفتی اعظم ہند ص ۱۱)

تعلیم وتربیت

خاندان کے دستور کے مطابق جب آپ کی عمر شریف چار سال چار مہینے، چار دن کی ہوئی تو ۱۴ شعبان المعظم بروز چہار شنبہ ۱۳۲۹ھ کی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے خاندان وشہر کے معزز بزرگوں کی موجودگی میں آپ کی بسم اللہ خوانی کرائی اور تمام حاضرین میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ اس کے بعد اپنی والدہ مکرمہ وجدہ معظمہ سے گھر ہی میں قرآن عظیم ناظرہ اور اُردو کی ابتدائی کتابیں آپ نے پڑھ لیں۔

جب آپ کی عمر شریف سات سال کی ہوئی تو آپ دارالعلوم منظر اسلام کے اساتذہ کے حوالے کردیئے گئے۔ کافیہ، قدوری اور فصول اکبری آپ نے حضرت مولانا احسان علی صاحب محدث فیض پوری بہار سے پڑھیں۔ عربی ادب اور مشکوٰۃ شریف خود حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے پڑھائی۔ کتب متداولہ حدیث وفقہ کی تکمیل حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان سے فرمائی۔ صحاح ستہ کی بعض کتابیں اور علم کلام دارالعلوم کے دیگر اساتذہ سے پڑھیں۔ یہاں تک کہ مسلسل بارہ سال تک دارالعلوم کے نامور اساتذہ کرام سے علوم وفنون حاصل فرماتے رہے۔ جب عمر شریف انیس سال چار ماہ کی ہوگئی تو ۱۳۴۴ھ کے جلسہ دستار فضیلت میں حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے اساطین اسلام کی موجودگی میں آپ کے سر پر فضیلت کی دستار رکھی اور اپنی نیابت وخلافت سے بہرہ ور فرمایا۔ یہاں تک کہ علم وفضل، زہد وتقویٰ، خشیت ومعرفت نے پروان چڑھایا۔ آپ کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

"ایک وقت آئے گا کہ میرا یہ بیٹا وہابیوں، دیوبندیوں کی مخالفت میں وہ کرے گا کہ سب سے بڑھ جائے گا"۔

عقد شریف

ایام طفلی میں ایک دن اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے آغوش میں آپ اور فقیہ اجل مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی دونوں کھیل رہے تھے اور اعلیٰ حضرت باغ باغ ہورہے تھے۔ اسی ساعت سعید میں اپنے دونوں نامور صاحبزادوں کو طلب فرمایا اور دونوں کمسن پوتا پوتی کے درمیان نکاح کردیا۔ پھر فراغت علمی کے بعد سنت نبوی کے مطابق رخصتی ہوئی۔

عادات وصفات

آپ اپنے اسلاف کرام کے کامل نمونہ اور اخلاف کے لیے مشعل راہ مقتداء تھے۔ کیونکہ آپ نے اپنی زندگی کو اس مقدس سانچے میں ڈھالا تھا جس میں ڈھل جانے کے بعد مرد مومن پیر کارواں بن جاتا ہے۔ جس کی ادائیں اہل دنیا کو دعوت صلاح وفلاح دیا کرتی ہیں اور جس کی عادت بھی اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روح عبادت بن جاتی ہے۔

آپ کی عادت کریمہ تھی کہ غسل کرنے کے بعد سر اور داڑھی کے بالوں میں ہلکا تیل لگا کر کنگھا فرمایا کرتے تھے، اور اگر

سفر یا دینی مشغولیت کی وجہ سے غسل کرنے کا موقع نہیں ملتا تو ہر ایک دن یا دو دن کے بعد کنگھا کرتے اور فرماتے تھے یہ سنت رسول ضرور ہے مگر بے ضرورت وحاجت فضول ہے۔

عام استعمال لباس میں ڈھیلا ڈھالا پنجابی کرتا جس کی آستین پہنچوں سے نیچے ہوکرتی۔کبھی کبھی معمولی بادامی رنگ اور چکن بھی استعمال کرتے مگر اکثر سفید کرتا پہنتے اور فرحت وخوشی کا اظہار کرتے۔

کھانے میں روٹی، بھنا گوشت، کدو، بھنڈی، گوبھی اور ساگ زیادہ پسند فرماتے تھے، جب کوئی عطر پیش کرتا تو فرماتے انگریزی سینٹ تو نہیں ہے۔اگر وہ شخص نفی میں جواب دیتا تو بڑھ کر عطر لے لیتے۔دونوں ہتھیلیوں سے مل کر سینے اور بغل میں لگاتے۔عطر ملتے وقت درود پاک کی کثرت کیا کرتے تھے۔دائیں کروٹ سونے کا خاص اہتمام فرماتے۔کبھی کبھی پاؤں رکھ کر چت بھی سوجایا کرتے۔سونے میں خراٹے کی ہلکی آواز ہوتی۔تکیہ ہونے کے باوجود دایاں بازو سر کے نیچے رکھ کر سویا کرتے اگر کسی کو اوندھے منہ سویا ہوا دیکھتے تو سخت نفرت وبیزاری کا اظہار فرماتے۔(حیات مفسر اعظم ص۹۰)

اجازت وخلافت

ایک دن حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ اپنے مدرسے میں فرمانے لگے کہ: جب مولانا (حجۃ الاسلام) کا انتقال ہوا تو جیلانی یہاں نہیں تھے جب واپس آئے تو لوگوں کو ان کی خلافت پر اعتراض ہوا تو میں نے کہا: اگر مولانا کی دی ہوئی خلافت پر اعتراض ہے تو میں نے اس کو اپنی خلافت دی۔اب لوگوں کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔میری اس حمایت کی وجہ سے بہت سے لوگ اس کی مخالفت سے باز آئے اور مدرسہ اس کے حوالے کردیا گیا۔(حیات مفسر اعظم ص۲۳/۲۴)

زیارت حرمین طیبین

۱۳۷۲ھ میں آپ زیارت حرمین طیبین سے مشرف ہوئے حرمین طیبین کے درجنوں علماء ومشائخ نے احادیث کریمہ واوراد مختلفہ خصوصاً دلائل الخیرات شریف اور حزب البحر شریف کی اجازت مرحمت فرمائی اور نسبت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی وجہ سے خوب خوب آپ کا استقبال کیا گیا۔

سیاسی بصیرت

حضور مفسر ہند قدس سرہ نے اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر رہ کر مسلمانوں کی سچی رہنمائی فرمائی چنانچہ اس واقعہ کا بیان اس طرح آپ کی حیات میں مذکور ہے:

> ہندوستان میں ہر طرف افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔انگریزوں کی دہشت گردی کی گرم بازاری تھی۔لوگ جیلوں میں ٹھونسے جارہے تھے۔رعایا لرزاں وترساں تھی لیکن آپ اس ہماہمی سے بے نیاز اور سیاسیات سے بہت دور تھے لیکن تابکے۔آخر لیڈران قوم وملک نے آپ پر ڈورے ڈالے اور کسی طرح سیاسیات حاضرہ میں کھینچ لائے

انگریزوں کی شدت سے مخالفت شروع فرمائی۔ سول نافرمانیوں کی راہیں ہموار کیں۔ لوگوں کے دکھ درد میں کام آنے لگے، انگریزوں نے ۴۵ سے ۱۹۴۶ء میں آپ کو گرفتار کرنے کی بے حد کوشش کی مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور آپ بال بال محفوظ رہے۔ بالآخر ۱۹۴۷ء کا تاریخی انخلاء شروع ہوا۔ جنگ آزادی کے مجاہدین سے آپ کو ہمدردی ہوگئی اور شب و روز اسی میں منہمک رہنے لگے۔ انگریزوں کے انخلاء کے بعد جب ظلم و بربریت کا بازار گرم ہوا تو بہت سے بریلی کے مسلم باشندے بھی شہر کو خیرباد کہہ گئے۔ لیکن آپ ثابت قدم رہے۔ موجودہ حکمران جماعت نے عہدوں کی لالچ دی مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ (حیات مفسر اعظم ص ۲۴' حیات مفسر اعظم ص ۲۲)

ہندوستان گیر سیاحت

مدرسہ کا تعلیمی نظام بڑی حد تک سدھر چکا تھا۔ دیگر اساتذہ کے علاوہ حضرت مولانا احسان علی صاحب قبلہ، حضرت مولانا محمد احمد المدعو جہانگیر صاحب، حضرت مولانا سیّد افضل حسین صاحب مونگیری اور خود آپ نہایت محنت و محبت اور جانفشانی سے تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں پورے ہندوستان کے اندر آپ کے زہد و تقوی اور زور خطابت کا چرچا ہونے لگا بڑے بڑے جلسوں وجلوس اور کانفرنسوں میں صدارت و قیادت کے لیے بلائے جانے لگے۔ کلکتہ، بمبئی، یوپی، بہار، پنجاب، گجرات اور راجستھان جہاں جہاں آپ گئے۔ علم و وقار رضویت کا سکہ بٹھا دیا۔ آپ کی اس ہندوستان گیر سیاحت کی وجہ سے دار العلوم کو بہت فائدہ پہنچا اور مالی اعتبار سے بھی اس کی زبوں حالی دور ہونے لگی۔ تقریباً دو سو بیرونی طلباء نے دار العلوم میں داخلہ لیا اور حجۃ الاسلام کا دور دورہ لوٹ آیا۔ یہاں تک کہ مذکورہ شہروں کے علاوہ مظفر پور، سیتا مڑھی، ترائی نیپال میں بھی سلسلہ کا کافی فروغ ہوا اور سلسلہ رضویہ کا سکہ بٹھایا۔ (حیات مفسر اعظم ص ۲۷/۲۸)

درس و تدریس

آپ ایک کامیاب مدرس بھی تھے۔ چنانچہ آپ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر اوراد وظائف میں مشغول رہتے۔ بعدہٗ ناشتہ کرتے اور درس گاہ میں چلے جاتے۔ اکثر صلوٰۃ وسلام کے ترانہ سے قبل دار العلوم میں آجاتے اور والہانہ انداز میں لڑکوں کے ساتھ ترانہ سلام میں شریک ہوتے۔ اختتام سلام پر نہایت اخلاص و گریہ زاری کے ساتھ دعا فرماتے۔ پھر اپنی درس گاہ میں آجاتے۔ مسلم شریف، ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف اور کتاب التوحید اللنجدی بہت ہی انشراح صدر اور مناظرانہ ڈھنگ سے پڑھاتے۔ مسلم شریف اور شفا شریف پڑھاتے وقت عموماً آپ پر وجدانی کیفیت طاری رہتی اور کبھی کبھی تو وارفتہ ہو جاتے۔ کبھی کبھی آپ کتب متوسطات بھی بہت ذوق و شوق سے پڑھاتے۔ شافیہ لابن حاجب اور کافیہ تو ایسا پڑھاتے کہ نحو کی متداولہ کتب سے طلباء کو یکسر بے نیاز کر دیتے۔ عربی ادب پڑھاتے وقت صرف عربی زبان ہی میں گفتگو فرماتے اور طلباء کو بھی مجبور کرتے کہ وہ عربی ہی میں ہر قسم کی باتیں کریں۔ (حیات مفسر اعظم ص ۳۱)

بے مثال مبلغ

حضور مفسر اعظم ہند قدس سرہٗ اپنے وقت کے بے مثال خطیب اور مسلک رضویت کے بے نظیر نقیب تھے۔ آپ کی خطابت میں بلا کی تاثیر تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ باڑہ ہندوراؤ دہلی میں تشریف لے گئے۔ دوروزہ اجلاس تھا۔ آپ پہلے دن بڑی ہی وہابیت سوز۔ دلائل و براہین سے مرصّع تقریر کی اور بریلی شریف واپس آئے۔ دوسرے روز حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی قدس سرہٗ کی تقریر تھی۔ حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی قدس سرہٗ کا بیان ہے:

صبح کو میرے پاس باڑہ ہندوراؤ دہلی کے بیس سے زائد وہابی آئے اور کہا: رات کی تقریر سن کر ہمیں پوری طرح اطمینان ہو گیا کہ آج تک ہم گمراہی میں تھے اور اپنے عقیدۂ باطلہ سے توبہ کی اور مسلمان ہوئے۔

نیز فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا یہ واقعہ آپ کی تقریر کے اثر کا دیکھا جو کسی کے تقریر میں، میں نے نہیں دیکھا۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت دسمبر ۱۹۶۰ء)

ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا اجراء

فروغ سنیت کے خاطر ہی آپ نے ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا اجراء فرمایا جس سے تبلیغ سنیت کا بیش بہا کارنامہ انجام پایا، اور پوری تندہی کے ساتھ آپ نے دیگر تمام دینی امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ ماہنامہ میں اپنے مضامین کی بھی اشاعت کا اہم بار اپنے کاندھوں پر اٹھایا۔ جس کو پڑھ کر اُردو میں آپ کا مرتبہ و مقام سمجھ میں آتا ہے۔ اس ماہنامہ نے اس دور میں اُردو ادب کی بھی بے پناہ خدمت انجام دی اور اُردو میں کارآمد اور مفید باتیں عوام الناس تک پہنچائیں۔

''امن وامان'' اس عنوان سے آپ کے نثری شہ پارے برابر ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں آتے رہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

عوام مسلمین کو امن واماں کی ضرورت ہے اور وہ مفقود ہے۔ جیسا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش گوئی موجود ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت کے ضمن میں فرمایا: الحرج والمرج۔ پھر خود ہی بیان فرمایا: ای القتل ۔یعنی حرج اور مرج بہت ہوگا یعنی قتل تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا: صالحین موجود ہوں گے تو بھی ایسا ہوگا (دیکھو برکت صالحین ثابت ہوئی) تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا ظهر الخبيث اور دوسری حدیث ہے۔ اذا كثر الخبيث کہ جب خبیث ظاہر ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب خبیث بہت ہو جائیں گے۔ اس خبیث سے کیا مراد ہے؟ اس کو سمجھئے تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا صالحین موجود ہوں گے تب بھی ایسا ہوگا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب خبیث پیدا ہوگا یا کثرت سے ہو جائیں گے تو ایسا ہوگا وہ خبیث جو صالحین اور اولیاء کاملین سے جلتے ہیں اور برکت صالحین کا انکار کرتے ہیں حدیث شاہد ہے کہ برکت صالحین سے ایسا نہیں ہونا چاہئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایسا جب ہوگا کہ برکت صالحین کے منکر خبیث پیدا ہوں گے یا بکثرت ہوں گے

اور تفاسیر میں بھی خبیث سے مراد منافق کولیا ہے، اور خبیث کے عدد ہیں ۱۱۱۲ تو شیخ نجدی جب مرا تو تاریخ لکھی اذهلاك الخبيث اس تاریخ کو حضرت احمد زینی دحلان مکی نے لکھا ہے۔ اپنی کتاب الدرر السنیہ میں اب اس عدد کو بغور دیکھو ۱۱۱۲ دو کا زوج حاصل ہوا۔ ایک عدد کا زوج ۱۱ ہے، اور دوسرے کا ۱۲ تو وہ برکت صالحین کا منکر معاند رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱۰۰ھ میں پیدا ہوا اور ۱۲۰۰ھ میں مرا۔

اس طرح اور بھی مختلف عنوانات کے تحت آپ برابر دینی خدمات واصلاح وعقائد پر بھرپور روشنی ڈالتے۔ مضامین میں معارف القرآن، سبیل مومنین، اشعار مثنوی مولانا روم کی تشریح وعمدہ نکات، معارف الحدیث، ہفوات مودودی جیسے عنوانات پر آپ کی قلمی وعلمی یادگاریں ہیں۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت اپریل ومئی ۱۹۶۴ء)

کشف وکرامات

حضور مفسر اعظم ہند قدس سرہٗ کی زندگی بیشمار کشف وکرامات سے پر ہیں۔ جس شعبہ حیات پر نگاہ ڈالئے عارفانہ عجائب وغرائب کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوا ہے۔ قدرت نے زبان میں خاص اثر ودیعت فرمایا تھا۔ ذیل میں چند کراموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پیدائشی گونگا زبان والا ہو گیا

حضور مفسر اعظم ہند قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جو پیدائشی گونگا تھا۔ حضرت نے دعا فرمادی بفضلہ تعالیٰ وہ زبان والا ہو گیا۔ آپ کی اس روشن کرامت کو دیکھ کر گاؤں کے بکثرت دیوبندی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔
(تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۵۶)

قید سے رہائی

کانپور کے قیام کے دوران ایک عورت ومرد حاضر خدمت ہوئے اور روتے ہوئے عرض کرنے لگے کہ حضور! یہ میری بہن ہے جس کے دو بچے ہیں۔ ان سب کی زندگی کا سہارا ہمارا بہنوئی تھا۔ جو بلا قصور خون کے مقدمہ میں ماخوذ ہو گیا ہے۔ آئندہ پیشی میں فیصلہ ہے۔ دعا فرمادیجئے کہ وہ رہا ہو جائیں۔

آپ نے دریافت فرمایا! کیا وہ سنی ہے؟ جواب ملا ہاں! تو آپ نے ایک کاغذ پر۔ **اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما نحن عبادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلما** لکھا اور فرمایا: بیوی سے کہو کہ اس درود اسم اعظم کو زبانی یاد کرلے اور کثرت سے اسے پڑھا کرے۔ پھر جیل میں جہاں اس کا شوہر ہے۔ ملنے کے لیے جائے تو یہ پرزہ اسے دے کر ہدایت کردے کہ دائیں بازو پر باندھ لے۔ خدا نے چاہا تو وہ بے داغ رہا ہو جائے گا۔ تقریباً دس دنوں کے بعد بہت سی مٹھائیوں اور پھول وعطر لے کر وہی عورت ومرد ایک نئے چہرے کے ساتھ حاضر ہوئے۔ تینوں قدم بوس ہوئے اور عرض کرنے لگے: حضور! آج

ہی یہ شخص مقدمہ سے بری الذمہ کر دیا گیا۔ جب کہ اس کے دوسرے دو ساتھیوں کو حبس دوام کی سخت سزا دی گئی ہے۔ آپ نے تینوں کو داخل سلسلہ فرمایا اور نماز و درود اسم اعظم کی پابندی کی تاکید فرمائی۔ (حیات مفسر اعظم ص ۷۲/۷۱)

بارش موقوف

پوکھریرا ضلع سیتامڑھی جو بہار کی مردم خیز آبادی ہے۔ علاقائی اعتبار سے سنیت کا مرکز اور شمس العلماء حضرت محبا قمر العارفین حضرت مولانا شاہ ولی الرحمٰن صاحب قدس سرہما کی تعلیم و تربیت کا سرسبز و شاداب گلشن ہے۔ حضرت اکثر و بیشتر وہاں تشریف لے جاتے اور سالانہ عرس میں پابندی کے ساتھ شرکت فرماتے اور گرد و نواح کو اپنے فیوض و برکات سے نوازتے۔ ایک مرتبہ آپ وہیں تشریف فرما تھے کہ کرہر گاؤں کے کچھ لوگ جو آپ کے غلاموں میں سے تھے۔ حاضر خدمت ہوئے اور اپنے گاؤں چلنے پر اصرار کیا۔ حضرت نے وعدہ فرمالیا اور کہا: آپ لوگ جاؤ کل محفل کا انتظام کرو۔ میں انشاء اللہ ضرور آؤنگا اور میرے ساتھ دیگر لوگ بھی ہوں گے۔ حضرت کو پوکھریرا اور اس کے گردونواح سے بے پناہ محبت تھی شاید باید ہی کسی گاؤں والے کی دعوت کو رد فرماتے تھے۔ حالاں کہ گاؤں کے سفر میں آپ کو کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

دوسرے دن بعد نماز ظہر پوکھریرا سے کرہر کے لیے روانگی ہوئی۔ ایک بیل گاڑی پر حضرت کے ہمراہ دو تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب کہ چالیس پچاس آدمی گاڑی کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ نعرۂ تکبیر و رسالت کی صداؤں کو سن کر پوکھریرا، باتھ اور رائے پور کی آبادیاں سڑک کے کناروں پر امنڈ پڑیں اور زیارت سے مشرف ہونے لگیں۔ عصر کی نماز رائے پور میں پڑھی اب گاڑی ایک ایسے میدان سے گزر رہی تھی جس کے دائیں بائیں آبادی نہیں تھی۔ سامنے دو ڈھائی میل کی دوری پر کرہر تھا اور پیچھے رائے پور، اسی اثناء میں شمال سے گھنگھور گھٹائیں بلند ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری فضا پر محیط ہوگئیں۔ جب ترشح ہوا تو میرے بغل میں گاڑی پر بیٹھے ہوئے مولوی عبدالوحید خاں صاحب مرحوم گنگوی نے چھاتا بلند کیا۔ حضرت اس وقت کچھ پڑھ رہے تھے۔ ہاتھ کے اشارہ سے منع فرمادیا اور چند لمحوں کے بعد اپنی انگشت شہادت پر کچھ دم کیا۔ پھر آسمان کی طرف اشارہ کر کے چکر دیا۔ ادھر دائرہ بنانے کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ بادل پھٹا اور دائرہ کی شکل میں صاف ہوگیا۔ ہم لوگ دیکھ رہے ہیں کہ ہر چہار جانب بارش ہو رہی ہے، لیکن کوئی آبادی نظر نہیں آرہی ہے۔ لیکن درمیان میں جہاں بیل گاڑی چل رہی ہے جس کے ساتھ پندرہ بیس آدمی پیدل چل رہے ہیں وہ بارش سے قطعاً محفوظ ہیں۔ اس عالم میں حضرت نے فرمایا: درود اسم اعظم سے بارش کو روک بھی سکتے ہو اور بارش کو بلا بھی سکتے ہو۔ ہم لوگ گفتگو کرتے ہوئے مغرب کے وقت کرہر پہنچے۔ شفیق صاحب کے دروازہ پر گاڑی رکی۔ پوری بستی بارش سے شرابور تھی۔ مگر بیل گاڑی بالکل سوکھی ہوئی تھی۔ حضرت نیچے تشریف لائے۔ سامان اتارا گیا۔ دریاں بھی گاڑی سے اتار لی گئیں۔ اس کے بعد گاڑی پر بھی بارش شروع ہوگئی۔ ہم لوگوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ مغرب کی نماز ادا کی اور اسی دالان میں حضرت کی تقریر شروع ہوگئی۔ چونکہ بارش کی وجہ سے بستی کے تمام لوگ تقریر سے فیضیاب نہیں ہو سکے اس لئے حضرت نے دوسرے دن بھی وہیں قیام فرمایا۔ پھر باضابطہ محفل کا انتظام

ہوا۔(حیات مفسر اعظم ص ۷۹/۸۰)

تصانیف

حضور مفسر اعظم ہند قدس سرہٗ نے چھوٹے چھوٹے درجنوں رسالے لکھے جس میں چند مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔ذکر اللہ، (۲)۔نعمت اللہ، (۳)۔حجۃ اللہ، (۴)۔فضائل درود شریف، (۵)۔تفسیر سورۂ بلد، (۶)۔تشریح قصیدہ نعمانیہ۔ان کے علاوہ چند کتابوں کے ترجمے بھی آپ نے فرمائے۔ جسے تحفہ محمدیہ از مولانا اشرف علی گلشن آبادی والدرر السنیہ ازعلامہ احمد زینی دحلان مفتی مکہ مکرمہ۔(حیات مفسر اعظم ص ۱۰۱)

اولاد امجاد

آپ کے کل پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت علامہ الحاج شاہ ریحان رضا خاں عرف رحمانی میاں۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ،۱۹۳۴ء کو خواجہ قطب بریلی شریف میں ولادت باسعادت ہوئی۔خاندانی روایات کے مطابق محمد نام رکھا گیا اور عرف ریحان رضا قرار پایا۔ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔پھر والد ماجد کے حکم پر لائل پور پاکستان میں جامعہ منظر اسلام کے سابق شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قدس سرہٗ کی خدمت میں تین سال تک تحصیل علوم فرمایا۔حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔آپ صفات انسانی کے جامع اور اپنے خاندانی اصول پر مضبوطی سے قائم رہنے والے،نڈر، بے باک،مخلص اور عفو وکرم آپ کے اوصاف حمیدہ تھے۔آپ نے اپنے وقت میں بے شمار سماجی وملی کارنامے انجام دیئے۔آپ ایک اچھے سیاستداں اور اپنے مؤقف کا برملا اظہار کرنے میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے، یہاں تک کہ ایوان حکومت میں بھی کسی سے نہ خوف کھاتے اور اپنے مسلک کی بھرپور وضاحت فرماتے۔غیر ممالک کے کئی دورے کیے اہلسنّت کی ترویج وخانقاہ رضویہ کے فروغ میں مثالی اقدام فرمایا۔عشق رسول ومحبت انبیاء واولیاء آپ کی تقریروں کے خصوصی عنوانات ہوئے۔خطابت وصحافت کے ساتھ ساتھ شعر وادب کا پاکیزہ ذوق تھا۔آپ کے اشعار میں دعوت فکر،حرارت قلبی وجوش ایمانی جیسے اہم مضامین کی کثرت ہوتی۔جس کو پڑھ کر ہر قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔اسلام وسنیت کا یہ عظیم مجاہد دین لافانی خدمات کو انجام دیتا ہوا ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ،۱۹۸۵ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(۲) حضرت علامہ مفتی شاہ اختر رضا خاں مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی، (۳) ڈاکٹر قمر رضا خاں صاحب، (۴) حضرت مولانا منان رضا خاں،عرف منانی میاں، (۵)ایک صاحبزادہ جو حضرت ازہری میاں قبلہ سے بڑے تھے جن کا نام تنویر رضا تھا،حضرت انہیں بہت پیار کرتے تھے وہ بچپن ہی سے جذبی کیفیت میں غرق رہتے تھے بالآخر وہ مفقود الخبر ہوگئے۔

اور صاحبزادیوں میں ایک پہلی بھیت میں جناب شوکت علی خاں سے بیاہی گئیں، (۲) دوسری بدایوں میں شیخ عبدالحسیب کے نکاح میں آئیں، بحمدہ تعالیٰ ان دونوں صاحبزادیوں سے لڑکے ولڑکیاں موجود ہیں، (۳) تیسری صاحبزادی کا

عقد نکاح خاندان ہی میں جناب یونس رضا خاں صاحب سے ہوا جو لاولد ہیں۔ (حیات مفسر اعظم ص۸۹)

خلفاء

آپ کے خلفاء کرام کی صحیح فہرست دستیاب نہ ہو سکی۔ صرف جناب حضرت مولانا عبدالواحد صاحب قبلہ دربھنگوی مدظلہ العالی کا نام معلوم ہو سکا۔

ارشاد عالیہ

حضور مفسر اعظم ہند قدس سرہٗ کے ارشادات عالیہ علم وحکمت سے پر اور سلوک ومعرفت سے لبریز ہیں جو دل میں اتر کر قلب وروح کی تقویت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں:

○ اپنے عیوب مجھے دوسروں کی عیب جوئی سے روکتے ہیں، ○ عالم اگر چہ فی نفسہ برا ہو پھر بھی اس کے متعلق برے گمان سے بچو، ○ تھوڑی جدائی محبت کو بڑھاتی ہے اور زیادہ جدائی محبت کو ختم کر دیتی ہے، ○ عقل مند وہ ہے جو غذا کی لذت کے وقت دوا کی کڑواہٹ کو یاد رہے، ○ غلطی انسان کی سرشت میں ہے اس کی معافی چاہنا مومنوں کا شیوہ ہے اور اس پر اصرار کرنا شیطان کا کام ہے۔

○ ہر قوم کی عزت وذلت کا دارومدار اس کے علماء اور امراء پر ہے، ○ جب عصمت اور عفت کے آئینہ کو ٹھیس لگ جاتی ہے تو کوئی کاریگر اس کی مرمت نہیں کر سکتا ہے، ○ کم ظرف آدمی باتونی ہوا کرتا ہے، ○ رعب ودبدبہ سے وہ کام نہیں نکلتا جو انکساری سے، ○ خدا نے دو کان اور ایک زبان دی ہے تاکہ سنو زیادہ اور بولو کم، ○ مخلوق میں بدترین وہ شخص ہے جس سے لوگ پناہ مانگتے ہیں، ○ سب سے زیادہ ذی عقل وہ ہے جو بزرگوں کے افعال کی اچھی تاویل کرے، ○ بزرگی اخلاق سے ہے نہ کہ نسبت وخاندان سے، ○ اپنے علم اور عمل پر غرور کرنا جہل سے کم نہیں، ○ کوئی عمل ضائع نہیں ہوتا اور کوئی قربانی رائیگاں نہیں جاتی، ○ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ انسان کو مرد، جواں مرد اور صاحب درد بنا دیتا ہے، ○ جو شخص خدا کا دوست نہیں وہ تمہارا دوست کیسے ہو سکتا ہے، ○ صبر زہر سے زیادہ کڑوا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوتا ہے، ○ علم بغیر عمل کے وبال جان ہے۔

○ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر جو راضی ہو جائے وہ غنی ہے، ○ جو شخص آخرت کا کام کرتا ہے خدا اس کی دنیا سنوار دیتا ہے، ○ جب تم نے سب کچھ کر لیا تو ایسا جانو کہ کچھ نہیں کیا۔ (حیات مفسر اعظم ص۹۶)

تاریخ وصال

آپ نے گیارہ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۲ جون ۱۹۶۵ء بروز دوشنبہ کو صبح سات بجے بعمر ۶۰ سال داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ دوسرے دن ۱۲ صفر المظفر کو صبح ۲/۱،۶ بجے حسب مجوزہ پروگرام میت کو نماز جنازہ کے لیے نعت خوانی ہوتے ہوئے مسجد نو محلہ لے جایا گیا مسجد مذکور کا حصہ نماز جنازہ کے لیے ناکافی تھا۔ اس لئے اسلامیہ کالج کے میدان

میں نماز صبح ۸ بجے ہوئی اور حضرت مولانا مفتی سیّد محمد افضل حسین صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ قبر اطہر میں جناب مفتی سیّد محمد افضل حسین صاحب جناب مولانا محمد احسان علی صاحب، جناب مولانا سید عارف علی صاحب نانیاروی جناب سجاد حسین صاحب اور سید محمد حمایت رسول قادری نے جسد مبارک کو جناب مولانا حافظ محمد احمد صاحب جہانگیری جناب سیّد اعجاز حسین صاحب جناب محمد غوث خاں صاحب جو قبر منور کے اندر تھے اتارا اور آرام سے لٹادیا۔

مزار شریف

آپ کا مزار شریف دائیں جانب جوار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ میں مرجع خلائق ہے۔

تاریخ وصال از حضرت علامہ مولانا ابوالظفر محبوب علی خاں صاحب رضوی بمبئی

سید ابراہیم رضاء	رفعت جنت نبیرۂ مرشدی
۱۳۸۵ھ	۱۹۶۴ء

رب تبارک وتعالیٰ کا ہزار ہزار شکر واحسان ہے کہ مجھ گنہگار سیہ کار کو یہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشی جو پورے دو سال کی ہوش ربا مشقتوں کے بعد دسمبر ۱۹۸۲ء کو شروع ہو کر آج مؤرخہ ۶ دسمبر ۱۹۸۴ء مطابق ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۴۰۵ھ کو ۱۲ بجے شب کو بفضلہٖ تعالیٰ وبکرم حبیبہٖ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پایہ تکمیل کو پہنچی۔

بارگاہ الٰہی میں بوسیلۂ حضرت رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام دعا گو ہوں کہ اپنے دین کے خادم مشائخ کرام کے زمرہ میں حشر فرما، اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ وتابعین کی کامل اتباع کا جذبۂ حسن عطا فرما، اور سرکار کے والدین، اساتذہ، مشائخ، احباب ومتعلقین کو دارین میں اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے نواز آمین۔ **یارب العالمین بجاہ سیّد المرسلین خاتم النبیین علیہ التحیۃ والتسلیم۔**

بندۂ گنہگار

عبد المجتبیٰ رضوی صدیقی سندر پوری غفرلہ

تاریخ تبییض ۱۱ ربیع النور بروز چہار شنبہ بوقت شب ۱۲ بجے ۱۴۰۹ھ

شجرہ

عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ حامدیہ مصطفویہ ابراہیمیہ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم

شجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها فی السماء هذه سلسلتی من مشائخی فی الطريقة العلية العالية القادرية الطيبة المباركة .

اللهم صل وسلم وبارك على سيّد نا ومولانا محمد معدن الجود والكرم واله الكرام اجمعين .

۱۲ربیع الاوّل ۱۱ھ کووصال ہوا مزار مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الكريم علی المرتضٰی كرم الله تعالٰی وجهه .

۲۱رمضان المبارک ۴۰ھ کووصال ہوا۔ مزار مبارک نجف اشرف میں ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد الامام الحسين الشهيد رضی الله تعالٰی عنه .

۱۰محرم الحرام ۶۱ھ کوکربلا میں شہید ہوئے مزار مبارک کربلا معلّٰی میں ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الامام علی بن الحسين زين العابدين رضی الله تعالٰی عنه

۱۸محرم الحرام ۹۴ھ کووصال ہوا مزار مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلی المولٰی السيد الامام محمد بن علی ن الباقر رضی الله تعالٰی عنه .

۷ذی الحجہ ۱۱۴ھ کووصال مزار مدینہ منورہ میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد الامام جعفر بن محمد ن الصادق رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۱۵رجب المرجب ۱۴۸ھ کو وصال ہوا مزار مبارک مدینہ میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد الامام موسى بن جعفر ن الكاظم رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۵رجب المرجب ۱۸۲ھ کو وصال ہوا مزار مبارک بغداد شریف میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد الامام على بن موسىٰ الرضا رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۲۱رمضان المبارک ۲۰۳ھ کو وصال ہوا مزار مبارک مشہد مقدس میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ معروف الكرخى رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۲محرم الحرام ۲۰۰ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ سرى ن السقطى رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۱۳رمضان المبارک ۲۵۳ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ جنيد ن البغدادى رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۲۷رجب المرجب ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ ابى بكرن الشبلى رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۲۷ذی الحجہ ۳۳۴ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ ابى الفضل عبدالواحد التميمى رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۲۶جمادی الآخر ۴۲۷ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ ابى الفرح الطرطوسى رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۳شعبان المکرم ۴۴۷ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ ابى الحسن على ن القرشى الهكارى رضى الله تعالىٰ عنه ۔

یکم محرم الحرام ۴۸۶ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ ابى سعيد نِ المخزومى رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۷شعبان المکرم ۵۱۳ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد الكريم غوث الثقلين وغيث الكونين الامام ابى محمد عبدالقادر الحسينى الجيلانى صلى الله تعالىٰ علىٰ جده الكريم وعليه وعلى مشايخه العظام واصوله الكرام وفروعه الفخام ومحبيه والمنتمين اليه الى يوم القيام وبارك وسلم ابدا

اا یا ۱۷ ربیع الآخر شریف ۵۶۱ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد ابى بكر تاج الملة والدين عبدالرزاق رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۶ شوال المکرم ۶۲۳ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد ابى صالح نصر رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۲۷ رجب المرجب ۶۳۲ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد محى الدين ابى نصر رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۲۷ ربیع الاوّل ۶۵۶ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد على رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۲۳ شوال المکرم ۷۳۹ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد موسىٰ رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۱۳ رجب المرجب ۷۶۳ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد حسن رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۲۶ صفر المظفر ۷۸۱ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد احمد الجيلانى رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۱۹ محرم الحرام ۸۵۳ھ کو وصال ہوا مزار پاک بغداد شریف میں ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ بهاء الدين رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۱۱ ذی الحجہ ۹۲۱ھ کو وصال ہوا۔ دولت آباد دکن میں مزار پارک ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيد ابراهيم الايرجى رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۵ ربیع الاوّل ۹۵۳ھ کو وصال ہوا۔ مزار پاک دہلی درگاہ محبوب الٰہی میں ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ محمد بهكارى رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۹ ذی قعدہ ۹۸۱ھ کو وصال ہوا مزار پاک کاکوری میں ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ القاضى ضياء الدين المعروف بالشيخ جيا رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۲۱ رجب المرجب ۹۸۹ھ کو وصال ہوا مزار پاک قصبہ نیوتنی ضلع لکھنؤ میں ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ جمال الاولياء رضى الله تعالىٰ عنه ۔

شب عید الفطر ۱۰۴۷ھ کو وصال ہوا۔ کوڑا جہان آباد ضلع فتحپور ہنسوہ میں مزار پاک ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدمحمد رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۶ شعبان المکرّم ۱۰۷۱ھ کو وصال ہوا۔ مزار پاک کالپی شریف میں ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيد احمد رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۹ صفر المظفر ۱۰۸۴ھ کو وصال ہوا۔ مزار پاک کالپی شریف میں ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيد فضل الله رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۱۴ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ کو وصال ہوا۔ مزار پاک کالپی شریف میں ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيد الشاه بركة الله رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۱۰ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ کو وصال ہوا۔ مزار پاک مارہرہ شریف ضلع ایٹہ میں ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيد الشاه آل محمد رضى الله تعالىٰ عنه ۔

۱۶ رمضان المبارک ۱۱۶۴ھ کو وصال ہوا۔ مزار پاک مارہرہ شریف میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد الشاه حمزه رضى الله تعالٰى عنه ۔

۱۴ رمضان المبارک ۱۱۹۸ھ کو وصال ہوا۔ مزار پاک مارہرہ شریف ضلع ایٹہ میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد الشاه ابى الفضل شمس الملة والدين آل احمد اچھے میاں رضى الله تعالٰى عنه ۔

۱۷ ربیع الاوّل ۱۲۳۴ھ کو وصال ہوا۔ مزار پاک مارہرہ شریف میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولٰى السيد الكريم الشاه آل رسول الاحمدى رضى الله تعالٰى عنه ۔

۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ کو وصال ہوا۔ مزار پاک مارہرہ شریف میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الكريم سراج السالكين نور العارفين سيدى ابى الحسين احمدالنورى المارهروى رضى الله تعالٰى عنه ۔

۱۱ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ کو وصال ہوا۔ مزار پاک مارہرہ شریف میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الهمام الامام اهل السنة مجدد المأة الماضية مؤيد الملة الطاهرة حضرة الشيخ احمد رضا خان رضى الله تعالٰى عنه بالرضا السرمدى ۔

۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو وصال ہوا۔ مزار پاک بریلی شریف محلّہ سوداگران رضانگر میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ حجة الاسلام مولٰناالحاج حامدرضاخان رضى الله تعالٰى عنه وارضاه عنا ۔

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء کو وصال ہوا۔ مزار پاک آستانہ رضویہ بریلی شریف میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الكريم سراج الفقهاء مولانا الحاج الشاه محمد ابوالبركات محى الدين الجيلانى المعروف مصطفى رضا خان رضى الله تعالٰى عنه وارضاه عنا ۔

۱۳ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ، ۱۹۸۱ء میں وصال ہوا۔ مزار پاک آستانہ رضویہ بریلی شریف میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الكريم نور العارفين مصباح المفسرين مولٰينا الحاجج شاه ابراهيم رضا الجيلانى رضى الله تعالٰى عنه وارضاه عنا ۔

۱۱صفر ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۵ء کو وصال ہوا۔ مزار پاک آستانہ رضویہ بریلی شریف میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك عليه وعليم جميعاً وعلى الفقير ....عفرله اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم جميعاً وعلى سائرا وليائك وعلينابهم ولهم وفيهم ومعهم يا ارحم الراحمين .آمين

الٰہی بحرمت ایں مشائخ کرام عاقبت...............غفرلہ

ساکن...............بخیر کرداں آمین

دستخط...............

تاریخ...............۱۴۰ھ ۱۹۰ء

شجرۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

﴿رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین الی یوم الدین﴾

یاالٰہی! رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یارسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے
کربلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

سید سجاد کے صدقہ میں سجاد رکھ مجھے
علم حق دے باقر ہدیٰ کے واسطے

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہر معروف وسری معروف دے بیخود سری
جند حق میں گن جنید باصفا کے واسطے

بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن وسعد
بوالحسن اور بوسعید سعد زا کے واسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا
قدر عبدالقادر قدرت نما کے واسطے

احسن اللہ لہٗ رزقا سے دے رزق حسن
بندۂ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے

نصر ابی صالح کا صدقہ صالح ومنصور رکھ
دے حیات دین محی جان فزا کے واسطے

طور(۱) عرفان وعلو وحمد وحسنیٰ وبہار
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہر ابراہیم مجھ پر نار غم گل زار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشا کے واسطے

خانۂ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال
شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیاء کے واسطے

دے محمد کے لیے روزی کر احمد کے لیے
خوانِ فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

دین ودنیا کی مجھے برکات دے برکات سے
عشق حق دے عشقی(۲) عشق انتما کے واسطے

حب اہل بیت دے ال محمد کے لیے
کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

---

(۱) یعنی مرتبہ معرفت کا اور بلندی اور خوبی اور بہتری اور نور عطا کر ان مشائخ عظام کے واسطے ان میں علو بمناسبت نام پاک حضرت سیّد علی ہے اور طور عرفاں بمناسبت نام پاک سیّد موسیٰ، اور حسنی بمناسب نام پاک حضرت سیّدی حسن اور حمد بمناسب نام پاک سیدی احمد اور بہا بمناسبت نام پاک حضرت سیّد شیخ بہاء الملۃ والدین قدس اسرارہم ہے۔

(۲) عشقی حضرت شاہ برکت اللہ رضی اللہ عنہ کا تخلص ہے اور انتما بمعنی انتساب یعنی نسبت عشق رکھنے والے۔

دل کو اچھا تن کر ستھرا جان کو پُر نور کر
اچھے پیارے شمس دیں بدرالعلیٰ کے واسطے

دوجہاں میں خادم آل رسول اللہ کر
حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے

نور جان ونور ایماں نور قبر وحشر دے
بوالحسین احمد نوری لقا کے واسطے

کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے
میرے آقا حضرت احمد رضا کے واسطے

حامد ومحمود اور حماد احمد کر مجھے
سیدی حامد رضائے مصطفیٰ کے واسطے

سایۂ جملہ مشائخ یا خدا ہم پر رہے
رحم فرما ال رحمٰن مصطفیٰ کے واسطے

بہر جیلانی میاں جو پرتوِ فاروق تھے
امتیاز حق وباطل دے گدا کے واسطے

صدقہ اعیاں کا دے چھ عین عز وعلم وعمل
عفو وعرفاں، عافیت اس بے نوا کے واسطے

فاتحہ سلسلہ

یہ شجرہ مبارکہ ہر روز بعد نماز صبح ایک بار پڑھ لیا کریں، بعدہٗ درود غوثیہ سات بار' الحمد شریف ایک بار' آیۃ الکرسی ایک بار' قل ھواللہ شریف سات بار' پھر درود غوثیہ تین بار پڑھ کر اس کا ثواب ان تمام مشائخ کرام کی ارواح طیبہ کی نذر کریں جس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اگر وہ زندہ ہے تو اس کے لیے دعائے عافیت وسلامت کریں ورنہ اس کا نام بھی شامل فاتحہ کرلیں درود غوثیہ یہ ہے:

اللھم صل علی سیّدنا و مولٰینا محمد معدن الجود والکرم واٰلہ وبارك وسلم۔

پنج گنج قادری

بعد نماز صبح یاعزیز یااللہ ، بعد نماز ظہر یاکریم یااللہ ۔ بعد نماز عصر یاجبار یااللہ ، بعد نماز مغرب یاستار یااللہ، بعد نماز عشاء یاغفار یااللہ، سب سو سو بار اوّل وآخر تین تین بار درود شریف، اس کی مداومت سے بے شمار برکات دین ودنیا ظاہر ہوں گی۔ نیز بعد نماز فجر قبل طلوع آفتاب اور بعد نماز مغرب دس بار حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۔ دس بار رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ۔ دس بار رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۔ دس بار سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۔ دس بار اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ اس کی مداومت سے سب کام بنیں گے اور دشمن مغلوب رہیں گے۔

قضائے حاجات وحصول ظفر ومغلوبی دشمنان

(۱) اللہ ربی لاشریك لہ آٹھ سو چوہتر بار۔ اوّل وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف اس قدر عدد معین کے ساتھ باوضو قبلہ رو دوزانو بیٹھ کر روزانہ تا حصول مراد پڑھیں اور اسی کلمہ کو اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، وضو بے وضو ہر حال میں بے گنتی بے شمار زبان سے جاری رکھیں۔

(۲) حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۔ ساڑھے چار سو بار روزانہ تا حصول مراد۔ اوّل وآخر درود شریف گیارہ گیارہ بار جس وقت گھبراہٹ ہو اسی کلمہ کی بے شمار تکثیر کریں۔

(۳) بعد نماز عشاء ایک سو گیارہ بار طفیل حضرت دستگیر دشمن ہوئے زیر۔ اوّل وآخر گیارہ بار درود شریف تا حصول مراد۔

یہ تینوں عمل امور مذکور کے لئے نہایت مجرب وسہل الحصول ہیں۔ان سے غفلت نہ کی جائے۔
جب کوئی حاجت پیش آئے ہر ایک اپنے اپنے اعداد معینہ پر پڑھا جائے۔ پہلے اور دوسرے کے لیے کوئی وقت معین نہیں۔جس وقت چاہیں پڑھیں اور تیسرے کا وقت بعد نماز عشاء ہے۔
جب تک مراد بر نہ آئے تینوں اسی ترکیب سے پڑھے جائیں اور جس زمانے میں کوئی خاص حاجت درپیش نہ ہو تو پہلے اور دوسرے کو سو سو بار روزانہ پڑھ لیا کریں۔اوّل وآخر درود شریف تین تین بار پڑھا کریں۔

ضروری ہدایت

(۱) مذہب اہل سنت وجماعت پر قائم رہیں، سنیوں کے جتنے بھی مخالف مثلاً وہابی، دیوبندی، رافضی، تبلیغی مودودی ندوی، غیر مقلد، قادیانی، وغیرہم ہیں سب سے جدا رہیں اور سب کو اپنا دشمن اور مخالف جانیں، ان کی بات نہ سنیں، ان کے پاس نہ بیٹھیں، ان کی کوئی تحریر نہ دیکھیں کہ شیطان کو معاذ اللہ دل میں وسوسہ ڈالتے کچھ دیر نہیں لگتی۔آدمی کو جہاں مال یا آبرو کا اندیشہ ہو، ہرگز نہ جائے۔ دین وایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہے۔ان کی محافظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے۔ مال اور دنیا کی عزت، دنیا کی زندگی، دنیا ہی تک ہیں۔ دین وایمان سے ہمیشگی کے گھر میں کام پڑنا ہے۔ان کی فکر سب سے زیادہ لازم ہے۔

(۲) نماز پنجگانہ کی پابندی نہایت ضروری ہے۔مردوں کو مسجد وجماعت کا التزام بھی واجب ہے۔بے نمازی مسلمان گویا تصویر کا آدمی ہے کہ ظاہری صورت انسان کی مگر انسان کا کام کا کچھ نہیں ہے۔بے نمازی وہی نہیں ہے جو کبھی نہ پڑھے بلکہ جو ایک وقت کی بھی قصداً کھودے، بے نمازی ہے۔نوکری، ملازمت خواہ تجارت وغیرہ کسی حاجت کے سبب نماز قضا کر دینی سخت ناشکری، پرلے درجے کی نادانی ہے کوئی آقا یہاں تک کہ کافر کا بھی اگر کوئی نوکر ہو، اپنے ملازم کو نماز سے باز نہیں رکھ سکتا، اگر منع کرے تو ایسی نوکری ہی حرام قطعی ہے اور کوئی وسیلہ رزق نماز کھوکر برکت نہیں لاسکتا رزق تو اس کے ہاتھ میں ہے جس نے نماز فرض کی ہے اور اس کے ترک پر سخت غضب فرماتا ہے۔والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۳) جتنی نمازیں قضا ہوگئی ہیں سب کا ایسا حساب لگائیں کہ تخمینے میں باقی نہ رہ جائیں زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ نہایت جلد ادا کریں کاہلی نہ کریں کہ موت کا وقت معلوم نہیں اور جب تک فرض ذمہ پر باقی ہوتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا۔قضا نمازیں جب متعدد ہو جائیں۔مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے تو ہر بار یوں نیت کریں کہ نیت کی میں نے اس نماز فجر کی جو سب سے پہلے مجھ سے قضا ہوئی۔یعنی جب ایک ادا ہوئی۔تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے۔اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کریں۔قضا میں فقط فرض اور وتر یعنی ہر دن اور رات کی بیس رکعتیں ادا کی جاتی ہیں۔

(۴) جتنے روزے بھی قضا ہوئے ہوں، دوسرا رمضان آنے سے پہلے ادا کر لئے جائیں کہ حدیث شریف میں ہے جب

تک پچھلے رمضان کے روزوں کی قضا نہ کر لی جائے اگلے روزے قبول نہیں ہوتے۔

(۵) جو صاحب مال ہیں زکوٰۃ بھی دیں، جتنے برسوں کی نہ دی ہو فوراً حساب کر کے ادا کریں۔ ہر سال کی زکوٰۃ سال تمام ہونے سے پہلے دے دیا کریں۔ سال تمام ہونے کے بعد دیر لگانا گناہ ہے۔ لہٰذا شروع سال سے رفتہ رفتہ دیتے رہیں۔ سال تمام پر حساب کریں اگر پوری ادا ہوگئی بہتر اور نہ جتنی باقی ہو فوراً دے دیں اور اگر کچھ زیادہ نکل گیا ہے تو وہ آئندہ سال میں پورا کرلیں۔ اللہ عزوجل کسی کا نیک عمل ضائع نہیں کرتا۔

(۶) صاحب استطاعت پر حج بھی فرض اعظم ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کی فرضیت بیان کر کے فرمایا: وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ، ''اور جو کفر کرے تو اللہ سارے جہاں سے بے پرواہ ہے''۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تارک حج کو فرمایا: ''چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر'' والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اندیشوں کے باعث باز نہ رہے۔

(۷) کذب، فحش، چغلی، غیبت، زنا، لواطت، ظلم خیانت، ریا، تکبر، داڑھی منڈانا یا کتروانا، فاسقوں کی وضع بنانا، ہر بری خصلت سے بچیں جو ان ساتوں باتوں کا عامل رہے گا اللہ و رسول کے وعدے سے اس کے لیے جنت ہے جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم آمین۔ بعد نماز پنجگانہ قبل شروع پنج گنج قادری پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ گردمن گرد خانہ من وگرد زن وفرزندان من وگرد مال و درستان من حصار حفاظت تو شود تو نگہدار باشی۔ یَا اَللّٰهُ بِحَقِّ سُلَیْمَانَ بْنِ دَاؤُدَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ وَبِحَقِّ اَهْیَا اَشْرَاهِیَا وَبِحَقِّ عَلِیْقًا مَلِیْقًا تَلِیْقًا اَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِی الْقُلُوْبِ وَبِحَقِّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَبِحَقِّ یَا مُؤْمِنُ یَا مُهَیْمِنُ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

ایک بار پڑھ کر انگشت شہادت پر دم کر کے تین بار اپنے سیدھے کان کی جانب بہ نیت حصار کلمہ کی نگلی سے حلقہ کھینچا کریں۔ ہر وقت ایسا ہی کریں۔ پھر اس وقت کا عمل پنج گنج شروع کریں اور اگر ہر وقت کی پنج گنج کے عمل کے بعد یا باسط ۷۲ بار اور اضافہ کریں تو اور بہتر ہے اور اگر چاہیں تو وقت فجر یاحیی یا قیوم برحمتك استغیث۔ وقت عصر حسبنا الله ونعم الوكیل، وقت مغرب رب انی مسنی، الضر وانت ارحم الراحمین۔ وقت عشاء وافوض امری الی الله ط ان الله بصیر بالعباد ط۔ ہر ایک، ایک سو گیارہ بار بمع درود شریف اوّل اور آخر گیارہ بار نیز وقت شب درود غوثیہ شریف ۵۰۰ بار اور اضافہ کریں کہ پنج گنج خاص ہو جائے۔ اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف یا کم از کم تین تین بار شب کو سوتے وقت بھی یہ حصار پڑھا کریں اور انگشت شہادت پر دم کر کے مکان کے حصار کی نیت سے اپنے اردگرد ہاتھ لمبا کر کے چاروں طرف حلقہ کھینچیں۔ پھر چت لیٹ کر گھٹنے کھڑے کر کے دونوں ہاتھ دعا کی طرح پھیلائے ہوئے سینہ پر رکھ کر آیۃ الکرسی شریف ایک بار، چاروں قل بالترتیب صرف قل ہو اللہ تین بار باقی ایک ایک بار پڑھا کریں، اور ہاتھوں پر دم کر کے اپنے سر سے پاؤں تک

آگے پیچھے دائیں بائیں تمام جسم پر ہاتھ پھر کر دائیں کروٹ سویا کریں۔ چھوٹے بچے جو خود نہیں پڑھ سکتے۔ ان کے بڑوں سے کوئی اپنے ہاتھ پر دم کر کے ان کے جسم پر ہاتھ پھیرا کرے۔ سورۂ واقعہ اور سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک یاد کرلیں۔ یہ تینوں صورتیں بھی بلاناغہ شب کو سوتے وقت پڑھ لیا کریں۔ جب تک حفظ یاد نہ ہوں۔ قرآن عظیم سے دیکھ کر پڑھیں۔ یہ سب پڑھنے کے بعد پھر کوئی بات نہ کی جائے چپ سو رہیں۔ شب میں اگر ضروری بات کرنا ہی ہو تو بات کرلیں۔ پھر سورۂ کافرون ایک بار پڑھ کر چپکے سو جائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بلیات سے محفوظ رہیں گے۔ دشمن دفع ہوں گے۔ مرادیں حاصل ہوں گی، رزق حلال وسیع ہوگا۔ فاقہ کی مصیبت سے محفوظ رہیں گے اور خدا نصیب فرمائے دولت بیدار دیدار فیض آثار سرکار ابد قرار حضور سیّد الابرار صلی اللہ علیہ وسلم سے انشاء اللہ مستفیض ہونے کی قوی امید رکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ عذاب سے بچے رہیں گے۔ مگر صحیح پڑھنا شرط ہے۔ قرآن عظیم جو صحیح نہ پڑھتا ہو اس پر فرض ہے کہ صحیح پڑھنا سیکھے ہر حرف کو اس کے صحیح مخرج سے نکالے۔

ذکر نفی و اثبات

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۲۰۰ بار...... الا اللہ ۴۰۰ بار...... اللہ اللہ ۶۰۰ بار۔ اوّل و آخر درود شریف تین تین بار۔

ترکیب ذکر جہر

ذکر جہر سے پہلے دس بار درود شریف، دس بار استغفار، ۳ بار آیۃ فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ، پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے پھر ذکر جہر شروع کرے۔ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ۲۰۰ بار...... الا اللہ ۴۰۰ بار...... اللہ اللہ ۶۰۰ بار۔ یہ ذکر دوازدہ تسبیح ہے۔ اس کے بعد حق حق سو بار یا کم وبیش بطور سہ ضربی یا چہار ضربی۔

یاددہانی

یاد داری کہ وقت زادن تو ہمہ خنداں بدند و تو گریاں
آں چناں زی کہ وقت مردن تو ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

اے عزیز! یاد رکھ تری پیدائش کے وقت سب خنداں تھے، مگر تو گریاں تھا، ایسا جینا جی کہ تیری موت کے وقت سب گریاں ہوں اور تو خنداں، تو اگر اخلاص سے یادالٰہی میں تضرع وزاری کرتا رہے۔ ہجر حبیب و فراق محبوب میں دل تپاں، سینہ بریاں و چشم گریہ کناں رہے۔ تو ضرور ضرور وقت انتقال وصال محبوب پا کر شاداں و فرحاں اور تیرے فراق پر مخلوق نالاں و پریشان ہوگی۔

اے عزیز! اپنے یہ عہد یاد رکھ، جو تو نے خدا سے اس کے اس ناچیز گنہگار بندے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کئے ہیں اور اس فقیر بے توقیر کے لیے بھی دعا کر کہ جیسی چاہے ویسی پابندی احکام خداوندی میں جیوں۔ تادم واپسیں ایسی پابندی کرتا رہوں آمین!

اے عزیز! تو نے عہد کیا ہے کہ تو مذہب مہذب اہل سنت پر قائم رہے گا ہر مذہب کی صحبت سے بچتا رہے گا۔ اس پر سختی سے

قائم رہنا اور لاتموتن الا وانتم مسلمون یاد رکھنا۔

اے عزیز! یاد رکھ تو نے عہد کیا ہے تو نماز، روزے، ہر فرض اور واجب کو بھی ان کے وقتوں پر ادا کرتا رہے گا اور گناہوں سے بچتا رہے گا۔ خدا کرے تو، اپنے عہد پر قائم رہے۔ عہد توڑنا حرام، سخت عیب اور نہایت برا کام ہے۔ وفائے عہد لازم ہے اگرچہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق سے کیا ہو، یہ عہد تو تو نے خالق جل وعلا سے کئے ہیں۔

اے عزیز! موت کو یاد رکھ! اگر موت کو یاد رکھے گا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ ورطۂ ہلاکت سے بچا رہے گا۔ دین وایمان سلامت لے جائے گا اور اتباع شریعت کرتا رہے گا گناہوں سے بچتا رہے گا۔

اے عزیز! آج جاگ لے کہ موت کے بعد سکھ، چین، اطمینان وآرام کی نیند سوتا رہے گا۔ فرشتہ تجھ سے کہے گا: نَمْ کَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ۔ سن، سن، سن۔

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سایۂ تلے

اے عزیز! دنیا پر مت ریجھ، دنیا پروانہٗ وشیدا ہونا ہی خدا سے غافل ہونا ہے۔ دنیا خدا سے غفلت ہی کا نام ہے:

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

پردہ کی اہمیت

عورتیں پردہ کو فرض جانیں۔ ہر نامحرم سے پردہ فرض ہے۔ نہ بے پردہ پھریں، نہ بے پردہ گھر میں رہیں۔ باریک کپڑے جن سے بال یا بدن چمکے، پہن کر، یا پہنچوں سے اوپر کا حصہ یا پاؤں کے ٹخنے کے اوپر پنڈلی کا حصہ اور گلا، سینہ کھول کر یا باریک کپڑوں سے نمایاں ہونے کی حالت میں محض غیر نہیں جیٹھ، دیور، بہنوئی ہی نہیں، اپنے سگے چچازاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد، بھائی کے سامنے ہونا بھی حرام ہے۔ بدانجام ہے، مردوں پر فرض ہے کہ وہ اپنی بیویوں، بیٹیوں، بہنوں وغیرہا محارم کو بے پردگی سے بچائیں۔ پردے کی تاکید کریں اور عدم تعمیل پر جنہیں سزا دے سکتے ہیں سزا دیں۔ جو مرد اپنے محارم کی بے پردگی کی پرواہ نہ کرے گا۔ غیر محرموں کے سامنے پھرائے گا۔ خصوصاً اس طرح کہ بے پردگی کے ساتھ بعض اعضاء کی بے ستری بھی ہو تو وہ مرد، دیوث ٹھہرے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

یاراں بکوشید

نہ کوشش سے اک آن کو تم تھکو کے جاؤ کوشش مرے دوستو

یقین کامرانی وکامیابی رکھو۔ قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ”جو لوگ ہماری طلب میں

کوشش کرتے ہیں ضرور ہم انہیں راہیں دکھاتے، مقصود سے واصل فرماتے ہیں''۔ مولیٰ تعالیٰ تمہارے لئے فتح ہر باب خیر بالخیر فرمائے۔

اس کی راہ میں قدم رکھنے میں اللہ کریم کے ذمہ کرم پر تمہارے لئے اجر ہوگا۔ مَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْہُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ۔حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: مَنْ طَلَبَ شَیْئًا وَجَدَّ وَجَدَ۔ ''جو شخص کسی شئی کا طلب ہوگا، اور کوشش کرے گا پالے گا۔ حدیث ہی کا ارشاد ہے: مَنْ طَلَبَ اللّٰہَ وَجَدَہٗ ۔ ہاں ہاں بڑھے چلو، برابر بڑھے چلو۔ محبت واخلاص شرط ہے۔ پیر کی محبت رسول کی محبت ہے۔ رسول کی محبت خدا کی محبت ہے۔ محبت جتنی زیادہ ہوگی اور عقیدت جتنی پختہ، اتنا ہی زیادہ سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ اگرچہ پیر از آحاد ناس ہو، وہ با کمال نہ ہو مگر پیر صحیح ہو، کہ شرائط پیری کا جامع ہو۔ سلسلہ متصل ہوگا تو سرکار فیض سے ضرور فیض ملے گا۔ اے فرزند توحید! ہر امر میں توحید کو نگاہ رکھ!

خدا یکے و محمد یکے و پیر یکے

تیرا قبلۂ توحید ایک ہونا ایک ہی رہنا لازم، پریشان نظر، پریشان خاطر، دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ دین و دنیا کے ہر کام اخلاص کے ساتھ اس کے لیے کر، شریعت کی پیروی کر، جادۂ شریعت سے ایک دم کو قدم باہر نہ دھرنا، کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، لیٹنا، سونا، جانا، آنا، کہنا، سننا، دنیا، کمانا، صرف کرنا، ہر امر اسی کے لئے کر۔ اسی کی رضا ہو مدنظر۔

اے رضوی! فنافی الرضا ہو کر سراپا رضائے احمدی، رضائے الٰہی ہو جا، تیرا مقصود بس تیرا معبود ہو۔ اس کی رضا ہی تیرا مطلوب ہو۔

فراق وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے

ریا سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا، ہر کام میں اخلاص سے خدا کی رضا کے لیے اتباع شریعت کرنا یہ بڑی سعادت عظیم مجاہدہ وریاضت ہے۔ ہمارے بعض مشائخ کا ارشاد ہے کہ لوگ ریاضتوں کی ہوس کرتے ہیں۔ کوئی ریاضت ومجاہدہ ارکان وآداب نماز کی رعایت کرنے کے برابر نہیں۔ خصوصاً پانچوں وقت مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا جبکہ شرعی عذر نہ ہو۔

ختم قرآن کریم

اولیائے کاملین کا ارشاد ہے کہ بے شبہ تلاوت قرآن برائے قضاء حوائج مجرب ہے جتنا بھی روزانہ ہوسکے ادب کے ساتھ پڑھتا رہے۔ اگر وہ اس طرح پڑھے بہت بہتر جلد انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو۔ روز جمعہ سے شروع کرو اور پنجشنبہ کو ختم کرو۔ روز جمعہ از فاتحہ تا آخر سورۂ مائدہ، روز شنبہ از انعام تا آخر سورۂ توبہ اور یکشنبہ از سورۂ یونس تا آخر سورۂ ص روز چہار شنبہ از سورۂ زمر تا آخر سورۂ رحمٰن، روز پنجشنبہ از سورۂ واقعہ تا آخر قرآن خلوت میں پڑھیں۔ بیچ میں بات نہ کریں ہر مہم کے حصول کے لیے علی

الاتصال ۱۲ ختم کو اکسیر اعظم یقین کریں۔

فضیلت درود پاک

درود شریف کے فضائل و برکات بے شمار احادیث میں مذکور ہیں۔ یہاں صرف ایک حدیث درج کی جاتی ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گہربار میں ہدیۂ درود پیش کرنا کس قدر فوائد دنیوی و آخروی کو متضمن ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: حضور آپ پر بکثرت درود بھیجنا چاہتا ہوں پس اس کے لیے کتنا وقت مقرر کروں! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا چاہو، ہاں اگر زیادہ کرو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: آدھا وقت! فرمایا: تمہاری خوشی، ہاں اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: دو تہائی وقت، فرمایا: تمہیں اختیار ہے ہاں اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: حضور تمام وقت۔ تو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر ایسا کرو تو تمہارے تمام مقاصد (دینی و دنیوی) پورے ہوں گے اور تمام گناہ (ظاہری و باطنی) میٹ دیئے جائیں گے۔ (ترمذی)

نوٹ: طالبین کو اختیار ہے کہ وہ مذکورہ اوراد و وظائف مقررہ وقت پر پڑھا کریں یا صرف درود شریف، کلمہ طیبہ، تلاوت قرآن و تصور شیخ میں مشغول رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ عظیم فوائد ظاہر ہوں گے۔

تصور شیخ

خلوت میں آوازوں سے دور رہو بمکان شیخ، اور وصال ہوگیا ہو تو جس طرف مزار شیخ ہو، متوجہ ہو کر بیٹھے محض خاموش باادب بکمال خشوع اور صورت شیخ کا تصور کرے اور اپنے آپ کو ان کے حضور جانے اور یہ خیال دل میں جمائے کہ سرکار رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے انوار فیوض شیخ کے قلب پر فائز ہو رہے ہیں اور میرا قلب شیخ کے نیچے بحالت دریوزہ گری لگا ہوا ہے۔ اس میں سے انوار و فیوض ابل ابل کر میرے دل میں آرہے ہیں اس تصور کو بڑھایئے یہاں تک کہ جم جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے۔ اس کی انتہاء پر صورت شیخ خود متمثل ہو کر مرید کے ساتھ رہے گی اور ہر کام میں مدد کرے گی اور اس راہ میں جو مشکل اسے پیش آئے گی اس کا حل بتائے گی۔

ہر نماز کے بعد مناجات پڑھیں

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یاالٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدار حسن مصطفٰے کا ساتھ ہو

یاالٰہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات
انکے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب پڑے محشر میں شور دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحب کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

یاالٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر
سید بے سایہ کے ظل لوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوشِ خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب کھلیں آنکھیں حساب جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یاالٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
انکی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب چلوں تاریک راہ پلِ صراط
آفتاب ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب حساب خندہ بیجا رلائے
چشم گریاں شفیع مرتجےٰ کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے
رب سلم کہنے والے غم زدہ کا ساتھ ہو

یاالٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمین ربنا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب رضؔا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدار عشق مصطفٰے کا ساتھ ہو

مآخذ

۱	الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ	امام احمد رضا قدس سرہٗ
۲	الوظیفۃ الکریمہ	امام احمد رضا قدس سرہٗ
۳	الامن والعلیٰ	امام احمد رضا قدس سرہٗ
۴	آداب السالکین	سید شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی
۵	البدایۃ والنہایہ	عماد الدین ابی الفداء اسماعیل
۶	اخبار الاخیار	شیخ عبد الحق محدث دہلوی
۷	انتباہ فی سلاسل اولیاء	شاہ ولی اللہ دہلوی
۸	اصح التواریخ	مولانا شاہ محمد میاں مارہروی
۹	انوارِ صوفیہ	مولانا جید القادری تیغی مظفر پوری
۱۰	اولیاء رجال الحدیث	مولانا عبد المصطفےٰ اعظمی
۱۱	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۱۲	الملفوظ	امام احمد رضا قدس سرہٗ
۱۳	امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں	مولانا یٰسین اختر مصباحی
۱۴	امام اہل سنت	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دہلوی
۱۵	الاجازات المتینہ	امام احمد رضا قدس سرہٗ
۱۶	البشیر	مولانا غلام جیلانی میرٹھی
۱۷	امام شعروادب	مولانا وارث جمال
۱۸	ایمان افروز وصایا	علامہ حسنین رضا بریلوی
۱۹	الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم دوم	مولانا محمد علی انور قلندری
۲۰	المدیح النبوی	مولانا یٰسین اختر مصباحی

۲۱	امام احمد رضا کی نثر شہ پارے	سید ریاست علی قادری کراچی
۲۲	امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری (دوم)	پروفیسر مجیب اللہ کراچی
۲۳	امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم	مولانا محمد جلال الدین قادری
۲۴	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی
۲۵	برکات اولیاء	سید امام الدین
۲۶	برکات قادریت	مولانا محمد جمیل الرحمٰن
۲۷	برکات مارہرہ	مولانا محمد میاں برکاتی مارہروی
۲۸	انوار رضا	کراچی
۲۹	تذکرۃ الاولیاء	شیخ فرید الدین عطار
۳۰	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی
۳۱	تاریخ اولیاء	امام الدین احمد
۳۲	تذکرہ مشائخ قادریہ	محمد دین صاحب کلیم (لاہور)
۳۳	تذکرۂ علمائے ہند	رحمان علی
۳۴	تذکرۂ علمائے اہل سنت	مولانا محمود احمد قادری مظفر پوری
۳۵	تذکرۂ نوری	مولانا غلام شبیر بدایونی
۳۶	تذکرۃ الحمید	مولانا عبد الرشید بنارسی
۳۷	تفسیر عزیزی	شاہ عبد العزیز دہلوی
۳۸	تاریخ الخلفاء	علامہ جلال الدین سیوطی
۳۹	تذکرۂ مشاہیر کاکوری	مولانا محمد علی حیدر
۴۰	ترجمہ قرآن	امام احمد رضا
۴۱	ترجمہ قرآن	فتح محمد جالندھری
۴۲	ترجمہ قرآن	مودودی
۴۳	ترجمہ قرآن	مولانا اشرف علی تھانوی
۴۴	ترجمہ قرآن	ڈپٹی نذیر احمد دہلوی
۴۵	ترجمہ قرآن	محمد ثناء اللہ امرتسری

۴۶	ترجمہ قرآن	مرزا حیرت دہلوی
۴۷	ترجمہ قرآن	مولانا محمود الحسن دیوبندی
۴۸	جامع المناقب	رحمت اللہ لکھنوی
۴۹	جدید وقدیم سائنسی افکار ونظریات	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دہلوی
۵۰	حجۃ اللہ علی العالمین	شاہ ولی دہلوی
۵۱	حیات صاحب البرکات	مولانا مظفر احمد بدایونی
۵۲	حیات اعلیٰ حضرت اوّل	مولانا ظفر الدین بہاری
۵۳	حدائق بخشش	اعلیٰ حضرت بریلوی
۵۴	حیات مفسر اعظم ہند	مولانا عبد الواحد
۵۵	حلیۃ الاولیاء	حافظ ابی نعیم احمد اصفہانی
۵۶	خاندان برکات	مولانا محمد میاں مارہروی
۵۷	خزینۃ الاصفیاء الاوّل	مفتی غلام سرور لاہوری
۵۸	دعوت فکر	منشا تابش قصوری
۵۹	روضۃ النعیم فی ذکر النبی الکریم	شاہ عبد الرحیم دہلوی
۶۰	ردّ تقویۃ الایمان	مولانا محض الرحمٰن جہاں گیری
۶۱	روحانی حکایات	مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی
۶۲	رد کوثر	محمد اکرم
۶۳	سیرت رسول عربی	علامہ نور بخش توکلی
۶۴	سیرت المصطفیٰ	مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی
۶۵	سکینۃ الاولیاء	شہزادہ دارا شکوہ
۶۶	سر الشہادتین	شاہ عبد العزیز دہلوی
۶۷	سامانِ بخشش	مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی
۶۸	سفینۃ الاولیاء	دارا شکوہ
۶۹	سوانح اعلیٰ حضرت	مولانا بدر الدین قادری
۷۰	سیرت اعلیٰ حضرت	مولانا حسنین رضا بریلوی

۷۱	شجرۃ الکاملین	محمد محی الدین
۷۲	شذراۃ الذہب پنجم	ابی الفلاح عبدالحی حنبلی
۷۳	شاہ برکت اللہ	امین مارہروی
۷۴	طبقات ناصری	منہاج الدین ابوعمر عثمانی
۷۵	عوارف المعارف	عمر عبداللہ شیخ شہاب الدین (سہروردی)
۷۶	عمدۃ الصحائف	مولوی عبدالکریم حنفی
۷۷	عناصر الشہادتین	محمد ناصر علی
۷۸	غنیۃ الطالبین	حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ
۷۹	فتاویٰ رضویہ چہارم	امام احمد رضا قدس سرہٗ
۸۰	فقہ اکبر	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ
۸۱	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دہلوی
۸۲	فاضل بریلوی اور ترک موالات	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دہلوی
۸۳	فقیہ اسلام	مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں
۸۴	قلائد الجواہر	محمد یحییٰ تادنی
۸۵	کشف التواری	شاہ تراب علی قلندری
۸۶	کشف المحجوب اُردو	حضور داتا گنج بخش علی ہجویری
۸۷	کرامات اعلیٰ حضرت	مولانا اقبال احمد نوری
۸۸	کرامات مفتی اعظم ہند	راز الٰہ آبادی
۸۹	گلزار ابرار	محمد غوثی مندوی
۹۰	گاندھی نامہ	اکبر الٰہ آبادی
۹۱	مدارج النبوۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۹۲	مقامات دستگیری	مولانا عبدالرحیم ضیا
۹۳	مسالک السالکین اوّل	مرزا عبدالستار بیگ سہرامی
۹۴	مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان	مولانا شاہ ابوالحسن فاروقی
۹۵	مقام عرفاء	امام احمد رضا بریلوی

۹۶	مزارات اولیاء دہلی	مولوی محمد عاصم شاہ فریدی
۹۷	مرج البحرین اُردو	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۹۸	مشاہیر کاکوری	مولانا محمد علی حیدر
۹۹	مآثر الکرم دفتر ثانی	میر غلام علی آزاد بلگرامی
۱۰۰	مفتی اعظم ہند	مولانا عبدالنعیم عزیزی
۱۰۱	مراۃ الجنان چہارم للیافعی	
۱۰۲	نور مدائح حضور	مولانا غلام شبیر بدایونی
۱۰۳	نفحات العنبریہ	مولوی محمد تقی حیدر

قلمی مخطوطات

۱۰۴	بیاض قلمی	شاہ محمد اجمل الہ آبادی
۱۰۵	خازن الشعراء	شاہ علی کبیر معروف شاہ میر خان (الہ آبادی)
۱۰۶	حالات مشائخ	حضرت مولانا برہان الحق قدس سرہٗ (جبل پور)
۱۰۷	مکتوبات اوّل	شاہ خوب اللہ الہ آبادی
۱۰۸	مکتوبات سوم	شاہ خوب اللہ الہ آبادی
۱۰۹	تذکرۂ وفیات الاعلام	شاہ خوب اللہ الہ آبادی
۱۱۰	مناقب العارفین	شاہ غلام یٰسین بنارسی

رسائل وجرائد

ماہنامہ، اعلیٰ حضرت دسمبر ۱۹۶۰ء تا ۱۹۶۳ء

ماہنامہ، کلیم الہ آباد شعبان ۱۳۵۴ھ

ماہنامہ، استقامت کانپور جولائی ۱۹۷۷ء

ماہنامہ، استقامت کانپور فروری ۱۹۸۴ء

امام احمد رضا نمبر المیزان بمبئی

ماہنامہ، حجاز جدید دہلی اپریل ۱۹۸۹ء

ماہنامہ تحریک دہلی سالنامہ

ماہنامہ، تحریک دہلی سالنامہ کراچی ۱۹۸۳ء

ماہنامہ، تحریک دہلی سالنامہ کراچی ۱۹۸۴ء

ماہنامہ، تحریک دہلی سالنامہ کراچی ۱۹۸۵ء

ماہنامہ، تحریک دہلی سالنامہ کراچی ۱۹۸۶ء

ہفت روزہ ہجوم امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۷ء دہلی ماہنامہ، دنیا اگست ستمبر ۱۹۸۳ء

☆☆☆☆☆☆

۱	شمع شبستان رضا مکمل جلد	اقبال احمد نوری
۲	شمع شبستان رضا مکمل جلد کور	اقبال احمد نوری
۳	حزر سلیمانی مجلد	خواجہ اشرف علی لکھنوی
۴	حزر سلیمانی کور	خواجہ اشرف علی لکھنوی
۵	نقش سلیمانی مجلد	خواجہ اشرف علی لکھنوی
۶	نقش سلیمانی کور	خواجہ اشرف علی لکھنوی
۷	خزینہ عملیات	صوفی عزیز الرحمٰن پانی پتی
۸	آئینہ عملیات	صوفی عزیز الرحمٰن پانی پتی
۹	مجرب عملیات وتعویذات	مولانا سیّد ظہور احمد شاہجہانی
۱۰	شرح الصدور	حضرت جلال الدین سیوطی
۱۱	انوار جمال مصطفٰے	حضرت شاہ نقی علی خان
۱۲	فضائل صحابہ واہل بیت	مولانا محمد علی حسین البکری
۱۳	خطبات محرم	مولانا جلال الدین امجدی
۱۴	نظام شریعت	سید غلام جیلانی میرٹھی
۱۵	رکن دین الصلوٰۃ	مولانا رکن دین الوری
۱۶	الامن والعلیٰ	اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان
۱۷	حدائق بخشش (مجلد)	اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان
۱۸	حدائق بخشش (کور)	اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان
۱۹	قصیدہ غوثیہ مع ختم غوثیہ	علامہ عنصر صابری

۲۰	مکاشفۃ القلوب	حضرت امام غزالی
۲۱	نماز مترجم	علامہ عالم فقری
۲۲	سوانح کربلا	مولانا نعیم الدین مرادآبادی
۲۳	ختم خواجگان	خلیفہ محمد اشرف نقشبندی
۲۴	انوار الحدیث	مولانا جلال الدین امجدی
۲۵	احکام شریعت	مولانا احمد رضا خان بریلوی